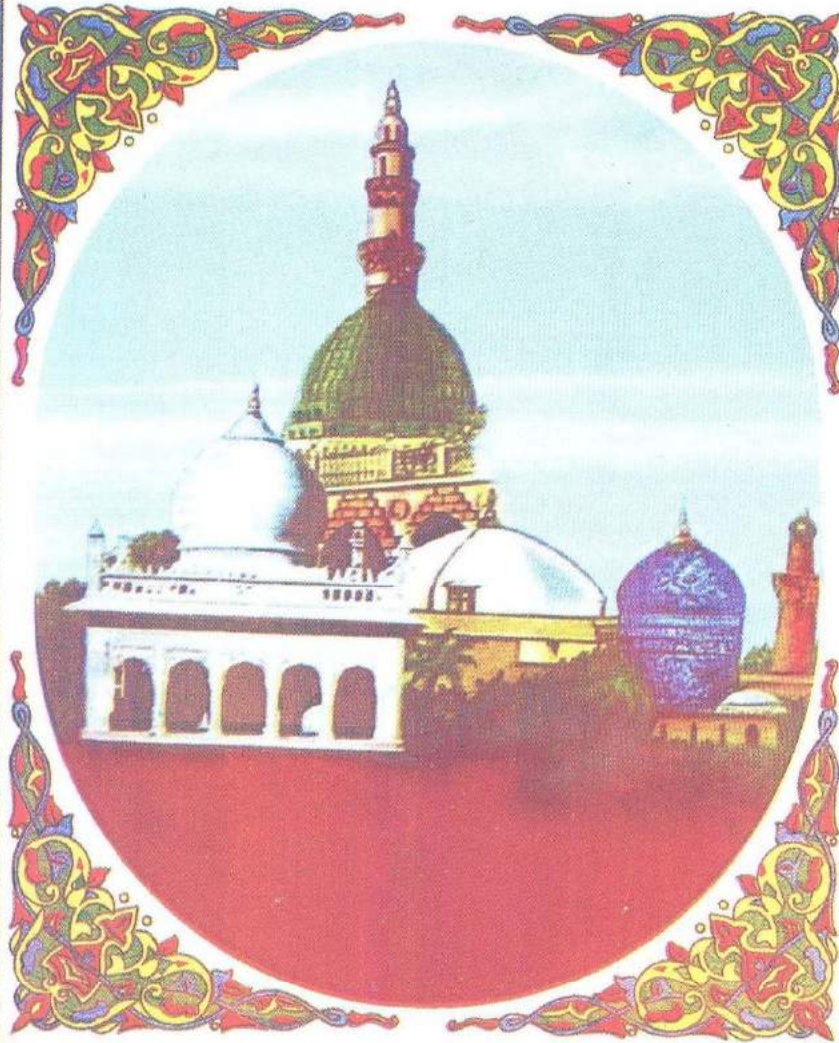


کلیاتِ نصیر گیلانی
حمتہ علیہ

اگر است در دولت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بحریم جلوہ خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد



کَلِّیَاتِ نصیر گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

کلیاتِ نصیر گیلانی

از
پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

با اہتمام
جانشینِ نصیرِ ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ©

نام کتاب	:	کلیات نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف	:	پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	:	اول
پروف ریڈنگ	:	محمد افضل خاکسار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	افتخار احمد (گولڑہ شریف)
سرورق	:	حسانات احمد، محمد دانش نجم
ناشر	:	مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف
نگرانی طباعت	:	حاجی عبدالقیوم گولڑوی
مطبع	:	حمزہ پرویز پرنٹنگ پریس، راولپنڈی
تعداد	:	1300
قیمت	:	1,500/-

ملنے کا پتہ

طلوع مہر آڈیو ویڈیو لائبریری مکتبہ مہریہ نصیریہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

سیکٹر 11-E گولڑہ شریف اسلام آباد (051-2106464)

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمار
	1:- اظہارِ تشکر سید غلام نظام الدین جانی گیلانی قادری
	2:- سیرِ گلشن پروفیسر محمد شاہ کھٹک
210-1	3:- دیں ہمہ اوست (عربی، فارسی، اردو اور پنجابی نعتیں)
238-211	4:- تضمینات (فاضل بریلوی)
418-239	5:- فیضِ نسبت (عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں مناقب)
657-419	6:- رنگِ نظام (قرآن وحدیث کی روشنی میں اردو مجموعہ رباعیات)
793-659	7:- پیمانِ شب (اردو غزلیات)
944-795	8:- دستِ نظر (اردو غزلیات)
1024-945	9:- آغوشِ حیرت (فارسی رباعیات)
1079-1025	10:- رباعیات المدحیہ فی حضرت القادریہ (فارسی رباعیات)
1153-1081	11:- عرشِ ناز (فارسی، اردو، پوربی، پنجابی اور سرائیکی میں متفرق کلام)
1170-1155	12:- پنجابی کلام (در رنگ ابیات حضرت سلطان باھو)
1238-1171	13:- متاعِ زیست (متفرق کلام - باقیات)
1287-1239	14:- متفرق کلام

اظہارِ تشکر

حضرت پیر صاحبؒ کی تمام عمر پڑھنے لکھنے اور علمی و دینی کام کی تحقیق کرنے میں صرف ہوئی۔ بچپن سے لے کر عمر کے آخری دن تک پڑھتے لکھتے رہے۔ آپ صحیح معنوں میں پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے جانشین اور محبوبِ سچائی کے علمِ باعمل کی جھلک تھے۔

درست العلم حتی صِرْتُ قطباً

(علم پڑھتے پڑھتے مقامِ قطبیت پر پہنچ گیا ہوں)

پیر صاحبؒ بھی ولایت کے بلند مقام پر فائز تھے، شعری ذوق ان کے خمیر میں تھا، ہر بات مسجع و مقفی کرتے، اس سے قارئین کا لطف دو بالا ہو جاتا۔ انہوں نے صنفِ غزل اور رباعی میں بے مثل سرمایہ چھوڑا ہے جو ان کی ظاہری زندگی میں زیورِ غزل طباعت سے آراستہ ہو گیا تھا۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سرائیکی اور پوربی زبان میں شاعری کی، جو کہ سامعین کی جان تھی آپ خود چاہتے تھے کہ تمام شعری مواد کلیات کی شکل میں قارئین کی نذر کروں لیکن گردشِ فلک نے مہلت نہ دی۔ میں شب و روز اسی کوشش میں سرگرداں رہا ہوں، خدائے متعال کے کرم سے ”کلیاتِ نصیر گیلانی“ بہ احسن طور پر مرتب ہو چکی ہے۔ تمام احباب کا تہہ دل سے ممنون ہوں، خدائے بزرگ و برتر انہیں اجرِ دوام دے۔

نیاز آگیاں
14-01-2014
۱۴۳۵ھ

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد

سیر گلشن

سنا ہے کھل گئے تھے ان کے گیسو سیر گلشن میں
صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

نصیر ملت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ ایک علمی اور ادبی و روحانی و عرفانی گھرانے میں نومبر ۱۹۴۹ء کو گولڑہ شریف کی سر زمین پر رونق افزائے عالم ہوئے۔ اس لیے آپ کو بچپن سے ہی علمی و روحانی فضا میسر آئی اور آپ نے اسی ماحول میں رہ کر تمام علوم معقول و منقول و اہل عمر میں ہی سیکھ لیے۔ ابتدائی تعلیم گولڑہ شریف کے مدرسہ سے حاصل کی، زیادہ تر آپ کی تربیت پر جد محترم سید غلام محی الدین المعروف بابو جیؒ کی صحبت کے اثرات ہیں قرآن مجید اور علم تجوید پر عبور حاصل کیا، علم تجوید قاری محبوب علی لکھنویؒ سے سیکھا۔ قاری محبوب علیؒ آپ کے جد اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ کے مرید اور مسجد کے امام تھے۔ آپ اپنے وقت کے نامور اور مشہور قاری تھے۔ علم تجوید میں مہارت تامہ چھ برس میں حاصل کی۔

درس نظامی، دستور زبان عربی و فارسی (صرف و نحو) تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، فلسفہ و منطق، تاریخ مذاہب و ادیان، تاریخ اسلامی، تصوف و عرفان کے علاوہ دیگر مذہبی و غیر مذہبی علوم میں کمال دسترس حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں علامہ فتح محمد گولڑویؒ، مولانا فیض احمد فیضؒ تھے۔ سید نصیر گیلانیؒ فن شعر اور ادبیات فارسی و اردو میں بڑا کمال ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے تقریباً استاد شعراء کو بہ نظر عمیق پڑھا اور اپنی شاعری میں متصوفانہ مضامین باندھے ہیں، آپ کو چونکہ بچپن سے ہی صوفیانہ ماحول اور عارفانہ فضائل اس وجہ سے آپ کی طبیعت میں ہی فقر و استغنا رچ بس گیا:

با چرخ رسید ست دماغ دہلی
پُر شد ز شراب او ایام دہلی
من بندہ حضرت نصیر الدینم
افروختہ پیر من! چراغ دہلی

ہر صوفی جمال ذات کے جلوے دیکھتا ہے اور عرفان ذات کی حقیقت کو پا کر ”انا الحق“ بھی کہہ بیٹھتا ہے، وحدۃ الوجود کے بہت سے اکابر صوفیاء گزرے اور پیر سید نصیر صاحب بھی اسی نظریہ پر متفق تھے:

بر لوح بقا حرفِ ثباتش بینم
پیرایہء اسماء و صفاتش بینم
آسودہء عزلتم درین غوغا ہا
رنگِ چمن آرائی ذاتش بینم

تصوف میں وحدۃ الوجود کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ نقشبندیہ سلسلے کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں رائج تصوف کے سلاسل قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے متقدمین صوفیاء پر بھی وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا۔ وحدت الوجود کے نظریہ کی رو سے خدا تعالیٰ اور کائنات دونوں بلکہ خدا ہی کائنات کی چیزوں میں جاری و ساری ہے۔ ذات باری ہر شے میں موجود ہے اس لیے اس کے وجود کی وحدت کثرت کی شکل میں پھیل گئی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں، تمام عالم اس ہستی مطلق کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں۔ اس بنا پر صرف ایک ہی ذات موجود ہے اور تعدد جو محسوس ہوتا ہے، محض اعتباری ہے، سیدی نصیر عرشِ ناز میں فرماتے ہیں:

اگر است در دولت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بہ حریم جلوۂ خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد

ایک اور جگہ پر کچھ اس طرح:

شدہ ام زجلوہ دوست پُر پس ازین مرا ہمہ اوشمر

کہ شرار برق حقیقتش ہمہ سوخت طور مجاز من

اگرچہ موجوداتِ خارجیہ میں کثرت بہت ہے لیکن یہ کثرت وحدت پر حجاب نہیں۔ مثال کے طور پر سمندر میں بے شمار امواج ہیں لیکن تمام امواج کی صورت پر آب واحد کا ظہور ہے۔ موجودات میں کثرت اسمائے الہیہ کی کثرت کے باعث ہے۔ اسمائے الہیہ ذات واحد کی نسبتیں ہیں وہی ذات ایک نسبت سے رحیم، دوسری نسبت سے جبار و قہار ہے:

کریم اہل طلب را معزز انگارد

کہ سر بلندیء موج احترام تشنہ لبی ست

چہ شد گر آمدہ بانگ انا الحق از منصور

کہ قطرہ مدعی ذات خود زیم نسبی ست

تصوف ایک طور پر اخلاقی فلسفہ ہے جس میں خیال اور فکر کی بلندیاں بھی ملتی ہیں اور زندگی کے متعلق بصیرت کی آنکھ بھی کھلتی ہے بصیرت کی آنکھ سے جب دنیا کا مشاہدہ کیا جائے تو دنیوی عیش و نشاط ہیچ اور بے معنی لگتا ہے۔ فقر افلاس کا نام نہیں بلکہ دولت سرمدی ہے۔ یہ شرع محمدی کا باطن اور زندگی کا ضمیر ہے۔ فقیر وہ نہیں ہے جو سامان سے خالی ہو بلکہ وہ ہے جس کا دل مراد سے خالی ہو۔ سید علی ہجویریؒ کے نزدیک ذات حق کے سوا تمام چیزوں سے قلب کے فارغ ہونے کا نام فقر ہے:

معراج نگاہ فقر کا شانہء تست

سرستی جاوید بہ پیمانہء تست

تا چند بہ قصد امتحان رو پوشی

اے شمع جمال! خلق پروانہء تست

عرشِ ناز میں فقر و استغنا کے متعلق کچھ اس طرح:

غنی شدیم زجاہ و جلالِ شاہانہ
بس است فخرِ غلامی پیر میخانہ

دیگر:

بہر خدا مراں مرا شاہِ تویی و من گدا
از درِ تو کجا رود بادشہا! گدائے تو

پیر سید نصیر الدین علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میرا زیادہ وقت اپنے دادا محترم پیر سید غلام محی الدین معروف بہ بابو جی صاحب علیہ الرحمہ کی صحبت میں گزرا ہے جو کہ روحانیت کے پیکر بے مثل تھے، جن کا ہر وقت یادِ الہی میں گزرا تھا، مجھ پر ان کی روحانی طبع کے بہت اثرات مرتب ہوئے، فرماتے کہ نصیر ہمیشہ اس نظریے پر کار بند رہنا: ے

نمی گویم کہ از عالم جدا باش
بہر جائے کہ باشی با خدا باش

اس ماحول اور فضا میں رہنے والا نصیر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم دین اور صوفی و صافی بنا، جس کی اب اس دنیا میں مثال نہ ہے۔

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے
صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے

(سعدی)

نصیر فاش مگو حرفِ راز در محفل
کہ بس بلند شدی در طریقِ رندانہ

ز حسنِ تست نمایاں جمال و جلوہ حق
حدیثِ شمس و قمر پیشِ رویت افسانہ

(عرشِ ناز)

جس شخص کے پاس بیٹھ کر خود کو بھول جاؤ اور پہروں بیٹھے رہنے کے باوجود وقت گزرنے کا پتہ نہ چلے، وہ صاحبِ حال ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا کمال ہوتا ہے یہ گفتگو کی چاشنی یا موضوع کی محویت نہیں ہوتی بلکہ نظر کا کمال ہوتا ہے۔ یہ کیفیت صاحبِ حال سے بات یا ملاقات میں تجربہ و مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ صاحبِ حال کے ہاں گفتگو دل سے دل پر وارد ہوتی ہے۔ سوال دل میں اٹھا، جواب صاحبِ حال کی زبان پر آ جاتا ہے۔ باادب سماعت کو وسیلہ اور ذریعہ بنانا چاہیے، تب ہی فیضِ نظر سے نصیب جاگتا ہے، اقبالؒ نے ٹھیک رہنمائی فرمائی ہے۔

فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے

حرف پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

پیر نصیر گولڑویؒ صاحبِ حال تھے، ان کی مجلس اور ان کی محفل میں کمال کی تاثیر تھی، ان سے ملنے کے بعد انسانی کیفیت کچھ اس طرح ہو جاتی تھی، یہ نظر کا کمال تھا:

آنکھ لگ کر لگ سکی نہ عمر بھر

آنکھ لگنا اک مصیبت ہو گئی

یہ نگاہ اور چہرے کا کرشمہ ہے، نگہ سے ہی کیفیت دگرگوں ہوتی ہے اسی سے ہی دل میں وہ اضطراب اور گداز پیدا ہوتا ہے:

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

(اقبال)

سید نصیر گیلانی صاحبؒ کی نظر کا کمال یہ تھا کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا، وہ نظر کے دام سے بچ کے نہیں گیا، وہ مستقل اسیر ہو گیا، جیسے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ کے بارے میں امیر خسرو دہلوی لکھتے ہیں کہ جو بھی آیا وہ حلقہء دام میں پھنس گیا، وہ کہتے ہیں کہ صرف خسرو ہی نہیں تیرے ناز و ادا کا مارا ہوا، کئی اپنے گھر بار لٹا کے بیٹھے ہیں:

بہ رندی و بہ شوخی ہچو خسرو

ہزاران خان و ماں بر کنده باشی

جیسے عرش ناز میں خود نصیر گیلانیؒ فرماتے ہیں: ۷

ہزاراں دل و جان گرفتار داری

چہ خوش طرز رفتار ای یار داری

نصیر کہ با جور تو خو گرفتہ

عجب عاشق ناز بر دار داری

نظر سے ہی تو علاج مکمل ہوتا ہے، نظر کے فیض سے اکسیر اور کیمیا ہو جاتا ہے اسی لیے تو حضرت اقبالؒ فرماتے ہیں: ۷

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ڈاکٹر عبدالغنی مصنف روح بیدل کے مطابق سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ گولڑوی کی غزل متصوفانہ اور عاشقانہ ہے، زیادہ میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادیؒ ثم الدہلوی کا سارنگ ہے۔ بہت سی غزلیں تو بیدلؒ کی زمین میں کہی گئی ہیں اگرچہ رومیؒ، عراقیؒ، حافظؒ اور جامیؒ کا رنگ بھی رچا بسا ہوا ہے، اس کے باوجود انداز اور تخیل پیچیدہ، سبک ہندی کی مہک آتی ہے۔ غزل اور رباعی بیدلؒ کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ کی رباعیات کا مجموعہ آغوش حیرت پہلی بار ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا، اس پر علامہ کوکب نورانیؒ، سید اکرم اکرام شاہ (چیرمین شعبہ اقبالیات)، پروفیسر صوفی محمد افضل فقیر اور ڈاکٹر عبدالغنی نے سیر حاصل تاثرات لکھے جو کہ آغوش حیرت میں چھپ گئے تھے۔ ان تاثرات کو یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب بنے گا، یہاں ڈاکٹر عبدالغنیؒ کا ایک اقتباس درج کرنا ضروری سمجھوں گا کیونکہ بیدلؒ دہلویؒ پر اسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل چکی ہے۔

مطالعہ بیدل صاحبزادہ نصیر صاحب کی وجدانی کیفیت میں دخیل ہو چکا ہے۔ رباعی گوئی میں بھی نصیر صاحب بیدل سے متاثر ہوئے ہیں۔ بیدل نے بھی فرید الدین عطار کی طرح کثیر تعداد میں رباعیات کہی ہیں۔ بیدل کے معاصران کی رباعی گوئی کے بڑے مداح تھے ان کا شاگرد خوشگواپنے تذکرے میں لکھتا ہے کہ بہ قول شاہ گلشن رباعی گوئی حق اوست، آج کل کے ایک فاضل افغان صلاح الدین اپنے رسالے افکار شاعر میں بیدل کی رباعیات کو بہت سراہتے ہیں۔ وسط ایشیا میں صدر الدین عینی میں بیدل کی رباعیات پر بڑا کام ہوا ہے۔ موضوعات کے علاوہ فنی اعتبار سے بھی ان کا پایہ بلند ہے۔ صاحبزادہ نصیر نے بھی اپنی بلند فطرتی اور عالی ہمتی کے سبب رباعی گوئی میں بیدل کے اعلیٰ معیار کو سامنے رکھا ہے۔ بیدل نے رودکی سمرقندی کے جواب میں چھوٹے چھوٹے استفہامیہ ٹکڑوں پر مشتمل ایک رباعی کہی تھی جسے مشہور نقاد سخن سراج الدین علی خان آرزو نے بڑا پسند کیا تھا۔ اب صاحبزادہ صاحب نے بھی بیدل کے جواب میں اسی طرح کی ایک رباعی کہی ہے۔ آغوش حیرت کا مسودہ میری طرف بھیجتے ہوئے، بیدل سے استفادہ کا اعتراف انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

دراصل حضرت بیدل نے میری روح پر ایسا تسلط فرمالیا ہے کہ اکثر انہی کی طرح تراکیب ایجاد کرتا رہا۔ آپ کو ان رباعیات کے بعض مصرعوں میں حضرت بیدل کے آہنگ کی جھلک ضرور ملے گی۔ گرامی علیہ الرحمہ کے بعد برصغیر میں کسی نے بھی معیاری رباعی نہیں کہی۔ کہنے کو تو بہت سوں نے کہی ہوگی مگر زبان و بیان کے اعتبار سے کمزور ہیں۔ ایک بحر میں تو سب کہہ لیتے ہیں مگر بیدل کی طرح مختلف اوزان میں رباعی اور پھر زبان و بیان اور بلندی فکر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کم لوگ کہہ سکے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ رباعی اصناف سخن میں انتہائی مشکل صنف ہے۔ جب استادان فن بوڑھے ہو جاتے ہیں تب رباعیات کہتے ہیں کیوں کہ چار مصرعوں میں ایک بات، ایک تجربہ، حیات پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کم سنی میں بندے نے جو کاوش کی ہے یہ صرف اور صرف حضرات مشائخ کا فیض اور پھر حضرت بیدل کا کرم ہے۔

سید نصیر صاحب کی ترکیبات بیدل کی طرح تصورات کے حسن گوناگوں کا مظہر ہیں۔ ان کی جمالیاتی حس بیدل سے متاثر ہوتی ہے۔ حسن الفاظ، حسن خیال، لطیف کیفیات، افکار کی طہارت، بحر کی دلاویزی، مجموعی کیفیت کی ساحری، یہ سب

چیزیں بیدل کا پتہ دیتی ہیں۔ زبان و بیان، بلندیء فکر، رباعی کی بحر میں زحافات کے ذریعے جائز حد تک تنوع، مصرعوں کے آہنگ اور ایجادِ تراکیب کے لحاظ سے میرزا بیدل کے اثرات کا اعتراف کیا گیا ہے پیر صاحب سے عقیدت و احترام اپنی جگہ، یہاں پر ہم ان کے شعری فن اور علمی کمالات پر بات کر رہے ہیں۔ ان کی شاعری میں زیادہ نعتیہ رنگ ہے، غزل ہو یا رباعی، اس میں بھی مدح پیغمبر کرتے ہیں، اگرچہ نعتیہ مجموعہ دیں ہمہ اوست کے نام سے چھپ چکا ہے، جس میں عربی، فارسی اور اردو نعتیں ملتیں ہیں۔ اس کے علاوہ آغوش حیرت، عرشِ ناز، پیمانِ شب، دستِ نظر، متاعِ زیست اور امام احمد رضا خاں بریلوی کی نعتوں پر تفسیریں لکھی ہیں۔ جو کہ ناقدین ادب نے پسند کی ہیں۔ اساتذہ کا کلام پڑھتے پڑھتے آپ کی شاعری میں بھی اتنی پختگی آگئی ہے کہ آپ کے فارسی اور اردو کلام میں بھی استادانہ رنگ ملتا ہے۔ عرشِ ناز میں فارسی غزل کا ارفع تخیل، صنایع بدائع کا استعمال، انتہائی عمدگی سے نبھاتے ہیں، سبک ہندی کا خوبصورت نمونہ یعنی میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی ثم الدہلوی کا سا انداز ملاحظہ ہو:

دل دیوانہ را در حلقہ زلفِ دو تا کردی
کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی
بہ درگاہِ تو یا رب چوں نصیرِ شرمسار آمد
عیوبش از کرم پوشاندی و حاجت روا کردی

(میرے دیوانے دل کو تو نے اپنی زلفوں کے حلقہ میں پھنسا دیا، تو نے کرم کیا، تو نے عطا کی، تو نے یہ جائز کیا اور بجا و درست کیا۔)

اے پروردگار! جب تیری بارگاہ میں نصیرِ شرمساری سے آیا تو نے اس کے عیب لطف و کرم سے چھپائے اور اس کی حاجت پوری کردی۔)

متصوفانہ غزل کا رواج ایلخانی دور میں پڑا، حکیم سنائی غزنوی نے غزل میں رند و صوفی اور مے و ساقی کے مضامین لائے۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی اپنی کتاب ”فارسی غزل اور اس کا ارتقاء“ میں لکھتے ہیں: عطار نیشاپوری اور مولانا روم نے

صوفیانہ غزل گوئی میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ صوفیانہ غزل گوئی کا آغاز سلجوقی دور میں سنائی نے کیا تھا، تصوف نے غزل کو اور باتوں کے علاوہ جذبات کی صداقت، خیال کی پاکیزگی اور فکر کی بلندی عطا کی۔ تصوف کے مطالب اور حقیقی واردات عشق کے بیان کرنے کے زیر اثر فراق کے مضامین کا اظہار غزل میں عام ہوا۔ اس سے غزل کو درد مندی اور سوز و گداز کا رنگ ملا۔ تیموری دور میں غزل عشق و محبت کی تمام کیفیات اور واردات قلبی کے اظہار کا موثر ذریعہ بنی۔ سعدی نے دورہ مغول میں اس انداز شعر گوئی کو رواج بخشا تھا، اگرچہ اس انداز کی غزل گوئی کے آغاز کا سہرہ بھی سنائی غزنوی ہی کے سر ہے۔ دور مغول ہی میں برصغیر کی فضا امیر خسرو اور امیر حسن سجری دہلوی کی غزل گوئی سے گونج اٹھی، عاشقانہ رنگ کی غزل گوئی میں ایک طرح کی صوفیانہ خیال آرائی پیدا ہوئی۔ جس سے غزل میں رندانہ مضامین اور واردات عشق کے بیان میں مجاز و حقیقت کا امتیاز کرنا مشکل ہو گیا یعنی شعر کی تشریح مجاز و حقیقت دونوں ہی رنگ میں کی جاسکتی ہے۔ ساقی، میخانہ، زلف و ابرو وغیرہ اپنے اصلی معنوں کے ساتھ ساتھ صوفیانہ اصطلاحی معانی کے حامل بھی ہو گئے اس نوع کی غزل گوئی کے سب سے عظیم شاعر حافظ شیرازی ہیں۔ سید پیر نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی کی غزل حافظ شیرازی کے رنگ کے ساتھ ساتھ ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدل کا رنگ زیادہ اپنائے ہوئے ہے۔

باہمہ ناز و دلبری پاس وفا نمی کنی
ای بت فتنہ گر چرا خوفِ خدا نمی کنی
جاں بہ لب ای طبیب دل در غم ہجر شد نصیر
دردِ فراق دادہ ای از چہ دوا نمی کنی

(سب عشوہ و ناز اور دلبری کے باوجود تو پاس وفا نہیں کرتا، اے فتنہ گر محبوب تو خدا کا خوف کیوں نہیں کرتا اے دل کے طبیب، جدائی کی اذیت میں نصیر جاں بہ لب ہو گیا ہے تو نے ہی تو مجھے جدائی کا درد دیا ہے اور اب تو دوا کیوں نہیں کرتا)

گر بر سر بالینم یک جلوہ بہ فرمائی لہ نگاہے کن ای یار پری رویم
صد بار شوم قرباں ای پیکر زیبائی گردید نصیر تو دیوانہ و سودائی

(اے محبوب اگر تو میرے سرہانے ایک بار جلوہ فرما ہو تو اے حسن و جمال کے پیکر میں سینکڑوں بار قربان ہو جاؤں۔

اللہ کے واسطے، اے میرے محبوب مہربانی کی نظر فرمائیے، اب تیرا نصیر دیوانہ و سودائی ہو چکا ہے)

محبوب حسن و خوبی کا سراپا ہے۔ غمزہ و ادا، کرشمہ و ناز محض خیالی اور وجدانی باتیں ہیں جن کو نظریں دیکھتی اور دل محسوس کرتا ہے لیکن ان کا کوئی وجود نہیں، جن لوگوں کے دلوں پر عشق و محبت کی واردات گزر چکی ہیں وہ اس سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ تکرار لفظی اور موسیقی کے حوالے سے نصیر گیلانی گولڑوی کے اشعار کا نمونہ ملاحظہ کریں:

بہ جلوہ شاہے، بہ چہرہ ماہے، جوان نگاہے، جہان پناہے
بہ لب عقیقے، بہ دل رقیقے بہ خو خلیقے بہ رخ بہارے
اگرچہ دامن کشیدہ از من ولے فدام بہ پائے نازش
بگفتمش زحمت علاجے، تبسمے کرد و گفت، آرے
اگر تو خواہش ز ساز ہستی رسی بہ آہنگِ نغمہ کن
الاپ در وجد گاہِ عالم نی دھانی دھا پا ما گا ما گارے

نصیر گیلانی کے شعر کو ملاحظہ کریں ”ر“ کی تکرار نے موسیقیت پیدا کر دی ہے:

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
بہ حریمِ جلوہء خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد
مدد اے کرشمہء آرزو کہ نصیر در رہ جستجو
نفسے کشد، سخن زند، قدم نہد، بہ درے رسد

اردو غزل کا رنگ ملاحظہ ہو:

نہ تم آئے شبِ وعدہ، پریشاں رات بھر رکھا	سنا ہے کھل گئے تھے ان کے گیسو سیر گلشن میں
دیا امید کا میں نے جلا کر تا سحر رکھا	صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

دیگر:

سوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
سرو کا جھومنا، غنچوں کا غزل خواں ہونا
خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں، لیکن
تجھ سے مخصوص رہا خسروِ خوباں ہونا
فقر کا تاج جو رکھے ہوئے ہوں سر پہ نصیر
ہیچ ہے ان کے لیے وقت کا سلطان ہونا

دیگر:

اُن کی محفل میں نصیر اُن کے تبسم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا

دیگر:

لُوٹے ہے دل والوں کو رنگِ ترکانہ تیرا
دنیا دیوانی تیری، عالم دیوانہ تیرا

اردو اشعار میں فارسی زبان کا سامراج ملتا ہے۔ خیال اور مضمون بھی فارسی کے استاد شعراء سے مستفاد ہے۔ الفاظ کا چناؤ بھی زیادہ تر فارسی غزل کا سا ہے۔ پیرسید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی کی یہ خواہش تھی کہ قارئین کی آسانی کے لیے شعری مجموعہ جات کو کلیات کی شکل دی جائے۔ اس خواہش کا اظہار ایک بار میرے ساتھ بھی کیا اور فرمایا کہ فارسی کلام کی ترتیب اور تبصرہ اپنے ذمہ لیں۔ اسی خواہش کی تکمیل کو جناب محترم صاحبزادہ پیرسید غلام نظام الدین جامی گیلانی دامت برکاتہم نے اپنی اولین ترجیح سمجھا اور اس کام کو انجام تک پہنچانے کے لیے شب و روز محنت کی، اس کے علاوہ ”کلیاتِ نصیر گولڑوی“ کو ترتیب دینے میں حاجی عبدالقیوم صاحب کی محنت شاقہ قابلِ ستائش ہے۔ میں اس خوبصورت اور احسن

ذمہ داری کو انجام تک پہنچانے کے لیے تمام احباب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بالخصوص پیر سید غلام نظام الدین جآمی
گیلا فی حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم کو تہہ دل سے تبریک پیش کرتا ہوں۔

نیاز مند:

پروفیسر محمد شاہ کھگہ

گورنمنٹ گروناٹک کالج زنکانہ صاحب

دیکل ہمارے اوست

سرِ گویے تُو چمنِ کرم، درِ تُستِ نازِ حیاتِ ما
سرِ ما و نسبتِ خاکِ تُو، ز حیاتِ ما، بہ ممتِ ما
(نصیر)

دیں ہمہ اوست

مجموعہ حمد و نعت

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد پاکستان

فہرست

نمبر شمار	دیں ہمہ اوست	صفحہ نمبر
	حمد	
9	شمع حرم گاہ عناصر	
11	مسند آرائے بزم عطا	
12	تضمین بر "آج سبک متراں دی ودھیری اے" (حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی مشہور پنجابی نعت)	
16	ہمہ دان وہمہ جا	
17	التجابد رگاہ مجیب الدعوات جل جلالہ	
18	پھر مانگ پھر مانگ	
20	کسے ہو ردے ہتھ میں کیوں دیکھاں، بخشن ہار جد تیرے سوا کوئی نہیں	
20	صدقہ اپنی رحیمی دارم فرما! کر لے عرض منظور انکار نہ کر	
20	جیہڑے فقر دے رنگ وچ گئے رنگے ٹھکدے سدا جگ دے پالن ہار اگے	
	نعت	
21	ہے سرکار داد اوہ ہک بوہا	
21	مر جائیں	
22	بخصوص سید المرسلینؐ	
26	یا مڈرک انو الہی (ماہیا)	
27	بخصوص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
29	برگ نوائے بے نوا یاں	
33	بیند چو پیسیرا، گوید خورشید سما سیمان اللہ	
34	دل بہ گئے تو یا رسول اللہ	
34	دو عالم زیر فرمان محمدؐ	

صفحہ نمبر	نمبر شمار
35	خوش نصیبم کہ بردر گہ ناز آمدہ ایم
36	ہر سو بہارِ حُسن و جمالِ محمدؐ اُست
38	آں ذرّہ نوازِ من (فارسی میں ماہیا)
39	تضمین برنعتِ برہانِ العاشقین حضرت مولانا جامیؒ
40	تضمین برنعتِ سلطانِ العارفین حضرت مولانا جامیؒ
41	تضمین برنعتِ حضرت مولانا جامیؒ
43	مصحفِ اسرارِ الہ
46	عیدِ میلادِ النبیؐ
47	تم اوّل و آخر ہو (ماہیا)
	دیوانِ نعت (اُردو)
52	دونوں عالم میں ہے دن رات اُجالا تیرا
53	روزِ ازل خالق نے جاری پہلایہ فرمان کیا
54	ازل کے نُور کو جب اُس میں آشکار کیا
55	ہر اک صفت کا تری ذات سے حصار کیا
56	مجھے غلام اُسے میرا شہر یار کیا
57	یہ نہ پوچھو ملا ہمیں درِ خیر الوریؑ سے کیا
58	دل کسی حال میں ایسا نہیں ہونے دیتا
59	شاہ کے فیض سے انسان کا ہر کام چلا
60	مریضِ مصطفیٰؐ کے سامنے کس کا ہنر ٹھہرا
61	کیا پوچھتے ہو ہم سے مدینے میں کیا ملا
62	نورِ سرکارؐ نے ظلمت کا بھرم توڑ دیا
63	دل میں کسی کو اور بسایا نہ جائے گا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
64	دل میں یوں اُن کی تجلّی کا تماشا دیکھا
65	جلوہِ حُسنِ بقا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
66	جو تصوّر میں رہا، پیشِ نظر بھی ہوگا
67	زندگی جب تھی تو جینے کا قرینہ ہوتا
67	سنور جائے گی سب کی عاقبت، سب کا بھلا ہوگا
68	جلوہِ رُوئے نبی مطلعِ انوارِ حیات
69	پتھر جائے جس گھڑی شہِ کون و مکاں کی بات
70	منتظرِ خود ہے بصد شوقِ خدا آج کی رات (بحوالہ معراج شریف)
71	اور ہی کچھ ہے دو عالم کی ہو آج کی رات (بحوالہ معراج شریف)
72	جانبِ عرش ہے حضرت کا سفر آج کی رات (بحوالہ معراج شریف)
73	ضیاءِ فروز ہے دل میں حضور کی نسبت
74	مہلی ہے شافعِ یومِ نشور کی نسبت
75	اُس کو نہ چھو سکے کبھی رنج و بلا کے ہاتھ
76	آئی ہے جالیوں سے بھی شاید لگا کے ہاتھ
78	پہنچے کہاں کہاں نہ حبیبِ خدا کے ہاتھ
79	اُن کی طرف بڑھیں گے نہ لطفِ خدا کے ہاتھ
80	اُن کی نوازشات کا ہے میرے سر پہ ہاتھ
81	لب واکینے تھے رکھ کے محمدؐ کے در پہ ہاتھ
82	رکتے نہیں ہیں جو درِ خیرِ البشر پہ ہاتھ
83	ایسے مریض کا بھری دنیا میں کیا علاج
84	رسول کوئی کہاں شاہِ انبیا کی طرح
85	ہے اُن کی زمین اور فلک اور سماں اور
86	پائی گئی ہے دوش پہ جن کے ردائے خیر

صفحہ نمبر	نمبر شمار
87	ہوگی بلند خیر سے اب عز و جاہ خیر
89	میدیاں میں مانگتا تھا غد و اپنے سر کی خیر
90	ہر دم سرفلاک ہے خم آپ کی خاطر
91	دل ہوا روشن محمدؐ کا سراپا دیکھ کر
92	خون پانی ہو یہ انداز مگر پیدا کر
93	اللہ بڑا اُس کی رضا بھی ہے بڑی چیز
94	حاصلِ زیست ہے اُس نورِ شائل کی تلاش
95	یوں نگاہوں نے کیا گنبدِ خضریٰ کا طواف
96	میں اور مجھ کو اور کسی دِلِ با سے عشق؟
97	بے ہوئے ہیں نگاہوں میں بام و دراب تک
98	ہوں گی مقبولِ حضورِ کی دُعائیں کب تک
99	دل دیوانہ چشمِ معتبر رکھ
100	اب تنگی داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ!
101	تمہارے در پہ پہنچنے کو بے قرار ہیں لوگ
102	یہ عشقِ مصطفیٰؐ میں خود آرائی خیال
103	اُن کا قصور اور یہ رعنائی خیال
104	جسے مقامِ رسولِ خدا نہیں معلوم
105	بے اجازت اُس طرف نظریں اٹھا سکتا ہے کون
106	زمین چاند ستارے سلام کہتے ہیں
107	خبر نہیں یہ کہاں ہوں کدھر ہوں کیا ہوں میں
108	عرب کا مہ لقا ہے اور میں ہوں
109	ہم سے نہ پوچھے کوئی کیا دیکھ رہے ہیں
110	تصور میں انہیں ہم جلوہ سماں دیکھ لیتے ہیں

111	خورشید سے کچھ کم نہیں وہ چشمِ بشر میں
112	دَم بہ دَم بر ملا چاہتا ہوں
112	جدا ہوا میری آنکھوں سے اُن کا نُور کہاں
113	میں کہاں وہ سرزمینِ شادِ بحر و بر کہاں
114	وہ دن بھی آئیں گے ہوگی بسر مدینے میں
115	راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
116	خُدا کے فضل کا اک شاہکار ہم بھی ہیں
118	پیشِ خیمہ ہیں تلاطم کا یہ دو چار آنسو
119	دیکھ اے دل! یہ کہیں مُردہ کوئی لائی نہ ہو
120	اِس خدائی میں دِکھاؤ جو کہیں کوئی ہو
121	گلزارِ مدینہ صلیٰ علیٰ رحمۃ کی گھٹا سبحان اللہ
122	اک نُور کا عالم ہر ساعت ہے جلوہ نما سبحان اللہ
123	عشقِ شہِ بطحا جو بڑھا اور زیا
124	توقعات سے بڑھ کر تو ہر طلب سے زیا
125	سُکوں ہے ہجر میں تاراج یا رسول اللہ
126	نہیں کوئین میں کوئی سہارا یا رسول اللہ
128	قیامت ہے اب انتظارِ مدینہ
129	عکسِ رُوئے مصطفیٰ سے ایسی زیبائی ملی
130	دل ہوا جس وقت یک سو جب بھی تنہائی ملی
131	تھی جس کے مقدّر میں گدائی ترے در کی
132	مُضور! آپ کا رُتبہ نہ پاس کا کوئی
133	سوچا ہے اب مدینے جو آئیں گے ہم کبھی
134	ہوتے نہ جلوہ گر جوشِ مرسلین کبھی

صفحہ نمبر	نمبر شمار
135	ہزار بار ہوئی عقل نکتہ چیں پھر بھی
136	دمدم تیری ثنا ہے یہ بھی
137	دُور ہوں اُن سے سزا ہے یہ بھی
138	بادشاہی ماہ سے ہے تابہ ماہی آپ کی
139	جواو لیس کا ہے معاملہ نہ سہی کچھ اور لگن تو ہے
140	ہم گنہ گاروں کو سرکار سنبھالے ہوں گے
141	تصور میں رُخ روشن کو لا کر ہم بھی دیکھیں گے
142	دل و جاں کو ہر آفت سے بچا کر ہم بھی دیکھیں گے
143	بہ صد عجز و عقیدت جلوہ جا کر ہم بھی دیکھیں گے
144	ہوا ظاہر یہ اُن کے نُور سے نُورِ خدا کیا ہے
145	خدا والے ہی جانیں ذاتِ محبوبِ خدا کیا ہے
146	شبِ معراج پل بھر میں مکاں سے لامکاں پہنچے
147	اسی لیے تو جھکا جا رہا ہے میرا سر آگے
148	درِ نبی کو مسافر جو بڑھ کے آلیں گے
149	درِ دِل کی یہ تمنا ہے دو اتک پہنچے
150	سراگر آپ کے نقشِ کفِ پا تک پہنچے
151	ہر آن اک تپشِ عمِ خیر البشر کی ہے
152	جو لوگ بن کے ادب دانِ مصطفیٰ اُٹھے
152	جو بے وسیلہ محبوبِ کبریا اُٹھے
153	جو اُس کو دیکھ لے وہی صاحبِ نظر لگے
154	آنسو جو آئے آنکھ میں مثلِ گمر لگے
155	نہ طلب ہی دے نہ جنوں ہی دے یہ ہوس نہ دے وہ ہوا نہ دے
156	ادب یہ ہے کہ جہاں اُن کا نام آ جائے

157

خدا کے لطف و کرم پر نظر نہیں رکھتے

158

جو مدینے میں کہیں اپنا ٹھکانہ کر لے

159

یاد اُس دَر کی مرے دل کو سدا خوش رکھے

160

جس کو حاصل ہیں غمِ ساقی کوثر کے مزے

161

جس نے سمجھا عشقِ محبوبِ خدا کیا چیز ہے

162

ہیں وقف جان و دل مرے اس کام کے لئے

163

حشر میں مجھ کو بس اتنا آسرا درکار ہے

164

کوئین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے

165

بخت میرا جو محبت میں رسا ہو جائے

166

کاش مقبول ہو میری یہ دعا جلدی سے

167

ذوقِ نظارہ کو ہر وقت سفر میں رکھیے

168

بطحا سے آئی اور صبا لے گئی مجھے

169

دیکھا سفر میں آبلہ پا لے گئی مجھے

170

اجل و یارِ رسالت میں آئے اس مجھے

171

جو دو عطا میں فرد وہ شاہِ حجاز ہے

172

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے

174

راہِ نبی میں ذوقِ وفا میرے ساتھ ہے

175

نومدینے کی تجلی سے لگائے ہوئے ہیں

176

کشتیاں اپنے کنارے پہ لگائے ہوئے ہیں

177

نذرانہ سلامِ محصورِ سیدالانام عا یہ دُعا اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغِیْثُ بِکَ السَّلَام

179

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

184

جس طرف سے اہل کُلمشِ عدنان گیا

185

شرفِ یابِ معیتِ واقفِ آدابِ اُودنی

صفحہ نمبر	نمبر شمار
187	در حضور سے در کوئی بھی بلند نہیں
188	ادھر بھی نگاہِ کرم یا محمد! صدا دے رہے ہیں یہ در پر سوا لی
189	جواہلِ دل ہیں، کیفیت سے کب باہر نکلتے ہیں
190	شاہانِ جہاں کس لئے شرمائے ہوئے ہیں
192	بے مثل ہے کونین میں سر کاڑ کا چہرا
193	ہے جن کی خاکِ پاؤں پر لگی ہوئی
194	غلامِ حشر میں جب سیدِ الوری کے چلے
196	مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے مرے آقا! کرنا
198	ہے سراپا اُجالا ہمارا نبی
199	قدرت نے آج اپنے جلوے دکھادیئے ہیں
200	راتِ اسرایِ دی فضل خزانیاں تُوں اُمت واسطے مری سرکار لُٹیا
200	رکرنِ خاوردے شاہِ دی لاٹِ سخنِ دی تھر تھر کنبے جس دے درو بامِ نجم کے
200	اُس دی گل چھیڑو! جس دی اک گل توں سارا عالم تے بزمِ ظہور صدقے
201	میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
202	تصور میں مرے جب چہرہ خیر الانام آیا
204	ازل سے جو تماشا ئے یارِ ہم بھی ہیں
205	احمد کہوں کہ احمد کیسا کہوں تجھے
207	سیرت لکھیں کہ شعر تصنیف کریں (رباعی)
207	دل میں میرے نہاں یہ خلشِ عمر بھر کی ہے (قطعہ)
208	لکھ میں وہ صورت دکھائی گئی ہے
209	سلام حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

حمد

شمعِ حرمِ گاہِ عناصر

صنّاعِ گل و لاله و نقّاشِ چمن زار
صورتِ گرِ ایجاد و نگارندهِ آفاق
بر تر ز همه جلوه نما در همه عالم
خودصاحبِ ادراک و بُروں از حدِ ادراک
بر طاعتِ او خُمِ سرِ اجرام و عناصر
مکشوف بر او بوده نہاں خانہِ تخلیق
او قادر و قدّوس، لہ الملک لہ الحمد
ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
گیرندہ و بخشندہ و بینندہ و دانا
اوضاعِ جہاں پرتو رنگینیِ حُسنش
شہِ پارہ گلِ کاریِ آں صانعِ ہستی
آئینہِ بیچونیِ آں مُوجدِ نیرنگ
انگارہ فنِ کاریِ آں خالقِ فطرت
رخشندہ ز نورِ چمنِ آرائیِ لُطفش
دُردِ تہِ جامِ است ز میخانہِ جودش
بر کشتِ جہانِ است سحابِ کرمِ او
از قدرتِ او، شمعِ حرمِ گاہِ عناصر
از تابِ جمالش ہمہ زیبائیِ گلشن

خلاقِ مہ و مر، فروزندہ انوار
گردش دہِ ایام و طرازندہ اعصار
در پردہِ تکوین و ز ہر ذرّہ نمودار
آں کز ہمہ مستور و بہ عیبِ ہمہ ستار
در حضرتِ او انجم و افلاکِ نگوں سار
معروف از دگشتہ سراپردہ افکار
او خالق و او رازق و او غالب و قہار
ہم مالک و متان و کرم پیشہ و غفار
پیداست، ہویداست بر او در پسِ استار
او خالقِ شبِ ہائے سیہ، فائقِ اسرار
نظارہ دشت و در و ویرانہ و گلِ زار
شام و سحر و روشنیِ روز و شبِ تار
نیلوفر و نسرین و سمن، سوسن و گلِ نار
صحرا و بیاباں، دُمن و وادی و کُہسار
دریا و غدیر و شَمَر و قُلُوم و انہار
گلِ ریز و سمنِ پاش و دُرافشان و گُہر بار
شِعرای و ثریا و سُہا، ثابت و سیّار
رعنائیِ گل، موجِ صبا، خندہ ازہار

از رشتہٗ فضلش چمنِ دہر، سمن زار
 از رحمتِ او رشکِ رگِ گل بشود خار
 مرجان و عقیق و گہر لو لوئے شہوار
 شاخ و شجر و سبزہ و سرو و گل و انار
 ریحان و گیاه و ثمر و گلبن و اشجار
 چون شعلہٗ گل شمعِ گلستاں بشود نار
 ضوِ باری ذراتِ شود رُوشِ اتمار
 طوطیِ چمن، کبکِ دری، فاختہ و سار
 طبل و علم و جاہ و حشمِ جُبہ و دستار
 تابانیِ رو، تابِ جبین، تابشِ رخسار
 آہنگِ رباب و دف و طنبورہ و مزار
 ہر سینہ ز دردِ طلبش عرصہٗ پیکار
 فرحتِ دہِ نظارہ و دامنِ کشِ انظار
 ہر منظرِ صنّاعی او مطلعِ انوار
 در گل کدہٗ صنعتِ او دلکش و شہکار
 پیچ و خمِ رہ، تھمضہٗ سُمہ و زُتار
 در بزمِ گہ لطف، مداراتِ گنگار
 تا منزلِ او عشقِ شود قافلہٗ سالار
 تاب و تپِ جاں دیدہٗ بینا، دلی بیدار
 از رافتِ او آب و نمِ عارضِ ہستی
 از حکمتِ اوسنگِ شود رُوشِ گوہر
 حکمش کند از قطرہٗ آب و گل تیرہ
 از خاکِ سیہ فیضِ کریمیش بر آرد
 از جوہرِ خلاقی او نازش بُتاں
 خواہد اگر او قطرہٗ شبنمِ شرر آرد
 در عالمِ امکاں ز تجلّائے جمالش
 بر اوجِ فضا زمزمہٗ پیرائے ثنائیش
 در کشورِ گن، سایہٗ اورنگِ جلالش
 در نازِ گہِ حُسنِ بُتاں، جلوہٗ نورش
 در بزمِ گہِ شوق، دل آویزیِ عشقش
 ہر دیدہ بہ خودی تپد از ذوقِ جمالش
 ہر عکسِ جمالش نظرِ افروز و طربِ ناک
 ہر پیکرِ خلاقی او مقطعِ تزئین
 ہر ذرّہٗ خاکستر و ہر ریشہٗ خاشاک
 او منزلِ مقصودِ رہِ شیخ و برہمن
 در پیشگہٗ عدل، نلوکار، سرافکن
 در راہِ کنشت و حرم و دیم و کلیسا
 نورے ز تجلّیش نیابی، چونہ باشد

تا ذرّۂ حمش نہ رسد فکرِ سخن و ر اوجِ صفتش پَر شکنِ طائرِ گفتار
 بیند نصیرِ اہلِ نظر جلوۂ حُسنش
 گاہے بہ سرِ منبر و گاہے بہ سردار



مسند آرائے بزمِ عطا

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
 سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے
 کون مقبول ہے، کون مردود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
 جب ٹلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
 کون سُنتا ہے فریادِ مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں گنجی ہے مقسوم کی
 رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے
 اولیا تیرے محتاج اے ربِّ کل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
 ان کی عزّت کا باعث ہے نسبتِ تری، ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے
 میرا مالک مری سُن رہا ہے فغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
 اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بکلا ہے، صبا کون ہے
 ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
 جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما، اُس اُحد کے سوا دوسرا کون ہے

وہ حقائق ہوں اُشیا کے یا خشک و تر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ما سوا ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورای کون ہے

انبیا، اولیا، اہل بیتِ نبی، تابعین و صحابہ پہ جب آ بنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تو نہیں ہے تو مشکل کُشا کون ہے

اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیر! اِس کو تو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے



تضمین

”اُج سِکِ مِتراں“

اودھی دل نُوں تانگھ بتری اے جمدی ازلوں شان اُچیری اے
ربّا وصل دے وِچ کیہ دیری اے اُج سِکِ مِتراں دی ودھیری اے
کیوں دِلڑی اُداس گھنیری اے لُوں لُوں وِچ شوق چنگیری اے

اُج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

فُرقت دی رات لمیری اے جھلی غم دی لال ہنیری اے
کیہ رحمت دے وِچ دیری اے اُج سِکِ مِتراں دی ودھیری اے
کیوں دِلڑی اُداس گھنیری اے لُوں لُوں وِچ شوق چنگیری اے

اُج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

كَالْمَطَرِ بَكَيْتُ لِرُؤْيَيْهِ فِي النَّوْمِ حَضَرْتُ بِحَضْرَتِهِ
فَخَضَعْتُ الرَّأْسَ لِعِزَّتِهِ الطَّيْفُ سَرَى مِنْ طَلْعَتِهِ
وَالشَّدُوْ بَدَى مِنْ وَفَرَتِهِ فَسَكَرْتُ هُنَا مِنْ نَّظَرَتِهِ

نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

اوہ رات سُہانی چن ورگی مٹھی خواب تے اوہ حرا وادی
کیہ تکیا اچانک میں عاصی الطَّيْفُ سَرَى مِنْ طَلْعَتِهِ
وَالشَّدُوْ بَدَى مِنْ وَفَرَتِهِ فَسَكَرْتُ هُنَا مِنْ نَّظَرَتِهِ

نیناں دیا فوجاں سر چڑھیاں

اوہدے ہتھ مہار زمانی اے اوہدی دوجگ تے سلطانی اے
ایتھے گم عقلِ انسانی اے مکھ چند بدر شعشانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے کالی زلف تے اکھ مستانی اے

مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

جُبَّہ توحیدی زیب تن مٹھے تاج رسالت ضوِ افقن
موہڈے زلف جیوں چڑھیا ساون دو ابرو قوس مثالِ دسن
جیں تھیں نوکِ مزہ دے تیر چھٹن لبّاں سُرخ آکھاں کیہ لعلِ یمن

چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

انہوں ہستی دا عنوان آکھاں رب سچے دی بُرہان آکھاں
یاں اکھیاں دا قرآن آکھاں اس صورت نوں میں جان آکھاں
جانان کہ جانِ جہان آکھاں سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

قامت موزوں ، تے ٹور حسیں مازاغ نظر ، والشمس جہیں
 جنہوں دیکھیاں آوے رب تے یقین ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں
 بے صورت ظاہر صورت تھیں بے رنگ دے اس مورت تھیں
 وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

جیویں لفظاں وچ مخفی معنی جیویں قطرے وچ لٹکے دریا
 ہے رنگ اس دا بے رنگ نما دے صورت رہ بے صورت دا
 توبہ رہ کیہ عین حقیقت دا پر گم نہیں بے سوچت دا
 کوئی وریاں موتی لے تریاں

ایہدے حُسن دا پرتو شمس و قمر ایہدے متوالے بوبکر و عمر
 ایہا رکھی لاج لُحد اندر ایہا صورت شالا پیش نظر
 رہے وقتِ نزع تے روزِ حشر وچ قبر تے پل تھیں ہوسی گزر
 سب کھوٹیاں تھیں تد کھریاں

جامہ رحمت والا راس ٹساں کیتا دل نہ کسے دا اُداس ٹساں
 ساری اُمت دا احساس ٹساں يُعْطِيْكَ رَبُّكَ داس ٹساں
 فترَضی تھیں پوری آس آساں لُج پال کریسی پاس آساں
 وَاشْفَعْ تَشْفَعْ صحیح پڑھیاں

آج پالیا کیا لباس ٹساں ساڈے لٹ لے ہوش حواس ٹساں
 آساں گندیاں مندیاں دا پاس ٹساں يُعْطِيْكَ رَبُّكَ داس ٹساں
 فترَضی تھیں پوری آس آساں لُج پال کریسی پاس آساں
 وَاشْفَعْ تَشْفَعْ صحیح پڑھیاں

بھرو سِکدیاں اکھیاں دا دامن میرا اُجڑے نہ آساں دا گلشن
 کرو کرم طفیلِ اویسِ قرن لاہو مکھ توں مَحَطَّ بُردِ یمن
 مَن بھانوری جھلک دکھاؤ تجن اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
 جو حمرا وادی سَن کریاں

سُتے بھاگ اکھیں دے جگاؤ ڈھولن مکھ عاشقاں نوں دکھلاؤ ڈھولن
 پھیرا رحمت والا پاؤ ڈھولن جُڑے تھیں مسجد آؤ ڈھولن
 نوری جہات دے کارن سارے سِکن دو جگ اکھیاں رَہ دا فرش کرن
 سب انس و ملک حُوراں پریاں

انہاں جالیاں دے ول آندیاں تے انہاں مُڑ مُڑ جھاتیاں پاندیاں تے
 انہاں جھڑکاں، ماراں کھاندیاں تے انہاں سِکدیاں تے گرلاندیاں تے
 لکھ واری صدقے جانِ دیاں تے انہاں بردیاں مُفت وکاندیاں تے
 شالا وت آون اوہ گھڑیاں

کی جن و بشر، کی شاہ و گدا ڈٹھی جس وی نصیر اوہ شانِ خدا
 اڈے ہوش تے مونہوں بول اٹھیا سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلُکَ
 مَا اَحْسَنُکَ مَا اَكْمَلُکَ کتھے مہرِ علی کتھے تیری ثنا
 گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں



ہمہ دال و ہمہ جا

بدہد زمانہ شہادتے کہ خدائے ارض و سما توئی
 سخن از عطائے تومی رود کہ بہ درد و غم ہمہ را توئی
 ہمہ راست لطفِ تو دادرس، چمن و طروات و خار و خس
 لبِ خود گشودہ بہ ہر نفس کہ خدا توئی، بخدا توئی
 بہ کمالِ ناز برآمدی، بہ صد ہتزاز در آمدی
 بہ شمیمِ نکست گل توئی، بہ خرامِ موجِ صبا توئی
 من و مجرمِ کوشی پے بہ پے، تو و پردہ پوشی دم بہ دم
 بہ حیرتِ نگِ خطا منم، بہ سریرِ لطف و عطا توئی
 بہ فلک ہی رسد آہ من، منم و ہجومِ گناہ من
 بہ عطائے تست نگاہ من کہ دلِ روزِ جزا توئی
 تب و تابِ حُسنِ ازل ز تو تگ و تازِ موجِ عمل ز تو
 کم و کیفِ بزمِ علل ز تو، تپشِ دلِ من و ما توئی
 چہ خیالِ جاہ و چہ فکرِ زر، نہ بود مرا ہوسِ دگر
 بجز ایں کہ خاکِ درت شوم، کرے! کہ نازِ گدا توئی
 بہ ورق ز ہیبتِ نامِ تو سرِ خامہ لرزد و می تپد
 چہ شوم بہ حمدِ تو لبِ گشا، ہمہ دال توئی، ہمہ جاتوئی
 کرمِت پناہِ شکستگاں، دمِ تست مرہمِ خستگاں
 کہ عزیزِ جانِ حزیں توئی، اثرِ آفرینِ دُعا توئی
 بِجَلالِ وَجْهِکَ شَهِدًا فَإِنْ اسْتَفَرَّ مَکَانَهُ
 بہ کلیمِ محوِ سخن توئی، سرِ طورِ جلوہ نما توئی

دل و دیدہ کردہ اسیر تو ، بہ درت نشستہ نصیر تو
مددے کہ دافعِ مشکلی ، نظرے کہ عقدہ کشا توئی



التجا بدر گاہِ مجیب الدَّعواتِ جَلَّ جَلالُه

خدا یا تھی دست و در ماندہ ام دریں بے نوائی ، تڑا خواندہ ام
گنہ بیش از حد و عد کردہ ام جزایم مدہ بد ، چو بد کردہ ام
ہمہ عمر من فکرِ تن کردہ ام نکرده است کس ، آنچہ من کردہ ام
ز حُسنِ عمل دُور بس ماندہ ام بقیدِ ہوا و ہوس ماندہ ام
ز دل محو کردم مراعاتِ تو فراموش کردم عنایاتِ تو
پے نفسِ امارۂ فتنہ جو دویدم بے در جہاں چار سو
کشیدم بے نازِ اہلِ جہاں گشودم بے در ستائشِ زباں
بہ پیشِ سلاطینِ گردنِ فراز نہادم بہ خواریِ جبینِ نیاز
کہ شاید کسے دستیاری دہد ز دامِ بلا رُستگاری دہد
ولے راند ہر کس ز درگاہِ ناز کنوں آدم ، اے کمینہ نواز!
خطا کار بودم بے زشت کار بلطفِ خود از من خطا در گزار
تو دادی مرا رزق اندر جہاں ز شکرِ تو عاجز زبان و بیاں
خدایا مکن بر گناہم نظر تُو الطاف و اکرامِ خود را نگر
بدر گاہِ تُو ایں فرومایہ اے ندارد بجز عجزِ سرمایہ اے
بہیں سوئے ایں بے زبانی من ز شرمندگیِ خوفشانی من
کہ لطفِ تڑا از تُو جوئندہ ام مکن شرمسارم کہ شرمندہ ام

گرفتم کہ من زشت کارم قدیم ولے ناز دارم کہ ہستی کریم
اگر پرسی از کار ہائے بدم بہ میل گنہ من مثالِ خودم
زا بر عطا، گردہی قطرہ اے ز دوزخ نباشد مرا خطرہ اے
اگرچہ گنہگار و بدکارہ ام ولے لطف فرما کہ بے چارہ ام
ہمہ عمر کردم تباہ و خراب ندارم بروزِ قیامت، جواب
بہ حالِ بدم کن نگاہِ کرم کہ ہستی کریم و عمیم النعم

بہ بخشا بہ حالِ نصیرِ حزیں
بجاہِ محمد رسولِ امیں



پھر مانگ پھر مانگ

تُو رب کا بندہ ہے پھر مانگ پھر مانگ رب تیرا داتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
اس در سے مانگا ہے کل انبیاء نے اصحاب و اولادِ خیرالوری نے
شاہ و گدا اور سب اولیا نے تُو سوچتا کیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
محدود ہیں گرچہ تیرے وسائل لا تَقْنَطُوا کا اگر ہے تُو قائل
مایوس مت بیٹھ گھبرا نہ سائل یہ در ہمارا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
غیرت بڑی شے ہے اے عبدِ رسوا در در پہ مت جا مرے در کا ہو جا
غیروں کے احسان کب تک گوارا کیوں مجھ کو بھولا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
ہر آن دیتی ہے رحمت صدائیں میں تیرا مالک ہوں کر التجائیں
ہم نے تو کیس غیر پر بھی عطائیں تُو پھر بھی اپنا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
ہیں سب کے سب جن و انسان بندے وہ میزباں، اُس کے مہمان بندے
کچھ اپنی اوقات پہچان بندے تُو اُس کا منگتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ

ہے اُس کی تخلیق ساری خدائی
 شایاں اُسی کے ہے مشکل کشائی
 دنیائے دُلوں کا کہاں تک یہ دھندا
 بن جا بس اپنے ہی مالک کا بندہ
 جس نے کیا ساری دنیا کو پیدا
 باگریہ و آہ سجدے میں گر جا
 لاکھ کے اب توڑ بُت ماسوا کے
 اب دیکھتا کیا ہے بندے خدا کے
 دامن کو پھیلا کے بن التجائی
 کچھ تو نصیر آج کر لب کُشائی
 زیبا اُسی کو ہے حاجت روائی
 وہ سب کو دیتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
 کب تک گلے میں یہ لالچ کا پھندا
 وہ تیرا مولیٰ ہے، پھر مانگ پھر مانگ
 ہے ذات جس کی دو عالم میں یکتا
 وہ سب کی سُنتا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
 ایماں بچا رمزِ اِلا کو پا کے
 دینے پہ آیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ
 کب تک یہ خاموشی یہ بے صدائی
 گُم صُم کھڑا کیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ



حمدیہ

کسے ہور دے ہتھ میں کیوں ویکھاں، بخش ہار جد تیرے سوا کوئی نہیں
تیرا فضل جے شامل حال ہووے، کسے ہور شے دا مینوں چا کوئی نہیں
پلا اپنا کھلاراں کیوں کسے اگے، تیرے باجھ جد صاحب عطا کوئی نہیں
جے توں بند کیتا بوہا فضل والا، فیر تیرے نصیر لئی، جا کوئی نہیں

حمدیہ

صدقہ اپنی رحیمی دا رحم فرما! کر لے عرض منظور، انکار نہ کر
تینوں تیری ستاری دا واسطہ ای، عیاں میریاں نوں آشکار نہ کر
رکھ کے عدل میزان وچ عمل میرے، اوگن ہار تائیں شرمسار نہ کر
اپنیاں کیتیاں ہتھوں آں خوار اگے، حشر وچ مینوں ہور خوار نہ کر

حمدیہ

جہڑے فقر دے رنگ وچ گئے رنگے، جھکدے سدا جگ دے پالن ہار اگے
اگو وار اوہ یار دا نام لے کے، دھرنا مار بہندے، در یار اگے
ڈر دے ہر ویلے رب دی ذات کولوں، مٹھا رکھدے اودھی سرکار اگے
عزت کردے فقیراں تے عاجزاں دی، اٹھدے کدی نہ کسے سردار اگے

نعت

قطعہ

ہے سرکار دا اوہ ہک بُوہا
 حق دی جتھے ہر ویلے ہو ہا
 آپ دا اک اک لفظ زبانوں
 اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی



مفہوم منظوم از نصیر

مَر جَائِیں حاسد جل جل کر
 تنگ نہ ہو اے میرے پیسیر!
 دیتا جا بھر بھر کے ساغر
 اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ



لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ (القرآن) 127:16

جمعہ: اور اُن پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ وہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوا کریں۔

بحضورِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- (1) بِذِكْرِ الْمُصْطَفَى هَادِيَ الزَّمَانِ
رَجَعْتُ مِنَ الْبَيَانِ إِلَى الْعَيَانِ
- (2) حَبِيبُ اللَّهِ خَيْرُ الْخَلْقِ طَرًّا
كَدَّرَ الْوَسْطِ فِي عَقْدِ الْجُمَانِ (1)
- (3) عَزِيزٌ ذُو الْمَكَارِمِ وَالْمَعَالِي
رَفِيعُ الْقَدْرِ مُرْتَفَعُ الْمَكَانِ
- (4) هُوَ الْهَادِي إِلَى سُبُلِ السَّلَامِ
سَدِيدُ الْقَوْلِ صَدِيقُ اللِّسَانِ
- (5) مُعِينُ الْخَلْقِ فِي هَمٍّ وَغَمٍّ
مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْمُسْتَعَانَ
- (6) مُسَوِّى النَّاسِ مِنْ بَيْضٍ (3) وَسُودٍ (4)
وَهَادِي الْخَلْقِ مِنْ قَاصٍ وَدَانِ
- (7) هُوَ الرُّوحُ اسْتِنَادٌ بِهِ الْوُجُودُ
هُوَ الْإِنْسَانُ (5) فِي عَيْنِ الزَّمَانِ
- (8) تَرَى خَدَّيْ رَسُولِ اللَّهِ حُسْنًا
بِنُورِ الْإِهْتِدَاءِ يُشِيرَانِ
- (9) هُوَ الْقُرْآنُ مِنْ سُورِ (6) السَّجَايَا
صَحَابَتُهُ كَايَاتِ الْمَثَانِي

(10) لَهُ قَلْبٌ كَمِصْبَاحٍ مُنِيرٍ

وَلِلْقُرْآنِ سِيرَتُهُ مَعَانٍ

(11) وَبَعَثْتُهُ عَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ

كَمَانَصَّتْ بِمُحْكَمَةِ الْبَيَانِ

(12) فَمَنْ وَالَاهُ بَشَرَهُ الْوُدُودُ

خُلُودًا تَحْتَ أَنْوَارِ الْجَنَانِ

(13) وَمَنْ عَادَاهُ مَوْعِدُهُ الْجَحِيمُ

سَتَجْعَلُهُ كَمَطْرُودٍ مُهَانٍ⁽⁸⁾

(14) لَهُ نَارٌ⁽⁹⁾ الْقَرَى فَوْقَ الْيَفَاعِ⁽¹⁰⁾

مُضَيَّفٌ فِي الْمَوَاطِنِ بِالْبَنَانِ⁽¹¹⁾

(15) نَظَرْتُ إِلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ نَظْرًا

فَلَمْ يُدْرِكْ لَهُ فِي الْخَلْقِ ثَانِي

(16) مُغِيَّتٌ فِي مَفَاجَاتِ الْبَلَايَا⁽¹²⁾

بِرَحْمَتِهِ الْبَرَائِيَا⁽¹³⁾ فِي الْأَمَانِ

(17) أَمِينٌ صَادِقٌ فِي كُلِّ أَمْرٍ

كَرِيمٌ مُكْرَمٌ فِي كُلِّ شَأْنٍ

(18) إِمَامُ الْخَلْقِ مِنْ شَرَفٍ وَجُودٍ

شَفِيعُ النَّاسِ فِي بَرٍّ وَجَـآنٍ⁽¹⁴⁾⁽¹⁵⁾

(19) لَنَا فِي الدِّينِ وَالْدُّنْيَا نَصِيرٌ

بِإِنْعَامٍ وَلُطْفٍ وَآمِنَانِ

مشکل الفاظ کے معانی

- 1: جُمانہ۔ مروارید اس کی جمع جُمان ہے۔ 2: مُسَوّی برابر کرنے والا۔ 3: بِيضُ اَبْيَضُ کی جمع سفید فام انسان۔ 4: سُودُ اسود کی جمع سیاہ فام انسان۔ 5: اِنْسَانُ آنکھ کی پتلی۔ 6: سُورُ سُورَت کی جمع۔ 7: مَطْرُوذُ راندہ ہوا۔ 8: مُهَنانُ ذلیل و خوار۔ 9: نَارُ الْقِرَى مسمانی نوازی کے لئے جلائی جانے والی آگ۔ 10: يَفَاعُ بلند زمین، ٹیلہ۔ 11: مُضَيَّفُ مسمان نواز۔ 12: بَلَايَا بَلِيَّةٌ کی جمع۔ 13: بَرَايَا بَرِيَّةٌ کی جمع۔ 14: بَزْكَوکار۔ 15: حَانِ گناہگار۔

ترجمہ

- 1: ہادی کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ مبارک کی وساطت سے میں نے بیان سے اُن کے ظہورِ خاص کی طرف رجوع کیا۔
- 2: آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور ہر لحاظ سے سارے عالمِ انسانیت میں برگزیدہ ہیں۔ آپ کا وجودِ اقدس مروارید کے ہار میں درمیانے موتی کی طرح ہے۔
- 3: آپ ہر رفعت و کمال کے حامل، معزز، رفیع القدر اور بلند مرتبہ ہیں۔
- 4: آپ سلامتی کے راستوں کے ہادی ہیں۔ زبانِ مبارک سچی ہے اور آپ اپنے قول کے منجھتے ہیں۔
- 5: عزیز و مہربان ذاتِ باری کے حکم سے آپ مخلوق کے ہر دکھ درد میں اُس کے نمکسار ہیں۔
- 6: آپ نے ہر سیاہ و سفید کو یکساں مقام عطا کیا ہے اور آپ دُور و نزدیک بسنے والے ہر انسان کو ہدایت پہنچانے والے ہیں۔
- 7: آپ کی ذاتِ گرامی بمنزلہٗ رُوح ہے جس سے وجودِ کونین برقرار ہے آپ زمانے کی آنکھ میں مرکزی نُور کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- 8: اے مخاطب! تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو زُخارِ مبارک کے حُسن و جمال کو دیکھے گا کہ وہ ہدایت کے نُور سے خیر و برکت کی بشارت دے رہے ہیں۔
- 9: حضور کی سیرتِ اطہر قرآن ہے جس میں آپ کے اخلاقیاتِ عالیہ سورتوں کی مانند ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام کی مثال بار بار پڑھی جانے والی آیات (فاتحۃ الکتاب) کی سی ہے۔
- 10: آپ کا قلبِ اطہر چراغِ روشن کی طرح ہے۔ آپ کی سیرتِ اقدس کلامِ پاک کی شارح ہے۔
- 11: آپ خُلقِ عظیم کے ساتھ مبعوث ہوئے جیسا کہ حکمتِ قرآنِ عزیز میں وارد ہے۔
- 12: جس نے آپ سے محبت کی اُسے مولا کریم نے انوارِ جنت کے تحت ہمیشہ رہنے کی بشارت دی۔

- 13: جس نے آپ کی مخالفت کی، اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جو اُسے عنقریب خوار و زبوں کر ڈالے گا
- 14: آپ کی عنایت اور کریمی کی مثال اس طرح ہے، گویا آپ نے سرزمینِ بلند پر مہمان نوازی کے لیے آگ روشن کی ہوئی ہے۔ آپ اپنے دستِ کرم سے بلاد و امصار میں بسنے والے انسانوں کی ضیافت فرمانے والے ہیں۔
- 15: میں نے ہر نوعِ خلق پر نگاہ دوڑائی، مگر کوئی فرد آپ سا نظر نہ آیا۔
- 16: آپ ناگہانی آفات میں مددگار ہیں۔ آپ کی رحمت کے باعث انسانیت مأمون ہے۔
- 17: تمام امور میں آپ صادق و امین اور ہر شان میں کریم و محترم ہیں۔
- 18: آپ شرف و سخاوت کے اعتبار سے مقتدائے خلق اور انسانوں میں ہر نیک و خطا کار کے شفیع ہیں۔
- 19: آپ لطف و انعام اور احسان کے ساتھ دین و دنیا میں ہمارے مددگار ہیں۔



یَا مُدْرِكَ اَحْوَالِیْ (ماہیا)

- 1 یَا مُدْرِكَ اَحْوَالِیْ
قَدْ تَعْلَمُ وَاللّٰهُ مَا یَخْطُرُ فِیْ بَالِیْ
- 2 لَا نَكْذِبُ فِیْ ذَاكَ
فِیْ لُجَّةِ اَفَاتٍ بِالْعَوْنِ وَجَدْنَاكَ
- 3 اَلْفَخْرُ لَهُ جَا زَا
مَنْ جَاءَ عَلٰی بَابِكَ قَدْ نَالَ وَقَدْ فَازَا
- 4 فِیْ الْعِشْقِ كِرَامَاتٌ
مَنْ اَخْلَصَهُ یُقِیْ لِلْیَاسِ رَوْعَاتٌ
- 5 مَا طَاوَعَ مَنْ وَّلٰی
مَحْرُومٌ مُّوَالَاتٍ مَا صَامَ وَمَا صَلَّی
- 6 اَلْفِیْضُ بِاَنْوَارٍ
فِیْ بَاصِرَةِ الرَّائِیِ مِنْ قُبَّةِ مُخْتَارٍ
- 7 اَلْجُكْمَةُ مَا یَجْرِیْ
مِنْ مَّنْطِقِ اَخْيَارٍ كَالَا مِیْعِ بِالْفَجْرِ



ترجمہ

- 1 اے میرے آشنائے احوال! اللہ کی قسم، میرے دل و جان پر گزرنے والے ہر معاملے سے تُو آگاہ ہے۔
- 2 اس بارے میں ہم تھوٹے نہیں بولتے کہ آفات کے دریا میں ہم نے تیری معاونت پائی۔
- 3 اُسے افتخارِ زیبا ہے جو بھی تیرے در پر آیا، اُس نے (اس افتخار) کو پایا اور کامیاب ہوا۔
- 4 عشق میں (بے شمار) کرامات ہیں جو اس میں خالص ہوا، وہ باقی ہو گیا (البتہ) نا اُمید کے لیے خطرات ہیں۔
- 5 جس نے رُخ پھیرا، اُس نے کوئی طاعت نہیں کی، محبت سے محروم شخص کی صوم و صلوٰۃ بے معنی ہے۔
- 6 جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ حضری سے چشمِ بینا انوارِ الہیہ کا فیض حاصل کرتی ہے۔
- 7 حکمت وہ ہے جو اہل اللہ کی زبان سے جاری ہے۔ اس حکمت کی مثال روشنی فجر کی سی ہے۔



بحضورِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے نقطہ و نکتہ دانِ عالم	تہاست نگاہبانِ عالم
عنوانِ کتابِ آفرینش	دیباچہٗ داستانِ عالم
تفسیرِ صحیفہٗ رسالت	سرخیلِ پیبرانِ عالم
توقیرِ قلمِ روِ نبوت	منزلِ گہ کاروانِ عالم
سرمایہٗ افتخارِ ہستی	پیرایہٗ گلستانِ عالم
شہکارِ مصوّرِ مہ و مہر	ظُلُّ اللہ، سائبانِ عالم
پروردہٗ نازِ حضرتِ حق	شاہنشہٗ دلبرانِ عالم
لاہوتی و پیکرِ عناصر	نورِ ازل است و شانِ عالم

در مرتبہ آل پُختاں فراتر
 ذاتِ کہ در وصفاتِ یزداں
 جانے کہ فروعِ اوست اجسام
 مولائے جہانیاں ، محمد
 لبِ ہائے قلم بہ مدحِ اُوخشک
 از اوجِ صفاتِ او فروتر
 صد کعبہ بہ گردِ دُستِ جولاں
 از تابشِ چشمِ سُرْمکینیت
 پنهانِ دلِ مرا چہ پُرسی
 نازند بہ چشمِ التفات
 اینک بہ درت سگے بہ امید
 دستے بکشا بہ من کہ ہستم
 در قبضہ تو خدنگِ امکاں
 معیارِ گرانِ جنسِ حُسن
 از دیدہ التفات ، خیرات !
 با وصفِ نبوت و رسالت
 ویں طرفہ کہ ذاتِ حق بہ کُسترد
 اے فخرِ مشیتِ الہی
 اے فیضِ رسانِ حق ! نگاہے
 اے واقفِ ہر عیانِ گیاں
 ہم بندہ و حکمِ رانِ عالم
 نامے کہ ازو نشانِ عالم
 جسمے کہ بہ اصلِ جانِ عالم
 نُورِ و ز انسیانِ عالم
 تر در وصفش زبانِ عالم
 پروازِ پرِ گمانِ عالم
 اے قبلہ عارفانِ عالم
 شوریست بہ مردمانِ عالم
 پیداست بہ تُو نہانِ عالم
 در محشرِ عاصیانِ عالم
 تنگ آمدہ ز استخوانِ عالم
 منِ جملہ مفسدانِ عالم
 بر پائے تو خُم ، کمانِ عالم
 شناختہ سُو قیانِ عالم
 بر زخمِ رسیدگانِ عالم
 بر تُستِ دگر گمانِ عالم
 از دستِ تو ، ناں بہ خوانِ عالم
 اے موجبِ کُنِ فکانِ عالم
 بر حالِ گُرسنگانِ عالم
 اے عالمِ ہر نہانِ عالم

رحے! بہ من غریقِ عصیاں اے شافعِ عاصیانِ عالم
 ظلمتِ کدہ دلم بر افروز اے نیرِ ضوِ فشانِ عالم
 چشمے بہ من خرابِ حالے اے والی بے کسانِ عالم
 وقتِ امداد و چارہ کارِ یست اے خاصہِ خاصگانِ عالم
 استادہ بہ خاکِ تو فقیرے اے محسن و مہربانِ عالم
 اے موجدِ شیوہ تبسم! گلِ پاش بہ گلستانِ عالم
 مشعل بہ کف اند چوں غلاماں مہر و مہ و اخترانِ عالم
 گردیدہ ز اشتیاقِ سرمست رقصند بہ آسمانِ عالم

بر بندِ گیتِ نصیرِ نازد

اے نازشِ مُرسلانِ عالم



برگ و نوائے بے نوا یاں

تنِ پاکت بہ خلقتِ جلوہ ساماں یا رسول اللہ
 سراپائیت، مجسمِ لورِ یزداں یا رسول اللہ
 زہے رُویت بہ خوبی صبحِ عیدِ نشاۃِ عالم
 زہے زلفِ تو شامِ عنبر افشاں یا رسول اللہ
 توئی تزئینِ فردوسِ وجود، اے مجمعِ خوبی!
 توئی محبوبِ یزداں، میرِ خوباں یا رسول اللہ
 گرامی پیکرِ نوریں، نخستیں جلوہ تنگوں
 توئی طہ، توئی یسین بہ قرآں یا رسول اللہ

بہ نشرِ حسنِ تو و اگشتِ بابِ کُنْتُ مَحْفِیًّا
 توئی وجہِ ظہورِ بزمِ امکاں یا رسول اللہ
 توئی در صورتِ الہام، متنِ وحی و مفہومش
 توئی در شکلِ انساں، شرحِ قرآن یا رسول اللہ
 توئی در لفظِ کُن آں نقطہٴ آغازِ گویائی
 توئی لا یریب نازِ نطقِ انساں یا رسول اللہ
 توئی از جملہ برتر، تاجِ برسرِ مُرسِلِ داور
 توئی بر منصبِ اجرائے فرماں یا رسول اللہ
 لواءِ الحمد در دستت، رِداءِ الفضل بر دوش
 بہ فرقِ تست تاجِ عفوِ عصیاں یا رسول اللہ
 بہ نورِ جسمِ تو، تشریفِ وحدتِ خلعتِ کثرت
 بِلَتِ سرچشمہٴ مضمونِ عرفاں یا رسول اللہ
 خیالِ قامتِ تو، رہ نمائے عالمِ بالا
 بہ عِزَّتِ دو عینت، عینِ ایماں یا رسول اللہ
 جمالِ تست وجہِ ازدیادِ مایہٴ بینش
 خیالِ تست رزقِ ذہنِ انساں یا رسول اللہ
 خرامِ اشبِ ذوقِ لقایت در شبِ اسرای
 گزشت از ماسوا ہنگامِ جولاں یا رسول اللہ
 توئی تسکینِ جاں، سلطانِ دوراں، خسروِ خواباں
 توئی دارائے گیتی، صدرِ گیہاں یا رسول اللہ
 پناہِ دین و ایماں! اے حفیظِ حرمتِ انساں!
 بہ چرخِ رحمتی خورشیدِ تاباں یا رسول اللہ
 کتابِ آفرینش نازبا بر خویشتن دارد
 کہ ہستش نامِ پاکتِ زیبِ عنوانِ رسول اللہ

کجا اوجِ مقاومت اے نجیب و طاہر و اطہر!
 کجا حالِ منِ آلودہ داماں یا رسول اللہ
 من و جرم و خطا و وحشت و آوارہ اندیشی
 تو وجود و عطا و فضل و احسان یا رسول اللہ
 شنیدم در نگاہِ اولیں بخشند دارائی
 اگر آید گدا نزدِ کریمیاں یا رسول اللہ
 یقین دارم نہ خواہی دید حسبِ شیوہِ رحمت
 بہ محشرِ اُمتِ خود را پریشاں یا رسول اللہ
 اگر یک چند خیزد بادِ رحمت از سرِ کُویت
 نباشد کشتیم را بیمِ طوفان یا رسول اللہ
 ز قعرِ خفتم گر برکشی با غمزہ تمکین
 رسم بر مسندِ برجیس و کیواں یا رسول اللہ
 بہ خود نازم، بہ کوائے شاہدِ بختِ رسا قسم
 اگر بر من کنی یک چشمِ پنهان یا رسول اللہ
 عطا کن در جوارِ خویش گنجے، گوشہ اے جائے
 نہ خواہم وسعتِ مُلکِ سلیمان یا رسول اللہ
 رُخِ پُر نور بنما! ورنہ من از فرطِ بے تابی
 زخمِ دستِ جنوں بر جیب و داماں یا رسول اللہ
 ثارِ یک نگاہت نقدِ ہستی، نعمتِ مستی
 فدایت گوہرِ دل، دولتِ جاں یا رسول اللہ
 نظر بر حالِ اُمتِ اے پناہِ ہیبتِ محشر!
 کہ آمد بر سرِ الحاد و طغیاں یا رسول اللہ
 نمی دانم چہ شد این قوم را کز فرطِ محرومی
 بکشتند از نظامِ تو گریزاں یا رسول اللہ

چرا ایں بے ضمیراں بندہ رُوس اند و امریکہ
 چو پندارند ہم خود را مسلماں یا رسول اللہ
 کہ داند از تُو بہتر حکمت و اسرار محتاجی؟
 کہ دارد مثلِ تُو دردِ غریباں یا رسول اللہ
 توئی زاد و معادِ بے کسانِ عالمِ امکاں
 توئی برگ و نوائے بے نوا یا رسول اللہ
 توئی عاجز نواز و حق طراز و الطف و اکرم
 توئی تاب و توانِ ناتواناں یا رسول اللہ
 بدہ توفیقِ توبہ ایں گروہ بے حجت را
 کہ تا از کردہ ہا گردد پشیمان یا رسول اللہ
 بہ تصدیقِ ابو بکر و بہ عدل و بذلِ فاروقی
 بہ فقرِ حیدر و تسلیمِ عثمان یا رسول اللہ
 بہ خونِ اصغر و صبرِ حسین و چادرِ زہرا
 بہ زہدِ بُذر و توقیرِ سلماں یا رسول اللہ
 بہ آہِ شبلی و سوزِ جُنید و نالہٗ اذہم
 بہ اشکِ بایزید و عشقِ خرقاں یا رسول اللہ
 بہ فیضِ گنج بخش و خواجہٗ اجمیر و ہارونی
 بہ جاہِ بارگاہِ شاہِ جیلاں یا رسول اللہ
 مدد اے ذرہ پرور، جلوہ پیکر، شافعِ محشر!
 کرم اے مرہمِ ہر زخمِ انساں یا رسول اللہ
 مسلماناں بہ پاکستانِ نظامِ مصطفیٰ خواہند
 خدا را مشکلِ ایشاں گن آساں یا رسول اللہ

شُعوبِ مختلف را مرحمت کن ذوقِ جمعیت
 کہ تا نافذ کنند احکامِ قرآن یا رسول اللہ
 بہ درگاہتِ نصیر بے بضاعت آرزو مند است
 کہ تا مُردن تُرا باشد ثنا خواں یا رسول اللہ



بہند چو پیمر را ، گوید خورشید سما بُحان اللہ
 اے کاش فرود آیم ہر یک بوسہ پا بُحان اللہ
 واللہ برنگِ اصحابش وارفتہ موجِ زلفِ او
 والفجر ز رُویِ آدایش آہستہ نوا بُحان اللہ
 چشمے کہ دہد در ہر گردش فرمانِ تغیرِ عالم را
 گوشے کہ حدیثِ دل شُود بے حرف و صدا بُحان اللہ
 در تذکرہٴ معراجِ نبی پیدا است ز آغازِ سورت
 دیدش چو بہ اوجِ عبدیت ، خود گفت خدا ، بُحان اللہ
 ہر جلوہ بہ شوقِ دیدارش گردِ رُخِ پاکش ہالہ زناں
 ہر منظر ہر تقدیمش آراستہ جا بُحان اللہ
 در دیدہ سوادِ او ادنی ، بر چہرہ بہارِ استغنا
 بر فرقِ نہادش حق تاجِ لولاک لہا بُحان اللہ
 آہنگِ حق اندر اندازش ، تمکینِ سخن در آوازش
 از مطلعِ سیمائش پیدا انوارِ ہدای ، بُحان اللہ
 گردیدہ نصیر از ذوقِ ثنا بر بختِ رسائے خود نازاں
 گسترده پئے درماں طلبی دامنِ دُعا بُحان اللہ

دل بہ گوئے تو یارسول اللہ
 شبِ معراج و لیلۃُ القدر است
 بر لبِ دُوالجلالِ والاکرام
 اہلِ دیں سوئے کعبہ سجدہ کنند
 رو بہ سوئے تو یارسول اللہ
 شرحِ موعئے تو یا رسول اللہ
 گفتگوئے تو یا رسول اللہ
 کعبہ، سوئے تو یا رسول اللہ
 بختجوئے تو یا رسول اللہ
 گردِ رُوئے تو یا رسول اللہ
 آرزوئے تو یا رسول اللہ
 خاکِ موعئے تو یا رسول اللہ

کاش! گوید نصیر در محشر

رُو بروئے تو ”یا رسول اللہ“



دو عالم زیرِ فرمانِ محمد
 پر س اے رہ نورِ منزلِ ذات!
 نگاہ و قلبِ بوبکر و علی خواہ
 ز دنیا و ز عقبی ہم نیامد
 بود ایزد ثنا خوانِ محمد
 ز ربِّ العالمین شانِ محمد
 کہ آساں نیست عرفانِ محمد
 جوابِ رُوئے تابانِ محمد
 چو بیند چشمِ گریانِ محمد
 رسد ہر نعمت از خوانِ محمد
 تعالیٰ اللہ! یارانِ محمد
 ز اطفالِ دبستانِ محمد
 اگر گویم ز احسانِ محمد
 فروغِ ہر دو چشمانِ محمد
 پیامرزد خدا اُمت بہ محشر
 نوازش ہائے او را نیست پایاں
 ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
 تلمذ را شرف داند فلاطون
 بر آید آبِ نخلت از جبینم
 حسین و ہم حسن ہستند لاریب

مہ و مہرِ فلک بیند از دُور بہ سیمائے درخشانِ محمد
 جبینِ قیصر و جمِ سجدہ ریزد بہ پیشِ خاکسارانِ محمد
 حضورِ اولیا اندر ادبِ کوش کہ ہست این بزمِ خاصانِ محمد
 اگر خواہی کہ آسائی بہ عجبی بزن دستے بدامانِ محمد

نصیر از پرسشِ محشر چہ باک است

کہ ہستیم از غلامانِ محمد



خوش نصیبیم کہ بر درگہ ناز آمدہ ایم
 بہ درِ بادشہ بندہ نواز آمدہ ایم
 بہ طفیلِ حسنین و شہ جیلان و علی
 لطف فرما کہ بایں عجز و نیاز آمدہ ایم
 تپشِ حُب تو داریم درونِ سینہ
 ہنچو پروانہ بہ صد سوز و گداز آمدہ ایم
 پیشِ درگاہِ تُو استادہ بہ تسلیم و رضا
 کردہ با اشک و وضو، ہر نماز آمدہ ایم
 چشمِ ما را بکن از جلوہ احمد، روشن
 کہ پئے دیدنِ آلِ قائدِ ناز آمدہ ایم
 رُسیاھیم، بد اعمال و سیہ کار و خراب
 بامیدِ کرمِ اے بندہ نواز! آمدہ ایم
 رازِ دل رانتواں گفت بہ ہر نا محرم
 بہ تمنائے تو اے محرمِ راز! آمدہ ایم
 بیکساں را نبود غیر تو فریادِ رس
 ما تہی دست پئے عرضِ نیاز آمدہ ایم
 شکرِ لِلّہ پئے پا بوسیِ محبوبِ خدا
 طے نمودہ سفرِ دُور و دراز آمدہ ایم

دینِ ما ، مذہبِ ما ، کشورِ ما ، عزّتِ ما
 ہمہ را دارِ مَصُوفِ ما بتو باز آمدہ ایم
 شکر کن شکر کہ اندر سفرِ عشقِ نصیر
 طے نمودیم نشیب و بہ فراز آمدہ ایم



ہر سو بہارِ حُسن و جمالِ محمد است
 تکمیلِ دینِ حق ز کمالِ محمد است
 صدیق ، عکسِ صدقِ مقالِ محمد است
 فاروق ، تیغِ جاہ و جلالِ محمد است
 سرچشمہ وفا ، تب و تابِ رُخِ حیا
 عثمان ، امینِ جود و نوالِ محمد است
 قطبِ نجات ، عارفِ ذات ، افضلِ ہدات
 حیدر ، بہارِ گلشنِ آلِ محمد است
 نفسِ بسیط ، پیکرِ عصمت ، روانِ صرف
 زہرا ، فروغِ بزمِ جمالِ محمد است
 ابِ کرم ، امامِ اُمم ، احسنِ الشّیم
 حُسنِ حسن ، شبیہ و مثالِ محمد است
 جالِ دادہ رضائے خدا ، تشنہ لبِ حُسن
 روزِ جزا قسیمِ زلالِ محمد است

لب تشنگی و بیکسی و شکر ایزدی
 بنگرا! چه استقامتِ آلِ محمد است
 بؤذر ، ابو ہریرہ ، انس ، خالد و اولیں
 سر مست ہر یکے بہ خیالِ محمد است
 بر ریگِ گرم و سنگِ تپاں گفت یا اُحد
 عالمِ گواہِ عشقِ بلالِ محمد است
 میزانِ عدل ، خطِ بقا ، نقطۂ وجود
 غوثِ الوری امینِ خصالِ محمد است
 تطہیرِ شاں ز آیۂ تطہیرِ آشکار
 قرآنِ گواہِ عفتِ آلِ محمد است
 سلطانِ ہند ، خواجہ ما ، شاہِ چشتیاں
 آئینہ دارِ حُسنِ مقالِ محمد است
 مہرِ علی بہ شانِ جلی ، محتشمِ ولی
 در گلستانِ علم ، نہالِ محمد است
 یا رب! کرم بہ حالِ نصیرِ حزیں کہ او
 ادنیٰ گدائے کوچہ آلِ محمد است



آں ذرّہ نوازِ من (فارسی ماہیا)

آں ذرّہ نوازِ من
 شانِ عجیبے دارد سلطانِ حجازِ من
 چوں مردِ فدا کارے
 وقف است جبینِ من بہرِ درِ دلدارے
 ہر چند سیہ کارم
 از مَرَحمتِ عاَمَش، ہمِ چشمِ عطا دارم
 بر عرشِ خرامِ او
 درباںِ بودش جبریلِ اسرّی ست مقامِ او
 از بہرِ ثنا خوانی
 اے نغمہ گرِ فطرت! کن سلسلہ جُنُبانی
 دل از ہمہ بر گردد
 چوں گنبدِ خضرائِش فردوسِ نظر گردد
 نورِ حَرَمینِ آمد
 سرداریِ عالم را جَدِّ الحَسَنینِ آمد
 بالا ست مقامِ او
 ریزد بہ دلم کوثرِ یک گردشِ جامِ او
 سو گنبدِ خدائے او
 باشد سندِ ہستی، نقشِ کفِ پائے او

فرزانگیم قُرباں
 برشانِ گدایانش دارائیِ حَمِ قُرباں
 چشمِ است بر احساس
 از حشرِ چه غم دارد وابستہ دامنش



تضمین

بر نعتِ برہانُ العاشقین حضرت مولانا جامیؒ

یکے غمخواریِ مژگانِ تر کن شپِ ہجرانِ ما را مختصر کن
 بہ شہرِ قبلہٗ پا کاں سفر کن نسیم! جانبِ بطحا گزر کن
 ز احوالِ محمد را خبر کن

بہ تشویشِ مآلم یا محمد چرا پیشِ نالم یا محمد
 گدائے خستہ عالم یا محمد توئی سلطانِ عالم یا محمد
 ز رُوئے لطفِ سُوئے من نظر کن

زغما ساز ، بے غم یا محمد شود اندوہِ دل ، کم یا محمد
 نظر بر حالِ من ہم یا محمد توئی سلطانِ عالم یا محمد
 ز رُوئے لطفِ سُوئے من نظر کن

غمّتِ درمانِ عالم یا محمد رُختِ برہانِ عالم یا محمد
 بہ تُستِ ایمانِ عالم یا محمد توئی سلطانِ عالم یا محمد
 ز رُوئے لطفِ سُوئے من نظر کن

ندارد عرصہ فیضانِ تو ، حد شب و روز از برائے حلِ مقصد
گدا بر آستانِ بچو من ، صد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لطف سُوئے من نظر کن

ترا افتد پزیرائی گر آنجا رساں ایں مُشتِ خاکم را مر آنجا
بیشاں در جوارِ سرور آنجا ہر ایں جانِ مُشتاقم در آنجا
فدائے روضہ خیرالبشر کن

گُستن بندِ ناکامی ز لطفش بہ عقبی کوثرِ آشامی ز لطفش
نصیر است ایں دلآرامی ز لطفش مشرفِ گرچہ شد جانی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن



تضمین

برنعتِ سلطانِ العارفین حضرت مولانا جامیؒ

لگا ہے رُوح کو ہر وقت اک گھن تجسّس میں ہیں پائے جستجو سُن
تاہل بر طرف ، یہ ہے بڑا مَن نسیم! جانبِ بطحا گزر گُن
ز احوالم محمد را خبر گُن

تری ہے ذات وہ ذاتِ مجدد کہ اُمت کو ہے جس پر ناز بے حد
ترا سکہ رواں ، تیری ہی مسند توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لطف سُوئے من نظر کن

رہیں الطاف ہر دم یا محمد ٹلے سر سے شبِ غم یا محمد
ترے ہیں اہمّی ہم یا محمد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لطف سُوئے من نظر کن

جگر میں ٹیس ہے سر میں ہے سودا بنا ہوں میں تو دردِ دل سراپا
غمِ فرقت میں بے تابی نے مارا بجز ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضہ خیرالبشر گن

مدینے کے لئے دل ہے مٹوٹش نظر میں ہے وہیں کا حُسنِ دلکش
نصیر آنے لگے ہیں پے بہ پے غش مشرفِ گرچہ شد جاتی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر گن



تضمین

بر نعتِ حضرت مولانا جامیؒ

نہ طاقت ہے نہ مجھ میں ہے کوئی گن مگر دل کو ہے شہرِ شاہ کی دھن
یہ میری التجا ہر خدا سُن نیسا! جانِ بٹھا گزر گن
ز احوالم محمد را خبر گن

وہ کوئی نیک ہو یا ہو کوئی بد کسی کو در سے تُو کرتا نہیں رد
نہیں ہے تیری رحمت کی کوئی حد توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز رُوئے لطف سُوئے من نظر گن

نہیں ہے اب وہ دمِ خمِ یا محمد عطا ہو عزمِ محکمِ یا محمد
تری شاہی مُسلّمِ یا محمد توئی سلطانِ عالمِ یا محمد
ز رُوئے لطفِ سوئے منِ نظر کن

صبا تو جانتی ہے دردِ میرا یہ مُرغِ رُوحِ قیدی ہے بدن کا
یہاں دمِ گھٹ رہا ہے بے محابا بِرِ ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضہ خیرالبشر کن

پے دیدار تھی بے حد کشاکش نصیر اکثر مجھے پڑتے رہے غش
اچانک خواب میں دیکھا وہ مہ و ش مشرفِ گرچہ شد جاتی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن



مصحفِ اسرارِ الہ

عبدِ عاجز کو ہے شوقِ رقمِ نعتِ رسول
 ذہنِ حسان! ادھر بھی ہو توجہ مبذول
 تیرے اشعار میں محفوظ ہے پیکرِ اُن کا
 تیرے افکار پہ ہے سایہ کُناں زلفِ رسول
 تیری آنکھوں میں ہیں رقصاں وہ مناظرِ سارے
 تُو نے دیکھی وہ جہیں اور وہ چشمِ مکحول
 تیرے دامن سے مجھے اُن کی مہک آتی ہے
 تیری فطرت میں ہے بیشک اُسی خوشبو کا حُلُول
 تُو نے اُس ذاتِ گرامی کا زمانہ پایا
 تیری توصیف میں جبریلِ امیں کا ہے شمول
 منبرِ نعت کی تُو نے ہی صدارت پائی
 شعرِ تیرے صفِ اعدا پہ تھے سیفِ مسلُول
 نرم لہجے میں وہ باتیں، وہ تبسمِ اُن کا
 حافظے میں ترے موجود ہیں وہ رنگ وہ پھول
 زنگِ عصیاں سے مرے دل کا ہے آئینہ سیاہ
 پر تو نور سے ہے تیری جبلتِ مصقول
 اک ذرا اُس شبِ خواباں کے خدو خال بتا
 جس کا جلوہ ترے اشعار کی ہے شانِ نُزول
 وہ کہ خورشیدِ ازل ہے بہ سرِ چرخِ وجود
 جسے لاحق نہیں تا شامِ ابدِ خوفِ اُنول

رُوحِ حِسان کی جانب سے ملا مجھ کو جواب
 ہو نہ آزارِ تَرُد میں طبیعتِ مشغول
 سب میں رہتے ہوئے جو سب سے جدا لگتا ہو
 اُس پہ محض بشریت کا ہے اطلاق، فضول
 نور کے سانچے میں ڈھالا ہو خدا نے جس کو
 اپنے جیسا جو کہے اُس کو، وہ فطری مجہول
 ”حُسنِ یوسف“ دمِ عیسیٰ، ”یدِ بیضا“ دارد
 ہر بشر کے لیے ممکن نہیں ان سب کا حصول



یک بیک چین ملا اور طبیعتِ ٹھہری
 رُوحِ حِسان سے سُنتے ہی یہ باتیں معقول
 دل سے بیساختہ جملے یہ ادا ہونے لگے
 مرجا، صلِّ علیٰ اے مرے ذی جاہ رسول
 تیرے قربان، تری یاد کے لحوں پہ نثار
 میرا سرمایہ ہستی ہے ترے پاؤں کی دھول
 نہ روم از درِ پاکت بہ درِ کج گُلہاں
 بہ گدائی درِ خویش گُن اے شاہ! قبول
 تُو کجا و منِ آوارہ و ناکارہ کجا
 تو و صد دیدہ بہ رویت، منم و گنجِ خمول
 شادم از سلسلہٴ لطفِ تو پیہم، شاہا!
 نہ شوم از سرِ زلفت بہ علائقِ مشغول
 ہمہ را ساختہ سیراب محیطِ کرم
 چہ جوانانِ قشنگ و چہ بزرگانِ کُہول

ابنِ آدم ز تو آئینِ شرافت آموخت
 ورنہ اُمیدِ مَوالاتِ ازیں مردِ جہول؟
 مری ہستی، مری مستی، مرا ایماں، مرا ذوق
 ہے یہ سب کچھ ترے انعام و کرم پر محمول
 تا قیامت تری چوکھٹ سے نہ اُٹھوں آقا!
 اِس توقّف سے جو لے کام مری عمرِ عَجول
 نہ مجھے تاج و نگین سے، نہ سلاطین سے غرض
 ہے مرا تیرے غلاموں کی غلامی، معمول
 عبد و معبود کے مابین وسیلہ تو ہے
 اِس سے ہٹ کر نہ عبادت، نہ ثقاہت مقبول
 میرے نزدیک یہی توشہِ عقبیٰ ہے نصیر!
 حُبِّ اصحابِ نبی، اَلْفِ اولادِ بتول



عیدِ میلادِ النبی

ادب! سرورِ مُرسلاں آ رہے ہیں رسالت کے رُوح رواں آ رہے ہیں
بصدِ عظمت و عزّ و شاں آ رہے ہیں جلو میں لیے قدسیاں آ رہے ہیں
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

یہی ذکر ہے آج ایک ایک گھر میں ستاروں میں، غنچوں میں، گل میں، گُہر میں
یہی دھوم ہے ہر طرف بحر و بر میں مٹانے کو ہر شر، لباسِ بشر میں
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

بُجھے کفر و الحاد کے سب شرارے لرزتا ہے ابلیس دہشت کے مارے
سحر دم یہ کرتی ہیں کرنیں اشارے خدا کے دُلا رے، خدائی کے پیارے
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

مُحسِنِ نبوت، بشانِ رسالت سراپا تجلّی، مجسمِ عنایت
سحابِ کرم، سلسبیلِ شفاعت بہ صد رفعت و رحمت و رُشد و رافت
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

مناظرِ تجلّی کے ہیں کچھ عجب سے فضا جگمگا کر یہ کہتی ہے سب سے
منوّر زمیں ہوگی ماہِ عرب سے ملائک ہیں صف بستہ ہر سو ادب سے
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

زہے خوش نصیبی، زہے کامگاری چمکنے کو ہے آج قسمت ہماری
نظرِ منتظر، دلِ فدا، جانِ واری وہ آئی، وہ آئی، وہ آئی سواری
شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں

یہ صبحِ مسرت ہے خوشیاں مناؤ دُرود و سلام اپنے ہونٹوں پہ لاؤ
 محمدؐ کے جلوں پہ قربان جاؤ ادب سے نصیر اپنی آنکھیں جھکاؤ
 شہنشاہِ کون و مکاں آ رہے ہیں



تم اوّل و آخر ہو (اُردو ماہیا)

کالی کملی والے
 اے شاہِ شبِ اسری کونین کے رکھوالے
 دربارِ الگ تیرا
 جبریل ترا شیدا، مشتاق ہے جگ تیرا
 بگڑی کو سنواریں گے
 طیبہ کے تصوّر میں دن رات گزاریں گے
 کیوں اور کسی گھر سے
 جو کچھ ہمیں ملنا ہے ملنا ہے ترے در سے
 چوکھٹ تری عالی ہے
 کچھ بھیک ملے آقا! جھولی مری خالی ہے
 ملنے ہی نہیں جاتا
 شاہوں کو ترا منگتا خاطر میں نہیں لاتا
 اب کون ہمارا ہے
 دُولہا شبِ اسری کے اک تیرا سہارا ہے

فریادی ہوں میں گب کا
 بس اک نظرِ رحمت ہو جائے بھلا سب کا
 فطرت میں بلالی ہوں
 میں غیر سے کیوں مانگوں جب تیرا سوالی ہوں
 ہے دھوم ترے در کی
 کونین میں بیتی ہے خیرات ترے گھر کی
 گونجی ہے صدا ہر سو
 عالم میں محمد کی پھیلی ہے ضیا ہر سو
 اُمت کے نگہاں ہیں
 محبوبِ خدا وہ ہیں، کونین کے سلطان ہیں
 نخبِ ستم ہوں میں
 دن رات تڑپتا ہوں، محتاجِ کرم ہوں میں
 ماتھے پہ پسینہ ہے
 ہو پار، شہِ بطحا! طوفاں میں سفینہ ہے
 ٹھوکر نہ کہیں کھاؤں
 رحمت کی نظر آقا! برباد نہ ہو جاؤں
 تم اوّل و آخر ہو
 گھر گھر ہے یہی چرچا تم حامی و ناصر ہو
 ہر ذرّہ ہوا شیدا
 کیا بات تمہاری ہے، تم پر ہے خدا شیدا

رحمت کا خزانہ ہو
 دنیا نے تمہیں مانا، تم شاہِ مدینہ ہو
 تم ختمِ رُسل ٹھہرے
 محبوبِ خدا ہو کر، تم حاصلِ کل ٹھہرے
 دریائے سخاوت ہو
 میدانِ قیامت میں تم سایہِ رحمت ہو
 جلوے ہیں بہم تم سے
 تم دین کی عظمت ہو، ہے شانِ حرم تم سے
 سبطین کے نانا ہو
 رحمت کا خزانہ ہو، حکمت کا خزانہ ہو
 سانسوں میں رواں تم ہو
 ہر دل میں تمہارا گھر، وہ جانِ جہاں تم ہو
 تم سید و سرور ہو
 تم ارفع و اعلیٰ ہو تم شافعِ محشر ہو
 تنویرِ شریعت تم
 تصویرِ حقیقت تم، توقیرِ طریقت تم
 دو اُردو ہیں او ادنیٰ
 واللّٰیل تو گیسو ہیں، والشمس رُخ زیبا

جذبوں کو ہوا دے کر
دیکھو تو ذرا اُن کی رحمت کو صدا دے کر
کیا خوب ترا گھر ہے
داماد علی تیرے، زہرا تری دختر ہے
مٹتے نہیں کب تم پر
یہ جن و ملک، انساں، قربان ہیں سب تم پر



دیوانِ نعت

(اُردو)

دونوں عالم میں ہے دن رات اُجالا تیرا
 چُھب انوکھی ہے تری ، حُسن نرالا تیرا
 غنچہ دُگل میں ترے نقشِ کفِ پا کی جھلک
 ہے بہارِ چمنستاں میں اُجالا تیرا
 مظہرِ نُورِ ازل ، مصدرِ انوارِ ابد
 از ازل تا بہ ابد نُورِ دو بالا تیرا
 اے شہِ حُسن! دو عالم ترے قدموں پہ نثار
 خود بھی شیدائی ہے اللہ تعالیٰ تیرا
 زینتِ بزمِ جہاں ، صورتِ زیبا تیری
 سروِ گلزارِ حقیقت ، قدِ بالا تیرا
 جس جگہ تیری جھلک ہو ، تری رعنائی ہو
 جا ٹھہرتا ہے وہیں ، دیکھنے والا تیرا
 شبِ معراج ہے عنوانِ تری رفعت کا
 ذاتِ ارفع ہے تری ، ذکر ہے اعلیٰ تیرا
 تُو ہے وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لئے
 ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اُجالا تیرا
 میری مرقد سے نکیرین پلٹ جائیں گے
 اُن کو مل جائے گا جس وقت حوالا تیرا
 فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰه سے یہ بات کھلی
 تُو ہے اللہ کا ، اللہ تعالیٰ تیرا

حشر میں ایک قیامت مرے دل پر گزری

بن گئی بات ، وسیلہ جو نکالا تیرا

صدقِ دل سے ہے نصیر اہلِ طلب میں شامل

آسرا حشر میں ہے اے شہِ والا! تیرا



روزِ ازل خالق نے جاری پہلا یہ فرمان کیا

اُن کو بنا کر شاہِ رسولاں دو جگ کا سلطان کیا

نوکِ قلم سے عرشِ بریں پر حق نے لکھا جب نامِ نبی

کون و مکاں کی ہر عظمت کا حضرت کو عنوان کیا

شانِ ابوالقاسم دیکھو تو ربِّ جہاں نے دُنیا میں

پہلے قرآن والا بھیجا ، پھر نازل قرآن کیا

بھیج کے ہم میں محبوب اپنا دین کے نکتے سمجھائے

پردے پردے میں اُمت کی بخشش کا سامان کیا

آنکھیں روئیں ہجرِ نبی میں، اشکوں کی برسات ہوئی

عشق نے لمحہ لمحہ دل میں پیدا اک ہیجان کیا

اُن کا وسیلہ رب کی رحمت کا حیلہ بن جاتا ہے

نوح کی نیا پار لگائی ، مشکل کو آسان کیا

ظلم و ستم کا دور گیا ، تفریق و تکبر ختم ہوئے

عدل و مساوات اور اُخوت کو جُڑو ایمان کیا

لَا تُزِیْبَ عَلَیْکُمْ کہہ کر بخش دیا ہر مجرم کو

فتحِ مکہ کے دن اپنی رحمت کا اعلان کیا

دین اُس کا، دُنیا بھی اُس کی، ہر شے اُس کی مُٹھی میں
 جس نے اُن کے نام پر اپنا تن من دھن قربان کیا
 جالی چُومی، عرض گزاری، اشک بہائے، نعت پڑھی
 ہم نے مدینے جا کر دِل کا پُورا ہر ارمان کیا
 غم کے بھنور سے پار لگایا شاہِ عرب نے کشتی کو
 ہر منجدھار کا ریلہ روکا، ختم ہر اک طوفان کیا
 عجز و ادب سے اُن کا نامِ پاک لیے جانے کے لیے
 نام ہماری بستی کا قدرت نے، پاکستان کیا
 صدقے جاؤں نصیر اُس آقا اُس مولا کی رحمت پر
 راہ دکھا کر اُس دَر کی مجھ زردھن کو دھنوان کیا



ازل کے نُور کو جب اُس میں آشکار کیا
 خود اپنی ذات پہ خالق نے افتخار کیا
 جبینِ ذرّہ میں سورج سجا دیے تُو نے
 شبِ سیہ کو تجلّی سے ہمکنار کیا
 ترے جمال نے بخشا تصوّرات کو نُور
 ترے خیال نے ذہنوں کو اُستوار کیا
 تری شبیہ کی تکمیل پر مُصوّر نے
 خود اپنے فن کو تری ذات پر ثار کیا
 علی کو فرشِ رسالت دیا شبِ ہجرت
 رفیق تھے جو ابو بکر، یارِ غار کیا

اُسی سے لیتے ہیں اہل جہاں قرار کی بھیک
 تمہاری یاد نے جس دل کو بے قرار کیا
 جو پست تھے وہ بلندی سے ہمکنار ہوئے
 غبارِ راہ کو تُو نے فلک وقار کیا
 ہے علم خیر کثیر اور زر متاعِ قلیل
 یہ راز تُو نے زمانے پہ آشکار کیا
 عطا کیا ترے دیدار نے ثباتِ قدم
 سہارا پایا تو پھر پُلِ صراطِ پار کیا
 جنوں عشقِ نبی کی سند ملی ہم کو
 نصیر! ہم نے گریباں جو تار تار کیا



ہر اک صفت کا تری ذات سے حصار کیا
 خدا نے تجھ کو مشیت کا شاہکار کیا
 ترے کرم نے فقیروں کی جھولیاں بھر دیں
 تری نظر نے گداؤں کو شر یار کیا
 ترے وجود کا اعجاز ہے کہ انساں نے
 صفات و ذاتِ الہی کا اعتبار کیا
 تکی ہے راہ، خلیل و کلیم و عیسیٰ نے
 خدا نے عرش پہ خود تیرا انتظار کیا
 براق آیا تو صف باندھ لی فرشتوں نے
 رکابِ چوم کے جبریل نے سوار کیا
 اُٹھی تجلی گہری میں جب نمود کی موج
 ظہور میں تری صورت کو اختیار کیا

اُسی سے لیتے ہیں اہل جہاں قرار کی بھیک
 تمہاری یاد نے جس دل کو بے قرار کیا
 جو پست تھے وہ بلندی سے ہمکنار ہوئے
 غبارِ راہ کو تُو نے فلک وقار کیا
 ہے علم خیر کثیر اور زر متاعِ قلیل
 یہ راز تُو نے زمانے پہ آشکار کیا
 عطا کیا ترے دیدار نے ثباتِ قدم
 سہارا پایا تو پھر پُلِ صراطِ پار کیا
 جنوں عشقِ نبی کی سند ملی ہم کو
 نصیر! ہم نے گریباں جو تار تار کیا



ہر اک صفت کا تری ذات سے حصار کیا
 خدا نے تجھ کو مشیت کا شاہکار کیا
 ترے کرم نے فقیروں کی جھولیاں بھر دیں
 تری نظر نے گداؤں کو شر یار کیا
 ترے وجود کا اعجاز ہے کہ انساں نے
 صفات و ذاتِ الہی کا اعتبار کیا
 تکی ہے راہ، خلیل و کلیم و عیسیٰ نے
 خدا نے عرش پہ خود تیرا انتظار کیا
 براق آیا تو صف باندھ لی فرشتوں نے
 رکابِ چوم کے جبریل نے سوار کیا
 اُٹھی تجلی گہرائی میں جب نمود کی موج
 ظہور میں تری صورت کو اختیار کیا

سجا کے ختمِ نبوت کا تیرے سر پر تاج
 خدا نے تجھ کو رسولوں کا تاجدار کیا
 وہ کج کلاہوں کے چکر میں پڑ نہیں سکتا
 طواف جس نے ترے در کا ایک بار کیا
 تجھی نے قصرِ امارت کو کر دیا مسمار
 تجھی نے خلعتِ شاہی کو تار تار کیا
 تری نگاہِ کرم نے اُسے تسلی دی
 وہ آنکھ، جس کو زمانے نے اشکبار کیا
 ترے طفیل ہے محشر میں سر بلند نصیر
 ترا کرم کہ اسے اُمّتی شمار کیا

❖

مجھے غلام، اُسے میرا شریار کیا
 مرے کریم! کرم تو نے بے شمار کیا
 بُلا کے عرش پہ حق نے تجھے شبِ معراج
 ترے سپردِ خدائی کا اقتدار کیا
 فلک پہ سُمرہ ہوا تیری آمد آمد کا
 سلام جھک کے فرشتوں نے بار بار کیا
 گھٹا دیا تری ہیبت نے قدِ رعونت کا
 بُتوں پہ، کفر پہ، فرعونیت پہ وار کیا
 یہ کج کلاہ تو اپنوں کے دل نہ جیت سکے
 ترے خلوص نے دشمن کا دل شکار کیا

خدا گواہ! گناہوں پہ اپنے نادم تھا
 ترے کرم نے مجھے اور شرمسار کیا
 برپ کعبہ، غریب و یتیم بچوں سے
 حسن حسین کے مانند تُو نے پیار کیا
 خدا کا شکر، کہ مثلِ کبوترانِ حرم
 طواف میں نے ترے در کا بار بار کیا
 خزاں نے اشک بہائے جب اپنی قسمت پر
 تو مصطفیٰ نے کہا جا! تجھے بہار کیا
 نصیر! تا بہ ابد واجبِ العمل ٹھہرا
 وہ دینِ حق، جو محمد نے آشکار کیا



یہ نہ پوچھو ملا ہمیں درِ خیرالوری سے کیا
 نظر اُن کی پڑی تو ہم ہوئے پل بھر میں کیا سے کیا
 مرے دل کی وہ دھڑکنیں دمِ فریاد سُنتے ہیں
 متوجہ جو ہیں، وہ ہیں، مجھے بادِ صبا سے کیا
 نظر اُن کی جو ہو گئی اثر آیا دُعا میں بھی
 مرے دل کی تڑپ ہی کیا، مرے دل کی صدا سے کیا
 جسے اس کا یقین ہے کہ وہی بخشوائیں گے
 کوئی خطرہ، کوئی جھجک اُسے روزِ جزا سے کیا
 رہ طیبہ میں بے خودی کے مناظر ہیں دیدنی
 کبھی نقشے ہیں کچھ سے کچھ، کبھی جلوے ہیں کیا سے کیا

اثر انداز اُس پہ بھی مرے آقا کا رنگ ہے
 کہیں آنکھیں ملائے گا کوئی اُن کے گدا سے کیا
 اجل آتی ہے روبرو ، تو دبے پاؤں ، با وضو
 جو محمد پہ مرِ مٹا ، اُسے ڈرنا قضا سے کیا
 دمِ مدحت خشوعِ دل سے ضروری ہے استماع
 نہ مخاطب جو ہو کوئی کروں باتیں ہوا سے کیا
 جسے آدابِ گلشنِ نبوی کی خبر نہیں
 وہ بھلا لے کے جائے گا چمنِ مصطفیٰ سے کیا
 جسے خیرات بے طلب ملے بابِ رسول سے
 اُسے دارین میں نصیرِ غرض ماسوا سے کیا



دل کسی حال میں ایسا نہیں ہونے دیتا
 بے نیازِ شہِ بطحا نہیں ہونے دیتا
 کرم اُن کا مجھے رسوا نہیں ہونے دیتا
 مجھ پہ غالبِ غمِ دنیا نہیں ہونے دیتا
 جو محمد کے وسیلے سے ہوا ہے حاصل
 وہ تعلق مجھے تنہا نہیں ہونے دیتا
 جس گنہگار پہ آقا کی نظر ہو جائے
 اُس کو خالقِ کبھی رسوا نہیں ہونے دیتا
 اُن کا دیوانہ ہوں میں ، حد سے گزر سکتا ہوں
 یہ بجا ہے ، مگر ایسا نہیں ہونے دیتا

اُن کی نسبت کا یہ اعجاز تو دیکھے کوئی
 غم ، قیامت کوئی برپا نہیں ہونے دیتا
 اے شہِ کون و مکاں! میں ترا سودائی ہوں
 عشق ، اب اور کسی کا نہیں ہونے دیتا
 ذاتِ لاِثانی تری ، اور ہیں بے مثل صفات
 تیرا ہونا ، کوئی تجھ سا نہیں ہونے دیتا
 جذب ہو جاؤں ترے کوچے میں قطرے کی طرح
 عجز میرا ، مجھے دریا نہیں ہونے دیتا
 تجھ کو اللہ نے شہکار بنا رکھا ہے
 اب کسی اور کو تجھ سا نہیں ہونے دیتا
 میں بھی شیدا ہوں نصیر! اُس شہِ ثوباں کا، مگر
 میں محبت کو تماشا نہیں ہونے دیتا



شاہ کے فیض سے انسان کا ہر کام چلا
 قلب روشن ہوا ، توقیر بڑھی ، نام چلا
 سلسلہ ایسا کوئی گردشِ ایام! چلا
 راہِ طیبہ میں مجھے تو ، سحر و شام چلا!
 جس فرشتے نے کیا فرش سے تا عرش سفر
 چوم کر روضۂ اقدس کے در و بام چلا
 سب کا سرمایہ ہے یہ دینِ رسولِ عربی
 ایسا سکہ ، کہ زمانے میں سرِ عام چلا

تشنگی ڈوب گئی موجِ سیرابی میں
 حوضِ کوثر پہ عجب سلسلہ جام چلا
 گم رہی اُس کا نصیبہ ہے، تباہی تقدیر
 ہو کے دنیا میں جو بیگانہ اسلام چلا
 اک جھلک اپنی دکھا دو، کہ ٹھہر جائے یہ دل
 ورنہ ہاتھوں سے مرے توسنِ ایام چلا
 اُس جواں بخت کے منزل نے قدم چوئے ہیں
 جادۂ عشقِ محمد میں جو دو گام چلا
 مرحلہ پُرسشِ اعمال کا تھا سخت نصیر!
 مل گیا اُن کا سارا، تو کہیں کام چلا



مریضِ مصطفیٰ کے سامنے کس کا ہنر ٹھہرا
 نہ کوئی چارہ کام آیا، نہ کوئی چارہ گر ٹھہرا
 مری قسمت میں بھی کیا کیا نہ کارِ معتبر ٹھہرا
 مدینے کی طلبِ ٹھہری، مدینے کا سفر ٹھہرا
 دیارِ شاہِ بطحا خیر سے ہے آخری منزل
 ہماری زندگی کا قافلہ کب در بدر ٹھہرا
 ضرورت کیا طبیبانِ جہاں کی میری بالیں پر
 خیالِ مصطفیٰ جب میرے حق میں چارہ گر ٹھہرا
 زہے قسمت کہ ہر ذرہ نظر آتا ہے نورانی
 خوشا وہ شہر، جو محبوبِ حق کا سنگِ در ٹھہرا

تشنگی ڈوب گئی موجِ سیرابی میں
 حوضِ کوثر پہ عجب سلسلہ جام چلا
 گم رہی اُس کا نصیب ہے، تباہی تقدیر
 ہو کے دنیا میں جو بیگانہ اسلام چلا
 اک جھلک اپنی دکھا دو، کہ ٹھہر جائے یہ دل
 ورنہ ہاتھوں سے مرے توسنِ ایام چلا
 اُس جواں بخت کے منزل نے قدم چوئے ہیں
 جادۂ عشقِ محمد میں جو دو گام چلا
 مرحلہ پُرسشِ اعمال کا تھا سخت نصیر!
 مل گیا اُن کا سارا، تو کہیں کام چلا



مریضِ مصطفیٰ کے سامنے کس کا ہنر ٹھہرا
 نہ کوئی چارہ کام آیا، نہ کوئی چارہ گر ٹھہرا
 مری قسمت میں بھی کیا کیا نہ کارِ معتبر ٹھہرا
 مدینے کی طلبِ ٹھہری، مدینے کا سفر ٹھہرا
 دیارِ شاہِ بطحا خیر سے ہے آخری منزل
 ہماری زندگی کا قافلہ کب در بدر ٹھہرا
 ضرورت کیا طبیبانِ جہاں کی میری بالیں پر
 خیالِ مصطفیٰ جب میرے حق میں چارہ گر ٹھہرا
 زہے قسمت کہ ہر ذرہ نظر آتا ہے نورانی
 خوشا وہ شہر، جو محبوبِ حق کا سنگِ در ٹھہرا

گرا جو دیدہ بے تاب سے راہِ مدینہ میں
وہی آنسو مسافر کا چراغِ رہگزر ٹھہرا
کلامِ اللہ کی تفسیر یا ذکرِ نبی لب پر
ہمارا شغلِ دنیا میں یہی شام و سحر ٹھہرا
سمٹ کر آگئیں ساری بہاریں دونوں عالم کی
دیارِ سرورِ کونین ، فردوسِ نظر ٹھہرا
ہوئی الفت رسولِ اللہ کی جس ذوق کا حاصل
جہاں آب و گل میں بس وہ ذوقِ معتبر ٹھہرا
نصیر اڑ کر نہ پہنچا جو مدینے کی فضاؤں تک
وہی باغِ جہاں میں طائرِ بے بال و پر ٹھہرا



کیا پوچھتے ہو ہم سے ، مدینے میں کیا ملا
اللہ کے کرم سے درِ مصطفیٰ ملا
جس کو شعورِ عشقِ حبیبِ خدا ملا
دونوں جہاں کے راز سے وہ آشنا ملا
راہِ طلب سے دور نہیں منزلِ مُراد
جو بے قرار ہو کے چلا ، اُن سے جا ملا
تیری مزاحمت ہوئی آخر کو سرنگوں
اے دشمنِ رسول! بتا تجھ کو کیا ملا
ہم تو گدائے بابِ رسالت مآب ہیں
جو کچھ درِ رسول سے ہم کو ملا ، ملا

یوں گم ہوئے تصوّرِ خیرِ الوری میں ہم
 دل کا ملا نہ کھوج ، نہ اپنا پتہ ملا
 اے رحمتِ رسولِ دو عالم! ترے طفیل
 جب بھی دُعا کو ہاتھ اُٹھے ، مددِ ملا
 ہم پر اب اور کیا ہو عطاءِ رسولِ پاک
 قرآنِ ملا ، حدیثِ ملی ، راستہِ ملا
 شاہِ عرب کے در پہ رسائی ہوئی نصیر
 غیروں میں بس رہا تھا اب اپنوں سے آملا



نورِ سرکار نے ظلمت کا بھرم توڑ دیا
 کفر کا فور ہوا شرک نے دم توڑ دیا
 سوزِ غم ختم کیا سازِ ستم توڑ دیا
 آپ نے سلسلہ رنج و الم توڑ دیا
 نعرہ زنِ رند بڑھے ساقیِ محشر کی طرف
 جامِ کوثر جو ملا ساغرِ جم توڑ دیا
 دستِ قدرت! ترے اس حسنِ نگارش پہ ثار
 نام وہ لوح پہ لکھا کہ قلم توڑ دیا
 دُوبنے دی نہ محمد نے ہماری کشتی
 زورِ طوفان کا بیک چشمِ کرم توڑ دیا

نہ رہا کفر کا پندار ، نہ غرہ نہ غرور
 ایک ہی ضرب میں سب جاہ و حشم توڑ دیا
 شدتِ ظلم ہوئی خُلقِ محمد سے فنا
 جتنے شہاد تھے ہر ایک نے دم توڑ دیا
 تھا برہمن کو بہت رشتہ زُتار پہ ناز
 آپ سے سلسلہ جوڑا ، تو صنم توڑ دیا
 جب مرے سامنے آیا کوئی الحاد کا جام
 کہہ کے بے ساختہ یا شاہِ اُمم! ”توڑ دیا“
 تم پر اللہ کے الطاف نصیر ! ایسے ہیں
 نعتِ اس شان سے لکھی کہ قلم توڑ دیا



دل میں کسی کو اور بسایا نہ جائے گا
 ذکرِ رسولِ پاک بھلایا نہ جائے گا
 وہ خود ہی جان لیں گے، جتایا نہ جائے گا
 ہم سے تو اپنا حال سنایا نہ جائے گا
 ہم کو جزا ملے گی محمد کے عشق کی
 دوزخ کے آس پاس بھی لایا نہ جائے گا
 روشن رہے گا داغِ فراقِ شہِ اُمم
 یہ وہ چراغ ہے جو بجھایا نہ جائے گا
 بیشک حضور شافعِ محشر ہیں ، منکرو!
 کیا اُن کے سامنے تمہیں لایا نہ جائے گا؟

کہتے تھے یہ بلال تشدد پہ کفر کے
 عشقِ نبی تو دل سے مٹایا نہ جائے گا
 مانے گا اُن کی بات خدا، حشر میں نصیر
 بن مصطفیٰ، خدا کو منایا نہ جائے گا



دل میں یوں اُن کی تجلّی کا تماشا دیکھا
 آگینے میں رواں نُور کا دریا دیکھا
 ہوش کھو کر ترے جلووں کا تماشا دیکھا
 دیکھنے والے نے دیکھا بھی تو یوں کیا دیکھا
 وہ کہ ہر درد کی بنیاد مٹا دیتے ہیں
 ہے کوئی جس نے کہیں ایسا مسیحا دیکھا
 چاند تارے شبِ معراج کے شاہد ٹھہرے
 ہم نے ان آنسوؤں میں اُن کا سراپا دیکھا
 اُن کے جلوں کی فقط ایک جھلک دیکھی تھی
 دیکھنے والے پُکار اُٹھے کہ دیکھا دیکھا
 لٹ گیا، جس سے پھریں اُن کی نگاہیں اک بار
 در بدر کوچہ بہ کوچہ اُسے رُسا دیکھا
 حرمِ پاک میں ہر لمحہ نیا جلوہ ہے
 اک جھلک دیکھی ہے، زائر نے ابھی کیا دیکھا
 کوئی پوچھے تو ذرا حضرتِ موسیٰ سے نصیر
 عالمِ ہوش میں جب آئے تو پھر کیا دیکھا؟

جلوہٴ حُسنِ بقا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 نُورِ محبوبِ خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 پھر مدینے کی فضا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 اپنے ہر دکھ کی دوا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 دیدنی ہے درِ سرکار پہ خلقت کا ہجوم
 کوئی دیکھے تو یہ کیا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 کتنے بے تاب ہیں ہر ایک جبین میں سجدے
 کس کا نقشِ کفِ پا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 وہ جو دنیا کی نگاہوں سے چھپے رہتے ہیں
 اُن کو دے دے کے صدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 دین کی فکر نہیں، خیر کے اُسلوب نہیں
 صرف دنیا کا مزا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 مل گئی ہے مجھے داماں رسالت میں پناہ
 مجھے کیوں صبح و مَسا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 شافعِ حشر نظر آئیں تو کچھ بات بنے
 اک قیامت ہے پیا، ڈھونڈ رہی ہے دنیا
 سُرخرو ہو نہ سکے گی وہ کسی طور نصیر
 اُن سے ہٹ کر جو خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا



جو تصوّر میں رہا ، پیشِ نظر بھی ہو گا
 کعبہ دیکھوں گا ، مدینے کا سفر بھی ہو گا
 آہ جب کی ہے تو پھر اُس میں اثر بھی ہو گا
 اُن کی بستی میں کبھی اپنا گزر بھی ہو گا
 سبز گنبد کی ضیائیں بھی ہوں جس میں شامل
 میری تقدیر میں وہ نورِ سحر بھی ہو گا
 مجھ پہ بھی ہوں گے شہنشاہِ مدینہ کے کرم
 رُخِ ہواؤں کا کسی روز ادھر بھی ہو گا
 شاہِ کونین مرے دل کو ضیا بخشیں گے
 اُن کے جلووں سے منورِ برا گھر بھی ہو گا
 اک نظر گنبدِ خضرائی کی جھلک تو دیکھو
 مطمئنِ دل ہی نہیں ، ذوقِ نظر بھی ہو گا
 داغِ دل ، رُوئے محمد کی ضیاؤں کے طفیل
 آج تارا ہے ، تو گلِ رشکِ قمر بھی ہو گا
 میری آنکھوں میں شبیہِ شہِ والا ہے نصیر
 اشک جو ہو گا ، وہ تابندہ گُہر بھی ہو گا



زندگی جب تھی ، یہ جینے کا قرینہ ہوتا
 رُخ سُوئے کعبہ ، تو دل سُوئے مدینہ ہوتا
 نعرہ طوفاں میں جو ”یا شاہِ مدینہ“ ہوتا
 غیر ممکن تھا کہ غرقاب سفینہ ہوتا
 یوں مدینے میں شب و روز گزرتے اپنے
 دن صدی ہوتا ، ہر اک لمحہ مہینہ ہوتا
 گرمیِ حُسنِ رسالت کی اسے تاب کہاں
 ورنہ کیوں کفر کے ماتھے پہ پسینہ ہوتا
 جلوۂ سرورِ کونین سماتا اُس میں
 کاش اتنا تو گشادہ مرا سینہ ہوتا
 اُسوۂ پاک پہ کرتی جو عمل آج اُمت
 کسی دل میں نہ کپٹ ہوتی ، نہ کینہ ہوتا
 پرتوِ حُسنِ نبی کی جو جھلک پڑ جاتی
 داغ کہتے ہیں جسے ، دل کا نگینہ ہوتا
 یہی خواہش تھی ، یہی اپنی تمنا تھی نصیر
 میرا سر ، اور درِ شاہِ مدینہ ہوتا



سنور جائے گی سب کی عاقبت ، سب کا بھلا ہوگا
 قیامت میں محمد مصطفیٰ کا آسرا ہوگا
 عدالت سے نبی کی جس کو پروانہ عطا ہوگا
 وہی بس مستحقِ رحمتِ ربِّ العالی ہوگا
 پکاریں گے شفیعُ المذنبین کو سب قیامت میں
 وہاں پر سب کا نعرہ ”یا محمد مصطفیٰ ہوگا

ہماری خاک کے ذرے بھی پہنچیں گے وہاں اُڑ کر
 مدینے کی طلب ہوگی ، مدینہ مدعا ہو گا
 نبی کا در ہے اور اقصائے عالم کی جبین سائی
 یہ منظر چشمِ قدرت سے خدا خود دیکھتا ہو گا
 جو اُن کے آستانِ پاک پر سر اپنا خم کر دے
 وہ قسمت کا دھنی ہوگا ، سکندر وقت کا ہو گا
 ابھی ذوقِ جنوں ، سوزِ دُروں ، بخشا ہے حضرت نے
 نصیر اُن کی محبت میں نہ جانے اور کیا ہو گا



جلوے رُوئے نبی مطلعِ انوارِ حیات
 جنبشِ غنچہ لب ، خطبہ کردارِ حیات
 تیری تخلیق کو مانا گیا شہکارِ حیات
 نور تیرا ہی رہا طرّہ دستارِ حیات
 یہ شرف کم ہے کہ شامل ہیں تری اُمت میں
 ورنہ ہم جیسے سیہ کار ، سزاوارِ حیات؟
 تیرے ہی نور سے روشن ہوئے افلاک و زمیں
 رونا ہوا گئے ہر گوشے میں آثارِ حیات
 سیرتِ پیہ عالم نے وہ بخشی رفعت
 اوج در اوج اُبھرتا گیا معیارِ حیات
 ہم عدم تھے تری نسبت سے ملا ہم کو وجود
 ہر نفس کرتا ہے انسان کا ، اقرارِ حیات

یا نبی! تیرے ہی صدقے میں ہے دُنیا قائم
 سچ تو یہ ہے کہ تری ذات ہے مختارِ حیات
 سرد مہری کے سوا خُلق میں کچھ اور نہ تھا
 تیرے آنے سے بڑھی گرمی بازارِ حیات
 حشر ہے تیری شفاعت کا اُمّتا دریا
 موت ہے ایک حقیقت، پس دیوارِ حیات
 جب تک آئے نہ قدم تیرے شہنشاہِ عرب!
 فصلِ گل سے نہ شناسا ہوا گلزارِ حیات
 اک ترے عشق میں مُضمر ہے حیاتِ ابدی
 اک ترے نام پہ مرتے ہیں طلبگارِ حیات
 میں بھی تو ایک مسافر ہوں سرِ راہِ طلب
 اک نظر مجھ پہ بھی اے قافلہ سالارِ حیات!
 تیرے جلوں پہ ہے قرباں یہ نصیرِ عاصی
 تُو ہے کونین میں آئینہ اسرارِ حیات



چھڑ جائے جس گھڑی شہ کون و مکاں کی بات
 پڑھیے دُرود، چھوڑیے سُود و زیاں کی بات
 آتی ہے یوں لبوں پہ شہ انس و جاں کی بات
 جیسے کہ منہ زمیں کا ہو اور آسمان کی بات
 رُودادِ غم بیان کیے جا رہا ہوں میں
 وہ سُن رہے ہیں میرے دل بے زباں کی بات

با ضابطہ نمودِ سحر روک دی گئی
 جب تک کہ طے ہوئی نہ ہلالی ازاں کی بات
 بادِ صبا! نہ چھیڑ مجھے اُن کی یاد میں
 کیسی بہار، کس کا چمن، کیا خزاں کی بات
 ہر اشک ایک رمز ہے، ہر آہ ایک راز
 پوچھے نہ کوئی اُن کے مرے درمیاں کی بات
 نعت اُن کے آستاں پہ پڑھوں جھوم جھوم کر
 یا رب! وہیں پہ جا کے کہوں، ہے جہاں کی بات
 ہیں یوں تو کج کلاہوں کے دربار بھی بہت
 اُن میں کہاں سے آئے ترے آستاں کی بات
 شہرِ نبی کی یاد نے تڑپا دیا ہمیں
 تم نے نصیر! آج سنا دی کہاں کی بات



منتظرِ خود ہے بصدِ شوق، خدا آج کی رات
 کس کی آمد ہے سرِ عرشِ علیٰ آج کی رات
 فاصلے گھٹ گئے، یوں قُرب بڑھا آج کی رات
 عبد و معبود میں پردہ نہ رہا آج کی رات
 بخشوا لیں گے وہ اُمت کو خدا سے اپنے
 مانا جائے گا ضرور اُن کا کہا آج کی رات

قابِ قوسین کی صورت میں ہوا قرب نصیب
 گھل گیا فلسفہٴ ثَمُّ دنیٰ آج کی رات
 آج کی رات کے اندازِ نزلے دیکھے
 پڑھ کے چلتی ہے دُرود اُن پہ ہوا آج کی رات
 رحمتِ سیدِ عالم ہے دو عالم کو محیط
 کوئی عاصی نہیں محروم عطا آج کی رات
 جلوۂ حُسنِ حقیقت کی ضیا باری میں
 اپنے شہکار کو دیکھے گا خدا آج کی رات
 لگ کے قدموں سے ترے ، باغِ جنات تک پہنچی
 معتبر ہو گئی رفتارِ صبا آج کی رات
 خوش نصیبی ہے جو توفیقِ عبادت ہو نصیر
 مرحبا آج کا دن ، صلِ علی ، آج کی رات



اور ہی کچھ ہے دو عالم کی ہوا آج کی رات
 سیر کو نکلے ہیں محبوبِ خدا آج کی رات
 نور ہی نور ہے ، مہکی ہے فضا آج کی رات
 فرش سے تا بہ فلک کون گیا آج کی رات
 منتظر ، صبحِ کرم کی ہے سرِ باغِ جہاں
 باؤضو دیر سے ہے بادِ صبا آج کی رات

بخش دُوں گا تری اُمت کو ترے صدقے میں
 خود خدا نے یہ محمد سے کہا آج کی رات
 بخت بیدار ہوں جن کے، وہ کہاں سوتے ہیں
 جاگنے کا ہے حقیقت میں مزا آج کی رات
 چشمِ یعقوبؑ میں یوسف کی ادا ماند ہوئی
 دیر تک مصر کا بازار لُٹا آج کی رات
 جانبِ عرشِ بریں اُن کی سواری جو چلی
 دست بستہ ہوئے سب شاہ و گدا آج کی رات
 آج کی رات اُجالا ہی اُجالا ہے نصیرؒ
 اُن کا مشتاقِ زیارت ہے خدا آج کی رات



جانبِ عرش ہے حضرت کا سفر آج کی رات
 ایک ہی بُرج میں ہیں شمس و قمر آج کی رات
 جشنِ معراجِ نبی کی ہے خبر آج کی رات
 عرش پر فرش سے پہنچا ہے بشر آج کی رات
 جلوۂ حُسنِ محمد کی ضیا باری سے
 بن گئی مطلعِ انوارِ سحر، آج کی رات
 آب ہے چشمۂ حیواں کی ہر اک ذرّے میں
 آئیں دیکھیں یہ کرشمہ بھی خضر آج کی رات

نور ہی نور کی برسات نظر آتی ہے
 دیکھتی ہے نگہ شوق جدھر آج کی رات
 عرشِ اعظم پہ شہنشاہِ عرب کا ہے گزر
 ذکرِ محبوبِ خدا میں ہو بسر آج کی ، رات
 آج ہے خالقِ کونین ، کرم آمادہ
 بالیقین ہوگا دعاؤں میں اثر آج کی رات
 منزلِ عرشِ غلیٰ پر ہی رُکے گا جا کر
 کر کے نکلا ہے کوئی عزمِ سفر آج کی رات
 میرے آقا نے وہاں سے سفر آغاز کیا
 جہاں جبریل کے جلنے لگے پڑ ، آج کی رات

ہم نصیر اپنے نبی پر دل و جاں سے قرباں
 عام ہے اُن کی شفاعت کی خبر آج کی رات



ضیا فروز ہے دل میں حضور کی نسبت
 نظر کا نور بنی اُن کے نور کی نسبت
 بساؤ قلب میں زلفِ رسول کی خوشبو
 تمہیں جو چاہیے کیف و سرور کی نسبت
 بلال و بوذر و سلمان کی ذات شاہد ہے
 مقامِ عجز ہے اونچا ، غرور کی نسبت
 صفات کھل کے بیاں کر ، دبی زباں سے نہ کہہ
 سطور خوب ہیں ، بین السطور کی نسبت

رسول کو وہ بھلا کیا سمجھ سکیں کہ جنہیں
 نہ قُربتوں سے تعلق ، نہ دُور کی نسبت
 وہاں کلیم کی باتیں ، یہاں مقامِ نبی
 مدینہ ارفع و اعلیٰ ہے ، طور کی نسبت
 ہمارے شوق کی دنیا ، رسول کا جلوہ
 ہمارا ذوقِ طلب ، آنحضور کی نسبت
 مجھے ہے میکدہٴ عشقِ مصطفیٰ کا سرور
 نصیب ہے مجھے جامِ ظہور کی نسبت
 کہاں وہ چہرہٴ اقدس ، کہاں یہ ماہِ تمام
 اسے ہوئی ، نہ کبھی ہوگی ، دُور کی نسبت
 متاعِ عظمتِ کون و مکاں ملی اُس کو
 نصیر ! مل گئی جس کو حضور کی نسبت



ملی ہے شافعِ یومِ نُشور کی نسبت
 زہے نصیب ، کہ پائی حضور کی نسبت
 قصور وار جو میں ہوں تو وہ کرم گستر
 کرم ہے اُن کا فراواں ، قصور کی نسبت
 کوئی بھی چیز نہ خلقت کا بن سکی باعث
 سبب بنی تو بس اُن کے ظہور کی نسبت

جمالِ مصطفوی سے کھلے گلوں کے نصیب
 چمن کے ہاتھ لگی رنگ و نور کی نسبت
 درِ حبیبِ خدا کا غلام ہوں میں بھی
 قریب تر ہے ، بظاہر یہ دور کی نسبت
 ضرور آتشِ دوزخ مال ہے اُن کا
 جنہیں ہوئی نہ میسر حضور کی نسبت
 نبی کے عشق کی دھو میں سنی ہیں بچپن سے
 مرے شعور میں ہے ، لاشعور کی نسبت
 تہی ہیں اشکِ غمِ مصطفیٰ سے جو آنکھیں
 کہیں زیادہ ہیں ویراں ، قبور کی نسبت
 نصیر! صدق و صفائے رسول کے آگے
 فروغِ پا نہ سکی مکر و زور کی نسبت



اُس کو نہ چھو سکے کبھی رنج و بلا کے ہاتھ
 اُنھے ہیں جس کے حق میں رسولِ خدا کے ہاتھ
 بھیجا گیا ہے دینِ رسولِ خدا کے ہاتھ
 ایسا چراغ ، دور ہیں جس سے ہوا کے ہاتھ
 دیکھوں گا جب بھی روضہ اقدس کی جالیاں
 چوموں گا فرطِ شوق سے پیہم لگا کے ہاتھ
 گیسوئے مصطفیٰ سے یقیناً ہوئی ہے مس
 خوشبو کہاں سے آئی یہ بادِ صبا کے ہاتھ

خاطر میں کب وہ لائے گا شاہانِ وقت کو
 اُٹھتے ہوں صرف اُن کی طرف جس گدا کے ہاتھ
 محشر میں مجھ پہ سایۂ لطفِ رسول ہو
 میں یہ دُعا میں مانگ رہا ہوں اُٹھا کے ہاتھ
 ممکن نہ تھا کہ روضۂ اقدس کو چھو سکیں
 آگے بڑھا دیا ہے نظر کو بنا کے ہاتھ
 بے حد و بے شمار خطائیں سہی ، مگر
 کچھ غم نہیں کہ لاج ہے اب مصطفیٰ کے ہاتھ
 ہم عاصیوں کے آپ ہی تو دستگیر ہیں
 ہم سب کا آسرا ہیں شہِ انبیا کے ہاتھ
 اختیار کی دُعا کا وسیلہ تلاش کر
 عرشِ بریں سے دُور نہیں اولیا کے ہاتھ
 میں ہوں گدائے گُوجہ آلِ نبی نصیر
 دیکھے تو مجھ کو نارِ جہنم لگا کے ہاتھ



آئی ہے جالیوں سے بھی شاید لگا کے ہاتھ
 کیا کچھ مہک رہے ہیں یہ بادِ صبا کے ہاتھ
 شاہد ہے مَارَمِیت کی آیت ، اس امر پر
 یعنی نبی کے ہاتھ ہیں ، بیشک خدا کے ہاتھ

وہ کامیابِ عشقِ خدا و رسول ہے
 جس کی زمامِ کار ہے صبر و رضا کے ہاتھ
 ذکرِ حبیب نے ، وہ غنی کر دیا مجھے
 بیٹھا ہوا ہوں دونوں جہاں سے اٹھا کے ہاتھ
 سو رنج ہوں ، ہزار الم ، لاکھ مشکلیں
 ہم نے بڑھا دیے ہیں ادھر مسکرا کے ہاتھ
 عشقِ نبی کی ان میں لکیریں بھی کھینچ دیں
 روزِ ازل خدا نے ہمارے بنا کے ہاتھ
 ہے اُن کے دم قدم سے فضیلت کا فیصلہ
 خاکِ شفا لگی ہے تو بس نقشِ پا کے ہاتھ
 جب کوئی وسوسہ مجھے لاحق ہوا کبھی
 سینے پہ رکھ دیے وہیں حضرت نے آکے ہاتھ
 وہ رحمتِ تمام ہیں دونوں جہان میں
 دامن تک اُن کے پہنچیں گے شاہ و گدا کے ہاتھ
 ہم پر کرم ہے صاحبِ خلقِ عظیم کا
 افلاک سے بلند ہیں جود و عطا کے ہاتھ

اُٹھی جہاں نصیر ! نگاہِ رسولِ حق
ہو جائیں گے قلم و ہنر تیغِ جفا کے ہاتھ



بچے کہاں کہاں نہ حبیبِ خدا کے ہاتھ
کونین کا ہے نظم و عملِ مصطفیٰ کے ہاتھ
محروم رہ نہ ساقیِ کوثر کے فیض سے
پڑھ کر دُرود، جام اُٹھا لے، بڑھا کے ہاتھ
ہر سانس وقف ہے شہِ لولاک کے لیے
میری طرف بڑھیں گے ادب سے قضا کے ہاتھ
آیا ہوں جب سے ہو کے درِ مصطفیٰ سے میں
خاکِ قدمِ سمیٹ رہے ہیں ہوا کے ہاتھ
ہو گی رسائی صدقہ خیر الانام میں
پہنچیں گے عرش تک مری ہراک دُعا کے ہاتھ
میرے لیے مدینہ سے لائی ہے یہ پیام
کیوں پُوم لوں نہ وجد میں آکر صبا کے ہاتھ
دامنِ رسول کا مرے ہاتھوں میں آ گیا
یہ ہاتھ شاہ کے ہیں، نہیں بے نوا کے ہاتھ
آسمان اُن کے واسطے ہے راہِ خلد کی
وہ جن کی رہنمائی ہے آلِ عبا کے ہاتھ
سُلطانِ انبیا کی نگاہیں جو پڑ گئیں
شکل ہو کے رہ گئے ستمِ ناروا کے ہاتھ

دیوانہ حبیبِ خدا ، ہو جو اے نصیر
باتیں کریں فرشتے بھی اُس سے ملا کے ہاتھ



اُن کی طرف بڑھیں گے نہ لُطفِ خدا کے ہاتھ
جو پھر گئے رسولِ خدا سے چھڑا کے ہاتھ
دل چاہتا ہے خاکِ درِ پاک چوم لُوں
یہ بات لگ نہ جائے کہیں سے ، صبا کے ہاتھ
بس اک نگاہِ لُطف کا اُمیدوار ہوں
کچھ اور ہو طلب ، تو کٹیں التجا کے ہاتھ
ہو گا کرم یہ چاہنے والوں پہ حشر میں
اپنی طرف بلائیں گے آقا ، اٹھا کے ہاتھ
جو اُن پہ مَر مٹے اُنہیں یوں زندگی ملی
نقدِ حیات ، لوٹ نہ پائے فنا کے ہاتھ
اُس کا نہ مول اور نہ اُس کی مثال ہے
جو یک چکا ہو اُن کی ادائے عطا کے ہاتھ
طاعت ہے فرض ہم پہ خدا و رسول کی
عزتِ خدا کے ہاتھ ہے یا مصطفیٰ کے ہاتھ

بیٹھے ہیں آج ذوقِ توکل سے مطمئن
 جو پوچھتے تھے اپنا مقدر ، دکھا کے ہاتھ
 ہر سو ہیں اُن کے نقشِ کفِ پا حجاز میں
 اللہ نے کیا ، تو لگا لیں گے جا کے ہاتھ
 اُمید ہے ، دُعائے حضوری قبول ہو
 رُودادِ شوق بھیج تو دی ہے صبا کے ہاتھ
 مجھ کو ہے بس نصیرِ شفیعِ الوری کی دھن
 پھیریں گے میرے سر پہ وہی ، مسکرا کے ہاتھ



اُن کی نوازشات کا ہے میرے سر پہ ہاتھ
 کہتا ہوں رکھ کے میں درِ خیر البشر پہ ہاتھ
 میں طائرِ ریاضِ رسولِ انام ہوں
 صیاد کیا بڑھائے مرے بال و پر پہ ہاتھ
 اب منزلِ مراد سے پہلے نہیں قیام
 ذوقِ سفر نے ڈال دیے رہگزر پہ ہاتھ
 دیوانہ نبی کی عجب آن بان ہے
 سودا ہے سر میں ، دل میں تڑپ ہے ، جگر پہ ہاتھ
 اُن کی نظر پڑی تو دل زار اُچھل پڑا
 جیسے کسی نے رکھ دیا اک بے خبر پہ ہاتھ

سمجھو تو کس کے لطف نے بخشیں بصارتیں
 دیکھو تو کس کا ہے مرے ذوقِ نظر پہ ہاتھ
 اے ربِ کائنات! یہ ہے میری آرزو
 ہنگامِ نزع میرا ہو اُس سنگِ در پہ ہاتھ
 آپس کی رنجشوں میں اُلجھنا ہے گمراہی
 کرتا ہے کون صاف بھلا اپنے گھر پہ ہاتھ
 درکار ہے نصیر انہیں دولتِ بقا
 رکھتے نہیں ہیں اُن کے گدا سیم و زر پہ ہاتھ



لب وا کیے تھے رکھ کے محمد کے در پہ ہاتھ
 بے ساختہ دُعا نے بڑھائے اثر پہ ہاتھ
 پھیریں گے التفات سے وہ میرے سر پہ ہاتھ
 پہنچے گا جب بھی دامنِ خیر البشر پہ ہاتھ
 سوئے مدینہ لے کے چلا ہے وہ عرض داشت
 اللہ کے کرم کا رہے نامہ بر پہ ہاتھ
 اُن کی عنایتوں نے سفینہ بچا لیا
 اُن کے سوا ہے کون جو رکھے بھنور پہ ہاتھ؟
 فرطِ گناہ سے ہے گراں بار زندگی
 اے رحمتِ تمام! ذرا میرے سر پہ ہاتھ

دُنیا کا حُسن دے نہیں سکتا انہیں فریب
ہیں اُن کی چشمِ فیض کے اہلِ نظر پہ ہاتھ
بابِ رسول تک مری فریادِ ناتواں
پہنچی ہے رکھ کے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ
اُن کی نظیر کیا ، وہ عدیمِ النظر ہیں
اُن کے غلام رکھتے ہیں شمس و قمر پہ ہاتھ
کیا ڈر مجھے کہ سایہِ فگن ہیں نصیر آپ
ڈرتا ہے وہ ، کسی کا نہ ہو جس کے سر پہ ہاتھ



رکھتے نہیں ہیں جو درِ خیرِ البشر پہ ہاتھ
روئیں گے روزِ حشر وہی رکھ کے سر پہ ہاتھ
اس مصلحت سے نورِ ازل کو بشر کہا
اللہ کا ہے عظمتِ نوعِ بشر پہ ہاتھ
جز اُن کے گردِ راہِ بنی کس کی کہکشاں
پہنچے ہیں کس کے دامنِ شمس و قمر پہ ہاتھ
سدرہ پہ رُک گئے شبِ معراجِ جبریل
پرواز اُن کی رکھ نہ سکی بال و پر پہ ہاتھ
دیکھا جو اُن کے جلوۂ رُوئے صبح کو
بادِ صبا بڑھاتی ہے شمعِ سحر پہ ہاتھ

ہوتی نہ دلفریب یہ صورت جہان کی
ہوتے حضور کے نہ اگر بحر و بر پہ ہاتھ

بے ساختہ لبوں پہ جو نام اُن کا آگیا
رکھا حضور نے وہیں قلب و جگر پہ ہاتھ

منزل نے کارواں کو صدا دی کہ حوصلہ
تھک کر مسافروں نے جو رکھے کمر پہ ہاتھ

میں کیا نصیر اور مرے شعر کیا ، مگر
اللہ کی عطا سے ہے دوش ہنر پہ ہاتھ



ایسے مریض کا بھری دُنیا میں کیا علاج
جس پر نہ ہو نبی کی نظر وہ ہے لا علاج
دُنیا میں کبر ہے مرض از بس کہ لا علاج
ممکن ہوا نہ علم سے بوجہل کا علاج
بس اک جھلک ہی اُن کی ، مرے حق میں ہے شفا
کہتا ہے کون ، دردِ محبت ہے لا علاج
فرقت میں سر پکنے لگا پھر مریضِ عشق
اس کے علاوہ اور کوئی ہے ، نہ تھا علاج
دل کی جلن مٹا نہ سکیں گے یہ چارہ ساز
بے سود اس مرض میں ہے ہر اک دوا ، علاج

بیمارِ آرزوئے مدینہ کا ہے یہ حال
 اس کا کوئی نہیں ترے در کے سوا علاج
 دل چاہتا ہے گنبدِ خضریٰ ہو سامنے
 یاور نہ ہو نصیب تو پھر اس کا کیا علاج
 شوقِ سجود میں اسے پل بھر نہیں قرار
 اب ہے مری جبین کا درِ مصطفیٰ ، علاج
 اللہ نے کیا ہے عطا درِ دل نصیر
 خاکِ درِ رسول ہے بس آپ کا علاج



رسول کوئی کہاں شاہِ انبیا کی طرح
 مطاعِ خلق ہیں قرآن میں وہ خدا کی طرح
 پڑی ہے دل میں مرے عشقِ مصطفیٰ کی ”طرح“
 مہک رہا ہے مرا ہر نفسِ صبا کی طرح
 نہ تھا نہ ہے کوئی اُن سا نہ ہو سکے گا کبھی
 وہ اپنی ذات میں بے مثل ہیں خدا کی طرح
 کوئی کتاب کب اُمُّ الکتاب کی صورت
 کوئی نبی نہ ہوا سیدالورای کی طرح
 مرے غموں کا مداوا فقط حضوری ہے
 بہر نفس ہے یہ دُوری مجھے سزا کی طرح
 کوئی بشر نہ تری گردِ راہ کو پہنچا
 تمام عمر بھٹکتا رہا ہوا کی طرح
 تری نگاہ میں تھی عفو و درگزر کی جھلک
 عُدو سے آنکھ ملائی تو آشنا کی طرح

جگہ اگر ترے قدموں میں مجھ کو مل جاتی
 تو چومتا ترے نعلین، نقشِ پا کی طرح
 نبی کے روضے کی ہر صبح جالیاں چوموں
 اگر ملے تو مقدر ملے صبا کی طرح
 چمک اٹھا ترے جلووں سے دل کا آئینہ
 خیالِ غیر مٹا نقشِ مایوا کی طرح
 حضور! دخترِ تہذیبِ نو پہ، ایک نظر
 یہ سرِ برہنہ ہے، بانٹوئے بے ردا کی طرح
 نصیر کو بھی اجازت ملے خدا کے لیے
 پڑا رہے تری دہلیز پر گدا کی طرح



ہے اُن کی زمیں اور، فلک اور، سماں اور
 بے شک ہے محمد کے غلاموں کا جہاں، اور
 اُنھیں درِ طیبہ سے تو ہم جائیں کہاں اور
 ایسا نہ مکیں کوئی ملے گا، نہ مکاں اور
 سچ یہ ہے کہ یکساں نہیں دونوں کی بہاریں
 جنت کی فضا اور، مدینے کا سماں اور
 دنیا میں غلامی کا شرف بخش دیا ہے
 محشر میں نوازیں گے شہِ کون و مکاں، اور
 آواز کہاں فرش سے تا عرش گئی ہے
 واللہ، بلالِ حبشی کی ہے اذال اور

حسرت ہے مدینے میں پہنچ جانے کی مجھ کو
 مہلت مجھے اتنی سی تو دے عمر رواں اور
 اتنا تو کہوں گا کہ محمد کا ہوں بردہ
 محشر میں اگر کھل نہ سکی میری زباں ، اور
 دُوری سے مری جان سلگ اُٹھتی ہے جس دم
 ہوتے ہیں مرے دیدہ تر اشک فشاں اور
 مجھ کو ہے نصیر اُن کی شفاعت پہ بھروسہ
 جو اب ہیں ، وہی حشر میں ہوں گے نگراں اور



پائی گئی ہے دوش پہ جن کے ، ردائے خیر
 خلقِ عظیم وقف ہے اُن کا برائے خیر
 اُن کے نفسِ نفس کی ہے جنبش ، ہوائے خیر
 اُن کے عمل سے ہو گئی محکم ، بنائے خیر
 خیرالبشر کے دم سے مقدر بدل گئے
 جو خیر کے خلاف تھے ، وہ ہیں گدائے خیر
 ہے مصطفیٰ کا نور ، سکوں ریز و دیں پناہ
 ہاں ، کفرِ شر پسند ، اب اپنی منائے خیر
 ہم اُس نبی کے خیر سے ادنیٰ غلام ہیں
 جو ابتدائے خیر ہے ، جو انتہائے خیر
 رحمت کے بادلوں کو چلو میں لیے ہوئے
 چھانے لگی مدینے سے چل کر ہوائے خیر

ہر دم دُرود بھیج ! رسولِ انام پر
 اُن کی گلی میں جا ! کہ مقدّر میں آئے خیر
 خیرالبشر نے شر کو مٹایا کچھ اس طرح
 ہر گوشہ زمیں پہ رہے جم کے پائے خیر
 رحمت ہے خاص و عام پہ اُس بارگاہ میں
 پائیں گے ہر قدم پہ سب اپنے پرانے خیر
 ہر سو جو حادثوں کے شرارے نظر پڑے
 سب کہہ رہے ہیں اب کہ مدینہ ہے جائے خیر
 محشر میں سب تھے اُن کی شفاعت کے منتظر
 وہ آگئے حضور ، وہ اُبھرا لوائے خیر
 آفاق میں نہ کس لیے گونجے مری صدا
 میں بھی تو ہوں نصیر ! شریکِ دُعائے خیر



ہوگی بلند خیر سے اب عزّ و جاہِ خیر
 سر پر حضور آئے ہیں رکھ کر نگاہِ خیر
 خیرالبشر ہیں یوں کہ وہ ہیں بادشاہِ خیر
 شر کی پہنچ سے دُور ہے یہ بارگاہِ خیر
 صبحِ ازل ہیں آپ ، تو نورِ نگاہِ خیر
 انسان کی زبان پہ ہیں مہر و ماہِ خیر
 بُو جہل شورہ پُشت ، شریر اور شر مزاج
 شاہِ عرب ، امیرِ عمل ، خیر خواہِ خیر

بھٹکا ہوا تھا دیر سے انساں کا قافلہ
 خیرالوری نے اُس کو دکھائی ہے راہِ خیر
 پوچھو ، یہ کائنات کی بنجر زمین سے
 اک اک قدم پہ کس نے اُگائی گیاہِ خیر
 جب بھی دُعا کو ہاتھ اٹھیں ، اُن کا نام لے
 ہے ذاتِ پاکِ شاہِ اُمم ، دستگاہِ خیر
 سینے میں میرے عشقِ محمد ہے موجزن
 ہر شعر میری نعت کا ہے اک گواہِ خیر
 ہر ذرہ کہہ رہا ہے قدم بڑھ کے چوم لوں
 محشر میں آئیں جب بھی نظر ، بادشاہِ خیر
 خیرالوری کی دھوم ہے سارے جہان میں
 سردارِ انبیا ہیں ، تو ہیں سربراہِ خیر
 آنکھوں کی روشنی ہیں حَسَن بھی حُسین بھی
 اک امن کا امیں ہے ، تو ہے اک پناہِ خیر
 نسبت ہے اُن کے سلسلہ فقر سے نصیر
 آباد میرے دل میں ہے اک خانقاہِ خیر



میداں میں مانگتا تھا عُدو اپنے سر کی خیر
 شرِ مٹ گیا جہان سے، خیر البشر کی خیر
 اُس رُخ کے سامنے نہیں شمس و قمر کی خیر
 اہل نظر بھی مانگ رہے ہیں نظر کی خیر
 اُن کا کرم ہے میرے لیے عمر بھر کی خیر
 میں در بدر کبھی نہ پھرا، اُن کے در کی خیر
 سوئے حجاز مانگ پرواز ہوں پھر آج
 اے رحمتِ تمام! مرے بال و پد کی خیر
 بے تابیاں ادھر ہیں ادھر عالمِ حجاب
 ایسے میں اب کہاں دلو آشفته سر کی خیر
 آئے حضورِ پاک تو دنیا بدل گئی
 کافور کفر ہو گیا اس کز و فر کی خیر
 پھر مضطرب ہوں جلوۂ دیدار کے لیے
 تابِ نظر کی خیر ہو، ذوقِ نظر کی خیر
 اُن کے بغیر کچھ بھی نہیں کائنات میں
 اُن کے کرم سے فرش و فلک، بحر و بر کی خیر
 یکتا ہیں دونوں، عالمِ ناز و نیاز میں
 میری جبین کی خیر ہو، اُس سنگِ در کی خیر
 کچھ کم نہیں نصیر وہ شمر و یزید سے
 مطلوب ہو نہ جس کو محمد کے گھر کی خیر



ہر دم سرِ افلاک ہے خمِ آپ کی خاطر
 کونین ہیں یا شاہِ اُمم! آپ کی خاطر
 ہیں گرمِ سفرِ سوائے حرمِ آپ کی خاطر
 بیتاب ہیں سرِ تا بہ قدمِ آپ کی خاطر
 ہوتے نہ اگر آپ تو ہوتی نہ کوئی چیز
 سب کچھ ہے، وجود اور عدمِ آپ کی خاطر
 کیوں کر نہ انہیں اپنے کلیجے سے لگاؤں
 خوش آئے ہیں آزار و المِ آپ کی خاطر
 اب بھی جو گزر آپ کے کوچے میں نہ ہوگا
 دُنیا سے گزر جائیں گے ہم آپ کی خاطر
 چھینڈنا کوئی الطاف و کرم کا مرے دل پر
 بھڑکی ہے بہت آتشِ غمِ آپ کی خاطر
 میں آپ کا ہوں اور خدا ہے مرا والی
 ہیں اُس کے یہ سب ناز و نعمِ آپ کی خاطر
 جو چاہیے منوائے یا شاہِ دو عالم!
 اللہ کے ہیں لطف و کرمِ آپ کی خاطر
 رونق ہے زمانے میں حضورِ آپ کے دم سے
 یکجا ہیں عرب اور عجمِ آپ کی خاطر
 لکھے گا بعدِ شوق، نصیرِ آپ کی نعتیں
 اب سلسلہ جُباں ہے قلمِ آپ کی خاطر



دل ہوا روشن محمد کا سراپا دیکھ کر
 ہو گئیں پُر نور آنکھیں اُن کا جلوہ دیکھ کر
 دنگ ہے دنیا، عقیدت کا یہ نقشا دیکھ کر
 سجدہ کرتی ہے جبین نقشِ کفِ پا دیکھ کر
 شانِ محبوبِ خدا کا غیر ممکن ہے جواب
 کہ اٹھا سارا زمانہ، ساری دُنیا، دیکھ کر
 جھوم اٹھے گی آرزو، دل کی کلی کھل جائے گی
 مسکرا دیں گے جو مجھ کو میرے آقا، دیکھ کر
 صدقے ہو جانے کو پروانے سمٹ کر آگئے
 ہر طرف شمعِ رسالت کا اُجالا دیکھ کر
 یہ سلاطینِ زمانہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہیں
 دم بخود دنیا ہے شانِ شاہِ بطحا دیکھ کر
 لرزہ بر اندام ہیں ہر دور کے لات و منات
 کفر کی ظلمت ہے ترساں اُن کا جلوہ دیکھ کر
 کیا عجب مجھ پر کرم فرمائیں سلطانِ اُمم
 ذوقِ دل، ذوقِ وفا، ذوقِ تمنا دیکھ کر
 جا کے بطحا میں وہیں کا ہو کے رہنا تھا تجھے
 اے دلِ ناداں! پلٹ آیا یہاں کیا دیکھ کر
 ہے یہی منشا، یہی مقصد، یہی منزل بھی ہے
 اور کیا دیکھیں ترا نقشِ کفِ پا دیکھ کر
 میں وہ دیوانہ ہوں دربارِ محمد کا نصیر
 ہیں فرشتے وجد میں میرا تماشا دیکھ کر

خُونِ پانی ہو ، یہ اندازِ مگر ، پیدا کر
 صدفِ دل میں طرح دار گھر پیدا کر
 شوقِ دیدار میں کچھ حُسنِ اثر پیدا کر
 خود سمٹ آئے تجلی ، وہ نظر پیدا کر
 مانگ کر مہرِ رسالت سے ضیا کی خیرات
 اپنے ظلمتِ کدہ دل میں سحر پیدا کر
 بے خودی ، عشق ، وفا سوزِ طلب ، ذوقِ نیاز
 راہِ طیبہ کے لیے زادِ سفر پیدا کر
 دُور ، نزدیک کوئی چیز نہیں اُن کے لیے
 اک ذرا اپنی صداؤں میں اثر پیدا کر
 ہجرِ آقا میں بہیں اشک ، مگر حد میں رہیں
 کچھ نہ کچھ ضبط بھی اے دیدہ تر ! پیدا کر
 کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے محمد کی نماز
 جہمہ سائی کے جو لائق ہو ، وہ سر پیدا کر
 کہتے ہیں ، ٹوٹے ہوئے دل میں خدا رہتا ہے
 تُو بھی اِس کعبے کی دیوار میں در پیدا کر
 اُن کا جلوہ تو ہر اک شے سے ہے ظاہر باہر
 آنکھ اللہ نے دی ہے ، تو نظر پیدا کر
 پُرسشِ حال کو تشریف وہ لائیں گے ضرور
 سوزِ دل ، ذوقِ وفا ، دردِ جگر پیدا کر
 دیکھ اللہ کا گھر شوق سے پھر جا کے نصیر
 پہلے دل میں کسی انسان کے گھر پیدا کر

اللہ بڑا ، اُس کی رضا بھی ہے بڑی چیز
 لیکن شہِ بطحا سے وفا بھی ہے بڑی چیز
 بیمار کے حق میں یہ دوا بھی ہے بڑی چیز
 واللہ ! مدینے کی ہوا بھی ہے بڑی چیز
 اکسیر جو دل کی ہے ، تو ہے آنکھ کا سُرْمہ
 خاکِ درِ محبوبِ خدا بھی ہے بڑی چیز
 ہر چند خطا کار و گنہگار ہے ، لیکن
 مایوس نہ ہو ، اُن کی عطا بھی ہے بڑی چیز
 پہنچیں گی مدینے سے سرِ عرش دعائیں
 سازِ دلِ مضطر کی نوا بھی ہے بڑی چیز
 وارفتگی شوق میں لے نامِ محمد
 درِ اصلِ محبت کی صدا بھی ہے بڑی چیز
 کہتے تھے یہ آپس میں فرشتے شبِ معراج
 امشب سفرِ شاہِ ہدای بھی ہے بڑی چیز
 اک رُعب سا اُس کا ہے سلاطینِ جہاں پر
 سرکار کے کوچے کا گدا بھی ہے بڑی چیز
 اک طرفہ قیامت ہے نصیر اُن سے جدائی
 اُلفت ہو تو فُرقت کی سزا بھی ہے بڑی چیز



حاصلِ زیست ہے اُس نُورِ شہاں کی تلاش
 چشمِ مشتاق کو ہے جلوہٴ کامل کی تلاش
 گرمیِ دشتِ عرب امرِ مُسلم ، لیکن
 اتنی آساں بھی نہیں صاحبِ محفل کی تلاش
 جس نے گلِ محفلِ عالم کو اُجالا بخشا
 آج پھر ہے اُسی زینتِ وہِ محفل کی تلاش
 مل سکا کفر کی ظلمات میں کب نُورِ خدا
 حق کہاں اور کہاں دیدہٴ باطل کی تلاش
 آپ کی موجِ کرم کا وہ سہارا ڈھونڈے
 جس سفینے کو ہو طوفان میں ساحل کی تلاش
 دامنِ سیدِ ابرار سے وابستہ ہوں
 نہ شفاعت کا مجھے غم ، نہ وسائل کی تلاش
 وہی محشر میں بھی اُمت کا سہارا ہو گا
 کام آئے گی اُسی رحمتِ کامل کی تلاش
 جذبہٴ شوق میں بہکے ہوئے پڑتے ہیں قدم
 کھوئے دیتی ہے مجھے راہ میں منزل کی تلاش
 مشعلِ راہ بنا لے وہ تری سیرت کو
 جس کسی کو ہو کسی رہبرِ کامل کی تلاش
 حاضری اُس درِ دُربار کی مشکل ہی سہی
 جانِ دینی ہو تو آسان ہے مشکل کی تلاش
 آگیا ہوں درِ مولائے دو عالم پہ نصیر
 للہ الحمد کہ ہے پیشِ نظر دل کی تلاش

یوں نگاہوں نے کیا گنبدِ محضری کا طواف
 روشنی کرتی ہے جیسے مہ و اختر کا طواف
 مدحتِ شاہ کی خوشبو کہیں پالے شاید
 چاندنی کرتی ہے اس شوق میں گھر گھر کا طواف
 اُن کا بیمار ہوں، جو سب کے مسیحا ٹھہرے
 اے اجل! سوچ سمجھ کر مرے بستر کا طواف
 منہ کے بل لات و ہنبل گر پڑے اُن کے آگے
 ختم کعبے میں ہے ترشے ہوئے پتھر کا طواف
 خیر سے اُن کی گزر گاہ میں ہے گھر میرا
 چاندنی کیوں نہ کرے آ کے مرے گھر کا طواف
 اُس کو عقبیٰ میں ہے جنت کی بشارت برحق
 جس کو دنیا میں میسر ہو ترے در کا طواف
 آ ہی پہنچے گا درِ یار پہ گرتے پڑتے
 جس کی تقدیر میں ہے کوچہٴ دلبر کا طواف
 کون چاہے گا سرِ حشر نہ اپنی بخشش
 کیوں نگاہیں نہ کریں شافعِ محشر کا طواف
 حاضری در پہ بھی ہو، محورِ دل بھی وہ رہیں
 ایک باہر کی زیارت ہے، اک اندر کا طواف
 کعبہٴ فقر و غنا اہل جہاں میں ہے نصیر
 آ کے سلطان کریں اُن کے گدا گر کا طواف



میں ، اور مجھ کو اور کسی دلربا سے عشق؟
 خیرالوری سے عشق ہے خیرالوری سے عشق
 دُنیا کی مجھ کو چاہ نہ اُس کی ادا سے عشق
 دونوں جہاں میں بس ہے مجھے مصطفیٰ سے عشق
 وہ آخرت کی راہ کو ہموار کر چلا
 جس کو بھی ہو گیا ہے شہِ انبیا سے عشق
 کچھ اور مجھ کو کام نہیں اِس جہان میں
 اپنے نبی سے عشق ہے ، اپنے خدا سے عشق
 دُنیا کی دوستی تو زیاں ہے ، فریب ہے
 اسلام میں روا نہیں اِس بے وفا سے عشق
 سر میں سرور ، آنکھوں میں ٹھنڈک ہے ، دل میں کیف
 جب سے ہوا دیارِ نبی کی ہوا سے عشق
 دیوانہ رسول و علی و حسین کو
 طیبہ کی دُھن ، نجف کی لگن ، کربلا سے عشق
 معراجِ بندگی کی تمنا میں رات دن
 میری جبین ہے اور درِ مصطفیٰ سے عشق
 پہلے نبی کے عشق میں مدہوش ہو نصیر
 پھر یہ کہے کوئی کہ مجھے ہے خدا سے عشق



بسے ہوئے ہیں نگاہوں میں بام و دراب تک
 متاعِ چشمِ مدینے کا ہے سفر اب تک
 رسولِ حق کی نہ شاید ہوئی نظر اب تک
 بھٹک رہا ہے جو کوئی ادھر ادھر اب تک
 نصیب ہو نہ سکی جس کو مصطفیٰ کی ضیا
 نظر میں اُس کی ہے تاریک ہر سحر اب تک
 جو دیکھ آیا ہوں اُن کے درِ معلّے پر
 وہی سماں ہے نگاہوں میں جلوہ گر اب تک
 وہ بارگاہ، وہ جلوے، وہ نورِ ذات و صفات
 ہے دل کو وجد، تو حیرت میں ہے نظر اب تک
 ذرا سی دیر بھی ٹھہرا جہاں وہ جانِ جہاں
 مہک رہا ہے خدا کی قسم، وہ گھر اب تک
 خدا کے بعد رسولِ خدا ہیں دل کی مراد
 نظر پڑا نہ کوئی ایسا چارہ گر اب تک
 جسے لگاؤ نہیں اُن کی ذاتِ عالی سے
 وہ بد نصیب، خدا سے ہے بے خبر اب تک
 ملی جو ہجر میں اُن کے، ہمارے آنسو کو
 وہ آبِ پا نہ سکا کوئی بھی گھر اب تک
 نصیر! ڈھونڈتا پھرتا ہے دل دیارِ حجاز
 وہی مقام ہے دنیا میں معتبر اب تک



ہوں گی مقبول حضوری کی دُعا میں کب تک
 دیکھے مجھ کو مدینے وہ بلا میں کب تک
 دیکھنا یہ ہے کہ وہ سامنے آئیں کب تک
 جلوۂ ہوش رُبا ہم کو دکھائیں کب تک
 جذبِ دل! اب تو مجھے سوئے مدینہ لے چل
 میں بھگتتا رہوں فرقت کی سزائیں کب تک
 گریہ عشقِ محمد بھی سکوں سماں ہے
 اُن کی مرضی ہے کہ وہ مجھ کو رُلائیں کب تک
 یا نبی! گھر کے جو آئی ہیں چمن پر میرے
 کھل کے برسیں گی وہ رحمت کی گھٹائیں کب تک
 جانے کب پہنچے مدینے میں ہماری آواز
 داد، فریاد کی، سرکار سے پائیں کب تک
 اپنا بس تو نہیں تقدیر پہ لیکن، آقا!
 تابہ کے رنج سہیں، ٹھوکریں کھائیں کب تک
 کون سُنتا ہے بہ جُز آپ کے فریاد اپنی
 سرگزشت اپنی زمانے کو سنائیں کب تک
 کب مدینے سے طلب ہو، کسے معلوم نصیر
 کیا خبر اُن کے درِ ناز پہ جائیں کب تک



دل دیوانہ چشمِ معتبر رکھ
 جمالِ مصطفیٰ پیشِ نظر رکھ
 سفرِ درپیش ہے زادِ سفر رکھ
 نظر میں جلوۂ خیرالبشر رکھ
 جہاں سرکار کا نقشِ قدم ہو
 وہاں با صد عقیدت اپنا سر رکھ
 مدینہِ آخری منزل ہو تیری
 یہ حسرت اپنے دل میں عمر بھر رکھ
 وہ جس سے خوش، خدا بھی اُس سے ہے خوش
 کوئی اُن کی خوشی کا کام کر رکھ
 قدمِ راہِ محمد میں نہ بہکیں
 خدا کو یاد کر، اپنی خبر رکھ
 قیامت میں کبھی رُسوا نہ ہوگا
 محمد کی شفاعت پر نظر رکھ
 اگر درکار ہے معراجِ ہستی
 محمد مصطفیٰ کے در پہ سر رکھ
 مدینے کی ضیا باری ہو جن میں
 نگاہوں میں وہ انوارِ سحر رکھ
 مبارک، گریہ، عشقِ محمد
 غمِ آقا میں اپنی آنکھ تر رکھ
 نصیر! اپنی حیاتِ مختصر میں
 نبی کا تذکرہ آٹھوں پہر رکھ

اب تنگیِ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ!
 ہیں آج وہ مائل بہ عطا اور بھی کچھ مانگ!
 ہیں وہ مُتَوَجِّہ ، تو دُعا اور بھی کچھ مانگ!
 جو کچھ تجھے ملنا تھا ملا ، اور بھی کچھ مانگ!
 ہر چند کہ مولا نے بھرا ہے ترا کشتول
 کم ظرف نہ بن ہاتھ بڑھا ، اور بھی کچھ مانگ!
 چھو کر ابھی آئی ہے سر زلفِ محمد
 کیا چاہیے اے بادِ صبا اور بھی کچھ مانگ!
 یا سرورِ دیں ، شاہِ عرب ، رحمتِ عالم
 دے کر تیرے دل سے یہ صدا اور بھی کچھ مانگ!
 سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
 جو مانگ لیا ، مانگ لیا ، اور بھی کچھ مانگ!
 جن لوگوں کو یہ شک ہے کرم اُن کا ہے محدود
 اُن لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ!
 اُس در پہ یہ انجام ہوا حُسنِ طلب کا
 جھولی مری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ!
 سُلطانِ مدینہ کی زیارت کی دُعا کر
 جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ!

دے سکتے ہیں کیا کچھ کہ وہ کچھ دے نہیں سکتے
 یہ بحث نہ کر، ہوش میں آ اور بھی کچھ مانگ!
 مانا کہ اسی در سے غنی ہو کے اٹھا ہے
 پھر بھی درِ سرکار پہ جا اور بھی کچھ مانگ!
 پہنچا ہے جو اُس در پہ تو رہ رہ کے نصیر آج
 آواز پہ آواز لگا! اور بھی کچھ مانگ!



تمہارے در پہ پہنچنے کو بے قرار ہیں لوگ
 تمہارے صدقے ہیں، قربان ہیں، نثار ہیں لوگ
 تمہیں ہو آئیہ رحمت، تمہیں ہو حاصل دیں
 تمہارے سائے میں آسودہ بے شمار ہیں لوگ
 تمہاری ایک توجہ سے پار ہے بیڑا
 یہ اور بات کہ بے حد گناہگار ہیں لوگ
 اب اپنے در کے گداؤں کی جھولیاں بھر دو
 کرم کی بھیک ملے، مَحْوِ انتظار ہیں لوگ
 تمہارا حُسن ہے آئینہٴ جمالِ خدا
 برائے دید بہر حال بیقرار ہیں لوگ
 ہے اسمِ پاک تمہارا کلیدِ قفلِ مراد
 اس ایک نام کے صدقے میں کامگار ہیں لوگ
 تمہارے در پہ گزرتے ہیں روز و شب جن کے
 شگفتگی میں وہی تو سدا بہار ہیں لوگ

تمہارے نام پہ جو مَرِ مٹیں، وہ غنچہ و گل
 جو یہ نہیں تو نگاہِ چمن میں خار ہیں لوگ
 خدائی بھر میں ہے اُن کے جمال کا شہرہ
 تمہیں نصیر نہیں اور بھی غار ہیں لوگ



یہ عشقِ مصطفیٰ میں خود آرائی خیال
 موجود اُن سے اس کا تعلق اگر رہے
 بڑھ بڑھ کے سر زمینِ مدینہ کو چوم لے
 ویران ہو چلا تھا مرا ذہنِ نارسا
 عرفانِ سرِّ ذات کہاں اور یہ کہاں
 ابھرا تھا اُن کے نقشِ کفِ پا کو چومنے
 اُن کے خیال میں نہ کسی کو شریک کر
 وہ بارگاہِ 'عرشِ نشاں' ہم زمیں نشیں
 سقراط، علم و فکر کی لیتا ہے اُس سے بھیک
 داناۓ راز ہے ترا سودائی خیال

ہے تیرا ذہن اُن کے تصوّر سے مفتخر

تجھ کو نصیر مل گئی دارائی خیال



اُن کا تصوّر اور یہ رعنائی خیال
 دل اور ذہن مجھ پزیرائی خیال
 مرکز ہوں اک وہی مرے ذوقِ خیال کے
 یکتا ہیں وہ ، تو چاہیے یکتائی خیال
 ممکن نہیں کہ وصف بیاں اُن کے ہو سکیں
 محدود کس قدر ہے یہ پہنائی خیال
 بے حرف و صوت بھی یہاں ممکن ہے التجا
 کافی ہے عرضِ حال کو گویائی خیال
 ہر ذرہ بارگاہِ نبی کا ، چراغِ ذہن
 خاکِ مدینہ ، سرمہٗ بینائی خیال
 بے جان اپنی سوچ ہے ، بے رُوح اپنا ذوق
 درکار ہے ہمیں بھی مسحائی خیال
 ملتی ہے صرف اُن کی توجّہ کے نور سے
 تنہائیوں میں انجمنِ آرائی خیال
 اُن کے بغیر رنگ نہ ہو کائنات میں
 ہے اُن کے دم سے زینت و زیبائی خیال
 اوروں کے در پہ جانے کا سوچوں میں کیوں نصیر
 مجھ کو نہیں قبول یہ رسوائی خیال



جسے مقامِ رسولِ خدا نہیں معلوم
اُسے خود اپنی حقیقت ذرا نہیں معلوم
درِ حبیب پہ کیا کچھ ہوا ، نہیں معلوم
اثر کا علم ہے ، لیکن دُعا نہیں معلوم
بجز مدینہ کہیں کا پتا نہیں معلوم
نبی کے بعد ، کوئی دوسرا نہیں معلوم
جمالِ چہرہ احمد پہ ہیں ثار آنکھیں
نظر کو اور کوئی آئے نہیں معلوم
پہنچ سکے گا نہ معراجِ مصطفیٰ کو شعور
کہاں غُروج کی ہے انتہا ، نہیں معلوم
پکارتے ہیں انہیں بے قرار ہو ہو کر
سُنیں گے کب وہ ہماری صدا ، نہیں معلوم
نہ جانے کب وہ درِ پاک پر بُلائیں ہمیں
قبول کب ہو ہماری دُعا ، نہیں معلوم
ممک ہے نور ہے ، تقدیس ہے ، تکلیف ہے
کہاں سے آئی ہے چل کر صبا ، نہیں معلوم
نصیر کہتی ہے یہ آیتِ وَعَلَّمَكَ
وہ ہیں علیم و خبیر ، اُن کو کیا نہیں معلوم

1۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (سورۃ النساء۔ آیت نمبر 113)
ترجمہ: اور اُس نے علم سکھایا تجھے ہر اُس بات کا جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

بے اجازت اُس طرف نظریں اٹھا سکتا ہے کون
 وہ نہ بلوائیں تو اُن کے در پہ جاسکتا ہے کون
 خالقِ کُل، مالکِ کُل، رازقِ کُل ہے وہی
 یہ حقائق جزِ شہِ بطحی بتا سکتا ہے کون
 اک اشارے سے فلک پر چاند دو ٹکڑے ہوا
 معجزہ یہ کون دیکھے گا؟ دکھا سکتا ہے کون
 کس کی جرأت ہے نظر بھر کر اُدھر کو دیکھ لے
 دیدہ وَر ہو کر بھی تابِ دید لاسکتا ہے کون
 ہم نے دیکھا ہے جمالِ بارگاہِ مصطفیٰ
 ہم سے اِس دُنیا میں اب آنکھیں ملا سکتا ہے کون
 نام لیوا اُن کا ہے اور جِ فلک تک باریاب
 کوئی یوں اُبھرے تو پھر اُس کو دبا سکتا ہے کون
 اللہ اللہ! عیدِ میلادِ نبی کا غلغلہ
 اِس شرفِ اِس شان سے دُنیا میں آسکتا ہے کون
 بارگاہِ مصطفیٰ میں یہ صحابہ کا ہجوم
 اتنے تابندہ ستارے یوں سجا سکتا ہے کون
 جن کو دُنیا میں نہیں اُن کی شفاعت پر یقیں
 حشر میں اُن کو جہنم سے بچا سکتا ہے کون
 دارِ فانی میں محبتِ اُن کی ہے وجہِ بقا
 جو نصیرِ اُن پر مٹا، اُس کو مٹا سکتا ہے کون



زمین ، چاند ، ستارے ، سلام کہتے ہیں
 سلام کہتے ہیں ، سارے سلام کہتے ہیں
 یَم حیات کے دھارے سلام کہتے ہیں
 سمندروں کے کنارے سلام کہتے ہیں
 نظر نظر ہے تمہارے جمال پر قرباں
 نظر نظر کے اشارے سلام کہتے ہیں
 جنہوں نے نام لیا اُن کا ، موجِ طوفاں میں
 وہ سب پہنچ کے کنارے ، سلام کہتے ہیں
 نہیں ہے نزع میں جن کو کلام پر قدرت
 وہ سانس ہی کے سہارے سلام کہتے ہیں
 وہ ہیں رسول ، کہ اُن پر ثارِ بحرِ رواں
 وہ ناخدا ہیں ، کہ دھارے سلام کہتے ہیں
 یہ کس کا نورِ نظر آرہا ہے دریا میں
 حجابِ سر کو اُبھارے ، سلام کہتے ہیں
 نصیر! نام جب آتا ہے اُن کا ہونٹوں پر
 دُرود پڑھتے ہیں ، سارے سلام کہتے ہیں



خبر نہیں یہ کہاں ہوں، کدھر ہوں، کیا ہوں میں
 فدائے جلوۂ سلطانِ انبیا ہوں میں
 نبی کی راہِ محبت میں گم ہوا ہوں میں
 ہر اہلِ دل کے لیے منزلِ وفا ہوں میں
 اب اس کے بعد کہاں عرضِ مدعا کی ہوس
 رہے نصیب، درِ شاہ پر کھڑا ہوں میں
 مجھے تمازتِ خورشیدِ حشر کا کیا ڈر
 کہ زیرِ سایہٴ دامانِ مصطفیٰ ہوں میں
 کہاں یہ خاک کا ذرہ، کہاں وہ نورِ خدا
 بشر کوں نہ کہوں اُن کو، سوچتا ہوں میں
 مجھے بھی بادِ صبا اُس طرف اڑا لے چل
 غبارِ بن کے سرِ رہگزر پڑا ہوں میں
 دُورِ شوق ہے پھر دل میں موجزن میرے
 اگرچہ اُن کے درِ پاک پر گیا ہوں میں
 ازل سے اُن کی تجلی مری نگاہ میں ہے
 یہ جانتا ہوں کہ ”بس اُن کو جانتا ہوں میں“
 ہمیشہ فضلِ خدا سے نصیب ہوتی ہے
 جو چیز اُن کے وسیلے سے مانگتا ہوں میں
 نصیر! اُن کی عنایت ہے دم بہ دم مجھ پر
 نوازتے ہیں وہی مجھ کو، ورنہ کیا ہوں میں



عرب کا مہ لقا ہے اور میں ہوں
 جمالِ مصطفیٰ ہے اور میں ہوں
 یہی صبح و مساء ہے اور میں ہوں
 محمد ہیں ' خدا ہے ' اور میں ہوں
 ہے اُن سے نامہ و پیغام ہر دم
 مدینہ ہے ' صبا ہے ' اور میں ہوں
 غلام اُن کا ہوں جو آقا ہیں سب کے
 مرا بختِ رسا ہے اور میں ہوں
 میسر ہے مجھے کیفِ حضوری
 درِ خیرالواری ہے اور میں ہوں
 پہنچ جاؤں کسی صورتِ مدینے
 یہی اک مدعا ہے اور میں ہوں
 وہی روزِ جزا ہیں میرے حامی
 بس اُن کا آسرا ہے اور میں ہوں
 عنایت ہو شہِ بطحا کی مجھ پر
 زباں پر یہ دُعا ہے اور میں ہوں
 ہر اک دھڑکن میں ہے نامِ محمد
 مرے دل کی صدا ہے اور میں ہوں
 رسولُ اللہ مجھ پر مہرباں ہیں
 نصیر! اُن کی عطا ہے اور میں ہوں

ہم سے نہ یہ پوچھے کوئی، کیا دیکھ رہے ہیں
 طیبہ ہی میں جنت کی فضا دیکھ رہے ہیں
 اُس روضۂ اطہر کی ضیا دیکھ رہے ہیں
 تقدیر کو کس درجہ رسا دیکھ رہے ہیں
 اب دیکھیے کس وقت توجہ کی نظر ہو
 مدت سے ادھر اہل وفا دیکھ رہے ہیں
 اللہ و محمد کی رضا چاہیے ہم کو
 اللہ و محمد کی رضا دیکھ رہے ہیں
 دل وجد میں ہے، نور میں ڈوبی ہوئی آنکھیں
 خوش ہیں، ترا نقش کف پا دیکھ رہے ہیں
 کیا حالِ دل زار کہوں اپنی زباں سے
 جو کچھ بھی ہے محبوبِ خدا، دیکھ رہے ہیں
 فرقت کی اذیت سے ہے جان اپنی لبوں پر
 کب آتی ہے پرش کو قضا، دیکھ رہے ہیں
 شاید کہ مدینے سے بلاوا کوئی آئے
 مدت سے تری راہ صبا! دیکھ رہے ہیں
 ذکر اُن کا ہے محفل میں، وہ ہیں زینتِ محفل
 ہم سامنے اُن کو بخدا دیکھ رہے ہیں
 کس شے سے نصیر اُن کی تجلی نہیں ظاہر
 ہر سو انہیں ہم جلوہ نما دیکھ رہے ہیں



تصوّر میں انہیں ہم جلوہ ساماں دیکھ لیتے ہیں
 محمد مصطفیٰ کا رُوئے تاباں دیکھ لیتے ہیں
 نگاہِ عشق سے وہ حُسنِ پنہاں دیکھ لیتے ہیں
 نبی کے رُوپ میں ہم شانِ یزداں دیکھ لیتے ہیں
 سفر ہو یا حضر، مدّ نظر ہے گنبدِ محضری
 جمالِ مصطفیٰ تا حدّ امکان دیکھ لیتے ہیں
 نظر اٹھتی نہیں ہے مصحفِ رُوئے محمد سے
 بیاضِ نور میں تفسیرِ قرآن دیکھ لیتے ہیں
 نظر پڑ جائے شاہِ انبیا کی جن گداؤں پر
 وہ اپنے زیرِ پا تختِ سلیمان دیکھ لیتے ہیں
 طوافِ گنبدِ محضری کا جس دم دھیان آجائے
 ہم اُس دم وجد میں اپنے دل و جاں دیکھ لیتے ہیں
 تعلق جن کا ہو جاتا ہے نورِ مصطفائی سے
 دلوں میں اپنے روشن شمعِ ایماں دیکھ لیتے ہیں
 نصیر! اُس آستاں پر جو پہنچ جاتے ہیں قسمت سے
 اسی عالم میں وہ بخشش کا ساماں دیکھ لیتے ہیں



خورشید سے کچھ کم نہیں وہ چشمِ بشر میں
 ذرے جو نظر آئے مدینے کے سفر میں
 اللہ رے اشکِ غمِ احمد کی یہ جھلمل
 مہتاب جھلکتے ہیں مرے دیدہ تر میں
 کیا مجھ کو بُھا سکتے ہیں گردوں کے ستارے
 ہر ذرہ مدینے کی زمیں کا ہے نظر میں
 بخشی ہے جو قدرت نے مرے اشکِ وفا کو
 وہ آبِ کہاں ہے کسی تابندہ گُتر میں
 یہ بات ' یہ انداز کہاں اُن کو میسر
 کب ہے دلِ مضطر کی ادا برق و شرر میں
 جو شے ہے تصدق ہے وہ محبوبِ خدا پر
 کونین ہیں سرکارِ دو عالم کے اثر میں
 سُنان ہے ' ویران ہے دُوری سے مرا دل
 جلوں سے چراغاں ہو کسی دن مرے گھر میں
 آنکھوں میں سمائے ہیں مدینے کے مناظر
 آجائیں گے ہم بھی شہِ بطحا کی نظر میں
 دیوانہ و بیتاب ہوں ایسا کہ نصیر اب
 ہر وقت مدینے کا ہے سودا مرے سر میں

دَم بہ دَم بر ملا چاہتا ہوں عشقِ خیرالوری چاہتا ہوں
 حشر میں آسرا چاہتا ہوں دامنِ مصطفیٰ چاہتا ہوں
 جگمگانے کو اپنا مقدر نُورِ غارِ حرا چاہتا ہوں
 ہر نفسِ ذکرِ شاہِ اُمم سے دردِ دل کی دوا چاہتا ہوں
 جان و دل کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اُن کو اِن سے سوا چاہتا ہوں
 آ گیا مصطفیٰ کی گلی میں کیا کہوں اور کیا چاہتا ہوں
 جن کی طاعت ہے طاعتِ خدا کی اُن کی ہر دَم رضا چاہتا ہوں
 کم نہیں عشقِ شاہِ مدینہ پھر بھی میں انتہا چاہتا ہوں

کھینچتی ہے ہوائے مدینہ
 میں نصیر اب اڑا چاہتا ہوں



جدا ہوا مری آنکھوں سے اُن کا نور کہاں
 دل و نگاہ سے جلوے نبی کے دُور کہاں
 نگارِ عرش کہاں ہے کلیمِ طُور کہاں
 پہنچ گئے شبِ اسری مرے حضور کہاں
 جو چشمِ ساقی کوثر سے فیضِ یاب نہیں
 نصیب ہے اُسے جامِ مئے طہُور کہاں
 ہزار رشک ہیں جنت کو ارضِ طیبہ پر
 یہ انبساط، یہ تسکین، یہ سرور کہاں
 جسے نصیب ہوئی دیدِ روضہ اطہر
 رسولِ پاک کی رحمت سے ہے وہ دُور کہاں

نگاہِ وادیِ ایمن میں کیوں بھٹکتی پھرے
 کہاں مدینے کا عالم، جہانِ طور کہاں
 یہ کہہ کے حشر میں ہر اُمتی پکارے گا
 مرے حضور کہاں ہیں، مرے حضور کہاں
 یہاں ہے جسم، مگر رُوح ہے وہاں میری
 نظر سے دُور مدینہ ہے، دل سے دُور کہاں
 دُعا یہ کی ہے کہ اُس دَر پہ پھر رسائی ہو
 لرز رہا ہوں یہ عاصی کہاں، حضور کہاں
 وہ ذات، زینتِ افلاک و صبحِ گاہِ ازل
 کہاں کا نُور تھا، لیکن ہوا ظہور کہاں
 نصیر! اُن کے تصور سے دل کو روشن کر
 تری نگاہ کو تابِ شعاعِ نور کہاں



میں کہاں، وہ سرزمینِ شاہِ بحر و بر کہاں
 اُن کے نقشِ پا پہ سجدہ کر سکے وہ سر کہاں
 اس سے بہتر، اس سے برتر، اس سے بڑھ چڑھ کر کہاں
 درباری میں جوابِ گنبدِ اخضر کہاں
 آگئی ہے یاد اُن کی، لے اُڑا ہے جذبِ شوق
 اب ٹھہر سکتا ہے پہلو میں دلِ مضطر کہاں
 ہو چراغاںِ لاکھ، لیکن ظلمتیں مٹی نہیں
 اُن کا جلوہ ہی نہ ہو جس میں، وہ روشن گھر کہاں

چاہتا ہوں، زندگی گزرے دیارِ پاک میں
 شوقِ وارفتہ سہی، ایسا مقدر پر کہاں
 یا محمد کہہ کے، عاصی حشر میں چپ ہو گئے
 گفتگو کی تاب، پیشِ داویر محشر کہاں
 اُن کی الفت میں نہیں گنجائشِ چون و چرا
 کفر ہے اس راہ میں کب، کیسے کیا، کیوں کر کہاں
 راہِ عشقِ مصطفیٰ میں ذوق ہے زادِ سفر
 رہروں کے پاس کوئی بوریہ، بستر، کہاں
 طائرِ دل سُوئے عصیاں لاکھ پر مارے، مگر
 دامِ رحمت سے بھلا یہ جائے گا بچ کر کہاں
 سنگِ اسود ہے نصیر اپنی جگہ اپنا جواب
 زمیئتِ دیوارِ کعبہ یوں کوئی پتھر کہاں



وہ دن بھی آئیں گے، ہوگی بسرِ مدینے میں
 ہمارے گزریں گے شام و سحرِ مدینے میں
 دُعائے دل کے لیے ہے اثرِ مدینے میں
 ہمارے درد کا ہے چارہ گرِ مدینے میں
 نہیں کہاں پہ خدا و رسول کے جلوے
 ادھر تو مکے میں ہیں اور ادھر مدینے میں
 گھلے نصیب ہمارا بھی مثلِ بادِ صبا
 رسائی روز ہو وقتِ سحرِ مدینے میں

کسی دیار کی جانب بس اب نہ اٹھے گی
 ٹھہر گئی ہے ہماری نظر مدینے میں
 درِ رسول پہ جاؤں، وہیں کا ہو جاؤں
 یہ چاہتا ہوں، رہوں عمر بھر مدینے میں
 دل و نگاہ میں اب تک ہے ایک کیف و سرور
 سکون کے تھے وہ آٹھوں پتر مدینے میں
 یہ آرزو تھی کہ یوں زندگی بسر کرتے
 شب اپنی مکہ میں ہوتی، سحر مدینے میں
 محب، حبیب سے ہر گز جدا نہیں ہوتا
 خدائے پاک ہے خود جلوہ گر مدینے میں
 نصیر! نقشِ کفِ پائے مصطفیٰ کے سبب
 تمام ذرے ہیں لعل و گہر مدینے میں



راستے صاف بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اہلِ دل گیت یہ گاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 آنکھ رہ رہ کے اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 کہکشاں، راہِ گز، چاند، ستارے، ذرے
 سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اپنے شہکار پہ خلاقِ دو عالم کو ہے ناز
 انبیا جھومتے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

اہل ایمان کے لبوں پر ہے دُرود اور سلام
 یومِ میلاد مناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 دل کو جلوں کی طلب، آنکھ کو طیبہ کی لگن
 دیکھیے مجھ کو ہلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اُن کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے
 پھول شاخوں کو ہلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 بول بالا ہوا حق کا تو بتانِ باطل
 خانہ کعبہ سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 رہنمائی میں نظر آنے لگے ہر سو جلوے
 ذرے رہ رہ کے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 مرحبا، صلّ علی کی ہیں صدائیں لب پر
 لوگ صدقے ہوئے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اُن کے جلووں سے نکھرنے لگی دل کی رونق
 میری تقدیر جگاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 چاند تاروں میں نصیر آج بڑی ہلچل ہے
 یہی آثار بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں



خدا کے فضل کا اک شاہکار ہم بھی ہیں
 گدائے سیدِ عالی وقار، ہم بھی ہیں
 ازل سے جو تماشاۓ یار ہم بھی ہیں
 جمالِ شاہِ اُمم پر ثار ہم بھی ہیں

ضیائے ماہِ عرب سے ہے اپنا دل روشن
 چراغِ طور کے آئینہ دار ہم بھی ہیں
 زمانہ طالبِ خیراتِ لطف ہے اُن سے
 پُکار اے دلِ مضطر پُکار! ”ہم بھی ہیں“
 بہ حق چادرِ زہرا ادھر بھی ایک نظر
 غبارِ راہ میں اے شہسوار! ہم بھی ہیں
 اِس ایک بات پہ ہے فخر ہم فقیروں کو
 کہ اُن کے اُمّتیوں میں شمار ہم بھی ہیں
 حضور! ہم کو بھی بلوایئے مدینے میں
 لیے ہوئے دلِ بے اختیار ہم بھی ہیں
 یہ کس کریم کا در ہے، شانِ وقت، جہاں
 پُکارتے ہیں کہ اُمیدوار ہم بھی ہیں
 ہمارا دھیان بھی طیبہ کے قافلے والو!
 رواں دواں پسِ گرد و غبار ہم بھی ہیں
 نظر جو اُن کی ہوئی ہم خزاں نصیبوں پر
 تو پھر کہیں گے کہ رشکِ بہار ہم بھی ہیں

ہمیں بھی آپ سے اُمید ہے شفاعت کی
اٹھائے سر پہ گناہوں کا بار ہم بھی ہیں
صبا سے کہہ دو کہ جالی کو پھونکنے کے لیے
بس ایک تُو ہی نہیں بے قرار ، ہم بھی ہیں
جو پُل صراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
تو پھر نصیر سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں



پیش خیمہ ہیں تلاطم کا یہ دو چار آنسو
حشر ڈھائیں گے بہ یادِ شہ ابرار آنسو
میری آنکھوں میں مچلتے نہیں بے کار آنسو
داستاں ہجر نبی کی ہیں یہی چار آنسو
رحم فرمائیں گے ان سب پہ شفیع محشر
جب ندامت سے بہائیں گے گنہگار ، آنسو
ضبطِ گریہ سے زیارت کا گھلے گا منظر
دم دیدار بنے جاتے ہیں دیوار ، آنسو
رُوئے محبوبِ خدا کی جو مجھے یاد آئی
چمکے آنکھوں میں برنگِ دُرِ شہوار ، آنسو
ہم غریبوں کی یہی نذر ، یہی سرمایہ
پیش کر دیں گے پہنچ کر سرِ دربار ، آنسو
احترامِ غم سرکار کے زنجیری ہیں
حلقہٴ چشم میں رہتے ہیں گرفتار آنسو

سوزِ فرقت سے سلگ اٹھتی ہیں آنکھیں میری
 شدتِ غم سے نہ ہو جائیں شرر بار آنسو
 دیکھے عشقِ محمدؐ میں گریباں کی بہار
 کھینچتے رہتے ہیں کیا کیا ”خطِ گلزار“ آنسو
 اپنے دامن میں سمیٹیں گے فرشتے اُن کو
 میری آنکھوں سے بہے جو پئے سرکار آنسو

یہ بھی ہے عرضِ تمنا کا اک اندازِ نصیر
 شاہِ کونین کے غم میں نہیں بے کار آنسو



دیکھ اے دل! یہ کہیں مُڑدہ کوئی لائی نہ ہو
 اُس دیا پر پاک سے چل کر صبا آئی نہ ہو
 راہِ طیبہ میں خیالِ ہوش و دانائی نہ ہو
 کیا سفر کا لطف جب تک بے خودی چھائی نہ ہو
 اُن کا جلوہ ہو ، ہمارے قلب کا آئینہ ہو
 اور کوئی دوسری صورت سے رعنائی نہ ہو
 دل نے جب حُسنِ عقیدت سے کیا ہے اُن کو یاد
 غیر ممکن ہے کہ اب اس کی پزیرائی نہ ہو
 نسبتِ شاہِ مدینہ کر گئی دل کو غنی
 میں گدائی میں بھلا ، قسمت میں دارائی نہ ہو

اے مرے دل! تیری رونق ہے جمالِ مصطفیٰ
 عالمِ فانی کے جلووں کا تماشا ئی نہ ہو
 کیا خبر اُس کو کہ مستیِ عشق کی ہے چیز کیا
 میرے ساقی نے جسے آنکھوں سے پلوائی نہ ہو
 اَلْفِتِ خیرالوڑی میں رات دن رہتا ہوں گم
 کون سا دم ہے کہ جس دم اُن کی یاد آئی نہ ہو
 لے چلے ہو اے فرشتو! جس کو دوزخ کی طرف
 دیکھ لو پھر غور سے، یہ اُن کا شیدائی نہ ہو
 ہے وہ دیوانہ، جو دیوانہ محمد کا نہیں
 ہے وہ سودائی، محمد کا جو سودائی نہ ہو
 گل بھلا محشر میں پہچانے گا کون اُس کو نصیر
 قبر میں جس کی محمد سے شناسائی نہ ہو



اسِ خدائی میں دکھاؤ جو کہیں کوئی ہو
 غیر ممکن ہے محمد سا حسیں کوئی ہو
 تخت پر ہو کہ سرِ فرشِ زمیں کوئی ہو
 ہیں کرم سب پہ رسالت کے، کہیں کوئی ہو
 با ادب سرورِ کونین کے در پر آئے
 شاد ہو جائے گا دم بھر میں، حزیں کوئی ہو

جب لیا نام شہ کون و مکاں کا میں نے
 یوں لگا جیسے مرے دل کے قریں کوئی ہو
 آنکھ چھپکی کہ محمد کی سواری اُتری
 خانہ دل نے جو چاہا کہ مکیں کوئی ہو
 سایہ دامنِ محبوبِ خدا کی خاطر
 آئے گا حشر میں ، وہ گوشہ نشین کوئی ہو
 ذرے ذرے میں نظر آئے گا اللہ کا در
 لائقِ سجدہ گزاری تو جبیں کوئی ہو
 عام ہے سیدِ عالم کا زمانے پہ کرم
 نام لیواؤں پہ موقوف نہیں ، کوئی ہو
 ہم ہیں اور اُن کی عنایات کا اقرار نصیر
 نعت لکھنی ہے ، زباں کوئی ، زمیں کوئی ہو



گلزارِ مدینہ صلی علی ، رحمت کی گھٹا سبحان اللہ
 پُر نور فضا ماشاء اللہ ، پُر کیف ہوا سبحان اللہ
 اُس زلفِ معنبر کو چھو کر مہکاتی ہوئی ، اتراتی ہوئی
 لائی ہے پیام تازہ کوئی ، آئی ہے صبا سبحان اللہ
 والشمس جمالِ ہوش رُبا زلفیں و الیل اذا یغشی
 القابِ سیادت قراں میں یسین ، طہ ، سبحان اللہ

معراج کی شب حضرت کا سفر افلاک کی رونق سرتاسر
 مہتاب کی صورت روشن ہے نقشِ کفِ پا سبحان اللہ
 جب بہر شفاعت محشر میں سرکار کا شرہ عام ہوا
 اک لہر خوشی کی دوڑ گئی، اُمت نے کہا سبحان اللہ
 ہونٹوں پہ تبسم کی موجیں، ہاتھوں میں لیے جامِ رحمت
 کوثر کے کنارے وہ اُن کا اندازِ عطا سبحان اللہ
 آنکھیں روشن، پُر نور نظر، دل نعرہ زناں، جاں رقصِ کُناں
 تاثیرِ دُعا اللہ اللہ پھر اُن کی دُعا، سبحان اللہ
 بُوبکر کا حُسنِ صدقِ بیاں، عدلِ عمر آئینِ قرآن
 عثمان غنی میں رنگِ حیا، حیدر کی سخا سبحان اللہ
 کہنے کو تو نعتیں سب نے کہیں، یہ نعت نصیر آفاقی ہے
 ”کَٹھے مہر علی کَٹھے تیری ثنا“ کیا خوب کہا، سبحان اللہ



اک نُور کا عالم ہر ساعت ہے جلوہ نما سبحان اللہ
 روضے کی تجلّی کیا کہنا، گنبد کی فضا سبحان اللہ
 یہ اُن کے کرم سے دُور نہیں ظلمتِ کدّہ دل روشن ہو
 جو شمس و قمر کو دیتے ہیں خیراتِ ضیا سبحان اللہ
 یہ شیوہِ جُود ہے سب سے جدا، یہ شانِ کرم ہے سب سے الگ
 وہ جھولیاں بھرتے ہیں سب کی، خود دے کے صدا سبحان اللہ
 سلطانِ دو عالم کی ہستی بے مثل بھی ہے، لا ثانی بھی
 ایک ایک نظر صد لطف و کرم، ایک ایک ادا سبحان اللہ

اُس ذاتِ مقدّس کی اُلفت، تکمیل ہے دین و ایمان کی
 اُس نُورِ مجسم کا سر میں سودائے وفا سبحان اللہ
 قرآن میں ازواجِ نبوی اُمت کی مقدّس مائیں ہیں
 اہباء و بنات سر آنکھوں پر، شانِ زہرا سبحان اللہ
 ہے چاروں طرف اس دُنیا میں شہرت ان کی، چرچا ان کا
 بُوبکر و عمر عثمان و علی، اُن کے خُلفا سبحان اللہ

وہ ذاتِ نصیر اس دنیا میں بے مثل کچھ ایسی پائی گئی
 حیرت سے پکار اُٹھی ساری مخلوقِ خدا، سبحان اللہ



عشقِ شہِ بطحا جو بڑھا اور زیادہ
 ہو جائیں گے شاد اہلِ وفا اور زیادہ
 برے جری رحمت کی گھٹا اور زیادہ
 اے دستِ عطا! جُود و سخا اور زیادہ
 اُس زلفِ معبر کو کبھی اس نے چھوا تھا
 اترانے لگی باوِ صبا اور زیادہ
 عشقِ شہِ ابرار ہے خالق سے محبت
 خوش ہوتا ہے بندے سے خدا اور زیادہ

آقا کے پسینے کی مہک اس میں رچی ہے
 مہکے گی مدینے کی فضا اور زیادہ
 حاصل رہے اللہ کے محبوب کی اُلفت
 انسان کو مطلوب ہو کیا اور زیادہ
 ہر آن تجلی ہو تری دیدہ و دل میں
 روشن رہیں ایوانِ وفا اور زیادہ
 کھولو تو محمد کے لیے دل کا دریچہ
 آئے گی مدینے کی ہوا اور زیادہ
 اُٹھتی ہے نصیر اُن کی نظر جب کسی جانب
 ہو جاتا ہے لوگوں کا بھلا اور زیادہ



توقعات سے بڑھ کر تو ہر طلب سے زیادہ
 کرم نبی کا ہے انسانیت پہ سب سے زیادہ
 عظیم رافت و رحمت میں ہیں وہ سب سے زیادہ
 کوئی کریم نہیں سید العرب سے زیادہ
 شفیع روزِ قیامت کا بھی جواب نہیں ہے
 گناہگار کو ملتی ہے بھیک سب سے زیادہ
 وہ راہِ منزلِ طیبہ، وہ رات دن کی مسافت
 تعب میں لطف ملا ہے مجھے، طرب سے زیادہ

وجودِ عالم اسباب کا سبب ہے ، مُسَبَّب
 کہ اختیارِ مسبب میں ہے سبب سے زیادہ
 خداگواہ ! دو عالم میں بعدِ ذاتِ الہی
 ادب نہیں ہے کوئی شاہ کے ادب سے زیادہ
 نبی کے حکم کی تعمیل جان و دل سے کرو تم
 ہے ارتقاء یہی رفعتِ نسب سے زیادہ
 جدائیِ قرب کے بعد اور پھر طویل تر اتنی
 کوئی سبب نہیں غم کا اس اک سبب سے زیادہ
 نصیر ! شکر ادا کر سکوں ، مجال یہ کب ہے
 دیا حضور نے مجھ کو مری طلب سے زیادہ



سکوں ہے ہجر میں تاراج یا رسول اللہ
 نہ گل تھا اور نہ ہے آج یا رسول اللہ
 فلک کے سر کا ہو تم تاج یا رسول اللہ
 تمہیں ہو صاحبِ معراج یا رسول اللہ
 تمہاری ایک اچھلتی نظر پڑی جس پر
 وہ ذرہ ہو گیا پکھراج یا رسول اللہ
 نفسِ نفس ہیں درود و سلام کے ہدیے
 یہی ہے کام ، یہی کاج یا رسول اللہ
 وہ شاہِ وقت ہو ، حاکم ہو یا رئیس کوئی
 جو ہے تمہارا ہے محتاج یا رسول اللہ

بجز تمہارے ، کسے عرش پر ملی مسند
 کسے نصیب یہ معراج ، یا رسول اللہ
 گل اُس پہ رحمتِ ربِّ غفور ، ناممکن
 پکارتا نہیں جو آج ”یا رسول اللہ“
 زمیں ہے تابعِ فرماں ، فلک ہے زیرِ نگیں
 کہاں تمہارا نہیں راج یا رسول اللہ
 گناہگار ہوں روزِ جزا کا ڈر ہے مجھے
 تمہارے ہاتھ ہے اب لاج یا رسول اللہ
 خدا سی کے قرائن نگاہ میں آئے
 تمہاری ذات ہے منہاج یا رسول اللہ
 کہاں یہ تاب کہ دُوری تمہارے دَر سے ہو
 نہیں اُٹھے گا نصیر آج یا رسول اللہ



نہیں کوئین میں کوئی سہارا یا رسول اللہ
 تمہارے ہی کرم پر ہے گزارا یا رسول اللہ
 یہی ایمان ہے سب کا ، ہمارا یا رسول اللہ
 نہیں تم سے زیادہ کوئی پیارا یا رسول اللہ
 تمہاری ناخدائی کا جو منکر ہو ، وہ کافر ہے
 لگا دو پار تم بیڑا ہمارا یا رسول اللہ
 گھرا ہوں وِ رطہ دریاے غم میں ایک مدت سے
 نہیں ملتا سفینے کو کنارہ یا رسول اللہ

بُلا لو اپنے دیوانے کو جب چاہو مدینے میں
 بہت ہے بس تمہارا اک اشارا یا رسول اللہ
 پھنکا جاتا ہوں سوزِ غم سے بس اب مہربانی ہو
 نہیں ہے اب غم دُوری گوارا یا رسول اللہ
 مرے آقا! ادھر بھی اک نگاہِ لطف ہو جائے
 چمک اُٹھے مری قسمت کا تارا یا رسول اللہ
 تمہاری ہی عنایت ہے عنایت، دونوں عالم میں
 تمہارا ہی مہارا ہے سہارا، یا رسول اللہ
 بچا لو اس کے فتنوں سے، نکالو اس کے چکر سے
 مجھے اس گردشِ دوراں نے مارا یا رسول اللہ
 جو مخفی ہے مرے دل میں، مقدّر میں، مشیت میں
 وہ سب کچھ آپ پر ہے آشکارا یا رسول اللہ
 سمیٹے گا خزانے دین و دنیا کے وہی، جس نے
 تمہارے سامنے دامنِ پیارا یا رسول اللہ
 نصیرِ غمزدہ پر بھی عنایت ہو، نوازش ہو
 دُہائی دے رہا ہے غم کا مارا یا رسول اللہ



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

قیامت ہے اب انتظارِ مدینہ
 مری روح آئینہ دارِ مدینہ
 اسی آرزو میں مٹا جا رہا ہوں
 شفاعتِ مسلم، جو مل جائے مجھ کو
 ستم کا نشانہ مری زندگی ہے
 معطر ہوئی جاں، کھلا غنچہ دل
 یہ دوری نہیں، حدِ پاسِ ادب ہے
 پیا تھا بس اک جام اُس میکدے سے
 تصور میں ہے آمد و رفتِ شہ کی
 اُسے مل گئی دین و دنیا کی دولت
 لگا لوں گا آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
 ابھرنے کو ہیں سبز گنبد کے جلوے
 الہی! دکھا پھر دیارِ مدینہ
 مرے دیدہ و دل نثارِ مدینہ
 مری خاک ہو ہمکنارِ مدینہ
 پئے دفن، قرب و جوارِ مدینہ
 کرم کی نظر شریارِ مدینہ
 چلی جب نسیم بہارِ مدینہ
 ادھر میں، ادھر تاجدارِ مدینہ
 نہیں ٹوٹا اب خمارِ مدینہ
 کھڑا ہوں سرِ رہ گزارِ مدینہ
 ہوا دل سے جو خواستگارِ مدینہ
 اگر ہاتھ آئے غبارِ مدینہ
 ذرا صبر! اے بے قرارِ مدینہ

نصیر اپنی کوشش نہیں کام آتی

بکلاتے ہیں خود تاجدارِ مدینہ



عکسِ رُوئے مصطفیٰ سے ایسی زیبائی ملی
 کھل اٹھا رنگِ چمن ، پھولوں کو رعنائی ملی
 سبز گنبد کے مناظر دیکھتا رہتا ہوں میں
 عشق میں چشمِ تصور کو وہ گیرائی ملی
 جس طرف اُنھیں نگاہیں محفلِ کونین میں
 رَحْمَةُ لِّلْعَالَمِیْنَ کی جلوہ فرمائی ملی
 ارضِ طیبہ میں میسر آگئی دو گز زمیں
 یوں ہمارے منتشر اجزا کو یکجائی ملی
 اُن کے قدموں میں ہیں تاج و تخت ہفت اقلیم کے
 آپ کے ادنیٰ غلاموں کو وہ دارائی ملی
 بحرِ عشقِ مصطفیٰ کا ماجرا کیا ہو بیاں
 لطف آیا ڈوبنے کا ، جتنی گہرائی ملی
 چادرِ زہرا کا سایہ ہے مرے سر پر نصیر
 فیضِ نسبت دیکھیے ، نسبت بھی زہرائی ملی



دل ہوا جس وقت یک سو، جب بھی تنہائی ملی
 ہم کو محبوبِ خدا کی جلوہ آرائی ملی
 سلسبیل و کوثر و تسنیم، مولا کا کرم
 ہر قدم پر حشر میں ہم کو پزیرائی ملی
 آنکھ کھولی تھی جنہوں نے شرک کے ماحول میں
 ایسے اندھوں کو بھی اُن کے در سے بینائی ملی
 ہو سکی حاصل نہ جس کو نسبتِ خیرالوری
 دو جہاں میں اُس سیہ قسمت کو رسوائی ملی
 اللہ اللہ، یہ نگاہِ مصطفیٰ کا معجزہ
 سنگ ریزے بول اُٹھے، اُن کو گویائی ملی
 اُن کے صدقے میں ملا کیا کچھ نہ خالق سے ہمیں
 علم و حکمت ہاتھ آئے، فہم و دانائی ملی
 ہم ہوئے کچھ اور گم اُن کے تصور میں نصیر
 جس گھڑی فرصت ملی، جس وقت تنہائی ملی



تھی جس کے مقدّر میں گدائی ترے در کی
 قدرت نے اُسے راہ دکھائی ترے در کی
 ہر وقت ہے اب جلوہ نمائی ترے در کی
 تصویر ہی دل میں اُتر آئی ترے در کی
 ہیں ارض و سماوات تیری ذات کا صدقہ
 محتاج ہے یہ ساری خدائی ترے در کی
 انوار ہی انوار کا عالم نظر آیا
 چلمن جو ذرا میں نے اٹھائی ترے در کی
 مشرب ہے مرا تیری طلب، تیرا تصور
 مسلک ہے مرا، صرف گدائی ترے در کی
 در سے ترے، اللہ کا در ہم کو ملا ہے
 اس اوج کا باعث ہے رسائی ترے در کی
 اک نعمتِ عظمیٰ سے وہ محروم رہے گا
 جس شخص نے خیرات نہ پائی ترے در کی
 میں بھول گیا نقش و نگارِ رُبّ دُنیا
 صورت جو مرے سامنے آئی ترے در کی
 تازیست ترے در سے مرا سر نہ اٹھے گا
 مر جاؤں تو ممکن ہے جدائی ترے در کی
 صد شکر کہ میں بھی ہوں پھکاری ترے در کا
 صد فخر کہ حاصل ہے گدائی ترے در کی
 پھر اُس نے کوئی اور تصور نہیں باندھا
 ہم نے جسے تصویر دکھائی ترے در کی
 ہے میرے لیے تو یہی معراجِ عبادت
 حاصل ہے مجھے ناصیہ سائی ترے در کی
 آیا ہے نصیر آج حتمًا یہی لے کر
 پلکوں سے کیے جائے صفائی ترے در کی

بخضر! آپ کا رُتبہ نہ پا سکا کوئی
 نبی تو ہیں، نہیں محبوب آپ سا کوئی
 مدد کو پہنچو! کہ راہوں میں کھو گیا کوئی
 تمہیں پکار رہا ہے شکستہ پا کوئی
 مدینے آکے نہ ارمان رہ گیا کوئی
 نہ آرزو ہے، نہ حسرت، نہ مدعا کوئی
 مثالی امیر بہاراں برس گیا سب پر
 تمہارے فیض و کرم کی ہے انتہا کوئی؟
 حُرُوف، عجز کا اقرار کرنے لگتے ہیں
 لکھے گا نعتِ رسولِ انام، کیا کوئی
 رہ نبی میں بس اک میں ہوں اور اُن کا جمال
 نہ ہمنفس، نہ مصاحب، نہ آشنا کوئی
 شفیع حشر ہیں، اُمت کو بخشوا لیں گے
 نہ ہوگا آگ کا ایندھن بُرا، بھلا کوئی
 یہ کہہ کے رُک گئے سدرہ پہ جبریل امیں
 نہیں غرُوجِ محمد کی انتہا کوئی
 اُنہوں نے اپنوں پر ایوں کی جھولیاں بھر دیں
 کرم سے اُن کے نہ محروم رہ گیا کوئی
 چلی ہے زلفِ رسولِ انام کو چھو کر
 پہنچ سکے ترے رُتبے کو، کب صبا! کوئی
 وہ ذاتِ پاک ہے اپنی صفات میں یکتا
 نہ اُن سا اب کوئی ہوگا، نہ ہے، نہ تھا کوئی
 کرم کی بھیک ملے اس کو یا رسول اللہ!
 نہیں نصیر کا اب اور آسرا کوئی



سوچا ہے اب مدینے جو آئیں گے ہم کبھی
 اُٹھ کر درِ نبی سے نہ جائیں گے ہم کبھی
 یوں اُن کے در پہ ہوش گنوائیں گے ہم کبھی
 کھوئے تو خود کو ڈھونڈ نہ پائیں گے ہم کبھی
 اے گردشِ زمانہ ! ستا لے ہمیں ، مگر
 وہ دن بھی آئے گا کہ ستائیں گے ہم کبھی
 آئیں گے وہ ضرور بصدِ شانِ التفات
 گھی کے چراغِ گھر میں جلائیں گے ہم کبھی
 اُن کا جمال ہو گا نگاہوں کے سامنے
 آئینہِ زندگی کا بنائیں گے ہم کبھی
 اُمّی لقب نے ہم کو جو آکر پڑھا دیا
 تا زیت وہ سبق نہ بھلائیں گے ہم کبھی
 ہر اشکِ اُن کے ہجر میں ہو گا لُہو ترنگ
 عشق و وفا کی جوت جگائیں گے ہم کبھی
 ہر سُو اُٹھے گا صلّٰی علیٰ ، مرجبا کا شور
 یوں دل کی انجمن کو سجائیں گے ہم کبھی
 کچھ تو نصیر ہوگا صلہِ عشق و آہ کا
 کچھ تو وفا کی راہ میں پائیں گے ہم کبھی

ہوتے نہ جلوہ گر جو شہِ مرسلیں کبھی
 ہوتا نہ دین ، خاتمِ دل کا نگیں کبھی
 گزرے تھے ہنس کے خواب میں وہ بالیقین کبھی
 چمکی تھی برقِ ناز ہمارے قریں کبھی
 جو رحمتِ تمام کو اپنا بنا سکیں
 اُن اشکائے غم سے بھگو آستیں کبھی
 جو جھک گئی خدا کے درِ حق مآب پر
 باطل کے سامنے نہ جھکی وہ جبین کبھی
 وہ تو گناہ گاروں پہ ہیں مائلِ کرم
 اُن کو پکارتے نہیں دل سے ہمیں کبھی
 اُس آستان کی عظمت و رفعت کو چھو سکے
 اتنا بلند ہو تو مذاقِ جبین کبھی
 دیکھا نہ آپ نے جو عنایت کی راہ سے
 مسرور ہو سکے گا نہ قلبِ حزیں کبھی
 ممکن نہیں کہ جلوہ نہ اُن کا جلو میں ہو
 دل میں جلا کے دیکھ چراغِ یقین کبھی
 چھینٹا پڑا نہ جس پہ کوئی اُن کے لطف کا
 پھولی پھولی نصیر نہ ایسی زمیں کبھی



ہزار بار ہوئی عقل نکتہ چیں پھر بھی
 درِ حضور پہ جھکتی رہی جبیں پھر بھی
 ملی دلیل ، نہ لایا مگر یقین پھر بھی
 رہا رسول پہ بوجہل نکتہ چیں پھر بھی
 چراغِ دینِ متین کو بچھا سکا نہ کوئی
 مخالفت میں ہوائیں بہت چلیں ، پھر بھی
 فلک کو ناز سہی اپنی سر بلندی پر
 بلند تر ہے مدینے کی سرزمین پھر بھی
 گناہگار ہوں ، لیکن یہ ہے یقین مجھے
 کرم کریں گے شہنشاہِ مرسلیں پھر بھی
 رواں ہے گرچہ ترقی کی راہ پر دنیا
 بغیرِ عشقِ نبی مطمئن نہیں پھر بھی
 یہ کہہ کے میں درِ سرکار سے ہوا زُخصت
 خدا کرے ہو مری حاضری یہیں پھر بھی
 ہزار فتنے اُٹھے ، لاکھ شورشیں اُبھریں
 رہا مقام پر اپنے شعورِ دیں پھر بھی
 ہزار ذوقِ سماعت سے ہو تہی انساں
 ہر ایک قولِ رسالت ہے دلنشین پھر بھی
 وہ اہلِ ذوق ، کہاں رہ گئے زمانے میں
 نصیر جیسے ملیں گے کہیں کہیں پھر بھی



دمبدم تیری ثنا ہے یہ بھی
 دل دھڑکنے کی صدا ہے یہ بھی
 چاند ' اسری کی سرِ راہ دلیل
 تیرا نقشِ کفِ پا ہے یہ بھی
 نگہِ لطف سے دشمن ' ہوئے دوست
 شانِ رحمت کی ادا ہے یہ بھی
 اچھے اُس کے ہیں ' بُرے میرے ہیں
 کملی والے نے کہا ہے یہ بھی
 شافعِ حشر وہ ہیں ' میں عاصی
 وہ بھی برحق ہے ' بجا ہے یہ بھی
 رات دن گنبدِ عسّری دیکھوں
 رات دن ایک دُعا ہے یہ بھی
 نعت کو حاصلِ ایماں سمجھا
 اس طرح ذکرِ خدا ہے یہ بھی
 کعبہِ جال ہے درِ ختمِ رُسل
 سر جھکاؤں تو روا ہے یہ بھی
 کون روکے دلِ مضطر کو نصیر
 اب تو ہاتھوں سے چلا ہے یہ بھی



دُور ہوں اُن سے ، سزا ہے یہ بھی
 پاس ٹھہروں تو خطا ہے یہ بھی
 اہلِ نسبت کو وہ پہچانتے ہیں
 میرے مولا کی عطا ہے یہ بھی
 اور کیا نکستِ فردوسِ بریں
 بس مدینے کی ہوا ہے یہ بھی
 اُن کا جلوہ نظر آ جائے گا
 حشر میں ایک مزا ہے یہ بھی
 ایک دُنیا مجھے پہچانتی ہے
 نعت گوئی کا صلا ہے یہ بھی
 وہ مرے دل ہی نہیں ، جان بھی ہیں
 میں نے محسوس کیا ہے یہ بھی
 غم تو ہے عشقِ نبی میں حاصل
 شکر کر! شکر کی جا ہے یہ بھی
 ہوش کھو بیٹھے نصیرِ اہلِ نظر
 دیکھ لینے کی ادا ہے یہ بھی



بادشاہی ماہ سے ہے تا بہ ماہی آپ کی
یہ زمیں ، یہ چاند ، دیتے ہیں گواہی آپ کی

آپ ہیں نورِ ازل ، محبوبِ رت کائنات
جان و دل ، ارض و سما پر بادشاہی آپ کی

غیر ممکن ہے کسی سے آپ کی مدح و ثنا
ہے ثنا خواں آپ جب ذاتِ الہی آپ کی

کی امامت انبیا کی آپ نے معراج میں
مان لی اک اک نبی نے سربراہی آپ کی

کثرتِ عصیاں سے نادم ہوں ، نہیں مایوس میں
ڈھال ہے میرے لیے عالمِ پناہی آپ کی

اک نگاہِ لطف سے سب کام میرے بن گئے
حشر میں کام آئی میرے ، خیر خواہی آپ کی

بے نیازِ مال و منصب ہے نصیرِ سیر چشم
آپ کے خادم کو کافی ہے دعا ہی آپ کی



جو اولیس کا ہے معاملہ نہ سہی، اک اُن کی لگن تو ہے
 مرے روبرو تو نہیں ہیں وہ، مگر اُن سے رُوئے سخن تو ہے
 دل باشعور ہے منہمک، رُخِ مصطفیٰ کے خیال میں
 مرا ذہن جس سے دمک اُٹھا، یہی روشنی کی کرن تو ہے
 رہِ عشق طے کرو شان سے، سروچشم سے، دل و جان سے
 یہ درِ نبی کی مسافرت ہے، زہے نصیب! کٹھن تو ہے
 جو نبی کے در کا گدا ہوا، وہی باخدا بخدا ہوا
 کوئی بندگی کی ادا تو ہے، کوئی زندگی کا چلن تو ہے
 یہ درست، آج جدا ہوں میں، دل و جاں سے اُس پہ فدا ہوں میں
 مری خاک، میرا خمیر ہے، یہ مدینہ میرا وطن تو ہے
 ترے در پہ جھومتا جاؤں گا، مرے پاس جو ہے لٹاؤں گا
 نہیں تخت و تاج، تو غم نہیں، مرا تن تو ہے مرا من تو ہے
 وہ شکیل بھی ہو، وجیہ بھی، وہ ہو مصطفیٰ کی شبیہ بھی
 کوئی اس مقام کا ہونہ ہو، مرا جد، امام حسن تو ہے
 یہی نعت ہے جو نصیر کی، وہ صدا ہے اُس کے ضمیر کی
 چلو وہ خدائے سخن نہیں، کونا خدائے سخن تو ہے



ہم گنہ گاروں کو سرکار سنبھالے ہوں گے
 حشر میں اُن کی شفاعت کے حوالے ہوں گے
 نور آنکھوں میں تو چہروں پہ اُجالے ہوں گے
 مصطفیٰ والوں کے انداز نرالے ہوں گے
 شافعِ حشر کی رحمت اُنہیں دھو ڈالے گی
 جو ورقِ دفترِ اعمال کے کالے ہوں گے
 نزع میں اُن کے تصوّر سے مقدّر چمکا
 قبر میں اب تو اُجالے ہی اُجالے ہوں گے
 نکتہ چیں شانِ رسالت کے، چھپے مُوزی ہیں
 آستینوں میں کبھی سانپ تو پالے ہوں گے؟
 جو لٹاتے ہیں محمد پہ اثاثہ اپنا
 اُن کی تحویل میں جنت کے قبالے ہوں گے
 دُکھ مٹاتا ہے فقط ایک اشارہ اُن کا
 اب لبوں پر نہ وہ آہیں، نہ وہ نالے ہوں گے
 خُلد میں بھیڑ نظر آتی ہے خوش باشوں کی
 میرے آقا کے یہ سب ماننے والے ہوں گے
 ہم تو اس شان سے پہنچیں گے درِ مولا تک
 چہرے پر گردِ سفر پاؤں میں چھالے ہوں گے
 خود کو ناموسِ محمد پہ جو قربان کریں
 خُلد کے والی و وارث وہ جیالے ہوں گے
 بخشوا لیں گے خدا سے اُنہیں محبوبِ خدا
 طوق گردن میں غلامی کا، جو ڈالے ہوں گے

جنتی وہ ہیں جنہیں اُن کی شفاعت پہ یقین
وہ جو مُنکر ہیں، جہنم کے حوالے ہوں گے
اُن کی ہر ایک صفت جب کہ ہے اعجاز، نصیر!
اُن کی مدحت کے بھی انداز نرالے ہوں گے



تصوّر میں مرے جب چہرہ خیرالانام آیا
خدا نے آمنہ کی کوکھ سے ظاہر کیا آخر
مناؤ اُس کی آمد پر خوشی ماہِ ولادت میں
کھڑے تھے انبیا معراج کی شب خیر مقدم کو
سفر کی دھوپ کی شدّت اگر بڑھنے لگی حد سے
نظر آیا نخلِ خورشیدِ خاور اپنی کرنوں پر
سر کوثر نہ کیوں اترائیں اُن کے چاہنے والے
تمناؤں کی مُرجھائی ہوئی کلیاں مہک اُٹھیں
ہوا محسوس جیسے مُلتفّتِ خود ہوں شہِ بطحی
امامت کا تسلسل کوئی دیکھے اس گھرانے میں
اب اس کے بعد منزل کیا ہو میری خوش نصیبی کی
تری آمد بھی کیا آمد ہے جس آمد کے صدقے میں
یہی وہ ہیں کہ ایماں بعدِ توحید ان پہ لازم ہے

جبیں خم ہو گئی لب پر دُرود آیا سلام آیا
وہ اک نورِ ازل جو فخرِ آبائے کرام آیا
کہ محبوبِ خدائے قادرِ یحییٰ العظام آیا
امامت کے لیے جب وہ شہِ گردوں خرام آیا
تو اُس بے سایہ پر سایہ لٹانے کو غمام آیا
عروجِ حُسن پر جب ہاشمی ماہِ تمام آیا
یہ کیا کم ہے کہ اُن کے ہاتھ سے ہاتھوں میں جام آیا
برنگِ موجہِ خوشبو وہ شاہِ ذی مقام آیا
مرے ہونٹوں پہ جس دم سیدہ زہرا کا نام آیا
حسینؑ ابنِ علی بعدِ حسنؑ بن کر امام آیا
ترا در پُوم کر لوٹا، تری جالی کو تھام آیا
ہدایت کی کتاب اُتری، شریعت کا نظام آیا
یہی وہ ہیں پس اللہ اکبر جن کا نام آیا

پلانے کا شرف اُن سے رہا مخصوص محشر میں وہ جب تشریف لائے پھر کہیں گردش میں جام آیا

مزاج ہو کہ بابِ خلد پر جس دم نصیر آئے

کہے رضوان! رستہ دو، محمد کا غلام آیا



دل و جاں کو ہر آفت سے بچا کر ہم بھی دیکھیں گے
 پناہ مگنبدِ تھضری میں آکر ہم بھی دیکھیں گے
 فلک کے چاند تاروں کو یقیناً رشک آئے گا
 جہیں اُس در کے ذروں سے سجا کر ہم بھی دیکھیں گے
 انہیں کی یاد لے کر ساتھ، پہنچیں گے سرِ منزل
 انہیں کا ہمسفر خود کو بنا کر ہم بھی دیکھیں گے
 کوئی مشکل نہیں سرکار کا دیدار ہو جانا
 بہ صد منت تصور میں بلا کر ہم بھی دیکھیں گے
 کبھی تو اُن کے جلوں سے یہ گھر بھی جگمگائے گا
 چراغِ آرزو دل میں جلا کر ہم بھی دیکھیں گے
 مدینے سے سوا جنت نہیں ہے اُن کے طالب کو
 مگر اللہ کی نعمت ہے جا کر، ہم بھی دیکھیں گے
 سنا ہے اہلِ نسبت کو عطا دیدار ہوتا ہے
 حریمِ حُسن کا پردہ اٹھا کر ہم بھی دیکھیں گے
 گدائیِ میل گئی ہے اے نصیر اُس شاہِ بطحا کی
 نظر اب کج کلاہوں سے ملا کر ہم بھی دیکھیں گے

بہ صد عجز و عقیدت جلوہ جا کر ہم بھی دیکھیں گے
 درِ خیرِ الواری پر سر جھکا کر ہم بھی دیکھیں گے
 انہیں حالِ دلِ پر غم سنا کر ہم بھی دیکھیں گے
 بایں صورتِ مقدّر آزما کر ہم بھی دیکھیں گے
 رہِ الفت میں کام آئی نہ کچھ فرزا نگئی اپنی
 بس اب تو خود کو دیوانہ بنا کر ہم بھی دیکھیں گے
 فدا ہوں گی نگاہیں مُصحفِ رُوائے محمد پر
 یہ قرآن اپنی آنکھوں سے لگا کر ہم بھی دیکھیں گے
 بلا سے ہوش جائیں، دل پہ بن جائے کہ حیرت ہو
 نگاہیں اُن کے روضے پر جما کر ہم بھی دیکھیں گے
 ہم اُن کے اُمّتی ہیں، ہم کو کیا دھڑکا ہے محشر کا
 تماشا ہوگا، خلقت ہوگی، جا کر ہم بھی دیکھیں گے
 ہمیں کرنا ہے تازہ یاد اُن کے جاں نثاروں کی
 نبی پر دولتِ ہستی لُٹا کر ہم بھی دیکھیں گے
 عجب کیا ہے، نصیرِ اعمالِ ناقص اپنے دھل جائیں
 ندامت سے بھرے آنسو بہا کر ہم بھی دیکھیں گے

ہوا ظاہر یہ اُن کے نُور سے نُورِ خدا کیا ہے
 محمد کا جمالِ پاک بھی صلّٰی علیٰ کیا ہے
 حبیبِ کبریا کے دمِ قدم سے یہ ہوا روشن
 فنا کیا ہے، بقا کیا ہے، خودی کیا ہے، خدا کیا ہے
 جہاں وہ تھے، فرشتے تھے نہ جبریل میں حاضر
 شبِ معراج وہ جانیں کہا کیا ہے سنا، کیا ہے
 بلال و بُؤذر و سلماں کے جذب و شوق سے پوچھو
 رسولِ اللہ پر قربان ہونے کی ادا کیا ہے
 سراپہ نہ ہواے چارہ گر! کیفیتِ غم پر
 یہ اہلِ دل سمجھتے ہیں، دلِ درد آشنا کیا ہے
 مدینے کی گزرگاہوں میں چل پھر کر شرف پایا
 یہ ورنہ اک ہوا کی لہر ہے، بادِ صبا کیا ہے
 غلامانِ ہوس یہ، تیرا آقا ساقی کوثر
 نظر بھر کر نہ دیکھ! ان کج کلاہوں میں دھرا کیا ہے
 خدا کی رحمتیں ہیں اور جلوے ہیں محمد کے
 زہے قسمت، زہے عزّت! امرے دامن میں کیا کیا ہے
 رموزِ کائنات اللہ جانے، مصطفیٰ جانیں
 فرشتہ کیا سمجھ پائے ورا کیا ماورا، کیا ہے
 کلیمِ اللہ سے پوچھو نصیرِ اسرارِ جلووں کے
 وہ سمجھے ہیں چراغِ طور کی دلکش ضیا کیا ہے

خدا والے ہی جانیں ذاتِ محبوبِ خدا کیا ہے
 زمانہ کیا سمجھ پائے کہ شانِ مصطفیٰ کیا ہے
 کسی صورتِ رسائی ہو درِ فخرِ دو عالم تک
 یہی ہے اور اس بیتابیِ دل کی دوا کیا ہے
 یہی منشا، یہی تفسیر ہے آیاتِ قرآن کی
 خدا کی کیا مشیت ہے، نبی کا مدعا کیا ہے
 جمالِ مصطفائی میں، جلالِ مصطفائی میں
 حقیقت ہی حقیقت ہے حقیقت کے سوا کیا ہے
 فلک کو اس بلندی پر بھی یہ عظمت نہیں حاصل
 جبینِ خاک سے پوچھو! مقامِ نقشِ پا کیا ہے
 بُرے ہیں یا بھلے اعمال، نازاں ہوں شفاعت پر
 میسر اُن کی رحمت ہو تو پھر کھوٹا کھرا کیا ہے
 مقدر کا دھنی ٹھہرا، دو عالم میں غنی ٹھہرا
 وہ جس کو پوچھ لیں اک بار، اُس کا پوچھنا کیا ہے
 خدا شاہد، وہ ہے دنیا میں ہر نعمت سے بے بہرہ
 نہیں معلوم جس کو نسبتِ خیرالوری کیا ہے
 یہ محشر، پُرسشِ اعمال، دار و گیر کا عالم
 نصیر اب اُن کے قدموں سے لپٹ جا، دیکھتا کیا ہے



شبِ معراج پل بھر میں مکاں سے لا مکاں پہنچے
 جہاں کوئی نہ پہنچا سرورِ عالم وہاں پہنچے
 رُکے جبریل ، لیکن اُن کو جانا تھا وہاں پہنچے
 محمد مصطفیٰ عرشِ علیٰ تک بے گماں پہنچے
 شرف ہے بے نوائی ، بارگاہِ شاہِ بطحا میں
 نشاں والوں سے پہلے در پہ بے نام و نشاں پہنچے
 پکارا جب کسی نے ”یا محمد مصطفیٰ“ کہہ کر
 مدد کو اپنے فریادی کی شاہِ انس و جاں پہنچے
 بہت بے چین ہوں بس منتظر ہوں باریابی کا
 الہی ! آستاں پر اُن کے میری داستاں پہنچے
 حبیبِ کبریا کی یاد میں خونِ جگر لے کر
 چلے دل سے تو پلکوں تک مرے اشکِ رواں پہنچے
 یہ اُن کے آستانِ پاک کا اک فیضِ ادنیٰ ہے
 توانا ہو کے واپس آئے جو بھی ناتواں پہنچے
 مقامِ کبریا آگے ہے ادراک و تخیل سے
 شبِ معراج یہ کس کو خبر ہے وہ کہاں پہنچے
 نصیر! اب ایک ہی دُھن ہے کہ دیکھیں کب زیارت ہو
 دیارِ مصطفیٰ میں کب ہمارا کارواں پہنچے

اسی لیے تو جھکا جا رہا ہے میرا سر آگے
 کہ ہے تجلّی دربارِ سیّد البشر آگے
 بجز رسولِ امیں تھا نہ کوئی چارہ گر اُن کا
 بڑھے تھے اہل عرب سرکشی میں اس قدر آگے
 حریمِ ذات کی وہ شان ہے کہ جلنے لگیں پر
 حدودِ سدرہ سے جبریل بھی چلیں اگر آگے
 گیا براقِ جدھر سے حضور کا شبِ اسرای
 کسی نبی کا نہ اس راہ سے ہوا گزر آگے
 ہوئے مناسکِ حج ختم، اب وقوف ہے کیسا
 اٹھو کہ عشق کی منزل کا ہے ابھی سفر آگے
 نہ تھی بشر میں یہ قدرت کہ مہر و ماہ سے گزرے
 نہ تھا کبھی شبِ معراج سے یہ معتبر آگے
 نہ داستانِ حرم چھیڑاے مدینہ کے زائر!
 کہ خونِ رونے پہ مائل ہے میری چشمِ تر آگے
 یہ مُژدہ سب کو سنا دو کہ کوئی گر نہیں سکتا
 حضور ہوں گے سر پلِ صراطِ جلوہ گر آگے
 میں شہرِ درد میں تنہا ہوں اے تصوّرِ آقا!
 مسافتوں کو سمیٹے نکل بھی آ ادھر آگے
 رسولِ پاک سے وابستہ ہے نجاتِ دو عالم
 بس ایک جنبشِ لب ہے وسیلہٴ ظفر آگے
 نصیب ہو جو کبھی اے نصیرِ راہِ مدینہ
 تُو ذرّے ذرّے کو بڑھنا ادب سے چوم کر آگے

درِ نبی کو مسافر جو بڑھ کے آلیں گے
 زمیں پہ رہ کے بھی وہ خلد کا مزا لیں گے
 ہم اِس زمانے کو کیا دیں گے اور کیا لیں گے
 مدینے پہنچیں گے، جنت کا راستا لیں گے
 گناہگار سہی ہم، مگر خدا شاہد
 شفیق حشر ہمیں خود ہی بخشوا لیں گے
 نڈھال ہو کے گرے بھی جو راہِ بطحا میں
 فرشتے جھک کے گلے سے ہمیں لگا لیں گے
 ہم اِس جہاں میں حیاتِ الٰہی کے ہیں قائل
 جو منحرف ہیں وہ خیرالوری سے کیا لیں گے
 نکل ہی آئے گی کوئی سبیل جنت کی
 وہ خوش ہوئے تو مدینے ہمیں بلا لیں گے
 جہاں سے ہم کو نظر آئے گنبدِ خضریٰ
 اُسی جگہ پہ ہم اپنی جبین جھکا لیں گے
 یہاں نہ کوئی دُعا ہے، نہ مدعا کوئی
 مدینے جائیں گے جو کچھ ملے گا پا لیں گے
 نصیر! خلد کے جلوے اُنہی کا حصہ ہیں
 جمالِ مصطفوی سے جو دل سجا لیں گے



دردِ دل کی یہ تمنا ہے دوا تک پہنچے
 رُوح کو دھن ہے کہ محبوبِ خدا تک پہنچے
 پھر کہیں جلوۂ دیدارِ نبی ممکن ہے
 پہلے دل مرحلۂ صدق و صفا تک پہنچے
 چشمِ بد دُور، جب اُٹھے مری مشتاقِ نظر
 سبز گنبد کی پُر انوار فضا تک پہنچے
 اک ذرا اُن کی توجہ ہو تو دن پھر جائیں
 مگسِ خاک نشیں بختِ ہما تک پہنچے
 وہ مسافر جو چلیں گلشنِ بطحا کی طرف
 گرد کو اُن کی نہ رفتارِ صبا تک پہنچے
 لِلّٰہ الحمد وسیلہ یہ ملا خوب ہمیں
 جب کہا صَلِّ عَلٰی، رُبِّ عَلٰی تک پہنچے
 اُن کے اخلاق کی حد ہے، نہ نہایت، نہ شمار
 آدمی اُن کی کسی ایک ادا تک پہنچے
 یاد سے اُن کی شگفتہ رہی یوں دل کی کلی
 غنچہ و گل نہ کبھی اُس کی ہوا تک پہنچے
 اُس کو درکارِ نصیر اور ہو کونین میں کیا
 جو نظرِ زوئے محمد کی ضیا تک پہنچے



سر اگر آپ کے نقشِ کف پا تک پہنچے
 مرتبہ اتنا بڑھے عرشِ علیٰ تک پہنچے
 یا محمد ! بخدا ہست ہمیں ایمانم
 آپ کے در پہ جو پہنچے ' وہ خدا تک پہنچے
 اُس کا بندہ ہوں کہ ہر چیز ہے جس کی محتاج
 ہاتھ اٹھتے ہی، اثر میری دُعا تک پہنچے
 وہ گدا ہے جو سوالی ہو درِ قاروں پر
 وہ غنی ہے جو ترے بابِ سخا تک پہنچے
 اک ترے سایہِ رحمت نے کیا آسودہ
 لاکھ اربابِ ستمِ قہر و جفا تک پہنچے
 ہے یہی عشق، یہی عجز، عقیدت بھی یہی
 تیری تعظیم کو ہم غارِ حرا تک پہنچے
 منتیں مانے، دُعا مانگے، وسیلہ ڈھونڈے
 تب کہیں شاہِ کوئی اُن کے گدا تک پہنچے
 کم نہیں ہے یہی سرکارِ دو عالم کا کرم
 ہم نصیر اُن کے تو سُل سے خدا تک پہنچے



ہر آن اک تپش غمِ خیرالبشر کی ہے
 اب تو یہ آگِ دل کے لیے عمر بھر کی ہے
 عزت اُسی کی، شان اُسی کے سفر کی ہے
 جس دل کو آرزو درِ خیرالبشر کی ہے
 جس رہگزر سے گزرے ہیں محبوبِ کردگار
 اکسیر مجھ کو خاک اُسی رہگزر کی ہے
 پہنچوں مدینہ، دل کی یہ ہر دم ہے آرزو
 دیکھوں نبی کا شہر، یہ حسرتِ نظر کی ہے
 سچ ہے کہ فخر ہے مجھے خود اپنی ذات پر
 کیوں کر نہ ہو کہ خاکِ مری اُن کے در کی ہے
 یا رب! نصیبِ دولتِ عشقِ رسول ہو
 مجھ کو ہوس نہ زر کی، نہ لعل و گہر کی ہے
 لوگوں نے دے دیا ہے اُسے کھکشاں کا نام
 جو دھولِ آسماں پہ تری رہ گزر کی ہے
 ماہ و نجوم کو ترے جلووں کی ہے تلاش
 جو اُن کی جستجو ہے وہی بحر و بر کی ہے
 کہتا ہے سب ضیائے نبی میں سمیٹ لوں
 کتنی بڑی یہ بات دلِ مختصر کی ہے
 پہنچے وہ بارگاہِ رسالت مآب میں
 جس دل کو احتیاج کسی چارہ گر کی ہے
 اُس آستانِ پاک پہ سجدے کیے ہزار
 اُن کے حضور خم ہو، سعادت یہ سر کی ہے
 کیوں کر کہوں نصیرِ زمانے سے حالِ دل
 گھر میں رہے جو بات وہی بات گھر کی ہے

جو لوگ بن کے ادب دانِ مصطفیٰ اُٹھے
 بساطِ دینِ محمد پہ مات ہی کھائی
 صبا مدینے کی خوشبو جو لائی گلشن میں
 یہ آرزو ہے کہ عشقِ نبی بڑھے ہر دم
 جب آسمان پہ سواری گئی شبِ اسرامی
 ملا وہ درس، رسولِ خدا کی محفل میں
 وہ اپنی قسمتِ خوابیدہ کو جگا اُٹھے
 مخالفت کے لیے جتنے خود نما اُٹھے
 تمام غنچہ لب بستہ مسکرا اُٹھے
 الہی! دردِ مرے دل میں لا دوا اُٹھے
 سب انبیا، پے تعظیمِ مصطفیٰ اُٹھے
 جو آکے بیٹھے، وہ کہتے ”خدا، خدا“ اُٹھے

نصیر! اہلِ ستم سے بھی یہ سلوک رہا
 نبی کے دستِ مبارک پے دُعا اُٹھے



جو بے وسیلہ محبوبِ کبریا اُٹھے
 عرب کے چاند نے ذروں کو وہ ضیا بخشی
 نبی کے نور سے آنکھیں نہ جس نے روشن کیں
 ثبات و عزمِ محمد سے دنگ تھے کُفار
 پے مدینہ، ہو سوزِ دُروں کا یہ عالم
 ادب کی جا بھی مدینہ، مقامِ شوق بھی ہے
 دُرودِ پاک، سعادت کا وہ چمن ہے، جہاں
 وہی زمانے سے ناکامِ مدعا اُٹھے
 چراغِ طور کے مانند جگمگا اُٹھے
 بہ روزِ حشر اب اُس کی نگاہ کیا اُٹھے
 دلوں میں رُعب وہ بیٹھا کہ سُٹا اُٹھے
 اُٹھے جو شعلہ تو اک آگ سی لگا اُٹھے
 دلوں میں حشر نہ اُٹھے یہاں پہ، یا اُٹھے
 ہر ایک موجِ ہوا صورتِ صبا اُٹھے

نصیر بھی ہے تمنائی یا رسول اللہ!
 اب اس طرف بھی نگاہِ کرم ذرا اُٹھے

جو اُس کو دیکھ لے وہی صاحبِ نظر لگے
ہر ذرہ جس کی خاک کا شمس و قمر لگے

لطفِ رسولِ پاک کا جھونکا اگر لگے
باغِ جہاں میں خار بھی مثلِ ثمر لگے

ممکن نہیں اچھتی نظر سے شعورِ ذات
باطن میں تھے وہ نور ، بہ ظاہر بشر لگے

پھر دیدنی ہوں میرے مقدر کی رفعتیں
اک بار اس جبین سے ترا سنگِ در لگے

آنکھوں کے سامنے ہے جمالِ درِ نبی
میری نگاہ کو نہ کسی کی نظر لگے

نخلِ اُمید پر ہو جو مولا ! نگاہِ لطف
پڑمردہ شاخِ زیست مری گل بہ سر لگے

ذرے کو آفتاب بناتے ہیں وہ نصیر
جس پر کرم کریں وہی تابندہ تر لگے



آنسو جو آئے آنکھ میں مثلِ گھر لگے
 ختمِ رُسل کی یاد سے ہم معتبر لگے
 اُس کے لیے دیارِ نبی ہے پناہ گاہ
 ٹھوکر قدم قدم پہ جسے در بدر لگے
 دیکھے جو کوئی چشمِ حقیقت سے اس طرف
 خلدِ بریں سے بڑھ کے محمد کا گھر لگے
 پروازِ فکر کیا کہوں نعتِ رسول میں
 لطفِ خدا سے طائرِ بے پر کو پر لگے
 روئے نبی کی ایک جھلک ماند کر گئی
 دُنیا کے سب چراغ ، چراغِ سحر لگے
 آتی ہے روزِ گنبدِ خضریٰ کو پُوم کر
 کیوں کر ہمیں نہ بادِ صبا معتبر لگے
 آقا ہمارے سرورِ کونین ہیں نصیر
 دونوں جہان میں ہمیں اب کس کا ڈر لگے



نہ طلب ہی دے نہ جنوں ہی دے یہ ہوں نہ دے وہ ہوا نہ دے
شہِ انبیا پہ فدا ہوں میں ، کوئی اور دردِ خدا نہ دے

غمِ مصطفیٰ میں ہوا ہوں گم ، مجھے اب پیامِ صبا نہ دے
مجھے بجرِ شاہ میں چھیڑ کر مرے دل کو اور دکھا نہ دے

وہ عظیم ہے ، وہ رحیم ہے ، وہ قسیم ہے ، وہ کریم ہے
یہ کرم پہ اُس کے ہے منحصر مجھے کیا وہ دے مجھے کیا نہ دے

جو مریضِ بجرِ حضور ہے ، درِ مصطفیٰ سے جو دُور ہے
اُسے زندگی سے غرض نہیں ، کوئی زندگی کی دُعا نہ دے

یہ خیال ہے ، یہ ملال ہے کہ عجب زمانے کا حال ہے
ترے آستان سے مرے نبی ، کوئی آکے مجھ کو اٹھانہ دے

جو طلب ہے ، تجھ کو زباں پہ لا ، درِ مصطفیٰ پہ کمی ہے کیا
اُسی در سے اپنی مُراد لے کسی اور در پہ صدا نہ دے

یہ ہے ربط و ضبط کا سلسلہ ، جو ملا اُنھیں سے ہمیں ملا
وہ کبھی خدا سے نہیں جدا جو نبی نہ دے وہ خدا نہ دے

مجھے زیرِ سایہِ بلائیے ، مجھے یا رسولِ پچائیے
یہ طلسمِ دہر ہے فتنہ گر ، کوئی روگِ دل کو لگا نہ دے

یہی فیضِ چشمِ حضور ہے کہ پیے بغیر سرور ہے
 وہ علاج کیا، وہ دوا ہی کیا، جو ہر اک خلش کو مٹانہ دے
 انہیں جان و دل سے عزیز رکھ وہ رؤف بھی ہیں رحیم بھی
 اگر اس کا تجھ کو یقین نہیں تو صدائے صلّٰی علیٰ نہ دے
 یہ کرم ہو خاص نصیر پر کہ ہو مصطفیٰ کی نظر ادھر
 وہی مسکرا کے کرم کریں کوئی اور غم کو ہوا نہ دے



ادب یہ ہے کہ جہاں اُن کا نام آ جائے
 وہاں زباں پہ درود و سلام آ جائے
 یہ اُن کے در سے خدایا پیام آ جائے
 ہمارے پاس ہمارا غلام آ جائے
 الٰہی ایسی کشش دے ہرے تصور کو
 نظر میں کھینچ کے وہ ماہِ تمام آ جائے
 طلب کریں جو حبیبِ خدا کے صدقے میں
 ہمارے سامنے کوثر کا جام آ جائے
 پہنچ کے طیبہ میں روشن کریں خوشی کے چراغ
 اک ایسی اپنے مقدر میں شام آ جائے
 رچی بسی ہو ہر اک سانس میں ولّائے حبیب
 قریب جب درِ خیرالانام آ جائے
 نصیرِ نعتِ نبی کا ہو فیضِ یوں جاری
 نظرِ نظر میں ہمارا کلام آ جائے

خدا کے لطف و کرم پر نظر نہیں رکھتے
 درِ حبیب پہ جو اپنا سر نہیں رکھتے
 شفاعت اُن کی جو پیشِ نظر نہیں رکھتے
 وسیلہ حشر میں وہ معتبر نہیں رکھتے
 جو بے خبر ہیں محمد کے عشق سے اب تک
 قسم خدا کی وہ اپنی خبر نہیں رکھتے
 ملے گا اذنِ حضوری تو اُڑ کے جائیں گے
 کہا یہ کس نے کہ ہم بال و پر نہیں رکھتے
 سوال ہی نہیں ایسوں کی سر بلندی کا
 جو آستانِ محمد پہ سر نہیں رکھتے
 دیارِ پاک ہی اپنی مراد ، اپنا وطن
 بس ایک گھر ہے کوئی اور گھر نہیں رکھتے
 جو اُن کے در کے گدا ہیں وہی ہیں دل کے غنی
 وہ ذرّہ بھر طلبِ سیم و زر نہیں رکھتے
 وہ لائیں بزمِ رسالت میں نعت کے اشعار
 جو مال و دولت و لعل و گہر نہیں رکھتے
 نصیر وہ جو بلائیں تو کون رکتا ہے
 وہ جا پہنچتے ہیں جو بال و پر نہیں رکھتے



جو مدینے میں کہیں اپنا ٹھکانہ کر لے
 اپنی قسمت میں وہ رحمت کا خزانہ کر لے
 حشر کے واسطے کچھ جمع خزانہ کر لے
 اُن کا ہو، اپنے تصرف میں زمانہ کر لے
 آدمیت کا پڑھایا ہے سبق مولا نے
 اس حقیقت کو نہ انسان فسانہ کر لے
 راہِ حق میں یہی کہتے تھے بلال حبشی
 جس قدر چاہے ستم ہم پہ زمانہ کر لے
 کیا خبر کب تجھے سرکار بلاوا بھیجیں
 کم سے کم دل تو مدینے کو روانہ کر لے
 جس کی آنکھوں میں سما جائے تجلی اُن کی
 کیوں نہ وہ اپنا ہر اک خواب سُمانا کر لے
 دلِ صدیق و عمر ہو کہ بلال و سلمان
 وہ نظر خیر سے جس کو بھی نشانہ کر لے
 ذکرِ حق یادِ نبی، وجہ سکونِ دل ہے
 یہ سبق وہ ہے جسے یادِ زمانہ کر لے
 ہر نفسِ رحمتِ بے حد کی تمنا ہے اگر
 درِ آقا پہ نصیر! اپنا ٹھکانہ کر لے



یاد اُس دَر کی مرے دل کو سدا خوش رکھے
 مجھ کو تا حشر مدینے کی فضا خوش رکھے
 شاد آباد کرے ، روزِ جزا خوش رکھے
 خوش وہ جس سے بھی رہیں اُس کو خدا خوش رکھے
 جو مٹیں اُن کے لیے ، جو ہوں نچھاور اُن پر
 لبِ کوثر ، انہیں جنت کی ہوا خوش رکھے
 میں غمِ شاہِ دو عالم میں حضوری چاہوں
 غیر ممکن ہے کوئی اور دوا خوش رکھے
 اُن کا دیدار قیامت میں سہی ، برحق ہے
 یہ جزا ہے تو مجھے ایسی جزا خوش رکھے
 دردِ دل ، سوِ جگر اُن کی محبت نے دیا
 میں تو خوش ہوں ، اسی عالم میں خدا خوش رکھے
 حشر کی دھوپ کی پروا ہے ، نہ خطرہ ، نہ خیال
 اُس کو کیا غم؟ جسے رحمت کی گھٹا خوش رکھے
 قرب ہے صرف ترے دَر کا مسرت افزا
 دُور رہ کر کوئی کیا خود کو بھلا خوش رکھے
 آستان سے ترے دُوری پہ پریشاں ہے نصیر
 ساری دُنیا کی خوشی بھی اُسے کیا خوش رکھے



جس کو حاصل ہیں غمِ ساقی کوثر کے مزے
 اُس کی تقدیر میں ہیں رحمتِ داور کے مزے
 کسی نظارے کا لطف اُس کو نہ منظر کے مزے
 جس کی نظروں کو ملے اُس رُخِ انور کے مزے
 دیکھتا رہتا ہے ہر دم ترے ماتھے کی شکن
 آئینہ ٹوٹ رہا ہے ترے تیور کے مزے
 آئی گردش میں کچھ اس شان سے چشمِ رحمت
 میکدہ بھول گیا بادہ و ساغر کے مزے
 گرتے پڑتے درِ سرکار تک آپہنچا ہے
 ہم سے پوچھے کوئی اک طائرِ بے پر کے مزے
 اُن کی زلفوں سے جو مل جائے مسکتی خیرات
 بھول جائے یہ صبا بُوئے گلِ تر کے مزے
 اُس کو پھر اور کوئی مرتبہ درکار نہیں
 جس کی قسمت میں لکھے جائیں ترے در کے مزے
 کیا کہیں ' راہِ مدینہ ہے مقدس کتنی
 بھولتے ہی نہیں اس جادۂ اطہر کے مزے
 ان کی منزل بھی مدینہ ہے، وطن بھی ہے یہی
 ہیں یہاں آلِ محمد کے لیے گھر کے مزے
 سجدۂ شوق کا ارمان اُدھر لے پہنچا
 اُن کے در پر ہیں نصیر اب تو مرے سر کے مزے

جس نے سمجھا عشقِ محبوبِ خدا کیا چیز ہے
 وہ سمجھتا ہے دُعا کیا، مدعا کیا چیز ہے
 کوئی کیا جانے کہ شہرِ مصطفیٰ کیا چیز ہے
 پوچھیے ہم سے کہ طیبہ کی ہوا کیا چیز ہے
 شافعِ محشر کے دامن میں چھپا بیٹھا ہوں میں
 کیا خبر ہنگامہ روزِ جزا کیا چیز ہے
 ہر مرض میں خاکِ راہِ مصطفیٰ ہے کارگر
 سامنے اکسیر کے، کوئی دوا کیا چیز ہے
 دل معطر ہو گیا آنکھیں متور ہو گئیں
 اللہ اللہ، سبز گنبد کی فضا کیا چیز ہے
 یہ سمجھنا، ہم نے سمجھا ہے، شہِ لولاک سے
 خلق میں ٹوٹے ہوئے دل کی صدا کیا چیز ہے
 ہو گیا کیا مطمئن دم بھر میں قلبِ مضطرب
 دیکھ لو ذکرِ نبی، یادِ خدا کیا چیز ہے
 حشر میں تم کو گنہ گارو! پتا چل جائے گا
 سایہ لطفِ محمد مصطفیٰ کیا چیز ہے
 رحمتِ عالم، شفیع المذنبین، شاہِ اُمم
 ایک ذاتِ مصطفیٰ ہے اور کیا کیا چیز ہے
 زلف و رُوئے مصطفیٰ سے یہ کھلا ہم پر نصیر
 صبحِ گلشن، بوئے گل، بادِ صبا کیا چیز ہے



ہیں وقف جان و دل مرے اس کام کے لیے
 پڑھیے دُرود رہبرِ اسلام کے لیے
 زندہ رہے جو خدمتِ اسلام کے لیے
 وہ منتخب ہیں حشر میں انعام کے لیے
 شہرہ ' ہے عام ساقیِ کوثر کے فیض کا
 دُنیا تڑپ رہی ہے بس اک جام کے لیے
 وہ شام جو مدینے کے رستے میں آگئی
 صبحِ ابد ترستی ہے اُس شام کے لیے
 کام آئے گا وظیفہ محمد کے نام کا
 کیا خوب کام ہے دلِ ناکام کے لیے
 جو بے قرارِ عشقِ رسولِ انام ہیں
 فردوس اُن کے نام ہے آرام کے لیے
 ذکرِ خدا و ذکرِ نبی ہے رہِ خلوص
 گم نام وہ ہوئے جو چلے نام کے لیے
 اعلان ہے نصیر! یہ ربِّ کریم کا
 عشقِ رسول شرط ہے اسلام کے لیے



حشر میں مجھ کو بس اتنا آسرا درکار ہے
 التفاتِ شافعِ روزِ جزا درکار ہے
 اور اُس کو چاہیے کیا ، اور کیا درکار ہے
 وہ نبی کا ہو رہے ، جس کو خدا درکار ہے
 جو مجھے لے جائے اُن کے آستانِ پاک تک
 وہ حتمًا ، وہ طلب ، وہ مدعا درکار ہے
 دل تو ہے آباد محبوبِ خدا کی یاد سے
 میری آنکھوں کو جمالِ مصطفیٰ درکار ہے
 اُن کے دامن کی ہوا بس ہے میرے دل کا علاج
 کون کتا ہے ؟ مجھے کوئی دوا درکار ہے
 وہ جہاں چاہے رہے ، جس کو نہیں عشقِ نبی
 وہ ادھر آئے ، جسے لطفِ خدا درکار ہے
 باغِ عالم کے کسی گوشے میں جی لگتا نہیں
 دل گرفتہ ہوں ، مدینے کی فضا درکار ہے
 میں تو دیوانہ ہوں اُن کا ، میں تو ہوں اُن کا غلام
 وہ جو مل جائیں مجھے تو اور کیا درکار ہے
 ہم مطیعانِ نبی کے جان و دل سے ہیں غلام
 ہم کو ایسے ہی بزرگوں کی دُعا درکار ہے
 میں مدینے میں ابد کی نیند سو جاؤں نصیر
 رہنے بسنے کو مجھے اتنی سی جا درکار ہے



کونین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے
 اللہ کے بعد اُن سے بڑا کوئی نہیں ہے
 یوں فرش سے تا عرش گیا کوئی نہیں ہے
 معراج میں اس درجہ رسا کوئی نہیں ہے
 مانگو تو ذرا اُن کے توسط سے کبھی کچھ
 مقبول نہ ہو، ایسی دُعا کوئی نہیں ہے
 کام آئی سرِ حشر محمد کی شفاعت
 سب کہتے ہیں، جا! تیری خطا کوئی نہیں ہے
 ہر چند نبی عیسیٰ و موسیٰ بھی ہیں، لیکن
 محبوبِ خدا اُن کے سوا کوئی نہیں ہے
 اللہ نے سو حُسن دیے نوعِ بشر کو
 یوں نُور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے
 دل اُن کا ہے اس دل میں وہی جلوہ فگن ہیں
 اب اُن کے علاوہ بخدا، کوئی نہیں ہے
 اُمت میں ہوں اُن کی کہ جو ہیں رحمتِ عالم
 کیوں حشر کا ڈر ہو، مرا کیا کوئی نہیں ہے؟
 اس دور پہ اے ختمِ رُسل! چشمِ کرم ہو
 رہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے
 پڑھتے رہو دن رات نصیر اُن کا وظیفہ
 ایسا عملِ رِڈِ بلا، کوئی نہیں ہے



بخت میرا جو محبت میں رسا ہو جائے
 میری تقدیر، مدینے کی فضا ہو جائے
 کاش مقبول مرے دل کی دُعا ہو جائے
 ایک سجدہ درِ مولا پہ ادا ہو جائے
 اُس کی تعظیم کو اُٹھتے ہیں سلاطینِ جہاں
 ترے گُوچے سے جو منسوب گدا ہو جائے
 لے بھی آ زلفِ پیمبر کی مہک، دیر نہ کر
 اے صبا! مجھ پہ یہ احسان ذرا ہو جائے
 اُس کو اپنی ہی خبر ہو، نہ دو عالم کا خیال
 جو بھی دیوانہ محبوبِ خدا ہو جائے
 میں مدینے کی زیارت سے بہت خوش ہوں مگر
 چاہتا ہوں کہ یہ مسکن ہی مرا ہو جائے
 اُن کے دامن کو مرے ہاتھ کسی دن چھو لیں
 کچھ نہ کچھ حقِ عقیدت تو ادا ہو جائے
 وہ سرِ طور ہو یا مصر کا بازارِ حسیں
 وہ جہاں چاہے، وہاں جلوہ نما ہو جائے
 اب بُلّا لو، کہ مجھے دَم کا بھروسہ نہ رہا
 نہیں معلوم کسی وقت بھی کیا ہو جائے
 میرے نزدیک مقدر کا دھنی ہے وہ نصیر
 جس پہ اُن کی نظرِ لطف و عطا ہو جائے



کاش مقبول ہو میری یہ دُعا جلدی سے
 مجھ کو پہنچائے مدینے میں خدا جلدی سے
 میں بھی چوموں درِ محبوبِ خدا جلدی سے
 لے اُڑے مجھ کو بھی طیبہ کی ہوا جلدی سے
 لا سُنکھا دے مجھے گیسوئے پیمبر کی مہک
 اتنا احسان ہو اے بادِ صبا! جلدی سے
 شوقِ وارفتہ نے راہوں کی طنابیں کھینچیں
 اُٹھ کے طیبہ کی طرف میں جو چلا جلدی سے
 جب بٹی روزِ ازل عشقِ نبی کی دولت
 میں بھی تقدیرِ جگانے کو بڑھا جلدی سے
 رحمتِ حق نے وہیں بڑھ کے نوازا اُس کو
 کر لیا جس نے بھی اقبالِ خطا جلدی سے
 تیری بخشش کا وسیلہ ہے دُرود اور سلام
 اُن کا نام آئے تو پڑھ صلتِ علیٰ جلدی سے
 کب سے حسرت تھی ترے در پہ جھکاؤں سر کو
 آج یہ فرض بھی ہو جائے ادا جلدی سے
 تیرے گستاخوں پہ غیبی کوئی اُفتاد پڑے
 آنے والی نہیں ایسوں کو حیا جلدی سے
 اِس ٹھکانے سے قضا مجھ کو اُٹھائے تو اُٹھوں
 اُن کی چوکھٹ پہ پڑا ہوں مجھے کیا جلدی سے

حشر کی پھیڑ میں ڈر تھا کہ اکھڑ جائیں قدم
میرے آقا نے مجھے تھام لیا جلدی سے
بھیک تو مل کے رہے گی درِ مولیٰ سے نصیر
یہ الگ بات، ملے دیر سے یا جلدی سے



ذوقِ نظارہ کو ہر وقت سفر میں رکھیے
سبز گنبد کی فضا اپنی نظر میں رکھیے
عکسِ محبوبِ خدا قلبِ گھر میں رکھیے
پھر گھر کو صدفِ دیدہ تر میں رکھیے
تذکرہ آپ کے اوصاف کا ہے کارِ ثواب
شرط ہے اس کا تقاضا بھی نظر میں رکھیے
جس میں حضرت پہ فدا ہونے کا جذبہ ہی نہ ہو
ایسے ایمان کو لے جائیے، گھر میں رکھیے
وہ بشر بھی ہیں، مگر صرف بشر ہی تو نہیں
یہ پرکھ مسئلہٴ نور و بشر میں رکھیے
اُن کی اُلفت سے نہیں ہے کوئی شے بھی افضل
راہِ عقبیٰ کے اسے زادِ سفر میں رکھیے

جن کا اُس نورِ مجسم سے نہ ہو ربطِ نیاز
ایسے مشکوک عناصر کو نظر میں رکھے
عشقِ سرکار کی دولت کو کریں عام نصیر
گھر کی دولت ہے، مگر اس کو نہ گھر میں رکھے



بطحا سے آئی، اور صبا لے گئی مجھے
مانندِ برگ و بار اڑا لے گئی مجھے
اس شان سے بڑھی کہ بڑھا لے گئی مجھے
طیبہ تک اپنے دل کی صدا لے گئی مجھے
ارضِ حجازِ پاک کہاں اور میں کہاں
اُن کی نگاہ، اُن کی عطا لے گئی مجھے
مدّت سے میں تھا گوشہ نشین اُن کی یاد میں
آجاؤ! آئی ایک صدا، لے گئی مجھے
اُن کے حضورِ آخری سانسیں بسر ہوئیں
صدِ شکر اُن کے در پہ قضا لے گئی مجھے
دریائے ذوق و شوق میں ساحل سے کم نہ تھی
وہ موجِ بیخودی کہ بہا لے گئی مجھے
اتنی سکت کہاں تھی کہ اٹھتے مرے قدم
آئی تھی اُن کی یاد، بلا لے گئی مجھے

اک ذرّہ حقیر تھا میں اُن کی راہ میں
 دامن تک اُن کے موجِ ہوا لے گئی مجھے
 بابِ حرم ، نصیر ! بہت دُور تھا ، مگر
 اُس تک مرے بڑوں کی دُعا لے گئی مجھے



دیکھا سفر میں آبلہ پا ، لے گئی مجھے
 سُوئے مدینہ ، بادِ صبا لے گئی مجھے
 طیبہ چلی ، تو ساتھ لگا لے گئی مجھے
 رحمت کی آئی گھر کے گھٹا ، لے گئی مجھے
 مجھ سے اُلجھ پڑی تھیں زمانے کی اُلجھنیں
 اُن کی نگاہ تھی کہ بچا لے گئی مجھے
 مَر کر بھی اُن کے در سے نہ ہلتا کبھی ، مگر
 کاندھوں پہ اپنے خلقِ خدا لے گئی مجھے
 دیکھا جو یہ کہ عشقِ نبی دَم کے ساتھ ہے
 سُوئے بہشت آ کے قضا لے گئی مجھے
 روزِ ازل سے میں تو فقیر اُس گلی کا تھا
 دُنیا یہ کس طرف کو لگا لے گئی مجھے
 میں تو دبا پڑا تھا گناہوں کے بار میں
 بخشش اُمڈ کے آئی ، اڑا لے گئی مجھے
 بیٹھا تھا انجمن میں ، کہیں سے کہیں گیا
 اُٹھی جو وہ نگاہ ، اُٹھا لے گئی مجھے

سجِ مدینہ یاد جو آئی دم سحر
 ہمراہ اپنے، آ کے صبا لے گئی مجھے
 بیچارگی میں کوئی وسیلہ نہ تھا مرا
 اُن تک نصیر! آہ رسا لے گئی مجھے



اجل، دیارِ رسالت میں آئے راس مجھے
 جگہ ملے ترے روضے کے آس پاس مجھے
 دکھا کے اپنی تجلّی، بلا کے پاس مجھے
 بنا گئے ہیں وہ اپنا ادا شناس مجھے
 یقین ہے مرے دل کو سکون بخشیں گے
 وہ دیکھ لیں گے سرِ حشر جب اُداس مجھے
 نگاہ ڈھونڈ رہی تھی ادھر ادھر جن کو
 وہ مل گئے دلِ مضطر کے آس پاس مجھے
 اگر وہ آئیں تو مٹ جائے میری مایوسی
 کیے ہوئے ہے پریشاں، ہجومِ یاس مجھے
 سکونِ دل نہ کہیں اور ہو سکا حاصل
 ہوائیں گلشنِ طیبہ کی آئیں راس مجھے

نگاہِ شوق ہے اُن کی تلاش میں ہر دم
زمانہ کیسا ، خود اپنے نہیں حواس مجھے

انہیں کے سائے میں گزرے گا میرا روزِ حساب
نہ کوئی خوف مجھے ہے نہ کچھ ہراس مجھے

مرے نسب کو ہے اُس ذاتِ پاک سے نسبت
اس اک شرف کا ہمیشہ رہے گا پاس مجھے

بہ فیضِ ساقی کوثر مٹے گی تشنہ لبی
نصیر! حشر میں جس دم لگے گی پیاس مجھے



جود و عطا میں فرد ، وہ شاہِ حجاز ہے
سب پر کرم ہے ، اور بیلا امتیاز ہے
قلبِ زمیں میں ، شہرِ مدینہ وہ راز ہے
انساں تو کیا ، فرشتوں کو بھی جس پہ ناز ہے
محمودِ زندگی ہے اُسی خوش نصیب کی
اُن کے کسی غلام کا جو بھی ایاز ہے
سلطانِ انبیا کے مراتب نہ پوچھیے
زیبا اُنہی کو ہر شرف و امتیاز ہے
کس کو ہو تابِ جلوۂ دیدارِ مصطفیٰ
جوہر میں آئینے کے خود آئینہ ساز ہے

جو اُن کے التفات و کرم سے ہے سرفراز
 دونوں جہاں کے غم سے وہی بے نیاز ہے
 اے حاسدِ رسولِ خدا! عاقبت سنوار!
 احساسِ جرم کر، کہ درِ توبہ باز ہے
 جو ہے نبی کے رُتبہِ عالی سے بے خبر
 فتنہ وہی ہے، دین میں وہ رخنہ ساز ہے
 اُس آستان پہ ہم ہیں تصور میں سجدہ ریز
 سب سے جدا نصیر ہماری نماز ہے



چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
 اُن کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے
 ہم درِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
 نور ہی نور تھا دیکھتے رہے گئے
 پڑھ کے رُوحِ الامیں سورتِ الوحیٰ
 صورتِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
 وہ امامت کی شب، وہ صفِ انبیا
 مقتدی، مقتدای دیکھتے رہ گئے
 نیک و بد پر ہوا اُن کا یکساں کرم
 لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے

وہ گئے عرش تک ، اور رُوحِ الامیں
 سدرۂ اُنتہی دیکھتے رہ گئے
 معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُن کا سفر
 دشمنانِ خدا ، دیکھتے رہ گئے
 مرجا شانِ معراج ختم رُسل
 سب کے سب انبیا دیکھتے رہ گئے
 کیا خبر ، کس کو کب جامِ کوثر ملا
 ہم تو اُن کی ادا دیکھتے رہ گئے
 ہم گنہگار تھے ، مغفرت ہو گئی
 خود نگر پارسا دیکھتے رہ گئے
 جب سواری چلی ، جبریل امیں
 صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے
 اہلِ دانش ، محمد پہ تھے حیرتی
 رُوئے قرآن نما دیکھتے رہ گئے
 ہو کے گم اے نصیر اُن کے جلوں میں ہم
 شانِ ربِّ العالی دیکھتے رہ گئے
 میں نصیر آج لایا وہ نعتِ نبی
 نعت گو مَنہ مرا دیکھتے رہ گئے



راہِ نبی میں ذوقِ وفا میرے ساتھ ہے
 ہر لمحہ بے خودی میں خدا میرے ساتھ ہے
 بخشش کا وعدہ اُن کا جو تھا، میرے ساتھ ہے
 لطفِ شفیع روزِ جزا میرے ساتھ ہے
 تنہائیوں کا غم نہیں طیبہ کی راہ میں
 مانندِ سایہ، راہِ نما میرے ساتھ ہے
 اب اور اس جہان میں کیا چاہیے مجھے
 میرے بڑوں کی نیک دُعا میرے ساتھ ہے
 بے فکر زندگی کا سفر کر رہا ہوں میں
 ہر گام پر کسی کی عطا میرے ساتھ ہے
 دل باوجودِ گردشِ دوراں ہے مطمئن
 دن رات عشقِ آلِ عبا میرے ساتھ ہے
 اُڑتا پھروں گا روضہٴ اقدس کے آس پاس
 اُس دامنِ کرم کی ہوا میرے ساتھ ہے
 یادِ خدا و ذکرِ نبی، فکرِ آخرت
 لطف و عطائے اہلِ صفا میرے ساتھ ہے
 تنہا نہیں ہوں اُن کی لگن میں کسی گھڑی
 ہر وقت میرے دل کی صدا میرے ساتھ ہے
 سارا جہاں بھی در پئے آزار ہو تو ہو
 کچھ غم نہیں نصیر! خدا میرے ساتھ ہے



لو مدینے کی تجلّی سے لگائے ہوئے ہیں
 دل کو ہم مطلعِ انوار بنائے ہوئے ہیں
 اک جھلک آج دکھا گنبدِ حضری کے مکیں
 کچھ بھی ہیں، دُور سے دیدار کو آئے ہوئے ہیں
 سر پہ رکھ دیجے ذرا دستِ تسلی آقا
 غم کے مارے ہیں، زمانے کے ستائے ہوئے ہیں
 نام کس منہ سے ترا لیں کہ ترے کہلاتے
 تیری نسبت کے تقاضوں کو بھلائے ہوئے ہیں
 گھٹ گیا ہے تری تعلیم سے رشتہ اپنا
 غیر کے ساتھ رہ و رسم بڑھائے ہوئے ہیں
 شرمِ عصیاں سے نہیں سامنے جایا جاتا
 یہ بھی کیا کم ہے، ترے شہر میں آئے ہوئے ہیں
 تیری نسبت ہی تو ہے جس کی بدولت ہم لوگ
 کفر کے دور میں ایمان بچائے ہوئے ہیں
 کاش دیوانہ بنا لیں وہ ہمیں بھی اپنا
 ایک دنیا کو جو دیوانہ بنائے ہوئے ہیں
 اللہ اللہ مدینے پہ یہ جلووں کی پھوار
 بارشِ نور میں سب لوگ نہائے ہوئے ہیں
 کیوں نہ پڑا ترے اعمال کا بھاری ہونصیر
 اب تو میزان پہ سرکار بھی آئے ہوئے ہیں



کشتیاں اپنی کنارے پہ لگائے ہوئے ہیں
 کیا وہ ڈوبیں، جو محمد کے جرائے ہوئے ہیں
 اشک آنکھوں میں تو ہونٹوں پہ درود اور سلام
 اُن کے عشاق بھی کیا رنگ جمائے ہوئے ہیں
 اُن کا دل کیوں نہ بنے روکشِ طورِ سینا
 جالیاں اُن کی جو سینے سے لگائے ہوئے ہیں
 جلوہ فرما وہ ہوئے کیا بمقامِ محمود
 ساری اُمت کی نگاہوں میں سمائے ہوئے ہیں
 قبر کی نیند سے اُٹھنا کوئی آسان نہ تھا
 ہم تو محشر میں اُنہیں دیکھنے آئے ہوئے ہیں
 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا تصور لے کر
 ہم نظرِ گنبدِ مختضری پہ جمائے ہوئے ہیں
 بوسہ در سے انہیں اب تو نہ روک اے درباں
 خود نہیں آئے، یہ مہمانِ بُلّائے ہوئے ہیں
 حاضر و ناظر و نور و بشر و غیب کو چھوڑ
 شکر کر وہ ترے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہیں
 نام آنے سے ابوبکر و عمر کا لب پر
 تُو بگڑتا ہے، وہ پہلو میں سلائے ہوئے ہیں
 ہے نصیر اُنس کا گہوارہ مدینے کی زمیں
 ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہی گھر آئے ہوئے ہیں



نذرانہ سلام حضورِ سید الانام

عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَام

شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
سید الانبیا ، خاتم المرسلین
مظہر شانِ داور پہ لاکھوں سلام
کفر کے شر سے جس نے بچایا ہمیں
ایسے پاکیزہ رہبر پہ لاکھوں سلام
جس کی خاطر یہ دُنیا بسائی گئی
اُس نبی ، نورِ پیکر پہ لاکھوں سلام
وہ مدینے کی گلیوں کے شام و سحر
جلوہ گاہِ پیہر پہ لاکھوں سلام
اہل ایمان پہ ہوگی جو سایہ فگن
ایسی زلفِ منظر پہ لاکھوں سلام
چھا گئیں ہر طرف جس کی تابانیاں
ایسے رُوئے منور پہ لاکھوں سلام
حق نما حق بیاں ، حق زباں بھی وہی
علم کے شرِ انور پہ لاکھوں سلام
جس کا بیٹا ہے محبوبِ ربِّ العالی

ساتی حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام
مالکِ بحر و بر ، شاہِ دُنیا و دین
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
دین کے راستے پر لگایا ہمیں
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
آب و گل کی یہ محفل سجائی گئی
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
نور سے جگمگاتے ہوئے بام و در
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
ابرِ رحمت ہے ایک ایک جس کی شکن
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
نور سے جس کے روشن ہیں کون و مکاں
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
اِذنِ اللہ سے ، غیبِ داں بھی وہی
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ حرم ، سید الانبیا

شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 سب مُطہّر ہیں ازواجِ خیرِ الواری
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 سب خدا کے ولی ہیں، خفّی و جلی
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 حضرت بُوہرہ، جنابِ انس
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 فاطمہ، اُن کے بیٹے حسین و حسن
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 پیرِ مہرِ علی، مُرشد و مُقتدی
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 گلِ شہیدانِ ملت، گلِ اقطابِ دین
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام
 جو غلامانہ آداب لائے بجا

ایسی معصوم مادر پہ لاکھوں سلام
 وہ خدیجہ ہوں یا سیدہ عائشہ
 اہل بیتِ پیمبر پہ لاکھوں سلام
 ہاں! ابو بکر، فاروق، عثمان، علی
 چار یارانِ اکبر پہ لاکھوں سلام
 زید بن حارثہ، خادمِ خوش نفس
 رُوحِ سلمان و بُذر پہ لاکھوں سلام
 اخترانِ شہستانِ شاہِ زَمَن
 آپ کے اِس بھرے گھر پہ لاکھوں سلام
 غوثِ اعظم، شہنشاہِ مُلکِ بقا
 اِن کے انفاسِ اطہر پہ لاکھوں سلام
 اولیاء و اِمامانِ دینِ متین
 سب نفوسِ مُطہّر پہ لاکھوں سلام
 جان کر اُن کو آقائے درد آشنا

اے نصیر! اُسِ سخنور پہ لاکھوں سلام
 شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام



صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما

یا نبی ! سلامٌ علیک	یا رسول ! سلامٌ علیک
یا حبیب ! سلامٌ علیک	صلّوۃ اللہ علیک
اے ہمارے گلشنِ جاں	آبروئے نوعِ انساں
منتظر ہیں اہلِ ایماں	ہو نگاہِ لطفِ ساماں
یا نبی ! سلامٌ علیک	یا رسول ! سلامٌ علیک
یا حبیب ! سلامٌ علیک	صلّوۃ اللہ علیک
سیدِ اولادِ آدم	باعثِ تخلیقِ عالم
سب کے مقبول و مکرم	سب کے محبوب و معظم
یا نبی ! سلامٌ علیک	یا رسول ! سلامٌ علیک
یا حبیب ! سلامٌ علیک	صلّوۃ اللہ علیک
ہے سماں ہر سو نرالا	مہرباں ہے حق تعالیٰ
جس طرف دیکھو ، اُجالا	آگیا ہے کملی والا
یا نبی ! سلامٌ علیک	یا رسول ! سلامٌ علیک
یا حبیب ! سلامٌ علیک	صلّوۃ اللہ علیک
کیسی بے مثالیاں ہیں	ذرّے ، گل کی تھالیاں ہیں
کتنی خوش جمالیاں ہیں	کیا سنہری جالیاں ہیں
یا نبی ! سلامٌ علیک	یا رسول ! سلامٌ علیک

یا حبیب! سلامُ علیک	صَلَوۃُ اللہ علیک
بے نوشت و خواند آیا	ظلمتوں کو چاند آیا
کر کے سب کو ماند آیا	آمنہ کا چاند آیا
یا نبی! سلامُ علیک	یا رسول! سلامُ علیک
یا حبیب! سلامُ علیک	صَلَوۃُ اللہ علیک
ہے کوئی وارث، نہ والی	بن کے آئے ہیں سوا لی
ہم گدا، تُو شاہِ عالی	جھولیاں ہیں اپنی خالی
یا نبی! سلامُ علیک	یا رسول! سلامُ علیک
یا حبیب! سلامُ علیک	صَلَوۃُ اللہ علیک
تاجدارِ مرسِلینی	روشنِ عرشِ پرینی
بے کسم، گنِ مُعینی	رحمۃٌ لِلْعَلَمِینی
یا نبی! سلامُ علیک	یا رسول! سلامُ علیک
یا حبیب! سلامُ علیک	صَلَوۃُ اللہ علیک
حشر میں سب اک کنارے	اُمّتی تھے دَم کو مارے
آگئے جب وہ، تو سارے	دیکھ کر اُن کو پکارے
یا نبی! سلامُ علیک	یا رسول! سلامُ علیک
یا حبیب! سلامُ علیک	صَلَوۃُ اللہ علیک
اک جھلک جو دیکھ پاؤں	جان میں تم پر لٹاؤں
راہ میں آنکھیں بچھاؤں	دست بستہ پھر سناؤں
یا نبی! سلامُ علیک	یا رسول! سلامُ علیک

یا حبیب ! سلامُ علیک
 شورشِ رنج و الم کیا
 لڑکھڑائیں اب قدم کیا
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 دل کو راس بھی تھمی ہو
 دل کی آس بھی تھمی ہو
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 رنگ ، جذب و حال کا دو
 رزق بھی حلال کا دو
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 نسبتوں سے کام لیں گے
 جب یہ اُن کا نام لیں گے
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک

صَلَوَةُ اللہ علیک
 کر سکے کوئی ستم کیا
 تم جو پاس ہو تو غم کیا
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 غم شناس بھی تھمی ہو
 دل کے پاس بھی تھمی ہو
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 سوزِ دل بلال کا دو
 صدقہ اپنی آل کا دو
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 یہ مزے غلام لیں گے
 خود وہ بڑھ کے تھام لیں گے
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک



نایب و اصحابِ سرور
 پہلے ہیں صدیقِ اکبر
 پھر عمر عثمان و حیدر
 بھیجے سلام ان پر

یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب ! سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
چشم و دل کا چین دونوں	روح مشرقین دونوں
شہ کے نورِ عین دونوں	ہیں حسن حسین دونوں
یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب ! سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
بیکسوں کا آسرا ہیں	نا خدا ہیں ، با خدا ہیں
کیا نہیں ہیں اور کیا ہیں	گفتگو سے ماورای ہیں
یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب ! سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
دینِ حق کی ڈھال دونوں	ہیں یہ بے مثال دونوں
فاطمہ کے لال دونوں	مصطفیٰ کی آل دونوں
یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب ! سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
دین کا شباب ہیں یہ	حافظِ کتاب ہیں یہ
مہر و ماہتاب ہیں یہ	مرتضیٰ کا خواب ہیں یہ
یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب ! سلام علیک	صلوٰۃ اللہ علیک
فقہ میں اک قولِ فیصل	ہیں ابو حنیفہ اول
بعد میں اُن کے ہیں افضل	مالک و ادریس و حنبل
یا نبی ! سلام علیک	یا رسول ! سلام علیک

یا حبیب ! سلامُ علیک
 فقہ کے نظام چاروں
 چل رہے ہیں جام چاروں
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 قبلہ روشن ضمیراں
 دست گیر دستگیراں
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 باغ فقر کی کلی ہیں
 افتخار ہر ولی ہیں
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 من فدائے تو بجانم
 بے نیاز این و آنم
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک
 اس جہاں سے جب سفر ہو
 یہ کرم نصیر پر ہو
 یا نبی ! سلامُ علیک
 یا حبیب ! سلامُ علیک

صَلَوَةُ اللہ علیک
 محترم ہیں ، نام چاروں
 حق پہ ہیں امام چاروں
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 تمکنت بخش فقیراں
 غوث پاک ، پیر پیراں
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 منظر غوث جلی ہیں
 خواجہ مہر علی ہیں
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 جو درت درے ندانم
 خاک بوس آستانم
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک
 رُوئے پاک پر نظر ہو
 اُس کا سر ہو ، تیرا در ہو
 یا رسول ! سلامُ علیک
 صَلَوَةُ اللہ علیک

جس طرف سے وہ گل گلشنِ عدنان گیا
 ساتھ ہی قافلہٴ سنبُل و ریحان گیا
 اِس بلندی پہ نہ ہرگز کوئی انسان گیا
 عرش پر بن کے وہ اللہ کا مہمان گیا
 لے کے جنت کی طرف جب مجھے رضوان گیا
 شور اُٹھا ، وہ گدائے شہِ ذیشان ، گیا
 مجھ خطا کار پہ کیا کیا نہ کیے تُو نے کرم
 میرے آقا! تری رحمت کے میں قربان گیا
 اتنی تسکین پس فریاد کہاں ملتی ہے
 کوئی مائل بہ سماعت ہے ، یہ دل جان گیا
 اُس کے دامن میں نہیں کچھ بھی ندامت کے سوا
 جس کے ہاتھوں سے ترا دامنِ احسان گیا
 جب قدم دائرہ عشقِ نبی سے نکلا
 بات ایمان کی اتنی ہے کہ ایمان ، گیا
 ظلمتِ دہر میں تھا کابکشاں اُن کا خیال
 ذہن پر چادرِ فیضانِ سحرِ تان گیا
 ناخدائی اسے کہیے کہ خدائی کہیے
 میری کشتی کو اُبھارے ہوئے طوفان گیا
 کر لیا اُن کو تصور میں مخاطب جس دم
 رُوح کی پیاس بجھی ، قلب کا ہیجان گیا
 لفظِ جَاؤْكَ سے ، قرآن نے کیا استقبال
 اُن کی چوکھٹ پہ ، جو بن کر کوئی مہمان گیا

تھا مدینے میں عرب اور عجم کا مالک
 وہ 'جو مکہ سے وہاں بے سرو سامان گیا
 دل کا رُخ پھیر لیا قصہ ہجرت کی طرف
 جب تڑپنا نہ شبِ غم کسی عنوان گیا
 خاک بوسی کی جو درباں سے اجازت چاہی
 لِلّٰہ الحمد کہ وہ میرا کہا مان گیا
 اُن سے نسبت کی ضیا سے ہے مراد دل روشن
 خیر سے اِس کے بھٹکنے کا ہر امکان گیا
 فخرِ دولت بھی غلط 'نازِ نسب بھی باطل
 کیا یہ کم ہے کہ میں دنیا سے مسلمان گیا
 شاملِ حال ہوئی جب سے حمایت اُن کی
 فتح کی زد سے نہ بچ کر کوئی میدان گیا
 اِس گنہ گار پہ اتمامِ کرم تھا ایسا
 حشر میں دُور سے رضواں مجھے پہچان گیا
 تا درِ خلد رہی چہرہ انور پہ نظر
 سب نے دیکھا کہ میں پڑھتا ہوا قرآن گیا
 میرے اعمال تو بخشش کے نہ تھے پھر بھی نصیر!
 کی محمد نے شفاعت تو خدا مان گیا



شرفِ یابِ معیت 'واقفِ آدابِ او ادنیٰ
 شہِ وائلِ مو' وائشمس طلعت' والضحیٰ سیما

ترے بحرِ ثنا میں زورِ قی افکار کو ہم نے
 چلایا پڑھ کے بِسْمِ اللہِ مَجْرَہَا وَمَرْسَلُہَا
 نبوت کی لڑی میں خوب چمکا ایک دن آخر
 وہ دُرُجِ اصْطَفٰی و اجْتِبَا کا گوہر یکتا
 یہ کس کا نُور تھا جو کر گیا روشن دل و جاں کو
 تصور سے یہ کس کے جگمگا اٹھی شبِ یلدا
 کھلے ہیں پھول کس کی یاد سے ویرانہ دل میں
 چلی کس کی شمیم زلف، مہکائے ہوئے صحرا
 ملا روزِ ازل وہ نُور اُس کو دستِ قدرت سے
 کہ جس کی ہر کرن تھا تھی رشکِ صدیدِ بیضا
 گئے تھے نیم شب وہ عرش پر، شاید اسی خاطر
 بشارتِ وسطِ قراں میں ہے سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی
 خدا تک کیوں نہ پہنچا دی اُس کے توشل سے
 قدِ بالا ہے جس کا، رہنمائے عالمِ بالا
 اگر از درِ برانی در ز روئے رحمتم خوانی
 درِ اقدس پہ حاضر ہوں کما تیغی کما تَرْضٰی
 ترے بحرِ حقیقت میں نمود اپنی خبابی ہے
 ترے ہونے سے قائم ہوں، مرا ہونا نہ ہونا، کیا
 چھپا لیے نصیر! بے نوا کو اپنے دامن میں
 بہ علمِ حیدر و صبرِ حسین و چادرِ زہرا



درِ حضور سے در کوئی بھی بلند نہیں
 وہ بد نصیب ہے جو اس سے بہرہ مند نہیں
 وہ آفتابِ رسالت ہے تیرگی کا نقیض
 کہ جیسے ظلمتِ شب ، مہر کو پسند نہیں
 اُسے ہو کیسے شعورِ غمِ بشر ، جس کا
 نفس گداز نہیں ، جان درد مند نہیں
 ہم اُس کے حلقہ بگوشوں میں ہیں ، ہمارے لیے
 زمین ہو کہ زماں ، کوئی بھی کمند نہیں
 رعونِ نسی ہو کہ سیم و زر کا غرور
 رو نیاز میں کوئی بھی سود مند نہیں
 یہ اقتضائے محبت ہے ، اُس سے دُور رہیں
 جو بات سپید لولاک کو پسند نہیں
 جہاں پہ خیر کے طائر قیام کرتے ہیں
 ابھی وہ بامِ سعادت تہ کمند نہیں
 ہے اُن پہ آئندہ سب حال ، دن کے اپنا
 لبوں پہ مہرِ سہی ، راہِ دل تو بند نہیں
 شہِ انام کے درسِ فروتنی کی قسم
 نصیر ، بندہ عاجز ہے ، خود پسند نہیں

ادھر بھی نگاہِ کرم یا محمد! صدا دے رہے ہیں یہ در پر سوالی
بہت ظلم ڈھائے ہیں اہلِ ستم نے، دُہائی تری اے غریبوں کے والی

نہ پوچھو دلِ کیفِ سماں کا عالم، ہے پیشِ نظر اُن کا دربارِ عالی
نگاہوں میں ہیں پھر حُضُوری کے لمحے، تصوّر میں ہے اُن کے روضے کی جالی

جبینِ خیر سے مطلعِ خیر و احساں، بدنِ منبعِ ثور، اُبرو ہلالی
ادھر رُوئے روشن پہ والشمس کی ضو، ادھر دوش پر زلفِ والتیل والی

عطا کیجیے آلِ زہرا کا صدقہ، فضائل کے پھولوں سے دامن ہے خالی
نہ عرفانِ حیدر، نہ فقرِ ابوذر، نہ تمکینِ سلمان، نہ صبرِ بلالی

سمندر بھرے نام کا جس کے پانی، اُسی ناخدا کی ہے یہ مہربانی
تلاطم میں آیا جو دریائے عصیاں، تو کشتیِ بری ڈوبنے سے بچالی

نہ اب میرا خونِ تمنا بے گا، جو مانگا ہے اُن سے وہ مل کر رہے گا
میں اُس شاہِ شاہاں کے در پر کھڑا ہوں، کبھی باتِ سائل کی جس نے نہ ٹالی

نوید بہاراں ملے کشتِ جاں کو، خبر دے کوئی جا کے لبِ تشنگاں کو
برسنے کو آیا ہے طیبہ سے بادل، وہ دیکھو اُٹھی ہے گھٹا کالی کالی

سزاوار ہیں اب تو لطف و کرم کے، کھڑے ہیں جو سائے میں باپِ حرم کے
لئے آنکھوں میں اشکوں کے موتی، سجائے ہوئے دل کے زخموں کی ڈالی

زمانہ ہے گرچہ مسلسل سفر میں، مُسَلَّم ہے دُنیاۓ فکر و نظر میں
تری بے نظیری، تری بے عدلی، تری بے مثیلی، تری بے مثالی

کرم ہے یہ سب آپ کا میرے آقا! بلایا مجھے اپنی چوکھٹ پہ، درنہ
کہاں میری پلکیں، کہاں خاکِ طیبہ، کہاں میں، کہاں آپ کا بابِ عالی

نہ مجھ میں کوئی گفتگو کا قرینہ، نہ دامن میں حرف و بیاں کا خزینہ
یہ عجزِ سخن ہی تو ہے میری دولت، ہے میرا ہنر یہ مری بے کمالی

رہے سر پہ تاجِ شفاعت سلامت، ترا در رہے تا قیامِ قیامت
توجہ کی خیرات لے کر اٹھے گا، نصیر آج بیٹھا ہے بن کر سوالی



جواہلِ دل ہیں، کیفیت سے کب باہر نکلتے ہیں
کہ ہر منظر سے طیبہ کے، کئی منظر نکلتے ہیں
شبِ معراج اُن کی اک جھلک جس راہ پر دیکھی
اُسی پر آج تک ہر شبِ مہ و اختر نکلتے ہیں
طوافِ قصر و ایوان اور ہم، توبہ، معاذ اللہ
کہ ہم ایسوں کے ارماں آپ کے در پر نکلتے ہیں
رہے آباد میخانہ ترا اے ساقی بٹھا!
کہ جس سے انبیا و اولیا پی کر نکلتے ہیں
عجب ہے اُن کے دیوانوں کا عالم راہِ طیبہ میں
جنونِ شوق کی اوڑھے ہوئے چادر نکلتے ہیں
جو زائر ہیں، وہ زندہ لٹتے ہیں حاضری دے کر
جو عاشق ہیں، وہ اُن کے شہر سے مر کر نکلتے ہیں
ہمالے جائے جن کو موجِ عشق ساقی کوثر
قیامت میں سسی، لیکن لبِ کوثر نکلتے ہیں

تری نسبت کی دولت سیر چشتی بخش دے جن کو
 شہانِ بوالہوس سے وہ گدا بہتر نکلتے ہیں
 میسر آگیا تھا لمسِ نعلینِ نبی جن کو
 اب اُن ذرات سے خورشید کے تیور نکلتے ہیں
 سرِ محشر کہیں گے آپ دامنِ خشک سب تیرے
 برے حصے میں کر دے جن کے دامن تر نکلتے ہیں
 پرستارِ خرد! نعتِ نبی آساں نہیں اتنی
 کہ یہ اشعار دل کی راہ سے ہو کر نکلتے ہیں
 نصیر اپنی اُمیدیں بھی ہیں اُس کو چے سے وابستہ
 کہ جس کو چے کے بے زر وقت کے بوذر نکلتے ہیں



شاہانِ جہاں کس لئے شرمائے ہوئے ہیں
 کیا بزم میں طیبہ کے گدا آئے ہوئے ہیں؟
 ہنگامہ محشر میں کہاں جس کا خدشہ
 گیسو شہِ کونین کے لہرائے ہوئے ہیں
 حاجت نہیں جنبش کی یہاں اے لبِ سائل!
 وہ یوں بھی کرمِ حال پہ فرمائے ہوئے ہیں
 یہ شہرِ مدینہ ہے کہ ہے اک کشِ آباد
 محسوس یہ ہوتا ہے کہ گھر آئے ہوئے ہیں

ایثار و مساوات و مواخات و تواضع
یہ پھول سبھی آپ کے مہکائے ہوئے ہیں

گل اپنی عنایت سے نہ رکھیں ہمیں محروم
کچھ بھی ہیں، مگر آپ کے کہلائے ہوئے ہیں

یا شاہِ اُمم! ایک نظر اُن کی طرف بھی
دامانِ تمنا کو جو پھیلائے ہوئے ہیں

خورشیدِ جہاں تاب ہو، یا ماہِ شب افروز
دونوں ترے چہرے سے ضیا پائے ہوئے ہیں

ملتی نہیں دل کو کسی پہلو بھی تسلی
لمحاتِ حُضوری ہیں کہ تڑپائے ہوئے ہیں

اِس وقت نہ چھیڑ اے کششِ لذتِ دنیا!
اِس وقت مرے دل کو وہ یاد آئے ہوئے ہیں

سُلطانِ دو عالم کی عطا اور یہ عاصی
کچھ لوگ تو اِس بات پہ چکرائے ہوئے ہیں

حاوی ہے فلکِ گُلنیا جیسے زمیں پر
اِس طرح مرے ذہن پہ وہ چھائے ہوئے ہیں

جنت کی فضا میں اُنہیں بہلا نہ سکیں گی
 جو آپ کی گلیوں کی ہوا کھائے ہوئے ہیں
 بن جائے گی محشر میں نصیر اب تری بگڑی
 سرکار، شفاعت کے لیے آئے ہوئے ہیں



بے مثل ہے کونین میں سرکار کا چہرہ
 آئینہ حق ہے شہ ابرار کا چہرہ
 دیکھیں تو دعا مانگیں یہی یوسف کنعاں
 تکتا رہوں خالق! ترے شہکار کا چہرہ
 اے مَطَلَبی پھول! بہاروں کے پیہر
 کھلتا ہے ترے نام سے گلزار کا چہرہ
 خورشیدِ حلیمہ! تری مشتاق ہیں آنکھیں
 بھاتا نہیں اب ماہِ ضیا بار کا چہرہ
 اے خلد! کروں گا ترا دیدار بھی، لیکن
 اس دم ہے نظر میں، ترے مختار کا چہرہ
 والشمس کی یہ واوِ قسم کہتی ہے مُڑ کر
 بے داغ رہا شاہ کے کردار کا چہرہ
 جلووں سے ہو معمور نہ کیوں دل کا مدینہ
 آنکھوں میں ہے اُس مطلعِ انوار کا چہرہ
 دورانِ شفاعت وہ سکوں بخش دلا سے
 بے فکرِ ندامت ہے گنہگار کا چہرہ

کھلتا ہی گیا پھول کی صورتِ دمِ آخر
 اُترا نہیں دیکھا ترے بیمار کا چہرا
 پوچھا جو یہ سائل نے کہ کیا چیز ہے احسن
 صدیق نے برجستہ کہا ”یار کا چہرا“
 اُترے پس مرگ اُس کی زیارت کو فرشتے
 نکھرا وہ ترے طالبِ دیدار کا چہرا
 جھپکے جو نصیر آنکھ دمِ نزع تو یارب!
 پتلی میں پھرے احمدِ مختار کا چہرا



ہے جن کی خاکِ پا رُخِ مہ پر لگی ہوئی
 اُن کی لگن ہے دل کو برابر لگی ہوئی
 شاہِ اُمم لٹائے چلے جا رہے ہیں جام
 پیاسوں کی بھیڑ ہے سرِ کوثر لگی ہوئی
 زہرا ، حسین اور حسن کا غلام ہوں
 مہرِ علی کی مہر ہے مجھ پر لگی ہوئی
 قربان اے خیالِ رُخِ مصطفیٰ ! ترے
 رونق ہے ایک ذہن کے اندر لگی ہوئی
 نگر نہ لے نبی کی شریعت سے ، ہوش کر!
 دوزخ میں جھونکتی ہے ، یہ ٹھوکر لگی ہوئی

میرا کفن ہو تارِ ادب سے بنا ہوا
ہو ساتھ التماس کی جھال لگی ہوئی

یادِ رسولِ پاک میں ہر آنکھ تر رہے
اشکوں کی اک سبیل ہو گھر گھر لگی ہوئی

آقا! بلائے حرص و حسد سے بچائیے
پیچھے یہ سب کے ہاتھ ہے دھو کر لگی ہوئی

تکتے ہیں روز و شب جسے شمس و قمر نصیر
اپنی نظر بھی ہے اسی در پر لگی ہوئی

کہتے ہیں جس کو عشق وہ اک آگ ہے نصیر
بُگھتی نہیں سنی ہے یہ اکثر ، لگی ہوئی



غلامِ حشر میں جب سیّدِ الوریٰ کے چلے
لوائے حمد کے سائے میں سر اٹھا کے چلے
چراغِ لے کے جو عشاقِ مصطفیٰ کے چلے
ہوائے شند کے جھونکے بھی سر جھکا کے چلے
وہیں پہ تھم گئی اک بار گردشِ دوراں
جہاں بھی تذکرے سلطانِ انبیا کے چلے
ہے دیدنی یہ مدینے کے عاشقوں کا چلن
جبیں پہ خاکِ درِ مصطفیٰ سجا کے چلے
یہ کس کا شرِ قریب آرہا ہے دیکھو تو
دُرود پڑھتے ہوئے قافلے ہوا کے چلے

نہیں ہے کبر کی رخصت حرم میں زائر کو
 ادب کا ہے یہ تقاضا کہ سر جھکا کے چلے
 وہ اُن کا فقر سلیمان کو جس پہ رشک آئے
 وہ اُن کا حسن کہ یوسف بھی مُنہ چھپا کے چلے
 سر نیاز جھکایا جنہوں نے اُس در پر
 وہ خوش نصیب ہی دنیا میں سر اٹھا کے چلے
 نشے کی علتِ حرمت میں تھا یہ پہلو بھی
 کہ پُل صراط پہ مومن نہ لڑکھڑا کے چلے
 طلب ہوئی سر قوسین جب شبِ اسرای
 حضور، واقفِ منزل تھے، مُسکرا کے چلے
 انہیں کی زیست ہوئی آبرو کے ساتھ بسر
 جو اُن کی چادرِ نسبت میں سر چھپا کے چلے
 نظر بہ عالمِ پاکیزگی پڑے اُن پر
 مسافرانِ لحدِ اس لیے نہا کے چلے
 جنابِ آمنہ اُٹھیں بلائیں لینے کو
 جو تاجِ سر پہ شفاعت کا وہ سجا کے چلے
 نصیر اُن کے سوا کون ہے رسول ایسا
 جو بخشوا نے کو آئے تو بخشوا کے چلے
 نصیر! تجھ کو مبارک ہو یہ ثباتِ قدم
 کہ اس زمیں میں اکابر بھی لڑکھڑا کے چلے



مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے مرے آقا! کرنا
حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضا کرنا

میں کہ ذرہ ہوں مجھے وسعتِ صحرا دے دے
کہ ترے بس میں ہے قطرے کو بھی دریا کرنا

میں ہوں بے کس، ترا شیوہ ہے سہارا دینا
میں ہوں پیار، ترا کام ہے اچھا کرنا

تو کسی کو بھی اٹھاتا نہیں اپنے در سے
کہ تری شان کے شایاں نہیں ایسا کرنا

تیرے صدقے، وہ اُسی رنگ میں خود ہی ڈوبا
جس نے، جس رنگ میں چاہا مجھے رُسوا کرنا

یہ ترا کام ہے اے آمنہ کے دُرِّ یتیم!
ساری اُمت کی شفاعت، تنہا کرنا

کثرتِ شوق سے اوسانِ مدینے میں ہیں گم
نہیں گھلتا کہ مجھے چاہیے کیا کیا کرنا

یہ تمنائے محبت ہے کہ اے داوِ حشر!
فیصلہ میرا سپردِ شہِ بطحا کرنا

آل و اصحاب کی سنت ، مرا معیارِ وفا
تری چاہت کے عوض ، جان کا سودا کرنا

شاملِ مقصدِ تخلیق یہ پہلو بھی رہا
بزمِ عالم کو سجا کر ترا چرچا کرنا

یہ صراحت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں ہے
تیری تعریف کرنا ، تجھے اُونچا کرنا

تیرے آگے وہ ہر اک منظرِ فطرت کا ادب
چاند سورج کا وہ پہروں تجھے دیکھا کرنا

طبعِ اقدس کے مطابق وہ ہواؤں کا خرام
دھوپ میں دوڑ کے وہ ابر کا سایا کرنا

دشمن آ جائے تو اُٹھ کر وہ بچھانا چادر
حُسنِ اخلاق سے غیروں کو وہ اپنا کرنا

کوئی فاروق سے پوچھے کہ کسے آتا ہے
دل کی دُنیا کو نظر سے تہ و بالا کرنا

اُن صحابہ کی خوش اطوار نگاہوں کو سلام
جن کا مسلک تھا ، طوافِ رُخِ زیبا کرنا

مجھ پہ محشر میں نصیر اُن کی نظر پڑ ہی گئی
کہنے والے اسے کہتے ہیں ”خدا کا کرنا“



ہے سراپا اُجالا ہمارا نبی
رحمتِ حق تعالیٰ ہمارا نبی
جس کا کونین میں کوئی ثانی نہیں
ہے وہ جگ سے نرالا ہمارا نبی
پل رہا ہے جہاں جس کی خیرات پر
وہ حلیمہ کا پیالا ہمارا نبی
آپ کوثر پییں گے تو صرف اس لئے
ہم کو بخشے گا پیالا ہمارا نبی
سطحِ فکر و نگاہِ بشر سے کہیں
ہے بلند اور بالا ہمارا نبی
کل سرِ پل جو کچھ لڑکھڑائے بھی ہم
ہم کو دے گا سنبھالا ہمارا نبی
ہے مُسلم رسولوں کا رُتبہ ، مگر
سب سے رُتبے میں اعلیٰ ہمارا نبی
غم نہیں ہم کو تاریکیِ قبر کا
بخش دے گا اُجالا ہمارا نبی
جس کی نسبت سے ہو جائیں گے پار ہم
ہے وہ سچا حوالا ہمارا نبی

آج جس کے سبب، راہِ دل بند ہے
 کھول دے گا وہ تالا ہمارا نبی
 کیوں نصیرِ اہلِ دنیا پہ رکھیں نظر
 ہم کو ہے دینے والا ہمارا نبی



نعت درزمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

قدرت نے آج اپنے جلوے دکھادیئے ہیں
 یہ کون آرہا ہے یہ آج کون آیا
 جب اُن کا نام لے کر مظلوم کوئی رویا
 بے کس نواز اُن سا، پیدا ہوا، نہ ہوگا
 بحرِ کرم میں اُن کے اُٹھی جو موجِ رحمت
 اللہ رہے ہوائیں اُس دامنِ کرم کی
 شاہوں کے در پہ جانا تو ہین تھی ہماری
 صدقے میں آپ کی اُس حاجت روا نظر پر
 غارِ سمجھ کے منہ پر ملتے ہیں اہلِ نسبت
 سینے میں ہوں سجائے یادوں کی ایک محفل
 بڑھتی ہی جارہی ہیں تابانیاں حرم کی
 آمد پہ مصطفیٰ کی، پردے اُٹھا دیئے ہیں
 سوئے ہوئے مقدّر کس نے جگا دیئے ہیں
 زنجیر توڑ دی ہے، قیدی چھڑا دیئے ہیں
 کچھڑے ملا دیئے ہیں، اُجڑے بسا دیئے ہیں
 مرتے بچا لئے ہیں، گرتے اُٹھا دیئے ہیں
 بنجر میں تھی دل کی، گلشن کھلا دیئے ہیں
 اُن کی گلی میں ہم نے بستر لگا دیئے ہیں
 جس نے گدا ہزاروں سلطان بنا دیئے ہیں
 مٹی نے اُن کے در کی، مکھڑے سجا دیئے ہیں
 اُن کی لگن نے دل میں میلے لگا دیئے ہیں
 بُجھتے نہیں کسی سے طیبہ کے کیا ”دیئے“ ہیں

وہ جانیں اے نصیر اب یا جانے اُن کا خالق
 ہم نے تو دل کے دکھڑے اُن کو سنا دیئے ہیں

نعتیہ

رات اُسری دی فضل خزانیاں نوں ، اُمت واسطے مری سرکار لُٹیا
 سُرمہ پا مازاغ دا فیر آقا ، پالن ہار دا خاص دیدار ، لُٹیا
 کھندے ڈڑے مدینے دی وادیاں دے ، بھاڈا ہوش اُس ناقہ سوار لُٹیا
 مزا سا ہواں دی پاک خوشبو والا ، یارِ غار لُٹیا ، یاں فر غار لُٹیا

نعتیہ

کرن خاور دے شاہ دی ، لاٹ چن دی ، تھر تھر کنبے جس دے درو بامِ چم کے
 جا کے چرخ تے ماہِ تمام بنیا ، جس دی خاک نوں ماہِ تمام ، چم کے
 عاشق اوس دے لئی رستے بھل بیٹھے ، ڈڑے ڈڑے نوں گام بہ گام چم کے
 مثل برق اُوہ شاہ اُسوار لنگھیا ، دیدے رہ گئے گردِ خرام چم کے

نعتیہ

اُس دی گل چھیڑو! جس دی اک گل توں ، سارا عالم ، تے بزمِ ظہور صدقے
 جس دا مکھڑا دلیل وجود رب دی ، جمدے عشق توں ، عقل و شعور صدقے
 طویرِ چشم تے جس دے کلیم پکاں ، وال وال اُتوں لکھاں طویر صدقے
 گھولی مُشک ، تے چشمِ غزال قُرباں ، دورِ جام واری ، زلفِ حور صدقے

میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
 ترا آستانِ سلامت، مرا کام چل رہا ہے
 نہیں عرش و فرش پر ہی تری عظمتوں کے چرچے
 تہِ خاک بھی لُحْد میں ترا نام چل رہا ہے
 وہ تری عطا کے تیور، وہ ہجومِ گردِ کوثر
 کہیں شورِ مے کشاں ہے کہیں جام چل رہا ہے
 کسی وقت یا محمد کی صدا کو میں نہ بھولا
 دمِ نزع بھی زباں پر یہ کلام چل رہا ہے
 مرے ہاتھ آگئی ہے یہ کلیدِ قفلِ مقصد
 ترا نام لے رہا ہوں مرا کام چل رہا ہے
 کوئی یاد آ رہا ہے مرے دل کو آج شاید
 جو یہ سیلِ اشکِ حسرتِ سرِ شام چل رہا ہے
 وہ برابری کا تُو نے دیا درسِ آدمی کو
 کہ غلامِ ناقہ پر ہے تو امام چل رہا ہے
 یہ اثر ہے تیری سنت کے مذاقِ سادگی کا
 رہِ خاص چلنے والا رہِ عام چل رہا ہے
 ترے لطفِ خسروی پر مرا کٹ رہا ہے جیون
 مرے دن گزر رہے ہیں مرا کام چل رہا ہے
 مجھے اس قدر جہاں میں نہ قبولِ عام ملتا
 ترے نام کے سہارے مرا نام چل رہا ہے

تری مہر کیا لگی ہے کہ کوئی ہنر نہ ہوتے
مری شاعری کا سکہ سر عام چل رہا ہے

کڑی دھوپ کے سفر میں نہیں کچھ نصیر کو غم
ترے سایہ کرم میں یہ غلام چل رہا ہے



تصور میں مرے جب چہرہ خیر الانام آیا
جبیں خم ہو گئی لب ، پر دُرود آیا سلام آیا
خدا نے آمنہ کی کوکھ سے ظاہر کیا آخر
وہ اک نورِ ازل جو فخرِ آبائے کرام آیا
مناؤ اُس کی آمد پر خوشی ماہِ ولادت میں
کہ محبوبِ خدائے قادرِ یکتی العظام آیا
کھڑے تھے انبیا معراج کی شب خیر مقدم کو
امامت کے لیے جب وہ شہِ گردوں خرام آیا
سفر کی دھوپ کی شدت اگر بڑھنے لگی حد سے
تو اُس بے سایہ پر سایہ لٹانے کو غمام آیا
نظر آیا نخلِ خورشیدِ خاور اپنی کرنوں پر
عروجِ حُسن پر جب ہاشمی ماہِ تمام آیا
سر کوثر نہ کیوں اترائیں اُن کے چاہنے والے
یہ کیا کم ہے کہ اُن کے ہاتھ سے ہاتھوں میں جام آیا

تہتاؤں کی مڑجھائی ہوئی کلیاں مہک اٹھیں
 برنگِ موجہ خوشبو وہ شاہِ ذی مقام آیا
 ہوا محسوس جیسے مُلکِ خُود ہوں شہِ بطحی
 مرے ہونٹوں پہ جس دم سیدہ زہرا کا نام آیا
 امامت کا تسلسل کوئی دیکھے اس گھرانے میں
 حسین ابنِ علی بعدِ حسن بن کر امام آیا
 اب اس کے بعد منزل کیا ہو میری خوش نصیبی کی
 ترا درِ چوم کر لوٹا ، تری جالی کو تھام آیا
 تری آمد بھی کیا آمد ہے جس آمد کے صدقے میں
 ہدایت کی کتاب اُتری ، شریعت کا نظام آیا
 یہی وہ ہیں کہ ایماں بعدِ توحید ان پہ لازم ہے
 یہی وہ ہیں پس اللہ اکبر جن کا نام آیا
 پلانے کا شرف اُن سے رہا مخصوص محشر میں
 وہ جب تشریف لائے تب کہیں گردش میں جام آیا

مزاجب ہو کہ باپِ خُلد پر جس دم نصیر آئے
 کے رضوان ، رستہ دو ! محمد کا غلام آیا

ازل سے محو تماشائے یار ہم بھی ہیں
 جمالِ شاہِ اُمم پر ثار ہم بھی ہیں
 ضیائے شاہِ عرب سے ہے اپنا دل روشن
 چراغِ طور کے آئینہ دار ہم بھی ہیں
 زمانہ طالبِ خیراتِ لطف ہے اُن سے
 پکار اے دلِ مضطر پکار! ہم بھی ہیں
 بحق چادرِ زہرا ادھر بھی ایک نظر
 غبارِ راہ میں اے شہسوار! ہم بھی ہیں
 ہمارا دھیان بھی طیبہ کے قافلے والو!
 رواں دواں پسِ گرد و غبار ہم بھی ہیں
 نظر جو اُن کی ہوئی ہم خزاں نصیبوں پر
 تو پھر کہیں گے کہ رہکِ بہار ہم بھی ہیں
 اِس ایک بات پہ ہے فخر ہم غریبوں کو
 کہ اُن کے اُمّتوں میں شمار ہم بھی ہیں
 یہ اُس کریم کا در ہے کہ تاجدار، جہاں
 پکارتے ہیں کہ اُمیدوار ہم بھی ہیں
 ہمیں بھی آپ سے اُمید ہے شفاعت کی
 اُٹھائے سر پہ گناہوں کا بار ہم بھی ہیں

صبا سے کہہ دو کہ جالی کو چومنے کے لیے
 بس ایک تُو ہی نہیں بیقرار، ہم بھی ہیں
 جو پُل صراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
 تو پھر نصیر سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں



نعت در زمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

احمد کہوں کہ حامدِ یکتا کہوں تجھے
 مولیٰ کہوں کہ بندۂ مولیٰ کہوں تجھے
 کہہ کر پکاروں ساقی کوثرِ بروزِ حشر
 یا صاحبِ شفاعتِ کبریٰ کہوں تجھے
 یا عالمین کے لیے رحمت کا نام دوں
 یا پھر مکینِ گنبدِ خضریٰ کہوں تجھے
 ویراں دلوں کی کھیتیاں آباد تجھ سے ہیں
 دریا کہوں کہ ابرِ سخا کا کہوں تجھے
 تجھ پر ہی بابِ ذات و صفاتِ خدا کھلا
 توحید کا مدرّسِ اعلیٰ کہوں تجھے
 ہے مُمنَعِ نظیرِ تری ذات، خلق میں
 پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے

پا کر اشارہ سورہ یسین کا اس طرف
 دل چاہتا ہے سید والا کہوں تجھے
 زہرا ہے لختِ دل تو حسن ہے تری شبیہ
 زینب کا یا حسین کا بابا کہوں تجھے
 سرتاجِ انبیا کہ اماں گاہِ اولیا
 یا فخرِ نسلِ آدم و حوا کہوں تجھے
 بے مثل ہے تری بشریت بھی نور بھی
 لکھوں بشر کہ نور سراپا کہوں تجھے
 تخلیقِ کائنات کا لکھوں تجھے سبب
 یا بزمِ کائنات کا دُلہا کہوں تجھے
 لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا کھو چکے حواس
 میرے کریم! تُو ہی بتا کیا کہوں تجھے
 قربان تیرے اے شبِ اسرا کے عرشِ سیر
 تنہا خرامِ عالمِ بالا کہوں تجھے
 اب کر لیا ہے ذوقِ طلب نے یہ فیصلہ
 جو کچھ کہوں خدا سے کہوں یا کہوں تجھے
 اُٹھتے ہی ہاتھ بھر گئیں منگتوں کی جھولیاں
 حق تو یہ ہے کہ خلق کا داتا کہوں تجھے

جب انتخابِ مالکِ روزِ جزا ہے تُو
 پھر کس لیے نہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
 جی بھر کے دیکھنے بھی نہ دیں شہ کی جالیاں
 بس اے ہجومِ اشک میں اب کیا کہوں تجھے
 اتنے قریب مجھ کو ملے خلد میں جگہ
 کہنی ہو کوئی بات اگر، جا کہوں تجھے
 کرتا ہوں اختتامِ سخن اس پہ اب نصیر
 کچھ سوجھتا نہیں کہ میں کیا کیا کہوں تجھے



رباعی

سیرت لکھیں کہ شعر تصنیف کریں
 ہر رنگ میں اہتمامِ توصیف کریں
 شرح و رفعنا لک ذکرک یہ ہے
 محبوبِ خدا کی کھل کے تعریف کریں



قطعہ

دل میں مرے نہاں یہ خلش عمر بھر کی ہے
 آقا! یہ التجا ترے آشفہ سر کی ہے
 رسوا نہ ہونے پائے قیامت میں کل نصیر
 گھر میں رہے یہ بات کہ یہ بات گھر کی ہے

لُحْد میں وہ صورت دکھائی گئی ہے مری سوئی قسمت جگائی گئی ہے
 نہیں تھا کسی کو جو منظر پہ لانا تو کیوں بزمِ عالم سجائی گئی ہے
 صبا سے نہ کی جائے کیوں کر محبت بہت اُن کے کوچے میں آئی گئی ہے
 وہاں تھی فدا مصر میں اک زلیخا یہاں صدقے ساری خدائی گئی ہے
 یہ کیا کم سُنَد ہے مری مغفرت کی ترے در سے میت اُٹھائی گئی ہے
 گنگار اُنت پہ رحمت کی دولت سرحر گھل کر لٹائی گئی ہے
 شرابِ طہور اُن کے دستِ کرم سے سرِ حوضِ کوثر پلائی گئی ہے
 بہت شاد ہیں قبر میں اہل نسبت نبی کی زیارت کرائی گئی ہے
 کسے تابِ نظارہ جالی کے آگے نظر احتراماً جھکائی گئی ہے

لُحْد سے نصیر اب چلو تم بھی اُٹھ کر

اُنہیں دیکھنے کو خدائی گئی ہے



سلام، بخُصوِ رِخیرِ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

در زمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

مصطفیٰ، شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
میرِ جیشِ رُسل، اُمّی و عقلِ کُل
قائلِ وحدۂ لا شریک لہ
چاکِ دلِ سل گیا، آسرا مل گیا
گردِ چہرہ وہ اک ہالہ تمکنت
بھینی بھینی وہ خوشبوئے زلفِ دوتا
آنکھ کو دے گیا زینۂ ارتقا
دست کی دستگیری پہ دائم دُرود
بھیڑ میں پھوم لیں شاہ کی جالیاں
وہ حلیمہ جو ہے ثانیِ آمنہ
از ازل تیرے منصب پہ لاکھوں دُرود
نقشِ پا کے نکلیں، جن کو ترسے زمیں
کس کی چوکھٹ پہ تُو دے رہا ہے صدا
شانۂ اقدسِ شہ پہ بے حد دُرود
حوصلہ دینے آئے گی جو قبر میں
کھو گیا کس کا حُسنِ گزر دیکھ کر
اُن کے رُوپ اور رنگت پہ رنگیں دُرود

اولیں نقشِ خلقت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بزمِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ماجی شرک و بدعت پہ لاکھوں سلام
گردشِ چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام
والضحیٰ کی صباحت پہ لاکھوں سلام
ایسی بے مثل نکست پہ لاکھوں سلام
سبز گنبد کی رفعت پہ لاکھوں سلام
پاؤں کی استقامت پہ لاکھوں سلام
اے نظر! تیری ہمت پہ لاکھوں سلام
اُس کے لمحاتِ خدمت پہ لاکھوں سلام
تا ابد تیری بعثت پہ لاکھوں سلام
چال کی زیب و زینت پہ لاکھوں سلام
اے گدا! تیری قسمت پہ لاکھوں سلام
مہرِ ختمِ نبوت پہ لاکھوں سلام
ایسی نادیدہ صورت پہ لاکھوں سلام
نقشِ پا! تیری حیرت پہ لاکھوں سلام
اُن کی شکل و شبابت پہ لاکھوں سلام

گردشِ ہتم گئیں، محفلیں جم گئیں کملی والے کی نسبت پہ لاکھوں سلام
 ایک دو تین کیا، لاکھوں سرکٹ گئے اُن کی منصوص عزت پہ لاکھوں سلام
 عمر بھر غم جو اُمت کا کھاتا رہا ایسے غم خوار اُمت پہ لاکھوں سلام
 کل کرے گی جو شورِ قیامت فرو اُس دل آدیز قامت پہ لاکھوں سلام
 جس کو پا کر حلیمہ غنی ہو گئی آمنہ! تیری دولت پہ لاکھوں سلام
 دیکھنے والی آنکھوں پہ پیہم دُرد مرکزِ دید، صورت پہ لاکھوں سلام
 اُن کی آمد کا سُن کر جو ہو گا پپا ایسے شورِ قیامت پہ لاکھوں سلام
 زینب و مرتضیٰ پھر حسین و حسن اور خاتونِ جنت پہ لاکھوں سلام
 چار یارانِ حضرت پہ ہر دم دُرد ان کے دورِ خلافت پہ لاکھوں سلام
 شاہِ بغداد وہ مَی دینِ حق آبروئے طریقت پہ لاکھوں سلام
 کیجئے بند آنکھیں نصیر اور پھر
 بھیجئے اُن کی صورت پہ لاکھوں سلام



تضمینات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمینات

برکلام حضرت مولانا احمد رضا خاں

فاضل بریلویؒ

از

شاعرِ ہفت زباں علامہ زماں

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ نمبر	تضمینات	نمبر شمار
213	واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطلی تیرا	
215	نعمتیں بائٹا جس سمت وہ ذی شان گیا	
217	شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے	
219	اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں	
221	پل سے اُتارو، راہ گزر کو خبر نہ ہو	
223	ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں	
225	کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے	
228	سب سے اُولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ	
231	مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	
235	واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا	

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطلی تیرا

کوئی دنیائے عطا میں نہیں ہمتا تیرا ہو جو حاتم کو میسر یہ نظارا تیرا
کہ اٹھے دیکھ کے بخشش میں یہ رتبہ تیرا واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطلی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

کچھ بشر ہونے کے ناتے تجھے خود سا جانیں اور کچھ محض پیامی ہی خدا کا جانیں
ان کی اوقات ہی کیا ہے کہ یہ اتنا جانیں فرش والے تری عظمت کا غلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

جو تصور میں ترا پیکرِ زیبا دیکھیں رُوئے والشمس تکیں، مطلعِ سیمّا دیکھیں
کیوں بھلا اب وہ کسی اور کا چہرا دیکھیں تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

مجھ سے نا چیز پہ ہے تیری عنایت کتنی تُو نے ہر گام پہ کی میری حمایت کتنی
کیا بتاؤں تری رحمت میں ہے وسعت کتنی ایک میں کیا، مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

۱: برابر ۲: بلندی ۳: جھنڈا ۴: پیشانی ۵: پیر کی تلی

کئی پشتوں سے غلامی کا یہ رشتہ ہے بحال
ہیں طفلی و جوانی کے بتائے^۱ مہ و سال
اب بڑھاپے میں خدارا ہمیں یوں در سے نہ ٹال
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

غمِ دوراں سے جو گھبرائیے، کس سے کہیے
اپنی اُلجھن کسے بتلائیے، کس سے کہیے
چیر کر دل کسے دکھلائیے، کس سے کہیے
کس کا منہ تکیے، کہاں جائیے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

نذرِ عشاقِ نبی ہے یہ مرا حرفِ غریب^۲
منبرِ وعظ پہ لڑتے رہیں آپس میں خطیب
یہ عقیدہ رہے اللہ کرے مجھ کو نصیب
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

خوگرِ قربت و دیدار پہ کیسی گزرے^۳
کیا خبر اُس کے دلِ زار پہ کیسی گزرے
ہجر میں اِس ترے بیمار پہ کیسی گزرے
دُور کیا جانے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

تجھ سے ہر چند وہ ہیں قدر و فضائل میں رفیع^۴
کر نصیر آج مگر فکرِ رضا کی توسیع
زینتِ نطق ترے، اُس کا ہو بہ شعرِ وقیع
تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا

یہ وہ سچ ہے کہ جسے ایک جہاں مان گیا در پہ آیا جو گدا، بن کے وہ سلطان گیا
اُس کے اندازِ نوازش پہ میں قربان گیا نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

تجھ سے جو پھیر کے منہ، جانبِ قرآن گیا سُرخرو ہو کے نہ دنیا سے وہ انسان گیا
کتنے گستاخ بنے، کتنوں کا ایمان گیا لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا
مرے مولیٰ، مرے آقا، ترے قربان گیا

محوِ نظارہ سرِ گنبدِ خضریٰ ہی رہی دُور سے سجدہ گزارِ درِ والا ہی رہی
زُوبرو پا کے بھی محرومِ تماشا ہی رہی آہ! وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

تیری چاہت کا عملِ زیست کا منشور رہا تیری دھلیز کا پھیرا، مرا دستور رہا
یہ الگ بات کہ تُو آنکھ سے مستور رہا دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر ہے جو ترے قدموں پہ قربان گیا

دوستی سے کوئی مطلب، نہ مجھے بے کام
 اُن کے صدقے میں کسی سے نہ پڑا خیر سے، کام
 اُن کا شیدا ہوں، مجھے کیا حرم و دیر سے کام
 اُنہیں مانا، اُنہیں جانا، نہ رکھا غیر سے کام
 للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

احترامِ نبوی داخلِ عادت نہ سہی
 شیرِ مادر میں اسیلوں کی نجات نہ سہی
 گھر میں آدابِ رسالت کی روایت نہ سہی
 اور تم پر مرے مولیٰ کی عنایت نہ سہی
 نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

بامِ مقصد^۲ پہ تمناؤں کے زینے پہنچے
 لبِ ساحل پہ نصیر اُن کے سفینے پہنچے
 جن کو خدمت میں بلایا تھا نبی نے، پہنچے
 جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
 تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

۱: اونچے خاندانوں کی بزرگی ۲: مطلوب و تمنا کی چھت

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے

بیٹھا ہوں رختِ باندھ کے، ساعتِ سحر کی ہے رونقِ عجیبِ شرِ بریلی میں گھر کی ہے
سب آ کے پوچھتے ہیں عزیمتِ کدھر کی ہے شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے
جس پر ثار، جانِ فلاح و ظفر کی ہے

شُوط^۳ و طواف و سعی کے نکتے سکھا دیے احرام و حلق^۲ و قصر کے معنی بتا دیے
رَمَی^۶ و وُثُوف^۷ و نُحْر^۸ کے منظر دکھا دیے اُس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

صوم و صلوٰۃ ہیں کہ سُجود و رُکوع ہیں ہر چند شرع میں یہ اہمُ الوُثُوع ہیں
حُبِّ نبی نہ ہو تو یہ سب لا تُفُوع^۹ ہیں ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فُرُوع ہیں
اصلُ الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

جاں وارِ دوں یہ کام جو میرا صبا کرے بعد از سلام، عرض مری التجا کرے
کہتا ہے اک غلام، کسی شبِ خدا کرے ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پھر دو پھر کی ہے

۱: سامان ۲: ارادہ ۳: طواف کا ایک پھیرا ۴: دورانِ حج سرمنڈانا ۵: بال کتر وانا ۶: شیطان کو نکر یاں مارنا

۷: عرفات میں دن بھرنا ۸: قربانی کرنا ۹: بے فائدہ

سب جوہروں کی اصل ترا جوہرِ غنا اس دھوم کا سبب ہے تری چشمِ اعتنا^۱
 ممنون تیرے دونوں ہیں، بانی ہو یا پنا^۲ ہوتے کہاں خلیل و پنا کعبہ و منیٰ
 لولاک والے! صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں^۴ وہ عاشقوں کی بھیڑ، وہ لہجے، وہ بولیاں
 جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں لبِ داہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
 کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

ہے دفترِ نسب میں یہ عزت لکھی ہوئی قرطاسِ وقت پر ہے یہ خدمت لکھی ہوئی
 پشتوں سے گھر میں ہے یہ عبارت لکھی ہوئی میں خانہ زادِ گمنہ ہوں، صورت لکھی ہوئی
 بندوں کنیزوں میں مرے مادرِ پدر کی ہے

ہر لمحہ آشنائے تب و تاب ہوگی آبِ دنیا^۶ آبرو میں دُرِ ناب ہوگی آب
 اُن کا کرم رہا تو نہ بے آب ہوگی آب دندان کا نعت خواں ہوں، نہ پایاب ہوگی آب
 ندی گلے گلے مرے آبِ گھر کی ہے

دم گھٹ رہا تھا مجسِ قالب میں بے ہوا تھا مُلتجی نصیر کہ یا رب چلے ہوا
 اتنے میں دی سروش^۹ نے آواز، لے ہوا سنی وہ دیکھ! بادِ شفاعت کہ دے ہوا
 یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

۱: توجہ ۲: بنیاد رکھنے والا ۳: بنیاد ۴: مٹی کے وہ چھوٹے گھڑے جو عورتیں شادی بیاہ کی رسم میں پانی سے بھر کر سر پر اٹھا کر گاتی ہیں ۵: کھلے ۶: عزت ۷: عزت میں کمی نہ ہوگی ۸: جس کی جگہ ۹: نبی فرشتہ ۱۰: ہوا آہستہ آہستہ چلی

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

نورِ خدا نے کیا کیا جلّوے دکھا دیئے ہیں سینے کئے ہیں روشن ، دل جگمگا دیئے ہیں
لہرا کے زلفِ مشکیں نافے لٹا دیئے ہیں اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

آنکھیں کسی نے مانگیں ، جلوہ کسی نے مانگا ذرّہ کسی نے چاہا ، صحرا کسی نے مانگا
بڑھ کر ہی اُس سے پایا جتنا کسی نے مانگا میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں، دُر بے بہا دیئے ہیں

جس وقت رنگِ چہرہ محشر میں زرد ہو گا دوزخ کے دُر سے لرزاں، ہر ایک فرد ہو گا
تیرے نبی کو کتنا اُمت کا درد ہو گا اللہ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

اپنے کرم سے جو دو، اب تو تمہاری جانب جو جی میں آئے سودو، اب تو تمہاری جانب
پا لو ہمیں کہ کھو دو، اب تو تمہاری جانب آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی ، لنگر اٹھا دیئے ہیں

لازم نہیں ہے کوئی ایسے ہی رنج میں ہو جاں پر بنی ہو یا پھر ویسے ہی رنج میں ہو
 اُن کا غلام چاہے جیسے ہی رنج میں ہو اُن کے ثار، کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
 جب یاد آگئے ہیں، سب غم بھلا دیئے ہیں

اہلِ نظر میں تیرا ذہنِ رسا مُسَلَّم دنیائے علم و فن میں ہے تیری جا مُسَلَّم
 جانِ نصیر! تیری طرزِ نوا مُسَلَّم مُلکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضا مُسَلَّم
 جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں

پُل سے اُتارو، راہ گزر کو خبر نہ ہو

یوں بخشواؤ جن و بشر کو خبر نہ ہو دھل جائیں داغ، دامن تر کو خبر نہ ہو
ایسے گزارو، نارِ سَتر کو خبر نہ ہو پُل سے اُتارو، راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

دور خزاں کی زد میں ہے دل اس فگار کا مدت ہوئی کہ منہ نہیں دیکھا بہار کا
دستِ حضور میں ہے شرف، اختیار کا کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ پیچھے کہ جگر کو خبر نہ ہو

جاں پر بنی ہوئی تھی غم انتظار میں لے آئی مجھ کو دید کی حسرت، مزار میں
حائل نہیں حجاب کوئی اس دیار میں فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

اُن پر مٹا دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں ایسی پلا دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
بیخود بنا دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں ایسا گما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

بیٹھا ہے تیری پشت پہ آکر ابھی ابھی نبیوں کا تاجدار بہ شانِ پیمبری
منزل ہے دور تر، کوئی ضائع نہ ہو گھڑی کہتی تھی یہ براق سے اُس کی سبکِ روی
یوں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

مسجد کوئی ذاتِ احد کے سوا نہیں مانا کہ وہ رسولِ خدا ہیں ، خدا نہیں
جائز کبھی یہ دینِ نبی میں ہوا نہیں اے شوقِ دل! یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

گرے کچھ اور ہونے لگے ہیں غموں کے سائے دشتِ وفا میں کون قدم سے قدم ملائے
اے ضبطِ گریہ! آنکھ میں آنسو نہ آنے پائے اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدہ تر کو خبر نہ ہو

انساں کو اذنِ شوخِ کلامی نہیں جہاں پُرساں^۲ بہ بُجزِ رسولِ گرامی نہیں جہاں
اُن سا نصیرِ شافعِ نامی^۳ نہیں جہاں اُن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں ، جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

رکھ دیا قدرت نے اعجازِ مثالی ہاتھ میں منظر ہے حکم کا گنجِ لآلی ہاتھ میں
سبز ہو جائے جو پکڑیں خشک ڈالی ہاتھ میں ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

اُس کا فیضِ عام سائل کو صدا دیتا ہے آپ وہ جہانِ لطف و احساں میں جواب اپنا ہے آپ
میں نے یہ جانچا ہے، یہ پرکھا ہے، یہ دیکھا ہے آپ جو شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا پیاسا ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آجائے پیالی ہاتھ میں

اُن کا اندازِ عطا کچھ بے خرد، سمجھے نہیں مانگنے والوں کے یوں ہی رابطے اُن سے نہیں
ہم نے دیکھے ہیں، مگر ایسے غنی دیکھے نہیں مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

میرے خالق! حشر میں اُمت کا یہ مقسوم کر پل سے گزرے اُن کے نعلینِ مبارک چوم کر
ہر طرف سے اک یہی آواز آئے گھوم کر سایہ افکن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواءِ الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں

۱: لؤلؤ کی جمع لآل معنی موتی، گنجِ لآلی کے معنی موتیوں کا خزانہ ۲: جان عطا کرنا ۳: میٹھی گفتگو ۴: حمد کا جھنڈا

زانوؤں کا پیار سے منبر دیا سبطین کو کیا شہادت کا حسین منظر دیا سبطین کو
نعمتِ باطن سے ایسا بھر دیا سبطین کو دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں! انگشت کیا لی ہاتھ میں

٢
بانٹنے کو آئے جب وہ سہاٹی کاٹل بدوش ہر ادا جس کی خود اک ہنگامہ محشر نمود
سرد پڑ جائے مرے بحرِ تعقل کا خروش کاش ہو جاؤں لبِ کوثر میں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اُس جانِ کرم کا ذیلِ عالی ہاتھ میں

٥
حاضری کا کیا وہ منظر تھا تہِ چرخِ کبود ہاتھ اٹھتے ہی وہ ابوابِ اجابت کی کشود
دل کی دنیا پر وہ انوارِ سکینت کا دُرود آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر دُرود
وقفِ سنگِ درجیوں، روضے کی جالی ہاتھ میں

اے نصیر اس نعمت میں لائے ہیں کیا مضمون، رضا کملی والے کے شاخو، عاشق و مفتوں، رضا
شاہ کے پائے مبارک پر جو بوسہ دُوں رضا حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے اُن کا ذیلِ عالی ہاتھ میں

۱: جنابِ حسن و حسین ۲: کندھے پر زلف ڈالے ہوئے ۳: سمجھ اور عقل کا سمندر ۴: عزت اور بزرگی والا
دامنِ مبارک ۵: نیلا آسمان ۶: قبولیت کے دروازے ۷: سکون کے انوار

کس کے جلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے

دل کے آنگن میں یہ اک چاند سا اُترا کیا ہے موجِ زن آنکھوں میں یہ نور کا دریا کیا ہے
ماجرا کیا ہے یہ آخر، یہ مُعَمّا کیا ہے کس کے جلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے
ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

زائرِ گنبدِ خضریٰ! تجھے اب فکر ہے کیا سامنے وہ بھی، اللہ کا در بھی ہے کھلا
چُپ نہ رہ، کھول زباں، دامنِ مقصد پھیلا مانگ من مانتی، منہ مانگی مرادیں لے گا
نہ یہاں ناں ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا، کیا ہے؟

عرصہٴ حشر میں ناسازیِ احوال کے وقت دل کی دیوار میں اُٹھتے ہوئے بھونچال کے وقت
لٰمَنِ الملک کی آوازِ پُرِ اِجلال کے وقت بے بسی ہو تجھے جب پُرسشِ اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں، اُس وقت تمنا کیا ہے

بات اُمت کی جب اللہ سے منوائیں حضور جس گھڑی مسندِ محمود^۳ پہ آجائیں حضور
جب گنہ گاروں کو سرکار میں بلوائیں حضور کاش فریادِ مری سُن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو، یہ کیا شور ہے، غوغا کیا ہے

۱: زلزلہ ۲: قیامت میں اللہ کا یہ اعلان کہ آج ملک کس کا ہے ۳: مقام محمود

خود نگر ہے ، نہ وہ گستاخ ، نہ وہ ظالم ہے بد عقیدہ ہے ، نہ وہ چرب زباں عالم ہے
نسلِ خُدام سے منسوب کوئی خادم ہے یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اُس سے پرسش ہے ، بتاؤ نے کیا کیا کیا ہے

رُوبرو داورِ محشر کے ہے اک عصیاں^۳ کیش ہے ادھر مالکِ کل اور ادھر یہ درویش
معصیت کار ، خطا وار ، گنہ پیش از پیش سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہے پیش
دُور رہا ہے کہ خدا حکم مناتا کیا ہے

نوحہ زن ہے دلِ برباد کہ یا شاہِ رُسل اب کہاں جائے یہ ناشاد کہ یا شاہِ رُسل
وقتِ امداد ہے ، امداد! کہ یا شاہِ رُسل آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بے کس ہے شہا! رحم میں وقفہ کیا ہے

ہے عنایت ، جو میں مصروفِ ثنا ہوتا ہوں ورنہ اوقاتِ مری کیا ہے ، میں کیا ہوتا ہوں
غم تو بس یہ ہے کہ محرومِ نوا ہوتا ہوں اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے ، کھٹکا کیا ہے

عرصہ^۵ حشر میں تھا بیم و رجا کا عالم سخت مشکل میں گھری تھی مری جانِ پُر غم
ہاتھ میں تھامے ہوئے حمدِ الہی کا علم لو! وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ اُمم
آگئی جاں تن بے جاں میں ، یہ آنا کیا ہے

۱: چکنی چڑی باتیں کرنے والا ۲: عرض ۳: نافرمانی کے چلن والا ۴: زیادہ سے زیادہ ۵: میدان ۶: خوف و امید

یوں مرے سر سے بلا خوف کی ٹالیں سرور حشر کی بھیڑ میں چپکے سے بٹالیں سرور
پہلے قدموں میں ڈرا دیر بٹھالیں سرور پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپالیں سرور
اور فرمائیں ہٹو! اس پہ تقاضا کیا ہے

ہمیں کہتے ہیں ملک ، طبقہ معصوم ہیں ہم بلکہ قرآن میں اسی نام سے موسوم ہیں ہم
مگر اس پر بھی نہ حاکم ہیں ، نہ مخدوم ہیں ہم چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں ، محکوم ہیں ہم
حکمِ والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ ^۲ کیا ہے

جب چلے حشر کے میدان میں اُمت کی سپاہ سرورِ جیش ^۳ ہو وہ مطلعِ کونین کا ماہ
اہلِ بیت اور صحابہ بھی رواں ہوں ہمراہ یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشمِ بددور ہو، کیا شان ہے ، رتبہ کیا ہے

باغِ جنت ترے تطہیر کے گلشن پہ نثار آبِ تسنیم ترے پاؤں کے دھوؤں پہ نثار
حُسنِ یوسف کی ادائیں تری چہتوں ^۴ پہ نثار صدقے اس رحم کے ، اس سایہِ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مُصیبت سے بچایا کیا ہے

تیرے اشعار میں ہے عشقِ نبی کی مہکار نعت کے باغ میں آئی ہے ترے دم سے بہار
تجھے کرتا ہے نصیرِ اہلِ ولایت میں شمار اے رضا! جانِ عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ! ترا کہنا کیا ہے

سب سے اوّل و اعلیٰ ہمارا نبی

تیرگی میں اُجالا ہمارا نبی روشنی کا حوالا ہمارا نبی
 غیبِ داں، کملی والا ہمارا نبی سب سے اوّل و اعلیٰ ہمارا نبی
 سب سے بالا و والا ہمارا نبی

بحرِ غم میں کنارہ ہمارا نبی چشمِ عالم کا تارا ہمارا نبی
 آمنہ کا دُلا را ہمارا نبی اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
 دونوں عالم کا دُولہا ہمارا نبی

جس کی تبلیغ سے حق ثمایاں ہوا بتکدہ جس کی آمد سے ویراں ہوا
 جس کے جلووں سے ابلیس لرزاں ہوا بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا
 نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی

در پہ غیروں کے زحمت، نہ فرمائیے بھیک لینے مدینے چلے جائیے
 کوئی دیتا ہے تو سامنے لائیے کون دیتا ہے دینے کو مُنہ چلّیے
 دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی

پیش داور جو ہے عاصیوں کا وکیل
جس کے ہاتھوں سے منظور ہوگی اپیل
جس کا مکھڑا ہے خود مغفرت کی دلیل
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

جس کے عرفاں پہ موقوف عرفانِ ذات
جس کی رحمت کے سائے میں ہے کائنات
جس کے در سے نکلتی ہے راہِ نجات
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

اللہ اللہ وہ اُمّی و اُستادِ کل
مُج گیا جس کی بعت پہ مکے میں غل
رہبرِ انس و جاں ، مُنتہائے سُبُل
خلق سے اولیا ، اولیا سے رُسُل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جس کے اذکار کی ہیں سچی محفلیں
دم قدم سے ہیں جس کے یہ سب رونقیں
بزمِ کونین میں جس کی ہیں تابشیں
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع لے کر وہ آیا ہمارا نبی

فرش کو مُہرِ اعزاز جس کے قدم
جس کے ابرو میں اک دلربایانہ خم
وہ جمیلُ الشَّیم وہ جلیلُ الحَشم
حُسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ۲۔ جس کا مخلوق میں سے کوئی اُستاد نہ ہو ۳۔ جس کی ذات تک راستوں کی انتہاء ہو

۴۔ روشنیاں ۵۔ حسین، عاتقوں والا ۶۔ بڑی شان و شوکت والا

جیسے مہرِ سما ایک ہے، ویسے ہی جیسے روزِ جزا ایک ہے، ویسے ہی
 جیسے بابِ عطا ایک ہے، ویسے ہی جیسے سب کا خدا ایک ہے، ویسے ہی
 اِن کا، اُن کا، تمہارا، ہمارا نبی

کتنے روشن د b دمِ زدن میں بچھے کتنے سروِ سسی زیرِ گردوں ¹ جھکے
 کتنے دریا یہاں بہتے بہتے رُکے کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
 پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

زندگی کتنے موتی پروتی رہی خود میں رنگِ تغیرِ سموتی رہی
 بیج کیا کیا تنوع کے بوتی رہی قرونِ بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
 چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

اب نہ دل پر کوئی بات لیجے کہ ہے جامِ کوثر کوئی دم میں پیجے کہ ہے
 اے نصیر اب ذرا غم نہ کیجے کہ ہے غمزدوں کو رضا مُژدہ دیجے کہ ہے
 بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ تاجِ عزت پہ لاکھوں سلام واقفِ رازِ فطرت پہ لاکھوں سلام
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کو بے چین رکھتا تھا اُمت کا غم نیک و بد پر رہا، جس کا یکساں کرم
وہ حبیبِ خدا، وہ شفیعِ اُمم شر یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

سرورِ دو جہاں، شاہِ جن و بشر جس کی چوکیٹ پہ جھکتے ہیں شاہوں کے سر
عبدِ خالق، مگر خلق کا تاج ور صاحبِ رجعتِ ہنس و ششِ القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ خداوندِ اقلیمِ جود و سخا ہادیِ انس و جاں، شاہِ ہر دو سرا
سر بر آوردہٗ حلقہٗ انبیا جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اُس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

۱: نعمت کا خزانہ ہانٹنے والا ۲: بادشاہِ جنت ۳: سورج کو لوٹانے والا ۴: چاند کو دو ٹکڑے کرنے والا

۵: انبیاء کی جماعت کا سردار ۶: جھنڈے کے نیچے ۷: علاوہ ۸: سرداری کا حق دار

عہدِ طفلی میں وہ دلبرانہ چلن ^۱ دلتاں خامشی ^۲ ، معجزانہ ^۲ سُخن
حُسن میں دل کشی ، چال میں بانگین اللہ اللہ وہ بچپن کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

سُرگیں آنکھ مازاغ ^۳ کی رازداں حلقہ زلف ، اُمت کا دارالاماں
ہاتھ فیاض ، عقدہ کشا انگلیاں پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نور افشاں ہوا جب وہ بڑھی کا چاند دیکھنے آئے سب ، رُوئے زیبا کا چاند
آسمان پر پڑا ماند ، دنیا کا چاند جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس گھڑی یاد باپِ ہم حرم آ گیا سوزِ فرقت سے آنکھوں میں نم آ گیا
موج میں جب وہ عیسیٰ حشم آ گیا جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

رَنجِ تنہائی ، تنہا سے پوچھے کوئی دردِ شبیر ، زہرا سے پوچھے کوئی
تہ میں کیا ہے ، یہ دریا سے پوچھے کوئی کس کو دیکھا ، یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

۱: دلوں کو کوٹنے والی خامشی ۲: شانِ معجزہ رکھنے والی باتیں ۳: آیت قرآنی مازاغ البصر وما طفی کی طرف اشارہ

یعنی وہ آنکھ جو کبھی ٹہری نہ ہوگی ۴: عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ وحسرت والا

جس کی تقدیس کا رنگ گہرا رہا جس کے در پر فرشتوں کا پہرا رہا
 مغفرت کی سند جس کا چہرا رہا جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
 اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

بندگی جس کے صدقے ٹھکانے لگے جس کے دیکھے خدا یاد آنے لگے
 جس سے روتے ہوئے مسکرانے لگے جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
 اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

رُوءِ روشن پہ پڑتی نظر کی قسم آمنہ کے چمکتے قمر کی قسم
 مجھ کو سرکار کے سبب در کی قسم کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
 اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس کا حامی خداوندِ عالم رہا فتح کا جس کے ہاتھوں میں پرچم رہا
 جس کا رُتبہ جہاں میں مُسلم رہا جس کے آگے سرِ سرواں خم رہا
 اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سلاطینِ عالم جھکیں جس کے اک بول پر اہلِ دل مر مٹیں
 جس کی تعمیلِ ارشادِ قدسی کریں وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
 اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وقتِ دیدار ، چشمِ تماشا جھکی دیکھ کر جلوہ گر ، موجِ دریا جھکی
جس کی آمد پہ دیوارِ کسری جھکی جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

خیرِ دنیا نہیں ، خیرِ عقبی نہیں اُس کے دستِ تصرف میں کیا کیا نہیں
جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کون ہے وہ ، کرم جس پہ اُن کا نہیں سب کے ہیں ، صرف میرے ہی آقا نہیں
ایک میں ہی غلام اُن کا تھا نہیں ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

خواجه تاشِ نصیرِ ثنا خواں ، رضا وہ بریلی کے احمد رضا خاں رضا
لا کے صف میں مجھے اُن کے درباں ، رضا مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۱: وہ غلام جن کا آقا ایک ہو، وہ آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

مرحبا رنگ ہے کیا سب سے نرالا تیرا جُھوم اٹھا جس نے پیا وصل^۱ کا پیالا تیرا
اولیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں اُجالا تیرا واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

جیسے چاہے تری مُنتا ہے مُنتا ہے تجھے حسبِ تدبیر سُلاتا ہے جگاتا ہے تجھے
اپنی مرضی سے اُٹھاتا ہے بٹھاتا ہے تجھے قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

بخدا مملکتِ فقر کا تُو ناظم^۲ ہے تاجداروں پہ سدا دھاگ تری قائم ہے
کیوں نہ راحم ہو کہ اللہ ترا راحم ہے کیوں نہ قاسم ہو کہ تُو ابنِ ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

میں کہاں اور کہاں تیرا مقامِ قُربت میری اوقات ہی کیا تھی کہ یہ پاتا رفعت
تیری چوکھٹ نے عطا کی یہ مسلسل عزت تجھ سے دُور سے ہے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا دُورا تیرا

۱: قصیدہ غوثیہ کے مطلع سقانی الحبّ کأَسات الوصال کی طرف اشارہ ۲: نظم و نسق سنبھالنے والا ۳: رعب ۴: رحم کرنے والا

ہم درِ غیر کو خاطر میں بھلا کیا لاتے غمِ گزری تری دھلیز پہ ٹکڑے کھاتے
کوئی کیوں مارے، ترے ہوتے، ترا کھلاتے اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پتہ تیرا

علم میں فرد کہ وہ زہد میں یکتا ہوں گے اہلِ سجادہ و تسبیح و مصلیٰ ہوں گے
میں نے مانا کہ فضائل میں وہ کیا کیا ہوں گے جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا! تیرا

معرض کے لیے ہر چند یہ ہے طرفہ مطاف^۱ ہے مگر اہلِ بصیرت کو یہ منظر شفاف
آنکھ والوں نے یہ دیکھا ہے پنچشمِ انصاف سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

حسنی پُھول! ترا رُوئے دل آرا گلزار ہو کے جلووں میں ترے محوِ نظارا، گلزار
جھوم کر لہجہ خوشبو میں پکارا گلزارِیم تُو ہے نوشاہ، براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمنِ گوندھ کے سہرا تیرا

اُن پہ خالق نے کیا ہے یہ خصوصی انعام کب وہ مایوس ہوئے، اُن کا رُکا کون سا کام
کون سے ملک میں حاصل نہ ہوا اُن کو مقام راج کس شہر پہ کرتے نہیں تیرے خدام
باج^۲ کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

۱: بے مثل ۲: طواف کی عجیب جگہ ۳: چنبیلی ۴: ٹیکس

تُو جو مائل بہ کرم ہو تو نہیں لگتی دیر
غیر محدود ہے شاہا تری برسات کا گھیر
پھر ڈراتا نہیں انسان کو تقدیر کا پھیر
مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

کم نظر کاش کسی طور تجھے پہچانیں
تجھے بخشش ترے اللہ نے کیا کیا شانیں
حسد و بغض کو چھوڑیں، تجھے دل سے مانیں
سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

وسوسہ ذہن میں ڈالے جو کسی کے خناس^۳
کر گزرتا ہے جہالت میں وہ کیا کیا بکواس
نیک و بد کا اُسے رہتا نہیں ہرگز احساس
آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نئے والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا

صحو و تمکین نے عجب رنگ جمایا تجھ پر
ساباں فضل کا خالق نے لگایا تجھ پر
سکر و مستی کا کوئی لمحہ نہ آیا تجھ پر
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایا تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اُونچا تیرا

تا بہ کے ذہن کو بہکائیں گے اعدا تیرے
مرگِ ذلت سے نہ بچ پائیں گے اعدا تیرے
اپنے انجام سے گھبرائیں گے اعدا تیرے
مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تیرے بدخواہ کی جس ^۵بج پہ بھی غم کئے
دشمنی پر تری ہر چند مخالف ہوں ڈٹے
نہیں ہٹتا وہ اگر اپنی ڈگر سے، نہ ہٹے
تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

۱: کھیتی ۲: نفعہ ۳: دیکھنے والا مراد ابلیس ۴: صوفیاء کے نزدیک ایک مقام جس میں ہوش و حواس قائم رہتے ہیں

۵: قرآنی آیت۔ ہم نے تیرا ذکر تیرے لئے بلند کر دیا ۶: کب تک ۷: طور طریقہ

خوانِ توحید پہ ہے خلقِ خدا ضیفِ تری قدر کی غیر پرستوں نے نہ، صد حیف، تری
بات چلتی ہے بہر حال و بہر کیف تری حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیفِ تری
دم میں جو چاہے کرے، دور ہے شاہا تیرا

آج گھیرے ہوئے اعمال کی شامت ہے مگر سامنے آگ بھی خطرے کی علامت ہے مگر
خوفِ پرش بھی بدستور سلامت ہے مگر دھوپِ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر
مطمئن ہوں کہ مرے سر پہ ہے پلہ تیرا

گرچہ صد شعلہ بکفِ خلق پئے خرمنِ ثست دلِ بدخواہ گر آسودہ زِ آزدنِ ثست
تنگ ہر چند دے چند نصیر از فنِ ثست اے رضا چیتِ غم ار جملہ جہاں دشمنِ ثست
کردہ ام مامنِ خود قبلہ حاجاتے را

فیضِ نسبت

چادرِ زہرا کا سایہ ہے ترے سر پر نصیر!
فیضِ نسبت دیکھئے، نسبت بھی زہرائی ملی

فیضِ نسبت

مجموعہ مناقب

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
ستادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر	فیض نسبت	نمبر شمار
245	(ایضاً)	خدائے کون و مکاں، سب کا پاسباں تو ہے
246	سیدنا عبد المطلب	دیدنی ہے جلوہ دربار عبد المطلب
247	سیدنا عبد اللہ	بندھی جاز میں ایسی ہو اے عبد اللہ
248	سیدہ آمنہ	ختم الرسل ہیں نورِ نظر، جانِ آمنہ
249	سیدنا ابو طالب	نذرِ محبوبِ خدا، جانِ ابو طالب ہے
250	سیدہ حلیمہ سعدیہ	تجھے مل گئی اک خدائی حلیمہ
251	ازواجِ مطہرات	مقصود ہے اصل میں تو ازواج کی ذات
252	(ایضاً)	کیوں نہ لب پر ہو مرے مدحتِ ازواجِ رسول
253	شہ زادگانِ رسالت مآب	قابلِ دید ہیں سب، ماہِ لقا لڑکے ہیں
254	دخترانِ خیر الانام	نازشِ صدق و صفائے پر سلام
255	سیدنا ابو بکر صدیق	خلافتِ شہِ بطحا کی ابتدا، صدیق
258	(ایضاً)	مُسلم ہے محمدؐ سے وفا، صدیقِ اکبر کی
259	سیدنا عمر فاروق	اسلام کی شوکت، صدفِ دیں کا گہر ہے
260	(ایضاً)	مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی
261	سیدنا عثمان غنی	اللہ اللہ! یہ تھی سیرتِ عثمان غنی
262	سیدنا علی	السلام اے نورِ انساں را نویدِ فتح باب
264	(ایضاً)	کیوں عقیدت سے نہ میرا دل پکارے یا علی
265	ولادتِ سیدنا علی	گنبدِ آفاق میں روشن ہوئی شمعِ نجات
274	سیدنا علی	منظرِ فضائے دہر میں سارا علی کا ہے
275	سیدہ فاطمہ الزہراء	کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہرا
276	(ایضاً)	ہو نہیں سکتی رقمِ نیتِ شہِ بطحا کی شان

فہرست

نمبر شمار	فیض نسبت	صفحہ نمبر
	خدائے کون و مکاں، سب کا پاسباں تو ہے	245
	دیدنی ہے جلوہ دربارِ عبدالمطلب	246
	بندھی حجاز میں ایسی ہو اے عبد اللہ	247
	ختم الرُّسل ہیں نورِ نظر، جانِ آمنہ	248
	نذرِ محبوبِ خدا، جانِ ابوطالب ہے	249
	تجھے مل گئی اک خدائی حلیمہ	250
	مقصود ہے اصل میں تو ازواج کی ذات	251
	کیوں نہ لب پر ہو مرے مدحت ازواجِ رسول	252
	قابلِ دید ہیں سب، ماہِ لقا لڑکے ہیں	253
	نازشِ صدق و صفائے پر سلام	254
	خلافتِ شہِ بطحا کی ابتدا، صدیق	255
	مسلم ہے محمدؐ سے وفا، صدیقِ اکبر کی	258
	اسلام کی شوکت، صدفِ دیں کا گھر ہے	259
	مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی	260
	اللہ اللہ! یہ تھی سیرتِ عثمانِ غنی	261
	السلام اے نوریِ انساں را نویدِ فتح باب	262
	کیوں عقیدت سے نہ میرا دل پکارے یا علیؑ	264
	گنبدِ آفاق میں روشن ہوئی شمعِ نجات	265
	منظرِ فضاے دہر میں سارا علیؑ کا ہے	274
	کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہراؑ	275
	ہو نہیں سکتی رقمِ بیتِ شہِ بطحی کی شان	276

صفحہ نمبر	نمبر شمار
278	امام حسنؑ
279	امام حسینؑ
282	امام حسینؑ
284	امام حسینؑ
286	(ایضاً)
287	(ایضاً)
288	(ایضاً)
289	(ایضاً)
290	(ایضاً)
291	(ایضاً)
292	(ایضاً)
293	(ایضاً)
294	(ایضاً)
295	(ایضاً)
296	(ایضاً)
297	(ایضاً)
298	(ایضاً)
299	(ایضاً)
300	(ایضاً)
302	(ایضاً)
303	(ایضاً)
309	یوم عاشور
319	امام حسینؑ
	زینؑ سے تابہ فلک ہر طرف صدائے حسنؑ
	عارف بود کسے کہ دلش نسبتِ ولا
	سبطِ شہؑ دیس، نازِ حسنؑ، پیکرِ تنویر
	حُسنؑ، گلشنِ تطہیر کی بہارِ مراد
	لاکھ نالہ و شیون، ایک چشمِ تر تنہا
	لافِ نبرد، سبطِ پیغمبرؐ کے سامنے!
	زبانِ حال سے کہتی ہے کربلا کی زمیں
	تھامہ صفت، قافلہ سالار کا چہرا
	ہو گیا کس سے بھرا خانہ زہراؑ، خالی
	آگ سی دل میں لگی، آنکھ سے چھلکا پانی
	مثلِ شبیرؑ کوئی حق کا پرستار تو ہو
	نظرِ نواز ہیں، دل جگمگا رہے ہیں حسینؑ
	اللہ، اہل بیتِ پیغمبرؐ کے ساتھ ہے
	غمِ شبیرؑ کا یوں دل پہ اثر ہے کہ نہیں؟
	رسمِ شبیرؑ جگانے کے لیے
	حسینؑ کا ہو کہیں ذکر، کوئی بات چلے
	ابنِ حیدرؑ کی طرح پاسِ وفا کس نے کیا؟
	جنہیں نصیب ہوئی تن سے، سر کی آزادی
	پانی کی جو اک بوند کو ترسالیہ دریا
	حُسنِ تخلیق کا شہکار، حسینؑ ابنِ علیؑ
	اے دوست! چیرہ دستی دور جہاں نہ پوچھ
	آج کا دن، شہِ دل گیر کا دن ہے لوگو
	طاری ہے اہل جہر پہ بیتِ حسینؑ کی

320	تشنہ گان کر بلا	نہ گل کی تمنا نہ شوق چمن ہے
322	(ایضاً)	بس اب تو رہتے ہیں آنکھوں میں اشک آئے ہوئے
323	امام حسینؑ	تڑپ اٹھتا ہے دل لفظوں میں دہرائی نہیں جاتی
324	امام حسینؑ	تذکرہ سینے اب اُن کا دل بیدار کے ساتھ
325	(ایضاً)	حُصَینؑ زُبدۂ نسلِ رسولؐ ابنِ رسولؐ
326	(ایضاً)	جس کی جرات پر جہانِ رنگ و بوسجدے میں ہے
327	(ایضاً)	یوں رن کے درمیاں ہر مرتضیٰؑ چلے
328	داتا گنج بخشؒ	دلِ مایوس کو دیتا ہے سہارا داتاؒ
329	(ایضاً)	ہر قدم پر ہمیں بخشے گا سارا، داتاؒ
330	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	اک اک ولی رہیں کرمِ غوثِ پاکؒ کا
331	(ایضاً)	سارا عرب، تمام عجم، غوثِ پاکؒ کا
332	(ایضاً)	ہو اسارے جہاں میں بول بالا غوثِ اعظمؒ کا
333	(ایضاً)	نظر میں رہتی ہے ہر دم وہ شکلِ نورانی
334	(ایضاً)	اللہ رے کیا بارگہ غوثِ جلی ہے
335	(ایضاً)	تم ہو اولادِ حضرت مرتضیٰؑ یا غوثِ اعظمؒ
336	(ایضاً)	شہنشاہِ ولایت، خسرِ اقلیمِ روحانی
337	(ایضاً)	محشر میں مغفرت کی خبر غوثِ پاکؒ ہیں
338	(ایضاً)	میں تو جاؤں گی داری میں اُڑاؤں گی آج گُلال
339	(ایضاً)	مورے جگ اُجیارے غوثِ پیا
341	(ایضاً)	یا غوثِ الاعظمؒ جیلانی فیضِ ترا لاہانی
343	(ایضاً)	الہی! سر پہ رہے دھگیڑ کی چادر
344	(ایضاً)	شاہِ بغداد! سدا بول ہے بالاتیرا
348	(ایضاً)	آستان ہے یہ کس شاہِ دیشان کا، مرجا مرجا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
352	(ایضاً) حق ادا و حق نما، بغداد کی سرکار ہے
354	(ایضاً) تری شان سب سے جدا غوثِ اعظم
356	معین الدین اجمیریؒ ادب سے عرض ہے با چشم تر غریب نوازؒ !
358	معین الدین اجمیریؒ دل رُبا، دل نشیں، معین الدینؒ
359	(ایضاً) سرتاجن کے تاج معین الدین
360	(ایضاً) مرا جہاں میں ظہور و خفا معنی ہے
361	مولانا جلال الدینؒ پیرِ رومیؒ، آن معارف دستگاہ
364	بابا فریدؒ ہوئے ہیں دیدہ و دل خوشانِ گنجِ شکرؒ
365	(ایضاً) مژدہ تسکینِ فراغِ شکر کا عرس ہے
366	بابا فریدؒ جانشینِ قطبؒ و دل بندِ عمر کا عرس ہے
367	نظام الدینؒ اولیاء تیرے در پر کیل آیا ہوں خواجہؒ، میرا تجھ بن سارا نہیں ہے
369	شمس الدین سیالویؒ حق جلوہ و حق شانی، بہ شکلِ نورانی
370	صابرِ کلیریؒ عاشقانِ ذاتِ حق کا مدعا، کلیر میں ہے
371	قمر الدین سیالویؒ عارفِ حق، زبدۂ اہلِ نظر
374	پیر مر علی شاہؒ دلوں کے سہارے، تو آنکھوں کے تارے، مرے پیشوا پیر مر علیؒ ہیں
375	(ایضاً) جگ تم پر ہمار
377	(ایضاً) کب تک رہیں محرومیِ قسمت کے حوالے
379	(ایضاً) جمالِ مرؒ سے دل جگمگانے آئے ہیں
380	بابو جی قدس سرہؒ یہی زندہ حقیقت ہے، یہی سچ بات بابو جیؒ
381	(ایضاً) نے کون قصہ در و دل، مرا غم گسار چلا گیا
382	(ایضاً) گھرانہ ہے یہ اُن کا، یہ علیؒ کے گھر کی چادر ہے
383	(ایضاً) ضیاء اللادلیا ہے آپ کی سرکار، بابو جیؒ !
384	خواجہ غلام فریدؒ (کوٹ مٹھن) شعر گوئی میں مجدا ہے طرزِ اظہارِ فریدؒ

386	محمد اسماعیل شاہ کرماتوالہ	از بزم فقر، صدر طریقت شعار رفت
387	ممد سے لحد تک	رب کی ہر شان نرالی ہے
399	ابن آدم سے خطاب	اے کہ تو رگ ہائے ہستی میں ہے مثل خوں رواں
404	سیدہ عائشہؓ	اللہ اللہ جلوۂ زیبائے بام عائشہؓ
406	سیدہ فاطمہ الزہراءؓ	ہے جب سے ورد زباں تیرا نام یا زہرا
408	سیدہ فاطمہ الزہراءؓ	روئے احمد کی شباہت چہرۂ انور میں ہے
409	سیدہ فاطمہ الزہراءؓ	پڑا ہوں در پہ ترے مثل کاہ یا زہراؓ
410	سیدنا علیؓ	در گزر کی خوبصورتی میں، کرم جوہر میں ہے
411	امام حسینؓ	شہید نے دشمن سے صدقہ تو نہ مانگا تھا
412	مصائب الہی بیت	تنہا حسینؓ دن میں چار سو دشمن کے ریلے
414	خواجہ گیسو دراز	بلند مرتبت و پاک باز، بندہ نواز
415	حضرت شاہ سلیمان تونسوی	السلام اے مرہد روشن دلاں
415	در مدح فاضل بریلویؒ	فخر ملت، لائق صدا احترام احمد رضا
417	والدہ محترمہ پیر نصیر الدین نصیرؒ	فسانۂ دل برباد کیا سناؤں ماں
418		سرد گئے بولے خوشیاں والے ٹھیلیاں، ہجر ہواواں

حمدِ باری تعالیٰ جَلَّالَہُ

خداے کون و مکاں، سب کا پاسباں تُو ہے
 ہر ایک شے میں، ہر اک رُوح میں، رواں تُو ہے
 ازل سے خاص مجاہدوں کے درمیاں تُو ہے
 روشِ روش ترے حُسن و جمال سے روشن
 جگہ جگہ تری موجودگی کی آئینہ دار
 زباں زباں پہ ہے دن رات داستاں تیری
 خفی ہے ذات تری، ہے جلی تری قدرت
 عجب ہے تیرے جمال و جلال کا عالم
 ہر ایک شے سے جھلکتی ہے تیری زیبائی
 تری ادائے کرم کی ہر ایک شے مرہون
 کریم و رازق و خلاقِ انس و جاں تُو ہے
 وہاں خرد کی رسائی نہیں، جہاں تُو ہے
 کوئی بتا نہ سکے گا کبھی، کہاں تُو ہے
 چمن میں رنگِ گل و لالہ سے عیاں تُو ہے
 ہر ایک سُو ترے جلوے، یہاں وہاں تُو ہے
 نظر سے دُور مگر، سب کے درمیاں تُو ہے
 جہاں میں برتر از اندیشہ و گماں تُو ہے
 ہر ایک موج میں، ہر برق میں رواں تُو ہے
 عیاں شعور پہ ہے، آنکھ سے نہاں تُو ہے
 ہر اک وجود کے پیکر میں صُوفشاں تُو ہے

ہوا ہے حمدِ سرا ربِّ دو جہاں کے لئے

نصیر! آج خود اپنے پہ مہرباں تُو ہے



مختصر

سیدنا عبدالمطلبؐ، جدِ حضرت ختمِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم

دیدنی ہے جلوۂ دربارِ عبدالمطلبؐ مصطفیٰ ہیں، دولتِ بیدارِ عبدالمطلبؐ
 زینتِ کعبہ بنے، انوارِ عبدالمطلبؐ کس قدر اُجلا رہا، کردارِ عبدالمطلبؐ
 کیوں نہ چومے بادِ ہو کر فرشتوں کی نظر قابلِ تعظیم ہے، دستارِ عبدالمطلبؐ
 تربیتِ گاہِ محمد مصطفیٰ ہے اُن کا گھر اللہ اللہ! جذبہٴ بیدارِ عبدالمطلبؐ
 اپنا گھر روشن کیا صبحِ ازل کے نور سے یہ شرف تھا اور یہ معیارِ عبدالمطلبؐ
 ابرہہ کے سامنے حق کی حمایت بے دھڑک تیغ سے بھی تیز تھی، گفتارِ عبدالمطلبؐ
 ابنِ ہاشم، آلِ ابراہیم و سرخیلِ قریش نذرِ کعبہ ہے، دُرِ شہوارِ عبدالمطلبؐ

زندگی بھر ہم نصیر اُن کی ثنا لکھیں نہ کیوں
 جاگزیں دل میں ہوئے اطوارِ عبدالمطلبؐ



محضور
سیدنا عبد اللہ، والدِ گرامی
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم

بندھی حجاز میں ایسی ہوئے عبد اللہ
نگاہ و دل میں سمائی ضیائے عبد اللہ
ہوئی عرب کے خواص و عوام میں شہرت
اس ایک جلوے سے ہے دل کے آنے کا بھرم
یہی بہت ہے کہ والد ہیں وہ محمد کے
اُسے ملی ہے نویدِ نجات کی سوغات
چمک رہا ہے محمد کا نورِ ماتھے پر
ہے اُن کی ذات، دُعائے خلیل کا مظہر
خدا کا خاص کرم تھا برائے عبد اللہ
پسند آئی ہے سب کو، ادائے عبد اللہ
بے نظر میں، تو دل میں سمائے، عبد اللہ
نگاہِ شوق میں ہے نقشِ پائے عبد اللہ
بیان اور کروں کیا، ثنائے عبد اللہ
پڑی ہے کان میں جس کے، صدائے عبد اللہ
لقائے سرورِ دیں ہے، لقائے عبد اللہ
نبی کا نور ہے عظمتِ فزائے عبد اللہ
نصیر! میرے لیے ہے نجات کا باعث
ثنائے احمدِ مُرسل، ولائے عبد اللہ



بحضورِ
سَيِّدَةُ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ جنابِ سَيِّدِهِ آمَنَہِ عَلَیْہَا السَّلَام
والدہ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ختمِ الرُّسُل ہیں نُورِ نظر ، جانِ آمَنہ
رُتبہ بلند ، اور بڑی شانِ آمَنہ
ہم کو ملے رسولِ خدا ان کی گود سے
شاہِ عرب کی والدہ ماجدہ ہیں آپ
دونوں جہان جس کی ضیا سے ہیں فیض یاب
تخلیقِ کائنات کا باعث ، رسول ہیں
ہم ہیں بہ صد خلوص ، ثنا خوانِ آمَنہ
دُنیا کی ساری مائیں ہیں ، قُربانِ آمَنہ
اُمت پہ ہے یہ شفقت و احسانِ آمَنہ
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ آمَنہ
وہ نُورِ حق ہے ، مہرِ درخشانِ آمَنہ
لکھا گیا یہ باب ، بعنوانِ آمَنہ

اُن کی نوازشات ہیں میری نگاہ میں
میں ہوں نصیر! دل سے ادب دانِ آمَنہ



محضور
سیدنا ابو طالب، ابنِ جنابِ عبدالمطلب
عیم و مړتی حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

نذرِ محبوبِ خدا، جانِ ابو طالب ہے
اللہ اللہ! عجب شانِ ابو طالب ہے
مصحفِ روئے محمد ہے نظر میں ہر دم
ان کے آغوش کی زینت ہیں علی شیرِ خدا
احترامِ ان کا فرشتوں کی صفوں میں بھی ہوا
مُرتضیٰ ہوں کہ ہوں سبطین، سبھی پیارے ہیں
اُلفتِ پنج تنِ پاک نے بخشا یہ شرف
چشمِ بیدار ملی، معرفتِ آگاہ نظر
میں دل و جاں سے ہوں مداح، ابو طالب کا
ہر گلِ تر پہ نچھاور ہیں فلک کے تارے
قابلِ رشک ہیں اندازِ ابو طالب کے
میں کہوں گا کہ ہے محروم بڑی نعمت سے

ساری دُنیا پہ یہ احسانِ ابو طالب ہے
حرمِ کعبہ، ادبِ دانِ ابو طالب ہے
مرحبا، خوب یہ قرآنِ ابو طالب ہے
نورِ احمد، تہِ دامنِ ابو طالب ہے
جس کو دیکھو، وہ ثنا خوانِ ابو طالب ہے
ہر کرن، شمعِ شبستانِ ابو طالب ہے
آج کل دلِ مرا مہمانِ ابو طالب ہے
درسِ حق، خطبہِ عرفانِ ابو طالب ہے
جو نفس ہے، وہی قربانِ ابو طالب ہے
پُر بہار ایسا، گلستانِ ابو طالب ہے
حق کا عرفان ہی وجدانِ ابو طالب ہے
جو کوئی دستِ کشِ خوانِ ابو طالب ہے

بعدِ تحقیقِ احادیث و روایات، نصیر!

میرا دل قائلِ ایمانِ ابو طالب ہے



سیدہ حلیمہ سعدیہ نور اللہ مرقدہا

تجھے مل گئی اک خدائی حلیمہ کہ ہے گود میں مُصطفائی حلیمہ
 یہ کیا کم ہے تیری بڑائی حلیمہ زمانے کے لب پر ہے ”مائی حلیمہ“
 بہت لوریاں دیں مہِ آمنہ کو کہاں تک ہے تیری رسائی حلیمہ
 جو ہے آخری ایک شہکارِ قدرت وہ صورت ترے گھر میں آئی حلیمہ
 لیا گود میں جب شفیع الوری کو بڑے فخر سے مُسکرائی حلیمہ
 رسولِ خدا اور آغوش اُس کی وہ خدمت کے لمحے، وہ دائی حلیمہ
 دو عالم کی دولت مجھے مل گئی ہے اُنہیں لے کے یہ گنگنائی حلیمہ
 وہ نعمت جو تجھ کو عطا کی خدا نے کسی اور نے کب وہ پائی حلیمہ
 اُسے اپنی آغوش میں تُو لیے ہے کہ شاہی ہے، جس کی گدائی حلیمہ!
 وہ عظمت ملی ہے کہ اللہ اکبر مقدر کی تیرے دہائی حلیمہ!
 اسی کی ضیاؤں سے جگمگ ہے عالم مبارک مہِ مُصطفائی حلیمہ !

نصیر اپنی قسمت پہ نازاں ہو، جس دم

ملے تیرے در کی گدائی حلیمہ



بحضور
اہل بیت سرورِ موجودات
حضراتِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

مقصود ہے اصل میں تو ازواج کی ذات
شامل اسی حکم میں ہیں آبناء و بنات
ہے آیہ تطہیر کی تفسیر یہی
ازواجِ مطہرات ہیں ، محفوظات



جو منکرِ قرآن ہے ، مسلمان نہیں
مومن تو وہ کیا ہو سکے ، انسان نہیں
ازواجِ نبی کو ماں نہ جس نے مانا
اُس شخص کا کوئی دین ایمان نہیں

محضور

اُمّات المؤمنین حضراتِ ازواجِ مُطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

میرے دل میں ہے مکیں، عظمتِ ازواجِ رسول
جن کو معلوم نہیں حُرمتِ ازواجِ رسول
عزتِ آلِ نبی، عفتِ ازواجِ رسول
صاف شفاف رہی فطرتِ ازواجِ رسول
بخدا اوج پہ ہے قسمتِ ازواجِ رسول
سطوتِ دینِ متین سیرتِ ازواجِ رسول
زیبِ ایوانِ نبی، زینتِ ازواجِ رسول
کیا بیاں کوئی کرے عظمتِ ازواجِ رسول
قابلِ رشک ہوئی رفعتِ ازواجِ رسول
ہے سعادت کا نشان، نسبتِ ازواجِ رسول

کیوں نہ لب پر ہو مرے، مدحتِ ازواجِ رسول
کیا سمجھ سکتے ہیں وہ حشمتِ ازواجِ رسول
جُزواِایماں ہے بہرِ نوع، مُسلمان کے لیے
بالیقین آیہٗ تطہیر کی ہیں وہ مصداق
وہ خدیجہ ہوں کہ سودہ ہوں کہ وہ عائشہ ہوں
حفصہ و زینب و میمونہ و اُمّ سلمہ
بخش کی دُخترِ پاکیزہ جنابِ زینب
ہیں جویریہ، صفیہ بھی انہیں میں شامل
مرحبا، صلّ علی، اُمّ حبیبہ کا مقام
با ادب باش! کہ اُمت کی یہ مائیں ہیں نصیر!



محضور

شہ زادگانِ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

قابلِ دید ہیں سب ، ماہِ لقا لڑکے ہیں نور ہیں آپ نبی ، نور نما لڑکے ہیں
 مہ و خورشید کی تابندہ فضا لڑکے ہیں اپنے محبوب کو خالق کی عطا ، لڑکے ہیں
 طیب اچھے ہیں ، براہیم نہایت اچھے واقعی سارے زمانے سے جدا لڑکے ہیں
 رحمتیں خاص ہوئیں قاسم و عبداللہ پر نور ہی نور سراپا بخدا لڑکے ہیں
 صورت اچھی ہے تو فطرت میں پدر کا انداز حاصلِ سلسلہ صدق و صفا لڑکے ہیں
 ان کی بے مثل روایات ہیں شاہد اس پر محرم شیوہ تسلیم و رضا لڑکے ہیں

ان کی توصیفِ حقیقت میں سعادت ہے نصیر

نورِ چشمانِ نبی ، شانِ خدا لڑکے ہیں



سلام
بر دخترانِ حضرت خیر الانام علیہ السلام

نازشِ صدق و صفا تُم پر سلام	دخترانِ مصطفیٰ، تُم پر سلام
جانِ محبوبِ خدا تُم پر سلام	ہر نفس، ہر دم سدا تُم پر سلام
آیہِ تطہیر میں شامل ہو تُم	صدقِ دل سے بر ملا تُم پر سلام
زینبِ عالی نسب، بنتِ رسول	پیکرِ صبر و رضا تُم پر سلام
اُمّ کلثوم و رقیہ نیک دل	جسم و جانِ مصطفیٰ تُم پر سلام
فاطمہ زہرا تمہیں کہتے ہیں سب	بنتِ شاہِ انبیا تُم پر سلام
مادرِ شبیر و شہر ہو شہی	بانوئے شیرِ خدا تُم پر سلام
تُم سخی، بنتِ سخی، زوجِ سخی	صاحبِ جود و عطا تُم پر سلام

کیوں نہ ہو مداح تُم سب کا نصیر
تُم پہ ہے فضلِ خدا، تُم پر سلام



در مدح

نائبِ مصطفیٰ، اَصْدَقُ الاَصْدِقَاءِ، خلیفہٗ اُولیٰ و اُولیٰ

مخدومِ اصحابِ رسول، سیدنا و مولانا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلافتِ شہِ بطحا کی ابتدا ، صدیق	وفا و عشقِ پیہر کی انتہا صدیق
رسولِ پاک پہ دل سے نثار تھا صدیق	خلوص جس کا مُسَلِّم ، وہ رہنما صدیق
وہ مُقَدَّر ، وہ مَکْرَم ، وہ فقر کا پیکر	وہ پاک باز ، وہ عابد ، وہ باخدا ، صدیق
وہ سرورِ دوسرا کا مُصَدِّقِ اوّل	وہ یارِ غار ، وہ دونوں میں ، دوسرا صدیق
فروغِ صدق سے معمور جس کا اک اک لفظ	وہ حق پرست و حق آگاہ وہ حق نوا صدیق
محافظِ سُنَن و مصدرِ حَمِیَّتِ دِیْن	نبی کی دین ہے ، اللہ کی عطا ، صدیق
ایمَامُ اُمَّةٍ خَیْرِ الْاَنَامِ بِالْاِجْمَاعِ	سِنَامُ سِلْسَلَةِ الرُّشْدِ فِی الْوَرٰی ، صدیق
حَفِیْظُ دِیْنِ الْاِنَاسِ بِالْاِخْلَاصِ	جَمَالُ سِیْرَةِ مَحْبُوْبِ رَبِّنَا ، صدیق
وَ حَیْدُ کُلِّ زَمَانٍ وَ قِدْوَةُ الْعَصْرِ	سَبَقُ زَجَلِهِ بِرْدِہِ اسْتِ در وفا صدیق
اٰمِیْنُ سِرِّ حَبِیْبِ الْاِلٰہِ فِی الدُّنْیَا	مَکِیْنُ قُرْبِ شَہْنشَاہِ اَنْبِیَا ، صدیق
اَنْیَسِ سَیِّدِ اِبْرَارٍ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ	رَیْسِ عَسْکَرِ اَحْرَارِ فِی الْوُغٰی صدیق
وہ حق مآب ، وہ سرخیلِ زمرہ اصحاب	وہ دِیْنِ پناہ ، وہ اُمت کا مُقْتَدَا صدیق

قلیل وقت میں وہ کام کر گیا، صدیق
 کہ جانتا تھا پیمر کا مُقتضیٰ صدیق
 سر اُس لعین کا بس لے کے ہی رہا، صدیق
 فرازِ عرش پہ جیسے ہو لب کُشا صدیق
 غلام بن کے رہا پھر بھی آپ کا، صدیق
 حُطامِ دَہر سے تھا عُمر بھر جُدا، صدیق
 یہ شانِ مہر و وفا، واہ، مرجبا، صدیق
 نماز کون پڑھائے ہمیں؟ کما، صدیق
 کہ کس بہ سعی نخواہد رسید تا صدیق
 ازاں نشست نہ در کُنجِ انزوا صدیق
 بہ قُربِ سیدِ کونین یافت جا صدیق
 ندا رسید کُجائی؟ بیا! بیا! صدیق
 کشید بہرِ پیمر چما چما صدیق
 جَنے گی مادرِ گیتی، نہ دُوسرا صدیق
 علی سے پوچھ! کہ کتنا عظیم تھا صدیق
 صمیمِ دل سے تھا سبطین پر فدا صدیق

بشر کو چاہیے جس کے لیے حیاتِ خضر
 روانہ جیشِ اُسامہ کیا بلا تاخیر
 عَدُوئے ختمِ رُسل تھا مُسیلمہ کذاب
 اُسی کے لہجے میں حق نے نبی سے باتیں کیں
 شرف ہزار تھا حاصل اُسے رفاقت کا
 نہ حُبِ جاہ، نہ منصب کی چاہ تھی اُس کو
 سفرِ خضر میں رہا ساتھ اپنے آقا کے
 نبی علیل تھے، پوچھا بلال نے آکر
 چناں نواخت پیمر ز لُطفِ خویش آلِ را
 مُفَوَّض ز نبی بود منصبِ ارشاد
 ز بعدِ مرگ بہ آغوشِ رحمتش پیوست
 چو بر ضریحِ نبی بعدِ مرگ بُردندش
 ز جورِ تشنگی و دردِ فقر بر سرِ خود
 وہ ایک اپنی مثال آپ تھا زمانے میں
 جو پست ذہن ہو یہ اُس کے بس کی بات نہیں
 اُسے نیاز تھا زہرا و آلِ زہرا سے

مقامِ آلِ محمد اُسی کو تھا معلوم
مُحِب کو ہوتی ہے محبوب، عترتِ محبوب
علیؑ کی شان سے انکار کا سوال نہ تھا
ہے ٹکڑے ٹکڑے عقائد کی رو سے پھر اُمت
ہماری کون سُنے گا سُنی نہ تُو نے اگر
خدا کا شکر کہ ہے تیری ذات سے نسبت
میں چومتا ہوں تصوّر میں تیرا نقشِ قدم
حُسنی و حَسَنی ہوں اگرچہ میں نَسَباً

تھا اُن کی شان سے آگاہ بر ملا صدیق
کرو یہ غور! مُحِب کون پھر ہوا؟ صدیق
علیؑ کو مانتے تھے أَحْسَنُ الْقَضَا، صدیق
مدد کا وقت ہے آج، الغیاث یا صدیق
تری ہی ذات ہے ہم سب کا آسرا صدیق
ترا وجود ہے تنویرِ مصطفیٰ، صدیق
ہے تیرا نقشِ قدم منزلِ بقا، صدیق
ہے ثَبَتِ قلب میں لیکن تری وَلَا، صدیق

یہ آرزو ہے کہ محشر میں میرے ساتھ نصیر
عمر ہوں، حضرت عثمان ہوں، مُرتضیٰ، صدیق



مُحْضُورِ

مُصَدِّقِ اَوَّلِ، خَلِیفَةُ اَوَّلِ وَاَوَّلِ، صَاحِبِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا حَضْرَتِ صَدِّیقِ اکْبَرِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، وَارْضَاہُ

نہیں بھولی ہے دُنیا کو ادا، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
نبی تعریف کرتے تھے سدا، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
مدد کرتا رہا ہر دَمِ خدا، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
زمانے سے بیاں ہو شان کیا صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
ہوئی شہرت یہ کس کی جا بجا؟ صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
صداقت ہی صداقت تھی صدا صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
زمین و آسمان پر ہے ثنا صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
تعالی اللہ! یہ شانِ عَلِی، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
ولایت کا وسیلہ ہے، وَلَا صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
بڑی توقیر ہے نامِ خدا، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی

مُسْلِم ہے محمد سے وفا، صَدِّیقِ اکْبَرِ کی
ہم اُن کی مدح گوئی داخلِ سنّت نہ کیوں سمجھیں
رسول اللہ کے لطف و کرم سے یہ بلا رتبہ
کلام اللہ میں ہے تذکرہ اُن کے محامد کا
نجات میں، شرافت میں، رفاقت میں، سخاوت میں
وہ خود اک صدق تھے کوئی اگر اس راز کو جانے
زمین پر دھوم ہے اُن کی، فلک پر اُن کے چرچے ہیں
مَوَرِّخِ دَمِ بخود ہے، سر بسجده ہے قلم اُس کا
جو اُن کا ہے، رسول اللہ اُس کے ہیں، خدا اُس کا
کی کیسی نصیر اُن کے مدارج میں، مراتب میں



بحضور

خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہکارِ رسالت جسے کیسے ، وہ عمر ہے
 وہ نامِ عمر ، نامِ عمر ، نامِ عمر ہے
 یوں حُسنِ شبِ ماہ کا ، ہمرنگِ سحر ہے
 کیا تربیتِ سرورِ عالم کا اثر ہے
 حکمِ ایسا کہ دریا بھی جھکائے ہوئے سر ہے
 رعبِ ایسا کہ خود ظلم کا دل زیر و زبر ہے
 جس دن سے مرے وردِ زباں ، نامِ عمر ہے
 خطاب کے بیٹے کی یہ آمد کا اثر ہے
 یہ نام ہی شمشیر ، یہی نام سپر ہے
 اُس کا ہے یہ فرمان کہ جو خیرِ بشر ہے
 تقویٰ جسے کہتے ہیں ، وہ کردارِ عمر ہے
 اسلام کے گلشن کا عمر ، وہ گلِ تر ہے
 بُکرہ ہے ، عثمان ہے ، حیدر ہے ، عمر ہے
 بنِ مانے ترے کوئی مفر ہے ، نہ مفر ہے
 کوئی ہے مُجدد ، تو کوئی گنجِ شکر ہے
 اِس عہد کا مظلوم ، ترا راہِ نگر ہے

اسلام کی شوکت ، صَدَفِ دیں کا گھر ہے
 جس نام کے صدقے سے دُعاؤں میں اثر ہے
 مہتاب کے حلقے میں ستارے ہیں صفِ آرا
 وہ صحنِ حرم اور وہ اکِ اینٹ کا تکیہ
 فقرِ ایسا کہ دیں قیصر و کسری بھی سلامی
 عدلِ ایسا ، پکڑ سکتے ہیں کمزور بھی دامن
 کترا کے گزر جاتا ہے اُس دن سے ہر اکِ غم
 کعبے میں نماز آج ادا ہو کے رہے گی
 دل سے جو پُکارو گے عمر کو ، تو دمِ رزم
 ”ہوتا جو نبی کوئی مرے بعد ، تو فاروق“
 قرآن کی آیات یہ دیتی ہیں گواہی
 جو صاف دماغوں ہی کو رکھتا ہے معطر
 ہے جن کی غلامی بھی اکِ اعزاز ، وہ لاریب
 وارد ہے تری شان میں لوکانِ نبی
 ہر سلسلہ فیض میں چمکے ترے موتی
 پھر آج ضرورت ہے تری ، نوعِ بشر کو

وہ دور نہ پا کر بھی یہ نسبت ، کہ نصیر آج

بیعتِ ترے افکار کی ، بر دستِ عمر کی



بمَحْضُورِ

زینتِ منبر و محراب خلیفہ ثانی

حضرت سیدنا عُمَر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مثالی ہے جہاں میں زندگی فاروقِ اعظم کی
دُعائے مُستجابِ حضرت ختمِ الرُّسل وہ ہیں
وہ جن کا نام لینے سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں
وہ دانائے مقام و احترامِ آلِ پیغمبر
جو عرفانِ محمد کی تمنا ہے ترے دل میں
وہ جس کی بات تعمیری، وہ جس کی ذات تسخیری
وہ عظمت اور پھر وہ سادگی فاروقِ اعظم کی
نہیں ممکن کسی سے ہمسری، فاروقِ اعظم کی
پیامِ مرگِ ظلمت، روشنی فاروقِ اعظم کی
انہی کے واسطے تھی ہر خوشی فاروقِ اعظم کی
توسیرت سامنے رکھ ہر گھڑی فاروقِ اعظم کی
حقیقت بن کے اُبھری خواجگی فاروقِ اعظم کی

نصیر! اعزازِ شاہی کو میں خاطر میں نہیں لاتا
زہے قسمت ملی ہے چاکری فاروقِ اعظم کی



مختصر

خلیفہ ثالث، ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ اللہ ! یہ تھی سیرت عثمان غنی	دین پر صرف ہوئی دولت عثمان غنی
رفتہ رفتہ وہ بڑھی عظمت عثمان غنی	دونوں عالم میں ہوئی شہرت عثمان غنی
اک ذرا بیعت رضواں کی بھی تفسیر پڑھو	بیعت، اللہ کی ہے، بیعت عثمان غنی
کرم خالق کونین رہا شامل حال	قابل رشک بنی، قسمت عثمان غنی
ہر نفس شانِ حیا، مصدر و میزان حیا	زندگی بھر یہ رہی فطرت عثمان غنی
آپ نے جامع قرآن کا لقب پایا ہے	دین و دنیا میں بڑھی عظمت عثمان غنی
عشقِ اللہ و رسول آپ کو مل جائے گا	دل میں پیدا تو کریں اُلفتِ عثمان غنی
سطوت و عظمتِ اسلام تھی اُن کے دم سے	شانِ اسلام کی تھی، شوکتِ عثمان غنی

وہ صحابی تھے، مجاہد تھے، خلیفہ تھے نصیر

نازِ اسلام بنے، حضرت عثمان غنی



در مدح

اسد اللہ الغالب، علیؑ ابن ابی طالب

السلام اے قبلہ گاہِ عاشقاں! اے بُوتراب!
 السلام اے نقطۂ آغاز، در اُمّ الکتاب
 السلام اے تاج دارِ منبر و حُسنِ خطاب
 السلام اے فقر را سرمایہٴ کاملِ نصاب
 کارواںِ سالارِ ملت، خسروِ گردوں جناب
 صدرِ ایوانِ امامت، بندہٴ حقِ انتساب
 نامِ او ذوقِ حیاتِ آرد بہ جانِ شیخ و شاب
 آں بہ مُندی در نبردِ کُفر، برقِ التاب
 در دل و جاں چشمتِ پنهانش آرد انقلاب
 اکتسابِ نور از عکسِ رُخش کرد آفتاب
 ہم خیالِ اُوست اوہامِ غلط را سدِ باب
 جانِ او خلوتِ سرائے نکتہ ہائے مُستطاب

السلام اے نوعِ انساں را نویدِ فتحِ باب
 السلام اے وارثِ علمِ رسولِ ہاشمی
 السلام اے خسروِ اقلیمِ قرطاس و قلم
 السلام اے فخرِ ناداری و نازِ مفلسی
 زبدۂ اخیارِ عالم، سرورِ اقطابِ جُود
 شرحِ کُن، ناموسِ دیں، جبلِ متین، فتحِ مبین
 کج کلاہانِ جہاں پیشش نگوں سار آمدہ
 آں بہ نرمی بہرِ اربابِ وفا، موجِ نسیم
 تیغِ او مرحبِ شکار و ضربِ او خیرِ شکن
 ماہِ تاب از پرتوِ خُلقش بہ گردوں جلوہ ریز
 ہم جمالِ اُوست در نظارہٴ فردوسِ نگاہ
 باطنِ او حکمتِ آبادِ علومِ من لَدُن

ہر کہ سازد نام اُو وردِ زبان و حرزِ جاں
 حُبِ اُو در سینہٴ اربابِ ایمان و یقیں
 ہر کہ دارد ربطِ قلب و ذہن با آں خیرِ محض
 چہرہٴ نَجِّ البلاغت از فروغش مُستنیر
 مرجا، آں مصدرِ علم و معانی دستگاہ
 آں ادا فہمِ مزاجِ حضرتِ خیرالوری
 ضوِّ فلک در پیکرش اطوار و اخلاقِ نبی
 بے عطائے اُو، عبارتِ ہائے ما، نامعتبر
 آبرو خواہی، جبینِ برعتہٴ پاکش بہ
 از رہِ طاعتِ رضائے حیدرِ کرارِ جو
 تا قیامت رُوحِ اُو گردد طمانینت مآب
 بُغضِ اُو اندر نہادِ بے ضمیرانِ خراب
 راست گویم کونہی گردد معاصی ارتکاب
 آں کلیمِ طورِ تِبیان، آں خطیبِ لا جواب
 جَذا آں رمزِ آگاہِ زبانِ وحیِ ناب
 آں بہ خلوتِ رازدارِ صاحبِ اُمِّ الکتاب
 ز آنکہ باشد ماہِ تاباں، جانشینِ آفتاب
 بے ولائے اُو عبادتِ ہائے ما، نامستجاب
 قُربِ حقِ جوئی، رُخ از درگاہِ والائش، متاب
 تا نصیرت باد محبوبِ خدا، روزِ حساب



بحضور
القرغام السالب، اسد اللہ الغالب
سیدنا حضرت علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم

کیوں عقیدت سے نہ میرا دل پکارے یا علی
جس گھڑی اللہ کے گھر میں ہوئے پیدا علی
بے نظیر اُن کی شجاعت، بے مثال اُن کی سخا
جاں نثارانِ محمد کے کئی القاب ہیں
مَرَحَب و عَنتر گرے جس کے خدائی زور سے
شاہِ مرداں، قوتِ بازو رسول اللہ کے
جان و دل سے تھے عزیز، اللہ کے محبوب کو
آگئیں نقش و نگارِ زندگی میں رونقیں
خیبر و خندق میں دُشمن کا صفایا کر دیا
جرات و ہمت میں تُم ہو آپ ہی اپنا جواب
دل گرفتہ ہوں غم و آلام کی یلغار سے

جس کے ہیں مولا محمد، اُس کے ہیں مولا، علی
ذَرّہ ذَرّہ با ادب ہو کر پکارا، یا علی
ہے زمانے کا یہ نعرہ لا فُتٰی اِلَّا علی
علم کا دروازہ کھلائے مگر، تنہا علی
مردِ حق، شیرِ خدا، خیبر کُشا، مولا علی
کیوں بھلا ہوتے کسی میدان میں پسپا، علی
شبر و شبیر و حضرت فاطمہ زہرا، علی
صدقِ نیت سے جو لوحِ دل پہ لکھا یا علی
جوہرِ مردانگی دکھلا گئے کیا کیا علی
مادرِ گیتی نہ پیدا کر سکی تُم سا علی
اِس طرف بھی اک نظر ہواے مرے آقا، علی!

جن کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے نصیر!
وہ حدیثِ مصطفیٰ کی رُو سے ہیں، مولا علی



مسدس در ولادت
الفرغام الطالب، أسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین، علی ابن ابی طالب

گنبدِ آفاق میں روشن ہوئی شمعِ نجات لہلہائی زلفِ لیلائے رُموزِ شش جہات
کھل رہا ہے آسماں پر غُرفہ ذات و صفات اُٹھ رہا ہے بُرقعِ سلمائے رُوح کائنات
زندگی، علم و فراست کا مزا چکھنے کو ہے
فرشِ پر افلاک کی عظمت، قدم رکھنے کو ہے

آسماں نکھرا، اُبھرتا آ رہا ہے آفتاب اُٹھ رہا ہے رُوءِ اسرار و حقائق سے نقاب
کھل رہی ہے ذہن پر ادراک و عرفاں کی کتاب کہہ رہی ہے زندگی، یا لیتنی کُنْتُ ثراب
عارفوں کو مُژدہ، شاہِ عارفاں آنے کو ہے
اے زمیں سجدے میں گر جا! آسماں آنے کو ہے

اُس کے آتے ہی نبوت کا نشان کھل جائے گا عُقَدۂ دیرینہ رُوحِ جہاں کھل جائے گا
قفلِ ایوانِ اُمورِ این و آں کھل جائے گا گنجِ فکر و بابِ اسرارِ نہاں کھل جائے گا
فاش کر دے گا رُموزِ اندک و بسیار کو
کھول دے گا غُرفہ ہائے ثابت و سیار کو

۱۔ یہاں آیہ کریمہ یا لیتنی کُنْتُ ثراب کے جائے حدیث شریف کے الفاظ قُم یا ابا ثواب کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے مصرع پڑھا جائے۔ نصیر

لو وہ دمکا مطلع صدق و صفا پر آفتاب آسمانِ عقل و دانائی پہ وہ جھومے سحاب
 لو وہ آیا صاحبِ سیف و قلم گردوں جناب مرجا وہ آئے بزمِ آب و گل میں بو تراب
 لو، وہ لوحِ دہر پر نقشِ جلی پیدا ہوا
 نوعِ انساں کو مبارک ہو ! علی پیدا ہوا

آپ کے آتے ہی بدلا، زندگی کا ہر نظام ہو گیا دُنیا میں لطفِ خاص سے، فیضانِ عام
 پیشوائی کا کیا کعبہ نے از خود اہتمام بادۂ صدق و صفا کے آگئے گردش میں جام
 عقل کے کانٹے پہ اسرارِ نہاں ٹٹنے لگے
 لیلی افکار کے بندِ قبا کھلنے لگے

ٹھیکروں میں تابشِ تاجِ کیانی آ گئی پھر زمیں میں آب و تابِ آسمانی آ گئی
 از سر نو خونِ ہستی میں روانی آ گئی مصر پھر جھوما، زینجا پر جوانی آ گئی
 لیلی آفاق پر برنائیاں چھانے لگیں
 شاہدِ اطلاق کو انگڑائیاں آنے لگیں

فکر کی کلیوں کو ذہنوں میں چٹکنا آ گیا عندیہ مہرِ لب کو، چمکنا آ گیا
 بزمِ ہو میں جامِ وحدت کو کھٹکنا آ گیا شاخ کو ہلنا، صنوبر کو پلکنا آ گیا
 لیلی حُسنِ تکلم کو عماری مل گئی
 خسرو معنی کو لفظوں کی سواری مل گئی

کا کُل لیلائے فطرت کو سنورنا آ گیا شانہِ خواباں پہ زلفوں کو بکھرنا آ گیا
 علم کے لہجے کو رُوحوں میں اُترنا آ گیا نطق کو الفاظ کی صورت اُبھرنا آ گیا
 چُو منے ہفت آسماں پائے زمیں آنے لگے
 تحفہ یزداں لیے روحِ الامیں آنے لگے

بنتِ جودت کو قبا کے بند کُنا آ گیا ابرِ نیساں کو گلستاں پر برسا آ گیا
 دشتِ گلشن بن گئے، شہروں کو بَنا آ گیا پا بہ گلِ نخلِ تمنا کو اُکنا آ گیا
 عرش کی تنویر سے معمور فرشِ خاک ہے
 آشنا حُسنِ تمدن سے، خس و خاشاک ہے

خیمہِ دانشوری میں عودِ سُلگایا گیا زمزموں کا، موتیوں کا، ابرِ برسایا گیا
 شعر و نغمہ کو حسینِ آہنگ پر لایا گیا حُور کو وجد آئے جس پر، راگ وہ گایا گیا
 نو عروسِ ذہن کو رنگِ حنا بچنے لگا
 زندگی جُھومی، کڑے سے جب چھڑا بچنے لگا

۱۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے، حُوراء کی جمع ہے، مگر اکثر اہل علم بھی اسے بطور واحد باندھتے اور حوریں اس کی جمع سمجھتے ہیں۔ جو غلط ہے۔ چونکہ لفظ حُور خود جمع ہے اور اس کا واحد حُوراء ہے لہذا اسے حُوریاں، حوریں یا حُوراں باندھنا بالکل ہی غلط ہے۔ پنجابی والے باندھتے ہیں تو باندھتے رہیں کم از کم اردو والوں کو ایسی صریح غلطی زیب نہیں دیتی۔ نصیر

جنتِ ادراکِ انسانی کے در کھولے گئے عقل کی میزاں پہ انوارِ حکم تولے گئے
 فرشِ دانائی پہ حکمت کے گہر روئے گئے دیدہ فطرت میں رنگ افکار کے گھولے گئے
 ضربتِ حق سے، ضلالت کا منارہ گر گیا
 شیطنت کی آگ پر دم بھر میں پانی پھر گیا

آگہی کے بام پر اودی گھٹا چھانے لگی زلف، علم و فکر کے شانے پہ لہرانے لگی
 شہپرِ جبریل کی مہکی ہوا آنے لگی لو، کمر زہرہ کی لچکی، مشتری گانے لگی
 زمزے صحنِ ہنر مندی پہ برسائے گئے
 مریکوں کو موتیوں کے ہار پہنائے گئے

کشتیِ دریائے دانائی کو لنگر مل گیا علم کی دیوی کو آشاؤں کا زیور مل گیا
 ہاتھ کو کنگن ملا، ماتھے کو جھومر مل گیا موجہ گفتار کو اندازِ کوثر مل گیا
 تیرگی میں دولتِ بیدار پیدا ہو گئی
 علم کی پازیب میں جھنکار پیدا ہو گئی

نوعِ انسانی کو اندازِ تَلُّم آ گیا وہ تَلُّم، جس سے باتوں میں تحکُّم آ گیا
 وہ تحکُّم، جس سے لہجوں میں ترنُّم آ گیا وہ ترنُّم، جس سے موجوں میں تلاطم آ گیا
 وہ تلاطم، جس سے پیغامِ صبا آنے لگا
 وہ صبا، جس میں پرِ جبریل لہرانے لگا

فطرتِ ہر شے میں مولائی مہک پیدا ہوئی پھول کے لہجے میں بھنورے کی بھنک پیدا ہوئی
 کوئلوں میں بُو، ہواؤں میں سنک پیدا ہوئی بادلوں میں گونج، گردوں پر دھنک پیدا ہوئی
 زلفِ ایماں، شانہ ہستی پہ لہرانے لگی
 زندگی ایقان و آگاہی پہ اٹھلانے لگی

ناخدائے کشتیِ جود و کرم پیدا ہوا نازشِ توقیرِ اربابِ ہمم پیدا ہوا
 خسروِ اقلیمِ قرطاس و قلم پیدا ہوا پاسبانِ عزت و ناموسِ حرم پیدا ہوا
 گلشنِ اطلاق سے بادِ بہاری آ گئی
 جزو کے میدان میں، کل کی سواری آ گئی

خاتمِ ناموسِ حکمت کا نگیں پیدا ہوا جانشینِ انبیاء و مُرسلیں پیدا ہوا
 حامیِ دیں، قاسمِ علم و یقین پیدا ہوا ایک عبدِ خاصِ ربِّ العالمین پیدا ہوا
 اپنی رُو میں سینکڑوں دُرہائے جاں رولے ہوئے
 صبحِ حاضر ہو گئی گھونگٹ کے پٹ کھولے ہوئے

اشجعِ عالم، خطیبِ نکتہ ور پیدا ہوا شارحِ علمِ نبی، صاحبِ نظر پیدا ہوا
 بحرِ عرفانِ الہی کا گہر پیدا ہوا مفتیِ دانا، فقیہِ معتبر پیدا ہوا
 بربطِ صوت و صدا میں زیر و بم پیدا ہوئے
 پھر نگارِ علم کی زلفوں میں خم پیدا ہوئے

آسمانِ حق پہ بجلی کی چمک پیدا ہوئی دل میں انساں کے، صداقت کی دھمک پیدا ہوئی
جانبِ خورشید ذروں میں ہمک پیدا ہوئی چہرہٴ نخبِ البلاغت پر دمک پیدا ہوئی
زندگی پیمانہٴ اسرار کو بھرتی ہوئی
خیمہٴ حکمت میں در آئی، نرت کرتی ہوئی

ابرِ حکمت بن کے کشتِ جہل پر چھاتا ہوا ہر طرف بڑھتا، ہمکتا اور لہراتا ہوا
پھولتا، پھلتا، مہکتا، پھول برساتا ہوا گونجتا، گھرتا، گرجتا، جھومتا، گاتا ہوا
آگیا رُوحِ الامینِ علم، پر تولے ہوئے
بُتِ کدوں کو توڑتا، کعبے کا در کھولے ہوئے

روحِ پیغمبر کی تھی ذاتِ علی آئینہ دار وہ علی، جس سے ہے گلزارِ نبوت پُر بہار
علم کا در، ملکِ قرطاس و قلم کا شریار عسکریت کا پیہر، علم کا پروردگار
جس کے ذوقِ جود پر، شیخ و صبی کو ناز ہے
جس کے اندازِ شجاعت پر، نبی کو ناز ہے

رن میں یہ صورت کہ جیسے غیظ میں شیرِ ثیاں تیغ در دست و رجزِ خواں، ضربِ اُسکی بے اماں
آسماں گیر و زمیں کوب و عدو سوز و دواں شعلہ ریز و برق بار و شب سوار و صبح راں
توسنِ چالاک سے فرشِ زمیں کو روندتا
برق کے مانند لہراتا، لپکتا، کوندتا

وہ علی ، مشہور ہے جس کا یہ قول مُستطاب ”يَا فَتَى لَا تُبْطِلِ الْأَوْقَاتِ فِي عَهْدِ الشَّبَابِ“
 گوہرِ خود آگہی از بحرِ عرفانش بیاب اجْتَنِبْ مَا يُوقِعُ الشَّكِيكَ فِي أَمْرِ الصَّوَابِ
 آدمیت کا جہاں میں بول بالا کر دیا
 بندہ ناچیز کو ادنیٰ سے اعلیٰ کر دیا

مند آرائے سریرِ معرفت ، صہرِ رسول والدِ سبطین و جانِ اولیا ، زوجِ بتول
 جعفرِ طیار کا بازو ، ابوطالب کا پھول سب سے پہلے جس نے بچپن میں کیا ایماں قبول
 ڈھونڈ لی جس نے حقیقت اُس کے قیل و قال کی
 دھو گیا ہے وہ ، سیاہی نامہ اعمال کی

اے شکوہ نہ سپہر ! اے عظمتِ لوح و قلم و شگیرِ بے کساں ، دارائے گیہانِ کرم
 مقتدی ، نجمِ الہدی ، شیرِ خدا ، شمسِ الظُّلُم مُنِجِ بَدَل و سَخَا ، تنویرِ عرفان و حَکَم
 سنگ پر ڈالی نظر ، لعلِ بدخشاں کر دیا
 تُو نے ظلمت میں قدم رکھا ، چراغاں کر دیا

آشکارا تجھ پہ کی ، اللہ نے ہر ایک شے نام سے تیرے دہلتا ہے دلِ دارا و گے
 حوضِ کوثر کی چھلکتی ہے ترے ساغر سے مے فاتحِ رُوم و سمرقند و تار و شام و رے
 کون ٹھہرے گا ، امامِ الاولیا کے سامنے
 با ادب اہلِ صفا ہیں ، مُرتضیٰ کے سامنے

مَدّتوں روتی ہے چشمِ حسرتِ اہلِ چمن سالہا رہتے ہیں گریاں ، دیدہ چرخِ کُسن
 پھر نظر آتا ہے ایسا ایک نخلِ گلِ بدن ”بایزید اندر خراساں ، یا اُولیس اندر قرن“
 زندگی رہتی ہے برسوں ، غوطہ زن در خاک و خوں
 ”تاز بزمِ عشق ، یک دانائے راز آید بُروں“

اے خداوندانِ دولت ! خسروانِ کج کلاہ تا بہ کے یہ آرزوئے طُمطراق و حُبِ جاہ
 کر دیا ہے تم کو دُنیا کی محبت نے تباہ دُشمنِ دینِ مُبین ہو ، کفر کے ہو خیر خواہ
 کعبہ ہے ایوانِ حکمت ، قصرِ دولت دیر ہے
 دانش و دینار میں باہم ازل سے بیر ہے

جہل سے کب تک اُٹھاؤ گے طبیعت کا خمیر تا بہ کے طینت کو رکھو گے ضلالت کا اسیر
 تا بہ کے زندہ رہو گے تم جہاں میں بے ضمیر حشر تک رہنا ہے کیا دنیا کی نظروں میں حقیر؟
 تا بہ کے دستارِ اپنوں کی اُچھالی جائے گی
 اپنی عزتِ غیر کی جھولی میں ڈالی جائے گی

ہم ہیں اہلِ فن ، ہمیں کوئی مٹا سکتا نہیں کوئی ان اُونچے مناروں کو گرا سکتا نہیں
 کوئی ہم اہلِ خرد کے سر جھکا سکتا نہیں کوئی دانش کے چراغوں کو بجھا سکتا نہیں
 سرنگوں ہے خسروی اہلِ حکم کے سامنے
 گردنِ شمشیر جھکتی ہے ، قلم کے سامنے

ہم ہیں رندانِ حق آگاہ و شرافت آشنا طبعِ عالی سے ہماری ، دُور ہے حرص و ہوا
 ہے صراطِ مُستقیم اپنے لیے راہِ خدا حشرِ برحق ، شافعِ محشر محمد مصطفیٰ

ہے تیرے دل سے نصیرِ آلِ محمد پر نثار
 لَا فَتَى إِلَّا عَلَيَّ، لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

بحضور

ہشتر بر السالِب اسد اللہ الغالب علیٰ ابنِ ابی طالب

منظر فضائے دہر میں سارا علی کا ہے
 دنیائے آشتی کی پھبن ، مجتبیٰ حسن
 ہستی کی آب و تاب ، حسین آسماں جناب
 مرحب دو نیم ہے سرِ مقتل پڑا ہوا
 گل کا جمال مظہرِ گل میں عکس ریز
 اے ارضِ پاک! تجھ کو مبارک کہ تیرے پاس
 اہل ہوس کی لقمہ تر پر رہی نظر
 تم دخل دے رہے ہو عقیدت کے باب میں!
 ہم فقر مست ، چاہنے والے علی کے ہیں
 آثار پڑھ کے مہدیِ دوراں کے یوں لگا
 دنیا میں اور کون ہے اپنا بجز علی
 اصحابی کالجُوم کا ارشاد بھی بجا
 جس سمت دیکھتا ہوں ، نظارا علی کا ہے
 لختِ جگر نبی کا تو پیارا علی کا ہے
 زہرا کا لال ، راج دُلا را علی کا ہے
 اُٹھنے کا اب نہیں کہ یہ مارا علی کا ہے
 گھوڑے پہ ہیں حسین ، نظارا علی کا ہے
 پرچم نبی کا ، چاند ستارا علی کا ہے
 نانِ جویں پہ صرف گزارا علی کا ہے
 دیکھو! معاملہ یہ ہمارا علی کا ہے
 دل پر ہمارے صرف اجارا علی کا ہے
 جیسے ظہور وہ بھی دوبارا علی کا ہے
 ہم بے کسوں کو ہے تو سہارا علی کا ہے
 سب سے مگر بلند ستارا علی کا ہے

تُو کیا ہے اور کیا ہے ترے علم کی بساط
 تجھ پر کرم نصیر یہ سارا علی کا ہے

مختصر

سیدۃ نساء العالمین، خاتونِ جنت، بنتِ خیر الوری

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہرا
ہیں نورِ محمد بخدا، فاطمہ زہرا
مادر ہیں وہ زینب کی حسین اور حسن کی
پوچھا جو کسی نے کہ ہیں خاتونِ جنت کون؟
ایک ایک نظرِ حاملِ صد لطف و کرم ہے
نام اُن کا ہے اکسیر پئے رَوِ بلیات
اوصافِ حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے
دیتی ہے وفائے حسنین اس کی شہادت
ہیں دخترِ محبوبِ خدا فاطمہ زہرا
محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا فاطمہ زہرا
ہیں آلِ محمد کی رِدا فاطمہ زہرا
آہستہ سے رضواں نے کہا، فاطمہ زہرا
ہیں وارثِ فیضان و عطا فاطمہ زہرا
ہیں درد کی میرے بھی دوا فاطمہ زہرا
ہیں جملہ خواتین سے جدا فاطمہ زہرا
ہر لمحہ تھیں راضی بہ رضا فاطمہ زہرا

اب تو ہے نصیر اُن سے عقیدت کا یہ عالم

ہر حال میں ہے وردِ مرا ”فاطمہ زہرا“



قصیدہ بخضور

مخدومہ کونین سیدہ کائنات حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا

کیا بیاں ہو قطرہ ناچیز سے دریا کی شان
ایک ادنیٰ کب سمجھ سکتا ہے اک اعلیٰ کی شان
پست ہو جاتی ہے جس کے سامنے دنیا کی شان
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوا اُس دُرِ یکتا کی شان
دیکھئے چشمِ نبوت میں ذرا، زہرا کی شان
والضحیٰ سے ملتی جلتی چہرہ زیبا کی شان
کس قدر اونچی ہے اُس شہزادی والا کی شان
پوچھ صدیق و عمر سے لافٹی الا کی شان
مریم و حوا سے پوچھو زینب کبریٰ کی شان
دیدنی تھی کربلا میں ثانی زہرا کی شان
علم نانا کا، خطابت سے عیاں بابا کی شان
اک تقی پہچان سکتا ہے کسی اتقی کی شان
ضرب حیدر کی، محمد کی سخا، زہرا کی شان
چشمِ انساں میں دوبالا ہو گئی ممتا کی شان
خاک میں جس نے ملا دی قیصر و کسریٰ کی شان
بھوک کی شدت سے پتھر پیٹ پڑ مولیٰ کی شان
سیدہ زہرا! ترے ایک ایک نقش پا کی شان
مرحبا کیا اوج پر ہے عترت زہرا کی شان

ہو نہیں سکتی رقم بنتِ شہِ بطحی کی شان
ایک ذرہ کیا احاطہ کر سکے خورشید کا
ہے مرے پیش نظر اُس ذات کا ذکرِ بلند
بَضْعَةُ مَنیٰ کہیں جس کو رسولِ انس و جاں
جس کی آمد پر کھڑے ہوں خود امامُ الانبیاء
چال میں حُسنِ خرامِ احمدی کا بانگین
اہلِ محشر جس کی آمد پر رکھیں نیچی نظر
عائشہ سے پوچھ جا کر رُتبہ اُمِّ الحسَن
یہ خواتین جہانِ نو بھلا سمجھیں گی کیا
ذہنِ حوِ یادِ حق، دل جو رِ اعدا سے غنی
تیری اس بیٹی کا وہ خطبہ، وہ دربارِ دمشق
مرتبہ حیدر کا بتلائیں تو بتلائیں حسین
ہے جہاں میں بے عدیل و بے مثال و بے مثل
جب بنیں بنتِ محمد والدہ سبطین کی
مرحبا زہرا! ترا زوجِ گرامی یُو تراب
پڑ گئے تھے آبلے ہاتھوں پہ چلکی پیتے
اولیاء و اصفیاء کے رُوپ میں ظاہر ہوئی
باقر و شبیر و شمیر، زینب و زین العباد

وہ تو تیرے ماہ پاروں نے لگائے چار چاند
 سجدہ حیرت میں ہے اب تک جہانِ ساجدین
 دیکھ کر تیرے پسر کے سجدہ اولیٰ کی شان
 جب سوا نیزے پہ آ جائے گا سورج، منکرو!
 ورنہ کیا کربل کے اک پتے ہوئے صحرا کی شان
 اُس گھڑی تم پر کھلے گی چادرِ زہرا کی شان

فاطمہ ، ماں ہے اُسی مردِ جری کی اے نصیر
 لشکرِ جزار پر حاوی تھی جس تنہا کی شان



در مدح

جگر بندِ رسول، نورِ چشمانِ علی و بتول، خلیفہ پنجم، ملقب بہ ابنی ہذا سید

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه

زمیں سے تا بہ فلک ہر طرف صدائے حسن
 ازل سے میرے مقدر میں ہے ولائے حسن
 وہ ذاتِ پاک ہے ابنِ علی و سبطِ نبی
 خدا کا شکر، مرے دل کی زیب و زینت ہے
 لبوں پہ زہرِ ہلاہل کا کوئی ذکر نہ تھا
 یہ حال ہے مرے دل کا بہ فیضِ شاہِ ہدی
 ہو کیوں نہ منزلِ جذب و سلوک زیرِ قدم
 نقیبِ امن و اماں کا لقب ہوا، سید
 رہے خلیفہ پنجم وہ چھ مہینے تک
 بنو اُمیہ زر و جاہ کے حریص اُدھر
 قبائے سبز، شہادت کی اک علامت تھی
 غنا و فقر، قدم بوس ہو گئے اُس کے
 عجب نہیں کہ مجھے خُلد میں جگہ مل جائے
 کسی بھی شے کی کمی ہے، نہ آرزو، نہ طلب
 بلند و برتر و بالا ہوا، لوائے حسن
 رہے گی سایہ فگن تا ابد رِوائے حسن
 مری نگاہ کا سرمہ ہے خاکِ پائے حسن
 جمالِ مصطفوی، رُوئے دل کُشائے حسن
 اُٹھا جو دردِ جگر سے، تو مسکرائے حسن
 کبھی حسین پہ قرباں، کبھی فدائے حسن
 کہ غوثِ پاک ہیں، اولادِ با صفائے حسن
 فساد و فتنہ مٹانا تھا مدعائے حسن
 علی کے بعد حسن کو ملی، یہ جائے ”حسن“
 ادھر یہ حال، کہ دُنیا تھی زیرِ پائے حسن
 شجرِ شجر کی زباں پر ہے ماجرائے حسن
 میسر آئی جسے، دولتِ ولائے حسن
 بہ فیضِ سرورِ کون و مکاں، برائے حسن
 نصیر! فضلِ خدا سے ہوں میں، گدائے حسن

در مدح

حُسَینِ ابنِ علی رضی اللہ عنہ

عارف بود کسے کہ دلش نسبتِ ولا
 باشد نثارِ خواجہ کونین و بُوتراب
 مصداقِ فضلِ آیہ تطہیر، بالخصوص
 اقطاب و اولیائے جہاں، خاکِ این دراند
 از رُوئے نص، بہ گفتہ احمد تَعَرُّضِ
 سرمایہ نجات بود حُبِ اہل بیت
 خواہی گر التفاتِ پیمبر بہ رُختِ
 ہرگز کسے بہ آلِ محمد نمی رسد
 آئی اگر بہ کین و عداوت، برو! برو!
 اے ہم نشینِ ادب! کہ ترا از صمیمِ دل
 آں سبطِ مصطفیٰ و جگر پارہ علی
 آں تشنہ لب کہ آبِ رُخ دیں، ز خونِ اوست
 آں مُنتَسَب، بہ کوکبہ صولتِ علی
 آں از پئے تحفظِ اِلَّا، حصارِ حق

دارد بہ مصطفیٰ و بہ اولادِ مصطفیٰ
 سرشارِ مہرِ حضرتِ زہرا و آلِہا
 زہرا و حیدر و حَسَنین اند و مُجتبائی
 گُشودہ دامنِ طلب از بہرِ مدعا
 باشد ضلال و سَفَسَطَہ، بے ریب و بے مرا
 صد مرجہا بہ جانِ مُجَبَّانِ با صفا
 از صدقِ دلِ نَخُست بہ آتشِ کُن التجا
 علامہ گر بود و گر از خیلِ اولیا
 داری اگر مَوَدَّتِ آتش، بیا بیا
 رانم سخن بہ مدحتِ شُبَّیر، بر ملا
 پُورِ بتول و وارثِ پیغامِ انبیا
 آں میرِ کاروانِ شہیدانِ پارسا
 آں مُنْتَحَب، بہ منصبِ ابلاغ و اہتدا
 آں سر بُرندہ صفِ باطل، بہ تیغِ لا

ہستیم زیرِ منتِ سلطانِ کربلا
 آلِ صبحِ نور و مہرِ درخشانِ ارتضا
 ارشاد کرد لَحْمُکَ لَحْمِی بہ مرتضیٰ
 گویا منم تو و تو منی، جان و جسم را
 ہستی ولایتِ ازلی را تو منتہی
 ہست آلِ تو ز فاطمہ مخدومۃ اللہ
 آلِ من است برترِ خلق، از رہِ علا
 بشنو! محقِّ او، سخنِ سیدِ الواری
 آلِ غایۃِ الہمم بہ ہجومِ غم و بلا
 آلِ بہرِ مؤمنان، ہمہ پیرایۃ وفا
 مشکوٰۃ لطف، شمعِ کرم، تیرِ سخا
 منشورِ آدمیت و دستورِ ارتقا
 سلطانِ فضل، شوکتِ دیس، نازشِ گدا
 حقِ شان و حقِ نشان و حقِ اعلان و حقِ ادا
 حقِ مست و حقِ پرست و حقِ آرا و حقِ نما
 مقدمِ رزم، بابِ ظفر، ضیغم و غا

از جوئے خوں بہ دہرِ اساسِ یقین نہاد
 آلِ ماہِ صوفشان و ضیا پاش و جلوہ ریز
 اوجِ شرفِ نگر! کہ پیمبرِ ز راہِ لطف
 یعنی کہ ہست جسمک جسی بہ فرعِ واصل
 گر خاتمِ رسالت و وحیم من اے علی!
 از نسبتِ سیادتِ من، افضلُ الانام
 گر سیدِ خلاق و سردارِ عالم
 بنگر! بہ شان و عظمتِ لختِ دلِ بتول
 آلِ قدوۃِ الائم بہ مہماتِ صبر و شکر
 آلِ نقطۃِ عروجِ تہوّر، بہ رزمِ گاہ
 نورِ احد، فروغِ ہمد، مشعلِ ابد
 برہانِ صدق، حجتِ آخر، دلیلِ حق
 شانِ وجود، رنگِ شہود، آبروئے جود
 حقِ ناز و حقِ طراز و حقِ آغاز و حقِ مآل
 حقِ اصل و حقِ جبلت و حقِ دار و حقِ مدار
 بنیادِ صبر، قصرِ تحمّل، اساسِ ضبط

میزانِ فکر، گنجِ معارف، ریاضِ اُنس
 اکسیرِ فیض، نسخہٴ رحمت، بقائے فرد
 مقیاسِ علم، جوہرِ بینش، مفادِ محض
 تسنیمِ فیض، غوثِ ملل، داعیِ عمل
 عالیٰ نژاد، کشورِ داد، اصدقِ العباد
 مولیٰ ہم، خلیلِ حشم، مُرتضیٰ کرم
 تفصیلِ مجد، مہرِ نجابت، مطافِ عقل
 مفہومِ فقر، قانعِ جبر، آسمانِ صبر
 فردوسِ ناز، قرۃُ عینی و سیدی
 ختمِ الرُّسل، حسین و حسن، حیدر و بتول
 اے نورِ چشمِ حیدرِ کرار! یک نظر
 پس خوردہٴ سگانِ درِ تستِ رزقِ من

مرقاتِ فہم، عرشِ خرد، سالکِ رسا
 عنوانِ عشق، غنصرِ دانش، ادبِ قبا
 فخرِ سلف، مدارِ شرف، محورِ ثنا
 نقشِ ازل، بہارِ ابد، موجہٴ بقا
 میمونِ حسَب، رفیعِ نسب، جوہرِ صفا
 یوسفِ لقا، مسیحِ ادا، احسنُ القضا
 میقاتِ عزم، طورِ یقین، مشعرِ ہدی
 طغرائے حُسن، رونقِ ہوش، ارفعُ اللّٰو
 یعنی حسین، وارثِ فیضانِ ہلّ آتی
 نازم کہ نسبت است بہ ایس پنچتن مرا
 اُفتادہ ام بہ خاکِ تو، رُوحی لکِ الفدا
 حاشا، اگر نگاہِ کم سوئے اغنیا

حُبِ نبی و آلِ نبی از ازل نصیر!

فضلِ خداست ذالک یؤتیہ من یشا



در مدح
سبطِ رسولِ مُطَّلَبی، حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہ

سبطِ شہِ دیں، نازِ حسن، پیکرِ تنویر
زائیدہ آلِ خانہ کہ ہر طفلِ کریمش
پروردہ آلِ خانہ کہ ہر جامِ سفالش
منزلِ گہِ آلِ نورِ منترہ کہ درخشید
بر مزرعِ حق ہستی او ابرِ مطیرے
در صدق و صفا، صبر و رضا، بذل و شجاعت
حُسنش بہ نظرِ شمعِ فروزاں سرِ آفاق
در سیلِ مصائب بہ لبش موجِ تبسم
تسلیم و رضایش سپرِ یورشِ آفات
در رزمِ حریفانِ جفا، سیفِ یدِ اللہ
بر فرقِ مجبانِ نبی، سایہِ رحمت
بر شاہرگِ اہلِ ستمِ نشترِ تعذیب
تا قُربتِ حق، ذاتِ گرامیشِ وسیلہ
سرمایہِ دیں، واقفِ اسرارِ نبوت
شاخِ شجرِ قدس و چمنِ زادہٗ تطہیر
جسمیت کہ از رُوحِ امیں آمدہ تصویر
در میکدہٗ رحمتِ حق، رشکِ قواریر
بر ایمن و فاران و سرِ قُلّہٗ ساعیر
بر خرمنِ باطل، نگلش شعلہٗ تسعیر
ہم پایہ ندارد بہ نہاں خانہٗ تقدیر
قولش بہ عملِ صورتِ آیات بہ تفسیر
از خونِ شہادت بہ رُخشِ غازہٗ توقیر
خسخانہٗ باطل، ہدفِ گرمیِ تقریر
در بزمِ ندیمانِ وفا، قاصدِ تبشیر
دربارہٗ اعدائے خدا، آیہٗ تعزیر
بر زخمِ دلِ غمِ زدگاں، مرہمِ تجہیر
از واسطہٗ اش حرفِ دُعا محرمِ تاثیر
سرکردہٗ اربابِ ولا، صدرِ نحریر

بر منزلِ عشقے کہ رسیده، نہ رسد کس
 از عرشِ سرِ عزتِ آلِ شاه، فراتر
 در تشنگیِ روزِ جزا، ساقیِ کوثر
 گه سر به سجود است و گه قایمِ اعدا
 با تذکرهٔ معرکہ آرائی تیغش
 گوئی، به کف آورد قضا تیغِ دو دم را
 آید چو به انبوهِ حریفانِ سبک سر
 در معرضِ جودش به پرِ کاه نیرزد
 هنگامِ جہاں پروری دستِ نوالش
 ز آب و گل فقر آمده تخمیرِ وجودش
 گردِ ره او، سرمهٔ اربابِ بصیرت
 اسلام، حصارِ مستِ مصلوٰی از همه آفات
 با آه سحر گاهی و بانالہ شب گیر
 بر فرشِ به بُردند سرش را پئے تشمیر
 در فتنهٔ گہ کرب و بلا، تشنه و دل گیر
 گہ حمد به لب، گہ به زباں نعرهٔ تکبیر
 رُودادِ شجاعاں، همه افسون و اساطیر
 تازد چو به میدانِ و غا دست به شمشیر
 گوئی، بہم آویخته شہباز و عصافیر
 لعل و گہر و درہم و دینار و قنطیر
 گنجینۂ زر نیست به جز ارزشِ قطمیر
 بر سطوتِ شاہی نگردد از ره تحقیر
 ہر ذرہ ز خاکِ درِ او ذرۂ توقیر
 کز خونِ حسین ابنِ علی یافتہ تعمیر



بمختصر
پُورِ بتول، وارثِ شانِ رسول
سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسن، گلشنِ تطہیر کی بہارِ مراد
شعارِ مصطفوی، جس کے فکر کی بنیاد
ہجومِ لشکرِ باطل، سپاہِ ابنِ زیاد
فزود ز اشکِ اسیراں، ثماتِ صیاد
وزیدِ درِ چمنِ کربلا، نسیمِ کرم
زہے مقامِ محمد کہ بنتِ او زہرا
یزید، قبر کی ظلمت، حسینِ نورِ زمیں
حسین، وارثِ خیر و یزید، وارثِ شر
حسین، فرحتِ اہلِ وفا، دمِ ایفا
کہیں ہے ظلم و تشدد، کہیں ہے صبر و رضا
حسن، حسین کی توصیف، مختصر یہ ہے

حُسن، غیرتِ اسلام، آبرو ایجاد
شعورِ دینِ محمد، حُسن کا ارشاد
حُسن، حق کے نگہبان! ہر چہ بادا باد
بزادگانِ بہاری درِ قفس نہ گشتاد
خرامِ نکبتِ ایزد بہ دشمنانِ مرصاد
نیرگاں حنین اندو مُرتضیٰ داماد
حسین، علم و عدالت، یزید، استبداد
حسین، عشق و متانت، یزید، جہل و فساد
یزید، ماتمِ اہلِ ریا، پس بیداد
کوئی نشاط میں غلطاں، کسی کا گھر برباد
نقیبِ امن و نگہبانِ عظمتِ اجداد

جناب سیدہ کو دیجیے مبارک باد
 وہ تشنگی ، وہ تمازت ، وہ تیغہ جلا
 خدا کا ذکر ، خدا سے وفا ، خدا کی یاد
 سمجھ تو آئی ہے ، لیکن بہ قدر استعداد
 حسین ، عزم و تدبیر کے بے نظیر استاد
 نہ کوئی فکرِ اقارب ، نہ کچھ غمِ اولاد
 اس اہتمام سے کرتا ہے کون ، گھر برباد
 وہ جن کے باپ ہیں ، خیر الانام کے داماد
 حسینیت نے ہلا دی غرور کی بنیاد
 وہ ظلم و جورِ مسلسل ، وہ دم بہ دم افتاد
 یہ دے گیا ہے پیام ، ایک بندہ آزاد
 بود ہمیشہ بشارت گہ صبا ، آباد
 بروح سید کونین و آلہ الامجاد
 کہ سرِ پُداد و بدستِ یزید ، دستِ نداد

یہ گود وہ ہے کہ جس میں پکی حسینیت
 اجل کی دھوپ میں اُس کا وہ سجدہ آخر
 ہر امتحان میں شبیر کا یہ حال رہا
 بہ حدِ ظرفِ خرد ، کم نظر نے مان لیا
 سکھا گئے ہیں زمانے کو حریت کا سبق
 نفسِ نفس ہے نگاہوں میں شیوہ تسلیم
 خدا کی راہ میں عزمِ حسین کیا کہنا
 وہ جن کی ماں ہیں ، محمد کی بنتِ نیک اختر
 لرز لرز کے فنا ہو گئی یزیدیت
 ہر اک ستم کا ہدف تھے ، حسین ابنِ علی
 خلافِ اہلِ تعدی ، جہاد واجب ہے
 زہے کرم ، بمن آورد بُوئے خاکِ درش
 ہزار ہا صلوات و ہزار تسلیمات
 نصیر کیوں نہ ہو ایسے امام کا پیرو



بحضورِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لاکھ نالہ و شیون ، ایک چشم تر تھا
دین حق پھلا پھولا جس کے سائے میں رہ کر
کاروانِ شبیری فرد تھا شجاعت میں
ہے حسین کو حاصلِ قربتِ نسب اُس کی
عرصہ شہادت میں بے مثال ہیں شبیر
اُن کی یاد رکھتی ہے قربتوں کے منظر میں
دُشمنوں کے زرخے میں یوں حسین اکیلے تھے
ہو کے تہ نشیں پا لے گوہرِ نجف تو بھی

ہے حسین کے غم میں اشکِ معتبر ، تھا
دشتِ کربلا میں تھا ایک وہ شجر ، تھا
فوج کے مقابل تھے ، لوگ بے خطر ، تھا
فرش سے ہوا جس کا ، عرش تک گزر ، تھا
جادۂ فلک پر ہے مہر ، جلوہ گر ، تھا
یہ نہ ہو تو مشکل ہے زیست کا سفر ، تھا
ہو نجومِ مژگاں میں ، جس طرح نظر ، تھا
سوچ کے سمندر میں ، اک ذرا اُتر ! تھا

شکر کر نصیر! آخر ، مل گیا درِ شبیر
ورنہ ٹھوکریں کھاتا یوں ہی در بدر ، تھا



بحضور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لافِ بُزْد ، سبطِ پیمبر کے سامنے!
 منہ دیکھتے ہی دیکھتے سُرُج کا پھر گیا
 دیکھا حسین کو تو یہ زہرا پُکار اٹھیں
 اصغر کی تشنگی یہ صدا دے رہی ہے آج
 عباس بولے ، کوئی سیکنہ سے جا کے
 مَرَتے ہیں لوگ اِس طرح زہرا کے چاند پر
 لاکھوں سلام بنتِ علی ! تیرے نام پر
 بیعت طلب حسین سے یوں تھے یزید و ثمر
 وہ کھلبلی مچی کہ مُعطل ہوئے حواس
 خالی درِ حسین سے جاتا نہیں کوئی
 قطرے کی کیا بساط ، سمندر کے سامنے
 ٹھہرا نہ اُن کے رُوئے مُنَوَّر کے سامنے
 کانٹے بچھے ہوئے ہیں ، گُلِ تر کے سامنے
 کل کیا پیو گے ساقی کوثر کے سامنے
 چلتی نہیں کسی کی ، مقدّر کے سامنے
 دکھلا دیا یہ خُرنے ، وہیں مَر کے ”سامنے“
 گھبرائی تُو ، ذرا نہ ستگر کے سامنے
 مفلس کھڑے ہوں جیسے ، تو نگر کے سامنے
 سٹھیا گئی تھی فوج ، بہتر کے سامنے
 بیٹھے رہو نصیر ! اسی در کے سامنے



بحضورِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زبانِ حال سے کہتی ہے کربلا کی زمیں خدا کے بندوں پہ کیوں تنگ ہے خدا کی زمیں
 رہیں ادب کے تقاضے ہمیشہ پیش نظر فلک جناب ہے خاصانِ باصفا کی زمیں
 دہانِ ذرّہ جہاں کھول دے زبانِ سوال ہزار گنج بکف ہے وہاں ، عطا کی زمیں
 فلک کی آنکھ میں ترسیلِ گرد سے یہ گھلا جوابِ ظلم پہ مجبور ہے ، خدا کی زمیں
 مزا تو جب ہے کہ میں سر کے بل وہاں پہنچوں نہ آئے زیرِ قدم ، تیرے نقشِ پا کی زمیں
 یہاں بھی قافلہٴ عرش سیر اُترا تھا یہ کہہ رہی ہے ترے شہرِ جاں فزا کی زمیں
 علی نے جب سے لقبِ بُتراب کا پایا کمالِ شوق سے ہے وجد میں ، خدا کی زمیں
 کسی کی آخری ہچکی نہ تھی ، قیامت تھی ہو جیسے آج بھی سکتے ہیں ، کربلا کی زمیں
 ہوائے دامنِ زہرا تلاش کرتی ہے کہاں وہ پھول چھپائے ہیں ؟ نینوا کی زمیں!
 صد آفریں تجھے اے شوق ! کیا نکالی ہے بیانِ کرب و بلا کے لیے ، بلا کی زمیں
 کبھی پنپ نہیں سکتا نصیر ! نخلِ اثر نہ ہو جو آبِ ندامت سے تر ، دُعا کی زمیں



بحضور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تھا مہرِ صفت ، قافلہ سالار کا چہرہ
وہ آئینہ تھا چہرہ شبیر کہ جس میں
صد حیف وہ خود یوں بھرے بازار سے گزرے
ہے پیاس کی شدت ، وہ سیکنے کے لبوں پر
آثار کچھ ایسے تھے زینب کی نظر سے
اشکوں کی طرح تھے جو ستارے شبِ عاشور
وہ خطبہ زینب کہ علی بول رہے تھے
دیکھو گے کہ خورشیدِ قیامت کے مقابل
نیزے پہ دمکتا رہا ، سردار کا چہرہ
آتا تھا نظر ، حیدرِ کزار کا چہرہ
جس گھر نے نہ دیکھا کبھی ، بازار کا چہرہ
مثلِ علم اُترا ہے ، علمدار کا چہرہ
دیکھا نہ گیا ، عابدِ بیمار کا چہرہ
تھا چاند بھی اک اُن کے عزادار کا چہرہ
ہر لفظ پہ فق تھا ، بھرے دربار کا چہرہ
لو دے گا نصیر اُن کے طرفدار کا چہرہ



بحضور

تشنہ کام کر بلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چل دیا آپ ، مگر کر گیا دُنیا ، خالی
 تُو نے رہنے نہ دیا دامنِ صحرا ، خالی
 ایک ہی وار میں کر دی صفِ اعدا ، خالی
 پُوچھ لیتا کوئی عباس سے اتنا ، خالی
 دیکھا زینب نے جو آتے ہوئے گھوڑا خالی
 تیری یادوں سے نہیں گنبدِ حضری خالی
 ہم نے دیکھی نہ ترے غم سے کوئی جا ، خالی
 کس کے دامن کو مرے شاہ نے چھوڑا ، خالی
 ورنہ ہو جاتی خدا والوں سے دُنیا ، خالی
 جب یہ گزریں ، تو ملک بھی کریں رستہ ، خالی
 مجھ کو دینا ہے ، تو دے اُن کی تمنا ، خالی
 بھیک مل جائے کہ کشکول ہے اپنا ، خالی
 تیرا دامن نہ رہا ہے ، نہ رہے گا خالی

ہو گیا کس سے بھرا خانہ زہرا ، خالی
 خون سے اپنے دم سجدہ اُگا کر گلشن
 اللہ اللہ وہ شبیر کا زورِ بازو
 لوٹ کر آئیں گے کب تک کہ سکیں ہے اُداس
 اُذِرِ کئی فاطمہ ، یا فاطمہ ! کہہ کر روئیں
 گونجتی ہیں وہی ”نانا“ کی صدائیں پیہم
 کر بلا ہو کہ نجف ہو وہ عرب ہو کہ عجم
 جو بھی آیا ، اُسے کھل کر مرے مولیٰ نے دیا
 وہ تو اک سجدہ شبیر نے رکھ لی عزت
 تیری اوقات ہی کیا اے سپرِ شام و دمشق
 سیم و زر اُن کو ملے جن کو ہوں ہو اس کی
 اصغر و اکبر و عباس و سکیں کے طفیل
 آل و اصحاب کا سایہ ہے ترے سر پہ نصیر!



مختصر
سید الشہداء، نواسہ رسول، جگر بند علی و بتول
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آگ سی دل میں لگی، آنکھ سے چھلکا پانی
آنسوؤں کی غمِ شبیر میں بدلی صورت
گھاٹ پر آ کے بھی عباس نے لبِ تر نہ کیے
تپشِ عشق و وفا جن کے کلیجے پھونکے
تجھ پر اللہ کی لعنت ہو یزیدی لشکر!
آہ! وہ حضرتِ شبیر پہ بیداد و ستم
بد دُعا دیتے اگر ابنِ علی دریا کو
مضطرب ہے کہ شہیدوں کے لبوں تک پہنچے
جس نے پی ہوئے تسلیم و رضا روزِ ازل
یہ مسافر کی نگہداشت، یہ مہمان کی قدر
تشنگی دیکھ کے دریا کو اگر جوش آتا
بوندِ پانی کی نہ تھی آلِ محمد کیلئے
کربلا میں شہِ دیں تک جو پہنچے پاتا
اسِ خجالت سے کہ شبیر کو پانی نہ ملا
کس کا غم ہے کہ ہوا اپنا کلیجہ پانی
بن گیا آنکھوں میں طوفان، جو اُٹا پانی
ہاتھ آیا تو، مگر کام نہ آیا پانی
پیاس کیا اُن کی بجھائے گا، ذرا سا پانی
وارثِ کوثر و تسنیم پہ روکا، پانی
فتنہ کیسٹوں سے وہ ہر گام پر ایذا "پانی"
ڈھونڈتا پھرتا، مگر ہاتھ نہ آتا پانی
پہرے دشمن کے لگے ہوں تو کرے کیا پانی
اُس کی دانست میں کیا چیز ہے دریا، پانی
کربلا میں نہ ملا شاہ کو دانہ، پانی
سامنے حضرتِ شبیر کے بھرتا پانی
اور، پیتی رہی دُنیا لبِ دریا، پانی
فخر سے پاؤں زمیں پر کہیں دھرتا پانی
ساری دُنیا میں لیے پھرتا ہے دریا، پانی

کربلا تھی علی اصغر کے لہو سے لرزاں اس قدر ظلم کہ سر سے ہوا اُونچا، پانی
 پاؤں رکھے گا زمیں پر نہ کبھی میرا غبار کوئے شبیر میں آخر ہے اسے جا "پانی"
 غرق حیرت تھا نصیر! اہل ستم کا جھگٹ
 تیغ اکبر نے وہ میدان میں دکھایا، پانی

بحضور

سبِ رسولِ ہاشمی

مثلِ شبیر کوئی حق کا پرستار تو ہو دورِ حاضر میں کسی کا وہی کردار تو ہو
 ابنِ حیدر کی طرح پیکرِ ایثار تو ہو ایسا دُنیا میں کوئی قافلہ سالار تو ہو
 آج بھی گرمیِ بازارِ شہادت ہے وہی کوئی آگے تو بڑھے، کوئی خریدار تو ہو
 ظلم سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت نہ سہی کم سے کم حق کا دل و جان سے اقرار تو ہو
 عین ممکن ہے کہ سو جائیں یہ سارے فتنے ذہنِ انساں کا ذرا خواب سے بیدار تو ہو
 میرا ذمہ، ہمہ تن گوش رہے گی دُنیا ڈھنگ کی بات تو ہو، بات کا معیار تو ہو
 عافیت کے لیے درکار ہے دمانِ حسین ظلم کی دُھوپ میں یہ سایہ دیوار تو ہو
 دل میں ماتم ہے، تو آنکھوں میں ہے اشکوں کا ہجوم میرے مانند کوئی اُن کا عزادار تو ہو
 عین ممکن ہے نصیر! آلِ محمدؐ کا کرم
 کوئی اس پاک گھرانے کا نمک خوار تو ہو



بحضور
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نظر نواز ہیں ، دل جگمگا رہے ہیں حسین
رضا و صبر کے جوہر دکھا رہے ہیں حسین
خدا کی راہ میں خود کو لٹا رہے ہیں حسین
جباب جو ہوئے حائل ، اٹھا رہے ہیں حسین
یزید ، راندہ خلق و مُعَذِّبِ خالق
سمجھ سکے نہ شقی ، کربلا کے میدان میں
بہا کے اپنا لہو نینوا کے ذروں میں
نہ کیوں بپا ہو قیامت کا شور خیموں میں
شعور و عقل سے عاری ہیں شام کے حاکم
مٹا کے خود کو ، گھرانے کو ، ساتھ والوں کو
لرز نہ جائے بھلا کیوں زمین مقتل کی
ہر ایک غم کا مداوا حسین کا غم ہے

کہ شمع بزمِ رسولِ خدا ، رہے ہیں حسین
ستم گروں میں گھرے مسکرا رہے ہیں حسین
وہ کربلا کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں حسین
جو اصل دیں ہے ، وہ ہم کو دکھا رہے ہیں حسین
نگاہِ کون و مکاں میں سما رہے ہیں حسین
خدا رسول کی جانب بٹا رہے ہیں حسین
زمین کو عرش کا ہمسر بنا رہے ہیں حسین
کہ لاشے قاسم و اکبر کے لا رہے ہیں حسین
وگر نہ حق ہے وہی ، جو بتا رہے ہیں حسین
نصیبِ اُمتِ عاصی ، جگا رہے ہیں حسین
سر اپنا سجدۂ حق میں کٹا رہے ہیں حسین
ہر ایک دُکھ میں مرا آسرا ، رہے ہیں حسین

خیال آیا تھا اُن کا کہ دل ہوا روشن
نصیر سر تو اٹھاؤ ! وہ آ رہے ہیں حسین



محضور

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ، اہل بیتِ پیمر کے ساتھ ہے
 جو شخص نورِ دیدہ حیدر کے ساتھ ہے
 پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا
 رہتا ہے رات دن غمِ دُرِّیتِ رسول
 آلِ نبی کو ذاتِ نبی سے جدا نہ جان
 وہ اک مکاں کہ جس کا مکیں بابِ علم تھا
 آلِ نبی کے درد سے میں بھی جدا نہیں
 لاکھوں شقی اُدھر ہیں اُدھر اک حسین ہیں
 کس پر کھلے گا معرکہ کربلا کا راز
 تنہا اُسی کے نام سے دشمن تھا بد حواس
 سچ مچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی
 اُس ذاتِ پاک کا ہوں دل و جاں میں غلام
 دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
 بھجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیر

اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے
 روزِ جزا وہ شافعِ محشر کے ساتھ ہے
 اپنا بھی ربط ساقی کوثر کے ساتھ ہے
 سودا شروع سے یہ، مرے سر کے ساتھ ہے
 ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے
 اپنا تو رابطہ ہی اُسی گھر کے ساتھ ہے
 میرا نصیب، اُن کے مقدر کے ساتھ ہے
 کانٹوں کی نوک جھوک گلِ تر کے ساتھ ہے
 یہ وہ معاملہ ہے، جو داؤر کے ساتھ ہے
 اب کیا کرے، حسین بہتر کے ساتھ ہے
 اشکوں کا سلسلہ دلِ مضطر کے ساتھ ہے
 دعویٰ غلط نہیں ہے، مگر ڈر کے ساتھ ہے
 جو بات ہے شریر کی، اک شر کے ساتھ ہے
 یہ دشمنی ہے، اور مرے گھر کے ساتھ ہے



محضورِ سبطِ رسولِ مجتبیٰ
حسینؑ ابنِ علیؑ المرتضیٰ

غمِ شبیر کا یوں دل پہ اثر ہے کہ نہیں ؟
دل میں کردارِ حسینی کا گزر ہے کہ نہیں ؟
راہِ حق میں جو بہ صد شوق لٹا دے گھر بار
جس نے قربان کیا خود کو رضائے حق پر
علم کے شہر میں جس بن ہے رسائی مشکل
راکبِ دوشِ نبی ، آلِ عبا ، پورِ بتول
آج تک سوگ میں ہے ، دشت کا ذرہ ذرہ
ختم کب ہو گی یہ آزار و جفا کی ظلمت
حلقِ معصوم کو کیوں تیر سے چھیدا تُو نے
کربلا میں ہے شہیدوں کا لہو نور گلن
جو بھی آنسو ہے وہ مانندِ گہر ہے کہ نہیں ؟
شیوہ صبر و تحمّل پہ نظر ہے کہ نہیں ؟
اُس مسافر کے لئے خلد میں گھر ہے کہ نہیں ؟
وہ بشر ، خلق میں مافوقِ بشر ہے کہ نہیں ؟
دیکھ اُس شخص کو ، وہ علم کا در ہے کہ نہیں ؟
یہی شبیر ہیں ، ظالم کو خبر ہے کہ نہیں ؟
کربلا اُن کے لیے خاک بہ سر ہے کہ نہیں ؟
یومِ عاشور! تری شب کی سحر ہے کہ نہیں ؟
حرملہ! کچھ تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ نہیں ؟
رُخ زمانے کی نگاہوں کا ادھر ہے کہ نہیں ؟

میرے دل میں ہیں مکیں سبطِ نبی کے جلوے
رشتہ فردوس ، نصیر! آج یہ گھر ہے کہ نہیں ؟



محضور

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسمِ شبیر جگانے کے لیے
 منزلیں بن گئیں خود جادۂ شوق
 کربلا ! تیری صدا کافی ہے
 کجِ اداؤں سے نبٹنا سیکھو
 پھر محرم کا مہینہ آیا
 اشک کے روپ میں ہے ذکرِ حسین
 تیرا کردار و عمل ، آفاقی
 اک قیامت سے گزرنا ہو گا
 تشنگی اپنی گوارا کر لی
 جان ، حق کے لیے دینی ہو گی
 ہم نے غم سارے زمانے کے ”لیے“
 ابنِ زہرا ! تجھے پانے کے لیے
 ساری دُنیا کو جگانے کے لیے
 حق پرستی کو بچانے کے لیے
 حشر سینے میں اُٹھانے کے لیے
 آنکھ کا نور بڑھانے کے لیے
 تیرا پیغام ، زمانے کے لیے
 درِ شبیر تک آنے کے لیے
 پیاسِ خنجر کی بجھانے کے لیے
 سلسلہ اُن سے ملانے کے لیے

کربلا تک کا سفر ہے درپیش
 بس نصیر اُٹھتے ہیں ، جانے کے لیے



درمدح

حسینؑ ابنِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسن کا ہو کہیں ذکر ، کوئی بات چلے
فلک پہ کیوں نہ بھلا کربلا کی بات چلے
مجسمِ اُسوۂ خیر الانام تھے شبیر
ہلی نہ بوند بھی پانی کی تشنہ کاموں کو
حُسنِ حکیمِ الہی سے کربلا آئے
قیام اُن کا ہوا منزلِ مشیت پر
چلا ہے دُھوم سے یوں قافلہ شہیدوں کا
حُسن کی صفِ اعدا میں تھی یہ شانِ خرام
وفا کا نام مٹانے سے مٹ نہیں سکتا
یزیدِ عصر کے آگے کھڑے ہیں سب خاموش
دبا سکا نہ کبھی حق کو ، شورِ باطل کا
نصیر! گوشِ بر آوازِ عرش و فرش ہوئے

ہماری آنکھوں سے اشکوں کی اک برات چلے
غیمِ حُسن میں تارے تمام رات چلے
رضائے حق کے اشاروں پہ تا حیات چلے
ہوائے قہر کے جھونکے سرِ فرات چلے
بساطِ اُلٹ دی ، ہوئی دُشمنوں کو مات ، چلے
وہ جن کے ایک اشارے پہ کائنات چلے
و نورِ شوق میں جیسے کوئی برات چلے
ہجومِ کفر میں جس طرح نورِ ذات چلے
ہزار چال یہ دُنیا ئے بے ثبات چلے
حُسن ہی جو چلائیں تو کوئی بات چلے
نہ کوئی گھات چلی ہے نہ کوئی گھات چلے
اب انجمن میں حُسن و حسن کی بات چلے



بحضور

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ حیدر کی طرح پاسِ وفا کس نے کیا؟
 حق جو تعلیمِ نبی کا تھا، ادا کس نے کیا؟
 رازِ سر بستہ تھے ایثار و رضا و صبر و شکر
 خون سے کس کے ہوئی تاریخِ عالم تابناک
 کربلا میں جو ہوا وہ اے یزید بد سیر
 کوئی تھا جس نے کیا سبطِ پیمبر کا لحاظ؟
 مضطرب کیوں ہوں عزادارِ اولادِ رسول!
 شمرِ ذی الجوشن، یزید بد گھر، ابنِ زیاد
 گونگے بہرے بن گئے اتمامِ حجت پر عدو
 حشر یہ برپا ہوا کس کے اشاروں پر یزید!
 زیرِ خنجر آخری سجدہ ادا کس نے کیا؟
 آدمی کو آدمیت آشنا کس نے کیا؟
 حل یہ عقدہ آلِ زہرا کے سوا کس نے کیا؟
 سرزمینِ نینوا کو کربلا کس نے کیا؟
 بے خطا تو ہے، تو پھر جو کچھ کیا، کس نے کیا؟
 احترامِ نسبتِ خیرالوری کس نے کیا؟
 حشر میں کھل جائے گی یہ بات، کیا کس نے کیا؟
 جو بے جا ان لعینوں کے سوا کس نے کیا؟
 آپ جو چاہا کیا، اُس کا کہا، کس نے کیا؟
 آلِ زہرا پر ستم اے بے حیا! کس نے کیا؟

یہ حقیقت منکشف ہے ساری دُنیا پر نصیر!

کربلا میں جو ہوا، کس نے کہا، کس نے کیا؟



بحضور
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنہیں نصیب ہوئی تن سے، سر کی آزادی
عطا ہوئی ہے اُسے خیر و شر کی آزادی
تمام عمر کی پابندیوں سے بہتر ہے
تصادمِ اس کے لیے شرطِ اولیں ٹھہرا
کسی کے لطف کا ممنون بن کے کیا جینا
قیام، ظلم کے ماحول میں نہیں ممکن
شعورِ ذات ہی فُرقانِ حق و باطل ہے
نظر کا نور بڑھا آب و تاب سے اس کی
حسین خیر کا مظہر، سلامتی کا نشان
مزاجِ دینِ مبین، ظلم کے خلاف جہاد
یزیدیت کی ہلاکت ہے، رسمِ شبتیری
اٹھائی اس لیے سجاد نے صعوبتِ قید
دیا حسین نے یوں زیست کو نیا مفہوم
حسینیت مرا ورثہ بھی ہے، عقیدہ بھی

کنیز بن کے رہی اُن کے گھر کی، آزادی
ہے امتحانِ یقیناً، بشر کی آزادی
اک آدمی کے لیے، لمحہ بھر کی آزادی
ہے جسمِ سنگ میں پنہاں، شر کی آزادی
سبک سری ہے شجر کو، ثمر کی آزادی
اب اپنی رُوح کو دے دو، سفر کی آزادی
عجیب چیز ہے، فکر و نظر کی آزادی
صدف کا عز و شرف ہے، گھر کی آزادی
اُسے پسند نہ تھی اہل شر کی آزادی
اساسِ اُسوۃ خیر البشر کی، آزادی
ستم کو مل نہ سکی، کڑ و فر کی آزادی
کہ مُضمر اس میں تھی نوعِ بشر کی آزادی
مٹی ہے آخری سجدے میں سر کی آزادی
مجھے نصیب ہے عرضِ ہنر کی آزادی

غمِ حسین کا پابند ہر نفس ہے نصیر!
غمِ جہاں سے مٹی، عمر بھر کی آزادی



بحضور
وارثِ ہل اتی، سلطانِ کربلا
سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پانی کی جو اک بوند کو ترسا لبِ دریا
رنگین رہا دشت، شہیدوں کے لہو سے
ہے ماتمِ شبیر کی اک زندہ شہادت
موجوں میں تلاطم، تو بہولوں میں قیامت
اس سوچ نے پہروں دلِ مضطر کو رلایا
شکوہ نہ شہیدوں کو رہے تشنہ لبی کا
امواجِ ستم کھیل رہی تھیں سرِ بالیں
یوں خونِ رواں تھا علی اصغر کے گلے سے
اے اہلِ جفا! پیاس سے پیاسوں کی نہ کھیلو
شاہِ شہدا کیسے ادھر پاؤں اٹھاتے
تھا مرتبہٴ عترتِ زہرا کے منافی
گر زحمتِ یک گام وہ کر لیتے گوارا

وہ غیر نہ تھا، سبطِ نبی تھا لبِ دریا
بہتا ہی رہا خون کا دریا، لبِ دریا
موجوں کا یہ سر پٹتے اٹھنا، لبِ دریا
پیاسوں کا ہے شیونِ سرِ صحرا، لبِ دریا
وہ بندشِ آب اور وہ پہرا، لبِ دریا
یوں موت کے گھاٹ اُن کو اتارا لبِ دریا
عباس پڑے تھے گٹر آسا، لبِ دریا
جیسے ہو لہو کا کوئی دھارا، لبِ دریا
پہنچیں نہ کہیں سیدہ زہرا، لبِ دریا
چل کر کہیں آیا کوئی دریا، لبِ دریا
دو بوند کے چکر میں الجھنا، لبِ دریا
خود بڑھ کے قدم چوم نہ لیتا، لبِ دریا

جھکنا سرِ شبیر کی فطرت میں نہیں تھا
 عباس میں حیدر کا لہو دوڑ رہا تھا
 جب ابنِ علی جھوم کے پہنچے سرِ مقتل
 پیوستہ قدم چومنے اٹھتی رہیں لہریں
 ہر منظرِ فطرت کو وہاں پاسِ ادب تھا
 حریتِ اظہار کا تابندہ نشان ہے
 اے قاسمِ گلِ رو! شبِ عاشور کے دولہا!
 موجوں کے مد و جزر نے لیں اُس کی بلائیں
 جھک جاتے تو کچھ دُور نہیں تھا، لبِ دریا
 دشمن سے لڑے وہ، تنِ تنہا، لبِ دریا
 اک شور اٹھا صلِّ علیٰ کا، لبِ دریا
 دیکھا جو محمد کا سراپا، لبِ دریا
 موجیں ہی نہ تھیں ناصیہ فرسا، لبِ دریا
 عباس! ترا نقشِ کفِ پا، لبِ دریا
 گاتی رہیں لہریں ترا سہرا، لبِ دریا
 چرا تھا کہ اک چاند کا ٹکڑا، لبِ دریا

سب کہتے، نصیر اپنے مقدر کا دھنی ہے

شبیر کے قدموں میں جو ہوتا، لبِ دریا



مختصر

سبط رسولِ ہاشمی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حُسنِ تخلیق کا شہکار، حسین ابنِ علی
 گلِ گلزارِ حرم، زُبدۂ آلِ ہاشم
 فتنہ کفر و فسوں سازیِ باطل کے خلاف
 کشتِ ایمان و چمنِ زارِ صداقت، اسلام
 حق نے باطل کو بہ ہر حال پنپنے نہ دیا
 مظہرِ صدق و صفا، پیکرِ تسلیم و رضا
 ایک لعنت ہے زمانے کے لیے فعلِ یزید
 مہلِ اہلِ مودت میں مثالِ نکت
 بزمِ ایمان و صداقت کے لیے شمعِ وفا
 کچھ غمِ ذات، نہ اولاد و اقارب کا ملال
 نزعۂ ظلم میں بھی پیشِ خدا سر بہ سُجود
 دوزخی، آپ کے رُتبے سے کہاں واقف ہیں
 رہِ برِ قافلہٗ منزلِ عرفان و سلوک
 حق جہاں جلوہ نما ہو گا، وہاں تُو ہو گا
 تیری سرکار میں جھکتا ہے دلِ ہر مظلوم
 آستانِ پر ترے آیا ہے تہی دست، نصیر
 عشق کا مطلعِ انوار، حسین ابنِ علی
 نورِ چشمِ شہِ ابرار، حسین ابنِ علی
 جرأتِ حیدرِ کرار، حسین ابنِ علی
 موجِ گل، ابرِ گہر بار، حسین ابنِ علی
 اس حقیقت کا ہیں اظہار، حسین ابنِ علی
 پرتوِ احمدِ مختار، حسین ابنِ علی
 اک سعادتِ ترا کردار، حسین ابنِ علی
 رزم میں برقِ شرر بار، حسین ابنِ علی
 صدق و اخلاص کا معیار، حسین ابنِ علی
 غمِ انہاں میں دل افگار، حسین ابنِ علی
 اپنے خالق کا وفادار، حسین ابنِ علی
 اہلِ جنت کے ہیں سردار، حسین ابنِ علی
 سرورِ زمرۂ اخیار، حسین ابنِ علی
 چار سُو ہے ترا دیدار، حسین ابنِ علی
 سب کو ہے تجھ سے سروکار، حسین ابنِ علی
 ترا دربار ہے دُربار، حسین ابنِ علی

مُسَدِّس

بیادِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے دوست! چیرہ دستیِ دورِ جہاں نہ پوچھ اِس چرخِ فتنہ ساز کی نیرنگیاں نہ پوچھ
 نا مہربانیوں کا سبب، مہرباں! نہ پوچھ انسان سے عداوتِ عمرِ رواں نہ پوچھ
 ہر اک نفس ہے دردِ فراواں لیے ہوئے
 ہر راگنی ہے اک غمِ پنہاں لیے ہوئے

اِس پر بھی رہنِ بغض و عداوت ہے آدمی صیدِ زبوں جذبہٴ نفرت ہے آدمی
 مصروفِ حرب و ضرب و ہلاکت ہے آدمی خود آدمی کے خون سے لت پت ہے آدمی
 چہرے پہ اپنے خونِ رقیقاں ملے ہوئے
 خوئے درندگی میں ہیں انساں ڈھلے ہوئے

سمجھائیے کسے کہ عداوتِ حرام ہے رسمِ نفاق و خوئے کدورتِ حرام ہے
 اخلاق و آشتی سے بغاوتِ حرام ہے فتنہ ہے کفر اور شرارتِ حرام ہے
 اہلِ ستم کو قہرِ خدا کی وعید ہے
 اختیار پر جو ظلم کرے، وہ یزید ہے

جس کو فنا نہیں ، وہ محبت ہے دوستو دل کو جو گھن لگائے ، وہ نفرت ہے دوستو
 غیریت ، اک تسلسلِ وحشت ہے دوستو انساں وہ ہے ، جو باعثِ راحت ہے دوستو
 ہر دل ہے تابِ صمدیت لیے ہوئے
 نورِ خدا ہے ، مشعلِ وحدت لیے ہوئے

البتہ ، حاکمانِ جفا جو کے رُو برو قائم رکھ اپنی ہمت و غیرت کی آبرو
 رعبِ شہنشی سے کبھی سر جھکا نہ تو باطل کا سامنا ہو تو کر حق کی گفتگو
 دامنِ خسروانِ حق آزار ، پھاڑ دے
 جھنڈے زمیں پہ اپنی شجاعت کے گاڑ دے

عرصہ ہوا ، چلی تھی مخالف کبھی ہوا اورنگِ سلطنت پہ تھا اک بانیِ جفا
 اُس وقت ایک مردِ حق آرا و حق نوا آیا تھا شیرِ نر کی طرح سُوئے کربلا
 جو مصطفیٰ کا نور تھا ، زہرا کا چین تھا
 اُس با خدا کا نام گرامی ، حسین تھا

ناموسِ لوح ، تاجِ امامت ، چراغِ دیس نورِ ازل ، فروغِ ابد ، مطلعِ یقیں
 تنویرِ عرش ، حُسنِ فلک ، زینتِ زمیں باطل ستیز ، حق نگر و صدق آفریں
 مصباحِ لطف ، صبحِ کرم ، عزتِ وجود
 رمزِ نماز ، سرِ وفا ، سطوتِ سجود

جانِ کرم ، نگارِ حرم ، قبلہٴ اُمم میرِ حیات ، مہرِ بقا ، قاسمِ نعم
 سامانِ رشد ، شاہدِ حق ، احسنُ الشیَم قندیلِ فیض ، شمعِ سخن ، خسروِ قلم
 دستِ علی ، حسامِ حسن ، نورِ مشرقین
 تصدیق و اعتبارِ زمین و زماں ، حسین

اللہ کا مُطیع ، محمد کا لاڈلا زہرا کا عزم ، زینب و صفیٰ کا آسرا
 داری تھی جس پہ بالی سیکھ ، وہ با وفا حیدر کو جس کی قوتِ بازو پہ ناز تھا
 آواز آ رہی ہے یہ رن میں کچھار سے
 ٹپکے گا آج خون ، رگِ اقتدار سے

ہیبت سے اُس کی ، پیرِ فلک کو نہیں قرار لرزے میں ہے زمین ، تو سکتے میں روزگار
 ہر سانس کو یہ دُھن ہے کہ ڈھونڈے رہِ فرار یہ حال ، دشمنوں کے ہے سر پر قضا سوار
 ہلچل سی اک پاپا ہے دلِ جبریل میں
 شعلے بھڑک رہے ہیں دیارِ خلیل میں

ہر اک طرف خروش ہے فریاد و آہ کا جو سانس آ رہا ہے ، وہ کانٹا ہے راہ کا
 سکہ جما ہوا ہے حسینِ سپاہ کا گنبد ہے یہ جنابِ رسالت پناہ کا
 حاضرِ عدو ہے نقدِ دل و جاں لیے ہوئے
 سرمایہٴ حیاتِ پریشاں لیے ہوئے

یہ بے پناہ دُھوپ کی شدت ، یہ تشنگی یہ غم ، یہ اضطراب ، یہ صدمے ، یہ بے کسی
یہ گیسوئے حیاتِ گریزاں کی برہمی اور اس کے باوجود ، یہ جوشِ دلاوری
دل ہے اداس ، ہاتھ میں پھر بھی حُسام ہے
اے فاطمہ کے لال ! یہ تیرا ہی کام ہے

پھولا پھلا چمن جو ہوا سامنے تباہ وہ بے کسی کا وقت بھی کیا تھا ، خدا گواہ
زینب ، و فورِ غم سے ہوئی غرقِ رنج و آہ تڑپا جو دل ، تو سوئے مدینہ اُٹھی نگاہ
بولی کہ اے محمدِ ذی جاہ ! المدد
سب کی پناہ ، میرے شہنشاہ ! المدد

غش میں پڑے ہیں عابدِ بیمار ، ہائے ہائے چرے پہ بے کسی ہے نمودار ، ہائے ہائے
تپتی زمین پر ہیں علمدار ، ہائے ہائے نرغے میں ہے بتول کا دلدار ، ہائے ہائے
فریاد کس سے ہو ستم روزگار کی
دوشِ خزاں پہ لاش ہے فصلِ بہار کی

اے وائے بر فردگی باغِ بوتراب کانٹوں پہ ہیں گلاب ، تو نیزوں پر آفتاب
ان کی طرح سے کوئی نہ ہو خانماں خراب بچے بھی سو رہے ہیں ، جواں بھی ہیں محو خواب
زہرا کے گلِ عذار پہ چادر ہے دھول کی
لاشیں پڑی ہیں خاک پر آلِ رسول کی

اماں کو میرے غم کی خبر، کیوں نہیں ہوئی ہم بے کسوں کی سمت نظر، کیوں نہیں ہوئی
 فریاد میری زود اثر، کیوں نہیں ہوئی میری شبِ الم کی سحر، کیوں نہیں ہوئی
 دشمن کی دسترس میں ترا نُورِ عین ہے
 اماں ! یہ کوئی اور نہیں ہے، حسین ہے

پنجمیری کو بازوئے حیدر پہ ناز ہے حیدر کو، خونِ سبطِ پیمبر پہ ناز ہے
 زینب کو جرأتِ دلِ اکبر پہ ناز ہے اکبر کو بے زبانیِ اصغر پہ ناز ہے
 جبریل ہے نثار، نگارِ بتول پر
 نازاں ہے چرخ، جرأتِ آلِ رسول پر

وقتِ سخن وہ ہیبتِ یزداں کلام میں پڑ جائے جس سے لرزہ، دلِ خاص و عام میں
 اللہ رے یہ صفات کے جوہر، امام میں سچ ہے کہ انبیا کا چلن تھا خرام میں
 دل میں کماں کا لوچ تھا، خمِ ذوالفقار کا
 شبیر، شاہکار تھے پروردگار کا

خود دار ہے، جری ہے، شہِ کائنات ہے اُس کا وجودِ پاک، جمالِ حیات ہے
 شہِ پارہ صفات ہے، شہِ کارِ ذات ہے اُس کا قدم زمین پہ مہرِ ثبات ہے
 سرِ اُس کا پائے حشمتِ باطل پہ خم نہیں
 عزمِ حسین، عزمِ رسالت سے کم نہیں

اے دشمنانِ دین و لعینانِ بد خصال ! یہ اخترانِ بُرجِ نبوت ہیں ، لازوال
 ان کو مٹا سکے ، یہ کسی کی نہیں مجال کچھ شرم ہو تو دُوب مرو بندگانِ مال !

نورِ احد سے دل کو اُجالے ہوئے ہیں یہ
 بنتِ نبی کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ



یومِ عاشور

آج کا دن، شرِ دل گیر کا دن ہے لوگو اکبر و اصغرِ بے شیر کا دن ہے لوگو
 مظہرِ آیہِ تطہیر کا دن ہے لوگو آج کا دن، مرے شبیر کا دن ہے لوگو
 کون شبیر؟ کئی دن کا وہ پیاسا، شبیر
 کون شبیر؟ محمد کا نواسا، شبیر

کون شبیر؟ وہی برتر و اعلیٰ شبیر کون شبیر؟ وہی سب سے نرالا شبیر
 کون شبیر؟ وہی گیسوؤں والا شبیر کون شبیر؟ وہی ناز کا پالا شبیر
 وہ جو آغوشِ رسالت میں پھلا پھولا ہے
 جسے بھولے گا یہ عالم، نہ کبھی بھولا ہے

شمعِ ایوانِ نبی، نورِ حرم، ناصرِ دیں رونقِ بزمِ حسن، خاتمِ زہرا کا نگین
 وہ مکارم کی اساس اور شرافت کا امین چرخِ جس کے درِ اقدس پہ جھکاتا ہے جبین
 اس کی درگاہ کا وہ جاہ و حشم ہوتا ہے
 سرِ عقیدت سے شہنشاہ کا، خم ہوتا ہے

مُستندِ عالمِ تخلیق میں ہے جس کا جمال جس کا نانا ہے نبی ، نیرِ بُرجِ اجلال
جس کا بابا ہے علی شیرِ خدا ، ماہِ کمال ہے فلک اُس کی اگر ڈھال ، تو خنجر ہے ہلال
رن میں غل ہے کہ چراغِ حرمین آتا ہے
لاڈلا حضرتِ زہرا کا ، حسین آتا ہے

رُوئے روشن ہے کہ ہے عکسِ جمالِ یزداں زُلفِ مشکیں ہے کہ خوشبوئے گلِ باغِ جناں
قدِ موزوں پہ ہے طوبیٰ کی بلندی قرباں طرزِ رفتار کے صدقے روشِ کون و مکاں
گفتگو لب پہ جو اللہ غنی آتی ہے
بُوئے انفاسِ رسولِ مدنی آتی ہے

کوئی پیدا نہ ہوا حامیِ دیں ، اُس جیسا کسی سینے میں نہیں عزم و یقیں ، اُس جیسا
سجدہ کر پائی کہاں کوئی جییں ، اُس جیسا ساری دُنیا میں نہیں کوئی حسیں ، اُس جیسا
رَشکِ صد مہرِ بُبیں ، جلوہ فشانِ اس کی
غیرتِ یوسفِ کنعاں ہے جوانی اس کی

انبیا سارے ، شجاعت پہ ہیں اُس کی نازاں اولیا اُس کے غلام اور ملائک درباں
لڑکھڑاتی ہے اسی در پہ فصیحوں کی زباں اسی چوکھٹ پہ رگڑتے ہیں جبینیں ، سُلطان
نہ بٹی ہے ، نہ بٹے گی ، نہ کہیں بٹتی ہے
علم و عرفان کی خیرات ، یہیں بٹتی ہے

اُس کے جلووں سے ہے معمور، شبستانِ کرم اُس کے اک سجدے نے رکھا ہے نمازوں کا بھرم
 اُس کے سر پر شرف و مجدِ علی کا پرچم خون سے اُس کے فروزاں ہوئی قندیلِ حرم
 زیستِ جولاں ہے اُسی زلف کے تیج و خُم سے
 سانس چلتی ہے سموات کی اُس کے دَم سے

مثلِ واعظ نہیں منبر پہ فقط زمزمہ خواں زاہدِ خشک کے مانند نہیں سجدہ کُناں
 اُس کے سجدے میں سمٹ آئی ہے رُوحِ ایماں سر پہ نیزے پہ، مگر وردِ زباں ہے، قرآن
 جن کے سجدے تہِ شمشیر ادا ہوتے ہیں
 اُن کے اندازِ عبادت ہی جُدا ہوتے ہیں

رن میں جب نعرہ زناں شاہ کی سرکار چلی سرِ قلم کرتی ہوئی تیغِ شرر بار چلی
 جس طرف کوند گئی شور پڑا، مار چلی رُوح کھتی تھی بدن سے، کہ مرے یار! چلی
 ہیبت ایسی، کہ جسے دیکھ کے چہرہ فق ہو
 شدت ایسی، کہ چٹانوں کا کلیجہ شق ہو

تیغِ بُراں نے کیا لشکرِ اعدا کو جو صاف رُک گئی نبضِ فلک، کانپ اٹھے شش اطراف
 پڑ گئے قصرِ رعونت کے حصاروں میں شکاف گڑ گڑا کر کہا اعدا نے کہ تقصیر معاف
 ظلمتِ کفر میں، ایماں کی سحر پھوٹ گئی
 ضربتِ فقر سے، شاہی کی کمر ٹوٹ گئی

جانِ زہرا ، پسرِ حیدرِ کزار بھی ہے ابرِ رحمت بھی ہے وہ ، برقِ شرر بار بھی ہے
آزمائش کی گھڑی ہو ، تو مددگار بھی ہے پھول اگر بنم میں ہے ، رزم میں تلوار بھی ہے

جنگِ جو اس کی شجاعت کی قسم کھاتے ہیں
درِ شبیر پر افلاک بھی جھک جاتے ہیں

نوکِ شمشیر سے دشمن کا ہوا چاک ، لباس چھا گئی ہیبتِ حق کفر پہ بے حد و قیاس
خود تو موجود تھے ، گم ہو گئے سب ہوش و حواس تیغ نے کاٹ کے سب رکھ دیے اشرارِ الناس
اُس نے بھولے سپے بھی اوچھا نہ کبھی وار کیا
ایک ہی ضرب میں دو چار کو فی النار کیا

رفتہ رفتہ یونہی بڑھتی رہی شمشیر کی کاٹ دشمنوں کے لیے اُس وقت کوئی گھر تھا ، نہ گھاٹ
ضرب ایسی تھی کہ ہو جائیں صفیں جس سے سپاٹ جاں بلبِ دشمنِ جاں ، اور یہ تھی لوہا لاٹ
لشکرِ شام کے ہونٹوں پہ ترانے نہ رہے
ملکِ الموت کے بھی ہوش ٹھکانے نہ رہے

رن میں اس شان سے مولا کی سواری آئی ڈر تھا ایک ایک کو بس اب مری باری آئی
یوں لڑائی کے لیے فوج تو ساری آئی دل دہلتے تھے کہ مارے گئے ، خواری آئی
جن کو کچھ دین سے مطلب ، نہ خدا کا ڈر تھا
اُن کو بس ایک ہی ڈر تھا ، جو قضا کا ڈر تھا

جب چلا ابنِ علی بہرِ وغا زمزمہ خواں سر بکف، نعرہ بلب، سوز بدل، شعلہ بجاں
 رعب سے لشکرِ بد خواہ تھا سرگرم فغاں دم بخود، خاک بسر، لرزہ بتن، نوحہ کناں
 تیغِ شبیر نے جوہر وہ دکھائے اپنے
 خاک میں مل گئے سفاک عدو کے سنے

سر پہ زینب نے جو سر چوم کے باندھی دستار صدقے ہونے کو مدینے سے چلی بادِ بہار
 مصطفیٰ نے یہ ادا دیکھ کے چومے رخسار بن سنور کر جو ہوا دلدلِ حیدر پہ سوار
 شور اٹھا کہ گلِ باغِ بتول آتا ہے
 مرجا! دینِ شہادت کا رسول آتا ہے

بے کسوں اور غریبوں کا سہارا، وہ حسین ظالموں کے جو مقابل تھا صفِ آرا، وہ حسین
 حضرتِ فاطمہ کے عزم کا تارا، وہ حسین تھا پیمبر کو دل و جاں سے بھی پیارا، وہ حسین
 اُس کو گلزارِ رسالت کی کلی کہتے ہیں
 ہم عقیدت سے، حسین ابنِ علی کہتے ہیں

خود وفا کیش ہے اور درسِ وفا دیتا ہے حق پہ آنچ آئے، تو گھر بار لٹا دیتا ہے
 مورِ بے مایہ کو، اقبالِ مہا دیتا ہے اپنے منگتوں کو شہنشاہ بنا دیتا ہے
 کج کلاہی پہ نہ جا، اس میں دھرا ہی کیا ہے
 درِ شبیر جو مل جائے، تو شاہی کیا ہے

آخری سجدے میں آیا جو وہ اخلاص مآب اُٹھ گیا بندہ و معبود کے مابین حجاب
 لڑ گئی حُسنِ حقیقی سے نگاہِ بے تاب بڑھ کے جبریل نے تھامی مرے مولا کی رکاب
 مصطفیٰ جھوم گئے، پیکِ قضا جھوم گیا
 جو بھی بندہ تھا خدا کا، بخدا جھوم گیا

کوئی شبیر سا خالق کا پرستار نہیں اُمتِ احمدِ مرسل کا وفادار نہیں
 لب پہ دعوے ہیں، مگر عظمتِ کردار نہیں جرأت و عزم و عزیمت نہیں، ایثار نہیں
 کُودتا کون ہے، اُڈے ہوئے طوفانوں میں
 کون گھر بار لٹاتا ہے بیابانوں میں

ذات ایسی کہ نہیں جس کا زمانے میں جواب اُس کے جدِ شافعِ محشر، تو پدرِ علم کا باب
 رُوئے اطہر کی زیارت میں تلاوت کا ثواب کشتِ اسلام ہوئی اُس کے لہو سے شاداب
 تین ایام کے پیاسے نے بڑا کام کیا
 شاہِ بطحا کے نواسے نے بڑا کام کیا

اللہ اللہ وہ الطاف، وہ اندازِ کرم جس کی تعریف سے قاصر ہیں زبان اور قلم
 نام سے جس کے لرزتے ہیں رعونت کے قدم مجھ کو ہم شکلِ پیہر کی جوانی کی قسم
 گفتگو ایسی کہ جو منہ سے کہا برحق تھا
 ضرب ایسی کہ پہاڑوں کا کلیجہ شق تھا

سیرتِ پاک ، قوانینِ شرافت کا نصاب تابناکی میں جییں ، رُوشِ مہر و مہتاب
چشمِ حق ہیں میں تھی خُم خانہ وحدت کی شراب ہر نظر آپ کی تھی صبر و رضا کا اک باب
بے خودی ایسی کہ بس ارض و سما جھوم اُٹھے
آدمی کیا ہیں ، فرشتے بخدا جھوم اُٹھے

ابن زہرا رُخِ کونین بدل سکتا ہے آدمی اُس کے سہارے سے سنبھل سکتا ہے
سر سے کفن ، رن میں نکل سکتا ہے کفر کو دین کی ضربت سے کچل سکتا ہے
اُس کی ہر آن میں ہے شان مسلمانوں کی
ذات سے اُس کی ہے پہچان مسلمانوں کی

جھولیاں سب کی عنایات سے بھر دیتا ہے مانگنے والے کو وہ لعل و گُہر دیتا ہے
دیدہ کور کو انوارِ سحر دیتا ہے نخلِ اُمید کو بخشش کا ثمر دیتا ہے
ایسے انسان ہی مولا سے ملا دیتے ہیں
ایسے بندے ہی محمد کا پتا دیتے ہیں

اُس کی ہر ضرب ہے ظلمت کے لیے برقِ فشاں اُس کی تلوار میں ہے جوہرِ عزم و ایقان
اُس کی ہیبت سے جفاکار ہیں لرزاں ، ترساں کفر اک ذرہ ناچیز ، تو وہ کوہِ گراں
رشتہ اللہ سے اور اُس کے نبی سے جوڑا
اپنے کردار سے دشمن کا تکبر توڑا

کربلا کا وہ مجاہد وہ شہیدوں کا امام جس کی سطوت سے ہوا زیر و زبر لشکرِ شام
 جس کے در سے کبھی خالی نہ پھرا کوئی غلام جو پلائے گا قیامت میں چھلکتے ہوئے جام
 وہ سخی، جس کے گھرنے سے ہمیں کیا نہ ملا
 اُس کو پینے کے لیے پانی کا قطرہ نہ ملا

حیف وہ پیاس کے لمحات وہ دریائے فرات بوند بھر پانی سے محروم زبانیں، ہیہات
 تشنگی دیکھ کے کہتے تھے مخالف بد ذات آپ کچھ غم نہ کریں تیروں کی ہوگی برسات
 یہ تو کیا دیکھتے دو روز کا پیاسا تھا حسین
 یہ نہ سوچا کہ محمد کا نواسا تھا حسین

وہ نہ چاہے تو دل آویز فضا ہی نہ رہے دیدہ حُسن میں یہ برق نگاہی نہ رہے
 ماہ میں نور نہ ہو، آب میں ماہی نہ رہے آنکھ بدلے، تو شہنشاہ کی شاہی نہ رہے
 کافروں کو جو مسلمان بنا سکتا ہے
 وہ گداؤں کو بھی سلطان بنا سکتا ہے

بختِ خُفتہ کو اشارے سے جگا دیتا ہے سینہ کفر میں ایمان رچا دیتا ہے
 جتنے حائل ہوں حجابات، اٹھا دیتا ہے یعنی اللہ سے بندے کو ملا دیتا ہے
 دل سے انسان کے ہر کھوٹ نکل جاتی ہے
 اُس کی سرکار میں دنیا ہی بدل جاتی ہے

جس کی رگ رگ میں خلوص اور وفاداری ہو جس کی تقریر میں اندازِ نگوکاری ہو
 رُوشِ ابرِ فلک، جس کی گہر باری ہو جو امینِ روشِ رحمت و ستاری ہو
 وارثِ منصبِ ابرار وہی ہوتا ہے
 مسدِ فقر کا حق دار وہی ہوتا ہے

ان میں اعجازِ میحائے نفساں آج بھی ہے ان کے غصے میں وہی برق، نہاں آج بھی ہے
 ان کے ہاتھوں میں زمامِ دو جہاں آج بھی ہے ان کی ٹھوکر میں جہاں گزراں آج بھی ہے
 دلِ عدو کے تپشِ بغض سے افسردہ ہیں
 مُردہ کہتے ہیں جو ایسوں کو، وہ خود مُردہ ہیں

مفتی، عشق کا فتویٰ ہے کہ بے نسبتِ تام یہ نمازیں، یہ وظیفے، یہ سجد اور قیام
 روزہ و حج و تسبیح، دُرود اور سلام عین ممکن ہے، نہ مقبول ہوں بے حُبِ امام
 خواہ میری یہ فراست ہے کہ نادانی ہے
 حُبِ اولادِ نبی شرطِ مسلمانی ہے

مئے عرفاں نہ میسر ہو، تو پینا بے سود مے کشی فعلِ عبث، ساغر و مینا بے سود
 ناخدا جو نہ ہو کوئی، تو سفینا بے سود حُبِ شبیر نہ ہو دل میں، تو چینا بے سود
 پر تو جلوۂ حُسنِ ازلی رکھتے ہیں
 دل میں جو حُبِ نبی، مر علی رکھتے ہیں

جو ترے عشق میں اے ابنِ علی ہیں بے تاب اُن کے نزدیک نہ آئے گا جہنم کا عذاب
 تیرے دامن سے جو لپٹے ہیں بہ چشمانِ پُر آب وہ نہ ہو پائیں گے محشر میں کبھی خوار و خراب
 بھڑ دیکھیں گے سرِ حشر جو پروانوں کی لاج رکھیں گے محمد، ترے دیوانوں کی

ہو گی صف بستہ جو مخلوق، بہ پیشِ داوَر دل دہل جائیں گے، اُٹھے گا وہ شورِ محشر
 ہم گنہ گاروں پہ ہو گی یہ عنایت کی نظر رحمتِ حق یہ کہے گی، تمہیں کس بات کا ڈر
 جنتی ہے، جو خدا اور نبی کو مانے اُسے کیا ڈر، جو حسین ابنِ علی کو مانے

کربلا تک ہی کہاں شان و وجاہت تیری دونوں عالم میں ترا نام بڑا، بات بڑی
 لوگ دیکھیں گے یہ اعزاز ترا، حشر میں بھی اے ولی ابنِ ولی، جانِ علی، سبطِ نبی
 جھوم کر ہم جو سنائیں گے ترانا تیرا بخشوا لے گا خدا سے ہمیں، نانا تیرا



بحضورِ سبطِ رسولؐ ابنِ سیدہ زہرا بتول

طاری ہے اہل جبر پہ ہیبتِ حسین کی
 کٹوا کے سر، گواہیِ توحید دے گئے
 سونگھی تھی لے کے ہاتھ میں دشتِ بلا کی خاک
 کرتے قبولِ بیعتِ فاسق وہ کس طرح
 پیشِ نظرِ حصولِ نہ تھا تخت و تاج کا
 نرمی وہی، خلوص وہی، سادگی وہی
 محشر میں اجتماع کا یہ اہتمامِ خاص
 کل بھی دلوں پہ راج تھا زہرا کے لال کا
 اظہارِ حرفِ حق پہ ہیں پہرے لگے ہوئے
 جو اُن پہ مر مٹا وہی ٹھہرے گا سرخرو
 رکھتے ہیں اپنی یاد سے آباد میرا دل
 نکلا وہ دُوالجناحِ علم کے جلوں میں

اللہ رے یہ شانِ جلالتِ حسین کی
 بے مثل ہے جہاں میں شہادتِ حسین کی
 نانا کے سامنے تھی مصیبتِ حسین کی
 دستِ محمدی پہ تھی بیعتِ حسین کی
 تھی ظلم کے خلاف بغاوتِ حسین کی
 ملتی تھی مصطفیٰ سے طبیعتِ حسین کی
 شاید دکھائی جائے گی صورتِ حسین کی
 ہے آج بھی دلوں پہ حکومتِ حسین کی
 محسوس ہو رہی ہے ضرورتِ حسین کی
 محشر میں رنگ لائے گی نسبتِ حسین کی
 ہے مجھ پہ یہ نصیرِ عنایتِ حسین کی
 کر لو نصیرِ بڑھ کے زیارتِ حسین کی



نمبر 1:- محض شیعہ نئی اتحاد کے پیشِ نظر یہ شعر ایک مخصوص تناظر میں کہا گیا۔

بحضورِ تشنہ گانِ کربلا

نہ گل کی تمنا نہ شوقِ چمن ہے یہ دلِ حُبِ آلِ نبی میں مگن ہے
 حُسن و حسن ہیں وہ پیکر کہ جن میں بتولیِ نجابت ، رسولِ چلن ہے
 مرے سر میں سودائے زہرا و حیدر مرے دل میں عشقِ رسولِ زمن ہے
 تصور میں ہیں میرے سجاد و زینب نگاہوں میں رُوئے حسین و حسن ہے
 سیکنہ کی وہ پیاس وہ ضبطِ گریہ کہ نہرِ فرات آج بھی نوحہ زن ہے
 وہ معصومِ اصغر کی معصوم ہچکی اسی غم کے سکتے میں چرخِ کھن ہے
 لو میں ادھر تُو نہایا ہے اصغر ادھر تیرا بابا بھی خونیں کفن ہے
 وہ زینب جو کل تھی مدینے کی مالک وہ اب کربلا میں غریبِ الوطن ہے
 کہا ماں نے اکبر کے قاتل سے ، رُک جا! شبیہِ محمد ہے ، نازک بدن ہے
 یہ کیوں محوِ گریہ ہے محفل کی محفل یہاں کیا کوئی ذکرِ طوق و رسن ہے؟
 دکھا دے جھلک اب تو اے ماہِ زہرا شہِ منتظر ، منتظرِ انجمن ہے
 کھلے پھول ہیں جس میں زہرا کے ہر سُو محمد کا بھی کیا مہکتا چمن ہے
 ستم سہ کے بھی اُن کے تیور نہ بدلے وہی تمکنت ہے ، وہی بانگِ پن ہے
 حسین ابنِ زہرا کا مگھڑا تو دیکھو علی کی وجاہت ، نبی کی پھبن ہے
 بہاؤِ غمِ آلِ زہرا میں آنسو یہ اہلِ مؤدّت کی رسمِ گھن ہے
 ثنا کیجیے گھل کر آلِ عبا کی کہ ذکرِ اُن کا خود آبروئے سُخن ہے

نہ چھوٹے کہیں اُن کی نسبت کا دامن بہت ہی بڑی دولت اُن کی لگن ہے
نہ کیوں مجھ پر اترائے معجز بیانی کہ مَنہ میں علی کا لُعبِ دہن ہے
نصیر اب میں کیوں مانگنے دُور جاؤں
یہ میں ہوں ، یہ دروازہ پنچتن ہے



سلام بخسورِ تشنہ کا مانِ کربلا

زمانہ بیت گیا ہم کو مسکرائے ہوئے
یہ اُن سے پوچھ جو ہیں دل پہ چوٹ کھائے ہوئے
اندھیرے شامِ ستم کے ہیں سر اٹھائے ہوئے
ہم اپنے دل میں ہیں اک کربلا بسائے ہوئے
سیکنہ پیاسی ہے، اصغر ہیں تیر کھائے ہوئے
چلو گے کیسے بھلا بیڑیاں اٹھائے ہوئے
حسین سجدے سے اٹھے تو سر کٹائے ہوئے
اجل کھڑی ہے ندامت سے منہ چھپائے ہوئے
تو رو کے بولیں کہ نانا ہیں یاد آئے ہوئے
اُداس چاند ہے تارے ہیں جھلملائے ہوئے
سیکنہ روتی ہے دستِ دعا اٹھائے ہوئے
حسین خیمے میں آئے کمر جھکائے ہوئے
گزر گیا ہے کوئی کارواں لٹائے ہوئے
خدا کی یاد کو زادِ سفر بنائے ہوئے
ہم اپنے شاہِ نجف سے ہیں لو لگائے ہوئے
سلام کہتے ہیں آنکھوں میں اشک آئے ہوئے

بس اب تو رہتے ہیں آنکھوں میں اشک آئے ہوئے
غمِ حسین کا گھاؤ ہے کس قدر گہرا
نبی کے گھر کے اُجالوں کا اب خدا حافظ
لگی ہے بھیڑ غم و رنج و درد و کلفت کی
عجیب وقت ہے زہرا کے گلِ عذاروں پر
یہ ناتوانی، یہ رستے کی سختیاں سجاد!
نمازِ عشق کی یہ طُرُف کی کوئی دیکھے
شکست دے نہ سکی عزمِ ابنِ حیدر کو
سببِ نموشی کا پوچھا گیا جو زینب سے
یہ شب کہیں شبِ عاشور تو نہیں لوگو
پلٹ کے آئے نہ اب تک مرے چچا عباس
نڈھال کر گئی اصغر کی آخری ہچکی
بھٹک رہی ہے ابھی تک تلاش میں منزل
وہ حق پرست سرِ منزلِ وفا پہنچے
ہم اہلِ دل ہیں، ہمیں اہلِ زر سے کیا مطلب
نصیر! گلشنِ زہرا کے پیاسے پھولوں کو



بجھو را امامِ عالی مقامِ سبطِ سید الانام علیہ السلام

تڑپ اٹھتا ہے دل، لفظوں میں دُہرائی نہیں جاتی
 حسین ابنِ علی کے غم میں ہوں دُنیا سے بیگانہ
 زباں پر کربلا کی داستاں لائی نہیں جاتی
 ہجومِ خلق میں بھی میری تنہائی نہیں جاتی
 طبعیت ہے کہ بہلانے سے بہلائی نہیں جاتی
 سکیں تک یہ مشکِ آب لے جاتی نہیں جاتی
 یہ مٹی آنکھ میں لینے سے بینائی نہیں جاتی
 مگر زہرا کے پیاروں کی پذیرائی نہیں جاتی
 کہ میتِ دفن کی جاتی ہے، نہلائی نہیں جاتی
 علی کے گلِ رُخوں سے بُوئے زہرائی نہیں جاتی
 جواں بیٹے کی میت مجھ سے دفنائی نہیں جاتی
 یہ وہ منزل ہے جو لفظوں میں سمجھائی نہیں جاتی
 دمِ آخر بھی اُن چہروں کی زیبائی نہیں جاتی
 غمِ شبیر! تیری شانِ یکتائی نہیں جاتی
 کوئی بھی دور ہو تو ہی امامِ غم ٹھہرتا ہے
 نصیر! آخرِ عداوت کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں
 کسی بیمار کو زنجیر پہنائی نہیں جاتی



بحضورِ تشنہ گانِ کربلا

تذکرہ سُنئے اب اُن کا دلِ بیدار کے ساتھ
صرف زینب کا وہ خطبہ سرِ دربار نہ تھا
بیڑیاں ، صدمہ ، سفر ، پیاس ، نقاہت ، صحرا
ہائے کس طرح وہ بازار سے گزرے ہوں گے
ایک کم سن کی وہ ننھی سی لحد کیا دیکھی
خود کو وہ فوجِ حُسنی کا سپاہی سمجھے
اُن پہ طاری تھا ترے سامنے اک رعشہ خوف
اُن کا لہجہ ہے حقیقت میں علی کا لہجہ
کر لیا مصلحتوں نے اُسے پابندِ ہوس
دے گئے درس یہ اُمت کو حُسنی تیور
اک سیکنہ کے لیے کرب کی سولی پہ چڑھا
یہ بجا تو ہی ہدف تھا سرِ مقتل ، لیکن
مَر کے خود پائی بقا اور اُسے مار دیا
بولے عباس کہ ہم لوگ ہیں میدانِ کرب کے دھنی
میرے سجاد! یہ دُکھ کیسے بھلا دوں تیرا
آلِ زہرا کا سنا ہے کہ ثنا خواں ہے نصیر

ہے جنہیں خاص قرابت شہِ ابرار کے ساتھ
رُعبِ حیدر کا بھی تھا جُرأتِ گُفتار کے ساتھ
ظلم کیا کیا نہ ہوئے عابدِ بیمار کے ساتھ
نام تک جن کا نہ آیا کبھی بازار کے ساتھ
رو دیے ہم تو لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ
جس کا کردار بھی پاکیزہ ہو گُفتار کے ساتھ
رقص کرتے تھے جو پازیب کی جھنکار کے ساتھ
بات کرتے ہیں مقابل سے جو تلوار کے ساتھ
وقت کیا خاک چلے گا تری رفتار کے ساتھ
سر کو کٹاؤ ، مگر نشہ پندار کے ساتھ
دیکھیے دار کو عباسِ علمدار کے ساتھ
دشمنی اصل میں تھی احمدِ مختار کے ساتھ
تُو نے کیا چال چلی دُشمنِ عیار کے ساتھ
ہولیاں کھیلی ہیں چلتی ہوئی تلوار کے ساتھ
سختیاں جھیلیں سفر کی ، تنِ بیمار کے ساتھ
آئیے ملتے ہیں اس شاعرِ دربار کے ساتھ



بحضورِ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

علی کے لاڈلے، زہرا کے پھول، ابنِ رسول
 کہے گا ان کو ہر اک با اُصول، ابنِ رسول
 ترے لیے دلِ عالم مَلُول، ابنِ رسول!
 ہے کربلا تری شانِ نزول، ابنِ رسول!
 تو دیں رسول بھی سجدے کو طول، ابنِ رسول
 یہ دیں فروش، یہ اُجرت وُصول، ابنِ رسول!
 خدا گواہ، تُو ہوتا رسول، ابنِ رسول
 نہ کوئی شرم، نہ کوئی اُصول، ابنِ رسول
 یہ سیم و زر ترے قدموں کی دُھول، ابنِ رسول
 جبینِ عجز کا سجدہ قبول، ابنِ رسول
 بحقِ فاطمہ زہرا بتول، ابنِ رسول
 حسن حسین ہیں زہرا کے پھول، ابنِ رسول

حُسن، زُبدۂ نسلِ رسول، ابنِ رسول
 حسن حسین ہی اَبْنَاءِ نَا کے ہیں مصداق
 رواں ہر آنکھ سے اطفالِ اشک پُرسے کو
 ترا وجود ہے خود آیۂ مِّنَ الْآیَات
 اگر تُو دوشِ رسالت پہ کھیلنا چاہے
 ترے خلوصِ عمل سے سبق نہ سیکھ سکے
 رسولِ بند نہ کرتے اگر یہ دروازہ
 تجھے عَدُو بھی ملا تو عجیبِ سِفْلہ مزاج
 یہ قیصری ترے پائے غُیُور کا دھوون
 ہے تیرا بیتِ امامتِ مرے جنوں کا مطاف
 نصیر کو نہ اٹھانا اب اپنی چوکھٹ سے
 مہک اٹھا ہے نصیر ان کے دم سے باغِ جہاں



بحضورِ امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام

آج وہ رمزِ آشنائے سرِّ ھُو سجدے میں ہے
منزلِ حق کی مجسمِ جُستجو سجدے میں ہے
حسبِ حکمِ فاعْبُدْ ھُو اسْجُدُوا سجدے میں ہے
قبلہ رُو ہو کر حُسنِ قبلہ رُو سجدے میں ہے
کیا نمازِ جی ہے کہ بے خوفِ عُدُو سجدے میں ہے
آج تُو اپنے خدا کے رُو برو سجدے میں ہے
سر پہ قاتل آچکا ہے اور تُو سجدے میں ہے
جیسے خود ذاتِ پیمبر ھُو ھُو سجدے میں ہے
سر ہے نیزے کی بلندی پر، لھو سجدے میں ہے
آج مقتل میں علی کا ماہرُو سجدے میں ہے
بن کے وَاسْجُدُوا اقْتَرِبْ کی آرزو سجدے میں ہے
کچھ اگر ہے تو بشر کی آبرو سجدے میں ہے
عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے

جس کی جرأت پر جہانِ رنگ و بُو سجدے میں ہے
ہر نفس میں انشراحِ صدر کی خوشبو لئے
با نیازِ بندگی اللہ کا اک عبدِ خاص
جانپ کعبہ جھکا مولودِ کعبہ کا پسر
کیسا عابد ہے یہ مقتل کے مُصلّی پر کھڑا
اے حُسنِ ابنِ علی! تجھ کو مبارک یہ عُروج
ابنِ زھرا! اِس حُرّی شانِ عبادت پر سلام
اللہ اللہ تیرا سجدہ اے شہیدِ مصطفیٰ!
یہ شرف کس کو ملا تیرے علاوہ بعدِ قتل
مُحَوّیرت میں ملائک ، دم بخود ہے کائنات
تھا عمل پیرا جو کَلَّا لَا تُطِغْہُ پر، وہ آج
سر کو سجدے میں کٹا کر کہہ گیا زہرا کا لال
کون جانے ، کون سمجھے ، کون سمجھائے نصیر



در مدح شہیدِ کربلاؑ

جیسے ہجومِ کفر میں نورِ خدا چلے
پیماں شبِ الست کا کرنے وفا چلے
اصغر! جو زخمِ تم مرے دل پر لگا چلے
تم اس سرائے فانی میں کیا آئے کیا چلے
شیرِ زیرِ سایہِ فضلِ خدا چلے
تو کیا تھی اور وہ تجھے کیا کیا بنا چلے
جن منزلوں کا عزم لیے انبیا چلے
بے باک اس قدر نہ یہاں پر صبا چلے
جس کی گلی میں شاہ بھی بن کر گدا چلے
آئی جو حق پہ آنچ تو کنبہ لٹا چلے
سر پیش کر دیا، مگر اُمت بچا چلے
ہم بدنصیب دہر میں کیا آئے کیا چلے
اصحابِ دردِ جانبِ بزمِ عزا چلے
وہ میرے غمکدے کا مقدّر جگا چلے

یوں رن کے درمیاں پر مرتضیٰ چلے
مقتل میں سر کٹانے کو اہلِ رضا چلے
بولے حسین ہو نہ سکے گا وہ مندل
ہستی بقدرِ فرصتِ رقصِ شرِ ملی
گزر اگراں ذرا نہ کڑی دھوپ کا سفر
زہرا کے لاڈلوں کو دُعا دے تو کربلا
اُن منزلوں کو سر کیا آخر حسین نے
ہے مرقدِ سیکنہ ادبِ گاہِ کائنات
شیر ہے وہ تاجورِ کشورِ عطا
ابنِ علی کی مثل نہ دیکھا کوئی سخی
احسان کوئی مانے نہ مانے حسین کا
جی بھر کے رو سکے نہ ترے غم میں اے حسین
سننے کو سپیدوں کے مصائب کا تذکرہ
دکھلا کے خواب میں رُخِ پُر نور کی جھلک

گھلتا نہیں، حسین و حسن ہیں کہ مصطفیٰ
کچھ فرق ہو نصیر تو کوئی پتا چلے



محضور
فخر المشائخ حضرت سید علی ہجویری الحسنی
المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ

ایسا داتا ہے حقیقت میں، ہمارا داتا
تیری تعلیم کا صدقہ ہے یہ سارا، داتا!
قبر سے لے کے اٹھوں نام تمہارا داتا!
اس تری نسبتِ عالی کا سہارا، داتا!
اللہ اللہ، یہ پُر نور نظارا داتا!
مجھ کو کافی ہے ترا ایک اشارا داتا
سامنے ہے مرے، دربار تمہارا داتا!
جلوہ گر ہے حسنی راج دُلا را، داتا
لینے آئے مجھے طُوقاں میں کنارا داتا!
اک نظر اس پہ بھی ہو جائے خدارا، داتا!

دلِ مایوس کو دیتا ہے سہارا داتا
کی مدد حق نے اُسے جب بھی پکارا داتا
عین ممکن ہے کہ اللہ مجھے بخش ہی دے
ایک دن منزلِ توحید پہ پہنچائے گا
آج انوارِ محمد سے فضا ہے جگمگ
غمِ دنیا کے جھمیلوں سے نکل جاؤں ابھی
ہے شب و روز تصوّر میں زیارت حاصل
شہرِ لاہور پہ کیوں بارشِ انوار نہ ہو
میرے ہونٹوں پہ اگر نام تمہارا آجائے
غوثِ اعظم کے حوالے سے نصیر آیا ہے



بمختصر
سید المشائخ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

ہر قدم پر ہمیں بخشے گا سہارا ، داتا
کیوں نہ ہو مجھ کو دل و جان سے پیارا ، داتا
روشنی شمع شریعت کی بڑھی ہے تم سے
دل ہوں انوار سے معمور ، مقدر جاگیں
دیکھیے دیکھیے بس ایک نظر میری طرف
بس یہی میری دُعا ہے ، یہی حسرت میری
دل بے تاب کی تسکین مرے بس میں نہیں
بند کی آنکھ ، درِ پاک پہ جا پہنچائیں
آپ کی چشمِ کرم جس کی طرف اُٹھ جائے
پیشواؤں میں نصیرِ اس کی نہیں کوئی مثال

صدرِ ایوانِ ولایت ہے ، ہمارا داتا
زیست بحرِ مُتلاطم ہے ، کنارِ داتا
گلشنِ دینِ متین ، تم نے سنوارا داتا !
جس طرف ہو تری رحمت کا اشارا داتا
کیجیے کیجیے زحمت یہ گوارا داتا
حاضری ہو تری چوکھٹ پہ دوبارا ، داتا !
لو سنبھالو ، کہ یہ ہے کام تمہارا ، داتا !
جب بہت دید کی حسرت نے اُبھارا ، داتا !
دین و دُنیا میں نہ ہو اُس کو خسارا ، داتا !
کچھ کہے کوئی ، ہمارا ہے ، ہمارا داتا



در مدح

جگر بندِ حسین و حسن، گلِ گلزارِ بتول و رسول

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ

اک اک ولی رہیں کرمِ غوثِ پاک کا
 منکر نکیر کا ہمیں خدشہ ذرا نہیں
 اللہ آج دینے پہ آیا ہے، مانگ لو
 اُمت کے حق میں اُن کی سفارش، نجات ہے
 معراج اُس کی رفعتِ کون و مکان نہیں
 مجھ کو نہیں ہے نقشِ سلیمان کی آرزو
 ہر مُشرکانہ سوچ کو شرمندگی ہوئی
 موقوف صرف نوعِ بشر پر نہیں یہ بات
 کچھ غم نہیں مجھے، جو زمانہ خلاف ہے
 طے ہو نصیر! جادۂ ہستی کا یوں سفر
 ہے سب کی گردنوں پہ قدمِ غوثِ پاک کا
 پاتے رہے ہیں درس جو ہم غوثِ پاک کا
 کھلتا ہے آج بابِ کرمِ غوثِ پاک کا
 کرتے ہیں پاس شاہِ اُمم، غوثِ پاک کا
 ہو گا بلند اور علمِ غوثِ پاک کا
 ہے لوحِ دل پہ نقشِ قدمِ غوثِ پاک کا
 توحید پر چلا وہ قلمِ غوثِ پاک کا
 بھرتے ہیں اہلِ قُدس بھی دمِ غوثِ پاک کا
 ہے میرے سر پہ دستِ کرمِ غوثِ پاک کا
 پے رو رہوں قدم بہ قدمِ غوثِ پاک کا



در مدح

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسینی القدس سرہ

سارا عرب، تمام عجم، غوثِ پاک کا
 اپنی گزر رہی ہے بڑی دھوم دھام سے
 قادر کے ساتھ عبد کا ہوتا ہے انتساب
 جو کچھ ہے میرے پاس وہ ہرگز مرا نہیں
 انسانیت پہ اُن کی عنایات عام ہیں
 حق نے دیا وہ مرتبہ خاص آپ کو
 ہر سانسِ محوِ سعی و طوافِ تجلیات
 آتی ہے اُن کے نام سے خوشبوئے مصطفیٰ
 ہے کس کی شان سب سے جدا؟ غوثِ پاک کی
 اُن کی نظر نے خاک کو اکسیر کر دیا

اللہ رے جلال و حشم غوثِ پاک کا
 رحمت ہے مصطفیٰ کی، کرم غوثِ پاک کا
 لیتے ہیں نامِ اس لیے ہم، غوثِ پاک کا
 جو کچھ بھی ہے وہ ہے بہ قسم، غوثِ پاک کا
 ہے عاصیوں پہ خاص کرم، غوثِ پاک کا
 چوما ہے اولیا نے قدم، غوثِ پاک کا
 اہل صفا کا دل ہے، حرم غوثِ پاک کا
 ممکن نہیں کہ ذکر ہو کم، غوثِ پاک کا
 ہے ہر ولی پہ کس کا قدم؟ غوثِ پاک کا
 دیکھا نصیر تُم نے کرم غوثِ پاک کا؟



حضرت السید الشیخ عبدالقادر جیلانی ^{مختصر} قدس سرہ السامی

ہوا سارے جہاں میں بول بالا غوثِ اعظم کا
شریعت کے گلستاں میں، طریقت کے دبستاں میں
رُموزِ معرفت سب منکشف ہو جائیں گے اُس پر
اُسے ہر شے پہ غلبہ کیوں نہ ہو ساری خدائی میں
صداقت میں، سخاوت میں، ریاضت میں، عبادت میں
مِلائے خاک میں ابلیس کے مذموم منصوبے
جواب اپنا نہیں رکھتی فقیری بھی، امیری بھی
سلامی رات دن دیتی ہیں کرنیں چاند سورج کی
طریقِ چشت ہو، یا سُروردی، نقشبندی ہو
ہوئی تسلیم اہلِ دل کو ہر سو برتری اُن کی
اُنہوں نے جو کہا، تائیدِ حق سے ہو گیا پورا
اثر ہو گا دُعا میں، مدعا تیرا بر آئے گا
نبی کا نور، فیضِ فاطمہ کا کیوں نہ ہو وارث
نصیر ایمان ہے اپنا، کہ محشر میں دم پُرسش

حقیقت تو یہ ہے رُتبہ ہے اعلیٰ غوثِ اعظم کا
جدھر دیکھو، اُجالا ہی اُجالا غوثِ اعظم کا
پڑھے گا جو تصوّف پر مقالا غوثِ اعظم کا
سکندر ہے، وظیفہ پڑھنے والا غوثِ اعظم کا
قیامت تک رہے گا بول بالا، غوثِ اعظم کا
محافظ بن گیا باری تعالیٰ، غوثِ اعظم کا
زمانے بھر سے ہے عالمِ نرالا، غوثِ اعظم کا
ہر اک بغداد کا ذرہ ہے پالا، غوثِ اعظم کا
نظر آیا ہمیں ہر سو اُجالا، غوثِ اعظم کا
ہوا ہر گام پر رُتبہ دوبالا، غوثِ اعظم کا
مشیت نے کبھی کہنا نہ ٹالا، غوثِ اعظم کا
مبارک نام ہونٹوں پر ذرا لا! غوثِ اعظم کا
علیٰ مُرتضیٰ ہے جدِ اعلیٰ، غوثِ اعظم کا
ہمارے کام آئے گا حوالا، غوثِ اعظم کا



محضور
حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی

نظر میں رہتی ہے ہر دم وہ شکلِ نورانی
نظر نظر میں توجہ سے اُن کی، تابانی
دعا یہ ہے کہ طفیلِ نگاہِ غوثِ وری
بالاتفاق ہیں سردار آپ ولیوں کے
یہ اُن کے لطف و نگاہِ کرم کا صدقہ ہے
قدم بڑھاؤ! یہ پیرانِ پیر کا در ہے
وہ ہیں خدا کے، خدا اُن کا ہے، خدا کی قسم
وہ ذات ایسی، قدم اولیا کی گردن پر
وہ رہنما ہیں، وہ ہیں دستگیرِ خلقِ خدا
خدا کا شکر کہ ہیں مہرباں شہِ جیلاں

مرے نصیب میں ہے عشقِ شاہِ جیلانی
ہمارے دل میں ہے روشن چراغِ عرفانی
اُٹھے نہ سجدہ ربُّ العلیٰ سے پیشانی
جواب رکھتی نہیں آپ کی جہانبانی
مسرتوں کی مرے حق میں ہے فراوانی
بچھا ہوا ہے پئے خلق، خوانِ روحانی
مٹے گی اُن کے اشارے سے ہر پریشانی
صفات ایسی، فرشتوں کو جس پہ حیرانی
کرامتوں میں وہ یکتا، کرم میں لاثانی
نصیر! فکر کوئی ہے، نہ اب پریشانی



بمختصر
الشیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسینی القدس سرہ

گردن کو جھکائے ہوئے ایک ایک ولی ہے
نورِ ستہ گل گلشنِ زہرا و علی ہے
بیشک شہِ بغداد، ولی ابنِ ولی ہے
ہر رسمِ کرم اُن کے گھرانے سے چلی ہے
اُن کو جو پسند آئے، وہی بات بھلی ہے
اُس در پہ کسی کی نہ چلے گی، نہ چلی ہے
ایمانِ مرا حُبِ نبی، مہرِ علی ہے
وہ ذات کہ جو فقر کے سانچے میں ڈھلی ہے
کیوں کر نہ ہو آخر ترے کوچے سے چلی ہے
یورشِ نعم و آفت کی مرے سر سے ٹلی ہے
مٹی ترے کوچے کی جو چہرے پہ ٹلی ہے
یہ کس کا درِ ناز ہے؟ یہ کس کی گلی ہے؟
ہر ایک کرن اُس کی مدینے سے چلی ہے
صدِ شکر کہ اُن سے مری نسبت اُزلی ہے

اللہ رے کیا بارگہِ غوثِ جلی ہے
وہ ذاتِ گلستانِ رسالت کی کلی ہے
اولادِ حسن، آلِ حسین ابنِ علی ہے
سب اُن کی عنایت ہے، خفی ہے کہ جلی ہے
جس دل پہ نظر اُن کی ہو، وہ روشن و بینا
ہوں نقشِ قدم جس پہ نبی اور علی کے
اک سلسلہٴ نور ہے ہر سانس کا رشتہ
اُس ذات سے شاہی کے قرینے کوئی سیکھے
مجھ کو بھی محبت ہے بہت، بادِ صبا سے
مُشکل ہوئی آسان، لیا نام جو اُن کا
محشر میں وہی غازہٴ انوار بنے گی
ہر گام پہ سجدے کی تمنا ہے جیس کو
جو نور ہے بغداد کی گلیوں کا اُجالا
میں اُن کا ہوں تا حشر نصیر اُن کا رہوں گا



حضرت السید الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی ^{محضور}

تُم ہو اولادِ حضرت مرتضیٰ یا غوثِ اعظم
 آلِ شبیر و شبّر، فاطمہ زہرا کے دلبر
 تُم ہی کو دیکھوں گا تُم ہو ابوالقاسم کے پیارے
 تیری چوکھٹ، تیرے درِ بن نہیں دونوں عالم میں
 قدرت نے بخشا ہے تُم کو عجب نورِ آگاہی
 آتی ہو جس سے تیری نسبتِ عالی کی خوشبو
 سارے ولیوں نے مانا جس کی شانِ محبوبی کو
 میرے جیون کی نیا ہو رہی ہے نذرِ طُوفان
 اُس کی نصرت کو پہنچا ہے وہیں ربّانی لشکر
 شاہوں کی شاہی کو وہ کس طرح خاطر میں لائے
 بھرتے ہو بڑھ کے استعداد سے سائل کی جھولی
 شانِ غوثیت میں، نام و نسب میں، فیاضی میں
 پیرِ پیراں، اُمت کے مقتدی یا غوثِ اعظم
 میرا سرمایہ ہے تیری ولا یا غوثِ اعظم
 تُم ہی پہنچاؤ میری التجا یا غوثِ اعظم
 کوئی بلجا، کوئی بھی آسرا یا غوثِ اعظم
 کہہ کر دیکھا ہے میں نے بارہا یا غوثِ اعظم
 مقبولِ حق ہے وہ حرفِ دُعا یا غوثِ اعظم
 تُم ہو وہ محبوبِ ربِّ العلّٰی یا غوثِ اعظم
 حامی ہے کون اس دَم تیرے سوا یا غوثِ اعظم
 صدقِ نیت سے جس نے بھی کہا، یا غوثِ اعظم
 جس کے ہونٹوں پر ہو صبح و مسایا غوثِ اعظم
 اللہ اللہ یہ اندازِ عطا یا غوثِ اعظم
 سب میں رہ کر تُم ہو سب سے جُدا یا غوثِ اعظم

اپنے بیگانے کے شر سے نصیر اب ڈر کا ہے
 میرے سر پر ہیں سلطانِ الوری، یا، غوثِ اعظم



حضرت الشیخ السید عبدالقادر جیلانی ^{مختصر} قدس سرہ السامی

امام الاولیا ، غوث الوری ، محبوب سبحانی
 نہ ولیوں میں کوئی ہمسر، نہ پیروں میں کوئی ثانی
 اگر ہو مائلِ رحمت ، تمہاری لطف سامانی
 تم از سر تا قدم طاہر ، مقدس اور نورانی
 تمہاری شان بے ہمتا ، تمہاری ذات لاثانی
 تمہیں ہر گام پر حاصل رہی تائیدِ یزدانی
 شہنشاہی سے خوشتر ہے تمہارے در کی دربانی
 جو لافانی کا بندہ ہو ، وہ بن جاتا ہے لافانی
 تمہارا کام تھا دین محمد کی نگہبانی
 تمہاری برتری ہر اک نے مانی ، سب نے پہچانی
 عنایت کی نظر مجھ پر بھی ہو یا شاہ جیلانی
 ”ترا قائم رہے بغداد اور آباد سلطانی“

شہنشاہِ ولایت ، خسروِ اقلیم روحانی
 مسلمان کی حیاتِ نو ہیں محی الدین جیلانی
 مصیبتِ دور ہو ، مشکلِ مٹے ، پیدا ہو آسانی
 جگر بندِ حسن ، نورِ نگاہِ فاطمہ زہرا
 تمہارے نام کی اک دھوم ہے بزمِ ولایت میں
 تمہاری صورت و سیرت میں رنگ و بوئے احمد ہے
 تمہارا نام لیوا بہرہ ور ہے دین و دنیا سے
 تمہارا نام مٹ سکتا نہیں اوراقِ ہستی سے
 تمہارا نام ہے اک شمع کے مانند ظلمت میں
 تمہارے سامنے سب اولیا نے گردِ نیں خم کیں
 تمہارے در پہ آکر اک زمانہ فیض پاتا ہے
 نصیر بے نوا پر بھی نگاہِ لطف ہو جائے



حضرت الشیخ السید عبدالقادر جیلانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} قدس سرہ السامی

شہنشاہِ ولایت ، خسروِ اقلیمِ روحانی
مسلمان کی حیاتِ نو ہیں محی الدین جیلانی
مصیبتِ دور ہو ، مشکلِ مٹے ، پیدا ہو آسانی
جگر بندِ حسن ، نورِ نگاہِ فاطمہ زہرا
تمہارے نام کی اک دھوم ہے بزمِ ولایت میں
تمہاری صورت و سیرت میں رنگ و بوئے احمد ہے
تمہارا نام لیوا بہرہ ور ہے دین و دنیا سے
تمہارا نام مٹ سکتا نہیں اوراقِ ہستی سے
تمہارا نام ہے اک شمع کے مانند ظلمت میں
تمہارے سامنے سب اولیا نے گردِ نیں خم کیں
تمہارے در پہ آکر اک زمانہ فیض پاتا ہے
نصیرِ بے نوا پر بھی نگاہِ لطف ہو جائے

امامِ الاولیا ، غوثِ الوری ، محبوبِ سبحانی
نہ ولیوں میں کوئی ہمسر ، نہ پیروں میں کوئی ثانی
اگر ہو مائلِ رحمت ، تمہاری لطفِ سامانی
تم از سر تا قدم طاہر ، مقدس اور نورانی
تمہاری شان بے ہمتا ، تمہاری ذات لاثانی
تمہیں ہر گام پر حاصل رہی تائیدِ یزدانی
شہنشاہی سے خوشتر ہے تمہارے در کی دربانی
جو لافانی کا بندہ ہو ، وہ بن جاتا ہے لافانی
تمہارا کام تھا دینِ محمد کی نگہبانی
تمہاری برتری ہر اک نے مانی ، سب نے پہچانی
عنایت کی نظر مجھ پر بھی ہو یا شاہِ جیلانی
”ترا قائم رہے بغداد اور آبادِ سلطانی“



محضور

حضرت السید الشیخ عبدالقادر جیلانی حُسنی حُسنی قدس سرہ السامی

محشر میں مغفرت کی خبر غوثِ پاک ہیں
 خیر الواری کی آل ہیں، مولا علی کے لال
 گردن پہ ہر ولی کے قدم غوثِ پاک کا
 مایوسیوں میں دل کا اُجالا ہے اُن کا نام
 بغداد محترم ہے دیارِ نبی کے بعد
 الحاد و زندقہ کو فنا کر کے رکھ دیا
 اُن کے نسب میں نُورِ محمد ہے جلوہ گر
 ہیں اولیا کے یوں تو مراتبِ جُدا جُدا
 قُربتِ خدا سے اور قرابتِ رسول سے
 کیا خوب ہے نصیر یہ مصرع امیر کا

سب کچھ مرا ہے میرے اگر غوثِ پاک ہیں
 خیر النسا کے نُورِ نظر غوثِ پاک ہیں
 تارے ہیں سب ولی، تو قمر غوثِ پاک ہیں
 شبہائے غم میں نُورِ سحر غوثِ پاک ہیں
 یعنی رسولِ ادھر، تو ادھر غوثِ پاک ہیں
 دینِ مبیں کی فتح و ظفر غوثِ پاک ہیں
 بے شک حسن کے لختِ جگر غوثِ پاک ہیں
 ان سب کے سربراہ مگر غوثِ پاک ہیں
 مہرِ سپرِ نوعِ بشر غوثِ پاک ہیں
 ”اللہ بھی ادھر ہے، جدھر غوثِ پاک ہیں“



۱۔ حضرت امیر مینائی لکھنوی

محضور

حضرت السید الشیخ عبدالقادر جیلانی حسی حسینی قدس سرہ السامی

محشر میں مغفرت کی خبر غوثِ پاک ہیں
 خیر الواری کی آل ہیں، مولا علی کے لال
 گردن پہ ہر ولی کے قدم غوثِ پاک کا
 مایوسیوں میں دل کا اُجالا ہے اُن کا نام
 بغداد محترم ہے دیارِ نبی کے بعد
 الحاد و زندقہ کو فنا کر کے رکھ دیا
 اُن کے نسب میں نورِ محمد ہے جلوہ گر
 ہیں اولیا کے یوں تو مراتبِ جُدا جُدا
 قُربتِ خدا سے اور قرابتِ رسول سے
 کیا خوب ہے نصیر یہ مصرعِ امیر کا

سب کچھ مرا ہے میرے اگر غوثِ پاک ہیں
 خیر النسا کے نورِ نظر غوثِ پاک ہیں
 تارے ہیں سب ولی، تو قمر غوثِ پاک ہیں
 شبہائے غم میں نورِ سحر غوثِ پاک ہیں
 یعنی رسولِ ادھر، تو ادھر غوثِ پاک ہیں
 دینِ مبیں کی فتح و ظفر غوثِ پاک ہیں
 بے شک حسن کے لختِ جگر غوثِ پاک ہیں
 ان سب کے سربراہ مگر غوثِ پاک ہیں
 مہرِ سپرِ نوعِ بشر غوثِ پاک ہیں
 ”اللہ بھی ادھر ہے، جدھر غوثِ پاک ہیں“



۱۔ حضرت امیر مینائی لکھنوی

بحضور

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہ زبان پُوربی

میں تو جاؤں گی واری میں اڑاؤں گی آج گُلال
آو ساری سکھیاں رل مل گائیں پریم کے گیت
اُترے چاند کی صورت مورے انگناں میں غوثِ جلی
جن کو کہتی ہے جگ میں دُنیا عبدالقادر میراں
تورا نام چپوں کی ، چاہے کر پا سے دیکھ نہ دیکھ
جس سا اور نہ کوئی تُو ہے بس وہ غوثِ الانغواث
موری میلی چُڑیا، سکھیاں پہنت اُجلے جورے
جب سے دیں کو چھورا ، بستی گلیاں ہی اُجر گئیں
اُن کی دین دیا ہے ، مورا دان دھج یہ سگرا
پتیم کا سے کہوں میں تُم بن دُکھ پیتا یہ اپنی

مورے انگناں میں آئے مَی الدّیس جیلانی لُج پال
دن ہے میل ملن کا ، کھیلیں سیّاں کے دُوار دھمال
میں تو کھیلوں گی ہولی ، آئے گھر زہرا کے لال
میں تُو اُجری پری تھی ، موہے کر گئے آ کے نہال
توری بن کے رہوں گی ، صدقہ جھولی میں ڈال نہ ڈال
تھارو نام جپت ہیں ، سب پیر و فقیر و ابدال
میں تو پھرت ہوں زردھن اور گٹھڑی میں سب کی ہے لال
سیّاں لوٹ بھی آو ، اب تو بیت گئے ہیں کتو سال
میں تو کچھ بھی نہیں تھی اُو ہی کر گئے ہیں مالا مال
آئی دُوار پہ تھارے ، اب تو کہہ کے جاؤں گی حال

ساچی بات سُنو تُم ، من کا بیج تھی ہے یہ نصیر
اُو کا دین دھرم ہے ، زہرا و محمد کی آل



مختصر
شیخ المشارق والمغرب، پیرانِ پیر، غوثِ اعظم دشتگیر، محبوبِ سبحانی
حضرت السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی الحسنى والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مورے جگ اُجیارے غوثِ پیا	تورا قائم سدا بغداد رہے
زہرا کی آنکھ کا تارا ہے	حسین کا راج دُلا رہا ہے
یہ شہر تورا آباد رہے	تورا قائم سدا بغداد رہے
اے ابنِ علی لُج پال ہے تُو	محبوبِ خدا کی آل ہے تُو
کچھ رُوحانی امداد رہے	تورا قائم سدا بغداد رہے
جو کچھ ہوں بُری ہوں بھلی ہوں میں	ترے ٹکڑوں ہی سے پئی ہوں میں
تُو شاد رہے، آباد رہے	تورا قائم سدا بغداد رہے
سو جان سے میں تجھ پر واری	ہونٹوں پہ دُعا ہے یہ جاری
دُکھ درد سے دل آزاد رہے	تورا قائم سدا بغداد رہے
دل تورے نگر کا دیوانہ	لِلّٰہ کرم کچھ فرمانا
کیوں رنج رہے، فریاد رہے	تورا قائم سدا بغداد رہے

جیسے ہر دُکھ میں پاس ہے تُو ہر ٹوٹے دل کی آس ہے تُو
 مجھ دُکھیاری کی یاد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
 کچھ بھیک عطا ہو رُوحانی میں ہوں مہرِ علی کی دیوانی
 تیرا کُوچہ یونہی آباد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
 ترے ہجر میں تھے مجبور سے ہم تو بے دوارے آئے ہیں دُور سے ہم
 آنکھیں ٹھنڈی، دل شاد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
 کچھ فکر نہ ہو دسواس نہ ہو رکھنے کو کچھ بھی پاس نہ ہو
 بس دل میں تمہاری یاد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
 ترے کارن جینا مَرنا ہے رونا ہے، آہیں بھرنا ہے
 برباد ہے دل، برباد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
 بیشک پیرانِ پیر ہے تُو دُکھ درد میں سب کا نصیر ہے تُو

دُکھیاری یہ کیوں ناشاد رہے

تورا قائم سدا بغداد رہے



حضرت میراں محی الدین
الشیخ السید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
دی بارگاہ وچ پنجابی نذرانہ

یا غوثِ الاعظم جیلانی فیض ترا لاٹانی
توں پنج تن دے گھر دا چانن، توں شیخِ حقانی
حسبوں نسبوں سُچا سید، پھل باغِ زہرا دا
توں غوثاں قُطبِاں دا والی، دلیاں دا سرمایہ
تیرے دروازے تے آکے سب نے سیس نواہیا
درسِ داتا توحید دا جگ نوں، کفر تے شرک مٹایا
حضرت میراں! تیرے در تے میں ایسہ لکھیا پایا
ہر کارے را مردے باشد، ہر مردے را کارے
کرن بخلی اہلِ ظاہر، آکھے رب تعالیٰ
حشر دھاڑے کم آوے گا ایسہ مضبوط حوالا
تیری مہر عنایت ورنہ میں کوجھا کس کم دا
توں آقا! توں صاحبِ سائیں! میں باندی آں در دی
سوسو وار میں تھیواں صدقے، لکھ لکھ واری، واری
یکسر محو دلاں تھیں ہوئی حسرت باغِ اِرم دی

لو دیون گے محشر توڑی تیرے نقش نورانی
حضرت میراں عبدالقادر محبوبِ سبحانی
صورت سیرت حسنِ حسینی، بیٹا شیرِ خدا دا
نیکاں پاکاں دی وڈیائی، نبیاں دا ہم سایہ
ناں تیرا ہر پیر نے جھیا، تینوں رب وڈیایا
قرآنی تعلیم تے چل کے، سُنّت نوں اپنایا
اُس کھویا، جو دُور کھلویا، اُس پایا، جو آیا
مُنکر پانی پانی ہوون، عاشقِ لین نظارے
میں جس نوں جو چاہواں دیواں، مُنکر دامنہ کالا
حُبِ نبی تے مہرِ علی دی توں بخشِی جو مالا
پاویں خیرِ غریب نوازا! کھولیں بابِ کرم دا
توں تاجاں تے تختاں والا، میں گولی میں بردی
اِس محبوبی شان تری توں خلقت ہے بلہاری
لے آئی در تیرے شاہا کھچ کے آس کرم دی

جیلانی رنگ آزلوں ملیا، کیوں جاییں ہر بُو ہے
 بے شک تیرے ہتھ پھڑائی، رب نے دُور زَمَن دی
 دادا تیرا حیدر فاتح بدر آتے خیبر دا
 بُریاں نال کریبی کیتی، مندیاں تُوں گل لایا
 ہر کوئی پاوے فیض برابر کیہ ادنیٰ، کیہ اعلیٰ
 ہر قطرے نوں بحر بناوے، ہر ذرہ رُشناوے
 لاویں غم دے شوہ چوں کڈھ کے پل وچ بیڑا بنے
 سچیا تیرے دَر تے آکے مانگت مڑے نہ خالی
 اسیں کنگال غریب نمانے، تیریاں شانناں عالی
 لُج پالا لُج پالیں ساڈی، تُوں لُج پال زَمَن دا
 جے نہ جانیں تُوں لُج پالا سانوں کون سیہانے
 سچیاں دے گھر تھوڑ نہ کائی نظر کرم دی کردے

سانوں وچ فقیری چدے کپڑے ساوے سوہے
 خالی دَر تُوں موڑ نہ سچیا دے خیرات حُسن دی
 نانا تیرا پاک محمد مالک بحر تے بر دا
 خُلق پیغمبر والا اپنی رگ رگ تساں رچایا
 حضرت میراں! تیرے دَر دا ہے دستور نرالا
 تیرا بحر عنایت جس دَم موج اپنی تے آوے
 ساڈی اے سرور تِی کوئی مَنے یا نہ مَنے
 بخشیں دین ایمان، تحفظ، عزت تے خوشحالی
 اسیں وچارے کرماں مارے، تُوں کرماں دا والی
 اسیں ایانے، کو جھے، کملے، تُوں سلطان حُسن دا
 تُوں لُج پال پریتاں والا اسیں غریب نمانے
 تُوں کنعان فقر دا یوسف اسیں قدیمی بردے

خیر جنابوں پاویں سچیا پُر کر دیویں کاسہ
 ایس نصیر ترے لئی شاہا! ہور نہ کوئی پاسہ



حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی چادر

الہی ! سر پہ رہے دستگیر کی چادر
نظر میں ہے شہِ گردوں سریر کی چادر
شریکِ عرسِ مبارک ہوئے ہیں اہلِ صفا
جسے حسین و حسن سے نبی سے نسبت ہو
متاعِ کون و مکاں تار تار میں ہے نہاں
ادب سے لوگ چھوئیں، پھر لگائیں آنکھوں سے
نگاہ و دل ہیں حقیقت کے نور سے روشن
ہمیں نصیب زیارت ہے، اے خوشا قسمت !
کہ پردہ پوش ہے پیرانِ پیر کی چادر
زہے نصیب، ملی دستگیر کی چادر
زمانہ دیکھ لے غوثِ کبیر کی چادر
وہ آ کے دیکھے جنابِ امیر کی چادر
ردائے فقر و ولا ہے فقیر کی چادر
یہ ہے رسولِ خدا کے وزیر کی چادر
کہ ہے یہ مُرشدِ روشن ضمیر کی چادر
کھڑے ہیں سر پہ لیے، اپنے پیر کی چادر

خلوصِ دل سے وہ لایا ہے نذر کرنے کو

قبول کیجئے اپنے نصیر کی چادر



حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بحضور

شاہِ بغداد ! سدا بول ہے بالا تیرا
پرتوِ سورۃِ یسین ، لب و لہجہ تیرا
نبوی ضو ، علوی رنگ ، بٹولی عفت
جوہرِ شبر و شبیر سے پا کر ترکیب
چھپ گئے سامنے اُس کے عرفا ، مثلِ نجوم
یوں تو سب اہلِ ولایت نے مراتب پائے
پا سکا تیرے سوا کون مقامِ مخدع
کر گیا ماند ولایت کے درختاں سب چاند
عہد تک تیرے نہیں تیرا تصرف محدود
قصرِ افضال کے ابواب ہوئے وا تجھ پر
کون سے سلسلہ کو تُو نے مُعطر نہ کیا
قربتِ ذات میں ہے تیرا قیام اور سُجود
ذہنِ تیرہ پہ اُترتی ہے ستاروں کی برات
رنگ والوں کے بھی رنگ اُڑ گئے تیرے آگے

کیوں نہ ہو ، صاحبِ معراج ہے بابا تیرا
ایک شہارۂِ تطہیر ہے چہرا تیرا
حسنِ روپِ حسینی ہے سراپا تیرا
ہو گیا کیا نسبِ رنگِ دوبالا تیرا
مطلعِ فقر پہ خورشید جو چمکا تیرا
پر کسی شخص نے پایا نہیں پایا تیرا
تجھ سے مخصوص ہے یہ رتبہ اعلیٰ تیرا
لاڈلا یہ پسر اے سیدہ زہرا ! تیرا
سچ تو یہ ہے کہ ہر اک عہد ہے شاہا تیرا
نافذ و رائج دارین ہے سکہ تیرا
کون سے گلکدہ میں روپ نہ جھلکا تیرا
عرش کی پاک فضا میں ہیں مُصلّا تیرا
کبھی لاتا ہوں تصوّر میں جو مکھڑا تیرا
ذاتِ بے رنگ نے وہ رنگ جمایا تیرا

تُو ولایت کا وہ دُولہا ہے کہ با عجز و نیاز
 اصفیاء ہیں تری غوثیتِ کبریٰ کے مُقر
 حُسن میں ، علم و جلالت میں ، مسیحاتی میں
 جان و دل وارتی اے یوسفِ یعقوبِ عرب !
 دیکھ کر سیدِ لولاک کا اندازِ جمال
 جُبْنش لب سے ہے ابوابِ اجابت کی کشاد
 اُس نے مخمور کئے بادہ کشانِ وحدت
 جو کہا تُو نے وہ مأمور مَن اللہ ہو کر
 جادۂ رُشد ، ترے شر کی ایک ایک گلی
 ابدیت کی علامت ہے ترا نُورِ جبین
 تُو نے تاریکی طغوت کا دل چیر دیا
 بندہ قادر کا ہے تُو اور ہے قادر کو دوام
 کچھ ملائک بھی ہیں قدرت کی طرف سے مأمور
 تاجداروں کا تصرف ہے زمیں تک محدود
 لرز اُٹھتے ہیں سلاسل کے سفینے سارے
 بخدا مُلکِ ولایت میں رسالت کے بعد
 وہ مُقدّر کے دھنی تھے کہ جنہوں نے پایا
 اولیا پڑھتے ہیں ہر دَور میں سرا تیرا
 ہم اقطابِ جہاں دیتے ہیں پہرا تیرا
 کوئی ثانی نہیں اے دلبرِ زہرا ! تیرا
 دیکھ پاتی جو زُلخا رُخِ زیبا تیرا
 انبیا چوم نہ لیں حشر میں ماتھا تیرا
 رد نہیں کرتی مشیت بھی تقاضا تیرا
 کاسہ وصل سے اک گھونٹ جو چھلکا تیرا
 اپنی خواہش سے نہیں کوئی بھی دعویٰ تیرا
 حلقہ فیض ، وہ درس اور وہ افتا تیرا
 جلوۂ ذات کا آئینہ ہے جلوا تیرا
 ابنِ زہرا ! یہ تدبیر ، یہ کلیجا تیرا
 ہم رہیں یا نہ رہیں ، نام رہے گا تیرا
 کوہِ شہرت پہ بجاتے ہیں جو ڈنکا تیرا
 سرزمینِ دلِ انساں پہ ہے قبضہ تیرا
 قادری آوج پہ چڑھتا ہے جو دریا تیرا
 حشر تک کا جو زمانہ ہے ، وہ تنہا تیرا
 دل نشیں عہد ، وہ اک دَور سُنہرا تیرا

پاک ذہنوں کے لیے رزق ہے سودا تیرا
 طے ازل میں ہوا رشتہ یہی ، میرا تیرا
 سگ لڑے شیر سے ، پائے جو اشارا تیرا
 جھولیاں بھرنے کو گاتے ہیں بدھاوا تیرا
 مُرِ اعزاز بنا نقشِ کفِ پا تیرا
 جس کا سرمایہ ہو لے دے کے بھروسا تیرا
 جس کی نظروں میں ہو دربارِ مُعلّٰی تیرا
 وہ سُہاگن ، جسے آجائے بِلّٰوا تیرا
 تیرے در سے یہ نمک خوار پُرانا تیرا
 گر کہیں لوگ مجھے بندہ رُسا تیرا
 کھٹکھٹاتا ہے وہ آخرِ درِ والا تیرا
 کیوں نہ پھر مہبطِ انوار ہو روضہ تیرا
 ہم غلاموں کے سروں پر رہے سایہ تیرا
 سامنے جس کے رہے اُسوۂ علیا تیرا
 جس کے پاس آنکھ ہے تکتا ہے وہ رستہ تیرا
 اِس پہ کڑھتے ہیں کہ اُونچا ہے ستارا تیرا
 لاکھ سر مارے ، بگاڑے گا کوئی کیا تیرا

باعثِ فخر ہے عاقل کے لیے تیرا جُنوں
 میں غلام اور تُو آقا ، میں سوالی ، تُو کریم
 حکم پر شمع کی لو ، پھیر دے طوفان کا رُخ
 تُو ہے اُمّت کا وہ نوشاہ کہ اقطابِ جہاں
 تھا دلِ ارض میں پامالی پیہم کا ملال
 کیوں نہ بیٹھے وہ ترے در پہ رما کر دُھونی
 بخت اُس کا ہے ، کرم اُس پہ ہے ، توقیر اُس کی
 کیوں فرشتے نہ ستاروں سے بھریں مانگ اُس کی
 اپنے کُچے میں جگہ دے کہ نہ جائے گا کہیں
 میرے نزدیک ، نہیں یہ کسی اعزاز سے کم
 جس پہ ہو جاتے ہیں مخلوق کے دروازے بند
 سبز گنبد کی تجلّٰی سے ہے اُس کا رشتہ
 قبر ہو ، حشر ہو ، یا پُل ہو کہ میزانِ عمل
 وہ بھٹکنے نہیں پاتا کبھی راہِ حق سے
 کیفِ نظارہ سے محروم ہے چشمِ اعلیٰ
 حیف صد حیف کہ کچھ پست نظر ، پست اندیش
 دستِ مشاطہ قدرت نے سنوارا ہے تجھے

تجھ کو کیا فکر ، کوئی تیرا بنے یا نہ بنے
 روک سکتا ہے اُبھرنے سے کوئی سورج کو ؟
 دو سفینوں میں بیک وقت سفر ، ناممکن
 ساتھ رہتی ہے سدا تیرے تعاون کی برات
 جسمِ اعمال برہنہ ہے ، خُدارا اسے ڈھانپ
 گھیر رکھا ہے مجھے بھی شبِ رُسوائی نے
 جس نے دُنیا میں کہا غوث ہیں میرے میرے
 بخت جاگا ، جو تجھے خواب میں دیکھا اک بار
 عقل دی ، علم دیا ، نام دیا ، نسبت دی
 تیر بیکار ہے ، گر ساتھ نہ دے زورِ کماں
 جس نے کھائی ہے ترے نام پہ مٹنے کی قسم
 گر نصیرِ اہلِ ستم پنچہ تُو برتا بند
 شاہِ بطحا ترے ، اللہ تعالیٰ تیرا
 ایک چڑھتا ہوا خورشید ہے چرچا تیرا
 یا تو دُنیا کا رہے بن کے کوئی ، یا تیرا
 نام لیوا کبھی رہتا نہیں تنہا تیرا
 کہ خطا پوش ہے دامنِ مُعلّا تیرا
 میں بھی ہوں منتظر اے صُبحِ تجلّا تیرا
 وہ قیامت میں بھی کہلائے گا ، تیرا تیرا
 کیا مُقدّر ہے کہ جلوہ نظر آیا تیرا
 مجھ سے ناچیز پہ احسان ہے کیا کیا تیرا
 نام میرا ہے ، مگر کام ہے سارا تیرا
 ہے نصیرِ ایک وہ باقاعدہ شیدا تیرا
 ہرگز از دستِ مدہ دامنِ آں ذاتے را



نوٹ: یہ منقبت حضرت فاضل بریلویؒ کی منقبت ”واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا“ سے متاثر ہو کر کہی گئی ہے اللہ کرے بارگاہِ غوثیت میں قبول ہو جائے۔

محسّ در مدح
حضرت سید الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آستار ہے یہ کس شاہِ ذیشان کا ، مرجبا مرجبا قلبِ ہیبت سے لرزاں ہے انسان کا ، مرجبا مرجبا
ہے اثرِ بزم پر کس کے فیضان کا ، مرجبا مرجبا گھر بسا نے مری چشمِ ویران کا ، مرجبا مرجبا
چاند نکلا حَسَن کے شبستان کا ، مرجبا مرجبا

سر کی زینتِ عمامہ ہے عرفان کا ، مرجبا مرجبا جُبّہ تن پر محمد کے احسان کا ، مرجبا مرجبا
رنگ آنکھوں میں زہرا کے فیضان کا ، مرجبا مرجبا رُوپ چہرے پہ آیاتِ قرآن کا ، مرجبا مرجبا
سج کے بیٹھا ہے نوشاہِ جیلان کا ، مرجبا مرجبا

بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا ، آج صَلِّ علی سائباںِ رحمتوں کا لگایا گیا ، آج صَلِّ علی
انبیا اولیا کو بلایا گیا ، آج صَلِّ علی ابنِ زہرا کو دُولہا بنایا گیا ، آج صَلِّ علی
عُرس ہے آج محبوبِ سُبحان کا ، مرجبا مرجبا

آسماں منزلت کس کا ایوان ہے ، واہ کیا شان ہے آج خَلقِ خدا کس کی مہمان ہے ، واہ کیا شان ہے
لَا تَخَفْ کس کا مشہور فرمان ہے ، واہ کیا شان ہے بالیقین وہ شہنشاہِ جیلان ہے ، واہ کیا شان ہے
حق دیا جس کو قدرت نے اعلان کا ، مرجبا مرجبا

ہر طرف آج رحمت کی برسات ہے، واہ کیا بات ہے آج کھلنے پہ قفلِ مہمات ہے، واہ کیا بات ہے
چار سو جلوہ آرائی ذات ہے، واہ کیا بات ہے کوئی بھرنے پہ شکوہِ حاجات ہے، واہ کیا بات ہے
جاگنے کو مُقدّر ہے انسان کا، مرجبا مرجبا

کوئی محوِ فغاں، کوئی خاموش ہے، اب کسے ہوش ہے سازِ مُطرب کی لے نغمہ بردوش ہے، اب کسے ہوش ہے
عقل حیرت کے پردے میں روپوش ہے، اب کسے ہوش ہے بزم کی بزمِ مستی در آغوش ہے، اب کسے ہوش ہے
پی کے ساغرِ علی کے نِہستان کا، مرجبا مرجبا

کیا حسیں منظرِ جود و اکرام ہے، دعوتِ عام ہے اہلِ دل کی نظرِ مستی آشام ہے، دعوتِ عام ہے
حشر تک مدّتِ گردشِ جام ہے، دعوتِ عام ہے دستِ جبریلِ مصروفِ اطعام ہے، دعوتِ عام ہے
کھاؤ صدقہ علی شاہِ مردان کا، مرجبا مرجبا

شمعِ توحید دل میں جلا کر پیو، دل لگا کر پیو شاہِ بطحا کی خیرات پا کر پیو، دل لگا کر پیو
نغمہٴ کاسہٴ وصل گا کر پیو، دل لگا کر پیو آنکھ مہرِ علی سے بلا کر پیو، دل لگا کر پیو
خود پلانے پہ ساقی ہے جیلان کا، مرجبا مرجبا

ہے عجب حُسن کا بانگِ پین سامنے، اک چمن سامنے اہلِ تطہیر ہیں خیمہ زن سامنے، پنجتن سامنے
ہے یہ روئے حَسَن کی پھبن سامنے، یا حَسَن سامنے جلوہ فرما ہیں غوثِ زمن سامنے، صوفِ گلن سامنے
دیکھئے کیا بنے چشمِ حیران کا، مرجبا مرجبا

1- قصیدہ غوثیہ کے مطلع سَقَانِی الْحُبِّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ کی طرف اشارہ۔

گلشنِ مصطفیٰ کی پھبن اور ہے ، قابلِ غور ہے شاہِ ابرار کی انجمن اور ہے ، کیا حسیں دَور ہے
 بُوئے گلدستہ پنچتن اور ہے ، کیا عجب طور ہے شانِ آلِ حسین و حسن اور ہے ، بالیقین اور ہے
 سردی رنگ ہے اس گلستان کا ، مرحبا مرحبا

فقر کی سلطنت طُرفہ سامان ہے ، رحمتِ ایوان ہے جس کے زیرِ نگین قلبِ انسان ہے ، عجزِ عنوان ہے
 کس کا دستِ نظر کاسہ گردان ہے ، عقلِ حیران ہے اک ولیِ زیب اور نگِ عرفان ہے ، واہ کیا شان ہے
 سر جھکے ہے یہاں میر و سلطان کا ، مرحبا مرحبا

ہر گھڑی مہرباں ذاتِ باری رہے ، فیض جاری رہے خاکِ بوسی پہ بادِ بہاری رہے ، فیض جاری رہے
 عالمِ کیف میں بزمِ ساری رہے ، فیض جاری رہے نیخودی تیرے مستوں پہ طاری رہے ، فیض جاری رہے
 مینہ برستا رہے تیرے احسان کا ، مرحبا مرحبا

عرشِ اسرار تک جس کی پرواز ہے ، طُرفہ انداز ہے عِلیمِ لاہوت کا حاصلِ اعزاز ہے ، طُرفہ انداز ہے
 زہد و تقویٰ میں یکتا و ممتاز ہے ، طُرفہ انداز ہے آبروئے چمنِ قامتِ ناز ہے ، طُرفہ انداز ہے
 پیرِ مہرِ علی قُطبِ دوران کا ، مرحبا مرحبا

گولڑے کی زمیں کتنی مسعود ہے ، خطّہ جُود ہے ابنِ مولا علی جس میں موجود ہے ، خطّہ جُود ہے
 کیا حسیں منظرِ شانِ معبود ہے ، خطّہ جُود ہے ہر ایازِ اس کا ہمدوشِ محمود ہے ، خطّہ جُود ہے
 اوج پایا ہے برجیس و کیوان کا ، مرحبا مرحبا

تیرے دیوانے حاضر ہیں سرکار میں، آج دربار میں سر جھکائے جناب گنہگار میں، آج دربار میں
بن کے سائل تری بزمِ انوار میں، آج دربار میں یوسفِ مصرِ دل تیرے بازار میں، آج دربار میں
جشن ہے کیا دل افروز عرفان کا، مرجبا مرجبا

در بدرِ مفت کی ٹھوکریں کھائے کیوں، ہاتھ پھیلانے کیوں مانگنے کوئے اغیار میں جائے کیوں، ہاتھ پھیلانے کیوں
اُسکے ناموسِ غیرت پہ حرف آئے کیوں، ہاتھ پھیلانے کیوں دل قناعت کی ضوسے نہ چمکائے کیوں، ہاتھ پھیلانے کیوں
جو نمک خوار ہو پیرِ پیران کا، مرجبا مرجبا

شاہِ جیلاں کی چو کھٹ سلامت رہے، تاقیامت رہے نقشِ پا کا چمن پُر کرامت رہے، تاقیامت رہے
خلعتِ اجتہادِ زیبِ قامت رہے، تاقیامت رہے سر پہ ولیوں کا تاجِ امامت رہے، تاقیامت رہے
سلسلہ غوثِ اعظم کے فیضان کا، مرجبا مرجبا

وارثِ خاتمِ المرسلین آپ ہیں، بالیقین آپ ہیں قصرِ زہرا کا نقشِ حسیں آپ ہیں، بالیقین آپ ہیں
دینِ برحق کے مَحی و مُعین آپ ہیں، بالیقین آپ ہیں بزمِ عرفاں کے مسند نشین آپ ہیں، بالیقین آپ ہیں
ہر ولی طفل ہے اسِ دبستان کا، مرجبا مرجبا

منظرِ ذاتِ ربِّ قدیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں کاروانِ کرم کے امیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
شاہِ بغدادِ پیرانِ پیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں اسِ نصیرِ حزیں کے نصیر آپ ہیں، دستگیر آپ ہیں
کوئی ہمسر نہیں آپ کی شان کا، مرجبا مرجبا



در مدح حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ

حق ادا و حق نما بغداد کی سرکار ہے
مرجع اہل صفا بغداد کی سرکار ہے
اتباعِ اُسوۂ خیرالواری میں عمر بھر
جس کی حق گوئی سے اہل شرک و بدعت کانپ اٹھے
میری تیری حمد میں حرص و غرض بھی ہے شریک
قاضی الحاجات کے در پر رہا جو سجدہ ریز
شب کی تاریکی میں تنہا، دست بستہ، اشک بار
دن کو مصروفِ عبادت، شام کو سرگرمِ ذکر
اولیا کے ساتھ اطلاقِ ولایت میں شریک
علم و حکمت میں علی مولیٰ کا سجادہ نشین
کیا نبوت کے جہانوں میں ہے ذاتِ مصطفیٰ
جہل کی بنجر میں کو جس نے جل تھل کر دیا
قدرتیں پائیں، مگر قدرت پہ اترایا نہیں
ہاتھ اٹھتے تھے مگر مولیٰ کی مرضی دیکھ کر
دین کو کس نے کیا زندہ جب اٹھا یہ سوال
کیا تجھے بتلاؤں، کیا بغداد کی سرکار ہے
سربراہِ اولیا بغداد کی سرکار ہے
پیکرِ خوفِ خدا بغداد کی سرکار ہے
ترجماںِ توحید کا بغداد کی سرکار ہے
لائقِ حمدِ خدا بغداد کی سرکار ہے
عجز کی وہ انتہا بغداد کی سرکار ہے
حاضرِ بابِ عطا بغداد کی سرکار ہے
شب کو محوِ التجا بغداد کی سرکار ہے
شان میں سب سے جدا بغداد کی سرکار ہے
رازدارِ ہل اتنی بغداد کی سرکار ہے
فقر کی دُنیا میں کیا بغداد کی سرکار ہے
علم کی ایسی گھٹا بغداد کی سرکار ہے
شرحِ تسلیم و رضا بغداد کی سرکار ہے
واقفِ سِرِّ دُعا بغداد کی سرکار ہے
کہ اٹھی خلقِ خدا، بغداد کی سرکار ہے

ذاتِ باقی پر مٹا کر اپنی فانی ذات کو
منبعِ حُبِ نبی، سرچشمہٴ مہرِ علی
انبیا کو ناز جس پر، اولیا کو جس پہ فخر
جس کے ہاتھوں پر ہوئیں ظاہر کراماتِ کثیر
عقلِ ظاہر جس کی چوکھٹ پر گر گرتی ہے جبین
عبدِ قادر ہے مگر قادر نے وہ بخشا مقام
آج بھی پاتے ہیں اربابِ طلب در پردہ فیض
جس کی صورت دیکھنے سے یاد آ جائے خدا
اُونچے اُونچوں نے سر آنکھوں پر لیا جس کا قدم
جو خدا کا نام لے کر شرک سے ٹکرا گئے
پیر تیرا کون ہے محشر میں جب پوچھا گیا
نقشبندی سروردی ہوں کہ چشتی سب کے سب
وعظ فرماتا رہا منبر پہ جو چالیس سال
برسرِ منبر تکلم سن کے بول اُٹھتے عرب
چاہنے والوں کے دل میں، آنکھ میں، ادراک میں
دل نے پوچھا کون ہے ولیوں سے رُتبے میں بڑا
کیا بگاڑے گی ترا، سر مار لے دُنیا نصیر

دھر میں نقشِ بقا بغداد کی سرکار ہے
وارثِ آلِ عبا بغداد کی سرکار ہے
صاحبِ بختِ رسا بغداد کی سرکار ہے
حیرتوں کی انتہا بغداد کی سرکار ہے
ایسی قدرتِ آزما بغداد کی سرکار ہے
مرکزِ رُشد و ہدٰی بغداد کی سرکار ہے
کیا عطا کا سلسلا بغداد کی سرکار ہے
ایسا عبدِ حق نما بغداد کی سرکار ہے
وہ انوکھا پیشوا بغداد کی سرکار ہے
کربلا والے ہیں یا بغداد کی سرکار ہے
میں نے برجستہ کہا بغداد کی سرکار ہے
مقتدی ہیں، مقتدی بغداد کی سرکار ہے
وہ خطیبِ حق نوا بغداد کی سرکار ہے
ہیں علی، یالِب کُشا بغداد کی سرکار ہے
جلوہ فرما جا بجا بغداد کی سرکار ہے
غیب سے آئی ندا بغداد کی سرکار ہے
پُشت پر تیری سدا بغداد کی سرکار ہے



درمدح

پیرانِ پیر حضرت محبوبِ سبحانی الشَّیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السَّامی

نہ پہنچے تجھے اولیا غوثِ اعظم
جلالِ علی مرتضیٰ غوثِ اعظم
شبیبِ حَسَنِ مجتبیٰ غوثِ اعظم
اُٹھائیں جو دستِ دعا غوثِ اعظم
کہ ہیں ابنِ مُشکل کُشا غوثِ اعظم
ودیعت ہوئے تجھ کو یا غوثِ اعظم
ہیں ایسے جگت پیشوا غوثِ اعظم
ذرا کہہ کے تو دیکھ یا غوثِ اعظم
مرا پیر تیرے سوا غوثِ اعظم
ذرا اپنی صورت دکھا غوثِ اعظم
کبھی خواب ہی میں تو آ غوثِ اعظم
ترے در سے تیرے گدا غوثِ اعظم
کرم کیجیے آج یا غوثِ اعظم
میں لے کر ترا آسرا غوثِ اعظم
کوئی اور تیرے سوا ”غوثِ اعظم“
کجا یک فقیر و کجا غوثِ اعظم

تری شان سب سے جدا غوثِ اعظم
جمالِ رسولِ خدا غوثِ اعظم
مزاجِ حسین ابنِ زہرا کے وارث
اجابت بڑھے پیشوائی کو آگے
نہ کیوں حل ہوں مُشکل سے مُشکل مسائل
رسولوں کے انداز، نبیوں کے تیور
زمانے کا ہر پیر زیرِ قدم ہے
پہنچتی ہے پھر کیسے نصرتِ خدا کی
نہیں ہے کوئی اور سارے جہاں میں
ذرا جلوۂ مصطفیٰ میں بھی دیکھوں
ترا دورِ افسوس پایا نہ میں نے
نہ اُٹھے ہیں خالی، نہ اُٹھیں گے خالی
عنایت سے بھر دیجیے میری جھولی
مصائب کے طوفان سے ٹکرا رہا ہوں
ہوا ہے نہ ہو گا نہ ہے اس جہاں میں
کجا یک گدا و کجا شاہِ جیلاں

سناؤں نہ کیوں ان کو افسانہ دل
 اگر ان سے لو درسِ توحیدِ تُم بھی
 کہ ہیں میرے درد آشنا غوثِ اعظم
 تو کر دیں تمہیں کیا سے کیا غوثِ اعظم
 کہ ہیں قبلہ حق نما غوثِ اعظم
 نصیر آج آیا ہے بن کر سوا
 اسے بھی ملے بھیک یا غوثِ اعظم



محضور

جگر گوشہ بتول، عطائے رسول، سلطانِ الہند، غریب نواز
حضرت سید معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز

ادب سے عرض ہے با چشمِ تر غریب نواز !
مرے جنوں میں ہو تم مُستتر غریب نواز !
بہت دنوں سے ہے ذوقِ سفر، غریب نواز !
جنہیں ہوس ہے اُنہیں سیم و زر، غریب نواز !
نوازیے مجھے جلدی نوازیے خواجہ
معینِ دین، رسالت بھی ہے، ولایت بھی
تمہارے نام پہ مٹتے رہیں گے دیوانے
جنہیں نصیب گدائی تمہارے در کی ہے
وہ کم نظر ہیں نہ دیکھیں تمہیں جو اُلفت سے
بہ فیضِ حضرتِ پیرانِ پیر و آلِ عبا
زہے نصیب، دو گونہ عروج حاصل ہے
خبر نہیں کہ غریبوں کا حشر کیا ہوتا

ادھر بھی ایک اُچلتی نظر، غریب نواز !
مرا جنوں ہے تمہاری خبر، غریب نواز !
نگاہِ شوق میں ہے رہنزر، غریب نواز !
ادھر تو صرف کرم کی نظر، غریب نواز !
نہ دیکھے مرے عیب و ہنر، غریب نواز !
کہ مُبتدا ہیں محمد، خبر، غریب نواز !
نہ مٹ سکے گا تمہارا اثر، غریب نواز !
غنی رہیں گے وہی عمر بھر، غریب نواز !
وہ بے بصر ہیں، اُنہیں کیا خبر، غریب نواز !
تمہارے سائے میں ہے، گھر کا گھر، غریب نواز !
ادھر مرے شرِ جیلاں، ادھر غریب نواز !
خدا تمہیں نہ بناتا اگر ”غریب نواز“

تمہارے دَر سے قیامت ہی اب اُٹھائے گی
 مرے مذاقِ طلب کی بھی لاج رہ جائے
 یہاں سے جائیں تو جائیں، کدھر غریب نواز!
 یہ منحصر ہے کرم آپ پر، غریب نواز!
 نہیں ہے آہ مری بے اثر، غریب نواز!
 کمالِ فخر سے اُونچا ہے سر، غریب نواز!
 سرِ نیاز کو تُم نے بُلندیاں بخشیں

نصیر! خواجہ اجمیر اس لیے ہیں کریم
 کہ ہے ازل سے محمد کا گھر ”غریب نواز“



مختصر

سُلطانُ الہند، عطاءے رسول، خواجہ خواجگان
حضرت سید معین الدین حسن سبزی چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز

دل رُبا، دل نشیں، معین الدین
واقفِ سرِ دیں معین الدین
زُبدۃ العارفین، معین الدین
ہو گئی اُن سے دین کی تجدید
رہبرِ سالکانِ راہِ طلب
ہم نے ہر سو نگاہ دوڑائی
جس نے چوے ترے قدم اک بار
لوحِ ہستی پہ جگمگاتے ہیں
تُم سے روشن ہے جادۂ اُفت
بات ہر اک تمہاری مثلِ گُہر
غم و آلام نے جہاں گھیرا
یاد آئے وہیں، معین الدین
خادمِ آستانِ عالی ہے

یہ نصیرِ حزیں، معین الدین



درمدح

نائب وعطاءے رسول فی الہند خواجہ خواجگاں

حضرت خواجہ سید معین الدین حسن سجزی اجمیری

تم ہو جگت مہاراج معین الدین	سرتاجن کے تاج معین الدین
راکھو راکھو لاج معین الدین	آن پری ہوں تھرے دوارے
بگرے سنوارو کاج معین الدین	تم ہو آلِ علی و زہرا
بھاگ جگا دو آج معین الدین	صدقہ پیر ہارونی کا
ہند پہ تورا راج معین الدین	شاہ شاہاں اجمیر کے خواجہ
حسن کے پکھراج معین الدین	غیر کا منہ کاہے کو دیکھوں
تم بحرِ موج معین الدین	میں بے آب حقیر سا قطرہ
فقر کی ہے معراج معین الدین	تھرے پاؤں میں سر رکھ دینا
پتا سٹو موری آج معین الدین	تم ہی تو ہو اک مورے ساجن
تم ہو مورے سرتاج معین الدین	کیوں نہ چپوں میں نام تمہارا
تم ہو گریب نواج معین الدین	میں ہوں ایک گریب بھکارن
میں زردھن محتاج معین الدین	تھرے دوار بناکت جاؤں
لیکے اٹھوں گی آج معین الدین	میں کیوں جاؤں در سے خالی

رکھ لو حسین و حسن کے صدقہ

اپنے نصیر کی لاج معین الدین

بجصورِ خواجہ بزرگ

حضرت خواجہ سید معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ

مرا جہاں میں ظہور و خفا مُعینی ہے میں وہ ہوں جس کی فنا و بقا مُعینی ہے
 ہم اہلِ چشت ہیں خواجہ کے چاہنے والے ہمارے شہر کی آب و ہوا مُعینی ہے
 گھلا ہوا ہے درِ غوثِ پاک و خواجہ مُعین یہ قادری تو وہ دارُ الشفا مُعینی ہے
 ولائے خواجہ سے سرشار ہیں تمام ولی خدا گواہ کہ ہر با خدا مُعینی ہے
 جلو میں اپنے ہجومِ تجلیات لیے یہ کوئی قادری بیٹھا ہے، یا مُعینی ہے
 گدائے خواجہ اجمیر ہوں بحمدِ اللہ مری حیات کا رنگِ غنا مُعینی ہے
 برے طریق سے خارج ہے مصلحتِ کوشی فقیر، قول و عمل میں گھلا مُعینی ہے
 مثالِ آئینہ شفاف ہے مری فطرت خدا کا شکر کہ جوہر مرا مُعینی ہے
 مری سرشت میں شامل ہے خوئے بُت شکنی مرا مزاج بہ فضلِ خدا مُعینی ہے
 مُعینوں کا تو شیوہ ہے قُربتوں کا فروغ جو دُوریاں نہ مٹا دے وہ کیا مُعینی ہے
 یہ ناقدانہ مخاطب بجا، مگر حضرت! رہے خیال کہ بندہ ذرا مُعینی ہے
 وہ جس نے پھول کھلائے ہیں لفظ و معنی کے وہ ایک شاعرِ رنگیں نوا مُعینی ہے

نصیر دینِ متین خود کو کر دیا ثابت
 نصیر! تُو تو بڑے کام کا مُعینی ہے



محضور

حضرت مولنا جلال الدین بلخی رومی رحمۃ اللہ علیہ

پیر رومی، آں معارف دستگاہ
 خضر منزل بہر ہر گم کردہ راہ
 مُرشدِ پاکان و مخدوم زَمَن
 آں بہ تنہائی، سراپا انجمن
 گرمی فکرش، مثالِ آفتاب
 مستفید از نفع او ہر شیخ و شاب
 پیر رومی عکسِ حُسنِ مطلق است
 او دلیلِ حق، دلیلِ او حق است
 از تقيّد گوہرِ اطلاق چید
 جلوہ تنزیہ، در تشبیہ دید
 آدمی را آگہی از خویش داد
 در نہادِ عبد، طرحِ حق نہاد
 خَمِ سِرِ اقبال پیشِ فکر او
 وقفِ مستی فطرتش از ذکرِ او
 اعترافِ عظمتش با صد نیاز
 کرد اقبال، از سِرِ تحصیلِ ناز
 چوں ز شعرش مستی و حال آیدم
 رشک بر اقبالِ اقبال آیدم
 مُرشدِ خود گفت رومی را چرا
 زانکہ آید از دَمَش بُوئے خدا
 اِتباعش بندہ را عالی کند
 پیروش تا حشر اقبالی کند

شادباش اے مظہرِ بابِ علوم

آشنائے رمزِ عشق اے پیرِ روم!

اے جلال الدیس! امیرِ قونیہ
 بایزیدِ حُجرہ ایمانیاں
 کعبہٴ مستی، دو چشمِ مستِ تو
 سینہٴ ات، گنجینہٴ اسرارِ ذات
 تشنگانِ شوق را کالمِ دہی
 سبزہٴ ہا اندر زمینِ مُردہ رُست
 باشد ارشادِ تُو اندازِ ہا
 من کہ باشم تابہ دامنِ رسم
 تُو سوارِ تُو سنِ مُلکِ بقا
 در دو چشمِ گوہرِ غلطانِ اشک
 سینہٴ ات روشن ز انوارِ خدا
 در نگاہت، جلوہٴ رُوئے کسے
 ذوقِ تو ذوقِ بُنید و بایزید
 دستِ تو در وجد، سوئے آسمان
 پائے تو در وجد و مستی جا بجا
 چشمِ تُو بر حُسنِ مُطلق گشتہ وا
 سیدُ العُشاق و پیرِ قونیہ
 اے جُنید و شبلی رُوحانیاں
 اے گُشاؤ کارِ ما، از دستِ تو
 اے دلتِ معمور، از انوارِ ذات
 وز خُمتانِ ازل جائے دہی
 برتر از حدِ تحیلِ مدحِ تُست
 لفظ و معنی را بہ فکرِ ت، نازِ ہا
 یا بہ گردِ راہِ جولانتِ رسم
 من بخاکِ اُفتادہٴ حرص و ہوا
 چشمِ من محروم از بارانِ اشک
 سینہٴ ام تاریکِ محض و بے ضیا
 در نگاہم، صورتِ خار و خسے
 ذوقِ من نا معتبر، اے صُبحِ عید
 دستِ من بہرِ دُعائے آب و نال
 پائے من از تنگِ دستی، جا بجا
 چشمِ من از خوابِ مُطلق پَر گشا

السلام اے منبعِ فیضانِ عشق السلام اے نازشِ پاکانِ عشق
 السلام اے مرکزِ پرکارِ وجد السلام اے گرمیِ بازارِ وجد
 السلام اے مُرشدِ رُوحانیاں السلام اے قبلہٗ یزدانیاں
 السلام اے مُدرکِ سرِّ حیات اے حقائقِ آگہِ ذات و صفات
 السلام اے درِ عطا دستِ تویم
 اے جینتِ مطلعِ صُبحِ کرم



در مدح
 سُلطان الزّاحدین فرید الملت والحق والدین
 حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قریشی فاروقی قدس سرہ

ہوئے ہیں دیدہ و دلِ محو شانِ گنج شکر زہے نصیب ، ملا آستانِ گنج شکر
 وہ بھڑ دیکھیے ، وہ آستانِ گنج شکر نظر کے سامنے ہیں ، زائرانِ گنج شکر
 فلک پہ اوجِ ثریا ، نشانِ گنج شکر کل اولیا میں نرالی ہے شانِ گنج شکر
 مجھے ہی فخر نہیں ہے نیازِ مندی کا ہیں سارے جن و ملک ، مدحِ خوانِ گنج شکر
 سدا بہار ہیں اس کے تمام غنچہ و گل خزاں کی زد میں نہیں ، گلستانِ گنج شکر
 مٹھاس شد کی ایک ایک حرف میں اُن کے نبات و قد سے شیریں ، زبانِ گنج شکر
 عجیب بھڑ ہے قصرِ جنان میں حشرِ نما جدھر بھی دیکھو ، اُدھر عاشقانِ گنج شکر
 لطیف تر ہیں عروج و نزول کی باتیں سنائے جائے کوئی ، داستانِ گنج شکر
 حصولِ قُربِ الہی تھی منزلِ مقصود رُکا نہ اور کہیں کاروانِ گنج شکر
 انہیں کے باغ کے گل ، صابر و نظام الدیس بے ہیں دل میں مرے ، دلبرانِ گنج شکر
 جو ان کے دوست ہیں ، وہ سُرخرو بہاں میں ہیں ذلیل و خوار ہوئے ، دشمنانِ گنج شکر
 جدھر بھی دیکھیے ، ہے سامنے تجلّی ذات جہانِ طور ہے یکسر ، جہانِ گنج شکر

نصیر ! اپنی سی کوشش قلم نے کی ، لیکن

تمام ہو نہ سکی ، داستانِ گنج شکر



درمدح

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

مژدہ تسکینِ فزا گنجِ شکر کا عرس ہے
 زہد میں کیا دھوم ہے گنجِ شکر کی چارو
 جس کو ہو شوقِ لقا آتا ہے وہ آخر یہیں
 اک بہشتِ امن ہے دروازہ بابا فرید
 عمر بھر جس نے ملایا عبد کو معبود سے
 لوگ آتے ہیں یہاں حق سے تعلق جوڑنے
 پاؤں دھرنے کو جگہ ملتی نہیں ہے شر میں
 یا تو پھر بغداد میں ہے بارگاہِ دستگیر
 غمزدوں کا آسرا گنجِ شکر کا عرس ہے
 محفلِ ہستی میں کیا گنجِ شکر کا عرس ہے
 اس تڑپ کی انتہا گنجِ شکر کا عرس ہے
 باعثِ دفعِ بلا گنجِ شکر کا عرس ہے
 آج اُس مردِ خدا گنجِ شکر کا عرس ہے
 درسِ پیمانِ وفا گنجِ شکر کا عرس ہے
 بھیڑ یہ کیسی ہے کیا گنجِ شکر کا عرس ہے؟
 اہلِ دل کی عید یا گنجِ شکر کا عرس ہے

کھینچتا تھا مجھ کو رضواں خلد کی جانب نصیر
 وہ تو میں نے کہہ دیا گنجِ شکر کا عرس ہے



درمدح

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

جانشینِ قطب و دلبرِ عمر کا عرس ہے
ہر طرف سے اُٹھ رہا ہے نعرہٴ حق یا فرید
لوگ پلکوں کی طرح صف بستہ ہیں گردِ مزار
چشتیو! آؤ ذرا دیکھیں اجودھن کی بہار
سج رہا ہے آج دلہن کی طرح شہرِ فرید
جس کی چوکت پر جھکے دیکھے شہنشاہوں کے سر
غوثِ اعظم کا نظر آتا ہے توحیدی جلال
قادری جلووں میں شامل ہیں فریدی رنگتیں
آج زُہدِ الانبیا گنج شکر کا عرس ہے
کیا انوکھی آن، کس شانِ دگر کا عرس ہے
خواجہ اجمیری کے منظورِ نظر کا عرس ہے
اوج پر ہیں رونقیں، کس کردِ فر کا عرس ہے
نور کی بارش میں بھگے بام و در کا عرس ہے
فقر کی دنیا کے ایسے تاجور کا عرس ہے
سارے عرسوں سے جدا گنج شکر کا عرس ہے
یوں لگے ہے جیسے یہ اپنے ہی گھر کا عرس ہے

مجھ سے گر پوچھے کوئی تو شمع کی لو پر نصیر
رقصِ پروانہ بھی گویا لمحہ بھر کا عرس ہے



مختصر
مظہرِ جلال و جمالِ یزدانی، مخدوم ابرارِ چشتیاں، سلطانِ المشائخ
حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الہی زری زرخش بدایونی دہلوی
قدس سرہ السامی

تیرے در پر میں آیا ہوں خواجہ، میرا تجھ بن سہارا نہیں ہے
تیرے دیدار کی آرزو ہے، اور کوئی تمنا نہیں ہے
میں نے دیکھے حسینانِ عالم، کوئی تم سا انوکھا نہیں ہے
جب سے دیکھی ہے صورت تمہاری، کوئی نظروں میں چجتا نہیں ہے
میں ترے در کا ہوں اک سوالی، کوئی ہے میرا وارث نہ والی
پھیرنا در سے سائل کو خالی، یہ کریموں کا شیوا نہیں ہے
ان گداؤں کا کیا، یہ گدا ہیں، شاہ بھی تیرے در پر فدا ہیں
فیض جس پر نہ ہو تیرا خواجہ! کوئی دُنیا میں ایسا نہیں ہے
کیوں دُوئی کا یہاں ہو گُماں بھی، ہے بہارِ مدینہ یہاں بھی
دیکھ لے شہرِ خواجہ کی گلیاں، جس نے طیبہ کو دیکھا نہیں ہے
اُن کی آمد کا ہوں انتظاری، جان و دل سے ہوں اُن پر میں واری
لے اجل! آئی اُن کی سواری، یہ حقیقت ہے، دھوکا نہیں ہے

اک کرشمہ ہے اُن کی نظر میں، اک کشش چشمِ جاؤ اثر میں
 دیکھ لے جو بھی اک بار اُن کو، اُس کو پھر چین ملتا نہیں ہے
 منتظرِ ان کی رحمت کے رہے، فیضِ روحانیاں اس کو کیے
 مانگ کر یہ بھی دیتے ہیں رب سے، یہ عنایت ہے، سودا نہیں ہے

میرے خواجہ کا یہ آستان ہے، بٹ رہا ہے محمد کا صدقہ
 کوئی دامن تو پھیلا کے دیکھے، کون کہتا ہے، ملتا نہیں ہے

کیا خبر تجھ کو کیا ہے عقیدت، جان لیوا ہے رسمِ محبت
 یار کے نام پر سر کٹانا، عاشقی ہے، تماشا نہیں ہے

جام و ساغر تو اپنی جگہ ہیں، پینے والے سمجھتے ہی کیا ہیں
 جس کو وہ اک نظر سے پلا دیں، اُس کو پھر ہوش آتا نہیں ہے

دل سے میں نے دُعا کی ہے اکثر، زیست کٹ جائے خواجہ کے در پر
 دُور ہوں، ہائے میرا مقدر، میری قسمت میں ایسا نہیں ہے

میرا حصہ یہیں ہے ازل سے، کس لیے میں کہیں اور جاؤں
 میرے خواجہ کی چوکھٹ سلامت، اس درِ پاک پر کیا نہیں ہے

پی لیا جامِ توحید میں نے، یہ کرم ہے نصیرِ ان کے در کا
 مانگنے غیر کے در پہ جانا، میری غیرت نے سیکھا نہیں ہے



در مدح

دارث فقر سلیمانی، تاجور اقلیم روحانی، مخدوم ارباب نظر

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ السامی

حق جلوہ و حق شانی، بہ شکل نورانی
 اے مرکزِ محبوبی، بہ کنعانِ خوبی
 نازد بہ تو دانائی، ز فرطِ آگاہی
 تُو شمسِ سیال آستی، سلیمانِ تمکینی
 ہستند جیا طبعاً، بہ پشتِ سراگلن
 اسرارِ طریقت را، وجودت تشریح
 ہر کس کہ دے ورزد، خیالِ رویت را
 گر بے سرو سامانم، ندارم اندوہ
 سطحِ کہ و مہ باشد، بچشمِ تو یکساں
 ہرگز ندہم دستے، بدستِ ہر پستے
 دارد دلم از فطرت، نیازِ مقبولاں
 در حیطہ تحریرم، نیاید اوصافت
 قربانِ جمالِ تُو، حواسِ انسانی
 اقلیمِ بکویِ را، مبارکِ سلطانی
 زبید بہ تُو دارائی کہ شمسِ خوبانی
 دادند ترا تاجے، ز فقرِ سلمانی
 سودند ادبِ اصلاں، بختِ پیشانی
 بیدار نگاہاں را، کتابِ عرفانی
 گردد دل او روشن، ز نورِ ایمانی
 کز بہر تہی دستاں، تُو ساز و سامانی
 درویش و غنی را ہم سراپاِ احسانی
 نازم کہ بود دستم، بدستِ لاثانی
 اے خواجہ! قبولم کن، برائے درباری
 انگشتِ بدندانم، بہ گنجِ حیرانی

چوں مر علی جوید، نصیر از درگاہت

فیض کہ بہ او دادی، ز شاہِ جیلانی



مختصر

مظہر جلالِ یزدانی حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد
صابر کلیری گیلانی قدس سرہ

عاشقانِ ذاتِ حق کا مدعا، کلیر میں ہے
روشنی کی ایک نورانی فضا، کلیر میں ہے
صابری میخانے میں بٹی ہے عرفاں کی شراب
ہے بہار افزا علاء الدین صابر کا جمال
ہر نفسِ دل پر آلمِ نَشْرَحِ ہوئے جاتے ہیں راز
دیدہ و دل حیرتی ہیں، دیکھ کر جلووں کا حال
کشتیِ اہلِ صفا سے دُور ہے موجِ بلا
جا بجا دھونی رمائے بیٹھے ہیں اہلِ طلب
جلوہ گر ہیں کاکی و گنجِ شکر، سلطانِ ہند
جو تلاشِ حق میں سرگرداں ہیں وہ آئیں ادھر
قصرِ باطل کیوں نہ خاکستر ہو اس کی آنچ سے
دیکھ لو خود اپنی آنکھوں سے وہاں جا کر نصیر!

غوثِ اعظم کا سجیلا دلربا، کلیر میں ہے
جلوہ گر صابر ہے، شمعِ مصطفیٰ کلیر میں ہے
واقعی پینے پلانے کا مزا کلیر میں ہے
یہ مدینے کا شجر، پھولا پھولا، کلیر میں ہے
معرفت کی ایسی پاکیزہ فضا کلیر میں ہے
کیا بتاؤں پوچھنے والوں سے، کیا کلیر میں ہے
بحرِ عرفانِ خدا کا ناخدا، کلیر میں ہے
وہ مزا کاشی میں کب ہے، جو مزا کلیر میں ہے
دہلی و اجمیر کا روشن دیا، کلیر میں ہے
جو خدا تک لے چلے، وہ باخدا کلیر میں ہے
شعلہٴ جاہ و جلالِ مُرتَضٰی، کلیر میں ہے
جلوہٴ حق کی تجلی جا بجا کلیر میں ہے



در رثائے رونق بزمِ چشت، شیخ الاسلام
حضرت خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

عارفِ حق ، زبدۂ اہلِ نظر	آں سپرِ دینِ محکم را قمر
حیف، آں سرمایۂ اختیار رفت	ساقی میخانۂ ابرار رفت
دامنِ دل باز دردش چاک چاک	در فراقش سینہ ہا اندودہ ناک
پرتوِ رُوئے ضیاء العارفین	افتخارِ دودمانِ شمسِ دین
خوش نہاد و عمدۂ الاوصاف بود	در صفات، آئینہ اسلاف بود
ذاتِ او آئینہ دارِ معرفت	بحرِ ناپیدا کنارِ معرفت
یادگارِ اصفیا و اتقیا	عصرِ حاضر را امام و پیشوا
عالمِ موضوع و محمول آمدہ	جامعِ معقول و منقول آمدہ
زیست مارا، زہر اندر کام ریخت	اشکِ خوں از دیدۂ ایام ریخت
آں فدائے صاحبِ شق القمر	جہمِ اش بر عقبۂ خیر البشر
آں کہ نورِ حق ز سیمایش جلی	در دلش حُبِ نبی، مہرِ علی

سینہ اش معمور، از یادِ رسول
 آں به وسعتِ سرحدِ امکانِ علم
 مردِ میداں، عاشقِ دینِ نبی
 آں به عالمِ حامیِ دستورِ حق
 محورِ فکرش، نظامِ مصطفیٰ
 حفظِ ناموسِ نبی، ایمانِ او
 فطرتش حق گوئی و حسنِ عمل
 رمزِ سنج و نکته یاب و دیدہ ور
 نو بہارِ آبرو زارِ حیات
 تمکنتِ رفتارِ لیش، عالمِ شکار
 مثلِ قلزمِ علم و حلمش بے کراں
 صاف دل با سینہ بے کینہ اے
 برلبش حرفِ نیامد ناسزا
 نوعِ انساں را گرامی داشته
 خلق را از خلقِ خود بنواخته
 اہلِ گیتی را نصیب از نعمتش
 عاشقِ اصحاب و اولادِ رسول
 آں بہ خوبی، یوسفِ کنعانِ علم
 مقصدش ترویجِ آئینِ نبی
 برلبانش نعرہٗ منشورِ حق
 در نگاہِ او مقامِ مصطفیٰ
 جنگ با حق دشمنان، اعلانِ او
 بے نیاز از فکرِ اسباب و علل
 موجِ لفظش از گہر تابندہ تر
 بود تصویرِ سلف، اندر صفات
 شیوہٗ غم خواریش، اجداد وار
 بود ہنگامِ سخن، کوثرِ بیاں
 رفتگانِ پیش را، آئینہ اے
 از زباں ہم نرم، با خلقِ خدا
 آدمی را، آدمی پنداشته
 جائے خوش در مردک ہا ساختہ
 روز و شب اندر طوافِ حضرتش

جَدِّ اَوْ قَطْبِ زَمیں، غوثِ زماں خواجہ شمس العارفیں، شمسِ جہاں
 آستانش سالکاں را مُستَقَرِّ گردِ راہش، سُرْمَہِ اہلِ نَظَرِ
 بُود دَسِتِ جُودِ اَوْ عَالَمِ پناہ معرفتِ درگاہ و عرفاں دستگاہ
 وارثِ انوارِ آلِ شمسِ ہدات شد قمر در ذات و ہم اندر صفات
 باشد ایں قانونِ فطرتِ معتبر جانشینِ شمسِ می باشد، قمر
 شمسِ چوں پوشیدہ گردد از نظر آسماں را رونق افزاید قمر
 زو فروغِ ثابت و سیارِ هست بر زمیں ہم بارشِ انوارِ هست
 باشد ایں تنویر، مخصوصِ قمر ہر دورا ربطیست باہم بیشتر
 وارثِ فیضانِ شمسِ آمدِ قمر ایں حقیقت را بداند ہر بشر
 ورِ زمنِ پُرسی بگویم فاش تر دیدنِ شمسِ است، دیدارِ قمر
 شکرِ ایزد، کایں دو چشمم بارہا شد ز دیدارِ قمر، شمسِ آشنا
 من ضیائے شمسِ دیدم، در قمر گشتہ ام از جلوہ ہالیش بہرہ ور

بادِ یارب! مطلعِ قلب و نظر
 کاسبِ تنویر، از شمس و قمر



محضور حضرت سید پیر مر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ السامی

دلوں کے سہارے، تو آنکھوں کے تارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 خدا اُن کو پیارا، خدا کو وہ پیارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 میسر جسے ہو گئی ان کی نسبت، اُسے مل گئی مغفرت کی بشارت
 خدا کے ولی، مصطفیٰ کے دُلا رے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 نہ کیوں میں عقیدت کے جوہر دکھاؤں، نہ کیوں جان و دل اُن پہ اپنے لٹاؤں
 میرا ہر نفس کیوں نہ اُن کو پکارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 تجلی نے اُن کی دکھائیں وہ راہیں کہ حق آشنا ہو گئی ہیں نگاہیں
 شب و روز ہوتے ہیں مجھ کو نظارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 علی ان کا مولا، حسن ان کا جد ہے، نہیں ہے وہ دانا، جسے ان سے کد ہے
 رسول خدا، غوثِ اعظم کے پیارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 نکل جائیں گے سارے قسمت کے چکر، نہ موجوں کا خطرہ، نہ طوفان کا ڈر
 مری ناؤ خود جا لگے گی کنارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 انہیں کا تصور مرا رہ نما تھا، ہر اک گام پر اُن کا ہی آسرا تھا
 ہمیشہ رہے میرے وارے پیارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 کسی اور کے کس لیے در پہ جاؤں، کسی اور کو کیوں میں اپنا بناؤں
 بہ ہر کار مردے، بہ ہر مرد کارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں
 کہاں تک عنایت کے قصے سناؤں، نصیر اُن کے الطاف کیوں کر گناؤں
 ہر اک سانس لیتا ہوں اُن کے سہارے، مرے پیشوا پیر مر علی ہیں



بمختور

حضرت سید پیر مرعلی شاہ گولڑوی قدس سرہ السامی

جگ تم پر بلہار خواجہ مرعلی شہ پیر ہمارو
 دکھ چنتا کی ندیا چڑھی ہے ناؤ بھنور میں آن پھنسی ہے
 تورے کرم کی آس لگی ہے تم ہو کھیون ہار
 خواجہ مرعلی شہ پیر ہمارو
 زہرا کے تم راج دُلا رہے حسن حسین کی آنکھ کے تارے
 بغدادی بنرا کے پیارے حیدر کے دلدار
 خواجہ مرعلی شہ پیر ہمارو
 لہ کے، یسین، کے صدقے بسم اللہ، آمین، کے صدقے
 خواجہ معین الدین کے صدقے ہم کا دیو دیدار
 خواجہ مرعلی شہ پیر ہمارو
 روحانی سرتاج ہمارے بگڑے سنوارو کاج ہمارے
 بھاگ جگا دو آج ہمارے آئے ہیں ثمرے دوار
 خواجہ مرعلی شہ پیر ہمارو

خوشیوں سے ہے اپنی آن بن سونا سونا دل کا آنگن
 تم پر واروں اپنا تن من مجھ پہ کرم سرکار

خواجہ مرعلیٰ شہ پیر ہمارو

جیسی بھی میں بُری بھلی ہوں تورے ہی ٹکڑوں سے پلی ہوں
 ہاتھ پکڑنا! دُوب چلی ہوں دُور بہت ہے پار

خواجہ مرعلیٰ شہ پیر ہمارو

من موہن، مورے بانکے سنوریا ترپت ترپت بیٹی عمریا
 اپنے نصیر کی لیجو کھبریا جیون ہے دُشوار

خواجہ مرعلیٰ شہ پیر ہمارو



مُستزاد، در مدحِ عالم ربّانی قطبِ یزدانی
حضرت سید پیر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ التامی

کب تک رہیں محرومیِ قسمت کے حوالے اے گولڑے والے!
اب کون ہے جو تیرے سوا ہم کو سنبھالے اے گولڑے والے!
مشتاقِ زیارت ہیں ترے چاہنے والے کب تک کریں نالے؟
پوشیدہ نہ رکھ، اب رُخِ تاباں کے اُجالے اے گولڑے والے!
زہرا و علی، سید کوئین کا صدقہ سبطین کا صدقہ
بھر بھر کے پلا بادۂ عرفان کے پیالے اے گولڑے والے!
ملاح تو بس وہ ہے جو کشتی کو بچائے ساحل سے لگائے
میراں کی طرح تُو ہے، بھنور سے جو نکالے اے گولڑے والے!
اندھوں کو نظر آئے ترا حُسنِ ادا کیا ان میں ہے دھرا کیا
جلوؤں کو ترے دیکھتے ہیں دیکھنے والے اے گولڑے والے!
اُٹھی جو نظر تیری تو سب لوگ کہیں گے اب کُھل کے رہیں گے
ایقان کے دروازے سے، ادھام کے تالے اے گولڑے والے!

ہو جائے نظر والی بغداد کا صدقہ
 آیا ہوں دل و جاں سے عقیدت کو سنبھالے
 اے اجداد کا صدقہ
 اے گولڑے والے!
 ہیں انفس و آفاق میں جلوے ترے دم کے
 تقدیر چمک اٹھے، جو سینے سے لگا لے
 رحمت کے، کرم کے
 اے گولڑے والے!
 پھر ملتِ اسلام کو ہے تیری ضرورت
 ایسا نہ ہو پڑ جائیں ہمیں جان کے لالے
 اے منزلِ عزت!
 اے گولڑے والے!
 از خاک نشینانِ تو یک بندہ نصیر است
 خورشید و شے، لالہ رُخے، زہرہ جمالے
 بے چارہ فقیر است
 اے گولڑے والے!



حضرت سید پیر مر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی چادر

جمالِ مر سے، دل جگمگانے آئے ہیں
نظرِ نظر میں لیے جلوۂ شرِ جیلاں
نگاہِ مر ہو اے مرِ آسمانِ سلوک !
تمہیں سے چارہ گری کی اُمید ہے ہم کو
عطا ہو اِذنِ حُضوری کہ آج دیوانے
بہ صد خلوص و عقیدت، بہ صد نیاز و ادب
حُضورِ مر علی شاہ آ گئے ہم بھی
جو رُوٹھ جائے پیا تو کہاں سُکوں دل کو
ملے گا آپ کے دُر سے شعورِ ذات و صفات
نصیر ! تم بھی ذرا حالِ دل بیاں کر لو

مزارِ پاک پہ، چادر چڑھانے آئے ہیں
چراغِ حُسنِ عقیدت، جلانے آئے ہیں
غلامِ آپ کے چادر چڑھانے آئے ہیں
جگر کے زخمِ تمہیں کو دکھانے آئے ہیں
حریمِ ناز کا پردہ اُٹھانے آئے ہیں
ہم آج اشکِ ندامت بہانے آئے ہیں
نثار ہونے کو، آنکھیں پچھانے آئے ہیں
قریب و دُور سے ہم سب، منانے آئے ہیں
پتہ خدا کا یہیں سے لگانے آئے ہیں
سب اپنی اپنی حقیقت، سنانے آئے ہیں



مختصر

عارف ربّانی، جگر گوشہ، غوثِ جلی، نورِ چشمِ پیرِ مہرِ علی، جدی و مُرشدی
حضرت سید غلام محی الدین بابو جی گولڑوی قدس سرہ العزیز

یہی زندہ حقیقت ہے، یہی سچ بات بابو جی
تمہارے دم قدم سے تھی نرالی بات بابو جی
کرم گستر تمہیں ہم پر رہے دن رات بابو جی
جو زائر آ رہا ہے، کہہ رہا ہے وہ عقیدت سے
حقیقت ہے، سحر تک خواب میں جلوے تمہارے تھے
محبت کی نظر سے دوست دُشمن سب کو دیکھا ہے
چلیں دُشمن نے چالیں اور سب الٹی پڑیں اُس پر
ہمیں اپنا بنایا، پھر کرم ہم سب پہ فرمایا
وہی سر حقیقت ہے، وہی رازِ طریقت ہے
تمہارے درس ہی نے مجھ کو توحید آشنائی دی
ہزاروں وصف ہیں اور اک تمہاری ذات بابو جی
نہ ویسے دن ہیں بابو جی، نہ ویسی رات بابو جی
ہماری لاج ہے اب بھی تمہارے ہات بابو جی
ادھر بھی ہو عنایت کی ذرا برسات بابو جی
حضورِ میں گزاری ہم نے ساری رات بابو جی
رہی سب پر کرم فرما تمہاری ذات بابو جی
بھلائی سے بدی کو تُم نے دی ہے مات بابو جی
نگاہِ مہر سے دیکھا کیے دن رات بابو جی
اشاروں سے ہمیں سمجھا گئے جو بات، بابو جی
وگرنہ کیا ہوں میں، کیا ہے مری اوقات، بابو جی
نصیر آیا ہے لے کر آج گلدستہ عقیدت کا
یہی ہے اُس کا نذرانہ، یہی سوغات بابو جی !



درِ رثائے
 عُمْدَةُ الْوَاصِلِينَ، وارثِ تحریکِ ختمِ نبوت، پروانہٴ شمعِ رسالت
 جدی و مُرشدی حضرت سید غلام محی الدین گولڑوی
 المعروف (بابو جی) قدس سرہ العزیز

مُنے کون قصّہٴ دردِ دل، میرا غم گسار چلا گیا
 جسے آشناؤں کا پاس تھا، وہ کرمِ شعار چلا گیا
 وہ سخن شناس، وہ دُور بین، وہ گدا نواز، وہ مہ جیسیں
 وہ حسیں، وہ بحرِ علومِ دیں، میرا تاجدار چلا گیا
 جسے نُورِ مہرِ علی کہیں، وہی جس کا نام ہے مَحْمُودِ دیں
 مجھے کیا خبر، کہاں ٹوٹ کر، وہ مری بہار، چلا گیا
 وہی بزم ہے، وہی دُھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
 ہے کمی تو بس اُسی چاند کی، جو تہِ مزار چلا گیا
 کہاں اب سخن میں وہ گرمیاں کہ نہیں رہا کوئی قدراں
 کہاں اب وہ شوق کی مستیاں کہ وہ پُر وقار چلا گیا
 جسے میں سُناتا تھا دردِ دل، وہ جو پوچھتا تھا غمِ دُروں
 وہ گدا نواز بکھر گیا، وہ عطا شعار چلا گیا
 بہیں کیوں نصیر نہ اشکِ غم، رہے کیوں نہ لب پہ مرے فغاں
 مجھے بے قرار وہ چھوڑ کر، سرِ رہ گزار، چلا گیا



چادرِ محضور

منظرِ جلال و جمالِ ربّانی، جگر بندِ غوثِ اعظمِ جیلانیؒ، عارفِ لائٹانی

حضرت سید غلام محی الدین گولڑوی

المعروف قبلہ (بابو جی) قدس سرہ السامی

گھرانہ ہے یہ اُن کا، یہ علی کے گھر کی چادر ہے
نگاہیں چومتی ہیں اور جھوم اُٹھتی ہیں یہ کہہ کر
ہوئے دشمن بھی جس کے معترف، اغیار بھی قائل
وہ خود زیرِ زمیں تو دھوم اُس کی آسمانوں تک
جسے دیکھو، عقیدت سے سجا لیتا ہے وہ سر پر
وہ جس پر اس کا سایہ ہو قیامت تک نہیں ڈرتا
نہ کیوں ہو جلوۂ مر علی ہر تار سے ظاہر
فرشتے چومتے ہیں، اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں
چمک اُٹھے طریقت کی شعاعوں سے نقوش اُس کے
مرے سر پر ہے سایہ اُن کے پُر انوار دامن کا
شریعت جس پہ نازاں، تذکرہ ہے اُس کا محفل میں
غنی جس نے کیا ہے دولتِ کونین سے مجھ کو

مرے آقا، مرے مُرشد، مرے سرور کی چادر ہے
یہ محی الدین بابو جی، شہِ خوشتر کی چادر ہے
نظر کے سامنے اس وقت، اُس دلبر کی چادر ہے
قوی تھا عجز سے جو، ایسے زور آور کی چادر ہے
سعادت کا نشان ہے اور پھر چادر کی چادر ہے
محمد سے جسے نسبت ہے، یہ اُس گھر کی چادر ہے
شہِ جیلاں کے پیارے، دین کے محور کی چادر ہے
زہے اویجِ مقدر! مرقدِ انور کی چادر ہے
کہ یہ چادر، شریعت آشنا پیکر کی چادر ہے
مری آنکھوں میں اُن کے جلوۂ اطہر کی چادر ہے
یہ چادر پاسبانِ مسجد و منبر کی چادر ہے
مرے دستِ طلب میں، اُس کرم گُشتر کی چادر ہے

جسے دیکھو، وہ دیوانہ، جسے دیکھو، وہ متوالا

نصیر! اُن کی حسیں چادر، عجب منظر کی چادر ہے



در مدح
جگر بندِ غوثِ جلی، فرزندِ مہر علی، جامعِ شریعت و طریقت
جلی و مُرشدی حضرت سید غلام محی الدین گولڑوی
المعروف (بابو جی) نور اللہ ضریحہ و قدس اللہ سرہ العزیز

ضیاء الاولیا ہے آپ کی سرکار بابو جی !
جسے چاہو بنا لو یارِ خوش اطوار بابو جی !
شاساؤں نے دیکھا یوں ہزاروں بار، بابو جی
ہزاروں کے مقدّر کھل گئے ہیں اک اشارے میں
ہمیں دُنیا کے پیچ و ختم کا خطرہ ہو نہیں سکتا
وہ شیریں دل کُشا جملے، وہ لطف و مہر کی باتیں
تمہارے چاہنے والے تمہیں لُج پال کہتے ہیں
تمہاری رہ نمائی سے، تمہاری ناخدائی سے
تمہاری شکل و صورت میں، تمہاری نیک سیرت میں
تمہاری ذات اک گنجینہٴ علم و معارف تھی
تمہارے سامنے ہر لمحہ، وجہِ شادمانی تھا
نگاہیں دیکھنے کو مضطرب ہیں، دل تڑپتا ہے
تمہارے قصرِ روحانی سے ہٹ کر وہ کہاں جائیں
کرم کا ہے تمہارے، چار سو چرچا زمانے میں
نرالے بیل بوٹے فقر کے تم نے اُگائے ہیں
تمہیں نے ہر شرف بخشا، تمہیں پر ناز ہے اُس کو
رہے دائم سلامت، آپ کا دربار بابو جی !
تمہیں قدرت نے بخشے وہ لبِ گفتار، بابو جی !
مدینے میں تمہیں پایا ہے شب بیدار، بابو جی !
پُکاریں گے تمہیں ہم کہہ کے پالن ہار، بابو جی !
نظر میں ہیں تمہارے گیسوئے خُم دار، بابو جی !
کہاں سے پائیں اب وہ لذتِ گفتار، بابو جی !
بھلا سکتے نہیں دل سے تمہارا پیار، بابو جی !
ہزاروں دُوبتے بیڑے لگے ہیں پار، بابو جی !
نظر آئے ہیں سب کو مہرِ یہ انوار، بابو جی !
تمہارے سرفضیت کی بندھی دستار، بابو جی !
تمہارے بعد ہے ہر سانس اک تلوار، بابو جی !
پھر آ جاؤ نظر کے سامنے اک بار، بابو جی !
جو آ بیٹھے ہیں زیرِ سایہ دیوار، بابو جی !
عنایت کا تمہاری، سب کو ہے اقرار، بابو جی !
پھلے پھولے تمہارے نام کا گل زار، بابو جی !
تمہارا تھا، تمہارا ہے، نصیرِ زار، بابو جی !

اظہار عقیدت

بحضور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب
کوٹ مٹھن شریف

زندگی دیتے ہیں جان و دل کو ، افکارِ فرید
ہے نظر کے سامنے اس وقت دربارِ فرید
سر کے بل وہ چل کر آتا ہے بازارِ فرید
پی خدا کا نام لے کر او قدحِ خوارِ فرید!
رنگ پر آتی ہے جب طبعِ گہرِ بارِ فرید
دل کو تڑپاتا ہے جس دم ، سوزِ گفتارِ فرید
اک ذرا بن کر زلیخا دیکھ ! بازارِ فرید
جلوہ نگاہِ کبریا ہے ، چشمِ بیدارِ فرید
دیدہ عارف سے پوچھو ، شانِ گلزارِ فرید
طالبِ حق ہے تو پھر بن جا طلبگارِ فرید
مٹ نہیں سکتے کبھی دُنیا سے ، آثارِ فرید
کس قدر دل کا غنی ہے ، کفشِ بردارِ فرید
دیکھ تو بن کر ذرا اک روز ، میخوارِ فرید
ساری دُنیا چھوڑ کر بن جا ، خریدارِ فرید

شعر گوئی میں جدا ہے طرزِ اظہارِ فرید
مرحبا ! حاصل ہے سب کو آج ، دیدارِ فرید
جس کے پلے میں ہے کچھ سرمایہ سوز و گداز
اس فریدی میکدے میں ہے معارف کی شراب
عشق کے موتی لُفاتی ہے بہ اندازِ سخن
ہر بنِ مو سے صدا اُٹھتی ہے ذکرِ ذات کی
تجھ کو آئے گا نظر ہر سمت ، یوسف کا جمال
چہرہ انور کی جانب با ادب اُٹھے نگاہ
کورِ پشیمانِ جہاں کب دیکھ سکتے ہیں اسے
حق یہ ہے حق پر ہیں یہ، حق ان کا ہے یہ حق کے ہیں
مطلعِ ہستی پہ چمکیں گے سدا مثلِ نجوم
تاجداروں کو وہ خاطر میں کبھی لاتا نہیں
تجھ کو مل جائیں گی پھر ، چشتی نظامی مستیاں
تجھ کو مل جائے گا سب کچھ ، تو غنی ہو جائے گا

جلوہ فرما دیکھ لے شاید کسی کو بام پر
 جھومتے پیڑوں کو جب دیکھا تو یوں مجھ کو لگا
 تا ابد قائم رہے یا رب ! فریدی میکدہ
 غوثِ اعظم کے حوالے سے نصیر آیا ہے آج

بیٹھ جا بستر لگا کر زیرِ دیوارِ فرید
 جیسے خود روہی کے ہونٹوں پر ہوں اشعارِ فرید
 سب کو پلواتی رہے یہ چشمِ بے بارِ فرید
 در سے پھیریں گے نہ خالی اُس کو، سرکارِ فرید



نوٹ:

یہ اشعار میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے سالانہ عرس مبارک پر حاضری کے وقت ملتان سے کوٹ ٹھن شریف جاتے ہوئے موٹر میں فی البدیہہ کہے۔
 آپ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محبوب فرید صاحب نے بہ طورِ خاص مجھے حضرت کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے یاد فرمایا تھا۔ (نصیر)

لوحِ مزار

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف (کرمانوالے) رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اعظم، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرپوری رحمۃ اللہ علیہ

دردا کہ آں سر آمدِ خیلِ کبار رفت
واحرستا! کہ عارفِ شب زندہ دار رفت
ز آلِ رسول، سیدِ عالی تبار رفت
باحق وصول یافتہ از روزگار رفت
تابید بر سپرِ علا، در مزار رفت
آخر بہ قربِ مُرشدِ گردوں وقار رفت
آں وارثِ علومِ نبی، از دیار رفت
اندر پناہِ عاطفیتِ کردگار رفت
درد آشنائے بیکسی و غمِ گسار رفت
شاہے کہ فقرِ او ہمہ بود اختیار، رفت
زین خاکدانِ سود و زیاں، کامگار رفت
مثلِ نسیمِ آمد و مثلِ بہار رفت

از بزمِ فقر، صدرِ طریقت شعار رفت
تاریک شد بر اہلِ محبتِ فضائے دہر
دل بندِ مرتضیٰ و جگر پارہ بتول
آں پاکبازِ معرفت و مقتدائے عصر
آں مہرِ جلوہ گستر و آں ماہِ نورِ پاش
آں جانشینِ شیر محمد ازین جہاں
کارش ہمہ اطاعتِ دینِ حنیف بود
مصباحِ جود، حامیِ دین، زبدۂ کرام
ممتازِ دودمانِ کرم، آسمانِ حشم
توقیرِ اولیائے سلف، یادگارِ پیر
ہر کس کہ شد دے شرفِ اندوزِ صحبتش
در باغِ زیست ز آمدن و رفتش پیر

جستم نصیر! چوں سنہ ارتحالِ شیخ
ہاتفِ زغیب گفت! عبادت گزار رفت

1385ھ



مہد سے لحد تک

رب کی ہر شان نرالی ہے ہر سو اُس کی رکھوالی ہے
دُنیا کب اُس سے خالی ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ علیٰ

سب اُس کے ہیں، وہ ہے سب کا آقا، داتا، مالک، مولا
ثانی نہ کوئی اُس کا ہمتا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ علیٰ

اُس تک ہی رسائی سچی ہے اُس ہی کی بڑائی سچی ہے
اُس ہی کی خدائی سچی ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ علیٰ

ہر پھول میں اُس کی رنگینی خوشبو اُس کی بھینی بھینی
اُس کو زیبا ہے خود بینی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ علیٰ

1- دیرینہ روایات کے مطابق پنجاب میں بالخصوص جنازے کیساتھ اشعار پڑھنے کا رواج ہے۔ ہمارے پوٹھوہار کے علاقے میں بھی یہ روایت ابھی تک زندہ ہے۔
چوں کہ پڑھے جانے والے اشعار لفظی اور معنوی اعتبار سے اکثر غیر معیاری ہوتے ہیں لہذا ان اشعار میں حمد، نعت، مرثیہ، بے ثباتی، دُنیا اور مناقب کو مخصوص
پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے یہ روایت حسنہ ایسے مواقع پر قبولِ عام پائے۔ (نصیر)

کوئین میں پیارا سب کا ہے اُس پر ہی گزارا سب کا ہے
خالق وہ ہمارا، سب کا ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

ہر زہر کا ہے تریاق وہی آقا بھی وہی، خلاق وہی
اِس عالم کا رزاق وہی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

شاہِ بطحا، کیا کہنا ہے اُن کا جلوا، کیا کہنا ہے
ایسا آقا، کیا کہنا ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

ایمان ملا، اُن کے صدقے عرفان ملا، اُن کے صدقے
قرآن ملا، اُن کے صدقے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

قبضہ ہر شے پر ہے اُن کا قصرِ جنت، گھر ہے اُن کا
سر ہے اپنا، در ہے اُن کا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

ہر سُو جن کے اُجیالے ہیں ہم سب جن کے مَتوالے ہیں
وہ کالی کملیٰ والے ہیں پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

منجد ہار میں اپنا سفینہ ہے یہ جینا بھی کیا جینا ہے
ہم سب کی آس، مدینہ ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

وہ شمعِ شِیْتَانِ عالم وہ خاورِ کَنْعَانِ عالم
وہ ناسخِ اَدِیَانِ عالم پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

احوال اُنہیں سے جا کہنا سُنتا ہے خدا، اُن کا کہنا
کئی مَدَنی کا، کیا کہنا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سرتاجِ رَسُوْلَاں، صَلِّ عَلٰی کامل، اکمل، محبوبِ خدا
کونین میں ہے اُن کا چرچا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

صدقے اُن کے میخانے پر ہر دم رحمت برسانے پر
ہے مہرِ نبوت، شانے پر پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

وہ نورِ حریم عبداللہ وہ ابنِ کریم عبداللہ
وہ دُرِّ یتیم عبداللہ پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

وہ دائیِ حلیمہ کا پالا جبریل ہے جس کا متوالا
وہ ختمِ رسل، کملی والا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سرخیلِ رسولانِ زَمَنی میوں قَدَمی، نوریں بدنی
محبوبِ خدا، مکی مدنی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اُس نے ہی جگایا ہے سب کو دین اُس نے بتایا ہے سب کو
اُس نے ہی سکھایا ہے سب کو پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

قرآن و حدیث میں آیا ہے اُمت کا یہی سرمایہ ہے
سرکار نے بھی فرمایا ہے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

بہتر، برتر، یارانِ نبی بُوبکر و عمر عثمان و علی
ہر سُو عزتِ ان چاروں کی پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سرکارِ مدینہ کو پیارے ہیں نُورِ مجسم، یہ سارے
تکتے ہیں گردوں سے تارے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

رنگِ حسنی اے، صَلِّ عَلٰی اندازِ حسینی، کیا کہنا
ماں ان کی، فاطمۃ الزہرا پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سردارِ جوانانِ جنت دونوں سے بڑھی، شانِ جنت
ہیں شمعِ شہستانِ جنت پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

بے مثل شہادت میں دونوں مشہور سیادت میں دونوں
 یکتا ہیں قیادت میں دونوں پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

یہ دُنیا، رام کہانی ہے جو چیز ہے، آنی جانی ہے
 اک رسم فنا، لافانی ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

ہر سانس قضا کا ڈیرا ہے یہ دُنیا رین بسیرا ہے
 یہ جسم، جنازہ تیرا ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

دل کو غم سے سُلگائیں گے جا کر نہ یہ واپس آئیں گے
 نازوں کے پلے بھی جائیں گے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

جب دَور خزاں کا آئے گا گل چیں تکتا رہ جائے گا
 غُنجہ غُنجہ، مَر جھائے گا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

زد میں تو قضا کی آنا ہے ایمان تو اس پر لانا ہے
 دُنیا سے ہر اک کو جانا ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

یہ علم نہیں، کب جائیں گے تنہا ہوں گے، جب جائیں گے
 جو آئے ہیں، سب جائیں گے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

ہر شے سے دل بیزار ہے اب آرام و سکون، دُشوار ہے اب
 اپنا جینا بیکار ہے اب پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

مرقد میں اُتارے تُم بھی گئے اک تُم تھے سہارے، تُم بھی گئے
 ہاتھوں سے ہمارے، تُم بھی گئے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

کیا آگ لگا کر تُم اُٹھے اپنوں کو رُلا کر تُم اُٹھے
 اک حشر اُٹھا کر تُم اُٹھے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
 یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

آنکھیں پُر نم، دل روتا ہے سینوں میں قیامت برپا ہے
اب جینے میں کیا رکھا ہے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سینے میں چھری سی مار گئے منجد ہار میں ہم، تُم پار گئے
تُم جیت گئے، ہم ہار گئے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اُٹھنے کے لیے پَر تولو تو یہ بند کفن کے کھولو تو
چُپ چُپ کیوں ہو، کچھ بولو تو پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اشکوں کے لیے، گجرے گئے تن پر کپڑے غم کے پہنے
آئے ہیں خدا حافظ کہنے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

یوں کیسے اکیلے جاؤ گے تنہائی سے گھبراؤ گے
رہ رہ کے ہمیں یاد آؤ گے پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

مَرَقَد میں نُورِ نبی ہو گا مِیّت کو شُعورِ نبی ہو گا
جاتے ہی ظہورِ نبی ہو گا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اک شکلِ دکھائی جائے گی تصدیق کرائی جائے گی
تقدیر بنائی جائے گی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

چھائے گی لحد میں تابانی آئے گی وہ ذاتِ نورانی
ہو جائے گی دُور پریشانی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

انوار کا مرکز، دل ہو گا یوں لطفِ خدا شامل ہو گا
دیدارِ نبی حاصل ہو گا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اللہ سے ہے اُلُفت کتنی کس دل میں ہے کتنا عشقِ نبی
دیکھیں گے نکیرین آکے یہی پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

اعجازِ نظر دکھلائیں گے گھبراؤ نہیں، وہ آئیں گے
سرکار، کرم فرمائیں گے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

وہ ذاتِ جلیلہ کافی ہے بخشش کو یہ جیلہ کافی ہے
حضرت کا وسیلہ کافی ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

باہم ملتے سبطین ابرو ہیں آبروئے دارین ابرو
مازاغِ نظر، قوسین ابرو پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

دُنیا کے رشتے سب جھوٹے آنکھیں بھر آئیں، دل ٹوٹے
ماں باپ بہن بھائی چھوٹے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

سب رشتے ناتے، کچے ہیں کیا بھائی بہن، کیا بچے ہیں
اللّٰہ کے وعدے سچے ہیں پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلِّ عَلٰی

دامنِ اشکوں سے بھگونا تھا قسمت میں ہماری رونا تھا
وہ ہو کے رہا، جو ہونا تھا پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلَّی عَلَیْ

کیا روگ لگایا قسمت نے رہ رہ کے رُلا یا قسمت نے
یہ دن بھی دکھایا قسمت نے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلَّی عَلَیْ

ہر سُو ہے کرم کا آوازہ دُنیا کو غلط ہے اندازہ
ہر اک پہ کھلا ہے دروازہ پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلَّی عَلَیْ

رحمت کی گھٹائیں چھائی ہیں پیغامِ عنایت لائی ہیں
طیبہ سے ہوائیں آئی ہیں پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلَّی عَلَیْ

کیا اُس کو غمِ آئندہ ہے تاروں کی طرح تابندہ ہے
جو اُن پہ مرا، وہ زندہ ہے پڑھو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یا سرورِ عالم صَلَّی عَلَیْ

ممکن نہیں مدحِ شاہِ ہدی گیلانی پیر نے خوب کہا
 ”کتھے مہر علی، کتھے تیری ثنا“ پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
 یا سرورِ عالم صلی علی

دل اُن کے صدقے، سرقرباں ماں باپ تصدق گھر قرباں
 سو جاں سے نصیر اُن پر قرباں پڑھو لا اِلهَ اِلَّا اللہ
 یا سرورِ عالم صلی علی



ابنِ آدم سے خطاب

اے کہ تو رگ ہائے ہستی میں ہے مثلِ خوں رواں شہپر اندیشہ سے اڑ! سوئے کا رخ لامکاں
ورطہ جہلِ مُرکب سے نکل اے بدگماں! تا بہ کئے یہ امتیازِ نسل و آہنگ و زباں

عرش کا دل بند ہو کر، فرش پر افتادہ ہے
تو کہ ہے شہکارِ قدرت اور آدم زادہ ہے

ماسوا کی گرد سے جب دل ہوا تیرا ملول تیری جانب خالق کو نین نے بھیجے رسول
تیری خاطر ہی بنے سارے تمدن کے اصول ہاں نہ بھول اے نائبِ حق! اپنی عظمت کو نہ بھول

نطق کی شمشیر میں تیرے ہی دم سے آب ہے
عرض ہے امکاں، تو اُس کا جوہرِ نایاب ہے

امتزاجِ آب و گل ہر چند ہے تیرا جہاں تیرے نقشِ پا کے ذرے ہیں جواہر کی دُکاں
تیری صولت سے لرزتے ہیں زمین و آسماں کانپتا ہے عجز سے تیرے، غرورِ آسماں

اپنے دل سے دُور کر دے زعمِ نسل و رنگ کو
صاف کر آئینہ کردار سے، اس زنگ کو

تیرے ادراک و تخیل میں ہیں اسرارِ اَلست تُو ہے دانائے رُموز و آشنائے بُود و ہست
 حق پسند و حق نگاہ و حق پناہ و حق پرست ماہ بردوش و صبا در دامن و گلشن بدست
 تُو اُجالا دہر کا ہے، تُو دیا قُطبین کا
 تُو اگر چاہے، تُو پھر سکتا ہے رُخ کو نین کا

مرد بن کر جادۂ شبیر پر ہو گام زن سیکھ فقرِ بُوزر و سِلماں سے جینے کا چلن
 ہاں گرا دے قلعہ دارائی اہلِ فتن اے فدائے پنج تن! اے عاشقِ خیبر شکن!
 مانگ شانِ حیدری سے دولتِ عزم و وقار
 لا فتنی اِلَّا علی لا سیف اِلَّا ذوالفقار

پیروی کر اپنے پیغمبر کی اے نوعِ بشر! وہ پیمبر، جس کی رحمت ہے محیطِ بحر و بر
 فرش جس کا بوریا ہے، عرش پر جس کی نظر جس کے نقشِ پا سے روشن ہے رُخِ شمس و قمر
 جس نے ضربِ فقر سے، شاہی کی گردن توڑ دی
 عجز نے جس کے، تکبر کی کلائی موڑ دی

مہبطِ رُوحِ الامین و حاملِ اُمِّ الکتاب جان و ایمانِ بلاغت، جس کا اندازِ خطاب
 جس کی آمد سے وجودِ زیست پر آیا شباب جس کی بعثت نے اُٹھایا رُوعِ معنی سے نقاب

واسطہ جس کا شفاعت کا مری سامان ہے
 جس کی اُلفت میرا مذہب ہے، میرا ایمان ہے

افتخارِ انبیاء و آبروئے مُرسلین رونقِ ارض و سما، زینتِ دہِ دُنیا و دِیس
 مصدرِ خلقِ عظیم و مطلعِ عزم و یقین خسروِ مُلکِ بقا، مخدومِ جبریلِ امین
 خلقِ ایسا، خون کے پیاسے بھی دم بھرنے لگے
 گفتگو ایسی، کہ دشمن دوستی کرنے لگے

جس نے مظلوموں کو اُن کا حق دلایا وہ رسول جس نے محروموں کو سینے سے لگایا وہ رسول
 جس نے زانو پر یتیموں کو بٹھایا وہ رسول دشمنوں کے جور پر، جو مسکرایا وہ رسول
 پیرِ زن کی آہ، جس کی رُوح کو تڑپا گئی
 جس کی رحمت کی گھٹا، سائے جہاں پر چھا گئی

سوئے اسرارِ ازل جس دم اُٹھی اُس کی نگاہ فکرِ انساں پر کھلی قُربِ خداوندی کی راہ
 مٹ گئی تفریقِ سلطان و گدا و کوہ و کاہ گونج اُٹھنی صحنِ عالم میں صدائے لا الہ
 عقل و دانش کی اداؤں میں روانی آ گئی
 پیکرِ تہذیبِ انساں پر، جوانی آ گئی

زندگی کے باغ میں چلنے لگی بادِ بہار اوڑھ لی سلمائے فطرت نے قبائے زرنگار
 جھوم اُٹھا یہ مناظر دیکھ کر ہر دلفگار دل کھلے، سسکی ہوا، مہکے چمن، چمکے ہزار
 آگیا وہ، ذات جس کی موجبِ توقیر ہے
 جس کے دستِ پاک میں، کونین کی تقدیر ہے

جس کے طرزِ زندگی پر آج تک دُنیا ہے دنگ جس کی حکمت نے مٹایا امتیازِ نسل و رنگ
جس نے سمجھائے زمانے کو اُصولِ امن و جنگ دین کی نعمت سے بخشا زندگی کو نیک ڈھنگ
جس کی دارائی نے، ناداروں کو، دارا کر دیا
ذَرّہ ناچیز تھے، آنکھوں کا تارا کر دیا

بدکلامی پر بھی دی جس نے، دُعائے مُستجاب جس نے بدخواہوں کو اپنایا، بہ لطفِ بے حساب
کس مروت سے کیا ہے اُس نے اعدا سے خطاب ”ماو تُو از یک گلستانیم، از ما رُو متاب“
محو ہو سکتا نہیں، تاریخ کے اوراق سے
درس جو ملتا ہے اُس کے مکتبِ اخلاق سے

ابرِ وحدت جُھوم کر اُٹھا فلک پر ناگہاں شرک کے ایوان پر، برسیں ہزاروں بجلیاں
ہو گیا خونِ جواں، پھر جسمِ پیری میں رواں جہل کے سینے میں کی پیوست، انساں نے سناں
چار سُوئے خانہٴ باطل، اندھیرا ہو گیا
خاورِ حق سے کرن پُھوٹی، سویرا ہو گیا

اے محمد! اے خدیوِ جُود و سُلطانِ کرم دیدہ و دل پر ہمارے ہیں، ترے نقشِ قدم
خُم ہے تیرے آستانے پر سرِ لوح و قلم اے ہدایت کی سرافرازی! رسالت کے بھرم!
آج اُمتِ مبتلائے پستی افکار ہے
اوج کی خیرات مل جائے، تو بیڑا پار ہے

تازہ کلام

بحضور سیدہ عائشہ رضی

اللہ اللہ جلوہ زیبائے بامِ عائشہؓ
 ہے ہلالِ آمنہؓ ، ماہِ تمامِ عائشہؓ
 مرحبا یہ جلوہ زیبائے بامِ عائشہؓ
 ہے ہلالِ آمنہؓ ، ماہِ تمامِ عائشہؓ
 روز و شب پیشِ نظر وہ زلف و رخسارِ رسول
 رشکِ صد خلدِ بریں وہ صبح و شامِ عائشہؓ
 دخترِ صدیقِ اکبرؓ ، زوجہٗ شاہِ اُمم
 ہے دو گونہ اوج کا حامل ، مقامِ عائشہؓ
 ثلثِ دیں اُن کے توسط سے ہوا حاصل ہمیں
 تا ابد جاری رہے گا فیضِ عامِ عائشہؓ
 نام لے کر عائشہؓ کا رب نے بھیجا تھا سلام
 ضوِ فشاں ہے عرش پر قندیلِ نامِ عائشہؓ
 تجھ کو کیا معلوم ، تُو چھوٹا ، تری محدود سوچ
 پُوچھ اُمت کے بزرگوں سے مقامِ عائشہؓ
 مل نہیں سکتا خدا جو دولتِ حُبِ نبیؐ
 مل نہیں سکتے نبیؐ ، بے احترامِ عائشہؓ
 دیکھنا کل خود پہ اُس آقائے اُمت کا کرم
 آج ہو کر دیکھ تو دل سے غلامِ عائشہؓ
 آنہ جائے سُن کے زہرؑ کی طبیعت پر ملال
 لیجیو مت بے ادب لہجے میں نامِ عائشہؓ

اُن کی عصمت کی ہیں آیاتِ برأت پہرہ دار
سورۃ التور تیغِ بے نیامِ عائشہؓ
قبرِ اطہر پر نہ دیں کیوں حاضری جن و بشر

جب اُترتے ہیں ملکِ بہرِ سلامِ عائشہؓ
دار کر سکتا نہیں مجھ پر کبھی طاغوتِ شرک
لوحِ دل پر ثبت ہے نقشِ دوامِ عائشہؓ
اپنا اندر صاف رکھنے کے لئے ہر میل سے
سانس کی تسبیح پر لیتا ہوں نامِ عائشہؓ
جب نکیرین آئیں گے کہہ دوں گا اُن سے قبر میں
مجھ سے کچھ مت پوچھیے، میں ہوں غلامِ عائشہؓ

چھب وہی ہیبت وہی قدرت وہی قدرت وہی
پرتوِ نطقِ نبوت ہے کلامِ عائشہؓ
کوئی اوچھا وار مت کر عائشہؓ کی ذات پر
ورنہ قدرتِ تجھ سے لے گی انتقامِ عائشہؓ
تو اگر ماں کا رہا گستاخ، توبہ کر ابھی
ہے کھلا تیرے لیے دارِ السلامِ عائشہؓ
عائشہؓ کے اس شرف کو بھی ذرا ملحوظ رکھ
اپنے منہ سے مُصطفیٰؐ لیتے تھے نامِ عائشہؓ
عائشہؓ کے ساتھ رخصت ہو گیا اُن کا مقام
ہو سکا کوئی نہ پھر قائم مقامِ عائشہؓ

جن کے علم و فضل کے آگے سزاؤ مت ہے خم

ہے وہ ایک شخصیتِ ذی احترام عائشہ

یاد سے جن کی دل مضطر کو ملتا ہے قرار

ایک نامِ فاطمہ ہے ایک نامِ عائشہ

یہ تجھے معلوم تو پیتا ہے کس مشرب کی ئے

اہل سنت کے تو ہاں چلتا ہے جامِ عائشہ

ذہن میں لا کر تصورِ عظمتِ بوبکر کا

ایک نعرہ اے علی مستوا بنامِ عائشہ

مجھ کو ہے خلدِ سماعت ذکرِ خیر اُن کا نصیر

سُرمہ میری آنکھ کا گردِ خرامِ عائشہ



بحضورِ

سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا

ہے جب سے وردِ زباں تیرا نام یا زہرا زکا کبھی نہ مرا کوئی کام یا زہرا

ملائکہ تری عظمت کے گیت گاتے ہیں ہے انبیا میں ترا احترام یا زہرا

ازل سے لکھ دیا خالق نے دستِ قدرت سے جبینِ وقت پہ تیرا دوام یا زہرا

مقامِ مریم و حوا بھی ہے بجا، لیکن ترا مقام ہے تیرا مقام یا زہرا

تری زبان ہے اُمّ الکتاب کی گنجی ترا کلام ہے اُمّ الکلام یا زہرا

تری جناب سے ولیوں کو بھیک ملتی ہے
ہر ایک سانس سے آتی تھی مصطفیٰ کی مہک
نہ آئے گا کوئی دنیا میں اب نبی ہو کر
حسنِ حسین کی صورت میں ہو گیا جاری
ملے مجھے بھی حسین و حسن کے صدقے میں
غروب ہو کے بھی اک چاندنی سی چھوڑ گیا
حضور آئیں لحد میں تو بہر استقبال
زباں پہ ذکر ہے تیرا نبی کے ذکر کے ساتھ
وہ تیری بنتِ غریبہ الوطن دکھی نہنہ
وہ حیدری لب و لہجہ وہ خطبہ عالی
ہے فرط شرم سے خم آج بھی سرِ انساں
حسن سے لے کر ظہورِ امام مہدی تک
تری جناب تک آنا تو کام تھا میرا
میں خود میں ٹوٹ چکا ہوں مجھے سہارا دے
ہو میرے ساتھ کرم کی نگاہ ان پر بھی

ہیں اولیا ترے در کے غلام یا زہرا
تری حیات پہ لاکھوں سلام یا زہرا
چلے گا اب ترے بابا کا نام یا زہرا
زمانے بھر میں ترا فیضِ عام یا زہرا
چلے جو حشر میں کوثر کا جام یا زہرا
حُسن، وہ ترا ماہِ تمام یا زہرا
اُٹھوں میں لیتے ہوئے تیرا نام یا زہرا
درو اُن پہ ہو، تجھ پر سلام یا زہرا
وہ خوف راہزناں گام گام یا زہرا
وہ منظرِ سرِ دربارِ شام یا زہرا
جو کربلا میں ہوا قتلِ عام یا زہرا
ہیں تیری آل یہ گیارہ امام یا زہرا
سنبھال اب کہ یہ ہے تیرا کام یا زہرا
میں گر چلا ہوں، تجھے بڑھ کے تھام یا زہرا
ہیں میرے بھائی جلال و حسام یا زہرا

نصیرؔ بہرِ مخاطب اگر غلط ہے ندا
تو کیوں پکارتے خیر الانام ”یا زہرا“



بحضور

سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا

روئے احمد کی شباہت چہرہ انور میں ہے
تو ہوئی ہے مصطفیٰ کی گود میں پل کر جواں
تیرا جوڑا خلد سے لائے تھے جبریل امیں
کر بلا و طیبہ و مشہد ہو یا ارض نجف
پاس کا کوئی نہ انسانوں میں بعد از انبیاء
نوع انساں کو نہ حاصل ہو سکے گی تا ابد
مریم و حوا کو بھی رشک آئے شاید دیکھ کر
اُن کے در سے بھرنے آیا ہوں میں کشکول مراد
ہاتھ خالی آج بھی جو در سے لوٹاتے نہیں
یہ وہ گھر ہے جس کا اک اک فرد ہے طبعاً غنی
میں رہوں گا پر فشاں سوئے ضریح فاطمہ
صورت و سیرت میں ہیں یک رنگ زہرا و رسول
شکر کی جا ہے کہ اپنے دونوں گھر آباد ہیں
آج کی عورت ہو پردے سے مبرا کس لیے
آل زہرا سے کہا شبیر نے، رکھیے گا یاد
آج شاید کر بلا میں لٹ گیا زہرا کا گھر
کر بلا میں ہو چکے چھوٹے بڑے کیا سب شہید
سیدہ زہرا! خدا سے مانگ اس کی عافیت
ہر طرف خود کش دھماکے، چار سولاشوں کے ڈھیر

جوہر پیغمبری زہرا! تیرے پیکر میں ہے
لحہ لحہ تیرا چشم ساقی کوثر میں ہے
رخصتی تیری حیا و شرم کے زیور میں ہے
تیرے پاکیزہ لہو کا رنگ ہر منظر میں ہے
جو فضیلت علم کی زہرا ترے شوہر میں ہے
اک وہ تخصیص شرف جو آل پیغمبر میں ہے
جو نجابت اس نبی کی لاڈلی دختر میں ہے
دھوم جن کے لطف و احساں کی زمانے بھر میں ہے
اک عجب دریا دلی طبع گدا پرور میں ہے
فقر ہے گھٹی میں داخل خسروی ٹھوکر میں ہے
طاقت پرواز جب تک میرے بال دپر میں ہے
شان جو منظر نے پائی ہے، وہی منظر میں ہے
دل میں ہے اُن کی تمنا، اُن کا سودا سر میں ہے
فاطمہ زہرا سی ہستی بھی اگر چادر میں ہے
صبر کا جو درس شامل اُسوۂ مادر میں ہے
قریہ قریہ ماتی، بزم غزا گھر گھر میں ہے
کیوں یہ ہلچل سی پامرد مہ و اختر میں ہے
تیرے بابا کی یہ اُمت حالتِ ابتر میں ہے
آج کا انسان از خود ساختہ محشر میں ہے

اے خوش قسمت، مرا سیارہ نسبت نصیر

محو گردش پنچتن کے سرمدی محور میں ہے



بحضور

سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا

پڑا ہوں در پہ ترے مثلِ کاہ یا زہراؑ ملے فقیر کو خیراتِ جاہ یا زہراؑ
 تیرا وجود ہے لاریب مرجعِ سادات ہے تیری ذات سیادتِ پناہ یا زہراؑ
 ہیں مرتضیٰ! ترے شوہر تو مصطفیٰ بابا زہے یہ ادج و شرفِ عز و جاہ یا زہراؑ
 ملے جو اس کی اجازت مجھے شریعت سے تو تیرا در ہو مری سجدہ گاہ یا زہراؑ
 خدا کو میں نے سدا لاشریک جانا ہے خدا کے سامنے رہنا گواہ یا زہراؑ
 ہیں جن کے نور سے امت کے روز و شب روشن حسنِ حسینؑ ترے مہر و ماہ یا زہراؑ
 ترے حسینؑ کا کردار دیکھ کر اب تک پکارتے ہیں ملک واہ واہ یا زہراؑ
 دُرود تجھ پہ ہو مصداقِ بضعتِ منیٰ سلام تجھ پہ ہو گیتی پناہ یا زہراؑ
 ہیں تیری آل سے پیرانِ پیرِ محمدی جو اولیا کے ہوئے سربراہ یا زہراؑ
 بھروں تو کیسے بھروں دم تری غلامی کا بہت بڑی ہے تری بارگاہ یا زہراؑ
 کہاں تو ایک نجیبہ، عقیقہ، پاک نظر کہاں میں ایک اسیرِ گناہ یا زہراؑ
 تو بادشاہِ دو عالم کی ایک شہزادی میں اک غریب تری گردِ راہ یا زہراؑ
 اُجڑ چکا ہوں غمِ زندگی کے ہاتھوں سے کھڑا ہوں در پہ بحالِ تباہ یا زہراؑ
 ہوں معصیت کی سیاہی ملے ہوئے منہ پر کسے دکھاؤں یہ روئے سیاہ یا زہراؑ
 میں گو برا ہوں، مگر تیرا وہ گہرانہ ہے کیا بروں سے بھی جس نے نباہ یا زہراؑ
 بھری ہیں در سے ہزاروں نے جھولیاں اپنی مری طرف بھی کرم کی نگاہ یا زہراؑ
 نہ پھیر آج مجھے اپنے در سے تو خالی کہ تیرے بابا ہیں شاہوں کے شاہ یا زہراؑ
 جیوں تو لے کے جیوں تیری دولتِ نسبت مروں تو لے کے مروں تیری چاہ یا زہراؑ
 قدم بہ گلبہ ماگر نہی ز روئے کرم کنیم دیدہ و دل فرسِ راہ یا زہراؑ
 فتادہ ایم بہ اُمیدِ یک نظر بہ درت بحالِ غمِ نم زدگاں کن نگاہ یا زہراؑ

برویِ حشر نہ ہدساں ہو جب کوئی اُس کا
 ملے نصیر کو تیری پناہ یا زہراؑ

بحضور سیدنا علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب

ہو گزر کی خو طبیعت میں، کرم جوہر میں ہے
 نے حصول تاج میں، نے جج مال و زر میں ہے
 لفظ اُتر جاتے ہوں جیسے روح کی پاتال تک
 تیرے ہاتھ آئی جو سیماہم سے اے زوج بتول!
 خوان شاہی کے مطاعم میں کہاں وہ التذاذ
 مُرتضیٰ مولودِ کعبہ، والدِ سبطین بھی
 بخش دی انگشتی سائل کو دورانِ نماز
 بطنِ مادرِ رُقیّت احمد، وہ تعظیماً قیام
 تھوکنے پر سینہِ مشرک سے اُترے دفعتاً
 کیا غضب کی مار تھی ضربِ یَدِ اللہ کی مار
 وقت کا رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کوئی
 دیکھ کر رعبِ مخاطب، بول اُٹھا دربارِ شام
 میں کہ جان و دل سے ہوں اولادِ زہرا پر ثار
 جان سکتے ہیں اُسے اہلِ حضوری ہی فقط
 کل سرِ محفل کوئی بن جائے بخشش کی سبیل
 جب اذانِ صبح دی اکبر نے، ماں بولی سنو!
 نزع کا عالم ہو، کنجِ قبر ہو یا پُلِ صراط
 دولتِ دنیا امیرِ شام رکھتا ہے تو کیا
 دے کے بستر کر دیا تھا فیصلہ ہجرت کی شب

ہو ہو سیرت محمد کی، ترے پیکر میں ہے
 زندگی کا جو سکوں مداحی حیدر میں ہے
 وہ صداقت تیرے خطباتِ سرِ منبر میں ہے
 کب وہ تابانی جبینِ خسروِ خاور میں ہے
 جو مزا نانِ جویں کا حیدری لنگر میں ہے
 اس سے بھی بڑھ کر سعادت یہ کہ زہرا گھر میں ہے
 کیا عجب خوں کرم دستِ سخا گستر میں ہے
 ایک بچہ جو ابھی تخلیق کے محضر میں ہے
 درس کیا للہیت کا اُسوۂ حیدر میں ہے
 آج بھی لرزا سا روحِ مرحب و عمر میں ہے
 مثلِ یک قطرہ علیٰ کے بحرِ پہناؤر میں ہے
 بنتِ حیدر ہو نہ ہو، پیغمبری تیور میں ہے
 اُس کا بھی شیدا ہوں جو ذریتِ قبر میں ہے
 جو کشادِ کار، دستِ فاتحِ خیبر میں ہے
 ہم گنہگاروں کی پیشی حضرتِ داؤر میں ہے
 کیا حلاوت، کیا اثر اس نعمۂ اکبر میں ہے
 اُس کو کیا غم جو پناہ ساقی کوثر میں ہے
 علم و حکمت کا خزانہ قبضۂ حیدر میں ہے
 عقل کا اندھا ابھی ترتیب کے چکر میں ہے

کج کلاہوں کو بھلا خاطر میں کیا لائے نصیر

بے نیازی اُن سے بڑھ کر اِس ترے چاکر میں ہے

۱۔ خلافتِ راشدہ کا دور حضرت صدیق اکبرؓ سے لیکر حضرت امام حسن مجتبیٰؓ تک ہے۔ جس کا انکار نہیں البتہ مصرعِ حدیث میں اُس روحانی خلافت کی طرف اشارہ مقصود ہے، جس میں امام
 الاولیاء حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کے خلیفہ بلا فصل ہیں اور اُس خلافت کا ظاہری ترتیب خلفاء سے براہِ راست تعلق نہیں۔ تفصیل کے لئے کتبِ تصوف ملاحظہ ہوں۔ نصیر

بجھو شہیدِ کربلا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیر نے دشمن سے صدقہ تو نہ مانگا تھا دو گھونٹ ہی مانگے تھے دریا تو نہ مانگا تھا
 نٹھے علی اصغر کو دو بوند کی حاجت تھی معصوم نے تیروں کا تحفہ تو نہ مانگا تھا
 پانی ہی تو مانگا تھا، ہر پیاسے کا جو حق ہے عباس نے کچھ حق زہرا تو نہ مانگا تھا
 لکرائے تھے فاسق سے اسلام بچانے کو مولا نے حکومت میں حصہ تو نہ مانگا تھا
 جابر کی اطاعت کو تسلیم نہیں کرتے اک بات اٹھائی تھی قبضہ تو نہ مانگا تھا
 کس جرم پہ زنجیریں بیمار کو پہنائیں سجاد نے بابا کا بدلہ تو نہ مانگا تھا
 جب لعشِ حسین اٹھی طیبہ سے نداء آئی تبلیغ کا یہ تم سے ثمرہ تو نہ مانگا تھا
 حقدار پہ غاصب نے بے وجہ ستم توڑے بیعت ہی نہیں کی تھی کوفہ تو نہ مانگا تھا
 تھا رتبہ انہیں حاصل پہلے ہی امامت کا آلِ ابوطالب نے عہدہ تو نہ مانگا تھا
 یہ صبر ہی کام آیا کربل میں نواسے کے اللہ سے نانا نے بے جا تو نہ مانگا تھا
 افسوس کہ چھڑوایا قسمت نے مدینہ بھی زہرا کے دُلاروں نے صحرا تو نہ مانگا تھا

کھینچی گئی کیوں چادر پھر سر سے نصیر آخر

زینب نے سیکنہ کا جھمکا تو نہ مانگا تھا

مصائبِ اہل بیت

تہا حسین رن میں چار سو دشمن کے ریلے
 ایسے میں کون ہو جو اصغرؑ کو گودی میں لے لے
 گرتے کیوں کر دیکھوں میں خاک پر یوں لختِ دل کو
 فِضہ سے بولیں یہ زہراؑ تو پہلے جھاڑو دے لے
 ممتا کے لب پر تھی جاری شبِ عاشور یہ لوری
 آ جا او چاند! تیرے ساتھ میرا اصغرؑ کھیلے
 پھوپھی اماں نے یہ کہہ کر کیا اکبرؑ کو رخصت
 تیرے صدقے اب رن میں جاترے بابا ہیں اکیلے
 خیمے جلوائے گئے رسیوں سے باندھا گیا
 بھیا! زینبؑ نے تیرے بعد کیا کیا صدے جھیلے
 بولے عباسؑ تو کچھ پہلے مجھ کو دیکھ رہا تھا
 بیٹے اکبرؑ کیوں تیرے پھر گئے آنکھوں کے ڈھیلے
 تپتے صحرا میں قرباں ہو گئے ابنِ زہراؑ پر
 ماؤں کے لاڈلے، کڑیل جواں، بانکے، البیلے
 جینے کی خوشیاں مت کر موت کو آنا ہے آخر
 باقی ہے ذاتِ رب کی، فانی ہیں دُنیا کے میلے
 بن کے نصیر سائلِ فاطمہ زہراؑ کے در کا
 جو کچھ بھی لینا ہو زہراؑ و آلِ زہراؑ سے لے

اجمیر کے والی!

عثمانؑ کے لعل! آپ کا دربار ہے عالی، اجمیر کے والی!
 سائل ترے دربار سے جاتا نہیں خالی، اجمیر کے والی!
 تو ابنِ علیؑ، فاطمہ زہراؑ کا دُلارا، سبطین کا پیارا
 ولیوں میں ملی ہے تجھے کیا شانِ نرالی، اجمیر کے والی!
 تو سیدِ سادات ہے، اے ہند کے راجہ، اجمیر کے خواجہ
 خوش بخت ہے وہ جس پہ نظر تو نے ہے ڈالی، اجمیر کے والی!
 دیدے مجھے کچھ والی بغداد کا صدقہ، اجداد کا صدقہ
 بھر دے کہ مرا دامنِ اُمید ہے خالی، اجمیر کے والی!
 جیسا بھی ہوں، تیرا ہوں، بُرا ہوں کہ بھلا ہوں، ٹکڑوں پہ پلا ہوں
 کیوں جائے کسی در پہ ترے در کا سوالی، اجمیر کے والی!
 درشن کو ترستی ہوں مرے بھاگ جگاؤ، اجمیر بِلَاؤ
 پوٹوں میں ترے روضہ پر نور کی جالی، اجمیر کے والی!
 دُھن ہے کہ نصیر آپ کے دربار میں پہنچے، سرکار میں پہنچے
 لے کر درِ اقدس پہ وہ اخلاص کی ڈالی، اجمیر کے والی



بکھور حضرت سید محمد الحسینی

ملقب بہ خواجہ گیسو دراز، بندہ نواز قدس سرہ، گلبرگہ شریف (انڈیا)

22 مئی 2008 کو گلبرگہ شریف (انڈیا) حاضری کے لئے دورانِ سفر کہے گئے اشعار

بلند مرتبت و پاک باز، بندہ نواز
جہاں میں عشقِ الہی کے داعی برحق
قیامِ لیل و رکوع و سُجود کے محرم
جو ہیں وہ گلشنِ اسلام میں بہارِ قدم
شریعت اور طریقت میں، علم و حکمت میں
ہر اک زمیں پہ برستا ہے ابرِ فیض اُن کا
نیاز تھا انہیں اس درجہ اپنے خالق سے
یہ بات لطفِ خصوصی پہ اُن کے ہے موقوف
کہاں کہاں نہ تری دستگیریاں پہنچیں
تری حیاتِ نثووع و نضووع کا مظہر
زہے عروج کہ اقطابِ اولیا میں تجھے
ہے تیری ذات وہ آئینہ جلی، جس میں
صفات ہیں تری محمود اے خدا کے ولی
بہت بڑا ہے ترا نام اور کام بڑے
تجھے ہو کس لئے خلقِ خدا کی محتاجی

دکن میں نائب شاہِ حجاز، بندہ نواز
امینِ دولتِ سوز و گداز، بندہ نواز
عبادتوں کے شناسائے راز، بندہ نواز
تو باغِ فقر میں ہیں سروِ ناز، بندہ نواز
حسنِ حسین، علی کے مجاز، بندہ نواز
نوازتے ہیں بلا امتیاز، بندہ نواز
کہ ماسوا سے رہے بے نیاز، بندہ نواز
جسے بھی چاہیں کریں سرفراز، بندہ نواز
ترے کرم پہ ہے بندے کو ناز، بندہ نواز
ترا وجود سراپا نماز، بندہ نواز
دیا خدا نے عجب امتیاز، بندہ نواز
جھلک رہا ہے خود آئینہ ساز، بندہ نواز
شہانِ وقت ہیں تیرے ایاز، بندہ نواز
بہت بڑی تری درگاہِ ناز، بندہ نواز
کہ خود خدا ہے ترا چارہ ساز، بندہ نواز

دراز عمر نہ کیوں ہوں نصیرِ شعرِ مرے

کہ میرے پیر ہیں گیسو دراز، بندہ نواز



بحضور

نائب حضرت شاہ سلیمان تونسوی شمس جہاں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی

السلام اے مرہدِ روشن دلاں
السلام اے قاسمِ فیضِ علی
السلام اے نیرِ بُرجِ کمال
مظہرِ شانِ سلیمان تیری ذات
تیرا ہر شیدا بلندِ اقبال ہے
کچھ علاجِ خاطرِ ناشاد ہو
اے امامِ زمرہ روحانیاں
کون ہے جس پر نہیں احساں ترے
اے در شاہِ سلیمان کے فقیر
چھوڑ کر جاؤں کہاں تیری گلی
بہرہ ور تجھ سے گرامی ہستیاں
تیرے دم سے شاد ہر ناشاد ہے
ساغر و مینا کی، پیمانے کی خیر
عمر بھر کھیلیں خوشی سے ہولیاں
شمسِ دوراں! از پئے خواجہ قمر
اس نصیر زار پر بھی اک نظر

درمدح

حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی

فخرِ ملت، لائقِ صد احترام احمد رضا
کر گئے اربابِ دل کو شاد کام احمد رضا
مردِ میدان، فردِ دوراں، فصلِ حق، فیضِ رسول
منجِ فیضانِ سنت، شارحِ اُمِّ الکتاب
مختشم، بالغِ نظر، عالی مقام احمد رضا
دے گئے عشقِ نبیؐ کا اک نظام احمد رضا
رُکنِ دیں، کوہِ یقین، عنبرِ مشام احمد رضا
نازشِ اسلاف و آبائے عظام احمد رضا

نجم بُرجِ عشق احمد، تیر چرخِ ادب
 مجتہد مفتی، مدرّس، دیدہ ور، شاعر، ادیب
 نکتہ رس، ناقد، رباعی گو، نیم فن عروض
 عبقری، حاذق، فی کلّ علیم ماہر
 زُرّۃ وجہا بِوَجہِ صَارَ قَلْبی فَارِحاً
 ضو فشانہ در ہجومِ تیرگی مانندِ خور
 دل تپد در سینہ و جاں بِشگفہ چوں برگِ گل
 شاہِ جیلاں را غلامِ خاص و شیدائے رُخش
 گُزرِ علمش از سرِ کج گردناں آرد دِمار
 چوں مہِ تاباں غنی، از فکرِ غوغائے سگاں
 در نگاہِ عارفان نعمُ العقائد ذاتِ او
 ہے لقبِ الشاہ و اعلیٰ حضرت و بحرِ العلوم
 چاہتے تھے قدّ آدمِ قبر، اپنے واسطے
 جان و دل سے حلقہٴ اصحاب کے حلقہٴ بگوش
 حضرتِ حسان بن ثابت کا لوٹ آتا ہے دور
 دوستوں کے باب میں اک پیکرِ لطف و کرم
 نام کی تاثیر سے مل جائے گا عشقِ رسول
 اُن کی نظم و نثر، نیزے کی آنی ہر عدو
 کتنی صدیاں چاہیں جس کام کی تکمیل کو
 چھا گیا تیرا سلامِ جانِ رحمت، ہر طرف

آسمانِ علم کے ماہِ تمام احمد رضا
 مفتی، عالم، فقیہ نیک نام احمد رضا
 پاک جوہر، خوش بیاں، شیریں کلام احمد رضا
 نالِ نیلاً کاملاً عِنْدَ الْکِرام احمد رضا
 جَاءَ نِی بِاللُّطْفِ لِبِلّٰ فِی الْمَنَام احمد رضا
 می درخشد چوں سہیل، اندرِ ظلام، احمد رضا
 چوں ز نعتِ مُصطفی رائد کلام احمد رضا
 بر درِ غوثِ الوری دارد قیام احمد رضا
 دیو بد خو را فرو بند بہ دام احمد رضا
 بے خطر چوں یوسف از طعنِ لٹام، احمد رضا
 نزدِ اہلِ علم و فن، خیر الکلام، احمد رضا
 ہے رضا اُن کا تخلص، اور نام، احمد رضا
 آمدِ آقا پہ کرنے کو قیام، احمد رضا
 اہلِ بیتِ مُصطفی کے بھی غلام، احمد رضا
 دور میں جب نعت کا لاتے ہیں جام، احمد رضا
 دشمنوں کے حق میں تیغ بے نیام احمد رضا
 دیکھ لو رکھ کر کسی بچے کا نام، احمد رضا
 منہ میں گستاخوں کے دیتے ہیں لگام، احمد رضا
 کر گئے تھوڑے سے عرصے میں وہ کام، احمد رضا
 تیری روحِ پاک پر لاکھوں سلام، احمد رضا

طے کیا آخر یہ اربابِ نظر نے اے نصیر

ترجمانِ اہلِ سُنّت ہیں، امام احمد رضا

مرثیہ بروفات والدہ مرحومہ

فسانہ دل برباد کیا سناؤں ماں
ہزار تُو نے مری پرورش میں غم جھیلے
تُو چل بسی، مرے اندر کے دکھ سُنے گا کون
مری طرح کسی بیٹے کا گھر نہ ہو برباد
ترا جنازہ اٹھانے کو جب دیا کاندھا
ہزار حیف کہ میں کیوں نہ مر گیا دمِ دفن
تُو کیا گئی کہ بھرا گھر اُجڑ گیا میرا
تو آج بھی اگر آجائے اپنے آنگن میں
ترا وہ پُومنا ماتھا، بوقتِ اِذنِ سفر
تری دعاؤں کا صدقہ ہے، آج جو کچھ ہوں
تمہارے ساتھ گئیں مسکراہٹیں میری
بساؤں گا دلِ ویراں کو تیری یادوں سے
کہاں تلاش کروں ہائے اب متاعِ سکون
جدا تُو مجھ سے ہوئی حالتِ علالت میں
یتیم ہو گیا تیرا حُسام اور جلال

اُجڑ گئی مری دُنیا، کہاں میں جاؤں ماں
میں کون کون سے احساں ترے گناؤں ماں
ترے سوا کسے دل چیر کر دکھاؤں ماں
میں لٹ چکا ہوں، نہ کیوں اشکِ غم بہاؤں ماں
جو مجھ پہ لٹتی قیامت، وہ کیا بتاؤں ماں
میں اور تجھ کو ترے خاک چھوڑ جاؤں ماں
تُو لوٹ آئے گی خود، یا میں لینے آؤں ماں؟
تو تیرے زیرِ قدم فرشِ دل بچھاؤں ماں
وہ میرا مٹھو کے قدم پوچھنا کہ ”جاؤں ماں؟“
تُو چاہتی تھی جہاں میں غروج پاؤں ماں
تمہارے بعد میں شاید ہی مسکراؤں ماں
محال ہے کہ تجھے اب میں بھول پاؤں ماں
کہاں گئی مری جنت، کہاں سے لاؤں ”ماں“
خدا سے پوچھ ذرا، تجھ کو دیکھ آؤں ماں
میں بد نصیب بھی شامل ہوں، کیا بتاؤں ماں

پھر آج پیار سے بیٹا نصیر کہہ کے پکار
لیٹ کے روؤں، گلے سے تجھے لگاؤں ماں

وچھڑی ماں دی یاد وچ

سُر گئے یوٹے خوشیاں والے مھلیاں ہجر ہواواں
 آدھی راتیں اٹھ اٹھ بہواں رو رو حال و نجاواں
 کس دے اگے دکھڑے پھولاں کس نوں درد سناواں
 منسی کون مرے لئی ممتاں گرسی کون دُعاواں
 کون مرا ہن مٹھا چم کے کہسی رو بلاواں
 کون کھلیسی اٹھ کے یوہا کون تکیسی راہواں
 اجڑ اجڑ حویلی دے، سُنیاں دسن تھانواں
 جے تُوں آج دی گھر مُڑ آویں دل دی سچ وچھاواں
 ست بسم اللہ آکھ کے تینوں قد میں سیس نو انواں
 مانواں مرن نصیر نہ شالا مانواں ٹھنڈیاں چھانواں

رنگِ نظام

رنگِ نظام

رُباعیات

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

فہرست

صفحہ نمبر	رنگِ نظام	نمبر شمار
441	دعائے شاعر	
442	التجاء عبد بخضورِ معبود	
442	عاصی کی صدا	
443	التجاء بخضورِ حق	
443	ندائے مسافر	
444	اے شب کو سرِ فلک اترنے والے	
444	ممکن ہے کہ برائیاں ہماری حاجات	
444	لوں گانہ ادھر سے نہ ادھر سے لوں گا	
444	اک عبدِ فقیر ذاتِ باری تیرا	
445	صدائے فقیر	
445	عطائے محض	
446	التجاء بخضورِ باری تعالیٰ	
446	اے سب کے خالق و مالک	
447	التجاء بخضورِ رب تعالیٰ	
447	اے سب کے رازق!	
448	مُعطٰی حقیقی	
448	نیچے کرم	
449	احسانِ معیت	
449	امرِ واقعہ	
450	اندیشہٴ عقبی	

صفحہ نمبر	نمبر شمار
450	خوشامدی خطیب
451	اعترافِ حقیقت
451	التجائے عبد
451	آرزوئے فنا
452	بے ضمیر سائل کا اعتراف
452	عزم گدا
452	یارب
453	بندہ گناہ گار کی پکار
453	یا علی الاعلیٰ
454	اے مرے خالق و مالک
454	اصلی داتا سے مانگ
455	ذاتِ قائم بالذات
455	جل جلالہ
456	اصل ایمان
456	تقاضائے عبدیت
457	الہی یا الہی
457	اس کا چاہا ہوا نہ ہوا
458	کریم مطلق
458	قرآنی فیصلہ
459	تمنائے مدینہ
459	نوائے عاشق
460	خاکِ مدینہ
460	کملی والا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
461	اہمیت میلاد نبی
461	شان ازواج مطہرات
462	ازواج رسول مومنوں کی مائیں ہیں
462	مقام علیؑ
463	درمدح سیدنا علی المرتضیٰؑ
463	آرزوئے خاکِ نجف
464	درجاتِ مہر علیؑ
464	سلونی
465	امیدِ سفارش
465	حسینؑ کا آفاقی اقدام
466	کارنامہ حسینی
466	بجضورِ امام کربلاؑ
467	سیدہ زینبؑ کے حضور
467	عطیہ زینبؑ
467	نسبتِ پنج تن
468	آل و اصحابؑ
468	چاریاؑ
469	سرتاجِ اولیاء
469	قرآن کی صدا
470	اولیائے اُمت
470	مقامِ درِ اولیاء
471	مقامِ درس گاہِ اولیاء
472	حضرت بابا فریدؒ

صفحہ نمبر	نمبر شمار
472	نظامی نسبت
473	حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ
473	حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ
474	حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ
475	حضرت فخر الدین جہان دہلویؒ
475	حضرت نور محمد مہارویؒ
476	حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ
476	حضرت اللہ بخش تونسویؒ
477	حضرت محمود تونسوی سلیمانیؒ
477	حضرت شمس الدین سیالویؒ
478	فیضانِ پیر مہر علیؒ
478	حضرت بابو جیؒ
479	فیض نگاہِ شیخِ کامل
479	دُعائے دروازہ مرشدِ کامل
480	اکابر اولیاء کے عقائد
480	آخر کیوں؟
481	التماسِ عبد
481	نقیبِ روایات
482	نیابتِ انبیاء
482	قبولیت کا جُداگانہ معیار
483	ارشادِ نبوی علی صاحبہا السلام
483	کاوشِ بے جا
484	مدارِ اعمال

صفحہ نمبر	نمبر شمار
484	اللہ جمیل
485	اب ڈرکا ہے
485	ہاں ہاں یہ میرا فیصلہ ہے
486	فضلِ ربی
486	انسان کا پاگل پن
487	وجود و عدم میں انسان کی بے بسی
487	تدبر فی القرآن کی تلقین
487	قرآن کی صدا
488	گرسنگی ہوس
488	فوراً پتہ چل جائے گا
489	یہ تجھے کیا ہوا
489	منظم حقیقی
490	رحمت کا بلاوا
490	انتباہِ ربانی
491	اعلانِ رحمتِ حق تعالیٰ
491	اہل دنیا کی حقیقت
492	سب اُس کے محتاج ہیں
492	صحابِ رحمت
493	اقتدارِ اعلیٰ
493	عزتِ انبیاء کی علت
494	مقصدِ بعثتِ انبیاء
494	وجہِ عزتِ شریعت ہے
495	عزتِ منصوصہ
495	ذاتی اور عطائی عزت

صفحہ نمبر	نمبر شمار
496	حیات بعدِ ممات
496	یہ حقیقت ہے
497	لمحہ فکر یہ
497	انجامِ غضب
498	ثمراتِ القا
498	اپنے مشورے پاس رکھ
499	فلسفہٴ دُعا
499	اہمیتِ نماز
500	رُوحِ نماز
500	فلسفہٴ تعینِ اوقاتِ نماز
501	آخری فیصلہ
501	فیصلہٴ ایمان
502	مشیتِ ایزدی
502	مجھ سے نہیں میرے خالق سے پوچھ
503	توبہ کر
503	اقتضائے دُعا
504	ایمانی تقاضا
504	صدائے قدرت
505	ظالم کے نام
505	اب وہ دلیری کہاں گئی؟
506	لا موجود الا اللہ
506	ایسا کوئی نہیں کر سکتا
507	بندہ نواز کون ہوا؟

صفحہ نمبر	نمبر شمار
507	تعلق باللہ کا اثر
508	عزتِ حاضری
508	لہذا اللہ سے ڈر
509	ایک مسئلہ حقیقت
509	آزمائش شرط ہے
510	تعاقبِ قدرت
510	ان شاء اللہ
511	دنیا کو خالقِ دنیا کا حکم
511	آج کے سیاست دان
512	من و تو
512	بلاوا
513	عذابِ الہی کا طریقہ گرفت
513	تلقینِ عمل
514	علاجِ کبر
514	وڈیروں کا چلن
515	مظلوم کو ایک اجازت
515	سب مسافر چند روزہ ہیں
516	مقامِ شرم
516	ملکِ جبر
517	اب فکر مناسب نہیں
517	ایک طرف دل ہو جائے.....
518	مقامِ خاموشی
518	فلسفہ کم گوئی و بسیار گوئی

صفحہ نمبر	نمبر شمار
519	آئینہ کا فیصلہ
519	ہوش کے ناخن لے
520	تندرستاں رانہ باشد در ویش
520	شعارِ اہل حق
521	علامتِ اہل کمال
521	اہمیتِ اعتدال
522	پھر غرور کس بات پر؟
522	مرگِ اغنیا
523	رازِ سر بستہ
523	نسب کی ناکامی
524	اپنی اوقات میں رہنا چاہیے
524	اب بھی باز آ جا
525	منظرِ مرگِ ظالم
525	سکوتِ گدایانہ
526	احسانِ خالق
526	یہ ایک حقیقت ہے
527	مناظرِ ہوس
527	ارشاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
528	ہوسِ بے جا
528	ذرا ہوش سے کام لو
529	مکافاتِ عمل
529	سزائے تکبر
530	چاہ گن راہ چاہ در پیش

صفحہ نمبر	نمبر شمار
530	لاف زنی سے کیا فائدہ
531	کھت لسان
531	سرشتِ انسانی
532	اللہ کا پسندیدہ گروہ
532	دنیا کس کی؟
533	علم محیط کی شان
533	خلقتِ انسانی قرآن کی نظر میں
534	بجائے شکایت، شکر کر
534	قوتِ برداشت کی اہمیت
535	شیوہٴ اربابِ حق
535	مقامِ تفکر
536	اکڑفوں
536	تیری اوقات؟
537	دعوتِ انکسار
537	انسان کے اندازِ فکر کا.....
538	شانِ آفتاب
538	ظالموں کو اعتباہ
539	قولِ دانایاں
539	اہمیتِ خواصِ اشیاء
540	خاموشی بروقت
540	خالق پر جراتِ تنقید؟
541	متاعِ قلیل
541	اسے بھی پڑھیے

صفحہ نمبر	نمبر شمار
542	غزوہ دولت
542	بدگوہری
543	یقین نہیں آتا تو آئینہ دیکھ لو
543	وحشی اور سلاسل
544	دستار کا تقاضا
544	پھر اس قدر تکبر کیوں؟
545	اتنی بے بسی پر بھی اتنے دعوے
545	طلب منصب دلیلی نااہلیت.....
546	اُبتلائے عظیم
546	مقام توجہ
547	عارضہ تضاد
547	استفسار الہی
548	فیصلہ وقت
548	اس کی تکلیف آخر تجھے کیوں؟
549	تعریفِ ظلم
549	دمڑی
550	بے حیا باش ہر چہ خواہی گن
550	انسانی شر کا خوف صفتِ قبیح ہے
551	حبیط دانش
551	حقیقتِ کبر
552	سنگی معیشت کا سبب
552	شاباش
553	خاموشی و تکلم میں دعوت.....

صفحہ نمبر	نمبر شمار
553	میر امنہ نہ کھلوا
554	زوالِ آفتاب کی بندہ نوازی
554	اوقات
554	مکتبہ کا درسِ فطرت
555	عقیدہ اہلِ توکل
555	اُمّ العقائد
556	مذمتِ بسیار خوری
556	وجہِ اضطراب
557	وقت کے فیصلے
557	پیسے کی کرامت
558	ہائے پیہ
558	تطویلِ لا طائل
559	خود سپردگی
559	مکتبہ نمازی کی گوشمالی
560	تو کس کھیت کی مولیٰ ہے
560	اتفاق کی برکت
561	فطرت نہیں بدلتی
561	آدابِ مناظرہ
562	بددعائے درویشاں
562	راست گوئی
563	تلاشِ بے سود
563	ایک جان لیوا کھیل
564	درسِ عبرت

صفحہ نمبر	نمبر شمار
564	خود مار کے کھا
565	خوفِ عقلی
565	فلسفہ انفاق
565	ایک مفید مشورہ
566	دو پر حاضر کا معیارِ عزّت
566	استفسارِ معبود
567	اظہارِ حقیقت
567	فلسفہ خاموشی و گویائی
567	سب کچھ روشن ہو جائے گا
568	دینی افلاس
568	تلاشِ حقیقت
569	یہ غفلت شعار لوگ
569	مرگ دشمن پہ نہ ہنس
570	ترغیبِ جہاد
570	اسلاف و اخلاف
571	انتہاعِ ذخیرہ اندوزی
571	ایک مکتوف کے جواب میں
571	حاسد کا چہرہ
572	اللہ کی مار
572	غم کی مٹھاس
572	نوازشِ غیبی
573	حاسدین کا شکریہ
573	نازنہ کرنے کا سبب

صفحہ نمبر	نمبر شمار
573	تقلید بے سود
574	مردانِ کمال کا حال
574	مجبوری حالات
574	یاری کا ڈھونگ
575	وقت کی سولی
575	لعنتی کون ہے؟
576	کمیوں کو عزت بخشی کا نتیجہ
576	تلقینِ استقامت
577	عمل ایک سبب دو
577	درسِ نفس
578	مشاہدات
578	کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
578	خطابِ بر محل
579	بجن دُور نہ جا
579	پُرسشِ اعمال
579	کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
580	ارشادِ عقل
580	وعدہ
580	تقاضائے خرد مندی
581	دستورِ جنوں
581	ہم آپ کے ہیں
581	علاماتِ بیماریِ حسد

صفحہ نمبر	نمبر شمار
582	خطاب بہ حاسدِ بد باطن
582	حاسدِ محروم مقاصد
582	کششِ کوچہ جاناں
583	مقامِ ساقی
583	لنگر کو توڑ دیا
583	حقیقت خود بولتی ہے
584	ماحول کو تخلیق کرو
584	معراجِ ادب
584	تصویر کی کرشمہ سازیاں
585	ہو الباقی
585	موٹا مٹا
585	طلبِ عنایات
586	شانِ گدا
586	فریادِ مگس
586	معراجِ بشریت
587	مقامِ مسجد
587	تزیینہ و تشبیہ
587	گرفتِ غیبی
588	احباب بدلے ہم نہ بدلے
588	کیفیتِ قلب
588	بلائے ناگہانی
589	دنیا ایک الم کدہ ہے
589	برے وقت کا ایک اچھا پہلو

صفحہ نمبر	نمبر شمار
589	قوت نیکی نداری
590	میں کچھ نہیں کہتا
590	التماس فیصلہ
590	ہوا کو درس پرواز؟
591	تکلیف نازک
591	دنیا کے معافی
591	اے دُنیا!
592	التجائے دُعا
592	اخفائے راز
592	واعظ کی روٹی
593	میرا مقابلہ مت کر
593	بے عمل مولوی کے نام
593	فتویٰ فروش کے نام
594	مستکبر مٹا
594	دین فروش مولوی کے نام
594	جاہل دولت مند سے خطاب
595	مقام افسوس
595	دایغ سجدہ ریا
595	نام بڑا درشن تھوڑے
596	مراحل حیات
596	حسن سلوک کا صلہ
596	شیوہ اسلاف
597	کب آؤ گے؟

صفحہ نمبر	نمبر شمار
597	آمد یار
597	رہروان ملک بقا
598	تفہیم قرآنی
598	رقصِ زباں
598	صلائے عام
599	بے ثباتی عالم
599	گھمنڈی کے نام
599	حصول مقصد کاراز
600	اوکھے سوڑے
600	آدابِ گفتگو
600	ضرورتِ اکتسابِ مزید
601	عزتِ نفس
601	شرطِ پذیرائی
601	ضرورتِ نسیان
602	محلِ استعجاب
602	مجھ کو سمجھو
602	اظہارِ افسوس
603	مقامِ انسان
603	ضربِ وقت
603	از مکافاتِ عمل غافل مشو
604	ضرورتِ درستگیِ نیت
604	مقامِ تأسف
604	سزائے ناکردہ گناہی

صفحہ نمبر	نمبر شمار
605	میں اور ماحول
605	علت ترک سلام
605	انسان کی بے حسی
606	شرط مقابلہ
606	وجود و عدم
606	اپنا احتساب کر
607	پہلے میرا جواب دے
607	عیادت پر معنی
607	حقیقی افلاس
608	غیرت نفس
608	معذرت کے ساتھ
608	التجائے شب باشی
609	یہ مشاہدہ کی بات ہے
609	آمد و رفت یار
609	بددعا کا جواب
610	گھر بیٹھے ہوئے سفر
610	بھول جاتا ہوں میں
610	اسے میری لگائی ہوئی سمجھ
611	وسعت امکان
611	ترک ہوں کا حکم
611	دام ہوں
612	بد سے بدنام برا
612	قدرت کی گرفت

صفحہ نمبر	نمبر شمار
612	شیطان کا اعتراف عجز
613	میدان کا فیصلہ
613	اُمیدِ کرم
614	فضلِ یزداں
614	میرے بندے
615	اللہ نہ بن!
615	آدابِ عداوت
616	دشمن کے لئے ایک خوشخبری
616	انجامِ غاصب
617	جیت ہار کا فیصلہ
617	بہت حق
618	فضیلتِ اعتدال
618	علم اور دولت میں فرق
619	واعظِ مصلحت کوش و فقیر.....
619	بغاوت ہی سہی
620	دُودھ کا اثر
620	مالِ کار
621	جاؤ پرستوں کا منہ کالا
621	بہتر خیرات
622	اندازِ بیاں
622	انتباہِ فقیر
623	جواد کا اندازِ جود و کرم
623	گوہرِ نایاب

صفحہ نمبر	نمبر شمار
623	ہم میں کیا ہے؟
624	درپردہ مخالفت
624	آج کل کی یاری
625	میں آپ کا ہوں
625	إِنَّا لِلّٰہ
626	حصولِ مدعا
626	خوشہ فساد
627	تبلیغِ بے اخلاص
627	درسِ منافقانہ
628	معتبر جھوٹ
628	سیاسی مذہبی اور دیگر طبقات
629	بعض نام نہاد راہنما
629	سچے مشائخ اور نیک.....
630	سلف اور خلف میں فرق
630	مفہومِ سجادگی
631	مقامِ حضورِ دل
631	بعض خود نگر جاہل پیر
632	تبلیغ کا چکر
632	دُعا میں بھی احساسِ بالاتری
633	ایک بہت بڑی حقیقت
633	حرفِ تلخ
634	حقیقتِ سجادہ نشینی
634	دھوکہ باز شیخ

صفحہ نمبر	نمبر شمار
634	درگاہوں کے جھگڑے
635	مطلب کی پوجا
635	مذموم استفادہ
635	قبروں کے مجاور
636	عظمتِ اجداد کے بیوپاری
636	سجادگی پر ضد
636	ایسی سجادگی سے ہم باز آئے
637	عہدہ نذرانہ وصولی
637	مجاورینِ مزارات
637	آج کل کے پیر
638	پیری کہ مقاصد گیری
638	فشارِ عقیدت
638	کچھ لوگ
639	دُعائیں بھی شوقِ قیادت
639	غرض مندِ ادب
639	انتقادِ تقاریب کی علت
640	قوالی میں تجاویز کے.....
640	عظیم پرش
641	دُعائے کاٹھیکہ
641	آسان مگر
641	اندازِ ترقی
642	سجادہ نشینی کی نفی.....
642	مقامِ حیرت

صفحہ نمبر	نمبر شمار
642	کنجوس مرید
643	دورِ حاضر کے اکثر مرید
643	پیروں کے چغل خور چچے
643	پیروں کی گلہ مندی
644	ایک پیر کی فریاد
644	چالاک مرید
644	مرید شاطر کی وضاحت
645	ایک سوال پر پیر صاحب کا جواب
645	پیر کی معنی خیز ہمدردی
645	انقلابی آواز
646	مثبت تنقید
646	پیر اور گزری کا فلسفہ
646	دورِ حاضر کی پیری
647	نمائش تو وضع
647	نوٹوں کا شمار
648	قرآن اور فلسفہ سجادہ نشینی
648	اسلامی سجادہ نشینی
649	آج کی تسبیح خوانی
649	ربانی اعلانِ اجابت
650	دینِ قیم
650	عجیب سوال اور عجیب تر جواب
651	آیہ مجتولہ کو ذرا غور سے پڑھیے
651	طبقتہ خاص کے لئے لمحہ فکریہ

652

بُیانِ جاہ

652

فقر نام نہاد

653

آج کی جعلی پیری

653

اصلاحِ حال

654

مُصَرَّفِ حَقِیْقِی

تازہ کلام

654

گستاخِ رسول کے نام

655

لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

656

بد سے بد نام برا

656

قدرت کی گرفت

656

شیطان کا اعترافِ عجز

657

درمدِ حِ حضرت پیر الٰہ پیر

دُعائے شاعر

یا رب! مرا ذوق خوش قرینہ ہو جائے
دریائے بلاغت کا سفینہ ہو جائے
وہ زورِ بیاں بخش کہ میرا ہر شعر
الفاظ و معانی کا مدینہ ہو جائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن عائشة ان النبی کان یقول اللّٰهم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا (الحديث)
ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جب وہ نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو استغفار کریں“

التجائے عبد بحضورِ معبود

گزرے مری عمر، تجھ سے ڈرتے ڈرتے
توفیق یہ مل جائے کہ مرتے مرتے
جاری ہو مری زباں پہ اللہ اللہ
دم نکلے ترا ہی ذکر کرتے کرتے



رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (القرآن)
ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (23:7)

عاصی کی صدا

عاصی ہے، بہ اعمالِ قلیل آیا ہے
مُجْرِم ہے، مگر بلا وکیل آیا ہے
مایوس نہ پھیر، بخش دے جرم اُس کے
در پر ترے اک عبدِ ذلیل آیا ہے



وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا (194:3)

التجا بحضور حق

وہ پیار ، وہ چاہ کون دے گا مجھ کو
اس بھیڑ میں راہ کون دے گا مجھ کو
مجھ پر تو نہ بند کر درِ فضل اپنا
مجرم ہوں ، پناہ کون دے گا مجھ کو



رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلاً مُبْرَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (القرآن)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ (29:23)

ندائے مسافر

ایسے میں حصولِ مددِ مشکل ہے
منزل ہے بعید ، راستا مشکل ہے
مشکل ہے یہ سب نہ چاہنے تک تیرے
تُو چاہے تو تیرے لئے کیا مشکل ہے



اے شب کو سرِ فلک اُترنے والے
 دامن کو نوازشوں سے بھرنے والے
 کِشکولِ مُراد آج بھر دے سب کا
 اے سب کی مرادیں پوری کرنے والے



ممکن ہے کہ بر آئیں ہماری حاجات
 شاید ہوں یہی قبولیت کے لمحات
 پھیلائے کھڑے ہیں تیرے بندے جھولی
 حاجات بر آر یا مُجیب الدّعوات



لُوں گا نہ ادھر سے نہ ادھر سے لُوں گا
 تجھ نافع و دافع ضرر سے لُوں گا
 دے گا دے گا تُو آج دے گا مجھ کو
 لُوں گا لُوں گا میں تیرے در سے لُوں گا



اک عبدِ فقیر، ذاتِ باری تیرا
 بازارِ کرم میں انتظاری تیرا
 کچھ بھیک عطا ہو کہ کھڑا ہے در پر
 کِشکول لیے کب سے بھکاری تیرا



وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے (87:26)

صدائے فقیر

عالم پہ سدا کا راج رکھنے والے
عزت کا سروں پہ تاج رکھنے والے
بے لاج ہوں، میری لاج ہے تیرے ہاتھ
رکھ لے میری لاج، لاج رکھنے والے



إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب کشادہ مغفرت والا ہے (32:53)

عطائے محض

حاجات کی ناؤ کھے رہا ہے پھر بھی
احسان سے کام لے رہا ہے پھر بھی
میں جرم پہ جرم کر رہا ہوں، لیکن
قربان ترے کہ دے رہا ہے پھر بھی



رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا (القرآن)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ (89:21)

التجا بحضورِ باری تعالیٰ

آیہ قرآنیہ کے ایک جملہ کی وساطت سے۔ چار زبانوں میں

ستار ہے تُو ، نہ کر مجھے بے پردا
میں ہاں ترے بُو ہے دا قدیمی بردا
تنہا استادہ ام بہ دشتِ غربت
رَبِّ احْفَظْنِي وَلَا تَذَرْنِي فَرْدًا



وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور مجھے رُسوانہ کرنا جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے (87:26)

اے سب کے خالق و مالک

ٹُجھ پر تو عیاں ہے کم نگاہی میری
لے ڈوبے نہ کل یہ رُو سیاہی میری
رکھ احسنِ تقویم ہی کے زمرے میں
مٹی نہ خراب ہو الٰہی میری



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزَنِ وَاَعُوْذُبُکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبُکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبَخْلِ وَاَعُوْذُبُکَ
 مِنْ غَلْبَةِ الدِّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ (الحديث)
 ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ فکر سے اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ بزدلی اور کنجوسی سے اور تیرے ساتھ پناہ
 مانگتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے ظلم و ستم سے۔

التجاء بحضورِ ربِّ تعالیٰ

عزت ہے مری ترے حوالے مولیٰ
 ذلت کی حیات سے بچا لے مولیٰ
 محتاج بنا کے دے نہ بستر کی سزا
 چلتے پھرتے مجھے اٹھا لے مولیٰ



وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (114:5)

اے سب کے رازق!

مشکل میں ترا ہی ساتھ کام آیا ہے
 مجھ پر تیرے ہی فضل کا سایا ہے
 اب وقت پڑا تو دے مجھے منہ مانگا
 تیرا ہی دیا تو عمر بھر کھایا ہے



یَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (القرآن)

ترجمہ: اُسی سے مانگتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں (29:55)

مُعْطٰی حَقِیْقٰی

ہر طرح کے مفلس و تو نگر سے ملا
اس ٹوہ میں ہر کمتر و مہتر سے ملا
معلوم ہوا کہ سب کا داتا تُو ہے
جو کچھ بھی جسے ملا ، ترے در سے ملا



إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي (القرآن)

ترجمہ: یقیناً میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں (26:29)

نَتِیْجَہٗ کَرَم

جس لمحہ ، جدھر بھی ، جس ٹھکانے پہ رہا
ہر دم ترے ساتھ لَو لگانے پہ رہا
حالات نے کچھ دُور بھی رکھا ، لیکن
ذہناً تیرے ہی آستانے پہ رہا



اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ: تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں (101:12)

احسانِ معیت

مایوس ہوا تو دل بڑھایا تُو نے
ہر طرح کے خوف سے بچایا تُو نے
جب چھوڑ گئے اپنے پرائے مجھ کو
قربان ترے ، ساتھ نبھایا تُو نے



وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (القرآن)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو (4:57)

امرِ واقعہ

جب گھیر لیا تھا چہرہ دستوں نے مجھے
جب راہِ فرار دی نہ رستوں نے مجھے
محسوس کیا تیری معیت کا سکوں
جب چھوڑ دیا تھا خود پرستوں نے مجھے



إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ (القرآن)
ترجمہ: بے شک اس میں اس شخص کے لئے نشانی ہے۔ جو عذابِ آخرت سے ڈرا۔ (103:11)

اندیشہِ عقبی

دل کو کسی منزل ، نہ کسی راہ کا غم
اندیشہ گدا کا ، نہ کسی شاہ کا غم
کس مُنہ سے تری جناب میں پہنچوں گا
کھاتا ہے بس ایک تیری درگاہ کا غم



وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّوهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ (القرآن)
ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے
ہیں۔ (165:2)

خوشامدی خطیب

منبر پہ یہ نام دے رہا ہے تیرا
جیسے کہ پیام دے رہا ہے تیرا
اب واعظِ شر کو اٹھا لے مولیٰ!
بندوں کو مقام دے رہا ہے تیرا



اعترافِ حقیقت

خُشنودی، نہ غم پہ جی رہا ہوں اب تک
 بیشی پہ، نہ کم پہ جی رہا ہوں اب تک
 اے میرے کریم! تیری عزت کی قسم
 میں تیرے کرم پہ جی رہا ہوں اب تک



التجائے عبد

مُضمر ہے اسی میں سر بلندی میری
 برحق ہے یہ خُوءے یک پسندی میری
 تُو نے ہی مجھے ناز کے تیور بخشے
 تجھ ہی سے رہے نیاز مندی میری



آرزوئے فنا

ہستی کی ہوس نہ آرزو رہ جائے
 دل میں نہ مغائرت کی بُو رہ جائے
 جس طرح سمندر میں فنا ہو قطرہ
 اِس طرح مٹوں تجھ پہ، کہ بس تُو رہ جائے



بے ضمیر سائل کا اعتراف

لینے کے لئے جہاں گیا ، کچھ نہ ملا
دیکھا ، بھالا ، چلا ، پھرا ، کچھ نہ ملا
پھر بھی ایسے بے ضمیر سائل کو
اک آہ پہ تیرے در سے کیا کچھ نہ ملا



عزم گدا

جب تک ترے در پہ تھا ، ٹھکانے سے رہا
چھوٹا ترا در ، تو بھیک پانے سے رہا
ٹھکرا کے اٹھا دے ، کہ بٹھالے در پر
میں اب کسی اور در پہ جانے سے رہا



یا رب

ہستی ہے ترے کرم سے یا رب! ہستی
معمور تجھی سے ہے بلندی ، پستی
تیرے ہی نور سے ہے روشن روشن
نگری نگری ہر ایک بستی بستی



وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا (القرآن)

ترجمہ: ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما (286:2)

بندۂ گناہ گار کی پُکار

حالت ہے تباہ یا علی ادرکنی
بے حد ہیں گناہ یا علی ادرکنی
چل جائے مرے حق میں بھی کُلکِ رحمت
نامہ ہے سیاہ یا علی ادرکنی



یا علیّ الاعلیٰ

آمین بحق سید المرسلین علیہ السلام

دُشمن ہے سماج یا علیّ الاعلیٰ
مُشکل میں ہوں آج یا علیّ الاعلیٰ
زہرا و محمد و علی کے صدقے
رکھ لے مری لاج یا علیّ الاعلیٰ



اے میرے خالق و مالک

کیوں بابِ کرم اثر سے خالی جاؤں
کیوں آکے سخی کے گھر سے خالی جاؤں
جب تُو نہیں پھیرتا کسی کو خالی
پھر میں کیوں تیرے در سے خالی جاؤں



إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں (7: 194)

اصلی داتا سے مانگ

رِزَاقِ جہاں ، رُبِّ تعالیٰ وہ ہے
جوّاد و غنی ، برتر و بالا وہ ہے
کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے
اللہ سے مانگ ! دینے والا وہ ہے



هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (القرآن)

ترجمہ: اللہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ (255:2)

ذاتِ قائم بالذات

وہ مالکِ کُل ہے ، کائنات اُس کی ہے
جو ختم نہ ہو کبھی ، وہ بات اُس کی ہے
اعراض وجود میں ہیں قائم بالغیر
قائم ہے جو بالذات وہ ذات اُس کی ہے



جَلَّ جَلالُه

وہ ربِّ جلیل و کبریا حیثیت
چاہے جسے جو کرے عطا حیثیت
جو کچھ ہے جو بھی وہ اُس کے فضل سے ہے
از خود ہے کسی کی ورنہ کیا حیثیت



اصل ایمان

طاقت ، نہ صفات پر بھروسہ رکھیے
 ہر گز نہ حیات پر بھروسہ رکھیے
 اللہ کی ذات ہے فقط عقدہ کشا
 اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیے



وَلَهُ الْكِبْرُ يَأْتِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (القرآن)

ترجمہ: اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے۔ (37:45)

تقاضائے عبدیت

تُو عبد ہے ، اعلانِ خدائی مت کر
 اپنے کو شریکِ کبریائی مت کر
 فرعون کی طرح ٹوٹ جائے گی کمر
 اللہ سے زور آزمائی مت کر



الہی یا الہی

بندہ ہوں ترا ، مجھ پہ یہ احساں کر دے
ہر دیکھنے والی آنکھ ، حیراں کر دے
لاچار و ضعیف و خستہ دل ہوں مالک!
مشکل میں ہوں ، مشکل مری آساں کر دے



وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (27:14)

اُس کا چاہا ہوا بُرا نہ ہوا

کیوں تخمِ اُمیدِ خام یوں بوتا ہے
حالات کی تلخیوں پہ کیوں روتا ہے
تُو چاہ نہ چاہ ، اِس سے ہوتا نہیں کچھ
اللہ جو چاہتا ہے ، وہ ہوتا ہے



وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (القرآن)

ترجمہ: اور یقیناً وہ ضرور بڑی بخشش والا ہے۔ (165:6)

کریم مطلق

باطن نگر و عذر پذیر آقا ہے
رَبِّ دو جہاں بھی کیا نصیر، آقا ہے
ہم زود گریز و دیر آمادہ غلام
وہ زود نواز و دیر گیر آقا ہے



مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ (القرآن)

ترجمہ: اللہ لوگوں کے لئے رحمت سے جو کچھ کھولے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس چیز کو روک لے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں (2:35)

قرآنی فیصلہ

جو قائلِ دخلِ غیر ہے، بکتا ہے
مُشرک ہے، جو غیر کی طرف تکتا ہے
دینا چاہے تو کون اُسے روک سکے
دینا روکے تو کون دے سکتا ہے



فَاَجْعَلْ اَفْنِدةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ (القرآن)

ترجمہ: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں (37:14)

تمنائے مدینہ

سرمایہ عمر اسی کو مانا جانا
ایماں، ترے کوچے ہی میں جانا، جانا
کچھ پاس ہو یا نہ ہو بلا سے، لیکن
مُجھوٹے نہ تری گلی کا آنا جانا



نوائے عاشق

ہر گام پہ خطروں سے گزر کر پہنچا
ذروں کی طرح بکھر بکھر کر پہنچا
اے پردہ نشیں! نکل بھی آ پردے سے
چوکھٹ پہ تری میں آج مر کر پہنچا



خاکِ مدینہ

دل میں نہ ہوائے دُنیوی راہ کرے
 ناچیز کو باریابِ درگاہ کرے
 لے دے کے یہی تو ہے سہارا اپنا
 تجھ سے مری نسبت رہے ، اللہ کرے



يَا أَيُّهَا الْمُرْمِلُ (القرآن)

ترجمہ: اے کملی اوڑھنے والے (1:73)

کملی والا

وہ جانِ جہاں ، حبیبِ ربِّ الاعلیٰ
 وَالشَّمْسُ بِهٖ صُورَتٍ وَبِهٖ قَامَتِ الْاَیُّهَا الْمُرْمِلُ
 فخرِ حَسَن و حُسین و زہرا و علی
 مکی مدنی رسول ، کملی والا



قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَبِلْ لَكَ فَلْيَفْرَحُوا
ترجمہ: فرمادیجئے اے محبوب کہ اللہ کے فضل اور رحمت کے سبب چاہیے کہ خوشی منائیں (58:10)

اہمیتِ میلادِ نبی

دنیا میں رسولِ انس و جاں آتے ہیں
پیغمبرِ آخرِ الزماں آتے ہیں
میلادِ مناو اے مقدر والو!
سلطانِ رسولانِ جہاں آتے ہیں



إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (القرآن)
ترجمہ: اے (پیغمبر کے) اہل بیت، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے نا پاکی (کامیل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے (33:33)

شانِ ازواجِ مُطہرات

مقصود دراصل تو ہے ازواج کی ذات
شامل اسی حکم میں ہیں ابناء و بنات
ہے آیہ تطہیر کی تفسیر یہی
ازواجِ مُطہرات ہیں محفوظات



النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (القرآن)
ترجمہ: پیغمبر (محمد مصطفیٰ) مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (6:33)

ازواجِ رسول مومنوں کی مائیں ہیں

جو مُنکرِ قُراں ہے ، مسلمان نہیں
مومن تو وہ کیا ہو سکے ، انسان نہیں
ازواجِ نبی کو ماں نہ جس نے مانا
اُس شخص کا کوئی دین ایمان نہیں



انا مدينة العلم و عليّ بابها (الحديث)
ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں

مقامِ علی

زَيْنُ الْفُقَرَا فقیرِ بے باک علی
دروازہ علمِ شہِ لولاک علی
ہوتی ہے سمندر کی طرح موج بھی پاک
معصوم محمد ہیں تو ہیں پاک علی



در مدحِ سیدنا علی المرتضیٰ

اِس کوچے میں کب کسے گزر ملتا ہے
 ہر گام پہ اک سیلِ خطر ملتا ہے
 جب دانشِ دُنیوی کے بُجھتے ہیں چراغ
 تب جا کے کہیں علی کا در ملتا ہے



آرزوئے خاکِ نجف

اُس محور و مرکزِ سلف سے اٹھوں
 قنبر والی غلامِ صف سے اٹھوں
 موت آئے کہیں، دفن کہیں ہوں، لیکن
 کہتی ہے مَوَدّت کہ نجف سے اٹھوں



اللّٰهُمَّ وَالِ مِنْ وَاِلَهِ وَاَعَادَ مِنْ عَادَاہ (الحَدِیْث)
ترجمہ: اے اللہ تو اُس سے محبت کر جو اس سے (علیؑ سے) محبت کرے اور اُس سے دشمنی کر جو علیؑ سے دشمنی رکھے

درجاتِ مہرِ علی

لکھ لیجیے لوحِ دل پہ با خطِ جلی
یہ بات ' جو کہ گئے زمانے کے ولی
مِل جاتی ہے انساں کو فلاحِ دارین
گر حُبِ نبی کے ساتھ ہو مہرِ علی



سلونی قبل ان تفقدونی
(قولِ سیدنا علیؑ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)
ترجمہ: مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ میں نہ رہوں

سَلُونِی

ایسا نہ ہو ' محروم کہیں ہو بیٹھو
میرے ہونے سے ہاتھ ہی دھو بیٹھو
جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو مجھ سے
اس سے پہلے کہ مجھ کو تم کھو بیٹھو



فاطمۃ بضعة منی (الحديث)

ترجمہ: فاطمہؓ مجھ سے ایک ٹکڑا ہے

اُمیدِ سفارش

زہرا کو عطا ہوئی جو شانِ اعلیٰ
سمجھے گا اُسے کوئی مقدر والا
اُمیدِ سفارش اُن سے رکھتا ہے نصیر
زہرا کا کہا نہ مصطفیٰ نے ٹالا



حُسین کا آفاقی اقدام

پیراہنِ جبر ، چاک کر کے چھوڑا
یوں قصۂ ظلم ، پاک کر کے چھوڑا
جب حق نے دکھائے بُوٹرا بی تیور
باطل کو سپردِ خاک کر کے چھوڑا



کارنامہ حسینی

اشرار کا سدّ باب کر کے چھوڑا
طاقت کا زہرہ آب کر کے چھوڑا
بازوئے حسین! تیری جرأت کو سلام
ظالم کو بے نقاب کر کے چھوڑا



إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ
ترجمہ: اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ خدا
کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارے جاتے ہیں۔ (9:111)

بخشورِ امامِ کربلا

مُحِبَّت کو تمام کر گیا ہے شہیر
آفاق میں نام کر گیا ہے شہیر
تا حشر نہیں جواب جس کا ممکن
سُر دے کے وہ کام کر گیا ہے شہیر



سیدہ زینب کے حضور

عاصی پہ یہ التفات مشکل تو نہیں
 لینا سُنَدِ نجات مشکل تو نہیں
 نانا سے کہیں میری شفاعت کے لئے
 زینب کے لئے یہ بات مشکل تو نہیں



خطبہ زینب

ہر کان میں رَس گھول رہے ہوں جیسے
 جبریل زباں کھول رہے ہوں جیسے
 دربارِ دمشق میں وہ زینب کا خطاب
 منبر پہ علی بول رہے ہوں جیسے



نسبتِ پنج تن

قائم ہو بدن سے جب کفن کی نسبت
 چہرے سے عیاں ہو پنج تن کی نسبت
 یا رب مری تقدیر میں لکھ دے تا حشر
 زہرا و حسین اور حسن کی نسبت



آل و اصحاب

یارب مرے دل کو شاد کامی دے دے
 شوریدگی رومی و جامی دے دے
 رکھ آل نبی کے نام لیواؤں میں
 اصحاب رسول کی غلامی دے دے



أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (القرآن)

ترجمہ: یہی لوگ سچے مسلمان ہیں (74:8)

چار یار

مینار ہیں یہ عظمتِ انسانی کے
 حامل ہیں تجلیاتِ قرآنی کے
 بُو بکر و عمر، حضرت عثمان و علی
 یہ چار عناصر ہیں مُسلمانی کے



درست العم حتی صرت قطباً
ونلت السعد من مولی الموالی
(فرمودہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)
ترجمہ: میں نے علم پڑھا، یہاں تک کہ میں قطب ہو گیا اور میں نے سعادت کو اُس مولیٰ سے
پایا جو تمام موالی کا مولیٰ ہے۔

سرتاج اولیاء
در مدح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
اتنا کوئی حق پذیر دیکھا نہ سنا
ایسا کوئی دستگیر دیکھا نہ سنا
اے ابنِ حسن! نہیں کوئی تیری مثال
اس شان کا ہم نے پیر دیکھا نہ سنا
❀

قرآن کی صدا
پیش نظر اس امر کو رکھتا کوئی
اسبابِ نزول بھی سمجھتا کوئی
قرآن سمجھ کے پڑھ رہے ہیں سب لوگ
قرآن ، سمجھ کے کاش پڑھتا کوئی
❀

اولیائے اُمت
 تھے نائبِ مُصطفیٰؐ ، برائے اُمت
 پائیں گے جزائے اِہتدائے اُمت
 تعظیم ہو ان کی ایک حد میں رہ کر
 ورنہ دَھر لیں گے اولیائے اُمت



لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (القرآن)
 ترجمہ: ان کے لئے ان کے اعمال کے صلے میں اللہ کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کو
 دوست رکھنے والا ہے۔ (127:6)

مقامِ درِ اولیاء
 کچھ لے کے اُٹھو اہلِ صفا کے در سے
 یہ در ہیں قریبِ مُصطفیٰؐ کے در سے
 ایمان ، یقین ، سکون ، رسالت ، توحید
 سب کچھ ملتا ہے اولیا کے در سے



وَإِذَا رُءُودَ وَادَّكَرَ اللَّهُ (الحدیث)

ترجمہ: اور جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ کی یاد آ جائے

مقامِ درس گاہِ اولیاء

ابرو کے اک انتباہ سے ملتی ہے
 دُنیاۓ نظر کی راہ سے ملتی ہے
 تدریس نہیں یہاں کی محتاجِ حُرُوف
 تعلیم یہاں نگاہ سے ملتی ہے



حضرت بابا فرید

بابا ہیں ، فلک سریر ہیں گنج شکر
چشتی پیروں کے پیر ہیں گنج شکر
پھیرے ہوئے تھے جو ماسوی اللہ سے رخ
اللہ کے وہ فقیر ہیں گنج شکر



نظامی نسبت

دیتی ہے دلوں کو شادکامی نسبت
ہے قابلِ فخر یہ گرامی نسبت
صد شکر کہ محبوبِ الہی کے طفیل
حاصل ہے نصیر کو نظامی نسبت



در مدح

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

با چرخ رسیدست دماغ دہلی
پُر شد ز شرابِ او ایامِ دہلی
من بندہ حضرت نصیر الدینیم
افروختہ پیر من! چراغِ دہلی



در مدح

عمدۃ المشائخ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز الحسنی و الحسینی گلبرگہ شریف
(بھارت)

از مقدمِ اوست گلستاں ، گلبرگہ
خُلدے ست بزیں آسماں ، گلبرگہ
آہستہ خرامید بہ گیسوئے دراز
خُدد خطہ گلبرگہ ، ازاں گلبرگہ



درمدح

شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی

ہے ہند میں کیا مقام اورنگ آباد
ٹھنڈک مرے دل کی ، نام اورنگ آباد
تا گولڑہ و جلال پور از دہلی
کیا خوب چلا نظام اورنگ آباد

متوالے نہ جانیں آن اورنگ آباد
مت والوں سے پوچھ شان اورنگ آباد
محبوبِ الہی ہیں جو دلی کا دل
ہیں خواجہ نظام ، جان اورنگ آباد



درمدح
فخر المشائخ حضرت مولانا
فخر الدین فخر جہاں محب النبی دہلویؒ

اچھا نہیں خود کو بغض میں گھولانا
ہم میں وہی اُولی قدم و اُولنا
مہتابِ زمان و آفتابِ دوراں
ہیں فخر الدین فخر جہاں ، مولانا



درمدح
قدوۃ المشائخ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ چشتی نظامی فخری

تُو مَنخَر فخر نامدار آمدہ ای
سر خیل مشائخ کبار آمدہ ای
اے گم شدہ در نورِ محمد ز ازل
از لطف بہ خطہ مہار آمدہ ای



درمدح

زبدۃ المشائخ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ تونسوی چشتی نظامی

ایسا نہ سنا صاحبِ توقیر، پٹھان
ولیوں کا سلیمان و ہمہ گیر پٹھان
تکنا ہو جسے قبلہ عالم کا جمال
تونسہ میں وہ جا کے دیکھ لے، پیر پٹھان



زینت المشائخ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ تونسوی

آئینہ ضمیر خواجہ اللہ بخش
تھے شیخِ کبیر خواجہ اللہ بخش
وارث جو ہوئے شانِ سلیمانی کے
تونسہ میں ہیں پیر خواجہ اللہ بخش



آبروئے مشائخ حضرت خواجہ محمود تونسوی سلیمانیؒ

دیدم نہ کسے بسانِ خواجہ محمود
عالی ست بے جہانِ خواجہ محمود
نازند بخولیش صد ہزاراں چو ایاز
بر نسبتِ آستانِ خواجہ محمود



حضرت شمس الدین سیالویؒ

چشتی ہیں ، بڑے فقیر ہیں پر سیال
ہر رنگ میں بے نظیر ہیں پر سیال
تھے مہرِ علی پر بھی جن پر قرباں
پروں میں ایسے پر ہیں پر سیال



فیضانِ پیر مہر علی گولڑوی

محروم کُشادِ بابِ عالی نہ گیا
 مایوس کبھی کوئی سوالی نہ گیا
 کیا مہر علی کا در ہے اللہ اللہ
 اس در پہ جو آگیا ، وہ خالی نہ گیا



ہم قوم لا یشقی جلیسُہم (الحديث)
 ترجمہ: وہ ایک ایسی قوم ہے جن کے ساتھ بیٹھنے والا بد بخت نہیں

حضرت بابو جی

کیا بندہ حق نگاہ تھے بابو جی
 توحید کی درس گاہ تھے بابو جی
 تھا شرک سے آپ کا عقیدہ محفوظ
 اس شان کے شیخ راہ تھے بابو جی

سید غلام محی الدین - لقب بابو جی میرے پیر طریقت اور رشتے میں دادا (نصیر)



وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (القرآن)

ترجمہ: اور ان کے رب نے ان کو پاکیزہ شراب پلا دی (21:76)

فیضِ نگاہِ شیخِ کامل

آتا نہیں کچھ بھی راسِ مستی کے سوا
ہو جاتا ہے دل اُداسِ مستی کے سوا
پلوا کے بٹھا دیا کسی نے مجھ کو
اب کچھ نہیں میرے پاسِ مستی کے سوا



دعا برائے دروازہٗ مُرشدِ کامل

یہ بھیڑ یہ دُھوم تا قیامت رکھے
تا دیرِ جہاں میں با کرامت رکھے
ملتتی ہے یہاں سُنکوں کی جنسِ نایاب
اللہ ترے در کو سلامت رکھے



اکابر اولیاء کے عقائد

فریاد رس و عقدہ کشا کوئی نہیں
مشکل میں کسی کا آسرا کوئی نہیں
بے چارہ نواز و دستگیر و داتا
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں



وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمیں رزق دے تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (114:5)

آخر کیوں

نقدِ عزّت گنواؤں تیرے ہوتے
در در پہ صدا لگاؤں تیرے ہوتے
جو کچھ مجھے لینا ہے تجھی سے لوں گا
کیوں غیر کے در پہ جاؤں تیرے ہوتے



اَنْتَ وَلِيْنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ (الحديث)
ترجمہ: تُو ہی ہمارا کارساز ہے تُو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تُو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (155:7)

التماسِ عبد

اک عبدِ حقیر کا بھرم رکھ لینا
اِس اپنے فقیر کا بھرم رکھ لینا
جب دفترِ اعمال گھلے یا ستارا!
اُس وقت نصیر کا بھرم رکھ لینا



نقیبِ روایات

ماضی کا امینِ نکتہ دانی ہوں میں
بیتی ہوئی صدیوں کی کہانی ہوں میں
اے وقتِ رواں! نہ یوں گرا نظروں سے
گزرے ہوئے دور کی نشانی ہوں میں



وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (القرآن)

ترجمہ:

اللہ نے وعدہ فرمایا اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں زمین میں ضرور ضرور خلافت دے گا جس طرح اُن لوگوں کو خلافت دی جو اُن سے پہلے تھے اور مضبوط کر دے گا ان کے لیے ان کا وہ دین جسے اللہ نے ان کے لیے پسند فرمایا۔ اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو ضرور امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی نافرمان ہیں۔ (55:24)

نیابتِ انبیاء

جس عہد میں اولیا جہاں بھی آئے
دینی تبلیغ سے مراتب پائے
طرزِ خدمت میں تھے رسولی تیور
سجادہ نشین انبیا کہلائے



لا تنظر الی من قال و انظر الی ما قال (قولِ سیدنا علی المرتضیٰ)
ترجمہ: یہ نہ دیکھ کہ کس نے کہا، یہ دیکھ کہ کیا کہا

قبولیت کا جداگانہ معیار

القاب و کرامات و فضائل کو نہ دیکھ
مسئول کا دے جواب، سائل کو نہ دیکھ
کیا اُس نے کہا، نہ یہ کہ اُس نے یہ کہا
تُو قول پہ رکھ نگاہ، قائل کو نہ دیکھ

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (الحديث)
ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

ارشادِ نبوی علی صاحبہا السلام

ایماں کو بندہ زر و سیم نہ کر
فکرائے جو رب سے، اُس کی تعظیم نہ کر
سر زد ہو جس میں معصیت خالق کی
ایسا کوئی حکمِ خلق تسلیم نہ کر



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (الحديث)
ترجمہ: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

کاوشِ بے جا

عالم ہے تو پھر جہول کیوں بنتا ہے
فاضل ہے تو پھر فضول کیوں بنتا ہے
اپنے پہ کوئی تازہ شریعت نہ اُتار
اُمت ہے تو پھر رسول کیوں بنتا ہے



انما الاعمال بالنیات (الحديث)

ترجمہ: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے

مدارِ اعمال

نیت ہے خدا کے ہاں عیارِ اعمال
ہوتا ہے اسی سے اعتبارِ اعمال
لکھی ہے یہ اول بخاری میں حدیث
نیت پر ہے فقط مدارِ اعمال



اللَّهُ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ (الحديث)

ترجمہ: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اللَّهُ جَمِيلٌ

ہے دل میں اگر میرے حسینوں کا خیال
آخر تری طبع پر ہے کیوں اس کا ملال
اتھوں سے لگاؤ کا یہ ہے پس منظر
اُس ذاتِ جمیل کا نظر میں ہے جمال



الْآنَ أَوْلِيَآءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (القرآن)
ترجمہ: خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (62:10)

اب ڈر کا ہے کا

پھر فکر کرے دلِ بشر کا ہے کا
پھر ذہن پہ ہو بُرا اثر کا ہے کا
رحمان کرم کرے تو الجھن کیسی
اللہ کا فضل ہو تو ڈر کا ہے کا



فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ (القرآن)
ترجمہ: اب تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کر لو اور اپنے معبودوں کو بھی ساتھ ملا لو (71:10)

ہاں ہاں یہ میرا فیصلہ ہے

کیا بند درِ فضلِ خدا کر لو گے؟
مسدود کرم کا راستا کر لو گے؟
ہے سر پہ مرے، ہاتھ مرے مالک کا
دیکھوں تو ذرا تم مرا کیا کر لو گے



ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ (القرآن)
ترجمہ: یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے (70:4)

فَضْلِ رَبِّی

بادل کی طرح دھوم مچا کر اٹھا
سکتے میں بڑے بڑوں کو لا کر اٹھا
یہ کس کی معیت کا اثر ہے کہ نصیر
تُو بیٹھ گیا جہاں بھی ، چھا کر اٹھا



إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَفُورٌ (القرآن)
ترجمہ: یقیناً اللہ کو چھوڑ کر تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو (اگر) وہ ایک مکھی بھی بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے۔ (73:22)

انسان کا پاگل پن

بے راہ روی ، راہ نما کے ہوتے
دیوانہ وشی ، عقل رسا کے ہوتے
سُورج کی ضیا میں زحمتِ جشنِ چراغ
انسان کی بندگی ، خدا کے ہوتے؟



فَسُبْحَنَّ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ (القرآن)
ترجمہ: تو پاک ہے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے۔ (83:32)

وجود و عدم میں انسان کی بے بسی

رونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں
سونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں
بے بس ہے وجود اور عدم میں یکساں
ہونا بھی ترا نہیں ہے تیرے بس میں



أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ (القرآن) ترجمہ: تو کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن میں (82:4)

تدبر فی القرآن کی تلقین

کچھ راہِ عمل بھی چل روایت ہی نہ کر
احسان بھی کچھ مان ، شکایت ہی نہ کر
آیات کے کچھ نہ کچھ ہو معانی بھی سمجھ
قرآن کے لفظوں کی تلاوت ہی نہ کر



قرآن کی صدا

پیشِ نظر اس امر کو رکھتا کوئی
اسبابِ فُزول بھی سمجھتا کوئی
قرآن سمجھ کے پڑھ رہے ہیں سب لوگ
قرآن ، سمجھ کے کاش پڑھتا کوئی

الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (القرآن)

ترجمہ: تمہیں عاقل کر دیا کثیر مال جمع کرنے کی حرص نے۔ (1:102)

گُرسنگی ہوس

میت سے لگے ہاتھ کہ باجوڑ ملے
ہر وقت ہر ایک شے بہ ہر طور ملے
ہوتے ہوئے سب کچھ، یہ ہوس کا عالم
کچھ لوگ یہی کہتے ہیں کچھ اور ملے



لکل فن رجال (مقولہ)

ترجمہ: ہر فن کے لئے دانائے فن ہوتا ہے

فوراً پتہ چل جائے گا

منزل کا نشان راہنما سے پوچھو
فن کی باتیں فن آشنا سے پوچھو
قارون ہے کون شہر میں، حاتم کون
فطرت کے یہ چونچلے گدا سے پوچھو



وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (القرآن)

ترجمہ: لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے آخر۔ (40:33)

یہ تجھے کیا ہوا

ما فوقِ عقول بن کے آ ٹپکا ہے
اُمت میں فضول بن کے آ ٹپکا ہے
برساتی نبی کئی سُنے اور پڑھے
اب تُو بھی رسول بن کے آ ٹپکا ہے؟



وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ (4:3)

مُنتَقِمِ حقیقی

ہاتھوں میں وہ ایسے کام خود لیتا ہے
مظلوم گرے تو تھام خود لیتا ہے
اک مُنتَقِمِ کبیر ہے سر پہ ترے
عالم سے جو انتقام خود لیتا ہے



قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِىْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (القرآن)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے، اے میرے وہ بندو! جو زیادتیاں کر چکے اپنی جانوں پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب کے گناہ معاف کر دیتا ہے بے شک وہی بہت بخشنے والا ہے۔ (53:39)

رحمت کا بلداوا

دفتر ہے سیاہ یا دھلا ہے آجا
مالک ترا فضل پر تڑا ہے آجا
مایوس نہ ہو کثرتِ عصیاں کے سبب
دروازہ مغفرت کھلا ہے آجا



يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (القرآن)

ترجمہ: اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اپنے رب کریم سے۔ (6:82)

انتباہِ ربّانی

غیروں سے یہ رسم و راہ، میرے ہوتے؟
در پردہ بھوں کی چاہ، میرے ہوتے؟
کس شے نے تجھے مجھ سے کیا مُستغنی؟
اوروں کی طرف نگاہ، میرے ہوتے؟



وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (القرآن)

ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اعلانِ رحمتِ حق تعالیٰ

دروازہٴ فضل کھٹکھٹائے تو سہی
دل میں جو مقاصد ہیں بتائے تو سہی
مُنھ مانگی مُرادوں سے بھروں گا جھولی
لیکن مرے در پہ کوئی آئے تو سہی



يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (القرآن)

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ (15:35)

اہل دنیا کی حقیقت

دیں گے بھی تو دُکھ ہی زندگی کو دیں گے
راحت نہ کسی بھی آدمی کو دیں گے
مانگ اُس سے جو داتا بھی ہے، دیتا بھی ہے
خود مانگنے والے کیا کسی کو دیں گے



وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔ (38:47)

سب اُس کے محتاج ہیں

جگ میں کسی انساں کا سدا راج نہیں
شاہوں پہ نہ جا ، یہ کل نہیں آج نہیں
ہر چیز میں یہ تیری طرح ہیں محتاج
محتاج اُسی کا بن ، جو محتاج نہیں



وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ (212:2)

سحابِ رحمت

اُجھے ہوئے ذہن کو سکوں دیتا ہے
انسان کو سوچ سے فُروں دیتا ہے
دیکھا ہو گا کبھی برستا بادل
وہ دینے پہ آجائے تو یوں دیتا ہے



إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ (القرآن)
ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا (40:12)

اقتدارِ اعلیٰ

قدرت ہے اُسی کو ، اقتدار اُس کا ہے
اجرائے قضا میں اعتبار اُس کا ہے
تُو کون ہے فیصلے سنانے والا
عزت ذلت پہ اختیار اُس کا ہے



وَأَنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ (القرآن)
ترجمہ: بے شک (یہ حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہتر لوگ ہیں۔ (47:38)

عزّتِ انبیاء کی علّت

ہے خاصہ ذاتِ حق دوامِ عزّت
ہے دستِ مُعزّز میں زمامِ عزّت
سچ یہ ہے کہ اللہ سے نسبت کے طفیل
پایا ہے رسولوں نے مقامِ عزّت



كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ (القرآن)

ترجمہ: (پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) پس اللہ نے (انکی طرف) بشارت دینے

والے اور ڈرسانے والے پیغمبر بھیجے (213:2)

مقصدِ بعثتِ انبیاء

اصنام پرستی کو مٹانے کے لیے
انسان کو انسان بنانے کے لیے
آئے ہیں جہاں میں انبیا اور رسول
توحید کا راستا دکھانے کے لیے



وَأَنْتُمْ إِلَّا عُلُوفٌ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (القرآن)

ترجمہ: تم ہی غالب رہو گے اگر (کامل) مومن ہو (139:3)

وجہ عزّت شریعت ہے

ذاتی ہے نصیر صرف رب کی عزّت
دولت کی نہ خون اور نسب کی عزّت
ہو پیر کہ مولوی ہو یا کوئی ہو
وابستہ شریعت سے ہے سب کی عزّت



وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (القرآن)

ترجمہ: اور عزت تو صرف اللہ کی اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے (8:63)

عزت منصوصہ

بالذات ہے رب عالمیں کی عزت
بالتبع رسول و مؤمنین کی عزت
قرآن میں بہ جز ایک اسی عزت کے
مذکور نہیں اور کہیں کی عزت



إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً (القرآن)

ترجمہ: بے شک ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ (65:10)

ذاتی اور عطائی عزت

باطل ہے بتوں کی سو منائی عزت
انساں کو ملی بھی تو صفاتی عزت
کونین میں اللہ تعالیٰ کے سوا
حاصل ہی نہیں کسی کو ذاتی عزت



فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (القرآن)

ترجمہ: تو ضرور ہم اُسے زندہ رکھیں گے پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔ (97:16)

حیات بعدِ ممات

دُنیاۓ تجلیاتِ ملتی ہے اُسے
کیا ذکرِ صفات ، ذاتِ ملتی ہے اُسے
ممکن نہیں ہر کسی کو اِس کا ملنا
جو اُن پہ مرے ، حیاتِ ملتی ہے اُسے



وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (القرآن)

ترجمہ: سمایا اُس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔ (255:2)

یہ حقیقت ہے

فانی ہے یہ اربابِ طرب کی کرسی
دائم قائم ہے صرف رب کی کرسی
جسٹس ہو گورنر کہ وزیرِ اعظم
ویمک کی لپیٹ میں ہے سب کی کرسی



وَلْتَنْتَظِرْ نَفْسٌ مَّا قَدْ مَتَّ لِغَدٍ (القرآن)

ترجمہ: اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے۔ (18:59)

لمحہ فکر یہ

اس دورِ نشاط کا بدل کیا ہو گا
گر وقت نے دھر لیا تو حل کیا ہو گا
مت دیکھ کہ آج کیا نہیں تیرے پاس
یہ سوچ کہ تیرے پاس کل کیا ہو گا



وقد قال يحيىٰ يعيسىٰ عليهما السلام اى شىء اشد؟ قال غضب الله قال فما يقرب من غضب الله؟ قال ان تغضب قال فما يبدى الغضب وما ينبته؟ قال عيسى الكبر و الفخر والتعزز والحمية

ترجمہ:

حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ سخت ترین چیز کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کا غضب حضرت یحییٰؑ نے کہا کہ غضب کے لگ بھگ کونسی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو غصے کا اظہار کرے پھر چھا کہ غصہ کس بات سے پیدا ہوتا اور نشوونما ماتا ہے؟ فرمایا تکبر، فخر، عزت طلبی اور حمیت ہے۔ (ملاحظہ ہوا حیاء العلوم از غزالی، جلد ثانی، جزء ثالث، ص 149، مطبوعہ مصر)

انجام غضب

سب ہوش و حواس اُن کے کھو جاتے ہیں
اوروں کو بھی ساتھ اپنے ڈبو جاتے ہیں
ہوتی نہیں جن کے پاس مضبوط دلیل
غصے میں وہ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں



فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (القرآن)

ترجمہ: پھر اسے سمجھادی اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری۔ (8:91)

ثمراتِ القا

پیغامِ رسانی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مرے ذہن کے پیچھے کوئی
القائے معانی سے پتہ چلتا ہے



وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (القرآن)

ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اپنے مشورے پاس رکھ

گھر بیٹھے ہوئے دے کہ سرِ راہ دے
مرضی اُس کی گاہ نہ دے، گاہے دے
تُو کیا، ترے مشوروں کی حیثیت کیا
سب کچھ اُس کا ہے جس کو جو چاہے دے



عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه فی الدعاء حتی یرى بیاض ابطیہ (الحديث)
ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ دعا میں اتنے بلند فرماتے تھے کہ آپ کے بغلوں میں سفیدی دیکھی جاسکتی تھی۔
(مشکوٰۃ شریف)

فلسفہ دعا

سُنّت ہے ، مِلا کے ہاتھ مانگا کیجے
کُشکول بنا کے ہاتھ مانگا کیجے
ہے راز دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی
دُنیا سے اُٹھا کے ہاتھ مانگا کیجے



الصَّلوة عماد الدین (الحديث)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

اہمیتِ نماز

کچھ بھی نہیں تُرکی و حجازی ہونا
عَلَامہ و شیخِ وقت و رازی ہونا
از رُوئے شریعت اک مسلمان کے لئے
ہے سب سے بڑی چیزِ نمازی ہونا



قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ (2'1:23)

رُوحِ نماز

پندار کا اک بُت ترے پیکر میں ہے
تُو بُغْض و حَسَد کے اُسی چکر میں ہے
سَر ہی کو نہ رکھ زمیں پہ ہر سجدہ
ساتھ اُس کو بھی رکھ زمیں پہ جو سَر میں ہے



وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ (القرآن)
ترجمہ: اور نماز قائم رکھ دو دنوں کناروں میں اور کچھ رات کے حصوں میں۔ (114:11)

فلسفہٴ تعینِ اوقاتِ نماز

دنیا سے شُغف، حُصولِ زر کی تگ و تاز
اعراضِ حقیقت سے تو رغبت بہ مجاز
قاصر تھا حُضورِ دائمی سے انساں
اس واسطے ہیں مُعینِ اوقاتِ نماز



يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَّالْأَمْرُ يَوْمَ مَبْدِلٍ لِلَّهِ (القرآن)
ترجمہ: یہ وہ دن ہے جس دن کوئی کسی کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گا اور سب حکم اس دن اللہ ہی کے لیے ہے۔ (19:82)

آخری فیصلہ

جب حشر کا آفتاب سر پر ہو گا
کیا جانے کون کس سفر پر ہو گا
ہوتا نہیں رد فیصلہ جس کے در کا
یہ فیصلہ اب اسی کے در پر ہو گا



هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (القرآن)
ترجمہ: وہ اسی کے لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے اور مغفرت فرماتا اس کی شان ہے (56:74)

فیصلہ ایمان

ہر گز کسی حاکم ، نہ کسی شاہ سے ڈر
خاقاں ، نہ کسی قیصر جمجاہ سے ڈر
بندہ ہے اگر ان کا تو لعنت تجھ پر
اللہ کا بندہ ہے تو اللہ سے ڈر



إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (18:22)

مشیتِ ایزدی

اک رسمِ نباہنے سے کیا ہوتا ہے
دِنِ رات کراہنے سے کیا ہوتا ہے
ہوتا ہے خدا کے چاہنے سے سب کچھ
انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے



خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ (القرآن)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں (تو اپنی حکمت کے مطابق) تمہاری بہت اچھی

صورتیں بنائیں (3:64)

مجھ سے نہیں میرے خالق سے پوچھ

دیوارِ نمود پر لگایا مجھے کیوں
بازارِ نمائش میں سجایا مجھے کیوں
ہے نقش پہ اعتراض، خست کی دلیل
نقاش سے پوچھ! یوں بنایا مجھے کیوں



وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (القرآن)

ترجمہ: اور عزت تو صرف اللہ کی اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے (8:63)

عزّتِ منصوصہ

بالذات ہے ربِّ عالمیں کی عزّت
بالتبع رسول و مؤمنین کی عزّت
قرآن میں بہ جُز ایک اسی عزّت کے
مذکور نہیں اور کہیں کی عزّت



إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک ساری عزّت اللہ کے لئے ہے۔ (65:10)

ذاتی اور عطائی عزّت

باطل ہے بتوں کی سو منائی عزّت
انساں کو ملی بھی تو صفائی عزّت
کونین میں اللہ تعالیٰ کے سوا
حاصل ہی نہیں کسی کو ذاتی عزّت



فَلْنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (القرآن)

ترجمہ: تو ضرور ہم اُسے زندہ رکھیں گے پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔ (97:16)

حیات بعدِ ممات

دُنیاۓ تجلّیات ملتی ہے اُسے
کیا ذکرِ صفات ، ذاتِ ملتی ہے اُسے
ممکن نہیں ہر کسی کو اِس کا ملنا
جو اُن پہ مرے ، حیاتِ ملتی ہے اُسے



وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (القرآن)

ترجمہ: سمایا اُس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔ (255:2)

یہ حقیقت ہے

فانی ہے یہ اربابِ طرب کی کرسی
دائم قائم ہے صرف رب کی کرسی
جسٹس ہو گورنر کہ وزیرِ اعظم
ویمک کی لپیٹ میں ہے سب کی کرسی



وَلتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (القرآن)

ترجمہ: اور ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے۔ (18:59)

لمحہ فکر یہ

اس دورِ نشاط کا بدل کیا ہو گا
گر وقت نے دھر لیا تو حل کیا ہو گا
مت دیکھ کہ آج کیا نہیں تیرے پاس
یہ سوچ کہ تیرے پاس کل کیا ہو گا



وقد قال يحيىٰ يعيسىٰ عليهما السلام اى شىء اشد؟ قال غضب الله قال فما يقرب من غضب الله؟ قال ان تغضب قال فما يبدى الغضب وما ينبته؟ قال عيسى الكبر والفخر والتعزز والحمية

ترجمہ:

حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ سخت ترین چیز کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کا غضب حضرت یحییٰؑ نے کہا کہ غضب کے لگ بھگ کونسی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو غصے کا اظہار کرے پھر چھا کہ غصہ کس بات سے پیدا ہوتا اور نشوونما ماتا ہے؟ فرمایا تکبر، فخر، عزت طلبی اور حمیت ہے۔ (ملاحظہ ہوا حیاء العلوم از غزالی، جلد ثانی، جزء ثالث، ص 149، مطبوعہ مصر)

انجامِ غضب

سب ہوش و حواس اُن کے کھو جاتے ہیں
اوروں کو بھی ساتھ اپنے ڈبو جاتے ہیں
ہوتی نہیں جن کے پاس مضبوط دلیل
غصے میں وہ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں



فَالْتَمِمْهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (القرآن)

ترجمہ: پھر اسے سمجھا دی اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری۔ (8:91)

ثمراتِ القا

پیغامِ رسانی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مرے ذہن کے پیچھے کوئی
القائے معانی سے پتہ چلتا ہے



وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (القرآن)

ترجمہ: اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (3:65)

اپنے مشورے پاس رکھ

گھر بیٹھے ہوئے دے کہ سرِ راہ دے
مرضی اُس کی گاہ نہ دے، گاہے دے
تُو کیا، ترے مشوروں کی حیثیت کیا
سب کچھ اُس کا ہے جس کو جو چاہے دے



عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه فی الدعاء حتی یرى بیاض ابطیہ (الحديث)
ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ دُعا میں اتنے بلند فرماتے تھے کہ آپ کے بغلوں میں سفیدی دیکھی جاسکتی تھی۔
(مشکوٰۃ شریف)

فلسفہ دعا

سُنّت ہے ، مِلا کے ہاتھ مانگا کیجے
کُشکول بنا کے ہاتھ مانگا کیجے
ہے راز دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی
دُنیا سے اُٹھا کے ہاتھ مانگا کیجے



الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ (الحديث)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

اہمیت نماز

کچھ بھی نہیں تُرکی و حجازی ہونا
عَلَامہ و شیخِ وقت و رازی ہونا
از رُوئے شریعت اک مسلمان کے لئے
ہے سب سے بڑی چیز نمازی ہونا



قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ (21:23)

رُوحِ نماز

پندار کا اک بُت ترے پیکر میں ہے
تُو بُغْض و حَسَد کے اُسی چکّر میں ہے
سَر ہی کو نہ رکھ زمیں پہ بہر سجدہ
ساتھ اُس کو بھی رکھ زمیں پہ جو سَر میں ہے



وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ (القرآن)
ترجمہ: اور نماز قائم رکھ دو دنوں کناروں میں اور کچھ رات کے حصوں میں۔ (114:11)

فلسفہ تعین اوقاتِ نماز

دنیا سے شُغف، حُصولِ زر کی تگ و تاز
اعراضِ حقیقت سے تو رغبت بہ مجاز
قاصر تھا مَحْضُورِ دائمی سے انساں
اس واسطے ہیں مُعَيَّن اوقاتِ نماز



یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَّالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ (القرآن)
ترجمہ: یہ وہ دن ہے جس دن کوئی کسی کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گا اور سب حکم اس دن اللہ ہی کے لیے ہے۔ (19:82)

آخری فیصلہ

جب حشر کا آفتاب سر پر ہو گا
کیا جانے کون کس سفر پر ہو گا
ہوتا نہیں رد فیصلہ جس کے در کا
یہ فیصلہ اب اسی کے در پر ہو گا



هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (القرآن)
ترجمہ: وہ اسی کے لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے اور مغفرت فرمانا اس کی شان ہے (56:74)

فیصلہ ایمان

ہر گز کسی حاکم ، نہ کسی شاہ سے ڈر
خاقاں ، نہ کسی قیصرِ ججہا سے ڈر
بندہ ہے اگر ان کا تو لعنت تجھ پر
اللہ کا بندہ ہے تو اللہ سے ڈر



إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (18:22)

مشیتِ ایزدی

اک رسمِ نابہ سے کیا ہوتا ہے
دِنِ رات کراہنے سے کیا ہوتا ہے
ہوتا ہے خدا کے چاہنے سے سب کچھ
انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے



خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ (القرآن)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں (تو اپنی حکمت کے مطابق) تمہاری بہت اچھی

صورتیں بنائیں (3:64)

مجھ سے نہیں میرے خالق سے پوچھ

دیوارِ نمود پر لگایا مجھے کیوں
بازارِ نمائش میں سجایا مجھے کیوں
ہے نقش پہ اعتراض، خست کی دلیل
نقاش سے پوچھ! یوں بنایا مجھے کیوں



فَكَذَّبَ وَعَصَى ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى فَحَشَرَ فَنَادَى فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى (القرآن)
 ترجمہ: تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر اس نے پیٹھ پھیری (موسیٰ کے خلاف) کوشش کرتے ہوئے۔ پس لوگوں کو جمع کیا تو پکارا۔ پھر کہائیں ہوں
 تمہارا رب سب سے اونچا ہے (24: 21: 79)

توبہ کر

سچ کر جو بہ مسندِ انا بیٹھا ہے
 اتنا کس بات پر تینا بیٹھا ہے
 اے قطرہِ ناچیز! تری یہ جرات
 کیوں جلّ جلالہ بنا بیٹھا ہے



ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (القرآن)
 ترجمہ: دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا (55: 7)

اقتضائے دعا

یہ طرزِ سوال کیا ، ادب تو سیکھو
 مل جائے گا ، اندازِ طلب تو سیکھو
 بے ڈھنگ یہ ہاتھ کیا اٹھا رکھے ہیں
 اللہ سے مانگنے کا ڈھب تو سیکھو



أَفِ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (القرآن)

ترجمہ: تف ہے تم پر اور (تمہارے بتوں پر) جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو تو کیا تم (کچھ) نہیں سمجھتے؟ (67:21)

ایمانی تقاضا

انسان پرست بن، نہ بن شاہ پرست
اسباب پرست ہو، نہ بن جاہ پرست
مومن ہے تو ایماں کا تقاضا ہے یہی
سب توڑ یہ بُت اور بن اللہ پرست



سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا (القرآن)

ترجمہ: اب ہم لکھتے ہیں جو انہوں نے کہا (181:3)

صدائے قدرت

اے خَلقِ فریب! خود نمائی کر لے
دولت کے بل پہ کج ادائی کر لے
چھوڑوں گا تجھے بنا کے بندہ اپنا
دو دن کا کھیل ہے خدائی کر لے



إِنْ بَطَشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (القرآن)

ترجمہ: بے شک آپ کے رب کی پکڑ ضرور بڑی سخت ہے۔ (12:85)

ظالم کے نام

قاہر کے عتاب سے نہیں بچ سکتا
عادل کے حساب سے نہیں بچ سکتا
دنیا کی گرفت سے تو شاید بچ جائے
عقبیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا



قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ (القرآن)

ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمادیں کہ بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں پیش آئی ہے۔ (8:62)

اب وہ دلیری کہاں گئی

کیوں تذکرہ قبر سے کتراتا ہے
میت کوئی اٹھتی ہے تو ڈر جاتا ہے
تجھ کو تو بڑا گھمنڈ تھا ہستی پر
اب موت ہے سامنے تو گھبراتا ہے؟



هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا (القرآن)
ترجمہ: بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا (1:76)

لاموجود الّا اللہ

یہ علم و فراست و ذکا کچھ بھی نہیں
یہ منصب و دولت و انا کچھ بھی نہیں
سب کچھ یہ ترا خود کو سمجھنا ہے غلط
تُو کچھ بھی نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں



وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ (القرآن)

ترجمہ: اور اے اللہ! تُو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ (26:3)

ایسا کوئی نہیں کر سکتا

شافی کو علیل کون کر سکتا ہے
حاتم کو بخیل کون کر سکتا ہے
عزت جسے وہ نصیر دینا چاہے
پھر اُس کو ذلیل کون کر سکتا ہے



أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ (القرآن)
ترجمہ: (بتاؤ) کون قبول کرتا ہے بے قرار کی دعا۔ جب وہ اسے پکارے اور (کون) تکلیف دُور کرتا ہے۔ (62:27)

بندہ نواز کون ہوا؟

مجھ خستہ جگر کی آس وہ تھا کہ یہ تھے
دل رویا تو غم شناس وہ تھا کہ یہ تھے
بندوں کو میں چارہ ساز کیوں کر مانوں
جب وقت پڑا تو پاس وہ تھا کہ یہ تھے



فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا (القرآن)
ترجمہ: تو جو اپنے رب پر ایمان لائے، تو اسے (اپنی نیکی میں) کمی کا اور (بدی میں) زیادتی کا کوئی خوف نہ ہوگا (13:72)

تعلق باللہ کا ثمر

منہ غیر سے موڑ کر تعلق دیکھو
ہر چیز سے توڑ کر تعلق دیکھو
اُٹھ جائے گا دل سے ماسوی اللہ کا خوف
اللہ سے جوڑ کر تعلق دیکھو



إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ (القرآن)
ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کر سکتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی۔ اور زکوٰۃ دی۔ اور اللہ کے
سوا کسی سے خائف نہ ہوئے (18:9)

عزّتِ حاضری

مومن ہو تو مسجد سے نہ یوں کترانا
یہ عزّتِ حاضری مسلسل پانا
دربارِ کریم کے لیے رونق ہے
دن رات گداگروں کا آنا جانا



يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ (القرآن)
ترجمہ: جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (4:78)

لہذا اللہ سے ڈر

اک دن تجھے یہ شعور مل جائے گا
نخوت کا صلہ ضرور مل جائے گا
ڈالیں گے تری لحد پہ مٹی جب لوگ
مٹی میں ترا غرور مل جائے گا



وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ (القرآن)

ترجمہ: اور جس کو اللہ ذلیل کرے تو اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں (18:22)

ایک مُسلمہ حقیقت

پھر کوئی پناہ میں نہیں لے سکتا
یہ ناؤ کوئی اور نہیں کھے سکتا
اللہ جسے ذلیل رکھنا چاہے
عزت اُسے پھر کوئی نہیں دے سکتا



وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔ (18:12)

آزمائش شرط ہے

کمزور پہ مہربان وہ ہے کہ نہیں
عاجز کے لئے امان وہ ہے کہ نہیں
اک بار تُو مُستعینِ صادق تو بن؟
پھر دیکھ کہ مُستعان وہ ہے کہ نہیں



يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ (القرآن)

ترجمہ: اس دن آدمی کہے گا، کدھر ہے بھاگنا؟ (10:75)

تعاقبِ قدرت

از مکافاتِ عملِ غافلِ مشو

ہے سامنے دیوار ، کہاں جاؤ گے
یہ دوڑ ہے بیکار ، کہاں جاؤ گے
قدرت کا تعاقب نہ ہوا ، کھیل ہوا
دے کر مجھے آزار ، کہاں جاؤ گے



نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (القرآن)

ترجمہ: اللہ کی طرف سے مدد نصیب ہوگی اور فتح (عن) قریب ہوگی (13:61)

إِنْ شَاءَ اللَّهُ

قامت اب پست ہوگی اِنْ شَاءَ اللَّهُ
یہ آخری جست ہوگی اِنْ شَاءَ اللَّهُ
ہم پائیں گے فتح نصرتِ غیبی سے
دشمن کو شکست ہوگی اِنْ شَاءَ اللَّهُ



لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهَا مِنْ خَدْمَتِي فَاخْدُمِيهِ وَمِنْ خَدْمِكَ فَاسْتَخْدُمِيهِ (الحديث)
ترجمہ: جب اللہ نے دنیا کو پیدا کیا تو اس نے دُنیا سے فرمایا، جس نے میری بندگی کی پس تو اس کی خدمت کر اور جس نے تیری خدمت کی پس تو اس سے خدمت کروا۔

دنیا کو خالقِ دنیا کا حکم

اللہ نے دنیا کو کیا جب پیدا
یوں اپنے خطاب میں اُسے فرمایا
جو میرا ہو خادم اُس کی تُو خدمت کر
خادم جو ترا ہو اُس سے خدمت کروا



الدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُهَا كَلَابٌ (الحديث)
ترجمہ: دُنیا مُردار ہے اور اس کے طلب گار کُتے

آج کے سیاست دان

کُرسی کے پرستش ہیں ، سودائی ہیں
ملک و ملت کی وجہ رُسوائی ہیں
اربابِ سیاست کو نہ سمجھو مخلص
ہر دیگ کے چچے ہیں ، یہ ہرجائی ہیں



حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ (الحديث)
ترجمہ: برائیوں کی جڑ دُنیا کی محبت ہے۔

مَنْ وَتُوْ

دونوں کی خرد ہے خام ، تُو کیا میں کیا
دونوں ہیں غرض غلام ، تُو کیا میں کیا
تُو بھی ہے شکارِ حرصِ دنیا ، میں بھی
دونوں ہیں اسیرِ دام ، تُو کیا میں کیا



قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (القرآن)
ترجمہ: فرمادیجئے۔ تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ (11:32)

بُلاوا

سُنّتے ہیں کہ مٹی کے تِلّے جائیں گے
روئے گا جہاں ، ہاتھ ملے جائیں گے
از خود نہیں ہم لوگ بھی جانے والے
آئے گا بُلاوا تو چلے جائیں گے



فَاتَّهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (القرآن)

ترجمہ: تو ان پر عذاب آیا جہاں سے انہیں شعور ہی نہ تھا۔ (25:39)

عذابِ الہی کا طریقہ گرفت

رکھتا ہے ذلیل ، حرصِ دولت دے کر
نظروں سے گراتا ، رعونت دے کر
چلتا ہے عذاب اُس کا گہری چالیں
بے بس کبھی کر دیتا ہے طاقت دے کر



یا بنی ہاشم لا یا تنی الناس باعمالہم و تاتونی بانسابکم (الحديث)

ترجمہ: اے بنی ہاشم ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن لوگ اعمال کے ساتھ حاضر ہوں اور تم صرف نسب لے کر میرے پاس آ پہنچو۔ (بحوالہ

تفسیر روح البیان)

تلقینِ عمل

کیا پھرتے ہو ہاشمی لُقب کو لے کر
دُوبو نہ کہیں اسی میں سب کو لے کر
ایسا نہ ہو ، لوگ لے کے آئیں اعمال
تم آؤ تو صرف اپنے نسب کو لے کر



فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (القرآن)

ترجمہ: پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا (13:89)

علاجِ کبر

انجام بُرا ہے مردم آزاری کا
احساس کی برتری کا ، سرداری کا
ہے کبر کا بھوت آپ کے سر پہ سوار
جوتا ہے علاج ایسی بیماری کا



وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا (القرآن)

ترجمہ: اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا ہم بہت زیادہ مال اور اولاد والے ہیں۔ (35:34:35)

وڈیروں کا چلن

یہ طبقہ جہاں بھی خیمہ زن ہوتا ہے
مال و اولاد میں مگن ہوتا ہے
انکار ، غریبوں کا نہیں ہے دستور
انکار ، وڈیروں کا چلن ہوتا ہے

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (القرآن)
ترجمہ: اللہ پسند نہیں فرماتا بات کا آشکارا کرنا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا۔ (148:4)

مظلوم کو ایک اجازت

ظالم سے لڑے ، نہیں یہ طاقت اس میں
ہے صرف زبان کی طلاق اس میں
ہر چند نہیں ہیں گالیاں رب کو پسند
مظلوم کو ہے مگر اجازت اس میں



كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (القرآن)
ترجمہ: ہر شخص موت کا مزہ اچکھنے والا ہے (185:3)

سب مسافر چند روزہ ہیں

تقدیر جلے بھی ایک دن جائیں گے
نازوں کے پلے بھی ایک دن جائیں گے
اس دارِ بیا بزو میں تا چند قیام
جو آئے ، چلے بھی ایک دن جائیں گے



مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا (القرآن)

ترجمہ: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کو نہیں مانتے (13:71)

مقامِ شرم

مومن ہو تو صرف رب سے ڈرنا سیکھو
ہر حکم کی تعمیل پہ مرنا سیکھو
اے اپنی ہی تعظیم کرانے والو!
اللہ کی تعظیم بھی کرنا سیکھو



تِلْكَ إِذَا قِسْمَةٌ ضِيزَى (القرآن)

ترجمہ: تب تو یہ بڑی نا انصافی کی تقسیم ہے (22:53)

ملکِ جبر

مالک کوئی اور ، بیٹھ جائے کوئی
عزت کسی اور کی ، کرائے کوئی
پیسہ کسی اور کا ، سمیٹے کوئی اور
دولت کسی اور کی ، اُڑائے کوئی



وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ (48:33)

اب فکر مناسب نہیں

سرد آہ نہ بھر ، مزاج برہم مت کر
 یوں دائرۂ نشاط کو کم مت کر
 مایوس نہ ہو جو سب تجھے چھوڑ گئے
 اللہ کا آسرا تو ہے ، غم مت کر



مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ (القرآن)
 ترجمہ: جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی زیادہ کر دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس میں سے اسے دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (20:42)

ایک طرف دل ہو جائے اُن کا ہو یا میرا ہو
 (نصیر)

یا صرف لگاؤ دولتِ دیں کو ہاتھ
 یا خواہشِ دُنیوی سے پھر دھو لو ہاتھ
 اک دل میں ہے اجتماعِ دونوں کا محال
 جا سکتے نہیں اک آستین میں دو ہاتھ



عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ”من صمت نجا“ (الحديث)
ترجمہ: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا۔

مقام خاموشی

خاموشی ، سخن کی آبرو ہوتی ہے
داناؤں کو اس کی آرزو ہوتی ہے
فطرت نے دیا اسے تقدّم کا شرف
چپ رہنے کے بعد گفتگو ہوتی ہے



عن عقبہ بن عامر قال لقيت رسول الله فقلت ما النجاة فقال امسك عليك لسانك وليسعك بيتك
وابك على خطيئتك (الحديث)
ترجمہ: عقبہ بن عامر نے کہا کہ آنحضرتؐ سے ملاقات کی۔ بس میں نے کہا کہ نجات کس میں ہے؟ (جواباً) آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنی زبان
بندرکھ اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنی خطاؤں پر رو۔

فلسفہ کم گوئی و بسیار گوئی

محفل میں نہ خود یُونہی نوا گوش رہے
از ہر سماعت ہمہ تن گوش رہے
ناداں ہے وہ عالم ، نہ رُکے جس کی زباں
دانا ہے وہ بے علم ، جو خاموش رہے



اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (القرآن)
ترجمہ: اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے۔ (14:17)

آئینے کا فیصلہ

ہر عیب ترا منہ پہ دکھایا تیرے
آئینہ ، مقابل تجھے لایا تیرے
اب اس کو کسی اور کا کیا مت کہہ
خود تیرا کیا سامنے آیا تیرے



لعن اخر هذه الامة اولها (الحديث)
ترجمہ: اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کریں گے

ہوش کے ناخن

سب عقل کی رُو سے فارغ و فاتر تھے
اک تُو ہے فقیہ عصر ، وہ قاصر تھے
ہے کفر اگر تیرے سخن کا انکار
جو مر گئے کیا وہ سب کے سب کافر تھے؟



إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (القرآن)

ترجمہ: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں (86:12)

تندرستاں را نہ باشد دردِ ریش (سعدی)

کیا چیز ہے غم ، یہ اہل غم جانتے ہیں
خوشیوں کے پلے یہ درد کم جانتے ہیں
کیا ہم پہ گزر رہی ہے تم کیا جانو
جو ہم پہ گزر رہی ہے ہم جانتے ہیں



فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (القرآن)

ترجمہ: تو خوش خبری سنا دیجئے میرے بندوں کو جو غور سے سنتے ہیں بات کو پھر اس کے بہتر کی پیروی کرتے ہیں (18:39)

شعارِ اہل حق

سچا ہو گلِ سخن تو چلتے بھی ہیں
تسلیم کے ساتھ سر کو دھنتے بھی ہیں
حق گوئی سے ہے سماعِ حق مشکل تر
کہتے ہیں جو حرفِ حق ، وہ سنتے بھی ہیں



وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (القرآن)
ترجمہ: اور رحمن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ (63:25)

علامتِ اہل کمال

قیمت انسانیت کی چُک جاتی ہے
فرعونیت کی نبض ، رُک جاتی ہے
خُم رکھتے ہیں گردن اس لئے اہل کمال
جس شاخ پہ ہو ثمر ، وہ جھک جاتی ہے



خیر الامور اوسطها (الحديث)
ترجمہ: ہر معاملہ میں میانہ روی بہتر ہے۔

اہمیتِ اعتدال

بے قاعدہ پستی ، نہ بلندی اچھی
اندھی پُوجا ، نہ خود پسندی اچھی
ہر بات میں اعتدال ہے دانائی
اتنی بھی نہیں نیاز مندی اچھی



فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ (القرآن)

ترجمہ: توہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا (81:28)

پھر غرور کس بات پر؟

ہے عارضی چیز ایسے ویسوں کا غرور
مٹ جاتا ہے جلد تیرے جیسوں کا غرور
قارون کے انجام سے کچھ عبرت سیکھ
مٹی میں ملا دیتا ہے پیسوں کا غرور



وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور ان کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ان چیزوں کی وجہ سے انہیں دنیا میں عذاب دینا چاہتا ہے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ (85:9)

مرگِ اغنیا

پُر آس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے
حساس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے
کتنا ہے یہ مرگِ اغنیا کا منظر
کچھ پاس نہ ہونا بھی بڑی دولت ہے



فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (القرآن)

ترجمہ: تو عنقریب تم جان لو گے کہ کون ہے کھلی گمراہی میں۔ (29:67)

رازِ سرِ بسته

آئے گا سمجھ یہ سرِ مکتوم تمہیں
اک روز سنائی دے گی یہ دھوم تمہیں
ہے کون ، جو ہے صریح گمراہی پر
ہو جائے گا عنقریب معلوم تمہیں



من ابطأ به عمله لم يسرع به نسبه (الحديث)

ترجمہ: جس شخص کو اس کے اعمال پیچھے کی طرف دھکیل دیں تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

نسب کی ناکامی

یوں منزلِ خیر وہ نہیں پا سکتا
ابرار کے زمرے میں نہیں آ سکتا
اعمال جسے دھکیل دیں پستی میں
اُس کو نسب آگے نہیں لے جا سکتا



قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ۔ (3:65)

اپنی اوقات میں رہنا چاہیے

یہ عارضی جست پر خطر ہوتی ہے
انجاماً جان کا ضرر ہوتی ہے
اتنا بھی ہوا کی شہ پہ اُونچا نہ اُڑو
تینکوں کی جگہ زمین پر ہوتی ہے



حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (القرآن)

ترجمہ: یہاں تک کہ تم (مرکز) قبروں میں پہنچ گئے (2:102)

اب بھی باز آ جا

یہ فیصلہ ذات کا ، ترے سامنے ہے
ہونا اس بات کا ، ترے سامنے ہے
یہ گورِ غریباں ہے ذرا غور سے دیکھ!
انجام حیات کا ، ترے سامنے ہے



وَلَوْ تَرَىٰ إِذَا لَظَلِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور (اے مخاطب) کاش تو دیکھے ظالموں کو جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے
ہوئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تمہیں خواری کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق
بہتان باندھتے تھے اور اس کی آیتوں پر ایمان لانے سے تکبر کرتے تھے۔ (93:6)

منظرِ مرگِ ظالم

بستر پہ پڑے تکان نکلے گی تری
کُتے کی طرح زبان نکلے گی تری
گھل گھل کے ستم کے کھیل کھیلے تو نے
گھٹ گھٹ کے بدن سے جان نکلے گی تری



سُکوتِ گدایانہ

مانگیں نہ اگر گھل کے یہ چہنی کنگال
عاقل ہے، تو جان اسے بھی اک سفلی چال
محمول قناعت پہ نہ کر ان کا سُکوت
ان کی یہی وضع بے سوالی ہے، سوال



لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (القرآن)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا۔ (4:95)

احسانِ خالق

نم ہے سرِ انساں تو حرم میں کچھ ہے
لوگ اشک بہاتے ہیں تو غم میں کچھ ہے
بے وجہ کسی پر نہیں مرتا کوئی
ہم پر کوئی مرتا ہے تو ہم میں کچھ ہے



يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط (القرآن)

ترجمہ: نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور وہ نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے۔ (95:6)

یہ ایک حقیقت ہے

پیغمبرِ حق نوح ، تو کافر بیٹا
بوجہل کا گھر اور صحابی لڑکا
کچھ باپ بھلے تو اُن کی اولاد بُری
اولاد کوئی بھلی تو باپ اُن کا بُرا



إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (القرآن)

ترجمہ: بے شک انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ (19:70)

مناظر ہوس

انساں کی ہوس پر مجھے حیرانی ہے
ہر عضو نے اس کے حرص کی ٹھانی ہے
موقوف نہیں دست و زباں ہی پہ سوال
آنکھوں کو بھی خبط کاسہ گردانی ہے



اوصیک ان تصحب الاغنیاء بالتعزز والفقراء بالتذلل

ترجمہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ دولت مندوں کے ساتھ خودداری اور وقار و استغناء سے پیش آؤ جبکہ فقیروں اور غریبوں کے ساتھ تواضع اختیار کرو الدرر السنیۃ فی مواعظ الجیلانیۃ - مصنفہ السید محمد سیف الدین الجیلانی (مطبوعہ استانبول 1302ھ)

ارشاد حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

پیش فُرائے مُحترم اُٹھیں گے
رکھنے کو غریبی کا بھرم ، اُٹھیں گے
تعظیم کا معیار ہی اپنا ہے کچھ اور
شاہوں کے لئے اُٹھے ، نہ ہم اُٹھیں گے



احذر من بحر الدنيا فقد غرق فيه خلق كثير (ارشاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی)
ترجمہ: دنیا کے سمندر سے بچ، اس میں بہت سی مخلوق ڈوب گئی۔

ہوس بے جا

لاچ کا یہ رنگ ، رنگ لایا کیا ہے
ہاتھوں کے سوا ہاتھ میں آیا کیا ہے
پانے کی ہوس نے صرف کھونا ہی دیا
کھونے کے سوا آپ نے پایا کیا ہے؟



اعْلَمُوا أَنَّهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ زِينَةٌ وَتَفَاخُرُ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرُ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (القرآن)

ترجمہ: یقین کر لو دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے اور (عارضی) زینت اور آپس کی خود ستائی اور (ایک دوسرے پر) مال اور اولاد کی

زیادتی طلب کرنا (20:57)

ذرا ہوش سے کام لو

یہ حرص و ہوس کا کھیل آخر کب تک
دنیا داروں سے میل آخر کب تک
تا چند یہ کبر ، یہ نمائش ، یہ فریب
دولت کی یہ ریل پیل آخر کب تک



فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (القرآن)
ترجمہ: تو آج کسی جان پر ظلم نہیں ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے تھے (54:36)

مکافاتِ عمل

جیون میں کبھی کچھ تو کبھی کچھ ہو گا
اب کچھ نہیں ، وقت پر سبھی کچھ ہو گا
جو کچھ بھی کیا ساتھ کسی کے تُو نے
اک دن ترے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا



كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (القرآن)
ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ مغرور و سرکش انسان کے پورے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (35:40)

سزائے تکبر

پہرے درِ عقل پر بٹھا دیتا ہے
ہوتے ہوئے ہوش ، ہوش اڑا دیتا ہے
جابرِ متکبر کے مکمل دل پر
خلاقِ جہاں مہر لگا دیتا ہے



فَحَاقَ بِاللِّدِّیْنِ سَجَرُ وَامِنْهُم مَّا كَانُوا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: تو ان میں سے مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ (10:6)

چاہ گن را چاہ در پیش

خود گرتے ہیں اوروں کو گرانے والے
روتے ہیں ، کسی پہ مُسکرانے والے
یہ کہہ کے دیا سلائی دم توڑ گئی
جلنے سے نہ بچ سکے ، جلانے والے



فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (القرآن)
رجمہ: اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو وہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ (32:53)

لاف زنی سے کیا فائدہ

طاعت ہے کہ انحراف ، وہ جانتا ہے
سچ ہے کہ گزاف و لاف ، وہ جانتا ہے
اپنے ہی کو سب سے متقی مت جانو
جو جتنا ہے پاک صاف ، وہ جانتا ہے



كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِاِلٰنَا صِيَّةَ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (القرآن)

ترجمہ: یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کا رہے۔ (16:15:96)

کفّ لسان

یہ چادرِ شان کھینچ لوں گا تیری
ہر عضو سے جان کھینچ لوں گا تیری
بہتر ہے کہ روک لے زباں کو ، ورنہ
گڈی سے زبان کھینچ لوں گا تیری



اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (القرآن)

ترجمہ: یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ (2:103)

سرشتِ انسانی

صد حیف ، تری یہ نارسائی نہ گئی
لوگوں سے تملُّقِ آشنائی نہ گئی
سلطانی فقر ہم نے بخشی ، لیکن
افسوس! تری خوئے گدائی نہ گئی



إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (23:16)

اللہ کا ناپسندیدہ گروہ

مومن ہو تو اپناؤ رسولوں کا شعار
ہے کارِ عباد ، عاجزی کا اظہار
بھاتے نہیں اُس کو کبر کرنے والے
اللہ کو ناپسند ہے استکبار



فَلَا تَغُرُّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا (القرآن)

ترجمہ: تو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔ (33:31)

دنیا کس کی؟

میراث یہ مفلس کی نہ ذی جاہ کی ہے
جاگیر یہ غافل کی نہ آگاہ کی ہے
جو بھی اسے پہنچے ہوس میں لے لے
دُنیا نہ گدا کی نہ شہنشاہ کی ہے



وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (216:2)

علمِ محیط کی شان

ہر شے کا مزاج و مدعا جانتا ہے
گوگوں کی زبانِ التجا جانتا ہے
کہلاتے پھر و غزالی و رازی وقت
تم کچھ نہیں جانتے ! خدا جانتا ہے



وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ (القرآن)

ترجمہ: اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی پھر اس کی نسل بے وقعت پانی کے ٹھوسے سے چلائی۔ (8'7:32)

خلقتِ انسانی قرآن کی نظر میں

خلقت میں تُراب کے سوا کچھ بھی نہیں
اک اصلِ خراب کے سوا کچھ بھی نہیں
رکھ لے کوئی بھی نام کچھ بھی کہلا
تو قطرہ آب کے سوا کچھ بھی نہیں



وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (القرآن)

ترجمہ: اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔ (13:34)

بجائے شکایت، شکر کر

یوں خود کو سزاوارِ شقاوت مت کر
مالک کی طرف دیکھ، بغاوت مت کر
حالات خراب تر بھی ہو سکتے ہیں
اللہ کا شکر کر، شکایت مت کر



عن سُفیان بن عبد اللہ الثقفی قال قلت یا رسول اللہ ما اخوف ما تخاف علی قال فاخذ بلسان نفسه (الحديث)
ترجمہ: کہا یا رسول اللہ میرے لیے سب سے زیادہ قابل خوف کون سی چیز ہے تو حضور نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا۔ (مشکوٰۃ شر

قوتِ برداشت کی اہمیت

کہہ سکتے ہو کچھ تو کچھ نہ کہنا سیکھو
اوقات کے دائرے میں رہنا سیکھو
کیا سیکھا جو تم نے بات کرنا سیکھا
ہے بات تو جب کہ بات سہنا سیکھو



يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ (القرآن)

ترجمہ: وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ (111:9)

شیوہٴ اربابِ حق

کب اہلِ یقین بات سے ہٹ جاتے ہیں
ان کو کیا جائے خم تو کٹ جاتے ہیں
حق کے آگے کبھی اٹھاتے نہیں سر
باطل کا ہو سامنا تو ڈٹ جاتے ہیں



وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (القرآن)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (191:3)

مقامِ تفکر

بیکار ہے جو قصہ خوانی ہونا
مغرور بہ زعمِ ہمہ دانی ہونا
اربابِ نظر کی چپ کو چپ مت سمجھو
یہ چپ ہی تو ہے عینِ معانی ہونا



اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِّیْ یُمنٰی (القرآن)

ترجمہ: کیا وہ ایک حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا جاتا ہے۔ (37:75)

اکڑ فوں

انسان کی یہ پست نگاہی توبہ
یہ کبر و انا یہ زعمِ شاہی توبہ
تخلیق ہے اُس کی وَن مَنِّیْ یُمنٰی
اِس پر بھی اکڑ فوں ہے ، الٰہی توبہ



فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ یُخْرَجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (القرآن)

ترجمہ: تو آدمی کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ بنایا گیا اچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان

سے۔ (7'6'5:86)

تیری اوقات؟

اتنا نہ اکڑ ، نہ اتنے جذبات میں رہ
حد سے نہ گزر ، دائرہ ذات میں رہ
اک قطرہ ناپاک نسب ہے تیرا
اوقات یہی ہے تیری ، اوقات میں رہ



الآ یا ساکن القصر المعلى سئد فن عنقریب فی التراب (شعر علی المرتضیٰ)
ترجمہ: اے اونچے محل کے رہنے والے! عنقریب تو مٹی میں دفن کیا جائے گا۔

دعوتِ انکسار

تو کیا ہے، یہ تجھ کو وقت بتلائے گا
پیروں کے تلے ترا یہ سر آئے گا
اتنا بھی گھنڈ آج ہستی پہ نہ کر
کل نام و نشان بھی تیرا مٹ جائے گا



وَإِذَا أَعْمَنَّا عَلَى الْإِنْسَانِ اغْرَضَ وَنَا بَجَابِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ (القرآن)
ترجمہ: اور جب انسان پر ہم انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعا کرنے والا ہو جاتا ہے۔

انسان کے اندازِ فکر کا قرآنی جائزہ

انساں کو نوازیں تو مگرتا ہے یہ
منہ پھیر کے، کترا کے گزرتا ہے یہ
تکلیف ذرا سی اسے پہنچائیں تو پھر
لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے یہ



أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (القرآن)

ترجمہ: کیا آپ نے اپنے رب کی قدرت کو نہ دیکھا اس نے کس طرح سایہ پھیلا دیا۔ (45:25)

شانِ آفتاب

جھٹ جاتی ہے ظلمت ، انقلاب آتا ہے
اک لشکرِ نور ہرکاب آتا ہے
شاخوں میں ٹھٹک ہوا بجاتی ہے ستار
کس شان کے ساتھ آفتاب آتا ہے



وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (195:2)

ظالموں کو انتباہ

نذرِ امواج آہ کیوں ہوتے ہو
یوں راندہ بارگاہ کیوں ہوتے ہو
کمزور پہ اے ہاتھ اٹھانے والو!
اپنے ہاتھوں تباہ کیوں ہوتے ہو



وَرُبُّ اِشَارَةِ اَبْلَغُ مِنْ لَفْظٍ (مَقُولُهُ)

ترجمہ: بہت سے اشارے الفاظ سے زیادہ واضح ہوتے ہیں۔

قولِ دانایاں

خاموش پُکاروں میں کھی جاتی ہے
بے نام سہاروں میں کھی جاتی ہے
جو بات کھی نہ جا سکے لفظوں میں
وہ بات اشاروں میں کھی جاتی ہے



أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (الْقُرْآن)

ترجمہ: جس نے ہر چیز کو اُس کی نصوص بناوٹ عطا فرمائی پھر راہ دکھائی۔ (50:20)

اہمیتِ خواصِ اشیاء

انسان ، جوانی کے سوا کچھ بھی نہیں
امواج ، روانی کے سوا کچھ بھی نہیں
اشیا میں ضروری ہیں خواصِ اشیا
الفاظ ، معانی کے سوا کچھ بھی نہیں



وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَيْمَةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (القرآن)

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔ (24:32)

خاموشی بروقت

بروقت جو خاموش نہیں رہ سکتے
وقت آنے پہ وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے
اُستاد انہیں کبھی بناتا نہیں وقت
جو وقت کی جھڑکیاں نہیں سہہ سکتے



أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (القرآن)

ترجمہ: کیا وہ (منکرین) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ (32:43)

خالق پر جرأتِ تنقید؟

یہ کشف یہ انکشاف توبہ توبہ
یہ جرأتِ انحراف توبہ توبہ
قسامِ ازل کے فیصلوں پر تنقید؟
خالق سے بھی اختلاف ، توبہ توبہ



قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى (القرآن)

ترجمہ: (اے حبیب) فرمادیجئے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگار ہو۔ (77:4)

متاعِ قلیل

یہ حشمت و زر یہ کاخ و کُو کچھ بھی نہیں
یہ طبل و عَلم یہ ہا و ہُو کچھ بھی نہیں
اپنے کو سمجھتا ہے اگر تُو سب کچھ
میں اتنا بتائے دُوں کہ تُو کچھ بھی نہیں



اسے بھی پڑھیے

آپس کا حساب ہے ، اسے بھی پڑھیے
دشمن کا جواب ہے ، اسے بھی پڑھیے
پڑھ لی ہو اگر آپ نے اوروں کی کتاب
یہ میری کتاب ہے ، اسے بھی پڑھیے



وَإِذَا رَأَوْهُمْ تَبَٰعِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسْنَنَةٌ (القرآن)
 ترجمہ: اور جب انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوش نما معلوم ہوں گے اور اگر وہ گفتگو کریں تو آپ ان کی بات توجہ سے سنیں
 گے (مگر) درحقیقت وہ بے کار لکڑیوں کی طرح ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں۔ (4:63)

غُرورِ دولت

نا پختہ شعور سے بھرے بیٹھے ہیں
 اک ذہنی فتور سے بھرے بیٹھے ہیں
 خالی ہیں کمالِ علم و فن سے حضرت
 دولت کے غرور سے بھرے بیٹھے ہیں



مُعْتَدٍ أَلِيمٍ غُلَبَ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ (القرآن)
 ترجمہ: حد سے بڑھنے والا سخت گناہ گار ان سب کے بعد بد اصل۔ (13:12:68)

بد گوہری

ڈرتے ہیں وہ، جن میں خوفِ رب ہوتا ہے
 جھکتے ہیں وہی جن کا نسب ہوتا ہے
 کمزور کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ
 نطفے میں خرابی کے سبب ہوتا ہے



وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ (44:2)

یقین نہیں آتا تو آئینہ دیکھ لو

قامت کی یہ حالت کبھی دیکھی اپنی
 چہرے کی نحوست کبھی دیکھی اپنی
 اوروں کے خدو خال پہ ہنسنے والے!
 آئینے میں صورت کبھی دیکھی اپنی؟



وحشی اور سلاسل

آئینہ تدبیر اٹھا کر پھینکو
 سرمایہ تزویر اٹھا کر پھینکو
 وحشی رہے پابند سلاسل کب تک
 یہ طوق ، یہ زنجیر اٹھا کر پھینکو



دستار کا تقاضا

وہ علم ، وہ کردار تو لاؤ پہلے
وہ شکل ، وہ اطوار تو لاؤ پہلے
دستار کا باندھنا تو ہے بعد کی بات
اہلیتِ دستار تو لاؤ پہلے



وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (القرآن)

ترجمہ: اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو چیز نہ ڈالو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکو گے۔ (37:17)

پھر اس قدر تکبر کیوں؟

بن کر یہ ہلال ، ماہتاب آتا ہے
ہر شے پہ یہ دورِ انقلاب آتا ہے
یوں ٹھوکریں مار کر زمیں کو مت چل
تجھ پر ہی نہیں ، سب پہ شباب آتا ہے



وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (القرآن)
ترجمہ: اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔ (28:4)

اتنی بے بسی پر بھی اتنے دعوے
یوں سنگِ مڑہ پہ تول سکتا نہیں تُو
تقدیر کے آگے بول سکتا نہیں تُو
عقدہ کسی اور کا تُو کیا کھولے گا
جب قبض بھی اپنا کھول سکتا نہیں تُو



عن ابی ہریرۃ قال بینما النبی یحدث اذ جاء اعرابی فقال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة قال
کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اہله فانتظر الساعة (الحديث)
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسالت مآب گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے کہا کہ
قیامت کب آئے گی۔ سرکارؐ نے فرمایا جب امانت میں خیانت کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے عرض کی کہ امانت
کے ضائع ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ جب کوئی معاملہ کسی نا اہل کے سپرد کیا جائے گا تو سمجھ لے قیامت آگئی۔

طلبِ منصب دلیلِ نااہلیت ہے
جو صاحبِ علم و فضل کہلاتے ہیں
ہر جرأتِ بے جا پہ وہ پچھتاتے ہیں
جو اہل نہ ہوں، وہ مانگتے ہیں منصب
منصب کے جو اہل ہوں، وہ کتراتے ہیں



ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰى الْآخِرَةِ (القرآن)
ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر پسند کیا۔ (107:16)

ابتلائے عظیم

عیار شکاریوں میں آ بیٹھا ہوں
دُنیا کے بھکاریوں میں آ بیٹھا ہوں
ایمان بچا کر مجھے اٹھنا ہو گا
دولت کے بھکاریوں میں آ بیٹھا ہوں



فَاَيْنَ تَذٰهَبُوْنَ (القرآن)
ترجمہ: تو تم کہاں جاؤ گے۔ (26:81)

مقامِ توجہ

غیرت پہ پڑا اثر ، تو پھر کیا ہو گا
آیا جو نہ کچھ نظر ، تو پھر کیا ہو گا
تم بول رہے ہو مستقل میرے خلاف
میں بول اٹھا اگر ، تو پھر کیا ہو گا؟



يَقُولُونَ بِالسِّنِّهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (القرآن)

ترجمہ: وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ (11:48)

عارضہ تضاد

بول اُٹھتے ہیں بولنے کو تو یکدم لوگ
آتے ہیں مگر صفِ عمل میں کم لوگ
یہ بات الگ کہ ہم سے ہوتا نہیں کچھ
ہاں کہنے کو کہتے ہیں بہت کچھ ہم لوگ



ءَ أَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ (القرآن)

ترجمہ: کیا تم نے اسے بادل سے اتارا؟ یا ہم ہیں اتارنے والے۔ (69:56)

استفسارِ الہی

مت بھولو کہ تم سب ہو ہمارے پالے
ناحق نہ کسی پہ رعب کوئی ڈالے
برساتے ہو کیا سحاب سے تم پانی؟
یا ابر سے ہم ہیں مینھ دینے والے



كُلُّ اَمْرِ مَرهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا (مقولہ)
ترجمہ: ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے

فیصلہ وقت

اچھا ہوں، بُرا ہوں، کون ہوں، کیسا ہوں
جاہل ہوں کہ علم کی طلب رکھتا ہوں
یہ مجھ سے نہ پوچھ، وقت خود بولے گا
کچھ ہوں کہ نہیں ہوں، کیا نہیں ہوں، کیا ہوں



وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (القرآن)
ترجمہ: فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ (29:57)

اس کی تکلیف آخر تجھے کیوں؟

دینے پہ کریم کا جو دل آتا ہے
دامن میں گدا کے، مُستقل آتا ہے
ہے مجھ پہ جو اُس کا فضل، جلتا ہے کیوں
کیا اس کا بھی تیرے نام بل آتا ہے؟



الظلم وضع الشئ فی غیر محلّه (مقولہ)
ترجمہ: کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دینا ظلم ہے

تعریفِ ظلم

دینا کرگس کو گلِ ممکنے کی جگہ
جاہل کو سوپنا پرکھنے کی جگہ
ہے ظلم کی تعریف یہ ازروئے لغت
رکھنا اک چیز کو ، نہ رکھنے کی جگہ



الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (القرآن)
ترجمہ: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔ (37:4)

دمڑی

ہر حال میں انسان بچائے دمڑی
مر کر بھی کسی پر نہ لگائے دمڑی
ہیں متفق اس پہ بخل کے سارے گرو
چڑی جائے ، مگر نہ جائے دمڑی



اذالم تستحی فاصنع ماشئت (الحديث)
ترجمہ: جب تو نے شرم چھوڑ ہی دی تو اب جو چاہے کر

بے حیا باش ہرچہ خواہی گن

تُو محض گھمنڈ میں سر افراختہ ہے
ہر قول ترا جھوٹ ہے، خود ساختہ ہے
کیا تجھ سے کسی کو آبرو کی امید
تُو خود ہی جب ایک آبرو باختہ ہے



ان شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره وفي رواية اتقاء فحشه (الحديث)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ وہ ہوں گے جنہیں لوگ ان کے شر (اور ایک روایت میں ہے) ان کی بے ہودگی سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔

انسانی شر کا خوف صفتِ قبیح ہے

مقبولِ خدا ہے بس وہی درد شناس
دے جس کا تھوڑ بھی خوشی کا احساس
لیکن مردود اور ملعون ہے وہ
مخلوقِ خدا کے دل میں ہو جس کا ہراس



وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (القرآن)
ترجمہ: اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔ (85:17)

خطِ دانش

دانش کا یہ خط ، اُس کی نادانی ہے
بے علم ہے ، بے عمل ہے ، خفّاقانی ہے
کہتی ہے یہ آیہ وَمَا أُوتِيتُمْ
انساں کو یہ کیا زعمِ ہمہ دانی ہے



غمط الناس وبطرح الحق (الحديث)
ترجمہ: لوگوں کو گھٹیا سمجھنا اور حق کی بات کو ٹھکرا دینا۔

حقیقتِ کبر

اس حرفِ نبی کو ذہن میں جا دینا
مومن کو یہ شرحِ کبر لکھوا دینا
ہے کبر ، حقیر جاننا لوگوں کو
حق کو حق سمجھ کے ٹھکرا دینا



وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (القرآن)
ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی تو یقیناً اس کی زندگی بڑی تنگی میں گزرے گی۔ (124:20)

تنگیِ معیشت کا سبب

ہر اک سے کر التجا نہ یوں سب سے مانگ
غیرت ہے اگر کچھ بھی تو پھر رب سے مانگ
اعراض ہے ذکرِ حق سے تنگی کا سبب
دروازہ لب کھول! کسی ڈھب سے مانگ



فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (القرآن)
ترجمہ: تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کر تو زبان نکالے رہے اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ (176:7)

شباباش

کیوں بُغض و حَسَد سے اس طرح تکتا ہے
ہر وقت یہ اَوّلِ فَوَل کیوں بکتا ہے
گتے کی طرح کھول کے مُنھ بھونکے جا
تُو اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہے



اذا تكملت فتكلم بنية صالحة واذا سكت فاسكت بنية صالحة كل من لم يقوم النية قبل العمل فلا عمل له
(فرمودہ حضرت غوث اعظم جیلانی)
ترجمہ: جب تُو بات کرے تو اچھی نیت سے کر اور جب خاموشی اختیار کرے تو اچھی نیت سے خاموش رہ۔ جس نے کسی عمل سے پہلے اپنی
نیت درست نہ کی تو اس کے عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔

خاموشی و تکلم میں دعوتِ حُسنِ نیت

چھوڑے نہ خرد کو اُس کی کم جوشی پر
لے آئے اُسے جُنوں کی بے ہوشی پر
چُپ چُپ ہی میں لُٹ لے جو محفل کے حواس
قربانِ خطابت ، ایسی خاموشی پر



عظ نفسک اولاً ثم عظ نفس غیرک (فرمودہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی)
ترجمہ: پہلے اپنی ذات کو نصیحت کر پھر کسی دوسرے کو۔

میرا مُنہ نہ کھلوا

معلوم ہے ، باریاب جتنا تُو ہے
یا شیخِ فلک جناب جتنا تُو ہے
بہروپ کی آڑ میں مچھا ہے ، ورنہ
اُتنا نہیں میں خراب ، جتنا تُو ہے



زوالِ آفتاب کی بندہ نوازی

بد فطرت و فتنہ باز ہو جاتے ہیں
خود بین و زمانہ ساز ہو جاتے ہیں
اے کاش نہ آئے کسی سُرُج پہ زوال
ٹھگنوں کے بھی قد ، دراز ہو جاتے ہیں



اوقات

کس نسل کا ہے ، ذات تو دیکھے پہلے
خود کون ہے ، یہ بات تو دیکھے پہلے
اوقات جو دوسروں کی گنواتا ہے
وہ اپنی بھی اوقات تو دیکھے پہلے



وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَ نَسِيَ خَلْقَهُ (القرآن)

ترجمہ: اور ہمارے لئے مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ (78:36)

متکبر کو درسِ فطرت

مغرور ہے کیوں ، یہ رنگِ مستی کیا ہے
یہ کبر و اَنَا یہ خود پرستی کیا ہے
رکھ ذہن میں عالمِ ولادت اپنا
پھر دیکھ! ترا مقامِ ہستی کیا ہے



وَالِی اللّٰہِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (القرآن)

ترجمہ: اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔ (22:31)

عقیدہ اہل توکل

رہنا ہے اُسی کو ، ماسوا ہالک ہے
یہ راز عیاں ہے اُس پہ ، جو سالک ہے
آغاز تھا میرے بس میں سو میں نے کیا
انجام کا غم نہیں ، خدا مالک ہے



إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اُسی کی عبادت کرو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے (64:43)

اُمُّ العقائد

اس حرفِ نجات پر عقیدہ رکھیے
یعنی اسی بات پر عقیدہ رکھیے
منشائے عقائد و عقیدت یہ ہے
اللہ کی ذات پر عقیدہ رکھیے



وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (القرآن)
ترجمہ: اور کھاؤ پیا اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (31:7)

مذمتِ بسیار خوری

بسیار خوری سے رشتہ کٹ جاتا ہے
پیراہنِ فریبی سمٹ جاتا ہے
بڑھ جاتی ہے جس کی جتنی قدر و قیمت
اُس کا اتنا ہی وزن گھٹ جاتا ہے



مُذَبِّذِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ (القرآن)
ترجمہ: تردد کرنے والے ہیں اس (کفر و ایمان) کے درمیان نہ ان کافروں کی طرف ہیں اور نہ ان مومنوں کی طرف۔ (143:4)

وجہِ اضطراب

برپا ہے یہ اضطراب ، کچے پن سے
کھاتے ہو یہ پتچ و تاب ، کچے پن سے
ٹھہراؤ کا فقدان ہے خامی کی دلیل
گردش میں رہا کباب ، کچے پن سے



وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوُ لَهُا بَيْنَ النَّاسِ (القرآن)

ترجمہ: اور ان (گرم سرد) دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔ (140:3)

وقت کے فیصلے

نادر کو سلطنت عطا کرتا ہے
اورنگ نشینوں کو گدا کرتا ہے
کل تم نے کہا تھا ، وقت کیا کر لے گا
اب دیکھ لیا کہ وقت کیا کرتا ہے؟



من انتسب الی غیر ابیہ فهو ملعون (الحديث)

ترجمہ: جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کی وہ لعنتی ہے۔

پیسے کی کرامت

کم اصل کی اوقات بدلتی دیکھی
دن ہی نہ پھرے ، رات بدلتی دیکھی
پیسے کی کرامت پہ یقین آ ہی گیا
بد ذات کی جب ذات بدلتی دیکھی



وَأَنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (القرآن)

ترجمہ: اور یقیناً انسان مال و دولت کی محبت میں بہت سخت ہے (8:100)

ہائے پیسہ

معیارِ شرافتِ نَسَب ، پیسہ ہے
لوگوں میں فضیلت کا سبب ، پیسہ ہے
بس کہنے کی حد تک ہیں خدا اور رسول
اس دور کے انسان کا رب ، پیسہ ہے



خیر الکلام ما قلّ ودلّ ولم یملّ (مقولہ)

ترجمہ: بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مدّعا کو پوری طرح واضح کرے اور سامع کو ملال میں نہ ڈالے۔

تطویل لا طائل

یوں متن کے ساتھ ساتھ تفسیر نہ کر
سننے والوں کو پا بہ زنجیر نہ کر
تطویل کلام ہے حماقت کی دلیل
دے مختصراً جواب ، تقریر نہ کر



وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (القرآن)

ترجمہ: اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ (48:33)

خود سپردگی

اشکوں سے مڑہ کو یوں بھگوتا کیا ہے
دن رات سسک سسک کے روتا کیا ہے
مومن ہے اگر ، تو اپنا مستقبل و حال
اللہ پہ چھوڑ ، دیکھ ہوتا کیا ہے



فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (القرآن)

ترجمہ: افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ (5:107)

متکبر نمازی کی گوشمالی

بنا ہے نمازی بھی ، جھگڑتا بھی ہے
ہر روز غریبوں کو رگڑتا بھی ہے
یا چھوڑ مری نماز ، یا کبر اپنا
جھکتا بھی ہے کم بخت ، اکڑتا بھی ہے



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً (القرآن)
ترجمہ: کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا جو بہ اعتبار قوت اس سے زیادہ سخت تھے (78:28)

تُو کس کھیت کی مُولی ہے

منکٹوں کی طرح کھڑے نظر سے گزرے
رستوں میں کئی پڑے نظر سے گزرے
تُو کیا لئے پھرتا ہے بڑا پن اپنا
ٹُجھ سے بھی بڑے بڑے نظر سے گزرے



وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (القرآن)

ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ (2:5)

اتفاق کی برکت

ملتا ہے سبق یہ وقت کی گردش سے
باز آؤ نفاق و حسد و رنجش سے
مِل جُل کے معاشرے کی ہوگی تطہیر
دُھلتے ہیں ہاتھ باہمی کوشش سے



لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ (القرآن)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں (30:30)

فطرت نہیں بدلتی

جس کی فطرت ہو عیبِ شر سے مملو
صُحبت سے وہ اچھوں کی نہ ہوگا خوش خُو
رہتی ہے اگرچہ رات دن پانی میں
جاتی نہیں مچھلی کے بدن سے بدبو



سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (القرآن)

ترجمہ: تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے۔ (55:28)

آدابِ مناظرہ

تکرار میں اِسرافِ توانائی ہے
بے کار کی ضد، علم کی رُسوائی ہے
جب مدِّ مقابل نہ سُنے کوئی دلیل
ایسے میں سکوت، عینِ دانائی ہے



من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب (حدیثِ قدسی)
ترجمہ: جس نے میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت کی پس میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

بد دُعائے درویشاں

ممکن ہے ، جی اُٹھے قضا کا مارا
شاید بچ جائے ، اژدہا کا مارا
مت اُلجھے اللہ کے درویشوں سے
اُٹھتا نہیں ان کی بد دُعا کا مارا



اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (القرآن)
ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (70:33)

راست گوئی

یوں پیٹھ میں دوستوں کی ، بھالا نہ لگا
دروازوں پہ نفرتوں کا تالا نہ لگا
جو بات بھی ہو ، اُسے بڑھا کر مت کر
اللہ سے ڈر ، مریج مسالا نہ لگا



نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ (القرآن)

ترجمہ: (یہ لوگ) خدا کو بھول بیٹھے تو خدا نے بھی انہیں بھلا دیا۔ (67:9)

تلاشِ بے سود

پابندِ رسوم ، طبعِ آزاد نہ کر
یوں خرمنِ آبرو کو برباد نہ کر
جس نے تجھے کھو دیا نہ کر اُس کو تلاش
جو بھول گیا تجھے ، اُسے یاد نہ کر



الْعَشْقُ نَارٌ يَحْرِقُ مَاسُوِيَ الْمَعشُوقِ (مقولہ)

ترجمہ: عشق ایک ایسی آگ ہے جو معشوق کے سوا ہر چیز جلا دیتی ہے

ایک جان لیوا کھیل

دلِ عشق میں یوں ، نڈھال ہو جائے گا
جینا بھی مجھے محال ہو جائے گا
کھیلا تھا یہ کھیل دل لگی کی خاطر
معلوم نہ تھا یہ حال ہو جائے گا



وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (القرآن)

ترجمہ: اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (27:14)

درسِ عبرت

ماحول میں عزّت جو دلا سکتا ہے
کپڑے وہ اُتروا کے نچا سکتا ہے
نخوت سے نہ مُسکرا کے یوں دیکھ مجھے
یہ وقت کبھی تجھ پہ بھی آ سکتا ہے



الکاسب حبیب اللہ (الحديث)

ترجمہ: اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

خود مار کے کھا

یوں وقت خراب کر نہ اپنا سارا
اجداد کے نام پر نہ ہو ' بزم آرا
خود مار کے کھا اگر ہے غیرت کچھ بھی
گیدڑ کھاتے ہیں شیر نر کا مارا



خوفِ عقبیٰ

کب رنج و غم و مرگ و فنا کا ڈر ہے
دن رات مجھے روزِ جزا کا ڈر ہے
دنیا کو ہزار خوف ہیں دامن گیر
مجھ کو تو فقط اپنے خدا کا ڈر ہے



فلسفہٴ انفاق

انفاق ہے راہِ حق میں گو اک اعزاز
لیکن ہے ترا غلط اسی بات پہ ناز
جو چیز نہ جس کے پاس ہو، وہ اُسے دے
اللہ کے در پہ لے کے جا عجز و نیاز



ایک مفید مشورہ

جا پاس نہ اُس کے، جو بلائے نہ تجھے
تُو مُنھ نہ لگا، جو مُنھ لگائے نہ تجھے
امکاں ہو جہاں ذرا بھی پستی کا، نہ بیٹھ
بیٹھ ایسی جگہ، کوئی اُٹھائے نہ تجھے



دورِ حاضر کا معیارِ عزّت

قلّاش ادیب ہے تو رہنے دیجے
مسجد کا خطیب ہے تو رہنے دیجے
خنزیر ہو لکھ پتی تو سر آنکھوں پر
انسان غریب ہے تو رہنے دیجے



أَغِيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: تو تم (مدد کے لئے) خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارو گے؟ (40:6)

استفسارِ معبود

یہ دربدری ، بابِ طلب کے ہوتے؟
یہ شرک ، مُسَبِّبِ سبب کے ہوتے؟
کیا آب و سراب میں نہیں کوئی فرق؟
غیروں کو پکارتے ہو ، رب کے ہوتے؟



اظہارِ حقیقت

یہ لطف بہ طرزِ جور دیکھا نہ سنا
یہ رنگ ، یہ ڈھب ، یہ طور دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں یہ بات دیکھ سُن کر تم سے
تم سا کوئی ہم نے اور دیکھا نہ سنا



فلسفہ خاموشی و گویائی

اک شور ہے زندگی ، اجل خاموشی
گفتار کا آخری عمل خاموشی
بے جا گوئی علامتِ بے خردی
دانش کی دلیل ، بر محل خاموشی



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ (القرآن)
ترجمہ: اے مومنو کوئی قوم کسی دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں (11:49)

سب کچھ روشن ہو جائے گا

باتیں نہ بنا ، اپنے گریبان میں جھانک
ثمت نہ لگا ، اپنے گریبان میں جھانک
میں بد ہوں اگر تو مجھ سے بدتر تو ہے
اک بار ذرا ، اپنے گریبان میں جھانک



أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (القرآن)
ترجمہ: یا وہ حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ (54:4)

ذہنی افلاس

ذہنِ مفلس ہے تو ، حسد کرتا ہے
مُحسود کو پیش ، خود کو رد کرتا ہے
جو کچھ وہ کسی کو دے یہ اُس کی مرضی
خالق پہ بھی اعتراض ، حد کرتا ہے



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا (القرآن)
ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو! بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (عیبوں کی) جستجو نہ کرو اور دوسرے کی غیبت
(بھی) نہ کرو۔ (12:49)

تلاش حقیقت

بے طرح کے شبہات سے ہٹ کر دیکھو
ہر بات کو ہر بات سے ہٹ کر دیکھو
جس بات کی اصل تک پہنچنا ہو تمہیں
اُس بات کو جذبات سے ہٹ کر دیکھو



يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ (القرآن)
ترجمہ: وہ دنیوی زندگی کے ظاہر (حال) کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔ (7:30)

یہ غفلت شعار لوگ

کیسے ہیں یہ لوگ ، کیا پیے بیٹھے ہیں
دل مال و متاع کو دیے بیٹھے ہیں
عالم ہیں یہ بس ظواہر دنیا کے
عقبیٰ کو فراموش کیے بیٹھے ہیں



كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ (القرآن)
ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ (88:28)

مرگِ دشمن پہ نہ ہنس

کاندھوں پہ کوئی تجھے بھی اٹھوائے گا
تجھ کو بھی کفن یونہی دیا جائے گا
عقل ہے اگر تو مرگِ دشمن پہ نہ ہنس
اک روز یہ وقت تجھ پہ بھی آئے گا



انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (القرآن)
ترجمہ: نکلو ہلکے ہو کر خواہ بھاری ہو کر اور جہاد کرو (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ (41:9)

ترغیبِ جہاد

باہمتِ جذبِ تام نکلو تو سہی
توحید کا پی کے جام نکلو تو سہی
نکلا کوئی میدان میں تو میرا ذمہ
اللہ کا لے کے نام نکلو تو سہی



إِذَا كَانَتِ النَّفْسُ مِنْ بَاهِلَةٍ

وَمَا يَنْفَعُ الْأَضْلُ مِنْ هَا شِمٍ

(عرب شاعر کا ایک شعر)

ترجمہ: اگر کوئی شخص بہ اعتبارِ فطرت باہلہ قوم کی گھٹیا عادات اور طبیعت کا مالک ہو تو کسی عالی خاندان میں اس کا پیدا ہو جانا کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔

اسلاف و اخلاف

صورت میں اگرچہ ہو نگینوں کی طرح
پر فرق ہے سیرت میں زمینوں کی طرح
عالی نسیوں کے گھر سے بھی بعض اوقات
اولاد نکلتی ہے کمینوں کی طرح



وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ (الحديث)

ترجمہ: ذخیرہ اندوز لعنتی ہے

امتناعِ ذخیرہ اندوزی

یوں دیدہ حق نگر کو خیرہ نہ کرو
حرص اور حسد اپنا وطیرہ نہ کرو
مُنعم ہو تو مفلس کی ضرورت سمجھو
سیم و زر و مال کو ذخیرہ نہ کرو



ایک متصوف کے جواب میں

جاؤب گش درِ علی میں بھی ہوں
اُس شہر سے منسوب گلی میں بھی ہوں
تُو خود کو ولی سمجھ رہا ہے جتنا
مت بھول کہ اتنا تو ولی میں بھی ہوں



حاسد کا چہرہ

صورت تری بے کار ہوئی جاتی ہے
رُسوا سرِ بازار ہوئی جاتی ہے
حاسد! ترے باطن کی سیاہی اب تو
چہرے سے نمودار ہوئی جاتی ہے

اللہ کی مار

آ جاؤ گے زیرِ بار یہ لکھ رکھو
تم ہو گے ذلیل و خوار یہ لکھ رکھو
اللہ کی مار سے نہ ڈرنے والو!
تم پر بھی پڑے گی مار یہ لکھ رکھو



غم کی مٹھاس

ہر سینہ اُمید میں ہے کاشِ یاس
ہر غم کے ساتھ ہے خوشی کا احساس
شیرینیِ غم میں ہے عسل کی لذت
ہے شانِ عسلِ فیہِ شفاء، لِلنَّاسِ



نوازشِ غیبی

ایسا تھا کہاں کا میں مقدر کا دھنی
بس غیب سے مجھ غریب کی بات بنی
جو گھر سے کبھی نصیر نکلے ہی نہ تھے
آئے ہیں وہ میرے گھر میں اللہ غنی



حاسدین کا شکریہ

یوں تجربہ دراز حاصل ہے مجھے
کچھ غم سے الگ نیاز حاصل ہے مجھے
ہر دل میں کھٹک رہا ہوں کانٹے کی طرح
اپنوں میں یہ امتیاز حاصل ہے مجھے



ناز نہ کرنے کا سبب

کیوں ناز کروں کہ میں نہیں قابلِ ناز
ہاں اپنی نیاز پر ہے مجھ کو کچھ ناز
کرتا ہے وہ ناز جو نہ ہو لائقِ ناز
جو لائقِ ناز ہو وہ کرتا نہیں ناز
(یہ رباعی عمدًا بقید یک قافیہ رکھی گئی (نصیر))



تقلید بے سود

کیا فائدہ یوں ذہن کو بہلانے سے
علامہ و شیخِ وقت کہلانے سے
تقلید سے ادنیٰ نہیں ہوتا اعلیٰ
بنا نہیں آنکھ ، پیر سو جانے سے



مردانِ کمال کا حال

ہو جیسے کہ سنگ ، آبِ رواں کے آگے
یا چھائےِ سحاب ، آسمان کے آگے
رہتے ہیں رکاوٹوں کی زد میں کامل
دانتوں کی ہے دیوار ، زباں کے آگے



مجبوریِ حالات

یہ چھوڑیے ، نزدیک ہوں یا دُور ہوں میں
اس وقت ملاقات سے معذور ہوں میں
القصد ، مزاج کا تقاضا بھی ہے کچھ
کچھ وقت کے ہاتھوں سے بھی مجبور ہوں میں



یاری کا ڈھونگ

یہ حُسنِ نظر ، وقت کے آنے تک ہے
ایثار کا یہ جوش ، دکھانے تک ہے
اس دُور میں کون یار ، کیسی یاری
یاری کا یہ ڈھونگ ، آزمانے تک ہے



وقت کی سُولی

ہم خیرہ سُرور کا جُرم سچائی ہے
ظالم کے جواب میں صف آرائی ہے
دانستہ چڑھے ہیں وقت کی سُولی پر
اس خاص گناہ کی سزا پائی ہے



إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ نے ان پر لعنت فرمائی دنیا میں اور آخرت میں۔ (57:33)

لعنتی کون ہے؟

اللہ کا حرف ، اوّل و آخر ہے
قرآن و حدیث سے یہی ظاہر ہے
توہینِ شریعت ہے نبی کی توہین
توہینِ نبی کا مُرتکب ، کافر ہے



کمینوں کو عزت بخشی کا نتیجہ

آہنگِ فریب و شیوہِ جور دیا
سفلوں کا مزاج ، کبر کا طور دیا
کُتے کو نہ کھرچ سکی بالآخر
عزت نے تجھے کمینہ پن اور دیا



تلقینِ استقامت

ہر موج ڈبو دینے کو مچلا کی ہے
اٹھی ہے گھٹا غم کی تو برسا کی ہے
طوفانِ محبت سے نہ دل گھبرائے
اس بحر میں ڈوبنا ہی پیرا کی ہے



عمل ایک سبب دو

انسان کے احوال کی دُنیا ہے عَجَب
مُضمر اک ہی عمل میں ہیں دو مطلب
عالم بھی ادھر چُپ تو ادھر جاہل بھی
یہ علم کے ہاتھوں ، وہ جہالت کے سبب



درسِ نفس

درسِ عَدَم و سَلَب بقا دیتا ہے
تعطیلِ حیات کا پتا دیتا ہے
اُستادِ نَفَس بدن میں آتے جاتے
انسان کو تعلیمِ فنا دیتا ہے



مُشاہدات

دل فارغ و دل شاد نہ ہونے پایا
آلام سے آزاد نہ ہونے پایا
جس نے کسی آباد کو برباد کیا
وہ بھی کبھی آباد نہ ہونے پایا



کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے

کہتے ہیں وہ سُر کی، جن کے سر میں کچھ ہو
پلواتے ہیں وہ، جن کی نظر میں کچھ ہو
کنگال بھریں گے کیا کسی کا کشتول
دیتے ہیں وہ بھیک، جن کے گھر میں کچھ ہو



خطابِ بر محل

پھر جوشِ بیاں میں ٹوٹ کر بولیں گے
لہجے کی دھمک سے بام و در بولیں گے
بے وقت کی بولیاں نہیں بولتے ہم
ہم بولے اگر تو وقت پر بولیں گے



سجّٰن دُور نہ جا

ہو جائیں گے چاک پیرہن دُور نہ جا
چھا جائے گا پھر اُداس پن دُور نہ جا
گلیاں بہ زبانِ حال کہتی ہیں یہی
رہ گاؤں کے نزدیک ، سجّٰن دُور نہ جا



پُرسشِ اعمال

الفت میں خلوص اور وفا لازم ہے
تسلیم و رضا ، خوفِ خدا لازم ہے
اعمال کی پُرسش سے نہیں راہِ فرار
ہاں یاد رہے روزِ جزا لازم ہے



کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خاموش ہیں کس لیے جنابِ والا
کیوں ڈال لیا ہے اپنے مُنھ پر تالا
خاموشی ہے آپ کی کسی بات پہ دال
لگتا ہے مجھے دال میں کالا کالا



ارشادِ عقل

بے کیفی ایامِ نظر میں رکھیے
دورِ سحر و شامِ نظر میں رکھیے
جس کام کا آغاز کیا ہے حضرت!
اُس کام کا انجامِ نظر میں رکھیے



وعدہ

وعدے کی ہوئی بات ، کہا کل برسوں
آنے کو کہا ، مگر نہ آئے برسوں
ٹوکا جو سرِ راہ ، ترخ کر بولے
کیا خوب ! ہتھیلی پہ جمائیں برسوں؟



تقاضائے خردمندی

کچھ ہوش و خرد سے کام لینا سیکھو
دشمن کا سنبھل کے نام لینا سیکھو
دینا ہو اگر مددِ مقابل کو جواب
پھر وقت پہ انتقام لینا سیکھو



دستورِ جنوں

اپنے ہاتھوں میں راج لے لیتا ہے
اس ڈھنگ سے وہ خراج لے لیتا ہے
دیتا ہے جنوں ، آبلہ پائی جن کو
پھر اُن کے سروں سے تاج لے لیتا ہے



ہم آپ کے ہیں

ہر چند ستم ہو کہ کرم ، آپ کے ہیں
ہمدرد و رفیق و ہمقدم آپ کے ہیں
تنقید کریں کہ رُوٹھ جائیں ، لیکن
اتنا رہے ذہن میں کہ ہم آپ کے ہیں



علاماتِ بیماریِ حسد

لجے میں تیش ہے ، مردم آزاری ہے
ہر وقت زباں سے کچھ نہ کچھ جاری ہے
ظاہر ترے اطوار سے ہے پاگل پن
لگتا ہے ، تجھے حسد کی بیماری ہے



خطاب بہ حاسدِ بد باطن

اشعار کی توصیف پہ جل اٹھتا ہے
تقریر پہ ، تصنیف پہ جل اٹھتا ہے
دیتا ہے مجھے سند مرے ہونے کی
جب تو میری تعریف پہ جل اٹھتا ہے



حاسد محروم مقاصد

حاسد منش و اصلِ مفسد تو ہے
اس واسطے محروم مقاصد تو ہے
فطرت کا یہ احسان کہ میں ہوں محسوس
قدرت کی یہ پھٹکار کہ حاسد تو ہے



کششِ گُوچہِ جاناں

کانٹا سا یاد کا کھٹک جاتا ہے
سُلی پہ خیال کی لٹک جاتا ہے
کیا خاک قدم اٹھائے کوئی اُس وقت
جب دل ترے گُوچے میں اٹک جاتا ہے



مقامِ ساقی

وہ حُسن کہاں ، نہ ہو تری خُجس میں
بے کیف ہے وہ پُھول ، نہ ہو بُجس میں
ساقی! ترے دَم سے ہے چمن میں رونق
ویرانہ ہے وہ چمن ، نہ ہو تُو جس میں



لنگر کو توڑ دیا

اب کیوں ہو مجھے ہجومِ آفات کا غم
بد خواہِ دنی ، یا کسی کم ذات کا غم
بیٹھا ہوں جسے سوپ کے اپنا سب کچھ
اُس کا ہو اگر کرم تو کس بات کا غم



حقیقت خود بولتی ہے

دُکھ پہنچے تو اشک آنکھ میں بھر آتا ہے
دل تڑپے تو لہجے میں اثر آتا ہے
کچھ بھی نہ کسی میں ہو تو کیا آئے نظر
کچھ ہو جو کسی میں ہو تو نظر آتا ہے



ماحول کو تخلیق کرو

اس امر پہ مثبت مہر تصدیق کرو
اب فیضِ رسانی میں نہ تعویق کرو
ماحول کی تخلیق تو سب ہوتے ہیں
ہمت ہے تو ماحول کو تخلیق کرو



معراجِ ادب

یوں بے ادبی کے نہ قریں آجائے
گستاخوں کی صف میں نہ کہیں آجائے
کرتا نہیں سجدہ اس لئے اُس در پر
پیشانی کے نیچے نہ زمیں آجائے



تصوّر کی کرشمہ سازیاں

کچھ سوچ کے بولنے سے کترائے ہوں
چپ چاپ کھڑے ہوں، دل میں شرمائے ہوں
دروازے پہ کون دے رہا ہے دستک
دیکھو تو ذرا وہ نہ کہیں آئے ہوں



ہو الباقی

دُنیا کی چمک دمک ہے آنی فانی
 جیسے کہ ہے موجوں کی روانی فانی
 باقی سے مقابلہ نہیں فانی کا
 باقی باقی ہے اور فانی فانی



انَّ اللّٰهَ يَبْغِضُ الْحَبْرَ السَّمِينَ (الحديث)

ترجمہ: اللہ نہیں پسند کرتا موٹے عالم (یا مولوی) کو

موٹا مُلا

قامت میں بلند ہو کہ چھوٹا مُلا
 ہے دیو نژاد ، دل کا کھوٹا مُلا
 اِس پہ شاہد ہے یہ حدیثِ نبوی
 قدرت کو نہیں پسند ، موٹا مُلا



طلبِ عنایات

پیا سوں کو ملے آبِ رواں سے کچھ تو
 جو آئے ہیں ، لے جائیں یہاں سے کچھ تو
 ہو جائے سماعتوں کی دنیا آباد
 فرمائیے لِلّٰہِ زباں سے کچھ تو



شانِ گدا

کیا بند ہوا ، کبھی قضا کا رستہ
مسدود ہوا ، کہیں صبا کا رستہ
جو آئے گا سامنے وہ مٹ جائے گا
روکے نہ کوئی اُن کے گدا کا رستہ



فریادِ مگس

ہوں مضطرب اک فعلِ نجس کے ہاتھوں
سرِ پیٹتی ہوں بارِ نفس کے ہاتھوں
مکھی مل مل کے ہاتھ کہتی ہے نصیر
لوگو! میں لٹ گئی ہوس کے ہاتھوں



معراجِ بشریت

دل غیر کے دام سے بچائے رکھنا
ذاتِ مطلق سے لو لگائے رکھنا
معراجِ بشر یہی ہے عبدیت میں
اللہ کے در پہ سر جھکائے رکھنا



مقامِ مسجد

اعزاز ہے اس در پہ سوالی ہونا
مُہمل ہے یہاں ، جنابِ عالی ہونا
اُٹھتے ہیں دُعا میں اس لیے خالی ہاتھ
بھرنے کے لئے ہے شرط ، خالی ہونا



تنزیہ و تشبیہ

ڈھونڈا ہے اُسے خانہ بہ خانہ ہم نے
وحدت کو تو کثرت ہی سے مانا ہم نے
خورشید کو ظلمت نے کیا ہے ممتاز
تنزیہ کو تشبیہ سے جانا ہم نے



گرفتِ غیبی

قدرت کی پکڑ ہے ایک سیفِ مسلُول
خالق سے مقابلہ ہے انسان کی بُھول
کعبے کے گرانے کو جو نکلا دشمن
لشکر کو بنا دیا کَعَصِفَ مَّا کُوْل



احباب بدلے ہم نہ بدلے

عبرت کی نگاہ سے یہ دنیا دیکھی
نا کام ہر اُمید و تمنا دیکھی
احباب نے ہم سے لاکھ آنکھیں بدلیں
ہم بدلے نہ دوسروں کی دیکھا دیکھی



کیفیتِ قلب

ہر چند کے پابستہ آزار ہے دل
سینہ ہے قفس ، مرغِ گرفتار ہے دل
شاکی نہیں مجبوری و ناچاری کا
باحوصلہ و صابر و خوددار ہے دل



بلائے ناگہانی

مچھر کو پڑے جیسے ہوا سے پالا
یا پھر کسی شاہ کو گدا سے پالا
کم بخت مرے سر سے یہ ملتا ہی نہیں
اپنا بھی پڑا ہے کس بلا سے پالا



دنیا ایک الم کدہ ہے

ہے دَورِ طرب ، سایہِ ابرِ گُزراں
ہر خندہ ہے تاب و شرِ برق ، یہاں
ہر سانس کو تُو سبِ ملامت ہی سمجھ
ہستی ہے تری ، کارِ گہِ شیشہ گراں



بُرے وقت کا ایک اچھا پہلو

حلِ مشکلِ انسان تو ہو جاتی ہے
منزل یہ کچھ آسان تو ہو جاتی ہے
اچھا ہے بُرے وقت کا یہ اک پہلو
انسان کی پہچان تو ہو جاتی ہے



قوتِ نیکی نداریِ بد ممکن

لو کام حیا سے ، بے حیائی نہ کرو
مخلوقِ خدا سے کج ادائی نہ کرو
تم نے بھی تو دینا ہے کہیں جا کے جواب
نیکی نہیں ہوتی تو بُرائی نہ کرو



میں کچھ نہیں کہتا

قطرہ ہوں ، حباب و موج یا دریا ہوں
گوہر ہوں ، خَزَف ہوں ، گل ہوں یا کانٹا ہوں
کہنا نہیں چاہتا کچھ اپنے حق میں
یہ وقت کرے گا فیصلہ ، میں کیا ہوں



التماسِ فیصلہ

الْجھاؤ کا ختم سلسلہ ہو جائے
بہتر ہے کہ طے یہ مسئلہ ہو جائے
میں آپ کے نزدیک ہوں کس کھاتے میں
اس بات کا آج فیصلہ ہو جائے



ہوا کو درسِ پرواز؟

دانائی و علم پر تجھے اتنا ناز
پھر اُس پہ یہ افہام کا اوچھا انداز
تُو مجھ کو پڑھا رہا ہے ، او طفلِ مزاج!
دیتا ہے کوئی ہوا کو درسِ پرواز؟



نکتہ نازک

یہ نکتہ ہے از بسکہ دُروں نازک و پاک
سمجھے گا اگر اسے ، تو ذہنِ دراک
عالی فطرت میں کھوٹ ممکن ہی نہیں
ہے آبِ گہر پہ بند ، راہِ خاشاک



دُنیاۓ معانی

خاموش بیانی کی طرف بھی آؤ
اس عالمِ ثانی کی طرف بھی آؤ
لفظوں ہی سے کھیلے رہو گے کب تک
دُنیاۓ معانی کی طرف بھی آؤ



اے دنیا!

پھر سے یہ ہمیں دعوتِ رغبت کیسی
کیا چلنے کو رہ گئی کوئی چال ایسی
ہم فقرِ نہاد جانتے ہیں تجھ کو
دُنیاۓ دنی ! جا تری ایسی تیری



التجائے دعا

میخانے پہ بارانِ عطا گھل کر ہو
اللہ سے عرضِ مدعا گھل کر ہو
چھائی ہے عجیب سی گھٹنِ رندوں پر
اے پیرِ مُغاں! آج دُعا گھل کر ہو



إخفائے راز

یہ منزلِ صبر ہے یہاں چُپ رہیے
آزار و جفا کے تیر، دل پر سیے
ہر بات کے لائق نہیں ہوتا ہر کان
ہر اک سے نہ اپنے غم کی پتا کہیے



واعظ کی روٹی

ہے اس کے نصیب میں پرائی روٹی
واعظ نے کبھی گھر میں نہ کھائی روٹی
اس گھر میں اگر آج تو کل اُس گھر میں
قُدرت نے بھی کیا اس کی لگائی روٹی



میرا مقابلہ مت کر

میں رند ہوں ، پی کے مست ہونے والا
بیگانہ بُود و ہست ہونے والا
اللہ نے بخشی ہے بلندی مجھ کو
میں تجھ سے نہیں ہوں پست ہونے والا



بے عمل مولوی کے نام

کچھ شرم سے کام لے ، عبث تنہا ہے
برہم ہیں خواص ، مشتعل ، جنتا ہے
اے بندہ حرص و تارکِ صوم و صلوٰۃ
تُو مفتی و مولوی کہاں بنتا ہے



فتویٰ فروش کے نام

مکار و خسیس و بد گھر مفتی ہے
بے شرم و حریص و کم نظر مفتی ہے
فتوے کو بدل دیتا ہے پیسے لے کر
اے دیو ہوس ! تُو پیشہ ور مفتی ہے



متکبرِ مَلّا

لوگوں سے بگاڑ پر ٹھنا پھرتا ہے
 کس بات پہ اس قدر تینا پھرتا ہے
 کم بخت نے چار لفظ کیا سیکھ لئے
 علامہ فہامہ بنا پھرتا ہے



دین فروش مولوی کے نام

خٹاس و بھول میں نہیں ہوں ، تو ہے
 نذرانہ وصول میں نہیں ہوں ، تو ہے
 اک فعلِ حلال کو کہا تو نے حرام
 گستاخِ رسول میں نہیں ہوں ، تو ہے



جاہلِ دولت مند سے خطاب

موجود فضیلت بھی کوئی ہے کہ نہیں
 تعلیم سے نسبت بھی کوئی ہے کہ نہیں
 پوشاک تو قیمتی پن لی تو نے
 اپنی تری قیمت بھی کوئی ہے کہ نہیں؟



مقامِ افسوس

تھامے ہوئے دل بہ چشمِ نم آئے ہیں
سر پیٹتے قرطاس و قلم آئے ہیں
جب علم کے گاہک اُٹھ گئے دنیا سے
سودا لیے بازار میں ہم آئے ہیں



داغِ سجدہِ ریا

یہ کوئی جلی جلائی روٹی تو نہیں
جتنا تُو خود ہے اتنی کھوٹی تو نہیں
سجدے میں رگڑتا ہے اسے کیوں اتنا
پیشانی ہے آخر ، یہ کسوٹی تو نہیں



نام بڑا درشن تھوڑے

یوں فخر سے کچھ سوار ، لائے گھوڑے
ہیں اہلِ قیام کی باگیں موڑے
میدانِ مقابلہ میں اترے تو گھلا
ہے نام بڑا مگر ہیں درشن تھوڑے



مراحلِ حیات

دُکھ درد کی کائنات سے گزرا ہوں
 دُنیاۓ تعلقات سے گزرا ہوں
 آدابِ حیات کیا سکھاؤ گے مجھے
 ہر مرحلہٴ حیات سے گزرا ہوں



حُسنِ سُلُوک کا صلہ

تقلید کا احساس دلا تو دے گا
 دنیا کو یہ ماجرا سنا تو دے گا
 انسان کے ساتھ کیجئے حُسنِ سُلُوک
 کچھ اور نہ دے سکا ، دُعا تو دے گا



شیوہٴ اسلاف

ہے مشربِ طبع صاحبانِ ارشاد
 انجام سے گھبرائے نہ مردِ آزاد
 اک بات کو جب کہ خود وہ سچا سمجھے
 پھر کیوں نہ کہے عَلٰی رُؤسِ الْأَشْهَاد



کب آؤ گے؟

کیا فائدہ اُس گھڑی کہ جب آؤ گے
بے کار ہے پھر، اگر نہ اب آؤ گے
تیار ہے قبر، اٹھ چکی ہے میت
تم اب بھی نہ آسکے تو کب آؤ گے



آمدِ یار

یوں حُسن کا شاہکار بن کر آئے
بے چین تھا دل، قرار بن کر آئے
آنگنِ مرا آج بھر گیا پھولوں سے
وہ گھر میں مرے بہار بن کر آئے



رہروانِ مُلکِ بقا

اس گلخنِ آفات سے جل کر نکلے
آخر کفِ افسوس ہی مل کر نکلے
شورِ ہستی سے جانبِ منزلِ خاک
رہرو، نئی پوشاک بدل کر نکلے



تفہیمِ قرآنی

گنجینہ عرفان سمجھ کر پڑھیے
 سرمایہ ایمان سمجھ کر پڑھیے
 الفاظ کے ساتھ ہو معانی پہ نظر
 قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھیے



قصِ زباں

ہر بات پہ ہر وقت کہاں ناچتی ہے
 اک خاص لگن میں ناگماں ناچتی ہے
 لیتا ہوں ترا نام تو میرے مُنہ میں
 بے ساختہ اُٹھ اُٹھ کے زباں ناچتی ہے



صلائے عام

محفل میں مری ہر ایک آسکتا ہے
 کچھ دیر سخن کا لطف پا سکتا ہے
 جو بیٹھنا چاہے وہ سکوں سے بیٹھے
 جانا ہو جسے وہ اُٹھ کے جاسکتا ہے



بے ثباتیِ عالم

کیا خاک جے دہر میں پائے ہستی
سیلاب کی زد میں ہے بنائے ہستی
گل چاک جگر ہیں ، دم بخود ہیں غنچے
بے کیف ہے کس درجہ فضائے ہستی



گھمنڈی کے نام

تُو اصل میں کیا تھا ، کیا بنا پھرتا ہے
یہ کبر ، کہ کبریا بنا پھرتا ہے
اے جرمِ حقیر! اپنی اوقات نہ بھول
بندہ ہے تو کیوں خدا بنا پھرتا ہے



حُصولِ مقصد کا راز

جو دل میں تڑپ سی اک بٹھا لیتے ہیں
سر پر جو قیامتیں اٹھا لیتے ہیں
جاتی نہیں راگِاں نصیر اُن کی تلاش
مقصد کو وہ ایک روز پا لیتے ہیں



اَوکھے سوڑے

تکلیف دے گھٹ بھرے اساں گل گوڑے
اَنج بیٹھے آں سَکھ دے نال ہو کے پوڑے
جے رب نے اسانوں کجِ فضیلت دتی
کیوں ہوندے نے ایویں لوک اَوکھے سوڑے



آدابِ گفتگو

دانش سے فرو تمام جذبات کرو
لجے کو عطا علم کی سوغات کرو
بیکار کی بک بک یہ کہاں تک آخر
کرنا ہے تو پھر دلیل سے بات کرو



ضرورتِ اکتسابِ مزید

پہلے لفظوں میں رنگ بھرنا سیکھو
پھر بحرِ معانی میں اُترنا سیکھو
معلوم ہے جس قدر ہو تم پانی میں
باتیں نہ چباؤ ، بات کرنا سیکھو



عزّتِ نفس

تُو دل سے نکال دے یہ وسواس اپنے
ہیں خیر سے کچھ غیور احساس اپنے
ہر شخص کو دولت کا بجاری نہ سمجھ
جو کچھ ترے پاس ہے، وہ رکھ پاس اپنے



شرطِ پذیرائی

بے خوف و بلا ہراس آسکتا ہے
آنا ہمیں اُس کا، راس آسکتا ہے
سیدھا ہو جو قبلے کی طرح نیت کا
وہ شخص ہمارے پاس آسکتا ہے



ضرورتِ نسیان

آشتیِ نظر کا باعث نہ بنیں
بے خوابی بیش تر کا باعث نہ بنیں
رکھ ذہن میں بھولنے کی گنجائش بھی
یادیں کہیں دردِ سر کا باعث نہ بنیں



محَلِ استعجاب

چہرے پہ ترے رونقِ اوصاف نہیں
سیرت میں تری جلوۂ اسلاف نہیں
ظاہر ترا اُجلا نظر آتا ہے ، مگر
باطن ترا ظاہر کی طرح صاف نہیں



مجھ کو سمجھو

فطرت کا حسیں راز ہوں ، سمجھو مجھ کو
اک نغمہ بے ساز ہوں ، سمجھو مجھ کو
امروز کی شب میں ہوں صبحِ فردا
میں وقت کی آواز ہوں ، سمجھو مجھ کو



اظہارِ افسوس

کم فہموں سے نظر ملائیں کیوں کر
حیران ہیں مُردوں کو جگائیں کیوں کر
اندھوں کو دکھائیں کیا جمالِ قدرت
بہروں کو حدیثِ جاں سنائیں کیوں کر



مقامِ انسان

تخیل کی رفعت کوئی سمجھے تو سہی
افکار کی عظمت کوئی سمجھے تو سہی
کونین کی روداد کا عنوان ہے وہ
انساں کی حقیقت کوئی سمجھے تو سہی



ضربِ وقت

پُر کیف و طرب خیز فضا ہی نہ رہی
لب پر وہ عیش کی نوا ہی نہ رہی
جیسے ہی گلا موت نے آکر دابا
دم بھر میں شہنشاہ کی شاہی نہ رہی



از مکافاتِ عمل غافلِ مشو

ترکش سے نکل گئے تو پھر کیا ہو گا
یہ تیر بھی چل گئے تو پھر کیا ہو گا
الزام تراشیوں سے باز آجاؤ!
حالات بدل گئے تو پھر کیا ہو گا؟



ضرورتِ درستگیِ نیت

بد باطن و بے شعور لگتا ہے مجھے
اخلاص کی حد سے دُور لگتا ہے مجھے
باتیں تری جاذبِ سماعت ہیں تو کیا
نیت میں تری فُتور لگتا ہے مجھے



مقامِ تأسف

انسان کے دکھ درد کا درماں نہ بنے
کانٹے ہی بچھائے، گُل بداماں نہ بنے
علامہ دہر و حاکم و شیخ العصر
سب کچھ تو بنے، مگر تم انساں نہ بنے



سزائے ناکردہ گناہی

وہ بچ گئے، جن کو زعمِ یکتائی ہے
ذہنوں میں جن کے بُوئے دارائی ہے
معلوم نہیں کہ ہم نے کس کھاتے میں
ناکردہ گناہوں کی سزا پائی ہے



میں اور ماحول

سچ کہنے میں اک ذرا نہیں ہوں مجھے
بخشنے گی بقا ، درستی قول مجھے
یہ فیصلہ خود کرے گا اب وقت نصیر
ماحول کو میں ملا کہ ماحول مجھے



علت ترکِ سلام

عاقل ہو تو جمع مال سے منھ موڑو
یاروں سے نہ دشمنی کا رشتہ جوڑو
دولت کے حصول کا یہ پہلا ہے سبق
احباب کو بھی سلام کرنا چھوڑو



انسان کی بے حسی

کچھ الفتِ باہمی اسے راس نہیں
رہتے ہوئے پاس ، اک ذرا پاس نہیں
افسوس کہ انسان کھلوا کر بھی
انسان کو انسان کا احساس نہیں



شرطِ مقابلہ

لازم ہے علوم و فن کا حامل ہونا
 دانائے معارف و مسائل ہونا
 تیار ہوں میں مقابلے کو ، لیکن
 ہے شرطِ مقابل کا بھی قابل ہونا



وجود و عدم

پس منظرِ خاموشِ قدم میں کچھ ہے
 اس ظاہری نیست کے شکم میں کچھ ہے
 ہر چیز کو جب عدم سے ملتا ہے وجود
 معلوم ہوا کہ پھر عدم میں کچھ ہے



اپنا احتساب کر

لجے سے رعونیتِ من و تو نہ گئی
 گردن میں جو تھی اُگڑ ، سرِ مو نہ گئی
 کیوں کر ترے سجدے کو میں سجدہ جانوں
 اب تک ترے سر سے کبر کی بو نہ گئی



پہلے میرا جواب دے

اے جاہلِ مطلق! عبث اتراتا ہے
آتی نہیں شرم اور بگے جاتا ہے
آتا ہے مجھے کیا، یہ بتاتا ہوں ابھی
تُو پہلے بتا کہ تجھ کو کیا آتا ہے؟



عیادتِ پر معنی

ہم ایسوں کو یوں بھلا وہ کب پوچھتے ہیں
پوچھیں بھی تو با طرزِ عجب پوچھتے ہیں
یعنی یہ ستم کہ کر کے اپنا بیمار
ناسازیِ طبع کا سبب پوچھتے ہیں



حقیقی افلاس

خوشیاں جو گزاریں بھی تو روتے روتے
لپچائیں، جو سر چیز کے ہوتے سوتے
افلاسِ حقیقت میں ہے اُن کا افلاس
ہو کچھ بھی نہ جن کے پاس، سب کچھ ہوتے



غیرتِ نفس

افلاس کیا قبول ، اُتارا نہ لیا
 فاقے سے رہے ، کسی کا مارا نہ لیا
 پتھر کی طرح ڈوب گئے ہم چپ چاپ
 لیکن کبھی تنکوں کا سہارا نہ لیا



معذرت کے ساتھ

کون اپنا عُدوئے جاں بنائے گا تمہیں
 یہ میرے سوا کون بتائے گا تمہیں
 بے مثل سہی ، مگر نہ اتنا اِتراؤ
 ہم سا بھی کوئی نظر نہ آئے گا تمہیں



التجائے شبِ باشی

سوچ ایک ہے ، گھر اپنا ہے ، گھات اپنی ہے
 مہرے اپنے ہیں ، جیت مات اپنی ہے
 رُک جاؤ یہیں ، اب ایسی بھی جلدی کیا
 تم اپنے ہو ، رات اپنی ہے ، بات اپنی ہے



یہ مشاہدہ کی بات ہے

چلنے سے جو طبعِ یار رُک جاتی ہے
نبضِ دلِ بے قرار رُک جاتی ہے
سیلاب کی رو میں جب رُکاوٹ آ جائے
موجوں کی وہیں قطار رُک جاتی ہے



آمد و رفتِ یار

آئے تھے اگر تو دل لُہاتے جاتے
آنا تھا نہ یوں تو پھر نہ آتے جاتے
دُہراؤں تو آتا ہے کلیجہ مُنہ کو
کچھ یاد ہے، کیا کہا تھا جاتے جاتے؟



بددُعا کا جواب

نفرت کے یہ تیور یہ بُرائی میری
دیکھی نہیں تُو نے کج ادائی میری
ناحق مجھے پید دُعائیں دینے والے!
کیوں کر نہ تجھی کو آئے، آئی میری



گھر بیٹھے ہوئے سفر

در خانہ و در بہ در اسے کہتے ہیں
ہم مشربیٰ نظر اسے کہتے ہیں
جوئی ہے رواں ، پیر ہیں اُس کے اندر
گھر بیٹھے ہوئے سفر اسے کہتے ہیں



بُھول جاتا ہوں میں

اندازِ حیات بُھول جاتا ہوں میں
وہ دن ہو کہ رات ، بُھول جاتا ہوں میں
ہر روز یہ کہتا ہوں کہ بُھولوں گا اُسے
ہر روز یہ بات بُھول جاتا ہوں میں



اسے میری لگائی ہوئی سمجھ

کی خلوت و جلوت میں بُرائی میری
کس کس ڈھب سے ہنسی اڑائی میری
لاکھ اشک بہا ، ہزار سُر آہیں بھر
تجھ سے نہ بچھی آگ لگائی میری



وُسعتِ امکان

غیر ایک نظر میں آشنا ہو جائے
اک موڑ پہ دوست بھی جدا ہو جائے
ہر بات کا امکان رہے پیشِ نگاہ
کیا جانے کسی بھی وقت کیا ہو جائے



وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القرآن)

ترجمہ: یعنی دنیا سے اپنا حصہ بقدر کفایت لے لے (77:28)

ترکِ ہوس کا حکم

یہ وُسعتِ ماء و طین ، دو گز ہی رہی
گھل کر بھی پئے مکین ، دو گز ہی رہی
اتنی بڑی جاگیر نے کیا تجھ کو دیا
تھے میں ترے زمین ، دو گز ہی رہی



دامِ ہوس

دانا ہے تو دنیا کو سمجھ دامِ ہوس
انساں کا وجود ہے عناصر کا قفس
ہر پیکرِ تخلیق ہے تصویرِ خیال
یک موجِ ہوا بیش نہیں تارِ نفس



بد سے بدنام بُرا

کہتی ہے اِسے خلق ، سرِ عام بُرا
ہوتا ہے بُرے کام کا انجام بُرا
معیوب مقامات پہ کیجئے نہ قیام
سچی ہے مَثَل کہ بد سے بد نام بُرا



قدرت کی گرفت

وہ کون زَبَر ہے ، جو یہاں زیر نہیں
حالات بدلنے میں کوئی دیر نہیں
دل کھول کے آج ظلم کر لے ظالم!
اللہ کے گھر دیر ہے ، اندھیر نہیں



شیطان کا اعترافِ عجز

ہے مکرو فریب تیری رگ رگ میں نہاں
کہلاتا ہے باوجود اِس کے انساں
شیطان سے تُو پناہ کیا مانگے گا
خود تجھ سے پناہ مانگتا ہے شیطان



میدان کا فیصلہ

جو بس میں ہے ، انسان کیا کرتے ہیں
 غمازی امکان کیا کرتے ہیں
 کتنی ہے سکت ، دوڑ ہے کس کی کتنی
 یہ فیصلے میدان کیا کرتے ہیں



عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (القرآن)

ترجمہ: اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے (129:9)

اُمیدِ کرم

دامن میں نہیں کچھ بھی ، سوائے اُمید
 بیٹھا ہوں شب و روز ، لگائے اُمید
 اُمید برآر سے ہے اُمیدِ کرم
 اللہ کرے میری بر آئے اُمید



وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (القرآن)
ترجمہ: اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں (20:17)

فصلِ یزداں

گنجشک ، کبوترِ حرم ہو جائے
زرہ ، سورج کا ہم قدم ہو جائے
موقوف نہیں یہ بات اہلیت پر
جس پر بھی کریم کا کرم ہو جائے



وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (القرآن)
ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی
لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ (104:3)

میرے بندے

نیکی پہ اُبھارتے ہیں میرے بندے
طاعت میں گزارتے ہیں میرے بندے
اغیار سے اظہارِ برأت کر کے
مجھ ہی کو پُکارتے ہیں میرے بندے



لَا تَبْدِلْ لِكَلِمَةٍ اَللّٰهِ (القرآن)

ترجمہ: اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی (64:10)

اللہ نہ بن!

چل جادۂ مُصطفیٰ پہ ، گمراہ نہ بن
محتاج ہے خَلْقَتَا ، شہنشاہ نہ بن
آئینِ شریعت میں نہ لا تبدیلی
تُو بندۂ اللہ بن ، اللہ نہ بن



وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (القرآن)

ترجمہ: اور اُن کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو بہت ہی اچھا ہو۔ (125:16)

آدابِ عداوت

ہو صاحبِ فہم و خوش قرینہ دشمن
با حوصلہ و کُشادہ سینہ دشمن
ہوتے ہیں عداوت کے بھی آخرِ آداب
اللہ نہ دے کوئی کمینہ دشمن



إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ (القرآن)
ترجمہ: ہم جرم کرنے والوں سے بدلہ ضرور لیتے ہیں۔ (22:32)

دشمن کے لیے خوش خبری

ہر طرح کا انتظام ، اُس پر چھوڑا
جو کچھ بھی کرے ، یہ کام اُس پر چھوڑا
دشمن کو نصیرِ خود سنبھالے اللہ
اب میں نے یہ انتقام ، اُس پر چھوڑا



من اخذ من الارض شبرًا بغير حق خسفه الله يوم القيامة الى سبع ارضين. (الحديث)
ترجمہ: جس نے کسی کی ایک بالشت زمین پر ناجائز قبضہ کیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں تک دھنسائے گا۔
(مشکوٰۃ شریف)

انجامِ غاصب

بدبو مُردار کی طرح پکڑے گی
پھر پھٹنے کو لاش قبر میں اکڑے گی
ہے آج زمیں پہ جو زمیں کا غاصب
کل اُس کو زمیں زیرِ زمیں جکڑے گی



عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُهُوَ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (القرآن)

ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ (216:2)

جیت ہار کا فیصلہ

اچھی نہیں ضد ، یہ جان کر جیت گئے
چپ رہنے کی دل میں ٹھان کر جیت گئے
تم ہار کو جیت جان کر ہارے ہو
ہم جیت کو ہار مان کر جیت گئے



وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (القرآن)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (81:17)

پیتِ حق

آساں نہیں یہ کام ، بڑا مشکل ہے
چلنا اس راہ پر ذرا مشکل ہے
جھوٹے کیا آئیں روبرو سچوں کے
سچ یہ ہے کہ سچ کا سامنا مشکل ہے



وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِ فُؤَادُهُمْ يَقْتِرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا (القرآن)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا زیادتی اور کمی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (67:25)

فضیلتِ اعتدال

اِس بزمِ فنا میں کبرِ ہستی نہ کرو
بُخل و حسد و دراز دستی نہ کرو
کہتے ہیں یہی قدحِ زنی کے آداب
میخانہ بھی پی جاؤ تو مستی نہ کرو



وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِظِّ

وافر (الحديث)

ترجمہ: اور یہ کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے اور یہ کہ انبیاء نے درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑی، بلکہ علم کی وراثت چھوڑی، پس جس نے یہ حاصل کیا اُس نے اس وراثت سے وافر حصہ حاصل کر لیا۔ (مشکوٰۃ)

علم اور دولت میں فرق

اللہ سے مانگیے سدا علمِ مزید
زَدْنِیْ عِلْمًا ہے اِس کی قطعی تائید
ہو علم سے کیا مقابلہ دولت کا
وہ ورثۂ انبیا، یہ میراثِ یزید



يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (القرآن)
ترجمہ: جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ (54:5)

واعظِ مصلحت کوش و فقیرِ حق خروش

واعظ ہوں آشنا ہیں ، کم بولیں گے
منبر ہی پہ بس یہ محترم بولیں گے
کیا بولیں گے یہ خوشامدی ، مُردہ ضمیر
آنچ آئی اگر حق پہ ، تو ہم بولیں گے



افضل الجہاد کلمۃ الحق (الحديث)

ترجمہ: کلمہ حق بہترین جہاد ہے

بغاوت ہی سہی

ہاں باعثِ ذلت و سفاہت ہی سہی
قرآن و حدیث کی حمایت ہی سہی
ہے پاسِ شریعت مرا ایمانی حق
یہ بھی ہے بغاوت تو بغاوت ہی سہی



الرَّضَاعُ یَغْیِّرُ الطَّبَاعَ (الحَدِیث)

ترجمہ: دودھ پینا طبیعت کو بدل دیتا ہے (دودھ پلانیوالی کی اچھی اور بری عادتوں کا اثر دودھ پینے والے بچوں کی طبیعت پر پڑتا ہے)

دُودھ کا اثر

جس طُورِ علالتِ بشر برحق ہے
جس طرح روایتِ نظر برحق ہے
از رُوئے حدیث اسی طرح اے مومن!
بچوں میں دُودھ کا اثر برحق ہے



وَمَا تَشَاءُ وَّنَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (القرآن)

ترجمہ: اور تم نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے، جو رب العالمین ہے (29:81)

مَالِ کار

تھی نیند مقدر میں تو وہ سو کے رہا
کھونا تھا نصیب میں تو وہ کھو کے رہا
انسان کی دوڑ دھوپ بیکار گئی
منظور جو اللہ کو تھا ، ہو کے رہا



وَمَا هُمْ بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (القرآن)
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ (102:2)

جادو پرستوں کا منہ کالا

مجھ پر کیے ساحروں نے کیا کیا جادو
پر چل نہ سکا مجھ پہ کسی کا جادو
تھک ہار کے سب نے یہ کہا آخر کار
اللہ نہ چاہے تو چلے کیا جادو



وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (القرآن)
ترجمہ: اور تمہارا معاف کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (237:2)

بہتر خیرات

معدوم ہر اختلاف کر دینا ہے
دل کا آئینہ صاف کر دینا ہے
مومن کے لئے نصیر بہتر خیرات
اک دوسرے کو مُعاف کر دینا ہے



من تشبّه بقوم فهو منهم (الحديث)
ترجمہ: جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ اسی میں سے ہوگا۔

اندازِ بیاں

لہجے میں گدازِ عارفاں پیدا کر
لطف آئے، وہ اندازِ بیاں پیدا کر
حق بولے، جو حق دکھائے، حق جس میں رہے
وہ دل، وہ نگاہ، وہ زباں پیدا کر



انتباہِ فقیر

نخوت سے نہ یوں سر کو ہلاؤ، جاؤ
رستے میں پڑے کو مت ستاؤ، جاؤ
مالک کو بُلا لے گا ابھی دے کے صدا
آنکھیں نہ فقیر کو دکھاؤ، جاؤ



جوّاد کا اندازِ جُود و کرم

حائل کیا ابر کو ، دکھا کر نہ دیا
اسباب کی آڑ دی ، اٹھا کر نہ دیا
کتنا ہے اُسے مانگنے والے کا لحاظ
جو جس کو دیا سامنے آکر نہ دیا



گوہرِ نایاب

موجود وفا ہو گی ، مروت ہو گی
شاید کسی دامن میں یہ دولت ہوگی
ہم کو نہ ملا کوئی محبت والا
ہو گی کہیں دنیا میں محبت ہوگی



ہم میں کیا ہے؟

افلاس بتائے گا کرم میں کیا ہے
یا جمل کہ علم اور قلم میں کیا ہے
رکھ پیشِ نگاہ اپنی اصلیتِ حال
خود بول اٹھے گا تو کہ ہم میں کیا ہے



إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)
ترجمہ: توبہ: شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ (145:4)

در پردہ مخالفت

یہ طرزِ معاشرت ، الہی توبہ
یہ رنگِ منافقت ، الہی توبہ
اظہارِ خلوص ، برملا لوگوں میں
در پردہ مخالفت ، الہی توبہ



آج کل کی یاری

اخلاص و یگانگت سے عاری دیکھی
ہر موڑ پہ مطلب کی پُجاری دیکھی
حالات کے ساتھ سب نے بدلے تیور
یاروں کی نصیر ہم نے یاری دیکھی



میں آپ کا ہوں

مُجرم ہوں کہ بے قصور، میں آپ کا ہوں
نزدیک رہوں کہ دُور، میں آپ کا ہوں
بے پردہ کی اڑا رہا ہے ناحق دشمن
میں آپ کا تھا حضور! میں آپ کا ہوں



إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (القرآن)

ترجمہ: بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (2:156)

إِنَّا لِلّٰهِ

فانی ہے یہ دُنیوی کُشم دولت و جاہ
لوٹے گا اُسی طرف، گدا ہو کہ وہ شاہ
جب میرے لئے تُو ہے نہ میں تیرے لئے
پھر گھل کے نہ کیوں کہیں کہ إِنَّا لِلّٰهِ



حُصولِ مَدِّعا

باطن مرا کھل گیا ترے ملنے سے
 سارا غمِ دل گیا ترے ملنے سے
 اب میری بلا سے کچھ ملے یا نہ ملے
 سب کچھ مجھے مل گیا ترے ملنے سے



خَدشہٴ فساد

ہے پیشِ نظرِ نبردِ انسان کا رن
 غُصَب و حَسَد و عِناد و نُقصان کا رن
 ہے دونوں طرفِ کریہہ جذبوں کا ہجوم
 لگتا ہے پڑے گا آج گھمسان کا رن



إِنَّ الدِّينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (القرآن)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی کتاب (تورات) سے اور لیتے ہیں اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ وہ ہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (2:174)

تبلیغ بے اخلاص

ہر بات تری اس آڑ میں پوری ہے
اخلاص اسے نہ کہہ ' یہ مزدوری ہے
یہ عزت و کثرت و فرّ یہ شہرت یہ عیش
تبلیغ شریعت تری مجبوری ہے



درس مُنافقانہ

اظہار یہ پندار کی دارائی کا
یہ رنگ مُنافقانہ دانائی کا
خود جھوٹ سے بات بات میں لینا کام
دینا اوروں کو درس سچائی کا



مُعتبر جھوٹ

جو مِلّت و دیں کے نام پر کھاتے ہیں
کثرت پہ جو مال و زر کی اتراتے ہیں
بگتے ہیں جھوٹ مُعتبر لہجے میں
وہ لوگ جو مُحترم گئے جاتے ہیں



وَتَاْكُلُوْنَ الثُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (القرآن)

ترجمہ: اور میراث کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (20'19:89)

سیاسی، مذہبی اور دیگر طبقات

عزّت مخلوق سے کرانے کے لیے
پُھسلا کے نیاز و نذر پانے کے لیے
اس دور کے بیش تر یہ دینی طبقات
لیتے ہیں خدا کا نام، کھانے کے لیے



قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ (القرآن)

ترجمہ: جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی۔ (181:3)

بعض نام نہاد راہنما

کیا اصل تھی ان کی اور کیا بن بیٹھے

طبعا رہن تھے ، رہنما بن بیٹھے

آ سکتے نہیں جو بندگی کی صف میں

اللہ کی شان وہ خدا بن بیٹھے



وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَا طَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا

سَلَامًا (القرآن)

ترجمہ: اور رحمن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان

سے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں بس ہمارا سلام (63:25)

سچے مشائخ اور نیک بندوں کی پہچان

انساں ادبی کا گر سکھا دیتے ہیں

الجبھے کوئی تو مسکرا دیتے ہیں

ہیں اُسوہ مصطفیٰ کے وارث وہ لوگ

جو گالیاں سن کر بھی دُعا دیتے ہیں



تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ (القرآن)

ترجمہ: وہ ایک امت ہے جو گزر چکی اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا۔ (134:2)

سلف اور خلف میں فرق

مومن تھے ، شریعت کی طرف مائل تھے
عالم تھے ، حیا شعار تھے ، کامل تھے
تعظیم کسی کی اب بجا لائیں کیا
وہ لوگ رہے نہیں ، جو اس قابل تھے



وَاتَّخِذْ وَامِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (القرآن)

ترجمہ: مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔ (125:2)

مفہوم سجادگی

سجادہ کا مفہوم بہ جز اس کے نہیں
پڑھتے تھے مصلیٰ پہ نمازیں ، شہ دیں
معلوم ہوا ، جو لوگ پڑھتے ہیں نماز
دراصل وہ ہیں نبی کے سجادہ نشین



وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ (القرآن)
ترجمہ: اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں۔ (9:10:23)

مقامِ حضورِ دل

باطل ہے یہ زعمِ ہر ولی زادے کا
منصب ہے اُسی کے باپ یا دادے کا
حاصل ہو جسے نماز میں دل کا حضور
وارث ہے وہی 'نبی کے سجادے کا



وقال الحسنّ وحتىّ ان صاحب الصّوف اشدّ کبرامن صاحب المطرّز الخزّای انّ صاحب الصّوف یری الفضل
لنفسه وهذا الآفة ایضا قلّما یتفکّ عنها کثیرا من العباد (احیاء العلوم)
ترجمہ: حسنؒ نے فرمایا کہ صوف پہننے والا (شیخ) ریشم پہننے والے آدمی کی نسبت زیادہ متکبر ہوتا ہے کیونکہ وہ گدڑی پوش (شیخ) خود کو افضل سمجھتا ہے۔ یہ
آفت ایسی ہے کہ بہت کم عبادت گزار اس سے محفوظ ہیں۔

بعض خود نگر جاہل پر

گدّی کو وہ عرشِ کبریائی سمجھے
بیعت لینے کو مُصطفائی سمجھے
اس دور کے بعض خود نگر جاہل پر
سجادہ نشینی کو خدائی سمجھے



وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (القرآن)
ترجمہ: اور بُرا کمر اُسی مکر کرنے والے کو گھیرتا ہے۔ (43:35)

تسبیح کا چکر

اے شیخ! یہ زُہدِ خود نما کچھ بھی نہیں
یہ مکر، یہ شیوہِ ریا کچھ بھی نہیں
دانوں کا گھماؤ زیادہ، کم جنبش لب
تسبیح میں چکر کے سوا کچھ بھی نہیں



إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ (القرآن)
ترجمہ: ان کے دلوں میں صرف بڑائی کی ہوس ہے۔ (56:40)

دُعا میں بھی احساسِ بالا تری

در پردہ مُشرِ خالقِ اکبر ہیں
حاجاتِ برآری کے لئے یاوَر ہیں
لوگوں میں اُٹھاتے ہیں اس انداز سے ہاتھ
جیسے کہ دُعا سے خود یہ بالا تر ہیں



السابع التكبر بالا تباع والا نصار والتلامذة والغلمان وبالعشيرة والاقارب والبنين (احياء العلوم)
ترجمہ: ساتویں وجہ تکبر، تکبر مریدوں، احباب، شاگردوں، نوکر چاکروں، خاندان اور اولاد کی کثرت کے سبب ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑی حقیقت

امواج کا باعث طرب قطرے ہیں
سیلاب کی علت غضب قطرے ہیں
کثرت پہ مریدوں کی اکڑتے ہیں یہ پر
طغیانی دریا کا سبب قطرے ہیں



اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنَسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ (القرآن)

ترجمہ: کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ (2:44)

حرف تلخ

سچ بات تمہیں منہ پہ سُنا تا کوئی
کردار کا آئینہ دکھاتا کوئی
مانا کہ بنائے تم نے انسان بہت
تم کو بھی تو انسان بناتا کوئی



إِنْ أَوْلِيَا وَهُوَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (القرآن)

ترجمہ: اس کے متولی ہونے کے حقدار تو صرف متقی لوگ ہیں۔ (34:8)

حقیقتِ سجادہ نشینی

تشریحِ شریعت و طریقت یہ ہے
اقطاب و اولیا کی سُنّت یہ ہے
تعلیمِ رسول پر چلانا ، چلنا
سجادہ نشینی کی حقیقت یہ ہے



دھوکہ باز شیخ

اے شیخ فریب کار! اے خانہ تباہ
کیوں خلقِ خدا کو کر رہا ہے گمراہ
تُو کیا ، تری چاہ کیا ، تری جرأت کیا
ہوتا ہے وہی جو چاہتا ہے اللہ



درگا ہوں کے جھگڑے

سجادہ و بیعت و قبا کا جھگڑا
تقسیمِ مُریدین و انا کا جھگڑا
زوروں پہ ہے آج کل کی درگا ہوں میں
نذرانہ و صولی و دعا کا جھگڑا

مطلب کی پوجا

ہے کفر و ضلالت یہ نیاری پوجا
 مبنی ہے فریب پر یہ ساری پوجا
 ہم اپنے بڑوں کو اس لئے پوجتے ہیں
 ہو تا کہ اُسی طرح ہماری پوجا



مَا أَكَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ مِنْ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ دَرَهْمًا قَطُّ (البدایہ والنہایہ)
 ترجمہ: حضرت امام علی بن حسین (زین العابدین) نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے سبب کبھی ایک درہم بھی نہیں کھایا۔

مذموم استفادہ

لیڈر ہو کہ مولوی کہ پیرِ نقال
 ہیں قابلِ افسوس یہ اُس کے احوال
 دنیا کے حصول کے لئے کرتا ہے
 جو اپنے بڑوں کے نام کو استعمال



قبروں کے مجاور

رسم بیعت کو دِشگیری سمجھے
 گدی پر بیٹھنا ، فقیری سمجھے
 پیری کی حقیقت کو نہ سمجھے کچھ پیر
 قبروں کی مجاوری کو پیری سمجھے



عظمتِ اجداد کے بیوپاری

خاموش گدائی کا یہ نقشا کب تک
لُٹو گے تم اس آڑ میں دُنیا کب تک
کچھ اپنی صفات و ذات پر بھی ارشاد
اجداد کی عظمتوں کا چرچا کب تک



سجادگی پر ضد

مند پہ ذرا بیٹھیں گے ، اترائیں گے
یہ مفت کا مال چار دن کھائیں گے
آتی نہیں انجیدِ طریقت تو نہ آئے
سجادہ نشین پھر بھی کہلائیں گے



ایسی سجادگی سے ہم باز آئے

موجودہ نظام اُس کا غماز نہیں
اس میں اسلاف کا وہ انداز نہیں
نذرانہ وصولی ہی طریقت ہے تو پھر
سجادہ نشینی کوئی اعزاز نہیں



عُمدۂ نذرانہ وصولی

مالک ہیں ، دُکانیں ہیں نہ وہ سودا ہے
 اُسلاف کا وہ علم نہ وہ تقویٰ ہے
 اک عُمدۂ نذرانہ وصولی کے سوا
 اِس دَور کی سجادہ نشینی کیا ہے



مجاورینِ مزارات

لگتے ہیں جو دولت کی ہوا کے محتاج
 رہتے ہیں جو زائر کی عطا کے محتاج
 کرتا ہے دعا کی التجا ایسوں سے؟
 جو لوگ ہیں خود تری دعا کے محتاج



آج کل کے پیر

سرمست ہیں ظاہر میں ، بہ باطن ہُشیار
 صوفی ہیں ، مگر عمل ہے اِن کا تہ دار
 قوالی و نذرانہ دعا و مجلس
 اِن چار کی معجونِ مُرکب ، سرکار



پیری کہ مقاصد گیری

پیری اِسے کہیے کہ مقاصد گیری
خود ہو جو ہوا و حرص کی زنجیری
تقلید میں اِن کی ہاتھ اٹھاؤ ، گویا
مرہونِ دعا ہے آج کل کی پیری



فشارِ عقیدت

پکڑے تو نہ چھوڑنے کا فن جانتا ہے
ذہنوں کو موڑنے کا فن جانتا ہے
کچھ جانے نہ جانے لیکن اک طبقہ خاص
جیبوں کو نچوڑنے کا فن جانتا ہے



کچھ لوگ

نذرانے کو بیعت کا تقاضا سمجھے
درگاہ کو بازارِ تمنا سمجھے
سجادہ نشینی تھی مُصلائی دھن
اِس دھن کو یہ لوگ دھن کی دنیا سمجھے



دُعا میں بھی شوقِ قیادت

ہے شرم کی جا ، یہ بندگی میں پندار
کیوں بھوت ہے پیری کا ترے سر پہ سوار
باقی ہے دُعا میں بھی قیادت کی ہوس
اس در پہ بھی آکے خواجگی کا اظہار؟



غرض مندانہ ادب

اس خدمتِ خاص و عام پر ملتا ہے
درگاہ کے انتظام پر ملتا ہے
ہم اس لئے کرتے ہیں بزرگوں کا ادب
سب کچھ ہمیں اُن کے نام پر ملتا ہے



العقادِ تقاریب کی علت

نذرانوں کا انتظام کر لیتے ہیں
اس آڑ میں اپنا کام کر لیتے ہیں
چلتے نہیں اولیا کی تعلیم پہ ہم
مجلس کا بس اہتمام کر لیتے ہیں



قَوّالی میں تجاوز کے مُضر نتائج

چھوڑا نہ کہیں کا ، شامت اعمالی نے
 ذہنوں کی بے حسی و کج حالی نے
 رسمی حد تک ہے اب سماعِ آیات
 لے لی قرآن کی جگہ قَوّالی نے



وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَاءَ دَتْنًا وَكُفِرْنَا نَا فَأَصْلُوْنَا السَّبِيلَا (القرآن)

ترجمہ: اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔ (67:33)

عظیم پریش

جب حشر میں جمع ہوگی اک خلقِ کثیر
 کانپے گا جلالِ حق سے انساں کا سریر
 تھے ان کے مریدوں کے عقائد کیسے
 اس بات کے ذمہ دار ٹھہریں گے یہ پیر



دعا کا ٹھیکہ

اس آڑ میں تکمیل ہوا کا ٹھیکہ
اظہارِ تفوق و ریا کا ٹھیکہ
لڑتے ہیں نصیر اس لئے پیر اس پر
نذرانہ دلاتا ہے دُعا کا ٹھیکہ



آسان گُر

حاصل اس طرح بار زیادہ کرلو
یوں بیٹھ کے دیدار زیادہ کر لو
لینا ہو زیادہ وقت حضرت سے اگر
نذرانے کی مقدار زیادہ کرلو



اندازِ ترقی

لینے کے لئے فقیر بن جاتے ہیں
قسمت ہو تو پھر امیر بن جاتے ہیں
لوگوں کا یہ اندازِ ترقی بھی ہے خوب
کچھ بن نہ سکیں تو پیر بن جاتے ہیں



سجادہ نشینی کی نفی اور اُس کے انکار کا سبب

سجادہ نشینی سے ہے جن کو انکار
ہے اُن کا یہ انکسار بھی پُر اَسرار
نذرانہ کہیں اڑا نہ لے ایک ہی شخص
ہم دیکھتے رہ جائیں بزرگوں کا مزار



مقامِ حیرت

یہ پر بھی کیا ہیں، کیا غضب کرتے ہیں
کچھ کام خوشامد کے سبب کرتے ہیں
کرتے تھے مُرید پہلے، پیروں کا ادب
اب پیر، مُریدوں کا ادب کرتے ہیں



کنجوس مُرید

کچھ خود بھی کریں یہ بات محسوس، مُرید
لوٹائیں نہ یوں پیر کو مایوس، مُرید
قارون کے ہوں جو ہم مزاج و ہم فکر
اللہ نہ دے دل کے وہ کنجوس مُرید



دورِ حاضر کے اکثر مُرید

ملتے نہیں اب مخلص و حسّاس مُرید
نسبت کا کہاں کرتے ہیں اب پاس، مُرید
پیروں پہ جو مطلب کے لئے مرتے ہیں
اب رہ گئے اس ذہن کے خناس مُرید



پیروں کے چُغل خورِ چمچے

پُغلی کھا کر زبان کرتے ہیں خراب
دلہائے برادران کرتے ہیں خراب
اللہ کی ہو نصیرِ اِن پر لعنت
پیروں کو یہ چمچگان کرتے ہیں خراب



پیروں کی گلہ مندی

یا ہاتھ ادب سے باندھ کر جھوم لیا
یا کعبہ سمجھ کے پیش و پس گھوم لیا
توفیق ہوئی کبھی نہ کچھ دینے کی
بس پیر کے ہاتھ پاؤں کو پُوم لیا



ایک پیر کی فریاد

کس درجہ پلید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ
فطرت میں یزید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ
اخلاق کی مار دے کے بھی دیکھ لیا
کم بخت مُرید ہیں کہ دیتے نہیں کچھ



چالاک مُرید

لوگوں میں مجھے لقب تو لُج پال دیا
حیرت میں مگر مُرید نے ڈال دیا
اک پیسہ کیا نہ پیش نذرانے میں
کم بخت نے ہاتھ پُوم کر ٹال دیا



مُرید شاطر کی وضاحت

میں پیر کا عاشق ہوں ، قَسَم دیتا ہوں
جان اُس کے لئے بہ ہر قدم دیتا ہوں
ثابت ہو کہ لالچی نہیں میرا پیر
نذرانہ تو میں اِس لئے کم دیتا ہوں



ایک سوال پر پیر صاحب کا جواب
یوں گھلتے ہیں دل کے اندرونی حالات
یوں سامنے آ جاتے ہیں مخفی جذبات
دیتے ہیں جو لوگ مختصر نذرانہ
دراصل بتاتے ہیں وہ اپنی اوقات



پیر کی معنیٰ خیز ہمدردی

یوں بزم میں بیٹھتا ہے داخل ہو کر
آیا ہو غریب جیسے سب کچھ کھو کر
بے چارے کی حالت نہیں دیکھی جاتی
نذرانہ بھی دیتا ہے تو بس رو رو کر



انقلابی آواز

چو پٹ ہوئے پیری کے وہ ناز و انداز
بے حال ہوئی وہ خانقاہی پرواز
جھنجھوڑ دیا نصیر صاحب کو بھی
اٹھی یہ کہاں سے انقلابی آواز



مُثبت تنقید

گنجینہ عرفان بنا دیتی ہے
 اک پختہ مسلمان بنا دیتی ہے
 محسوس نہ کیجیے کہ مثبت تنقید
 انسان کو انسان بنا دیتی ہے



پیر اور گدی کا فلسفہ

درگاہ ، جو آمدن سے تعبیر نہیں
 یہ بارگہ علم ہے ، جاگیر نہیں
 وہ پیر تھے ، گدیاں تھیں جن کی محتاج
 گدی کا جو محتاج ہو ، وہ پیر نہیں



دورِ حاضر کی پیری

مفقود وہ سب مراتبِ تسخیری
 ناپید وہ علم و عملِ تعمیری
 چلتی ہے دعاؤں کا سہارا لے کر
 کمزور ہے کتنی آج کل کی پیری



من تواضع لله رفعه الله (الحديث)

ترجمہ: جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اللہ نے اسے اونچا کر دیا

نمائشی تواضع

کم لوگ خدا کی ذات سے ڈرتے ہیں
اخلاص کہاں ، نمود پر مرتے ہیں
بے لوث تواضع نہ سمجھیے اس کو
عزت میں اضافے کے لئے کرتے ہیں



إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک (اہل کتاب) کے بہت سے دینی پیشوا اور عبادت گزار لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے

ہیں۔ (34:9)

نوٹوں کا شمار

اگلوں کا وہ اندازِ غنا بھول گئے
مسند پائی تو بویا بھول گئے
اس دور کے نو دولتے راہ نما
نوٹوں کے شمار میں خدا بھول گئے



إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ (القرآن)
ترجمہ: مگر نماز گزار جو اپنی نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔ (23:70)

قرآن اور فلسفہ سجادہ نشینی

اک بات کہوں ، گر نہ تعلق ٹھہرے
شاید ترا دل پا کے تسلی ، ٹھہرے
سجادہ مصلیٰ ہے ، مصلیٰ ہیں نشیں
سجادہ نشیں تو پھر مصلیٰ ٹھہرے

۱: نمازی



وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (القرآن)
ترجمہ: اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (9:23)

اسلامی سجادہ نشینی

مومن کے لئے منصبِ دینی یہ ہے
معراج مراتبِ زمینی یہ ہے
قعدے میں زمیں پہ بیٹھنا ہر نماز
اسلام کی سجادہ نشینی یہ ہے



اُذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا (القرآن)

ترجمہ: تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔ (42:41:33)

آج کی تسبیح خوانی

تسبیح کا پچ و تاب توبہ توبہ
دانوں میں یہ اضطراب توبہ توبہ
کن کن کے خدا کا نام لینا ، صد حیف
اللہ سے بھی حساب ، توبہ توبہ



اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (القرآن)

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کروں گا۔ (60:40)

ربّانی اعلانِ اجابت

بندوں کی مُعاف بھول کرتا ہوں میں
ہر نامہ الگ وُصول کرتا ہوں میں
پیروں کی نہیں اس میں اجارہ داری
ہر اک کی دُعا قبول کرتا ہوں میں



ذٰلِكَ الَّذِیْنُ الْقَیِّمُ (القرآن)

ترجمہ: یہ سیدھا دین ہے (30:30)

دینِ قیّم

یہ ترکہ مصطفیٰ ہے ، ردّی تو نہیں
 میراث ہے سب کی ، تری جدّی تو نہیں
 اس میں نہ دکھا ردّ و بدل کے جوہر
 اسلام ترے باپ کی گدّی تو نہیں



اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (القرآن)

ترجمہ: بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں (4:13)

عجیب سوال اور عجیب تر جواب

کہنے لگے مجھ سے اک غبی ہمائے
 سجادہ نشینی کوئی ہم کو سمجھائے
 لپکا میں مصلیٰ کی طرف بہر نماز
 سمجھا تو دیا ، مگر سمجھ بھی آئے



يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتْكُوىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا
مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (القرآن)

ترجمہ: جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور ان کے
پہلوں اور ان کی پیٹھیں۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا۔ تو چکھو مزہ اپنے جمع کرنے کا۔ (35:9)

آیہ محولہ کو ذرا غور سے پڑھیے

کچھ پیر ، مریض کبر و زر اندوزی
کچھ مولوی ، غرقِ حرص و کینہ توزی
بیکاری الاؤنس اور وہ بھی اتنا
کہتے ہیں نصیر اسے ہوائی روزی



ایکم مثلی (الحديث)

ترجمہ: تم میں مجھ جیسا کون ہے؟

طبقہ خاص کے لئے لمحہ فکر یہ

کرتا ہے مرید ، واقفِ الحال ہے تُو
یوں ہاتھ پکڑتا ہے کہ لُج پال ہے تُو
ہے سوءِ ادب جو مُطلقاً نقالی
پھر بیعتِ رضوان کا نقال ہے تُو؟



وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّوَنَا السَّبِيلَا (القرآن)

ترجمہ: اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔ (67:33)

بُتانِ جاہ

ہیں جاہ کے بُت ، یہ مذہبی جاہ نما
اب رہ گئے خود نما ، نہ اللہ نما
ہاتھوں میں اٹھائے رکھ شریعت کا چراغ
گمراہ بھی کر دیتے ہیں یہ راہ نما



كَانَهُمْ خُشْبٌ مُّسْنَدَةٌ (القرآن)

ترجمہ: گویا وہ لکڑی کے شہتیر ہیں دیوار کے سہارے۔ (4:63)

فقرِ نام نہاد

کردار و قناعت و حیا کچھ بھی نہیں
علم و عمل و مہر و وفا کچھ بھی نہیں
کیا خاک تمہیں دیں گے کہ خود جن کے پاس
سجادہ نشینی کے سوا کچھ بھی نہیں



الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (القرآن)

ترجمہ: جو ریاکاری کرتے ہیں۔ (6:107)

آج کی جعلی پیری

دھوکا ہے ، ریا و کبر کی دنیا ہے
عِنْدَ الْعُقُلِ نمائش بے جا ہے
انسان بنو ، چھوڑو یہ پیری ویری
کیوں مرتے ہو اس پہ اس میں رکھا کیا ہے



وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ (11:61)

اصلاح حال

حرص اور ہوس کے اس صنم کو توڑو
اس کھوکھلی جھاڑ بھونک سے منہ موڑو
سُنّت ہے رسولوں کی جہادِ میدان
غازی بنو ، سجادہ نشینی چھوڑو



مُتَصَرِّفِ حَقِیْقِی جَلَّالَہ

حالات کی تصویر بدل سکتی ہے
 تحریر کی تحریر بدل سکتی ہے
 ہے تُو مُتَصَرِّفِ حَقِیْقِی یا رب!
 تُو چاہے تو تقدیر بدل سکتی ہے



گستاخِ رسول کے نام

جاہل ، دیوٹ بیچ ، بکنے والا
 مردود ، نمک حرام ، دل کا کالا
 منبر پہ نبی کے بھونکتا ہے آکر
 گستاخ ، زباں دراز گستاخا



رکھ صرف اعانتِ الہی پہ نظر
 اللہ سے ہٹ کے استعانت مت کر
 مشکل میں پڑے تو صرف خالق کو پکار
 لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

مومن ہے تو کر لے یہ عقیدہ از بر
 مشکل میں ہے بس وہی نصیر و یاور
 اللہ کے ساتھ مت پکار اوروں کو
 لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

اے عاشقِ عارفانِ عالی گوہر!
 رکھ شیوۂ اولیائے کامل پہ نظر
 فوقِ الاسباب ہو کہ تحتِ الاسباب
 لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

بد سے بد نام بُرا

کہتی ہے اِسے خلق ، سرِ عام بُرا
ہوتا ہے بُرے کام کا انجام بُرا
معیوب مقامات پہ کیجے نہ قیام
سچی ہے مَثَل کہ بد سے بد نام بُرا



قدرت کی گرفت

وہ کون زبر ہے ، جو یہاں زیر نہیں
حالات بدلنے میں کوئی دیر نہیں
دل کھول کے آج ظلم کر لے ظالم!
اللہ کے گھر دیر ہے ، اندھیر نہیں



شیطان کا اعترافِ عجز

ہے مکر و فریب تیری رگ رگ میں نہاں
کہلاتا ہے باوجود اِس کے انساں
شیطان سے تُو پناہ کیا مانگے گا
خود تجھ سے پناہ مانگتا ہے شیطان



در مدحِ حضرت پیرانِ پیر

اے قُطْبِ حَسَنِ جَمال و غوثِ اعظم
فخرِ سَلَف و خَلَف ، وَلِیِّ مَلہَم
گردن پہ تری پائے رَسُولِ دو سرا
ہے گردنِ اولیا ترے زیرِ قَدَم



در مدحِ حضرت پیرانِ پیر

ہر چند فلک رنگ بدلتا ہی رہا
بد خواہ دہن سے زہر اُگلتا ہی رہا
اُٹھ اُٹھ کے عدو نے لاکھ پھونکیں ماریں
لیکن تیرا چراغ جلتا ہی رہا



در مدحِ حضرت پیرانِ پیر

جلووں سے ہے یوں جسمِ مُقَدَّسِ معمور
جیسے ہو تجلیاتِ باری کا ظہور
دیکھو تو ذرا صُورَتِ شاہِ بغداد
چہرے پہ برس رہا ہے اللہ کا نُور



پیمانِ شب

پیمانِ شب

اُردو غزلیات

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ)

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

نمبر شمار	پیمانِ شب	صفحہ نمبر
	تیرے پند و نصیحت محتسب وہ کیا سمجھتے ہیں	667
	ہمیں جب کہ اپنا بنا لیا تو ہے ربط کس لئے ہم سے کم	668
	خاک پاؤں کی جہاں بھی کہیں پائی جائے	669
	رنگ لائے شامِ فرقت اور بھی	669
	آتے نہیں، کہہ دیتے ہیں آنے کو یہاں، روز	670
	اُٹھے نہ تھے ابھی ہم حالِ دل سنانے کو	671
	دین سے دُور نہ مذہب سے الگ بیٹھا ہوں	671
	بات اک سُنئے، تو سو مجھ کو سُناتے جاتے	672
	سلسلہ ٹوٹے نہ ساقی ہوش اڑ جانے کے بعد	672
	مطمئن کب حیات ہوتی ہے	673
	نہ وہ اہتمام مئے کُہن، نہ وہ میکدے کا نظام ہے	674
	بحشیں، نہ گواہ چاہتا ہوں	675
	غم ہجراں کی ترے پاس دوا ہے کہ نہیں	676
	اب تو بچائے مجھ کو خدا ہی	676
	آج اک اک بادہ کش سرور میخانے میں ہے	677
	کچھ ایسا محال تو نہیں ہے	677
	چھوڑ دو گے تم ہمیں دشمن کے بہکانے سے کیا	678
	یہ مانا بے زباں ہوتے ہیں کانٹے	679
	پیمانِ وفا اور ہے سامانِ جفا اور	679
	سمجھ میں آئی، پر برسوں رہے دھوکے میں ہم پہلے	680

صفحہ نمبر	نمبر شمار
681	
682	دن سہانے تلاش کرتے ہو
683	نہ آئے تجھ کو نظر، تو مگر اُداس نہ ہو
684	نہیں پرواز کی طاقت، غنیمت ہیں مگر پھر بھی
684	بل ڈالنے جہیں پہ نہ خنجر نکال کے
685	حیران ہزاروں ہیں پریشان ہزاروں
686	آگئیں چل کے ہوائیں ترے دیوانے تک
686	ہرادیوں ہے سزا ہو جیسے
687	تو نے جو بخشے ہمیں اسبابِ غم اچھے لگے
687	ہم کسی کا گلا نہیں کرتے
688	پھرے ہیں اور پھریں گے نہ حکمِ یار سے ہم
689	رکھ دو جو اپنے ہاتھوں سے میت اُتار کے
689	لوگ نالاں ہیں جفا سے تیری
690	مراسوال ہی اُن کا جواب تھا کیا تھا
691	اللہ اللہ! پس پردہ کی صورت
691	بکلیا اگر میں نے، آئیں گے کیا
692	چار تنکوں کا سہارا کچھ نہیں
693	راہوں سے تری گزر رہا ہوں
693	وہ کبھی خواب میں آئیں تو سہی
694	بے ہیں آپ مرے دل میں عمر بھر کے لئے
695	آپ میں ظلم کے انداز اب آنے تو لگے
696	ہے آج پھر دل دیوانہ زخمہ یابِ بخوں
697	تو اگر رکھے گا ساقی ہم سے پیانہ الگ
698	گھر سے نکل کے سیر چمن کو چلا تو ہے
699	بے زنجی اُن کی ہر ادا میں ہے
699	حُسن کی بارگاہ میں رکھیے
699	صبح سے ہے غرض نہ شام سے کام

صفحہ نمبر	نمبر شمار
700	عشق نے جکڑا ہے مجھ کو اُس کڑی زنجیر سے
700	ترا خیال رہے تری آرزو بھی رہے
701	اُن کے اندازِ کرم اُن پہ وہ آنا دل کا
702	نظر میں بھی نہیں اب گھومتا پیمانہ برسوں سے
702	یہ کیا کہہ گئے مجھ کو کیا کہتے کہتے
703	ہنس دیئے چمن میں گل کس لئے خدا جانے
704	ہم ہی نہیں ہیں اُن پہ فدا اور بھی تو ہیں
704	فرقت میں نفس نفس سزا ہے
705	سرِ میخانہ کوئی پارسا اب تک نہیں آیا
706	مسندِ ناز پہ جب وہ ستم ایجاد آیا
707	وفا ہو کر جفا ہو کر حیا ہو کر ادا ہو کر
707	بڑھاؤ اور نہ تم بدحواسیاں میری
708	سیکنڈوں آ کے رہے دل میں گماں ساری رات
708	جذبِ دل پر ناز تھا مجھ کو مرے کام آ گیا
709	ٹکڑا گئی تھی اُن کی نظر سے نظر کہیں
710	آمد و رفت ہے صبا کی طرح
711	عمر بیتی ہے حالِ غم کہتے
712	ہاتھ آ جائے مرے درد کا درماں کوئی
713	کہنے سننے سے نہ آپس میں صفائی ہوگی
713	عشق میں صبر کا رگزنہ ہوا
714	حقیقت دیکھ لیں خود جوڑ کر تصویر کے ٹکڑے
715	گھر سے دل تھامے ہوئے کیا نکلے
716	یہ کام ہم نے جنوں میں کیا کیا نہ کیا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
717	اُن کی نظریں رازِ اُلفت پاگئیں
717	کہتے ہیں کوئی مول نہیں دل کا، مگر ہے
718	فراقِ غم ہے، وہ غم بھی اسے نہیں کہتے
719	اپنی گزری نہ کسی حال بھی آرام کے ساتھ
719	خلوصِ دل سے جو تُو ہم پہ مہرباں ہوتا
720	کوئی جائے طور پہ کس لئے کہاں اب وہ خوش نظری رہی
721	ملنے جلنے سے انحراف کیا
721	جو کفنِ باندھ کے سر سے گزرے
722	تُو گرفتارِ غمِ اُلفت ہوں اے ہمد! ابھی
722	یہ نظری زد ہے ظالمِ مرادِ م نکل نہ جائے
723	تم اک نگاہِ کبھی دل پہ ڈال کر دیکھو
723	جم کے بیٹھیں کبھی ایسی بھی ملاقات تو ہو
724	خوشی کی زباں میں گفتگو کرنی بھی آتی ہے
724	جو مہرباں تھا ستم گر ہوا، غضب کیا ہے
725	آگئے وہ میری چشمِ معتبر کے سامنے
726	وہ پھول ہوں کہ کھلا ہوں صبا کے رستے میں
727	جگمگانے لگی بامِ ودر چاندنی
727	دل میں ارمان، قہر ہو جیسے
728	فیصلہ اُن کا، ہمارا، ہوگا
729	دل خوں ہو تو کیوں کر نہ لہو آنکھ سے برے
730	میں جو پہنچا تو برسنے لگے مجھ پر ٹکڑے
731	بس اتنی کامرانی چاہتا ہوں
731	اشتقاقِ دید تھا آخر ادھر جانا پڑا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
732	دل اگر بے غبار ہو جائے
732	نہ ہوائے عیش و نشاط میں مجھے سیم و زر کی تلاش ہے
733	اُن سے ہر وقت مری آنکھ لڑی رہتی ہے
733	رہنے لگی وہ زلفِ گرہ گیر سامنے
734	کیجئے! جو ستم رہ گئے ہیں
735	لوٹ لیں وہ دل حزیں! نہ کہیں
735	کانپ اُٹھتی ہیں شاخیں تو لرزتی ہے صبا بھی
736	محبت میں ہماری اشک افشانی نہیں جاتی
737	اُس کے کوچے کے کہاں تک کوئی چکر کاٹے
737	ہر اشارہ دشمنِ قلب و جگر لگنے لگا
738	تجلی کا ایسا اثر کس لئے ہے
739	بڑھ چلی دیوانگی، اپنے سے ہیں بیگانہ ہم
740	تو کہیں بدگماں نہ ہو جائے
740	دُعائے وصل اک پندار بھی ہے
741	جس طرف آپ کے پیکانِ نظر جاتے ہیں
742	سنگِ دردِ دست بھی دو چار تو مل جاتے ہیں
743	اک قدمِ حلقہٴ وحشت سے نکالا نہ گیا
743	اشکوں سے فضا بھگو گئے ہم
744	کسی کے حُسن پہ دل کو گنوا کے بیٹھا ہوں
744	کتنے سفاک مرے دل کے یہ مہماں نکلے
745	جب اُن سے مری پہلی ملاقات ہوئی تھی
745	ہزاروں بارتیری انجمن میں، میں گیا آیا
746	کس تصور میں وہ کھو جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

صفحہ نمبر	نمبر شمار
746	کبھی پریاں کبھی خنجر، نظریوں بھی ہے اور یوں بھی
747	لاکھ ڈھونڈا مگر نہیں ملتا
748	خزاں جو آئی، بہاروں کا حال کیا ہوگا
748	رقصِ بمل کے مناظر بھی ہی کیا کیا ”دیکھیں“
749	بہت کچھ ہم نے دیکھا دیکھنے کو
750	سب پہ احسان ہے ساقی ترے میخانے کا
751	گل و شبنم کے رُوپ میں ہوتے
751	وفاداروں کو ساز آیا نہیں ہے
752	کوئی اس دشتِ وفا میں نہ چلا میرے بعد
752	نظر اٹھی جدھر بھی، ہم نے اُن کو جلوہ گرد دیکھا
753	قسمت سے جو اُن کا رُخ تاباں نظر آئے
754	کئی پہنچے ترے در تک کئی دیوار تک پہنچے
754	ڈر گیا، اور کانپ کانپ گیا
755	اُداس گل ہیں کوئی تازگی چمن میں نہیں
756	دیر سے ترے ہوئے ہیں ایک پیانے کو ہم
757	عہد پختہ کیا رندوں نے یہ پیانے سے
758	تجدیدِ حیات ہو گئی ہے
758	دیکھیں وہ آ کے میرا تماشا خدا کرے
759	نہ اُٹھے حجاب سارے مرے اُن کے درمیاں سے
760	چارہ درِ جگر سرکار رہنے دیجئے
761	پھر اکراپنے رُخ کو پھیر میں چلمن کے بیٹھے ہیں
761	دیدہ تر میں کہاں پھر شبِ غم رکتے ہیں
762	شوق سے اُس کی گلی میں جاؤ تو

صفحہ نمبر	نمبر شمار
763	ہم کو ہے مطلوب ہر دم خیر خواہی آپ کی
763	یہ زمانہ یہ دور کچھ بھی نہیں
764	ستم پر شرط خاموشی بھی اُس نے ناگہاں رکھ دی
765	آج مل کر بھی اُن سے نہ کچھ بات کی
765	مرنا جینا ایک ہے اُس بکلی ناشاد کا
766	داغ ہیں دل میں ہار پھولوں کا
767	جہان دیدہ و دل اب لٹا معلوم ہوتا ہے
768	بہار آئی، بہار آنے کے دن ہیں
769	اک حشر ہے اے دل! وہ ہوئے چیں بہ جیں تو
770	آغوشِ جنوں میں جا رہا ہوں
771	شعورِ غم ہے مگر شکوہِ ستم تو نہیں
772	مری زندگی تو فراق ہے وہ ازل سے دل میں لکیں سہی
773	کھلی جو آنکھ، چن تھا، نہ آشیانا تھا
773	پھینکی ہے فضا، رنگ نیا مانگ رہے ہیں
774	کام اُس کا نہ کسی ڈھب سے، نہ تیور سے چلا
775	یہ تمکنتِ حسن کی بانی، نہیں رکتی
775	حسن کو جب جلال آتا ہے
776	آہ میں یہ اثر چاہتا ہوں
776	عجب ہے شبِ غم کے ماروں کی دنیا
777	پریشاں ہوں کیا بال و پر کے لئے
778	جب مسافرِ خوگرِ گردِ سفر ہو جائے گا
778	وعدہ ہو ہزار دوستی کا
779	سائل یہ کرم طراز ہو جا

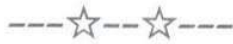
صفحہ نمبر	نمبر شمار
779	میں ہوں پابندِ رسمِ ادب کیا کہوں
780	دل کسی سے اٹک نہیں سکتا
780	بے وفائی کا گلہ، شکوہ بیداد نہیں
781	دُوبدوان سے رات ہو ہی گئی
781	خدا شاہد کہ ندرت آفریں ہاتھوں سے کھینچی ہے
782	مائلِ لطف، طبیعت کبھی ایسی تو نہ تھی
782	قدم قدم پہ نظر سے ترے نشان گزرے
783	اُن کی محفل ہے یہاں رنگ دکھا اور بھی کچھ
783	خاک وعدوں پہ ڈالتے جاؤ
784	یوں محبت میں شب و روز گزارے ہم نے
784	اب ترے طالب دیدار گزرا ہی کریں
785	طیش میں دُور خزاں پاؤں پھٹتا ہی رہا
785	لوگ دنیا میں پُر اسرار نظر آتے ہیں
786	کہہ گیا اُن سے اپنے دھیان میں کیا
787	دورِ لالہ زار تک ہے
788	دل کی دھڑکن کہ جاں سے آتی ہے
789	اُجڑ گیا ہے چمن، لوگ دلفگار چلے
790	کہہ دو ہٹ جائیں میری راہوں سے
790	مری نظر سے مکمل بہار گزری ہے
791	اُن کے جلوؤں نے عجب رنگ جمار کھا ہے
791	ہر طرف سے جھانکتا ہے رُوئے جانانہ مجھے
792	کسی کافر کو نہ دیں دار کو اپنا کرنا
793	منظوم تراجم از نصیر گولڑوی ہم گوہرِ وفا کی جستجو کریں



ترے پند و نصیحتِ مُتَحَسِّب وہ کیا سمجھتے ہیں
 نہیں ہے احتیاجِ لبِ کشائی روبرو اُن کے
 جو گل کے آئینے میں دیکھ سکتے ہیں رُخِ گلشن
 کوئی در پردہ کس سے چل رہا ہے کون سی چالیں
 نہ پوچھو کچھ کہ کیا کچھ دے دیا ہے دینے والے نے
 بہ ظاہر خوش تھے جو کل تک ہماری گلِ فشانِی پر
 ترے دھوکے میں آنے کے نہیں ہم اے نفاق آرا!
 نظر اُن کی نہیں اُٹھتی نہ اُٹھے گی مری جانب
 جو نکلیں جستجو کا شوق لے کر راہِ جاناں میں
 قیامت سر پہ جو ٹوٹے، مصیبتِ دل پہ جو آئے

قیامت کو، جو اُن کا وعدہ فردا سمجھتے ہیں
 کہ اہلِ دل، زبانِ دیدہ بیٹا سمجھتے ہیں
 وہ اربابِ نظر، قطرے کو بھی دریا سمجھتے ہیں
 سمجھ ہر چند ناقص ہے، مگر اتنا سمجھتے ہیں
 بڑا ہو لاکھ کوئی، ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں
 وہ اپنے بھی ہمیں اب راہ کا کانٹا سمجھتے ہیں
 ترے برتاؤ کو ہم خوب اے دنیا! سمجھتے ہیں
 کہ وہ میرے لبِ خاموش کا منشا سمجھتے ہیں
 وہ ہر منزل کو اپنے پاؤں کا چھالا سمجھتے ہیں
 حقیقت میں اُسے ہم مرضی مولیٰ سمجھتے ہیں

لگا دی تھمتِ بادہ کشی اُن پر بھی واعظ نے
 نصیر اُن کی نظر کو جو مئے و مینا سمجھتے ہیں





یہ حجاب کیا، یہ گریز کیوں، رہیں سامنے تو وہ کم سے کم
 مری زندگی کی بساط کیا، مری زندگی تو ہے غم سے کم
 وہ نوازتے ہیں بہ مصلحت ہمیں التفات و کرم سے کم
 مری شانِ فقرِ جہان میں نہ ملے گی شوکتِ جم سے کم
 نہ جفا ہوئی کبھی تم سے کم، نہ وفا ہوئی کبھی ہم سے کم
 مرے دل میں جب سے وہ ہیں مکیں، نہیں یہ مکاں بھی حرم سے کم
 نہ کرشمہ قوسِ قزح سے کم، نہ کششِ ہلال کے خم سے کم
 کہ مری متاعِ شکیب ہے، تری کائناتِ ستم سے کم
 مجھے پاس اپنے بلا لیا، رہی بات میری تو کم سے کم
 ترے نور کا نہ ظہور ہو تو وجود بھی ہے عدم سے کم
 نہیں میرے دل کا معاملہ، کسی آئے کے بھرم سے کم
 ہے مُسلمِ ان کی چمکِ دمک، مگر ان کے نقشِ قدم سے کم
 مری داستانِ حیاتِ غم جو لکھی گئی ہے قلم سے کم

ہمیں جب کہ اپنا بنا لیا تو ہے ربط کس لئے ہم سے کم
 غمِ آرزو، غمِ جستجو، غمِ امتحاں، غمِ جسم و جاں
 یہ مقامِ ناز و نیاز ہے، مرا دل ہی محرمِ راز ہے
 ترے آستاں کا فقیر ہوں، مگر آپ اپنی نظیر ہوں
 یہ کہا گیا، یہ سنا گیا، یہ لکھا گیا، یہ پڑھا گیا
 وہی نسبتیں، وہی رفعتیں، وہی رونقیں، وہی عظمتیں
 ترے اُبروؤں کی حسیں کماں، نظر آ رہی ہے فلکِ نشاں
 نہ ستا مجھے، نہ رُلا مجھے، نہیں اور تابِ جفا مجھے
 یہ کرم ہے کم سراِ نجمن کہ پلائی اُس نے مئے سخن
 نہیں جس میں تیری تجلیاں، اُسے جا چُپتی ہے نظر کماں
 کبھی انعکاسِ جمال ہے، کبھی عینِ شے کی مثال ہے
 مہ و آفتاب و نجوم سب، ہیں ضیا فگن، نہیں اس میں شک
 یہی آرزو، یہی مدعا، کبھی وقت ہو تو سُنیں ذرا

یہ نصیرِ دفترِ راز ہے، یہ غبارِ راہِ نیاز ہے
 کریں اس پہ اہل جہاں یقین، نہیں اس کا قول، قسم سے کم





دل یہ کہتا ہے کہ آنکھوں سے لگائی جائے
منظرِ عام پہ یہ شکل بھی لائی جائے
آگ لگ جائے تو لازم ہے بجھائی جائے
کچھ نہ کچھ حُسن کی خیرات لٹائی جائے
ہم وہ پیتے ہیں جو آنکھوں سے پلائی جائے
کیا ضروری ہے کہ تحریر میں لائی جائے
رائگاں کیوں کسی مفلس کی کمائی جائے
بات کھل جائے گی، تصویر منگائی جائے
داستاں میری مجھی کو نہ سنائی جائے

خاکِ پا اُن کی جہاں بھی کہیں پائی جائے
اُن کی تصویرِ ستم کیوں نہ دکھائی جائے
شعلے اُٹھتے ہیں اگر دل میں، نہ آنسو روکو
اک نظر دید کی توفیق عطا ہو ہم کو
گفتگو شیشہ و ساغر کی عبث ہے ساقی !
بارہا کہہ تو چکے تم سے کمائی دل کی
آپ کیوں دل کی تمناؤں کو پامال کریں
حُسن کیا شے ہے، ادا کیا ہے، وہ خود کیسے ہیں
قیس و فرہاد کے افسانوں میں کیا رکھا ہے

مجھ سے کہتا ہے نصیر اب کے برس جوشِ جنوں
کم سے کم، خاکِ بیاباں کی اڑائی جائے



ہے مجھے غم کی ضرورت اور بھی
ہجر کے کچھ دن ہیں حضرت اور بھی
اک ذرا تھوڑی سی زحمت اور بھی
بڑھ گئی ہے قدر و قیمت اور بھی
اس کی ہونی ہے بُری گت اور بھی
کھل گئی ساری حقیقت اور بھی
جاتے جاتے یہ عنایت اور بھی
بڑھ گئی اُن سے محبت اور بھی

رنگ لائے شامِ فرقت اور بھی
دل پہ ٹوٹے گی قیامت اور بھی
آپ آئے ہیں تو بیٹھیں میرے پاس
عشق میں ہم جس قدر گرتے گئے
شیخ نے رندوں سے صلواتیں سنیں
اُن کی باتیں، دل کی ہیں آئینہ دار
ہاتھ میرے دل پہ رکھتے جاییے
جس قدر وہ دُور ہم سے ہو گئے

لے اڑا ذوقِ سخن ہم کو نصیر
ہو گئی دُنیا میں شہرت اور بھی





مرمر کے جیا کرتے ہیں ہم دل زدگاں روز
ہاں ہاں وہ مرا گھر ہے پہنچتے ہو جہاں روز
یعنی سحر و شام بدلتا ہے سماں روز
ہوتا ہے صبا پر تری آہٹ کا گماں روز
کیا فائدہ، کھلتی ہے جو غنچوں کی زباں روز
سنتے نہیں اک بار، مگر کہتے ہیں ”ہاں“ روز
ہم اُٹھتے ہیں، یا اُٹھتا ہے آہوں کا دُھواں روز
گشتم ز فدا یانِ تو اے ماہ! ”ازاں روز“
صحرا سے مرے کان میں آتی ہے اذان روز
چھڑتا ہے یہ قصہ بحدیثِ دگراں روز
ہر دن ہو ملاقات، کہاں آپ، کہاں روز

آتے نہیں، کہہ دیتے ہیں آنے کو یہاں، روز
سچ کہتے ہو، کرتے ہو کرم تم مری جاں! روز
رُخ عارض و کا کُل کے نکھرتے ہیں وہاں روز
تکتے ہیں تری راہ، ہمارے دل و جاں روز
اچھی نہیں یہ چھیڑ نسیم سحری کی
کہتا ہوں، سنو گے مری رُودادِ محبت
محفل میں تری غیر جو بیٹھا تو نہ اٹھا
تا بر فلکِ حُسن رسیدی چو ہلالے
شاید ابھی سجدوں کی ضرورت ہے جنوں کو
غیروں کی برائی کا گلہ ہوتا ہے مجھ سے
اک بار بھی آجائیں اگر آپ، بہت ہے

تم اپنی جوانی کو نصیر اُن پہ لٹا دو
جو عشق میں بوڑھا ہو، وہ ہوتا ہے جواں روز





اُٹھے نہ تھے ابھی ہم حالِ دل سنانے کو
 بھری بہار میں پہنچی خزاں مٹانے کو
 جلایا آتشِ گل نے چمن میں ہر تنکا
 جمالِ بادہ و ساغر میں ہیں رُموں بہت
 قدم قدم پہ رُلایا ہمیں مقدر نے
 نہ جانے اب وہ مجھے کیا جواب دیتے ہیں
 کہو کہ ہم سے رہیں دُور، حضرتِ واعظ
 اب ایک جشنِ قیامت ہی اور باقی ہے
 شبِ فراق نہ تم آسکے نہ موت آئی
 نصیر! جن سے توقع تھی ساتھ دینے کی
 تُلے ہیں مجھ پہ وہی انگلیاں اٹھانے کو



دین سے دُور، نہ مذہب سے الگ بیٹھا ہوں
 ڈھنگ کی بات کہے کوئی، تو بولوں میں بھی
 بزمِ احباب میں حاصل نہ ہوا چین مجھے
 غیر سے دُور، مگر اُس کی نگاہوں کے قریں
 یہی مسلک ہے مرا، اور یہی میرا مقام
 عمر کرتا ہوں بسر گوشہ تنہائی میں
 تیری دہلیز پہ ہوں، سب سے الگ بیٹھا ہوں
 مطلبی ہوں، کسی مطلب سے الگ بیٹھا ہوں
 مطمئن دل ہے بہت، جب سے الگ بیٹھا ہوں
 محفلِ یار میں اس ڈھب سے الگ بیٹھا ہوں
 آج تک خواہشِ منصب سے الگ بیٹھا ہوں
 جب سے وہ روٹھ گئے، تب سے الگ بیٹھا ہوں
 میرا انداز نصیرِ اہل جہاں سے ہے جدا
 سب میں شامل ہوں، مگر سب سے الگ بیٹھا ہوں





باتِ اک سنتے ، تو سو مجھ کو سناتے جاتے
 کر دیا قتل تو میت بھی اٹھاتے جاتے
 وہ سرِ شام جدا ہو گئے غمِ اس کا ہے
 نہ سسی لطف ، تو بیدارِ تبسم ہی سسی
 وعدہ وصل بھی اک حرفِ تسلی نکلا
 خود تو آسودہ افلاک ہیں تارے کیا کیا
 جانِ قربان کروں اُس رُخِ زیبا پہ نصیر
 اک جھلک مجھ کو نظر آئے جو آتے جاتے

---☆---☆---



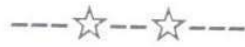
سلسلہ ٹوٹے نہ ساقی ہوش اڑ جانے کے بعد
 کھو دیا دُنیا میں جو کچھ تھا ، تجھے پانے کے بعد
 تو ہی تھا وہ شمع جس کی روشنی تھی ہر طرف
 جاؤ بیٹھو چین سے میں کیا کہوں ، تم کیا سنو
 اِس کا کیا کہنا ہے ! زاہد کے ٹھکانے ہیں بہت
 شمعِ محفل روئے یا ہنس کر گزارے صبح تک
 حُسنِ رخ کی اک جھلک نے کردیے اوسانِ گم
 سچ ہے کوئی بھی شریکِ درد و غم ہوتا نہیں
 اب تو کہتے ہو کہ جا ! میری نظر سے دُور ہو
 طائرِ دل ! خال تو دیکھا ، خمِ گیسو بھی دیکھ
 وحشتِ دل کی بدولت ہم چلے آئے یہاں
 کون روتا ہے کسی کی خستہ حالی پر نصیر
 زیرِ لب ہنستی ہے دُنیا ، میرے لٹ جانے کے بعد

---☆---☆---



مطمئن کب حیات ہوتی ہے دن گزرتا ہے ، رات ہوتی ہے
 جب ترے غم کی بات ہوتی ہے مضطرب کائنات ہوتی ہے
 دیکھئے ، کس پہ ہو نگاہِ کرم یہ مقدر کی بات ہوتی ہے
 زندگی پر ہو اعتماد کسے زندگی بے ثبات ہوتی ہے
 معتبر نامہ بر بھی ہے ، لیکن اپنی بات اپنی بات ہوتی ہے
 جو گھڑی اُن کی یاد میں گزرے حاصلِ صد حیات ہوتی ہے
 ہر جگہ ، ہر مقام ، ہر دل میں رونقِ حُسنِ ذات ہوتی ہے
 لاکھ محفل سجائیے ، لیکن آپ کی اور بات ہوتی ہے
 تخلیہ ہو ، تو اُن کے جلوں کی اچھی خاصی برات ہوتی ہے
 پھر بنالیں گے آشیاں ، صیاد ! چار تنکوں کی بات ہوتی ہے

دیکھئے اب نصیر پر کس دن
 نگہِ التفات ہوتی ہے





نہ وہ رند ہیں، نہ وہ ہاد ہو، نہ وہ دور ہے، نہ وہ جام ہے
 جو وہ خود پلائیں حلال ہے، نہ پلائیں وہ، تو حرام ہے
 ترے انتظار کی ہے کسک، تری یاد ہے، ترا نام ہے
 نہ وہ ہمسفر، نہ وہ کارواں، نہ وہ صبح ہے نہ وہ شام ہے
 نہ بتوں کی دل میں ہے آرزو، نہ وہ شوقِ جلوۂ بام ہے
 نہ وہ رات ہے، نہ وہ بات ہے، نہ وہ حُسنِ ماہِ تمام ہے
 نہ وہ سوزِ سینہ گداز ہے، نہ وہ آہِ برقِ خرام ہے
 نہ وہ اہلِ درد کی حُرمتیں، نہ وہ احترامِ مقام ہے
 انہیں اپنے کام سے ہے غرض، مجھے اپنے کام سے کام ہے
 تری زلفِ حلقہ بدوش ہے، تری آنکھ بادہ بہ جام ہے
 یہی اک نماز ہے عشق کی جو بغیرِ شرطِ امام ہے

نہ وہ اہتمامِ مئے کُسن، نہ وہ میکدے کا نظام ہے
 وہ ہے خوش نصیب جسے ملے، مئے معرفت کا یہ جام ہے
 ذرا دیکھ اپنے مریض کو کہ ہر اُس کی سانس میں آج بھی
 کہوں کس سے قصّہ شوق ہیں، نہ وہ ہمنوا، نہ وہ ہمزباں
 چلی ایسی بادِ خزاں اثر، کہ ہوں دامِ غم میں شکستہ پر
 وہ نیاز و ناز کی محفلیں، نہ وہ چاند ہے نہ وہ چاندنی
 نہ فراقِ یار کے مشغلے، نہ وہ بزمِ شوق کے ولولے
 یہ عجیب دور ہے رُونما کہ ادب کا پاس نہیں رہا
 کہوں میں بھلا، وہ برا کہیں، کروں میں وفا، وہ جفا کریں
 وہ ہزار کوئی جتن کرے، تری دسترس سے نہ بچ سکے
 ترے سنگِ در پہ جو ہو ادا، وہی ایک سجدہ ہے کام کا

میں نصیر فقر سرشت ہوں، کہ مریدِ ساقی چشت ہوں

مجھے بادشاہوں سے کام کیا، انہیں دُور ہی سے سلام ہے





بحش ، نہ گواہ چاہتا ہوں مجرم ہوں ، پناہ چاہتا ہوں
 جب ختم ہو میرے سانس کی رو تم کو سرِ راہ چاہتا ہوں
 نظارۂ مہ و شاں سے پہلے تطہیر نگاہ چاہتا ہوں
 اوروں کے کرم مجھے گوارا اپنوں سے پناہ چاہتا ہوں
 تکمیلِ وفا پہ ضد سے حاصل؟ کیوں خود کو تباہ چاہتا ہوں
 اک تم ، کہ چھڑا رہے ہو دامن اک میں ، کہ نباہ چاہتا ہوں
 ہیں نقشِ قدم جہاں تمہارے تاروں میں وہ راہ چاہتا ہوں
 جو صرف مرے لئے اٹھی ہو وہ ایک نگاہ چاہتا ہوں
 تو نے مجھے آج تک نہ چاہا پھر بھی تجھے آہ ! چاہتا ہوں
 جس پر ترے قرب کا ہو آنچل وہ شامِ سیاہ چاہتا ہوں
 تم مجھ سے نباہ کیا کرو گے میں تم سے نباہ چاہتا ہوں
 ہو جس پہ نظر قلندروں کی سر پر وہ کلاہ چاہتا ہوں
 اب سلسلہ کرم نہ ٹوٹے بس ربطِ نگاہ چاہتا ہوں

اور اُن سے نصیر کیا کہوں میں
 دامن میں پناہ چاہتا ہوں





غم ہجراں کی ترے پاس دوا ہے کہ نہیں
وہ جو آیا تھا ، تو دل لے کے گیا ہے کہ نہیں
منحصرے میں تری آہٹ نے مجھے ڈال دیا
سامنے آنا ، گزر جانا ، تغافل کرنا
اہل دل نے اُسے ڈھونڈا ، اُسے محسوس کیا
تم تو ناحق مری باتوں کا بُرا مان گئے
آبرو جائے نہ اشکوں کی روانی سے نصیر
سوچتا ہوں ، یہ محبت میں روا ہے کہ نہیں

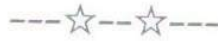


اُن کا تبسم ، میری تباہی
میری وفا کی دیں گے گواہی
سایہ کیسو ظِلّ الہی
عشق ہی منزل ، عشق ہی راہی
چاہے سمجھ لیں مجھ کو بُرا ہی
آنچ نہ آئے اُن پہ الہی!
کون پھرے اب واہی تباہی
میں ہوں نصیر اب اُن کا گداگر
بیٹھے بٹھائے مل گئی شاہی





تازہ تازہ اس کے، اُس کے، سب کے پیانے میں ہے
 مے نہیں یہ، اک دہکتی آگ پیانے میں ہے
 اک ادائے خاص ایسی اُن کے دیوانے میں ہے
 مجھ کو اتنی ہی بہت ہے جتنی پیمانے میں ہے
 مرنے جینے کا مزا کچھ ہے، تو میخانے میں ہے
 زندگی ہی زندگی لبریز پیمانے میں ہے
 لطف جینے کا نہ گلشن میں، نہ ویرانے میں ہے
 ہم چلے دنیا سے، اُن کو دیر اگر آنے میں ہے
 جاگ اٹھی قسمت، مقدر جگمگا اٹھا نصیر
 جلوہ فرما آج کوئی میرے کاشانے میں ہے



آج اک اک بادہ کش مسرور میخانے میں ہے
 شیخ! جل اٹھے گا تو، وہ شعلہ میخانے میں ہے
 اپنا دیوانہ بنا لیتا ہے ساری خلق کو
 دیر بوتل کے اٹھانے میں لگے گی کچھ نہ کچھ
 میکدے میں آنے والو! میکدہ مت چھوڑنا
 پی رہا ہوں، جی رہا ہوں، شاد ہوں، مسرور ہوں
 دل کی بے کیفی کا یہ عالم ہوا بعدِ جنوں
 دھیان ہے آہٹ پہ حسرت دل میں ہے، آنکھوں میں دم
 جاگ اٹھی قسمت، مقدر جگمگا اٹھا نصیر
 جلوہ فرما آج کوئی میرے کاشانے میں ہے



کچھ ایسا محال تو نہیں ہے
 دل لے کے بدل گئے نگاہیں
 بے وجہ وہ مہرباں ہے کیوں کر
 شکوہ کروں بے وفائیوں کا
 فرقت کا جواب، ہم نشینی
 ہر بات کو کل پہ ٹالتے ہو
 کیوں کرتے ہو خون آرزو کا
 اس درجہ نہ ہو ستم پہ نازاں
 دیکھو تو نصیر دل کی جانب
 گدڑی میں یہ لال تو نہیں ہے
 دیدار، وصال تو نہیں ہے
 یہ مفت کا مال تو نہیں ہے
 دیکھو! کوئی چال تو نہیں ہے
 میری یہ مجال تو نہیں ہے
 عزت کا سوال تو نہیں ہے
 وعدہ ہے، وبال تو نہیں ہے
 تم پر یہ حلال تو نہیں ہے
 یہ کوئی کمال تو نہیں ہے
 دیکھو تو نصیر دل کی جانب
 گدڑی میں یہ لال تو نہیں ہے





یوں تمہیں مل جائے گا ، اپنوں کو تڑپانے سے کیا
 ہوش کی باتیں کرو ، اُلجھو گے دیوانے سے کیا؟
 چوٹ کھاتا ، آپ جیسے جانے پہچانے سے کیا؟
 آنکھ ساقی نے ملا رکھی ہے پیمانے سے کیا؟
 تم کھو ، تم کو ملا جھوٹی قسم کھانے سے کیا؟
 فائدہ اب مُنہ چھپانے اور شرمانے سے کیا
 تیرے دامن پر ہیں یہ تسبیح کے ”دانے“ کیا
 میں بہک جاؤں گا واعظ ! تیرے بہکانے سے کیا؟
 شمع ! آخر دشمنی ایسی بھی پروانے سے کیا
 بزم ہو جائے گی سُونی میرے اُٹھ جانے سے کیا؟

چھوڑ دو گے تم ہمیں دشمن کے بہکانے سے کیا
 لاکھ سمجھاؤ مگر ہوتا ہے سمجھانے سے کیا
 آپ کی باتیں سُنیں واعظ ! مگر مانیں نہیں
 رقص کے عالم میں ہو جیسے یہ سارا میکدہ
 خیر ، ہم نے مان لی جو بات بھی تم نے کھی
 سامنے جب آگئے کیسی حیا ، کیسا حجاب
 دیکھ زاہد ! بادۂ سر جوش کے چھینٹے نہ ہوں
 ترکِ اُلفت ، اور پھر اُلفت بھی اُس بے مثل کی
 آگ میں اپنی جلا کر خاک کر ڈالا اُسے
 چارہ سازو ! کیوں دوا دیتے ہو ، مر جانے بھی دو

مے کشی لازم نہیں ہے بزمِ ساقی میں نصیر
 کام جب آنکھوں سے چل جائے تو عیمانے سے کیا





یہ مانا بے زباں ہوتے ہیں کانٹے
گلوں سے راہ و رسم اچھی نہیں ہے
محبت کی عجب اٹھکیلیاں ہیں
سنہلنا ' اے چمن کے رہنے والو!
بیاں کوئی کرے کیا ان کی فطرت
وہ صحرا تھا ' خلش کوئی نہیں تھی
چلے تھے جو گلوں سے عشق کرنے
مرا دامن ہے یہ ' جھٹکو اسے تم
جسٹھن کچھ اور بڑھ جاتی ہے ان کی
سکوں پائیں نصیر اہل چمن کیا
جہاں جائیں ' وہاں ہوتے ہیں کانٹے



پیمان وفا اور ہے سامانِ جفا اور
تیور الگ ' انداز جدا ' اُن کی ادا اور
ترکیب کوئی اُن کو منانے کی ہو کیا اور
پی لیں جو کبھی شیخ تو پی پی کے پکاریں
محروم ہوا دین سے ' دنیا کی طلب میں
پھولوں کی وہاں دھوپ ' یہاں سایہ وحشت
انصاف ملے گا سر میدانِ قیامت
دیکھیں تو ذرا ہم بھی اُسے ' اے ہمہ خوبی!
چھوڑیں نہ محبت کو نصیر اہل محبت
یہ شوقِ خطا ہے ' تو خطا اور خطا اور





سمجھ آئی مگر برسوں رہے دھوکے میں ہم پہلے
 غضب ہے یوں ترا پلکیں جھپکتے ہی بدل جانا
 حیا کہیے کہ ضد، دونوں طرف سے ٹھن گئی ایسی
 ہمارا کیا ہے، تیرے ساتھ تھوڑی ہم بھی پی لیں گے
 ترے آنے سے پہلے ہی بچاتے راہ میں آنکھیں
 بقا کی جستجو ہے تو فنا کر اپنی ہستی کو
 مری تقدیر کے بل کا ٹکنا بعد میں ہوگا
 جدائی کے تصور سے بھر آئے اشک آنکھوں میں
 جنابِ شیخ کی در پردہ رندی کا بھی کیا کہنا

ادب گاہِ حرم سے بتکدہ تھا دو قدم پہلے
 ستم ہونے لگا اُن پر کہ تھا جن پر کرم پہلے
 قدم اپنا اٹھائیں گے نہ وہ پہلے، نہ ہم پہلے
 خدا کا نام لے کر جام اٹھا شیخِ حرم! پہلے
 خبر آمد کی دینا چاہیے تھی کم سے کم پہلے
 کہ ہست و بودِ عالم سے ہے دنیائے عدم پہلے
 ذرا سیدھے تو ہو لیں یہ تری زلفوں کے خم پہلے
 چلے جانا، ٹھہرنے دو ذرا سیلابِ غم پہلے
 پہنچ جاتے ہیں اکثر میکدے میں محترم پہلے

چلے ہیں کوئے جاناں کی طرف ہم بھی پسِ قاصد

نصیر اب دیکھتے ہیں، وہ پہنچتا ہے کہ ہم پہلے





دن سہانے تلاش کرتے ہو گم خزانے تلاش کرتے ہو
 خود مٹائے ہمارے قلب و جگر اب ٹھکانے تلاش کرتے ہو
 عشقِ برحق ، وفا حقیقت ہے تم فسانے تلاش کرتے ہو
 وہ پلٹ کر کبھی نہ آئیں گے جو زمانے ، تلاش کرتے ہو
 یہ قفس ہے ، چمن نہیں یارو! آشیانے تلاش کرتے ہو
 میرے قلب و جگر کی خیر نہیں تم نشانے تلاش کرتے ہو
 اُس کو ڈھونڈو یہیں کہیں دل میں بے ٹھکانے ، تلاش کرتے ہو
 اُن کے کوچے کی خاک ہے اکسیر کیوں خزانے تلاش کرتے ہو
 مست آنکھوں سے کیوں نہیں پیتے بادہ خانے تلاش کرتے ہو
 صاف کہہ دو اگر نہیں ملنا کیوں بہانے تلاش کرتے ہو
 سب نئے رنگ ڈھونڈتے ہیں نصیر
 تم پرانے تلاش کرتے ہو





تلاش کر، وہ یہیں تیرے آس پاس نہ ہو
 ترا گمان نہ ہو، یہ ترا قیاس نہ ہو
 بغیرِ عشق نہ چین آئے، عشقِ راس نہ ہو
 کہیں یہ شخص تمہارا وفا شناس نہ ہو
 تجھے ہماری قسم، اس قدر اُداس نہ ہو
 ہزار کچھ ہو، مگر کوئی ناسپاس نہ ہو
 کہیں ہمارے فسانے کا اقتباس نہ ہو
 یہ روشنی تو ہو، اُجلا اگر لباس نہ ہو
 وہ بات زہر ہے جس بات میں مٹھاس نہ ہو
 اُس ایک شخص کو، جینے کی جس کو آس نہ ہو

نہ آئے تجھ کو نظر، تُو مگر اُداس نہ ہو
 مجھے یقین نہیں، اُس کو تیرا پاس نہ ہو
 وہ اور کیا کرے آخر، اگر اُداس نہ ہو
 یہ کس کو لوگ لیے جا رہے ہیں کاندھوں پر
 بچھڑنے والوں کو اک دن خدا ملاتا ہے
 یہ بندگی ہے، کہ ہر حال میں ہو شکر اُس کا
 وہ ماجرا جو ہے مجنوں کے نام سے مشہور
 ضیائے علم و ہنر سے ہے آبروئے بشر
 مزا تو جب ہے کہ ہو بات باتِ قد و نبات
 ہے ایک طنز کا نشتر، دُعائے عمرِ دراز

نصیر کھیل نہیں ہے شعورِ ذات و صفات
 خدا شناس کہاں وہ، جو خود شناس نہ ہو





ہمارے کام آتے ہیں ہمارے بال و پر پھر بھی
اُسی کی رہ گزر تکتے رہے ہم تا سحر پھر بھی
نہیں ہوتا سکونِ دل میسر، عمر بھر پھر بھی
بہت کچھ کہہ رہا ہے اُن کا اندازِ نظر پھر بھی
زبانی کچھ ہمارا حال کہنا نامہ بر! پھر بھی
نہ ہو ڈرنے کی کوئی بات، لیکن اِن سے ڈر پھر بھی
خدا لگتی تو یہ ہے، اپنا گھر ہے اپنا گھر پھر بھی
ترے قربان ساقی! اک ذرا زحمت ادھر پھر بھی
نہ باز آئے جنونِ رہبری سے راہبر پھر بھی
یہ اک ہم ہیں، اڑے بیٹھے ہیں اپنی بات پر پھر بھی
نہ ہو گی رونا میری اُمیدوں کی سحر پھر بھی
یہ اُن کا اپنا ذمہ ہے نہ سمجھیں وہ اگر پھر بھی
رہے گا سجدہ گاہِ شوق اُن کا سگِ در پھر بھی
نہیں معلوم، کیوں تھمتا نہیں دردِ جگر پھر بھی
بہت کچھ ہم نے سمجھایا، نہ سمجھے وہ مگر پھر بھی

نہیں پرواز کی طاقت، غنیمت ہیں مگر پھر بھی
کیا وعدہ مگر آیا نہیں وہ رات بھر پھر بھی
پے تسکینِ خاطر لاکھ حیلے ہوں، وسیلے ہوں
جو اُن کے دل میں ہے نوکِ زباں پر وہ نہیں لاتے
یہ مانا خط میں سب کچھ لکھ دیا تفصیل سے ہم نے
حسینانِ جہاں سفاک بھی ہیں، سنگِ دل بھی ہیں
وطن سے دُور آسائش کسی کو مل نہیں سکتی
پے جاتا ہوں، لیکن تشنگی تا حال باقی ہے
لُٹا بیٹھے ہزاروں قافلے منزل کی راہوں میں
وہ اک تم ہو کہ تم نے عہد و پیاں توڑ ڈالے ہیں
شبِ غم چاند چھپ جائے گا، تارے ڈوب جائیں گے
ہمارا کام ہے اچھی بری ہر بات سمجھانا
ہمیں پر منحصر کیا ہے ہم اُٹھتے ہیں تو اُٹھ جائیں
بہ اندازِ مسیحا وہ اپنا ہاتھ رکھے ہیں
یقین آ ہی گیا آخر انہیں دشمن کی باتوں کا

علاجِ زخمِ دل ممکن نہیں اِن کم نگاہوں سے
نصیر اُجھے ہوئے ہیں اپنی ضد میں چارہ گر پھر بھی





اتنے جواب ' اور مرے اک سوال کے؟
آتے ہی چل دیئے مجھے الجھن میں ڈال کے
وعدے تو بار بار کئے ہیں وصال کے
دل رکھ دیا تھا سامنے اُس کے ' نکال کے
اس راہ سے گزر بھی تو دامن سنبھال کے
آخر پتہ چلا کہ یہ حلقے ہیں جال کے
کیوں روز روز بات بڑھاتے ہو ٹال کے
نادم ہیں آستین میں وہ سانپ پال کے
ہاتھ آئے ' فن کے سات سمندر کھنگال کے

بل ڈالئے جبین پہ نہ خنجر نکال کے
قربان جاؤں آپ کی اس چال ڈھال کے
صدقے میں اس کرم کے ' تقدق خیال کے
پھر بھی مری وفا کا یقیں تو نہیں کیا
یہ خار زار دشت جنوں ہے ذرا سنبھل
گیسو کے پیچ و خم میں مرا دل پھنسا رہا
کننے کو ایک بار تو وعدہ وفا کرو
مدت کے بعد اُن پہ عدو کا بھرم کھلا
میرے یہ شعر ' آب میں موتی سے کم نہیں

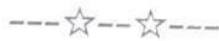
اللہ! دم کی خیر ' کہ یہ کوئے یار ہے
رکھنا قدم نصیر ذرا دیکھ بھال کے



پھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے انسان ہزاروں
اک دست جنوں میں ہیں گریبان ہزاروں
ہیں زلف پریشاں سے پریشان ہزاروں
باندھے تو ہیں اُس شوخ نے پیمان ہزاروں
آنکھوں پہ لُٹا بیٹھے ہیں ایمان ہزاروں
ہر موج میں پوشیدہ ہیں طوفان ہزاروں
ہم دل میں لیے بیٹھے ہیں ارمان ہزاروں
بیٹھے ہیں ترے سوختہ سامان ہزاروں

حیران ہزاروں ہیں ' پریشان ہزاروں
مجنوں ہی پہ کیا ' لٹ گئے انسان ہزاروں
الزام ترے سر ہیں ہر آن ہزاروں
ایفا کبھی ہو جائیں تو تقدیر ہماری
ابرو ہیں کہ محرابِ حرم قبلہ عشاق
زاہد نے چھلکتا ہوا ساغر نہیں دیکھا
ہو جائے عنایت کی نظر کاش ادھر بھی
او پردہ نشیں! ایک ذرا جلوہ نما ہو

دُنیاۓ محبت میں نصیر ایک ہمیں کیا
گھر بار کے بیٹھے ہیں ویران ہزاروں





اب یہی لے کے چلیں گی اُسے میخانے تک
میں پہنچ جاؤں گا خود جھوم کے میخانے تک
شمع سوزاں کبھی جاتی نہیں پروانے تک
ایک دن آپ چلے آؤ گے میخانے تک
صرف نظریں ہی پہنچ سکتی ہیں پیانے تک
تشنگی دے گی سارا مجھے میخانے تک
دسترس تھی اُسے تسبیح کے ہر دانے تک
یہ تعلق تو رہے گا مرے مر جانے تک
دیکھئے کیا ہو ' تری زلف کے لہرانے تک
مطمئن ہو کے وہ آئیں مرے کاشانے تک
کوئی مرتا ہو تو آجاتے ہیں بیگانے تک
کہیں میں آپ نہ کھو جاؤں ، تجھے پانے تک
سانس چلتی رہے میری ' ترے آجانے تک
ساتھ رہتے ہیں یہ احباب تو دفنانے تک
ہاتھ اٹھ کر بھی پہنچتے نہیں پیانے تک

آگئیں چل کے ہوائیں ترے دیوانے تک
کوئی چھیڑے نہ مجھے عہدِ بہار آنے تک
آ کے خود رقص کیا کرتا ہے جل جانے تک
آنا جانا تو ہے واعظ ! مرے کاشانے تک
اب نقاہت کا یہ عالم ہے کہ اٹھتے نہیں ہاتھ
اس کڑے وقت میں احباب نہ کام آئیں گے
دھیان زاہد کا خدا تک کسی صورت نہ گیا
تجھ کو بھولے سے بھی میں بھول سکوں ، ناممکن
دل پہ عالم یہ گھٹن کا ' یہ صبا کے غمزے
راہ دُشوار نہیں ، سنگ نہیں ، خار نہیں
تم تو اپنے تھے ' نہ تھی تم سے یہ اُمید ہمیں
آج کل بے خودی شوق کا عالم ہے عجیب
موت برحق ہے ، مگر آخری خواہش یہ ہے
بات کرنی ہے نکیرین سے تنہا سب کو
مسندِ پیرِ مغاں دُور بہت ہے مجھ سے

قدم اٹھتے نہیں ، اب ضُعف کا عالم ہے نصیر
کوئی لے جائے مجھے تھام کے میخانے تک





ہر ادا یوں ہے ، سزا ہو جیسے
 اُن کا آنا بھی ہوا ہو جیسے
 یوں ہے پہلو میں دلِ افسردہ
 مجھ کو محفل میں بلاتا ہی نہیں
 اس طرح کانپ گیا دل میرا
 عارض ایسے ، کہ چمن میں دو پھول
 عشق کا بھید چھپائے نہ چھپا
 اس طرح غم نے پکارا مجھ کو
 میرا دل ، اور مجھی سے بیزار
 ہیں خفا لفظِ وفا پر وہ نصیر
 بات کرنا بھی خطا ہو جیسے



تو نے جو بخشے ہمیں اسبابِ غم اچھے لگے
 غم کی دنیا سے ہوئی مانوس یوں طبعِ حزیں
 اک اسی کے دم سے تھے اہل جنوں میں بے وقار
 پاس جب آئے تو ہم پر کھل گیا دامِ فریب
 ہم برا کہتے رہے ، جب تک شناسائی نہ تھی
 روگِ دل کے دھل گئے ، قسمت کے عقدے کھل گئے
 دل انہیں دے کر محبت کا بھرم رکھنا پڑا
 تیرے بے جا ظلم بھی تیری قسم اچھے لگے
 اپنے غم اچھے لگے ، دنیا کے غم اچھے لگے
 عقل کھو کر کوچہِ جاناں میں ہم اچھے لگے
 دُور سے کیا کیا تری زلفوں کے خم اچھے لگے
 میکدے میں آئے تو شیخِ حرم اچھے لگے
 آپ کی نسبت ہوئی حاصل تو ہم اچھے لگے
 بے رُخی اچھی لگی ، ظلم و ستم اچھے لگے
 اہلِ عالم ہی سے کیا بے اعتنائی کا گلہ
 میرے افسانے نصیر اُن کو بھی کم اچھے لگے





ہم کسی کا گلا نہیں کرتے نہ ملیں ، جو ملا نہیں کرتے
چند کلیاں شگفتہ قسمت ہیں سارے غنچے کھلا نہیں کرتے
جن کو دستِ جنوں نے چاک کیا وہ گریباں سلا نہیں کرتے
آپ محتاط ہوں زمانے میں ہر کسی سے ملا نہیں کرتے
جو محبت میں سنگِ میل بنیں وہ جگہ سے ہلا نہیں کرتے
ناز ہے اُن کو بے وفائی پر ختم یہ سلسلہ نہیں کرتے
رستے رہتے ہیں بھیگی راتوں میں زخمِ دل کے سلا نہیں کرتے
اُن سے بس اک نصیر شکوہ ہے
ہم سے وہ کیوں ملا نہیں کرتے



پھرے ہیں اور پھریں گے نہ حکمِ یار سے ہم نیاز مند ، رہیں گے ہر اعتبار سے ہم
ہست قریب ہیں عکسِ جمالِ یار سے ہم قدم بڑھائیں اگر حدِ انتظار سے ہم
خزاں سے ہیں نہ پریشاں ، نہ خوش بہار سے ہم نکل چکے ہیں مناظر کے اب حصار سے ہم
کسی نفس نہیں آزاد ، خلفشار سے ہم بلائے دام سے اُلجھے کہ زلفِ یار سے ہم
الہی! کون سا عالم ہے یہ گلستان کا بہار میں بھی ہیں بیگانہ بہار سے ہم
عذابِ جاں ہیں غلط فہمیاں محبت میں نہ اب قرار سے وہ ہیں نہ اب قرار سے ہم
جو پھوٹتے نہیں صحرا میں پاؤں کے چھالے تو اُن کو چھیڑتے رہتے ہیں نوکِ خار سے ہم
وہ آگئے تھے تو دل کا عجیب عالم تھا خوش اس قدر تھے ، نظر آئے بے قرار سے ہم
ستم تھا اُن سے اچانک نگاہ کا ملنا وہ منفعل سے رہے اور شرمسار سے ہم
ہوا جو آپ کا ارشاد ، ہم بجا لائے ہیں اعتبار کے لائق ، اس اعتبار سے ہم
دوامِ قرب میسر ہو یا تسلسلِ بعد نجات پائیں محبت میں جیت ہار سے ہم
ہمیں اُٹھانے کو آئے وہ فتنہ محشر
نصیر! یوں نہ اُٹھیں گے کبھی مزار سے ہم





ذرے دُعا میں دیں مری خاکِ مزار کے
 قربان ہو رہے ہیں تماشے بہار کے
 چپ ہیں وہ ہاتھ زور سے زانو پہ مار کے
 دو دن ہی بس نصیب ہوئے تھے بہار کے
 گجرے اُتار لے نہ عروں بہار کے
 دل کیا ہے، جان نذر کروں سر سے وار کے
 نکلے نہ اس طرح کوئی زُلفیں سنوار کے
 سیکھے ابھی بہار، سلیقے بہار کے
 تم سے نہ صاف ہوں گے یہ ذرے غبار کے
 آئے تھے تیرے در پہ سوالی قرار کے
 حوروں نے رکھ دیئے وہیں زیور اُتار کے
 کچھ تو کہو، تم آئے کہاں دن گزار کے
 اُٹھنے لگے فضا میں بگولے غبار کے

رکھ دو جو اپنے ہاتھوں سے میت اُتار کے
 تیور تو دیکھ، حُسنِ تبسمِ شعار کے
 آخر کو بات مان ہی لی تھک کے، ہار کے
 کیسے بھلاؤں، ساتھ گزارے جو یار کے
 دیکھے ہوئے ہے رُوپِ صبا، حُسنِ یار کے
 درکار ہے بس ایک اشارہ نگاہ کا
 شرمندہ ہو نہ جائے کہیں شامِ میکدہ
 اُس گلبدن کے حُسن کی تزئین اور ہے
 دُھندلا گیا ہے غم سے مرے دل کا آئینہ
 بس یوں ہوا کہ اور بھی بیتاب ہو گئے
 پہنچی جو اُن کی سادگی حُسن تک نظر
 سورج چڑھا بھی، ڈھل بھی گیا، شام ہو گئی
 یہ کس کی خاک، دوشِ ہوا پر مچل گئی

ساقی نہ ہو نصیر ! تو ویراں ہے میکدہ
 ایسے میں کیا کریں گے یہاں دن گزار کے





لوگ نالاں ہیں جفا سے تیری حشر برپا ہے ادا سے تیری
چھیڑ ہے زلفِ رسا سے تیری بات بگڑی ہے صبا سے تیری
کوئی جیتا ہو، تجھے اس سے غرض کوئی مرتا ہو، بلا سے تیری
ساقی بزم! پلا، دیر نہ کر مٹتیں کرتے ہیں پیاسے تیری
بات بنتی ہے کرم سے تیرے کام چلتا ہے عطا سے تیری
ہم نے لٹتے ہوئے گھر دیکھے ہیں ایک سادہ سی ادا سے تیری
حوصلہ ہے ابھی غم سننے کا ابھی زندہ ہیں دُعا سے تیری
پھر سہی، حشر کے دن کر لیں گے بات کرنی ہے خدا سے تیری
دھوم ہے شعلہ نوائی کی نصیر نوائی کی نصیر
لوگ جلتے ہوں، بلا سے تیری



مرا سوال ہی اُن کا جواب تھا کیا تھا یہ اک کرشمہ تھا یا انقلاب تھا کیا تھا
تمہارا حُسن، تمہارا شباب تھا کیا تھا فقط خیال تھا یا کوئی خواب تھا کیا تھا
تمام عمر نہ دیکھی قرار کی صورت دلِ حزیں مرے حق میں عذاب تھا کیا تھا
کلیمِ غش تھے، انہیں کیا خبر، دم دیدار جمال تھا کہ فریبِ حجاب تھا کیا تھا
تمہارا حُسن جسے لے اُڑی تھی انگڑائی شعاعِ مہر تھا، موجِ شراب تھا، کیا تھا
تری نگاہ کا اٹھنا وہ بار بار ادھر کرم تھا یا ستم بے حساب تھا، کیا تھا
تمام میکدہ سیراب ہو گیا جس سے وہ چشمِ یار تھی، جامِ شراب تھا کیا تھا
سمجھ میں آ نہ سکا زندگی کا ہنگامہ خبر نہیں یہ تماشا تھا، خواب تھا کیا تھا
نظر ہے آج تک اس جستجو میں کھوئی ہوئی وہ حُسنِ یار، جو زیرِ نقاب تھا کیا تھا
نصیر پھر نہ میسر ہوا زمانے میں نصیر پھر نہ میسر ہوا زمانے میں
وہ اک نفس جو بنامِ شباب تھا کیا تھا





اب نہ پوچھو کہ ہے کیا میری نظر کی صورت
دشت کی بھی وہی صورت ہے جو گھر کی صورت
دیکھتی رہ گئی فریاد ، اثر کی صورت
تم کو اللہ نے بخشی ہے قمر کی صورت
ہم نے اُس دن سے نہ دیکھی کبھی گھر کی صورت
میرے مولیٰ! کوئی بن جائے ادھر کی صورت
آپ زنداں میں نکل آئے گی در کی صورت
اک تماشا ہے ادھر اور ادھر کی صورت
دل کا ہر زخم کھلا ہے گل تر کی صورت
تیری جانب مہ تاباں نے اگر ”کی صورت“
اللہ اللہ ! ترے خاک بسر کی صورت
جب ملے ، جھک کے ملے شاخِ شجر کی صورت
آنکھیں بچھتی ہیں وہاں راہ گزر کی صورت
ہم بھی اٹھنے کے نہیں پردہ در کی صورت

اللہ اللہ ! پس پردہ در کی صورت
ہر نفس ہے مجھے وحشت میں سفر کی صورت
دیکھنے دی نہ شبِ غم نے سحر کی صورت
چاندنی بن کے اتر آؤ مرے آگن میں
ہم نے جس دن تمہیں دیکھا تھا اچانک سرِ راہ
وہ بلا لیں مجھے ، یا آپ چلا جاؤں میں
سر سلامت رہے ، دیوار ہے ، دیوانہ ہے
ایک پامالِ الم ، دوسرا مشغولِ ستم
اک نظر آپ بھی دیکھیں تو ، بہار آئی ہے
داغ وہ کھائے گا سینے پہ ، مٹائے نہ مٹے
بال اُلجھے ہوئے ، دل سوختے ، ویراں آنکھیں
جن کو اللہ نے بخشے ہوں مقاماتِ بلند
جس طرف ہوتا ہے وہ جانِ جہاں محوِ خرام
اُس درِ ناز سے پردہ نہیں اٹھتا ، نہ اٹھے

تا دمِ زیتِ شکایت رہی آہوں سے نصیر
موت آئی ، تو نظر آئی اثر کی صورت





بلایا اگر میں نے ، آئیں گے کیا؟
 ہماری وفائیں بھلائیں گے کیا
 نیا کوئی فتنہ اٹھائیں گے کیا؟
 انہیں اور جھگڑوں سے فرصت کہاں
 خزاں جن کی قسمت میں لکھی گئی
 شمشیر سے ہمیں کون سا فیض ہے
 نہیں جن پہ چشمِ کرم آپ کی
 نزاکت قدم اٹھنے دیتی نہیں
 ہم اُن کی اداؤں پہ خود مر مٹے
 لو خشک ، دل خشک ، دم خشک ہے
 نصیر اہل دل کا بھرم ہے ابھی
 انہیں دیکھ کر مر نہ جائیں گے کیا؟



چار تنکوں کا سارا کچھ نہیں
 چین لوٹا ، دل مرا ویراں کیا
 جان دینے کے لئے حاضر ہیں ہم
 جستجو ایماں ، تن آسانی ، گناہ
 بے وفائی بھی ترا احسان ہے
 ہم سے دل لے کر یہ ظالم نے کہا
 اک نگاہِ لطف ہم پر بھی کبھی
 سارے عالم میں وہی وہ ہیں نصیر
 سب کچھ اُن کا ہے ، ہمارا کچھ نہیں





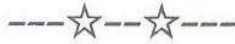
راہوں سے تری گزر رہا ہوں انکاروں پہ پاؤں دھر رہا ہوں
 انجام سے اپنے ڈر رہا ہوں مجموعہٴ خیر و شر رہا ہوں
 صحرا کی ہوا مجھے گوارا گلشن کی ہوا سے ڈر رہا ہوں
 احباب مرے برا نہ مانیں میں خود سے کلام کر رہا ہوں
 ظلماتِ سحابِ زندگی سے بجلی کی طرح گزر رہا ہوں
 میں ہوں وہ فریب خوردہ انساں سائے سے بھی اپنے ڈر رہا ہوں
 اُلفت ہے اگر گناہ ، لوگو! میں بھی یہ گناہ کر رہا ہوں
 آنکھوں سے لہو بہا بہا کر محفل میں تری نکھر رہا ہوں
 کچھ لوگ مجھے ڈبو چکے تھے موجوں کی طرح اُبھر رہا ہوں
 ہے مدِّ نظر ترا تصور آئینے سے بات کر رہا ہوں
 اے دستِ کرم! سمیٹ مجھ کو ذروں کی طرح بکھر رہا ہوں

میں بھی ہوں نصیر کیا تماشا
 جو ہو نہ سکے ، وہ کر رہا ہوں





وہ کبھی خواب میں آئیں تو سسی
حالِ دل اپنا سنائیں تو سسی
اُن کی ہر شرط ہے منظور مجھے
کیا پشیمائیں ہیں ستم پر اپنے
آج ہی پر نہیں موقوفِ کرم
لطف آ جائے گا اے واعظِ شہر!
کوئی دُشوار نہیں راہِ وفا
کون کافر ہے جو ہو مکرِ مے
کھینچ کے آجائیں گے مے خوار نصیر
میکدہ آپ سبائیں تو سسی



بے ہیں آپ مرے دل میں عمر بھر کے لئے
بلا خریدی ہے میں نے یہ عمر بھر کے لئے
جو بے غرض نہ ہو، جس میں نہ ہو خلوص کوئی
شبِ فراق کی لذت کہاں نصیب انہیں
ہوا یہی کہ رُکے بزمِ غیر میں جا کر
ہمارے دل کو متاعِ حیات کب سمجھا
جو داستانِ غم و درد کا خلاصہ ہو
ہوں کی آنکھ سے اوجھل ہے بندگی کا مقام
عدم کو لے کے چلا ہوں نصیر داغِ فراق
یہ زادِ راہ بہت ہے مجھے سفر کے لئے





آپ میں ظلم کے انداز اب آنے تو لگے
 بے حجابانہ سرِ بزم وہ آنے تو لگے
 خود نہ آئیں، وہ مجھے پاس بلانے تو لگے
 دیکھئے! آپ کے دامن سے نہ ذرے لپٹیں
 میرے کھلائے، مگر اُن کے رہے حضرتِ دل!
 کچھ نہ کچھ اپنی جفاؤں کا ہے احساس اُنہیں
 یہ بھی سوچا ہے کہ پھر کس پہ جفائیں ہوں گی
 مے کے چھینٹوں سے ابھی پیاس بجھے گی زاہد!
 اس سے بڑھ کر بھی توجہ کی طلب ہے تجھ کو
 تیرا کوچہ نہ سہی، دامنِ صحرا ہی سہی
 خیر سے چاہنے والوں کو ستانے تو لگے
 شرم کچھ دور ہوئی، آنکھ ملانے تو لگے
 رفتہ رفتہ ہی سہی، راہ پہ آنے تو لگے
 دلِ برباد کی خاک آپ اُڑانے تو لگے
 اُن کی جاگیر بنے، ہوش ٹھکانے تو لگے!
 شکوہ کرنے پہ بہانے وہ بنانے تو لگے
 آپ غصے میں مرے دل کو مٹانے تو لگے
 جھوم کر ابرِ سرِ میکدہ چھانے تو لگے
 چٹکیوں میں وہ تری بات اُڑانے تو لگے
 میری مٹی کہیں کبخت ٹھکانے تو لگے

اب نہ کہیے کہ ملاقات بڑی مشکل ہے
 اُن کی محفل میں نصیر آپ بھی جانے تو لگے





ہے آج پھر دل دیوانہ زخمہ یابِ جنوں
 جنوں کے شرمیں ہے ہم سے آبِ و تابِ جنوں
 ہماری کشتِ تمنا نہ کیوں پھلے پھولے
 یہ وہ سوال ہے جو حل طلب رہے گا سدا
 ابھی نہ چھیڑ مجھے شخنہ خرد کچھ دیر
 جنوں کی راہ میں چلنا کوئی مذاق نہ تھا
 یہ تحفہ درِ جاناں ہے تو بھی دیکھ فلک
 کتابِ شوق مرتب ہوئی سلیقے سے
 نمازِ عشق ادا کی اس اہتمام کے ساتھ
 خرد اٹھا نہ سکی پھر کوئی بھی ہنگامہ
 کسی نے چھیڑ دیا پھر کہیں ربابِ جنوں
 ہمیں نصیب ہے سرمایہ شبابِ جنوں
 تمام عمر برستا رہا سحابِ جنوں
 خرد کے پاس نہیں ہے کوئی جوابِ جنوں
 پلا رہی ہے کسی کی نظر شرابِ جنوں
 خرد چلی بھی تو دو گام، ہمرکابِ جنوں
 نشانِ سجدہ جبین پر ہے آفتابِ جنوں
 ہمارے نام سے ہے ابتدائے بابِ جنوں
 بہ فیضِ اشک کیا ہے وضو بہ آبِ جنوں
 چڑھی وہ ٹوٹ کے بُوئے شرابِ نابِ جنوں

تمام عمر کئی نت نئے تماشوں میں
 نصیر جلوہ جلوہ رہا خرابِ جنوں





ہم بنا لیں گے کہیں چھوٹا سا میخانہ الگ
 دُور اِس دنیا سے رہتا ہے یہ دیوانہ ' الگ
 اور اُس پر التفاتِ پیرِ میخانہ الگ
 بے خبر! ہوتا نہیں ہے دام سے دانہ الگ
 زندگی تَج کر بنایا ہم نے کاشانہ الگ
 رنگِ شاہانہ جدا ' شانِ فقیرانہ الگ
 اب نظر آتا نہیں گلشن سے ویرانہ الگ
 ہم مرتب کر رہے ہیں اپنا افسانہ الگ
 مجھ کو مل جاتی ہے مے پینے کو روزانہ ' الگ
 شمع سے رہتا نہیں جل کر بھی پروانہ الگ
 اب نہ شیشہ ہے جدا ہم سے ' نہ پیمانہ الگ
 وضعِ تقویٰ اور شے ' اندازِ رندانہ الگ
 دل لگی مے سے الگ ' ساقی سے یارانہ الگ

تو اگر رکھے گا ساقی ہم سے پیمانہ الگ
 اِس کی آبادی الگ ہے ' اِس کا ویرانہ الگ
 مے کشی کے ساتھ لُطفِ رقصِ پیمانہ الگ
 خالِ رُخ ' دل کی گرفتاری کا اک سامان ہے
 اک مقام ایسا کہ جیتے جی گزر ممکن نہیں
 خود نمائی اُس کی فطرت ' بے نیازی اِس کی خو
 گل کھلائے فصلِ گل آتے ہی دیوانوں نے یوں
 آنسوؤں سے لکھ رہے ہیں واقعاتِ زندگی
 تیرے صدقے، اب نہیں ساقی مجھے کوئی گلہ
 خاک پروانے کی ساری شب رہی اُس کے حضور
 میکدے میں ہم ہیں ' اپنے ہر نفس میں موجِ مے
 زاہدوں کو بادہ آشاموں پہ مت کیجئے قیاس
 پی رہا ہوں ' جی رہا ہوں ' شاد ہوں ' سرشار ہوں

میکدے میں اب بھی اتنی ساکھ ہے اپنی نصیر!
 اک ہمارے نام کا رہتا ہے پیمانہ "الگ"





گھر سے نکل کے سیرِ چمن کو چلا تو ہے
 رسمِ کرم نہ ہو جو نہیں ہے، جفا تو ہے
 اس بے کسی میں ہم کو یہ اک آسرا تو ہے
 تیری نظر میں چاہنے والا بُرا تو ہے
 ہم نے انہیں سنا تو دیا، دل کا ماجرا
 فریاد سن کے میری وہ ظالم لرز اٹھا
 طوفانِ غم میں موجِ بلا سے نہ ہو اداس
 اُس بارگاہِ ناز میں پہنچے تو جائے
 کوئی تو ہے رفیق، غمِ ہجر میں ضرور
 کہتے ہیں، یہ خبر تو نہیں ہے، وہ کون تھا
 تم سے رہا تعلقِ خاطر کا آسرا
 کیا فائدہ ہے روز کی جھک جھک سے ناصحو
 مٹ کر بھی صبح و شام تری رہ گزر میں ہوں

آئے گا وہ ہماری طرف بھی، سنا تو ہے
 قائم کسی حسیں سے کوئی سلسلہ تو ہے
 موجود نامہ بر نہ ہو، بادِ صبا تو ہے
 لیکن خطا معاف! تجھے چاہتا تو ہے
 اب دیکھئے جواب وہ کیا دیں، کہا تو ہے
 سب گراں کچھ اپنی جگہ سے ہلا تو ہے
 ساحلِ ملے، ملے نہ ملے، آسرا تو ہے
 قاصد ہوا سے تیز ادھر کو گیا تو ہے
 میں مانتا ہوں تم جو نہیں ہو، قضا تو ہے
 ہاں ایک شخصِ شمع کی صورت جلا تو ہے
 اچھا جو تم مرے نہیں ہوتے، خدا تو ہے
 میں اس چلن سے ہٹ نہیں سکتا ”کہا تو ہے“
 آخر مرا غبارِ ٹھکانے لگا تو ہے

دنیا کے اِہتام پہ مت جائیے حضور!
 جیسا بھی ہے نصیر، مگر آپ کا تو ہے





بے رُخی اُن کی ہر ادا میں ہے دل خدا جانے کس ہوا میں ہے
 اک جھلک اُس کی ابتدا میں ہے آزمائش جو انتہا میں ہے
 زُہد میں ہے نہ اِثقا میں ہے زندگی معتبر ، وفا میں ہے
 قصّے اوروں کے سُن رہا ہے کوئی داستاں میری التوا میں ہے
 خیر یا رب! مرے نشین کی برق بے تاب پھر گھٹا میں ہے
 زُلف کی چیرہ دستیاں ، تو آدمی پنچہ بلا میں ہے
 جس طرف چاہے اُس کا رُخ پھیرے ناؤ اب دستِ ناخدا میں ہے
 وہ غرورِ جمال میں گم ہیں مدّعی ، عرضِ مدّعا میں ہے
 راس آیا نہ جامہ ہستی آدمی تنگ سی قبا میں ہے

اور کچھ ہو نصیر میں کہ نہ ہو
 سیر چشمی ترے گدا میں ہے





حُسن کی بارگاہ میں رکھیے دل کو اُن کی نگاہ میں رکھیے
 حوصلہ اُن کی چاہ میں رکھیے وضعداریِ نباہ میں رکھیے
 اُن کے کوچے کی خاک ہے اکیر چُوئیے ، پھر کُلاہ میں رکھیے
 جو ہمیشہ رہیں شریکِ سفر ساتھ ایسوں کو راہ میں رکھیے
 چھوڑیے بھی مہ و نجوم کی بات اُن کا چہرہ نگاہ میں رکھیے
 مر ہی جائیں جو ہم کو مرنا ہے کیوں انہیں اشتباہ میں رکھیے
 ہجر کی تیرگی سے باز آیا اس کو زُلفِ سیاہ میں رکھیے
 جو خُدا کی پناہ میں ہیں نصیر
 خود کو اُن کی پناہ میں رکھیے



صبح سے ہے غرض ، نہ شام سے کام زندگی کو ہے اپنے کام سے کام
 ہم کو ہے مے کے اہتمام سے کام خوب چلتا ہے دھوم دھام سے کام
 اے مذاقِ طلب! ادھر لے چل آ پڑا اُن کے لطفِ عام سے کام
 آپ لائیں مرے خلافِ ثبوت! چل سکے گا نہ اِتمام سے کام
 وہ کہیں بھی ہمیں نظر آئیں ہم کو ہے اُن کے احترام سے کام
 ہم نے پوچھا تو ہنس کے فرمایا آپ کو کیا ہمارے نام سے کام
 بات کرنے پہ وہ بگڑتا تھا بن گیا نامہ و پیام سے کام
 جاگ اُٹھی نصیر کی قسمت
 آپ کو ، اور اس غلام سے کام؟





عشق نے جکڑا ہے مجھ کو اُس کڑی زنجیر سے
اور ہی کچھ ہو شبِ فرقت کے کٹنے کی سبیل
خطِ اسے مت کہہ، یہ لکھا ہے مری تقدیر کا
زندگی بھر اک سہانا خواب ہم دیکھا کیے
اُس نگاہِ ناز پر صدقے دل و جاں ہو گئے
اب تو بس دو ہچکیوں کی بات باقی رہ گئی
جس کے حلقے کھل نہیں سکتے کسی تدبیر سے
دلِ تصور سے بہلتا ہے، نہ اب تصویر سے
دل کو ہے اک ربطِ تیری شوخیِ تحریر سے
تیری صورت مل گئی اُس خواب کی تعبیر سے
آپ نے دیکھا؟ نشانے دو اڑے، اک تیر سے
آپ نے پوچھا مجھے، لیکن بڑی تاخیر سے
غم کی پہنائی کے سٹائے میں تنہا تھا نصیر
وہ تو کھو جاتا، مگر تم مل گئے تقدیر سے



ترا خیال رہے، تیری آرزو بھی رہے
وُفورِ شوق میں چاہت کی آبرو بھی رہے
یہ دو گھڑی کی رفاقت نہیں، محبت ہے
جمالِ حق مری آنکھوں کا نور بن کے رہا
ترے بغیر کبھی مے کا نام تک نہ لیا
خدا کرے کہ تجھے بھی غمِ محبت ہو
مجھے یہ دُھن ہے کہ محفل میں کوئی غیر نہ ہو
یہ دل ترا ہے کبھی اس میں آ کے تو بھی رہے
تلاشِ یار بھی ہو، اپنی جستجو بھی رہے
حیا تو حُسن کا زیور ہے، گفتگو بھی رہے
اگرچہ میری نگاہوں میں خُبرو بھی رہے
ہزار جامِ چلے، سامنے سبُو بھی رہے
تمام عُمر گرفتارِ عشق، تو بھی رہے
اُسے یہ ضد ہے کہ میں بھی رہوں، عُدو بھی رہے
سنا ہے اُن کی ملاقات کو گئے تھے نصیر
ملے وہ آپ سے، آپ اُن کے رُوبرو بھی رہے





ہائے وہ وقت ، وہ باتیں ، وہ زمانا دل کا
 زندگی گزری ، مگر درد نہ جانا دل کا
 مشغلہ ہے یہ نہایت ہی پرانا دل کا
 دیکھ کر اُن کو وہ پھولے نہ سمانا دل کا
 روگ دشمن کو بھی یا رب! نہ لگانا دل کا
 اور پھر اُس پہ غضب ہنس کے بنانا دل کا
 بے ٹھکانے ہے بہت دن سے ، ٹھکانا دل کا
 ”ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا دل کا“
 زیب دیتا نہیں ایسوں کو ستانا دل کا
 آؤ ہم تم کو سکھاتے ہیں ملانا دل کا
 آپ کیوں کھیل سمجھتے ہیں مٹانا دل کا
 لٹ گیا کوچہ جاناں میں خزانہ دل کا
 اب تو ممکن ہی نہیں لوٹ کے آنا دل کا

اُن کے اندازِ کرم ، اُن پہ وہ آنا دل کا
 نہ سنا اُس نے توجہ سے فسانا دل کا
 کچھ نئی بات نہیں حُسن پہ آنا دل کا
 وہ محبت کی شروعات ، وہ بے تھاہ خوشی
 دل لگی ، دل کی لگی بن کے مٹا دیتی ہے
 ایک تو میرے مقدر کو بگاڑا اِس نے
 میرے پہلو میں نہیں آپ کی مُٹھی میں نہیں
 وہ بھی اپنے نہ ہوئے ، دل بھی گیا ہاتھوں سے
 خوب ہیں آپ بہت خوب ، مگر یاد رہے
 بے جھجک آ کے ملو ، ہنس کے ملاؤ آنکھیں
 نقش بر آب نہیں ، وہم نہیں ، خواب نہیں
 حسرتیں خاک ہوئیں ، مٹ گئے ارماں سارے
 لے چلا ہے مرے پہلو سے بصد شوق کوئی

اُن کی محفل میں نصیر اُن کے تبسم کی قسم
 دیکھتے رہ گئے ہم ، ہاتھ سے جانا دل کا





نظر میں بھی نہیں اب گھومتا پیانہ برسوں سے
 نہ پینے کو ملی اک گھونٹ، بے باکانہ برسوں سے
 سرِ صحرا جدھر دیکھو اُداسی ہی اُداسی ہے
 کبھی خلوت، کبھی جلوت، کبھی ہنسنا، کبھی رونا
 یہ تکلیفِ قدم بوسی، یہ اندازِ پزیرائی
 میسر آئی کیا ہم کو گدائی آپ کے در کی
 وہ اپنی ذات کے صحرا میں شاید تیرا جو یا ہے
 نصیر اب اپنی آنکھیں اٹھ نہیں سکتیں کسی جانب
 مرے پیش نظر ہے اک تجلی خانہ برسوں سے



یہ کیا کہہ گئے مجھ کو کیا کہتے کہتے
 کہیں یہ نہ ہو آنکھ بھر آئے قاصد
 اٹھا تھا میں کچھ اُن سے کہنے کو، لیکن
 وہ سنتے مگر اے ہجومِ تمنا!
 زمانے کی آغوش میں جا پڑے ہم
 پلائے گا ساتی تو اپنی پڑے گی
 نگاہیں جھکیں، لب ہلے، مسکرائے
 ادھوری رہی داستانِ محبت
 بھلا کہہ گئے وہ بُرا کہتے کہتے
 مری داستانِ وفا کہتے کہتے
 زباں رک گئی بارہا ”کہتے کہتے“
 ہمیں کھو گئے مدعا کہتے کہتے
 زمانے کو نا آشنا کہتے کہتے
 کسی دن روا، ناروا کہتے کہتے
 وہ چپ ہو گئے جانے کیا کہتے کہتے
 جہاں سے کوئی اٹھ گیا ”کہتے کہتے“

نصیر ایسے اشعار اُن کو سناؤ
 وہ شرمائیں بھی مرجا کہتے کہتے





ہنس دیئے چمن میں گل، کس لئے خدا جانے
وہ ہمیں الگ سمجھے، وہ ہمیں جدا جانے
اک چھپی ہوئی شے کی، اصل کوئی کیا جانے
ہم تو آپ پر صدقے، آپ ہم سے بیگانہ
اُس نگاہ سے ہم کو ہے اُمید مرہم کی
ہم نے اُن سے جب پوچھا، کیا ہوا ہمارا دل
تیرے در کے ٹکڑوں نے، جس گدا کو پالا ہو
آپ کیوں ہوئے مضطر، آپ کیوں پریشاں ہیں
ہم تو ہوش کھو بیٹھے، دیکھ کر دمِ زینت
خلق کی نگاہوں میں، میں بُرا سی، لیکن
کیا کہا بہاروں نے، بات یہ صبا جانے
ہم جنہیں زمانے میں، اپنا آشنا جانے
دردِ دل کا قصہ ہے، کون دوسرا جانے
ابتدا میں یہ عالم، انتہا خدا جانے
جو خلش بڑھا رکھے، زخم ہی لگا جانے
ہنس کے چپ رہے پہلے، پھر کہا، خدا جانے
وہ کسی کو کیا سمجھے، وہ کسی کو کیا جانے
ہم پہ جو گزرتی ہے، آپ کی بلا جانے
آنے پہ کیا گزری، اس کو آنا جانے
آپ کیوں بُرا سمجھے، آپ کیوں بُرا جانے

یہ شرفِ نصیر اُس کی بارگہ میں کیا کم ہے
وہ تری دُعا سُن لے، تیرا مَدعا جانے





ہم ہی نہیں ہیں اُن پہ فدا، اور بھی تو ہیں
انداز بے رُخی کے سوا اور بھی تو ہیں
پابندِ رسم و راہِ محبت ہمیں نہیں
رو رو کے کہہ رہا ہے کوئی داستانِ غم
غنجوں ہی کی شگفت میں گم ہو گئی صبا
فرعون ہی پہ ختم نہیں قصہ انا
میں نے کہا جو اُس سے کہ یوسف ادا ہے تو
کچھ لوگ زندگی سے خفا اور بھی ہو ہیں
فتنے تمہارے دم سے پُرا اور بھی تو ہیں
زنجیرِیانِ ذوقِ وفا اور بھی تو ہیں
ہنس کر وہ کہہ رہے ہیں، جُدا اور بھی تو ہیں
صحنِ چمن میں تنگ قبا اور بھی تو ہیں
برخود غلط بہت سے خدا اور بھی تو ہیں
شرما کے اُس نے مجھ سے کہا! اور بھی تو ہیں

میں ہی نہیں ہوں کشتہ تیغِ ستم نصیر
اُن کی گلی میں میرے سوا اور بھی تو ہیں



فرقت میں نفسِ نفسِ سزا ہے
صحرا میں سکون مل رہا ہے
آسان کب ابتدائے اُلفت
بے حد و حساب، اُس کی بخشش
پھولوں سے یگانگت ہے مجھ کو
قربت میں تھی سازِ دل کی لے اور
پامالِ خزاں ضرور ہوگا
پہچان سکا نہ وہ ہمیں بھی
اللہ! ترا ہی آسرا ہے
احسان یہ اے جنوں! ترا ہے
آزار و الم کی انتہا ہے
اب بھی جو خطا نہ ہو، خطا ہے
ان میں مرا خون دوڑتا ہے
فرقت میں کچھ اور ہی نوا ہے
جو پھول بہار میں کھلا ہے
اُس نے تو کمال کر دیا ہے
کس کس کو سناؤں حالِ غم کا
ہر شخص نصیر! پوچھتا ہے





ہمیں پینے پلانے کا مزا اب تک نہیں آیا
خدا معلوم کب تک آئے گا، اب تک نہیں آیا
کوئی ایسا ستگر دوسرا اب تک نہیں آیا
نہیں آیا تو اندازِ وفا اب تک نہیں آیا
مری جانب کوئی تیرِ قضا اب تک نہیں آیا
ذرا پھر دیکھ لو یہ کیا کہا! ”اب تک نہیں آیا؟“
نظر کوئی بھی ساحل آشنا اب تک نہیں آیا
خطا کاروں کو اندازِ خطا، اب تک نہیں آیا
یہ دنیا چھوڑ کر جو بھی گیا، اب تک نہیں آیا
کوئی جگنو، کوئی روشن دیا، اب تک نہیں آیا
یہ اک ہم ہیں، کہ ہم کو بھولنا اب تک نہیں آیا

سرِ میخانہ کوئی پارسا اب تک نہیں آیا
کیا وعدہ، مگر وہ بے وفا اب تک نہیں آیا
فلک کی گردشیں حیراں ہیں اُس کی بے مثالی پر
شباب آیا، حجاب آیا، ادا میں آگئیں اُن کو
نگاہیں اُن کی اُنھیں، گھوم پھر کر غیر تک پہنچیں
شہی اے ہم نشینو! نامہ بر کی کچھ خبر لاؤ
ہزاروں کو ہے دعویٰ ناخدائی کا، مگر ہم کو
مرے نزدیک تو عذرِ خطا انکارِ رحمت ہے
پلٹ کر آ نہیں سکتا عدم کی راہ سے کوئی
مرے غم خانہ ہستی کی شب تاریک ہے کتنی
یہ اک تم ہو، کہ اک مدت سے ہم کو بھولے بیٹھے ہو

نصیر اُس نے دمِ رخصت نہ کیا کیا کھائی تھیں قسمیں
مگر دیکھو ذرا، وہ بے وفا اب تک نہیں آیا





مسندِ ناز پہ جب وہ ستم ایجاد آیا
کامِ ایمان کے آخرِ مرا الحاد آیا
اُن کی محفل میں یہ جانے کا نتیجہ نکلا
آمد و رفت کی اُس بزم میں صورت یہ رہی
ایک جان اور دو قالب بھی رہے ہیں ہم تم
قتل ہونے کے لئے میں نے جھکا دی گردن
ہم بہت روئے ہیں صیاد کے گھر میں گھر کر
جُتجو میں تری جو شخص گیا ، شاد گیا
اتنا اترائیں بہاروں پہ نہ اہل گلشن
کار فرما ہے کسی مصلحتِ خاص کی رو
ذہنِ انساں پہ یہ بیکار ہیں سارے پہرے
داد ہو یا کہ ہو بیداد ، ستم ہو کہ کرم
قیس و فرہاد کو یک گو نہ رہا مجھ سے خلوص

ٹوٹ کر ایک جہاں برسرِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بُتِ کافر کو ، خدا یاد آیا
میں گیا شاد ، مگر ٹوٹ کے ناشاد آیا
بہ سر و چشم گیا ، حاملِ فریاد آیا
ہائے ! کیا دور تھا تم کو بھی کبھی یاد آیا؟
مسکراتا ہوا اِس شان سے جلاد آیا
چار رنگوں کا نشیمن جو ہمیں یاد آیا
جو ترے شر سے آیا ہے ، وہ برباد آیا
ہم بھی تھے مائلِ پرواز کہ صیاد آیا
ورنہ میرا یہ مقدر ، کہ تمہیں یاد آیا؟
اُسے پابند کرے کون ، جو آزاد آیا
کچھ بھی ہو ، میرا مقدر کہ تمہیں یاد آیا
جب بھی دیکھا تو پکار اُٹھے کہ اُستاد آیا

وہ بھی ملتا جو گلے سے تو خوشی عید کی تھی
کوئی رہ رہ کے نصیر آج بہت یاد آیا





وفا ہو کر، جفا ہو کر، حیا ہو کر، ادا ہو کر
 مرا کہنا یہی ہے، تُو نہ رخصت ہو خفا ہو کر
 نہ وہ محفل، نہ وہ ساقی، نہ وہ ساغر، نہ وہ بادہ
 معاذ اللہ! یہ عالم بُتوں کی خود نمائی کا
 ہر صورت وہ دل والوں سے دل کو چھین لیتے ہیں
 نہ چھوڑو ساتھ میرا ہجر کی شب ڈوبتے تارو!
 انہیں پھر کون جانچے، کون تولے گا نگاہوں میں
 مرے دل نے حسینوں میں مزے لوٹے محبت کے
 جہاں سے وہ ہمیں ہلکی سی اک آواز دیتے ہیں

سنجالیں اپنے دل کو ہم کہ روئیں اپنی قسمت کو
 چلے ہیں اے نصیر زار! وہ ہم سے خفا ہو کر



بڑھاؤ اور نہ تم بدحواسیاں میری
 مری انا سے بڑھیں خود شناسیاں میری
 وہ دشمنی، کہ رہا جس پہ دوستی کا گماں
 کفن بھی ہو گا مرا پاک صاف اور نیا
 میں اُن کا ہوں، میں اُنہی کی تلاش میں گم ہوں
 ادا ہو یا کہ حیا، بے رخی ہو یا کہ جفا

نصیر! ایک جھلک حسن کی تھی ہوش رُبا
 بڑھا گیا ہے کوئی بدحواسیاں میری



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492



سچ کو، تم نے گزاری ہے کہاں ساری رات
دل رہا ہے تری جانب گمراہ ساری رات
دل جو دھڑکا، تو رہے اشک رواں ساری رات
پھر تو لگ پائے نہ تالو سے زباں ساری رات
میں کہاں، آپ کہاں، اور کہاں ”ساری رات“
جگمگاتا ہی رہا میرا مکاں ساری رات
ہجر میں وصل کا رہتا ہے سماں ساری رات
رات بھر رُخ بھی ادھر کا نہ کیا اُس نے نصیر
خواب کیا، زیت رہی ہم پہ گراں ساری رات



دور جو رہتا تھا مجھ سے، وہ سرِ شام آگیا
میرے لب پر دفعتاً اللہ کا نام آگیا
ہوک سی دل میں اٹھی، لب پر ترا نام آگیا
کام آنا تھا محبت میں اسے، کام آگیا
رند یہ سمجھے، کہ گردش میں کوئی جام آگیا
سچ تو یہ ہے، دل محبت میں بڑے کام آگیا
خُم جھکا، ساقی کھلا، رند آ گئے، جام آگیا
آج آخر کون گلشن میں تر دام آگیا
گھر گئے کس واسطے غم کی گھٹاؤں میں نصیر
کیا خیال گیسوئے جاناں سرِ شام آگیا؟



سینکڑوں آ کے رہے دل میں گماں ساری رات
ہر نفس پر تری آہٹ کا گماں ساری رات
جستجو میں تری تھک ہار کے بیٹھا نہ گیا
غیر کو بزم میں غیبت کا بہانہ مل جائے
دو گھڑی بھی ہے غنیمت مرے گھر میں رُکنا
وہ سرِ شام ذرا دیر کو آ نکلے تھے
چاند تاروں میں تری شکل نظر آتی ہے

جذبِ دل پر ناز تھا مجھ کو، مرے کام آگیا
حسن برساتا ہوا جب وہ سرِ بام آگیا
چارہ گر بولا کہ بچنے کی کوئی اب کر سبیل
جو گزرنی تھی وہ گزری، غم نہیں دل کا ہمیں
التفاتِ خاص سے دیکھا جو ساقی نے کبھی
بے ٹھکانے ہو کے رہ جاتے غم و رنج و ملال
لطف فرما جب نگاہِ پیرِ میخانہ ہوئی
باغباں مسرور، گلچیں شاد، خوش صیاد بھی



دل کو مرے نہ چین بلا عمر بھر کہیں
سر پھوڑ لے نہ آپ کا آشفۂ سر کہیں
اس راہ سے ہوا نہ ہو اُن کا گزر کہیں
اچھا ہوا ہے عشق میں زخمِ جگر کہیں؟
برباد ہو نہ جائے متاعِ نظر کہیں
جب چھڑ گئی، تو بات ہوئی مختصر کہیں؟
مرہم کہیں ہے زخمِ کہیں، چارہ گر کہیں
لیکن ڈھلے تو غم کی کڑی دوپہر کہیں
اُس نے لگائی ہو نہ ادھر کی ادھر کہیں
بیگانہ وار، وہ بھی سرِ رہگزر کہیں
خود بھی نہ لٹ گیا ہو مرا نامہ بر کہیں
دھوکا نہ کھا رہی ہو یہ میری نظر کہیں

ٹکرا گئی تھی اُن کی نظر سے نظر کہیں
ہو جایے کبھی نہ کبھی جلوہ گر کہیں
قلب و نظر میں حشرِ بپا، جان مضطرب
اے چارہ ساز! سر نہ کھپا، اپنی راہ لے
للہ! آپ حُسن کے تیور سنبھالیے
کنا پڑے گی کھل کے مجھے داستانِ دل
مجروحِ نیشِ وقت کا اللہ رے علاج
دل چاہتا ہے شامِ تمنا، شبِ وصال
مجھ سے کھنچے ہوئے ہیں تو خوش ہیں وہ غیر سے
ملتا ہے آج کل ہمیں اک شخصِ اس طرح
سنتا ہوں، لوٹ لیتے ہیں وہ اک نگاہ میں
آئے ہیں آپ، اور مرے گھر، رہے نصیب

سوچیں تو، کہہ رہے ہیں کسے بے وفا نصیر
الزام آ نہ جائے یہ اپنے ہی سر کہیں





آمد و رفت ہے صبا کی طرح
برہی اُس کی ہے سزا کی طرح
کم نہیں خونِ دل میں رنگینی
اُن کے عہدِ شباب سے خوش ہوں
اور کچھ ہو نہ ہو بتوں میں ، مگر
چاند مائل بھی ہے ، گریزاں بھی
سُرخو کر دیا زمانے نے
راہزن ، رہ نما نہیں ہوتے
مے یقیناً حرام ہے ، زاہد!
میں بھی موجود ہوں جہاں میں ، مگر
اُن کی اُلفت کا مدّعی ہو کر
آئے وہ ، چل دیئے ہوا کی طرح
زُلف سر چڑھ گئی بلا کی طرح
رنگ لاتا ہے یہ حنا کی طرح
پڑ گئی خیر سے حیا کی ”طرح“
بے نیازی ہے کچھ ، خدا کی طرح
ہو ہو میرے دلربا کی طرح
پس ڈالا ہمیں حنا کی طرح
بات کرتے ہیں رہنما کی طرح
گھونٹ دو گھونٹ پی ، دوا کی طرح
ایک کھوئی ہوئی صدا کی طرح
دل ہے ناکام ، مدّعا کی طرح

زندگی کس کی ہو سکی ہے نصیر
یہ بھی ہے ، ایک بے وفا کی طرح





عمر بیتی ہے حالِ غم کہتے اور کیا داستان ہم کہتے
 اپنی رُودادِ رنج و غم کہتے کوئی سُنتا تو اُس سے ہم کہتے
 آڑے آتے ہیں داغِ دل ، ورنہ کوچہ یار کو اِرم کہتے
 بات چھڑتی اگر تغافل کی ہم ستم کہتے ، وہ کرم کہتے
 تُو نہ چُھپتا اگر نگاہوں سے لوگ پتھر کو کیوں صنم کہتے
 وہ جو رسنا بھی مہرباں ہوتا ہم اِسے عشق کا بھرم کہتے
 حالِ غم کہہ رہا ہوں رُک رُک کر دل دھڑکتا ہے ایک دم کہتے
 نام کیوں لے لیا مقدر کا اُن کی زلفوں کا ایک خم کہتے
 کبھی ملتے ، تو اپنا اپنا غم ہم سے وہ ، اور اُن سے ہم کہتے
 ایک اُفتاد ہو ، تو ذکر کریں دم ٹکلتا ہے حالِ غم کہتے

کس نے اپنا نصیر ! ساتھ دیا
 کس کو دُنیا میں ہمقدم کہتے





ہاتھ آ جائے مرے درد کا درماں کوئی
 اب بجز قُرب نہیں زیست کا امکاں کوئی
 کھو چلا کوچہ جاناں میں دل و جاں کوئی
 مطمئن سو نہ سکا خُلق میں انساں کوئی
 یوں ترے مُصحفِ رُخ پر ہیں نگاہیں اپنی
 مضطرب میں بھی زمانے کی کڑی دھوپ میں ہوں
 حُسن اک قہر ہے، آفت ہے، غضب ہے یارو!
 آپ کی بات سمجھتا ہوں، کہوں، یا نہ کہوں
 مسکراتے ہیں مجھے دیکھ کے دُنیا والے
 ہے یہ اقرار کی تکرار، کہ انکار کا رنگ
 ہم وفا پیشہ، کریں گے نہ وفا کا چرچا
 میں یہ کہتا ہوں، کوئی تیر ہے دل میں جیسے
 کج کُلاہوں سے نہیں خاک نشینوں کو غرض
 ایسی گردش بھی ہو، اے گردشِ دوراں کوئی
 ورنہ ہوتا نہیں شرمندہ احساں کوئی
 یوں بھی اللہ نہ ہو بے سرو ساماں کوئی
 آ ہی جاتا ہے نظر، خوابِ پریشاں کوئی
 شوق سے جیسے تلاوت کرے قرآن کوئی
 چاہتا ہوں کہ چُھپا لے تہِ داماں کوئی
 دل لگائے نہ کہیں بھول کے انساں کوئی
 آپ دانا سہی، میں بھی نہیں ناداں کوئی
 میرے اللہ نہ ہو مجھ سا پریشاں کوئی
 کہہ رہا ہے مری ہر بات پہ ”ہاں ہاں“ کوئی
 کر کے احسان جتاتا نہیں احساں کوئی
 وہ یہ کہتے ہیں، مچلتا نہ ہو ارماں کوئی
 اپنے گھر بیٹھے، جو ہو وقت کا سُلطان کوئی

جب ذرا ترکِ تعلق کی چلے بات نصیر
 تھام لیتا ہے بڑے پیار سے داماں کوئی





کہنے سُننے سے نہ آپس میں صفائی ہو گی
 چشمِ صحرا میں نظر آئے نہی کے آثار
 بس یہی سوچ کے لب بستہ ہیں تیرے خاموش
 میرے نالوں میں تھا ارمانوں کا ماتم شامل
 کچھ وہ طبعاً بھی تھے شعلہ روش و گرم مزاج
 یوں گھلا ہے نہ گھلے گا یہ مُعَمّا دل کا
 التفاتِ نگہ یار یہ کہتا ہے نصیر
 اُس کی محفل میں کبھی اپنی رسائی ہو گی



عشق میں صبرِ کارگر نہ ہوا
 نخلِ اُمید بارور نہ ہوا
 اتنا آساں نہیں کسی پہ کرم
 ہم ہوئے لاکھ سب سے بیگانے
 جس طرف انتظار میں ہم تھے
 غیر گھر کر گیا ترے دل میں
 ہم وفا کر کے بے وفا ٹھہرے
 کوئی الزام تیرے سر نہ ہوا
 میرے حالات سے نصیر اب تک
 باخبر ، حُسنِ بے خبر نہ ہوا





حقیقت دیکھ لیں خود جوڑ کر تصویر کے ٹکڑے
دُعا کی تھی تو تھوڑی دیر ظالم صبر کرنا تھا
یہی جیب و گریباں تھے مرا سرمایہ لے دے کر
وفا کا ذکر بھی ہے، بے وفائی کی شکایت بھی
مخاطب ہے عدو، لیکن نشانہ میری چاہت ہے
اثر ہو کم سے کم اتنا تو سوزِ شمعِ محفل کا
وفاؤں کا محل میں نے جتن کر کے بنایا تھا
کھٹکتے ہیں تو دل محسوس کرتا ہے عجب لذت
خزاں تک یہ قفس ہے، یہ اسیری ہے، یہ پابندی
شراروں سے مری آہ و فغاں کے ہے فلک روشن
جو خط میں، میں نے اپنی غمزدہ تصویر بھی بھیجی

یہ میرے دل کے ٹکڑے ہیں، یہ اُن کے تیر کے ٹکڑے
تری آہ و فغاں نے کر دیئے تاثیر کے ٹکڑے
جُنوں نے کر دیئے آخر مری جاگیر کے ٹکڑے
جُدا اک دوسرے سے ہیں تری تحریر کے ٹکڑے
انہیں میں تیر سمجھوں، یا کہوں تقریر کے ٹکڑے
جو گل کترے، تو ہو جائیں وہیں گل گیر کے ٹکڑے
جفاؤں سے اڑائے تُو نے اِس تعمیر کے ٹکڑے
ترے طعنے کے نشتر ہوں کہ تیرے تیر کے ٹکڑے
بہار آئی، تو ہو جائیں گے خود زنجیر کے ٹکڑے
یہ تارے ہیں، کہ میرے نالہ شکیں کے ٹکڑے
اڑائے خط کے پُرزے، کر دیئے تصویر کے ٹکڑے

نہ چھوٹے اے نصیر! اب آستانِ مُرشدِ کامل
ملیں مجھ کو اسی در سے مری تقدیر کے ”ٹکڑے“





گھر سے دل تھامے ہوئے کیا نکلے کوچہ یار میں ہم جا نکلے
 کاش ارماں مرے دل کا نکلے گھر سے چل کر وہ ادھر آ نکلے
 یا تو لے جائے مجھے ساتھ اجل یا کوئی غم کا مداوا نکلے
 تھا زمانے میں کرم کا شہرہ آپ تو قہر سراپا نکلے
 ہر قدم پر ہیں نگاہیں مشتاق گھر سے بے پردہ کوئی کیا نکلے
 کر گیا کام ، تبسم اُن کا جتنے شکوے تھے وہ بے جا نکلے
 ہم سمجھتے تھے جنہیں ماہ و نجوم آپ کے نقشِ کفِ پا نکلے
 جب وہ سُنتے ہی نہیں بات مری کس طرح دل کی تمنا نکلے
 اُن کے ہمراہ ادائیں نکلیں وہ کبھی گھر سے نہ تنہا نکلے

مہرباں ہم پہ نہیں جب وہ نصیر
 کس طرح حوصلہ دل کا نکلے





یہ کام ہم نے جنوں میں کیا کیا ، نہ کیا
 فورِ شوق میں کیا اعتبار سانسوں کا
 ہم آتے جاتے رہے میکدے میں شام و سحر
 پیالہ ہاتھ میں لینا ہی میگساری ہے
 ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم گلہ نہ کریں
 تمام عمر حسینوں کو ٹوٹ کر چاہا
 سلامِ شوق کیا ، جب کوئی بلا ہم کو
 چلے بھی آئے ! کل کا کچھ اعتبار نہیں
 ہم اپنی منزلِ مقصود کی لگن میں رہے
 خدا گواہ ، محبت تو کی ، وفا نہ سہی
 ہوا جو چاک گریباں سیا سیا نہ سیا
 رہا رہا نہ رہا میں ، جیا جیا نہ جیا
 شریکِ جام کسی نے کیا کیا نہ کیا
 بلا سے گھونٹ جو ہم نے پیا پیا نہ پیا
 صلہ وفاؤں کا اُس نے دیا دیا نہ دیا
 انہوں نے نام ہمارا لیا لیا نہ لیا
 جواب چاہے کسی نے دیا دیا نہ دیا
 مریضِ ہجر ، سحر تک جیا جیا نہ جیا
 ہمارا ساتھ کسی نے دیا دیا نہ دیا
 یہ ایک زہر کا پیالہ پیا پیا نہ پیا

نصیر خیر سے ہو جائے گی حیاتِ بسر
 کسی کا ہم نے سہارا لیا لیا نہ لیا





اُن کی نظریں رازِ اُلفت پا گئیں
 حُسن کی کرنیں تھیں، سب پر چھا گئیں
 کیا بتائیں کیوں ہے آنکھوں میں نمی
 حسرتیں جب تک تھیں، دل آباد تھا
 چاند کی کرنوں کو تھا خود پر غرور
 بے وفا ہو کر وفا کے تذکرے
 اُن کے جلووں کی کرم فرمائیاں
 فتنہ ساماں تھیں نگاہیں آپ کی
 میں یہی سمجھا کہ وہ خود آ گئے
 خوابِ غفلت میں نصیر اب تک تھا میں
 زندگی کی ٹھوکریں چونکا گئیں



کہتے ہیں کوئی مول نہیں دل کا، مگر ہے
 ہاں عشق نہیں اُن کو، مگر اُس کا اثر ہے
 اپنے لئے آئینہ بنایا مرے دل کو
 منزل پہ اُڑائے لیے جاتی ہیں ہوائیں
 اے ساقی میخانہ! عنایت کی نظر ہو
 کلیوں کا تکلم ہے تو پھولوں کا تبسم
 ہلکا سا تبسم ہے، اچھتی سی نظر ہے
 تسکین کی صورت نہ ادھر ہے نہ ادھر ہے
 مجھ پر یہ بڑا ہی کرم آئینہ گر ہے
 ہر ذرہ مری خاک کا سرگرم سفر ہے
 تھوڑی سی ملے مجھ کو بھی، شیشے میں اگر ہے
 کس درجہ دل آویز، گلستاں کی سحر ہے
 اُس زلف کے پھندے میں نصیر آ گئے آخر
 آپ اُن کے ہوئے، اُن کی بکلا آپ کے سر ہے





فراق غم ہے ، وہ غم بھی اسے نہیں کہتے
 بلا ہے زلف ، یہ ہم بھی اسے نہیں کہتے
 کچھ ایسے لوگ ، محبت کو غم کا نام دیا
 ملی تو دیدہ ساقی سے ، تشنگی تو مٹی
 چراغِ جادہ اُلفت کو کیا کہے کوئی
 وہ ہاتھ رکھ کے مرے سر پہ ، بات کرتے ہیں
 تری نگاہ دل و جاں کی روشنی نہ سہی
 معاف کیجئے بے اعتنا نظر سے ہمیں
 وجود، عکسِ تجلی ، نمود، وہم و گماں
 مشابہت ترے جلوؤں کی آفتاب میں ہے

ستم تو یہ ہے ، ستم بھی اسے نہیں کہتے
 حضور! ابرِ کرم بھی اسے نہیں کہتے
 وہ لوگ بھی ہیں جو غم بھی اسے نہیں کہتے
 بہت نہیں ہے تو کم بھی اسے نہیں کہتے
 جو تیرا نقشِ قدم بھی اسے نہیں کہتے
 قسم خدا کی ، قسم بھی اسے نہیں کہتے
 چراغِ دیر و حرم بھی اسے نہیں کہتے
 ستم نہیں ، تو کرم بھی اسے نہیں کہتے
 عدم ہے ، اور عدم بھی اسے نہیں کہتے
 تری مثال تو ہم بھی اسے نہیں کہتے

وہ ہم سے کرتے ہیں باتیں ستم کے پردے میں
 نصیر ! حُسنِ کرم بھی اسے نہیں کہتے





اپنی گزری نہ کسی حال بھی آرام کے ساتھ
بادہ نوشی ہو بڑے چین سے آرام کے ساتھ
ہم تری زلفِ گرہ گیر سے کھل کھیلیں گے
تیرگی جتنی بڑھی اتنے ہی چمکے آنسو
وہ مرا دل تھا، یہ میخانے کا دل ہے ظالم
میری رسوائی میں ناداں! تری رسوائی ہے
یہ الگ بات کہ محروم نظارہ تھی نظر
یہ کرم کم ہے کہ وہ یاد کریں تجھ کو نصیر
پیار سے اب ہو ترا ذکر، کہ دشنام کے ساتھ



خلوصِ دل سے جو تو ہم پہ مریاں ہوتا
نصیب میں نہ اگر تیرا آستان ہوتا
تمہارا قربِ میسر جو میری جاں! ہوتا
حضورِ حُسن تو حرف و صدا ہے گستاخی
یہ سب تمہارے تعافل کا اک کرشمہ ہے
تمہارے دم سے ہے میرا وجود، میری نمود
مجال تھی کہ مخالف یہ آسمان ہوتا
تو کیا خبر کہ ٹھکانا مرا کہاں ہوتا
بہار ہوتی، چمن ہوتا، آشیاں ہوتا
بس ایک اشک بہت تھا، اگر رواں ہوتا
نہ تم بدلتے، نہ یوں میں ہی بدگماں ہوتا
تمہارا جلوہ نہ ہوتا تو میں کہاں ہوتا
نصیر! اُن کو سنانا تھی داستانِ الم
اگر نہ سلسلہ شوق درمیاں ہوتا





نہ وہ ذوقِ دیدہ دری رہا، نہ وہ شانِ جلوہ گری رہی
وہ حیاتِ اصل میں کچھ نہیں، جو حیاتِ غم سے بری رہی
کوئی غنچہ سر نہ اٹھا سکا، کوئی شاخِ گل نہ ہری رہی
نہ کبھی نگاہ تھی حور پر، نہ کبھی نظر میں پری رہی
مری زندگی کے نصیب میں، جو رہی تو در بہ دری رہی
جو ترے کرم کی نظر نہ ہو، تو متاعِ دل نظری رہی
نہ جنوں کی جامہ دری رہی، نہ خرد کی درد سری رہی
ترے آستانہ ناز پر، جو دھری جییں تو دھری رہی
ترا ہجر، شب کا سہاگ تھا، مرے غم کی مانگ بھری رہی
نہ کوئی رفیق، نہ ہم سفر، مرے ساتھ بے خبری رہی

کوئی جائے طور پہ کس لئے کہاں اب وہ خوش نظری رہی
جو خلش ہو دل کو سکوں ملے، جو تپش ہو سوزِ دروں ملے
جو خزاں کی گرم روی بڑھی تو چمن کا روپ جھلس گیا
مجھے بس ترا ہی خیال تھا ترا روپ، تیرا جمال تھا
ترے آستان سے جدا ہوا تو سکونِ دل نہ مجھے ملا
ترا حسن آنکھ کا نور ہے، ترا لطف وجہِ سرور ہے
جو ترے خیال میں گم ہوا تو تمام وسوسے مٹ گئے
مجھے بندگی کا مزا ملا، مجھے آگہی کا صلہ ملا
یہ مہ و نجوم کی روشنی ترے حسن کا تو بدل نہیں
رہِ عشق میں جو ہوا گزر، دل و جاں کی کچھ نہ رہی خبر

ترے حاسدوں کو ملال ہے، یہ نصیر فن کا کمال ہے
ترا قول تھا جو سند رہا، تری بات تھی جو کھری رہی





ملنے جُلنے سے انحراف کیا
دل تمہاری طرف سے صاف کیا
یہ تو اُن کی پُرانی عادت ہے
بزم میں مہرباں ہوئے جو کبھی
ایک ہیں اُن کو اپنے بیگانے
اُس کی بخشش نے کی پزیرائی
جان کر اُن سے بے رُخی برتی
دیکھئے! پھر خطا ہوئی سر زد
وہ مخالف نہ تھے، مگر اُن کو
آج ہم نے نصیرِ مستی میں
کوچہ یار کا طواف کیا



جو کفن باندھ کے سر سے گزرے
دل سے گزرے کہ جگر سے گزرے
اُن میں شامل تھا مرے دل کا لہو
راستے بند، بلا کے پہرے
اور کوئی نہ چچا آنکھوں میں
دار کی راہ نہ گزرا کوئی
آپ کی بزم میں آ کر لاکھوں
دیدہ و دل پہ قیامت گزری
نصیر روک اشکوں کا یہ سیلاب نصیر!
اس سے پہلے کہ یہ سر سے گزرے





تُو گرفتارِ غمِ اُلفت ہوں اے ہدم ! ابھی
 آشکارا ہو نہیں پایا ہے تیرا غم ابھی
 میں بھی رُوٹھا آپ سے، میں بھی ہوا برہم ابھی
 دیدنی ہے دوستوں کا یہ خلوصِ پُر فریب
 سامنا اُن کا میسر ہو تو پھر کھل کر برس
 ہم نے مستقبل کی سرحد پر کمندیں ڈال دیں
 دیکھ، لب پر آ نہ جائے کوئی حرفِ آرزو
 غیر ممکن ہے ترے غم کی پزیرائی نہ ہو

درد اٹھتا ہے مرے دل میں، مگر کم کم ابھی
 اے دلِ ناشاد! تُو فریاد کر پیہم ابھی
 بے وفا میں بھی ہوں، لیکن آپ سے کم کم ابھی
 دے رہے ہیں غم وہی، جو تھے شریکِ غم ابھی
 اے سحابِ گریہ چشمِ تمنا ! تھم ابھی
 آپ کو کیا فکر، ماضی کا کریں ماتم ابھی
 اے دلِ نادان ! مزاجِ یار ہے برہم ابھی
 بے وفا ! اتنے گئے گزرے نہیں ہیں ہم ابھی

رفتہ رفتہ ہو گئے احباب سب رخصت نصیر
 میرے سینے میں مگر تازہ ہے اُن کا غم ابھی



یہ نظر کی زد ہے ظالم، مرا دم نکل نہ جائے
 وہ اٹھی ہے آتشِ غم کہ نفسِ نفس ہے سوزاں
 مرے رازداں سے ہنس کر وہ خطاب کر رہے ہیں
 تری بزم میں جو ہم ہیں تو یہاں پہ غیر کیوں ہو
 وہ اٹھا رہے ہیں چلن، وہ دکھا رہے ہیں صورت
 میں چراغِ ناتواں ہوں کوئی دم کا میہماں ہوں

مجھے صرف اس کا ڈر ہے کہ یہ تیر چل نہ جائے
 مری رُوح تپ نہ اُٹھے، مرا جسم جل نہ جائے
 کہیں تھکیوں میں آ کر کوئی راز اُگل نہ جائے
 یہ خلش نکل نہ جائے، یہ عذاب ٹل نہ جائے؟
 کہیں ہوش اُڑ نہ جائیں، کہیں دل مچل نہ جائے
 مرے سامنے سے اٹھ کر کوئی ایک پل نہ جائے

وہ نصیر سُن رہے ہیں مرے درد کا فسانہ
 مجھے ہر گھڑی ہے دھڑکا کہیں رُخ بدل نہ جائے





تم اک نگاہ کبھی دل پہ ڈال کر دیکھو
چلو یہ زعم بھی اپنا نکال کر دیکھو
جواب تم کو ملے گا ، سوال کر دیکھو
تمہاری راہ میں مٹنا ہے زندگی میری
یہ غیر ہے ، نہ کسی کا ہوا نہ ہو گا کبھی
بڑا ہی لطف تھا آپس کی اُس محبت میں
ہزار تازنے والے ہیں ان اشاروں کے
جناب شیخ کسی کی کبھی نہیں سنتے
خمار میں ہوں ، تو رندوں کا امتحاں بے سود
نظر کی ٹھیس لگے گی تو ہو گا چکنا چور
امید وصل نہیں ، کچھ جواب تو دیں گے
نصیر ! آج تم اُن سے سوال کر دیکھو



جَم کے بیٹھیں کبھی ، ایسی بھی ملاقات تو ہو
کم سے کم غیر سے یوں ہنس کے نہ ہو سرگوشی
مجھ پہ یہ بارشِ الطاف ، عدو بھی دیکھے
بے سبب ترکِ تعلق پہ اُتر آئے تم
بادۂ ناب کا کیا ہے وہ تو پی ہی لیں گے
آج آئے ہیں تجھے دیکھنے تیرے سائل
جان و دل لے کے فقط آئے ہو محفل میں نصیر
دیکھ لینا تھا ، کوئی کام کی سوغات تو ہو





ہمیں اُشکوں سے شرحِ آرزو کرنی بھی آتی ہے
 انہیں ہر آرزو میری لُہو کرنی بھی آتی ہے
 سفرِ درپیش ہو ، تو جستجو کرنی بھی آتی ہے
 ہمیں ہر بات اُن کے رُوبرو کرنی بھی آتی ہے
 کہ اس ناچیز کو کچھ ہا و ہو کرنی بھی آتی ہے
 تمہیں واعظ کسی سے گفتگو کرنی بھی آتی ہے
 ترے کوچے کی مٹی سُرخرو کرنی بھی آتی ہے
 بھد اللہ عبادت بے وضو کرنی بھی آتی ہے

خمش کی زباں میں گفتگو کرنی بھی آتی ہے
 فقط ہاتھوں سے مہندی کو رچانا ہی نہیں آتا
 نہیں دُشوار کوئی ، منزلِ مقصود کا ملنا
 ادب مانع ہے ، ورنہ بارگاہِ ناز میں جا کر
 کہیں ایسا نہ ہو گھبرا کے وہ محفل سے اُٹھ جائیں
 کسی کے مرتبے کا پاس ہے وقتِ سخن لازم
 بہا کر خونِ دل ، ارمان سب اپنے لُہو کر کے
 جنابِ شیخ اکثر میکدے سے بے پیئے نکلے

نصیر اپنوں کی عزت لوگ کرتے آئے ہیں ، لیکن
 وہ ہم ہیں جن کو تعظیمِ عدو کرنی بھی آتی ہے



الٰہی خیر ، وہ جب کیا تھا اور اب کیا ہے
 کبھی خفا ہو کبھی مہرباں ، یہ سب کیا ہے؟
 خبر نہیں یہ تماشائے روز و شب کیا ہے
 شکایت اُن کو محبت میں ہم سے اب کیا ہے
 کبھی وہ پوچھ کے دیکھیں ، مری طلب کیا ہے
 پتہ چلے کہ ترے درد کا سبب کیا ہے
 گزر ہی جائے گی ، فرقت کی ایک شب کیا ہے
 مگر یہ حشر میں جا کر کُھلا ، نُسب کیا ہے

جو مہربان تھا ستم گر ہوا ، غضب کیا ہے
 یہ دوستی بھی ہو اک دُشمنی ، عجب کیا ہے
 نگاہ دیکھ رہی ہے ، سمجھ نہیں سکتی
 یہ دل اُنہی کا تھا ، یہ جان بھی اُنہی کی سہی
 خدا گواہ کہ میں اُن سے مانگ لوں اُن کو
 کہا یہ چارہ گروں نے ، دوا ہے بعد کی بات
 تمہارے وعدہ فردا کا اعتبار تو ہو
 خدا گواہ کہ اس پر مجھے گھمنڈ نہ تھا

نصیر ! دل کی خوشی پر ہے انحصارِ نشاط
 اداس دل ہو ، تو پھر محفلِ طرب کیا ہے





آگئے وہ میری چشمِ معتبر کے سامنے
وہ پس چلن ہیں، ہم ہر دمِ نظر کے سامنے
ان غریبوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتی دوا
بُجھ گیا بزمِ فلک کا نور برساتا چراغ
دیکھتے اب اذنِ سجدہ کس کو ہوتا ہے نصیب
ہم طلسمِ عرصہ ہستی میں کھو بیٹھے حواس
حشر میں کھل جائے گا انساں پہ خود اپنا بھرم
اک ذرا دیوانگی کچھ اور ہونے دو فزوں
میں نے لکھا تھا کہ دیں فوراً مرے خط کا جواب
پردہ کب ٹھہرا نگاہِ پردہ در کے سامنے
آج ہم دیوار بن بیٹھے ہیں، در کے سامنے
چارہ گر بے بس ہوئے دردِ جگر کے سامنے
داغِ دل چمکا جو خورشیدِ سحر کے سامنے
سر بہ خمِ دنیا کھڑی ہے سنگِ در کے سامنے
کچھ کرشمے آگئے ایسے، نظر کے سامنے
آئے جب اعمال سارے عمر بھر کے ”سامنے“
پہنچ ہے دیوارِ زنداں میرے سر کے سامنے
پُڑے پُڑے کر دیا خط نامہ بر کے سامنے

غم نہیں کچھ حاسدوں کی حرفِ گیری کا نصیر
رات کے تارے کہیں ٹھہرے سحر کے سامنے؟





وہ پھول ہوں کہ کھلا ہوں صبا کے رستے میں
جنوں نے ساتھ دیا ہے وفا کے رستے میں
بہ زعمِ خویش مرے راہر بنے تھے جو لوگ
خدا گواہ کہ طاری ہے جذب کا عالم
جسے ہماری طلب ہو، وہ ہم تک آ پہنچے
برائے دید نہ آئے، تو کیا کرے کوئی
وہ اپنے گھر میں بٹھا کر مجھے بُرا کہتے
کہا جو میں نے کہ میں بھی چلوں تمہارے ساتھ
ہزار قُرب ہو، فطرت بدل نہیں سکتی
کہاں سے دشتِ غریباں میں روشنی آئے
خزاں تو پھینک گئی تھی قضا کے رستے میں
خرد تو چھوڑ گئی مجھ کو لا کے رستے میں
پلٹ گئے وہی، کانٹے بچھا کے رستے میں
اب آئے کوئی نہ اُن کے گدا کے رستے میں
یہ کہہ رہے ہیں وہ پہرے بٹھا کے رستے میں
جسے ہیں آپ تو محفلِ جما کے رستے میں
جلی کٹی نہ سناتے بُلا کے رستے میں
تو مجھ کو ٹال دیا مسکرا کے رستے میں
دیوارِ کوفہ بھی ہے کربلا کے رستے میں
چراغ کون جلائے ہوا کے رستے میں

کبھی تو ہو گی رسائی نصیر اُس در تک
غبار بن کے پڑے ہیں صبا کے رستے میں





جگمگانے لگی بام و در چاندنی ہر طرف آ رہی ہے نظر چاندنی
 وہ نہیں ہیں تو برق و شرر چاندنی ڈھونڈ لے اب کوئی اور گھر چاندنی
 اُن کے جلووں کی تشریح ممکن نہیں سر بہ سر نور ہیں، سر بہ سر چاندنی
 یوں ہی کہتے نہیں اُن کو رشکِ قمر وہ جدھر ہوں گے ہو گی ادھر چاندنی
 تیرگی، تیرگی ہی رہے گی سدا لاکھ پٹکا کرے اپنا سر چاندنی
 میری تاریک قسمت کا عالم یہ ہے چاند بے نور ہے، بے اثر چاندنی
 حُسن ہے اُن کا یوں بزم میں ضوِ فگن جیسے چھائی ہو ماحول پر چاندنی
 آ گیا ہے مرا چاند شاید نظر ہے اُنق تا اُنق جلوہ گر چاندنی
 اُن کے جلووں میں گم ہو کے ممتاز ہو ٹھوکریں کھائے کیوں در بہ در چاندنی

بے حجابانہ نکلیں نصیر آج وہ
 میں بھی دیکھوں سر رہ گزر چاندنی



دل میں ارمان، قہر ہو جیسے کوئی طوفاں کی لہر ہو جیسے
 اب یہ عالم ہے آرزوؤں کا دل میں آباد شر ہو جیسے
 اللہ اللہ، تلخیاں غم کی جام، تلخ زہر ہو جیسے
 آنکھ سے اس طرح ہیں اشک رواں خون کی ایک لہر ہو جیسے
 پی تو لیتے ہیں حضرتِ واعظ لیکن ایسے، کہ زہر ہو جیسے
 دل کی بربادیوں کا حال نہ پوچھ کوئی ویران شر ہو جیسے
 یوں تبسم ہے اُن کے ہونٹوں پر عے کی، ساغر میں لہر ہو جیسے
 منہ بناتے ہیں اس طرح وہ نصیر

میری ہر بات زہر ہو جیسے





فیصلہ اُن کا ، ہمارا ، ہوگا
 اک نہ اک دن یہ تماشا ہوگا
 ہم جہاں ٹھہریں ، جدھر سے گزریں
 ٹوٹتی ہو گی قیامت اُس پر
 غیر پر آج جفا کی اُس نے
 جب نقاب آپ اٹھاتے ہوں گے
 جو مرے منہ پہ بُرائی کر دے
 یوں تو ہونے کو حسین اور بھی ہیں
 میرا خاموش ہی رہنا بہتر
 ہم بُرے ، سارے زمانے سے بُرے
 میکشوں سے نہ اُلجھ اے واعظ!
 بے مثالی کا غلط ہے دعویٰ
 ایک دن ہونا ہے ایسا ، ہوگا
 خونِ دل ، خونِ تمنا ہوگا
 وہی منزل ، وہی رستا ہوگا
 جو ترے شہر میں بستا ہوگا
 کل مرے ساتھ بھی ایسا ہوگا
 نور ہی نور برستا ہوگا
 میرے حق میں وہی اچھا ہوگا
 آپ سا کوئی مگر کیا ہوگا
 بات بڑھ جائے گی ، چرچا ہوگا
 کوئی اچھا ہے تو اچھا ہوگا
 بے پیے مفت میں رسوا ہوگا
 کوئی مجھ سا ، کوئی تجھ سا ہوگا

تم کو اُن کی جو تمنا ہے نصیر
 چاہتے جاؤ ، جو ہوگا ، ہوگا





دل خوں ہو تو کیوں کر نہ لہو آنکھ سے بر سے
 تن تن کے بہت آپ نہ نکلا کریں گھر سے
 کچھ دیر تو اس قلب شکستہ میں بھی ٹھہرو
 ہر موج ہے طوفانِ حوادث کی حدی خواں
 یہ حُسن، یہ شوخی، یہ تبسم، یہ جوانی
 خورشید تو کیا، غیرتِ خورشید ہوا ہے
 نکلی نہ جو دیدار کی حسرت تو یہ ہوگا
 سورنج ہیں، سوشکوه شکایات ہیں، لیکن
 صیاد! خدا خیر کرے اہل چمن کی
 وہ رُوٹھ گئے ہم سے، جدا اُن سے ہوئے ہم
 آخر کو تعلق ہے اسے دیدہ تر سے
 ٹکراؤ نہ ہو جائے کہیں اہل نظر سے
 یوں تو نہ گزر جاؤ اس اُجڑے ہوئے گھر سے
 مشکل ہے نکلتا مری کشتی کا بھنور سے
 اللہ بچائے تمہیں بدیہیں کی نظر سے
 وہ ذرہ جو ابھرا ہے تری راہ گزر سے
 سر پھوڑ کے مرجائیں گے دیوار سے، در سے
 مجبور ہیں، کچھ کہتے نہیں آپ کے ڈر سے
 دیکھے ہیں فضاؤں میں کچھ اڑتے ہوئے پر سے
 اب چھیڑ اٹھے گی نہ ادھر سے نہ ادھر سے

لوگوں کا حسد شعر کی شہرت سے بڑھے گا
 خوف آتا ہے خود مجھ کو نصیر اپنے ہنر سے





میں جو پہنچا تو برسنے لگے مجھ پر ٹکڑے
 پہلے تو اُس نے کیے دل کے بہتر ٹکڑے
 چاہئے مجھ کو ترے خوانِ کرم کا صدقہ
 شیشہ دل تری نظروں سے نہ ٹکرائے کہیں
 جرم ہے عرضِ تمنا ، تو سزا دے قاتل!
 میں ترے در کا بھکاری ، ترے ٹکڑوں کا پلا
 حشر ہے اُس کی ادا اور قیامت ہے نظر
 ہم فقیروں کا نہیں اور سہارا کوئی
 شیشہ دل تھا مرا ، ٹوٹ گیا ، ٹوٹ گیا
 میں تو ادنیٰ ہوں ، مگر ہے مری نسبت عالی

چشمِ ساقی سے ہوئے شیشہ و ساغر ٹکڑے
 اور پھر دیکھ رہا ہے وہ بلا کر ٹکڑے
 مانگنے آیا ہوں میں بھی ترے در پر ٹکڑے
 یہ نظر وہ ہے جو کر دیتی ہے پتھر ٹکڑے
 ہے یہی دل میں تو آ! دل کے مرے کر ٹکڑے
 جو ترے در سے ملیں ، ہیں وہی بہتر ٹکڑے
 دل تو دل ، ہو کے رہے سدِ سکندر ٹکڑے
 آپ تقسیم کیے جائیں برابر ، ٹکڑے
 چُن لئے آپ نے کیا سوچ سمجھ کر ٹکڑے
 مجھ سے ٹکرائے ، تو ہو بختِ سکندر ٹکڑے

مجھ گنگار پہ مولیٰ کی عنایت ہے نصیر
 بخش دیتا ہے مجھے اپنا سمجھ کر ”ٹکڑے“





بس اتنی کامرانی چاہتا ہوں کسی کی مہربانی چاہتا ہوں
 شرابِ ارغوانی چاہتا ہوں مگر وہ بھی پُرانی چاہتا ہوں
 ڈبو دیجے مجھے سیلِ الم میں اب اُونچا سر سے پانی چاہتا ہوں
 نہ کھیلیں مجھ سے یوں الفاظ کا کھیل محبت پُر معافی چاہتا ہوں
 سہارا دو مجھے اپنی نظر کا علاج ناتوانی چاہتا ہوں
 جو تیری زلف کے سائے میں گزریں وہی راتیں سہانی چاہتا ہوں
 تمہیں کیوں بے وفا کہنے لگا میں یہ تہمت خود اٹھانی چاہتا ہوں
 یہ زخمِ دل تو بھر جائے گا اک دن کوئی اُن مٹ نشانی چاہتا ہوں
 نصیر ! الفاظ بے معنی رہے سب
 اب اشکوں کی روانی چاہتا ہوں



اشتیاقِ دید تھا آخر اُدھر جانا پڑا اُن کی محفل میں بہ اندازِ نظر جانا پڑا
 محو کر کے رنج و رسوائی کا ڈر ، جانا پڑا تیرے کوچے میں نہ جانا تھا ، مگر جانا پڑا
 عقل نے روکا بھی ، دل تھا فتنہ گر ، جانا پڑا بے بلائے بھی کچھ انسانوں کے گھر جانا پڑا
 سیرِ گل کا مرحلہ تھا دامِ ہرنگِ زمیں لے چلی بادِ صبا ہم کو جدھر ، جانا پڑا
 اولِ اول تو رہی دل سے مرے بیگانگی آخر آخر اُن کو شیشے میں اُتر جانا پڑا
 مسکرانے کی سزا ملنی تھی صحنِ باغ میں پھول کی ایک ایک پتی کو پکھر جانا پڑا
 در بہ در پھرنے سے بہتر ہے کہیں کے ہو رہیں ہم چلے جائیں گے اُس در تک ، اگر جانا پڑا
 بے رنجی اُن کی مسلسل دیکھ کر آخر نصیر
 بزم سے اُٹھ کر ہمیں با چشمِ تر جانا پڑا





دل اگر بے غبار ہو جائے حق کا آئینہ دار ہو جائے
جو نظر آر پار ہو جائے وہی دل کا قرار ہو جائے
موت کس منہ سے آئے بالیں پر تو اگر ایک بار ”ہو جائے“
اک تبسم سہی ، وفا نہ سہی زندگی پُر بہار ہو جائے
بے حد و بے حساب اُس کا کرم دل اگر شرمسار ہو جائے
آئینہ اپنے سامنے سے اٹھا! یہ نہ ہو ، خود سے پیار ہو جائے
کھل کے ہر ایک سے ملیں جو نصیر!
سر پہ دنیا سوار ہو جائے



نہ ہوائے عیش و نشاط میں مجھے سیم و زر کی تلاش ہے
جو ہے قبلہ گاہِ نگاہ و دل ، اسی سنگِ در کی تلاش ہے
ہمیں دردِ دل جو عطا ہوا تو نوائے عشق کی لے ملی
اسی کشمکش میں ہے زندگی اسی رد و کد میں ہے آدمی
ترے حُسن سے جو طلوع ہو ، ترے نور سے جو شروع ہو
کوئی ساتھ ہو تو مزا رہے کہ اکیلے لطفِ سفر نہیں
یہ ہوائے شام و سحر کہیں ہمیں اور سمت نہ لے اڑے
جو حسیں بھی پردہ نشیں بھی ہو ، مری آرزو کا امیں بھی ہو
کوئی غم گسار مرا نہیں ، کوئی راز دار بلا نہیں
جسے دیکھنے کی طلب رہی ، کبھی میری جس نے خبر نہ لی
کہیں اور اپنا گزر نہیں ، کہیں اور جائیں نصیر کیوں
وہی ایک در ہے نگاہ میں ، اسی ایک در کی تلاش ہے





اُن سے ہر وقت مری آنکھ لڑی رہتی ہے
دیکھ کر وقت کے مقتل میں مری شانِ ورود
تیری تصویر مرے دل میں نگینے کی طرح
لوگ سچ کہتے ہیں پامالِ محبت مجھ کو
آفتیں لاکھ ہوں، دیکھا نہ کبھی چہرہ یاس
جو کبھی خونِ شہیداں سے حنا بند رہے
یوں نہ اُترا! کہ جوانی بھی ہے آنی جانی
کیرِ چشم کا اُلفت میں یہ عالم ہے نصیر!
کوئی موسم بھی ہو، سادوں کی جھڑی رہتی ہے



رہنے لگی وہ زلفِ گرہ گیر سامنے
آتے ہیں خیر سے وہ نظر اب کبھی کبھی
ہو جائے گا محاسبہ دشمن کا خود بخود
اے دل! ذرا سنبھل کے اٹھانا ادھر قدم
مبنی منافقت پہ ہے یاروں کا یہ چلن
تدبیر سے بدل نہیں سکتے مقدّارت
دیوانہ تو بہار میں صحرا کو چل دیا
کیا لکھ دیا ہے میں نے کہ تم ہو گئے خفا
ہنس کر نصیر سے بھی تو کچھ گفتگو کریں
بیٹھا ہوا ہے آپ کا دل گیر سامنے





کیجئے ! جو ستم رہ گئے ہیں جان دینے کو ہم رہ گئے ہیں
 بانٹ لیں سب نے آپس میں خوشیاں میرے حصے میں غم رہ گئے ہیں
 قافلے والے منزل پہ پہنچے یہ نہ دیکھا کہ ہم رہ گئے ہیں
 اب نہ اٹھنا سرہانے سے میرے اب تو گنتی کے دم رہ گئے ہیں
 یہ گلی کس کی ہے اللہ اللہ اٹھتے اٹھتے قدم رہ گئے ہیں
 کائناتِ جفا و وفا میں ایک تم ، ایک ہم رہ گئے ہیں
 دیکھ کر اُن کے منگتوں کی غیرت دنگ اہل کرم رہ گئے ہیں
 ہم سے اللہ والے کہاں اب آپ جیسے صنم رہ گئے ہیں
 دو قدم چل کے راہِ وفا میں تھک گئے تم ، کہ ہم رہ گئے ہیں
 وہ تو آ کر گئے بھی کبھی کے دل پہ نقشِ قدم رہ گئے ہیں
 آج ساقی پلا شیخ کو بھی اک یہی محترم رہ گئے ہیں
 وہ گئے ، جن کے دم سے تھی رونق اور رہنے کو ہم رہ گئے ہیں
 اُن کی ستاریاں کچھ نہ پُوچھو عاصیوں کے بھرم رہ گئے ہیں
 دورِ ماضی کی تصویر آخر اب نصیر ایک ہم رہ گئے ہیں
 دل نصیر اُن کا تھا ، لے گئے وہ
 غم خدا کی قسم رہ گئے ہیں





لوٹ لیں وہ ، دلِ حزیں نہ کہیں
سخت مشکل ہے جُستجو اُن کی
بُت کدہ ہو کہ آستانِ حرم
ہر طرف اُس کو ڈھونڈنے والے!
یوں تکلف نہ کر تسلیٰ میں
برق سے آشیاں بچایا ہے
دو جہاں چھوڑ ! دل میں ڈھونڈ اُسے
چار تنکے ہیں آشیانے کے
اپنے پتوار خود سنبھال نصیر!
ناؤ ہو جائے تہ نشیں نہ کہیں



کانپ اٹھتی ہیں شاخیں تو لرزتی ہے صبا بھی
انسان کو جائز نہیں شک اس میں ذرا بھی
پرکھو ہمیں ، ہے تم کو محبت جو ذرا بھی
مدت ہوئی محروم تجلیٰ ہیں نگاہیں
یہ کہہ کے مرے پاس سے رخصت ہوا ظالم
اے گنبدِ افلاک ! نہ ہو برق پہ نازاں
طے ہو گئے پل بھر میں مقاماتِ محبت
فرقت میں تو مرنا بھی گوارا نہیں مجھ کو
اچھا ہوا عقدہ نہ گھلا میرے لہو کا
وہ پُرسشِ احوال کو آج آئے تھے شاید
سُنتے ہیں نصیر آپ نے کچھ اُن سے کہا بھی





محبت میں ہماری اشک افشانی نہیں جاتی
 مصیبت ٹل نہیں سکتی ، پریشانی نہیں جاتی
 جو کل تک دیر تھا ہم نے اُسے کعبہ بنا ڈالا
 مریض ہجر کو اب آپ پہنچائیں تو پہنچائیں
 تمہارا آستان ہے اب ہماری آخری منزل
 قیامت ہے تمہارا بن سنور کر سامنے آنا
 وہی خود داریاں ہیں ، تمکنت ہے ، بے نیازی ہے
 یہ ممکن ہے ترے کوچے میں رہ کر جان سے جائیں
 تری رنجش ہو ، تیری بے رنجی ہو ، بدگمانی ہو
 تمہاری ناشناسائی کا شکوہ کیا کریں تم سے
 جنونِ شوق سے جو بستیاں آباد ہوتی ہیں
 محبت تو نصیر ایسا تلامخِ خیز دریا ہے
 سفینے غرق ہو جاتے ہیں ، طغیانی نہیں جاتی





اُس کے کوچے کے کہاں تک کوئی چلے گا
صبحِ آلام، شبِ غم، کوئی کیوں کر کاٹے
بے سُتوں سے یہ اُبھرتی ہے صدائے شیریں
اُس سے پوچھے کوئی ایامِ اسیری کا عذاب
نہ ملا تو، نہ ملاقات کی صورت نکلی
زُلف وہ سانپ، کہ لوٹے ہے ترے قدموں پر
موت اچھی کہ پسِ مرگ سکوں ملتا ہے
ایسے وحشی کا اگر ہو تو ٹھکانا کیا ہو
اب سُبک دوش کرے یوں، کہ مرا سر کاٹے
دن مصیبت کے کہاں تک دلی مضطر کاٹے
کوئی فرہاد بنے، تیشے سے پتھر کاٹے
زندگی اپنی جو صیاد کے گھر پر کاٹے
مَدّتوں ہم نے ترے شر کے چکر کاٹے
غیر کے شانوں پہ بکھرے، تو برابر کاٹے
زندگی کون شب و روز تڑپ کر کاٹے
دشت میں جس کو نہ چین آئے، جسے گھر کاٹے
ساقی کوثر و تسنیم سے نسبت ہے نصیر !
کیوں نہ دنیا مرے میخانے کے چکر کاٹے



ہر اشارہ دشمنِ قلب و جگر لگنے لگا
جیسے دونوں میں ہو کوئی خاص قدرِ مشترک
اسِ طلسمِ آباد ہستی کا ہر اک منظر ہمیں
کم نہیں آمد سے تیری، تیرے آنے کی خبر
دیکھ کر صیاد کو، سکتے میں ہے مرغِ چن
کُھل گیا ہے اپنی آنکھوں پر رفاقت کا سَراب
جب جبینِ شوق نے دیکھا بہ چشمِ اعتقاد
حُسنِ والوں کی نظر سے مجھ کو ڈر لگنے لگا
اب تو مجھ کو آپ کا گھر اپنا گھر لگنے لگا
آپ کی جادو نگاہی کا اثر لگنے لگا
آج قاصد کا بیاں بھی معتبر لگنے لگا
بال و پر ہوتے ہوئے، بے بال و پر لگنے لگا
اب تو ہم کو اپنے سائے سے بھی ڈر لگنے لگا
سارا عالم ہی تمہارا سنب در لگنے لگا
انتہائے درد نے فطرت بدل ڈالی نصیر !
غم مجھے کب زہر لگتا تھا، مگر لگنے لگا





تجلی کا ایسا اثر کس لئے ہے
 خدا جانے وہ خود نگر کس لئے ہے
 تمہیں بھی اگر مجھ سے ہے کچھ محبت
 نہ ہو زخم اچھا یہ میرا مقدر
 جگا کر مری چند تاریک راتیں
 نہیں اذنِ سجدہ جو میری جبین کو
 فلک پر ہیں کیا یہ بھی گم کردہ منزل
 گیا، اور خط بھی انہیں دے کے پلٹا
 لگائے ہیں جو زخم دل پر، وہ دیکھو
 اسیری جب اپنا مقدر ہی ٹھہری
 تلاش اے مرے چاند! تجھ کو ہے کس کی
 چلے آئے آپ دل میں ہمارے
 اگر میں نہیں اُن کی محفل کے لائق
 ذرا آنسوؤں سے دھلے فردِ عصیاں
 نصیر آپ کی چشمِ تر کس لئے ہے





اُس نے کیا پھیریں نگاہیں، بن گئے افسانہ ہم
کچھ اگر ہیں بھی تو بس خاکِ درِ جانانہ ہم
بزمِ ساقی میں پیئیں گے آج بے پیمانہ ہم
وہ گلستاں تھا جسے سمجھا کیے دیرانہ ہم
ایسے لوگوں سے نہیں رکھتے کبھی یارانہ ہم
غیر سب اپنے ہوئے بس ایک ہیں بیگانہ ہم
جا نکلتے تھے کبھی اُن کی طرف روزانہ ہم
پھر نہ یہ کہنا کہ تلپٹ کر گئے میخانہ ہم
بے خودی میں کہہ گئے تجھ سے ترا افسانہ ہم
لاکھ دُوری ہو، مگر وہ شمع ہیں، پروانہ ہم

بڑھ چلی دیوانگی، اپنے سے ہیں بیگانہ ہم
یہ تو ہم جس کے ہیں وہ جانے کہ کیا ہیں کیا نہ ہم
ٹھان لی ہے اب کے رندوں نے یہ اپنے دل میں بات
گل کھلائے وحشتِ دل نے تو یہ عقدہ کھلا
بُھول جاتے ہیں جو اپنے عہد، اپنے قول کو
جن سے بس صاحبِ سلامت تھی، انہیں اپنا لیا
اُن کی رسوائی کا ڈر اب پاؤں کی زنجیر ہے
ٹوٹا ہے نشہ، اے پیر مغاں! اک جام دے
مدعا یہ تھا سُنائیں گے ہم اپنی داستاں
ہے ازل سے یہ تعلق اُن کے جلوؤں سے نصیر

کل نصیر اک جام کا ملنا ہمیں دشوار تھا
آج آنکھوں میں لیے بیٹھے ہیں اک میخانہ ہم

---☆---☆---

جن کے عرفانِ تجلی سے رہے بے گمانہ ہم
اُن سے کہہ دینا کہ اب خود ہیں تجلی خانہ ہم



تُو کہیں بدگماں نہ ہو جائے رانگاں نہ ہو جائے
 مہرباں آسماں نہ ہو جائے یہ نہیں تیری ہاں نہ ہو جائے
 عشق اُن کو بھی کر نہ دے مجھ سا جو یہاں ہے وہاں نہ ہو جائے
 آج تم حرفِ مدعا سُن لو کل یہی داستاں نہ ہو جائے
 فاصلے ہیں دلوں کا دُکھ، ظالم ! پھر کوئی درمیاں نہ ہو جائے
 راستے منزلوں سے برگشتہ گم کہیں کارواں نہ ہو جائے
 شرم سے یہ تری نگاہ کا تیر کہیں جھک کر کماں نہ ہو جائے
 ہر کسی کو وفا کا ہے دعوای دوستو ! امتحاں نہ ہو جائے؟
 جو مرا غم بٹا سکے وہ رہے جو مرا رازداں نہ ہو جائے
 کیوں رہے دل کی بات دل میں نصیر !
 آنسوؤں سے بیاں نہ ہو جائے ؟



دُعائے وصل اک پندار بھی ہے کہ اپنی جیت اُن کی ہار بھی ہے
 خوشی بھی ہے ، غم دشوار بھی ہے محبت پھول بھی ہے ، خار بھی ہے
 نہیں کہہ کر نگاہیں جھک گئی ہیں ترے انکار میں اقرار بھی ہے
 شریکِ فتنہ روزِ قیامت مری زنجیر کی جھنکار بھی ہے
 جہانِ زندگی ہے اک مُعتمداً بشرِ مجبور بھی ، مختار بھی ہے
 ازل سے عشق و حُسن اب تک بہم ہیں جہاں دل ہے وہاں دلدار بھی ہے
 تمنائے تجلی حق بجانب میسر ، دیدہ بیدار بھی ہے؟
 بساطِ عشق کی ہر چال اُلٹی کہ جو کچھ جیت ہے وہ ہار بھی ہے
 ادھر بھی اک عنایت کی نظر ہو
 تمنائے نصیر زار بھی ہے

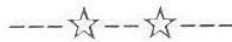




اُس طرف لوگ لئے قلب و جگر جاتے ہیں
 بیٹھے بیٹھے وہ جھجک اُٹھتے ہیں، ڈر جاتے ہیں
 آزمانے کو نصیب آج مگر جاتے ہیں
 اس میں عشاق جب آتے ہیں تو سر جاتے ہیں
 وہ تری بزم سے بادیدہ تر جاتے ہیں
 اُٹھ کے پہلو سے مرے، غیر کے گھر جاتے ہیں
 مرنے والے تری تصویر پہ مر جاتے ہیں
 تا ثریا مری آہوں کے شرر جاتے ہیں
 جن کو جینا نہیں آتا ہے، وہ مر جاتے ہیں
 داغ سے دل پہ لئے، شمس و قمر جاتے ہیں
 سامنے سے وہ مرے ہنس کے گزر جاتے ہیں

جس طرف آپ کے پیکانِ نظر جاتے ہیں
 جانے کیا دل میں خیالات گزر جاتے ہیں
 ہم کو معلوم ہے اُس بزم میں کیا کچھ ہوگا
 گوئے قاتل میں جو دل جائے تو ہے شکر کی جا
 اک تبسم کی تمنا میں جو آئے تھے یہاں
 اُن کے اظہارِ کرم میں یہ ستم کا انداز
 یہ ضروری نہیں تجھ ہی کو نظر سے دیکھیں
 کیا عجب ہے، ترے دل تک بھی تپش آتی ہو
 ہم تو جینے کے لئے مرتے ہیں اُن پر ہر دم
 میں تو میں، رشک میں اوروں کا بُرا حال ہوا
 خون کے اشک نہ روئے تو کرے کیا کوئی

اُن کے جلووں سے نگاہیں مری روشن ہیں نصیر !
 آنکھ کی راہ سے جو دل میں اُتر جاتے ہیں





سنگ در دست بھی دو چار تو مل جاتے ہیں
 پھول کے روپ میں کچھ خار تو مل جاتے ہیں
 زلفِ پُر پیچ سے دمِ سادھ رہی ہے دنیا
 خوب روتی سا زمانے میں نہ دیکھا، نہ سنا
 میرے مطلب کی فضا میں نہ سہی گلشن میں
 آپ سے اب ہمیں کچھ اور ملے یا نہ ملے
 دوسرا کوئی طریقہ نہیں دل ملنے کا
 تیری باتوں میں نہ شوقی، نہ حرارت، واعظ!
 کبھی پچھڑے ہوئے دو دل نہیں ملتے، لیکن
 بندشیں گردشِ دوراں کی بہر گام سہی

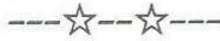
سر میں سودا ہو، خریدار تو مل جاتے ہیں
 صرف کہنے کے لئے یار تو مل جاتے ہیں
 عاشقانِ لب و رخسار تو مل جاتے ہیں
 اور بھی ورنہ طرح دار تو مل جاتے ہیں
 شبنم و گل کے کچھ آثار تو مل جاتے ہیں
 یہی کیا کم ہے کہ سرکار تو مل جاتے ہیں
 ہاں جو آپس میں رہے پیار، تو مل جاتے ہیں
 سرد الفاظ کے طومار تو مل جاتے ہیں
 ساتھ دے وقت کی رفتار، تو مل جاتے ہیں
 ملنے والے جو ہوں تیار، تو مل جاتے ہیں

اور کچھ ہم میں نصیر اہل جہاں کو نہ ملے
 کم سے کم فقر کے آثار تو مل جاتے ہیں





اک قدم حلقہ وحشت سے نکالا نہ گیا
آ کے بیٹھا تو نہ اٹھا وہ تری محفل سے
میرا دل تھا مرے پہلو میں حفاظت سے، مگر
جان پیاری تھی، مگر جان سے پیارے تم تھے
یہ بھی اُس زلفِ گرہ گیر کا نکلا ہمسر
صرف اک بار ہی دیکھا تھا نظر بھر کے انہیں
خاک میں مل گئے سب گوہرِ صد رنگ نصیر
تجھ سے دامن پہ کوئی اشک سنبھالا نہ گیا



اشکوں سے فضا بھگو گئے ہم
آغوشِ لحد میں تو گئے ہم
مانا کہ تری خطا نہیں ہے
ہو سنجِ قفس کہ سایہ گل
پلکوں پہ چمک رہے ہیں آنسو
کاٹے گا کوئی تو فصل آ کر
جاتے نہ کبھی اُس انجمن میں
آخر وہ چن کے کام آئے
کس بات پہ تم تڑپ اٹھے ہو
بلوایا تھا بزم میں، تو آئے
قسمت کے نصیر کھیل دیکھو
پایا جو انہیں، تو کھو گئے ہم





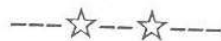
کسی کے حُسن پہ دل کو گنوا کے بیٹھا ہوں
 بتوں کی بزم کو کعبہ بنا کے بیٹھا ہوں
 کچھ اِس ادا سے گلستان میں آ کے بیٹھا ہوں
 خبر نہیں کہ مرا حال کیا ، مآل ہو کیا
 پھر آپ جام لیے آ رہے ہیں میری طرف
 اب اُن کی بزم کے دستور کیا بتاؤں میں
 بھٹک نہ جائیں اندھیرے میں وہ شبِ وعدہ
 انہیں نہ میری کوئی فکر ہے نہ میرا خیال

زمین پر نظر آتا ہے سرنگوں کیا کیا
 نصیر ! چرخ کو نیچا دکھا کے بیٹھا ہوں



کتنے سفاک مرے دل کے یہ مہماں نکلے
 عشق میں جینے کا ممکن نہیں امکاں نکلے
 سر پہ الزام لیا ، اشکِ بداماں نکلے
 مجھ کو خود اپنی تباہی پہ بڑا رشک آیا
 اُن سے ملنے کا کسی روز نہ ارماں نکلا
 دل اُداس ، آپ خفا ، اور مقدرِ ناخوش
 آپ سے لطف و کرم کی بڑی اُمیدیں تھیں
 بے خودی دل کی مجھے لے کے جہاں پہنچی ہے

بے خودی میں نہ ہوئی ہم کو نصیر اپنی خبر
 ہوش آیا تو ہی جلوۂ جاناں نکلے





جب اُن سے مری پہلی ملاقات ہوئی تھی
 اتنا ہے مجھے یاد ، کبھی بات ہوئی تھی
 خط پڑھ کے خفا تو ہوا ، اور اُس نے کہا کیا؟
 کچھ یاد نہیں بازیِ اُلفت کا نتیجہ
 میں ہوں وہ رہِ عشق میں مظلوم مسافر
 ہاں یاد ہے مجھ کو تری زلفوں کا بکھرنا
 محروم ہوں اب خواب میں بھی اُس کی جھلک سے
 یہ چاند یہ تارے بھی بتاتے ہیں چمک کر

بیٹھے تھے سرِ بزمِ نصیر اُن کے قریں ہم
 کل رات کی یہ بات ہے ، کل رات ہوئی تھی



ہزاروں بار تیری انجمن میں ، میں گیا آیا
 بلا کر خاک میں مجھ کو ، بتاؤ کیا مزا آیا
 جو آیا بھی اُسے تو صرف اندازِ جفا آیا
 وہ چونکے ، مجھ کو دیکھا ، اور ماتھے پر شکن آئی
 انہیں لکھا ہے خط میں نے ، نتیجہ دیکھئے کیا ہو
 نہیں تھے وہ ، تو میخانہ تھا سونا ، جام ویراں تھے
 یہ کہہ کہہ کر پلا دی مجھ کو میخانے میں ساقی نے
 نظر سے دُور ہو جاؤ ، چلو ، اُٹھو ، ہوا کھاؤ

نصیر اُن کی طرف سے یہ جوابِ مدعا آیا





کس تصور میں وہ کھو جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
پاس رہ کر جو ستم ڈھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
یوں ہم اپنے دل کو بہلاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے
اب تو وہ رہنے لگے ہر وقت مجھ سے بدگمان
فصلِ گل کیا آئی ہے، دیوارِ زنداں سے اسیر
ہے غنیمت چند لمحوں کے لئے مل بیٹھنا
کس کو یارائے سخن، کس کو مجالِ گفتگو
میرے دل کی الجھنوں کا بھی کبھی کوئی خیال
چشمِ حق آگاہ میں کیا قدر و قیمت اُن کی ہو
آئینہ ہے، اور وہ ہیں، اور میرا دل نصیر
اُن کی بن آئی ہے، تڑپاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے



کبھی پیکان کبھی خنجر، نظریوں بھی ہے اور یوں بھی
گلوں میں رنگ بن کر، چاند تاروں میں چمک بن کر
نگاہیں پھیر لے یا مسکرا کر دیکھ اے ظالم!
کوئی رحمت سمجھتا ہے، کوئی زحمت سمجھتا ہے
لکھا ہم نے مفصل خط، بتایا ایک دنیا نے
نویدِ وصل ہو، یا عذر ہو وعدہ خلائی کا
حیات و موت دونوں کی حقیقت ایک ہی کیسے
بلائیں ہم انہیں، یا خود وہ آئیں، اختیار اُن کو
کبھی بہلا دیا مجھ کو، کبھی سرمستیاں دے دیں

نصیر اُس کا ٹھکانہ ہے نہ صحرا میں نہ گلشن میں
جو اُن کے در سے اُٹھا، در بہ در یوں بھی ہے اور یوں بھی





لاکھ ڈھونڈا ، مگر نہیں ملتا کوئی بھی ہم سفر نہیں ملتا
 ہو نظر تو کدھر نہیں ملتا وہ کہاں جلوہ گر نہیں ملتا
 وہ بڑا بدنصیب ہے جس کو آپ کا سنگِ در نہیں ملتا
 ہم بھی اُس سے کبھی نہیں ملتے ہم سے کوئی اگر نہیں ملتا
 کھو گیا ہو جو راہِ اُلفت میں وہ کہیں عمر بھر نہیں ملتا
 گھر سے نکلے تو وہ نہ آیا ہاتھ اب جو پلٹے تو گھر نہیں ملتا
 عشق میں ترکِ جستجو ہے حرام نہ ملے وہ ، اگر نہیں ملتا
 ہم نہ بھولے سے بھی اُسے بھولے جو ہمیں بھول کر نہیں ملتا
 ہائے مرغِ چمن کی تاراجی دُور تک کوئی پر نہیں ملتا
 اُس کو چل پھر کے ڈھونڈنے والو! وہ سرِ رہ گزر نہیں ملتا
 کس سے اسرارِ معرفت کہیے کوئی بالغِ نظر نہیں ملتا
 جستجو ہو اگر ٹھکانے کی کون کہتا ہے ، گھر نہیں ملتا
 جلوۂ ذات سے جو خالی ہو کوئی ایسا بشر نہیں ملتا

غم کی برسات میں سنا ہے نصیر !
 چاکِ زخمِ جگر نہیں ملتا





خزاں جو آئی، بہاروں کا حال کیا ہو گا
 نکل گئے ہیں ترے شر سے ضرور، مگر
 تمہاری مانگ کی افشاں پہ پڑ گئی جو نظر
 حریمِ ناز میں جا کر جو بیٹھ جاؤ گے
 گلوں کے چاکِ گریباں کو دیکھ، اور نہ پوچھ
 خرامِ ناز سے مطلب، تری بلا جانے
 تمہارے ہوتے کلی چپ ہے، گلِ گریبان چاک
 وہ موج، جس سے سفینوں کے دل لرزتے ہیں
 کھلا ہے غنچہٴ دل، نیم باز آنکھوں سے
 کسی کو سامنے اُس کے نہیں مجالِ سخن
 نصیر! حشر میں یاروں کا حال کیا ہو گا



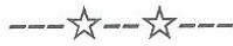
رقصِ بزل کے مناظر بھی ہیں کیا کیا، دیکھیں
 ہنستے دیکھا ہے جسے کل، اُسے روتا دیکھیں
 نور و ظلمت کی دو رنگی کے تماشے ہیں بہت
 میری وارفتگی شوق پہ تنقید بجا
 آپ کے ساتھ عیادت کو نہ آئے کوئی
 اپنی آنکھوں میں ہے اک غیرتِ یوسف کا جمال
 میں تو اک پیکرِ ناچیز ہوں سر تا بہ قدم
 آپ تو اپنے ہی پندار کے زندانی ہیں
 دل بہل جائے گا دیکھیں، وہ تماشا دیکھیں
 آج اٹھتا ہوا خوشیوں کا جنازا دیکھیں
 ہم نمائشِ گہِ ایجاد میں کیا کیا دیکھیں
 آج تک آپ نے اُس کو نہیں دیکھا دیکھیں
 آپ بیمارِ غمِ عشق کو تنہا دیکھیں
 دیکھ کر اُس کو کسی اور کو اب کیا دیکھیں
 مجھ کو کیا دیکھنا، آپ اپنا سراپا دیکھیں
 آپ دنیا سے بہت دُور ہیں، دنیا دیکھیں
 ایک مدت سے نصیر اُن کے تمنائی تھے
 وقت آیا ہے کہ انجامِ تمنا دیکھیں





بہت کچھ ہم نے دیکھا ، دیکھنے کو
 میں خود اک قدِ آدم آئینہ ہوں
 کہاں ساحل پہ موجوں کا تبسم
 نکل آئے فلک پر چاند سورج
 دمِ آخر کروں گا راز افشا
 مریضِ غم کا منکا ڈھل چکا ہے
 تجھے دیکھے نہ کیوں سارا زمانہ
 مجھے اُٹھ اُٹھ کے سب محفل نے دیکھا
 حریمِ ناز سے باہر وہ آئیں
 ترا ثانی سنا ہم نے ، نہ دیکھا
 بس اس کے بعد تو راہِ عدم ہے
 ادھر دم دے دیا بیمارِ غم نے
 رہا دنیا میں اب کیا دیکھنے کو
 ترا اپنا سراپا دیکھنے کو
 انہیں آتا ہے دریا دیکھنے کو
 ترا نقشِ کفِ پا دیکھنے کو
 مجھے آپ آئیں تنہا دیکھنے کو
 چلو ، اب رہ گیا کیا دیکھنے کو
 کہاں ملتا ہے تجھ سا دیکھنے کو
 وہی ظالم نہ اُٹھا دیکھنے کو
 کھڑی ہے ایک دنیا دیکھنے کو
 زمانہ ہم نے دیکھا ، دیکھنے کو
 یہی باقی ہر رستا دیکھنے کو
 ادھر آیا مسیحا دیکھنے کو

نصیر ! اُن کی گلی میں کیوں گئے تھے
 یہی ، اپنا تماشا دیکھنے کو ؟





سب پہ احسان ہے ساقی ترے میخانے کا
 لطف کر، ظلم سے قابو میں نہیں آنے کا
 مدعا کس پہ عیاں ہو مرے افسانے کا
 تابشِ حُسن سے یہ رنگ ہے میخانے کا
 چشمِ ساقی ہے ادھر اور مرا دل ہے ادھر
 اپنی ہی آگ میں جلنے کا مزا ہے کچھ اور
 واعظِ شہر نے کیوں بیعتِ ساقی کر لی
 زاہد و رند میں ایسی کوئی دوری تو نہیں
 بات بے بات اٹھا دیتا ہے اک چھیڑنی
 بات کہتا ہے کچھ ایسی کہ نہ سمجھے کوئی
 شیخ صاحب کبھی اپنوں کی طرح آ کے پیں
 پیرِ میخانہ ! تری ایک نظر کافی ہے
 چشمِ ساقی کی توجہ تھی، کہ آڑے آئی
 ایک دو جام سے کیا پیاس بجھے گی ساقی !

نشہ ہر رند کو ہے ایک ہی پیمانے کا
 لوگ دیکھیں نہ تماشا ترے دیوانے کا
 راز ہوں میں، نہ سمجھنے کا سمجھانے کا
 دل دھڑکتا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا
 آج ٹکراؤ ہے پیمانے سے پیمانے کا
 حوصلہ شمع سے بڑھ کر نہیں پروانے کا
 اُس نے تو عہد کیا تھا مجھے بہکانے کا
 فاصلہ ہے، تو چھلکتے ہوئے پیمانے کا
 پڑ گیا ہے اُسے چسکا مجھے تڑپانے کا
 یہ بھی اک غور طلب رنگ ہے دیوانے کا
 مرتبہ غیر پہ کھلتا نہیں میخانے کا
 میں طلبگار نہ شیشے کا نہ پیمانے کا
 قصد واعظ نے کیا تھا مجھے بہکانے کا
 سلسلہ ٹوٹ نہ جائے کہیں پیمانے کا

وہ بہار آئی نصیر اور وہ اٹھے بادل
 بات ساغر کی چلے، ذکر ہو میخانے کا





گل و شبنم کے روپ میں ہوتے مسکراتے جو آپ ، ہم روتے
 عمر گزری ہے رات دن روتے داغِ دل اور کس طرح دھوتے
 تم مرے پاس جب نہیں ہوتے یاد کرتا ہوں جاگتے سوتے
 عالمِ نزع دیکھنے کا تھا کاش ایسے میں آپ بھی ہوتے
 بس اسی ڈر سے کی پسند وفا کاٹنا تھا وہی ، جو ہم بوتے
 عشق نے رہنمائی کی ، ورنہ ہم کہیں ، اور وہ کہیں ہوتے
 دل کو یوں اُس نگاہ نے چھیڑا میری آنکھوں کے کھل گئے ”سوتے“
 بے وفا تو کسی کو ہونا تھا تم نہ ہوتے اگر ، تو ہم ہوتے
 جو کرے وہ بھرے ، مثلِ یوں ہے غیر کے ہم گناہ کیوں ڈھوتے
 اُن کے دم سے ہے عاشقی کا وجود وہ نہ ہوتے ، تو ہم کہاں ہوتے

ہجر کی شب کہاں قرار ، نصیر !

چین کی نیند کس طرح سوتے



وفاداروں کو ساز آیا نہیں ہے جفاؤں سے وہ باز آیا نہیں ہے
 رہیں سب کی نگاہیں آنسوں تک نظر آئینہ ساز آیا نہیں ہے
 مقدر میں مرے خم آئے ، لیکن خمِ زلفِ دراز آیا نہیں ہے
 بجز میرے ، تمہاری انجمن میں کوئی دانائے راز آیا نہیں ہے
 گپکھلتے ہیں مرے نالوں سے پتھر ترے دل میں گداز آیا نہیں ہے
 ابھی محفل میں ہیں خوابیدہ فتنے ابھی وہ فتنہ ساز آیا نہیں ہے
 پرکھ سکتے نہیں وہ دوست دشمن شعورِ امتیاز آیا نہیں ہے

نصیر اُس انجمن میں کیا ہو رونق

جہاں وہ سروِ ناز آیا نہیں ہے





کوئی اس دشتِ وفا میں نہ چلا میرے بعد
یوں نہ پھر ہو گا کوئی نغمہ سرا میرے بعد
اس طرح کون اسیرِ خمِ کاگل ہو گا
پھر نہ پابندِ وفا ہو گا کوئی مجھ جیسا
میں نے تو زہر بھرے جامِ محبت میں پیئے
دستِ رنگیں پہ ترے کس کا لہو چمکے گا
چشم و ابرو کے اشاراتِ ٹھہلیں گے کس پر
راہِ سُنان ، مکاں خستہ ، مکیں افسردہ
مجھ سا کوئی بھی نہیں تیرے وفاداروں میں
میں ہی اک واقفِ آدابِ محبت ہوں نصیر
مل کے ڈھونڈیں گے مجھے اہلِ وفا میرے بعد



نظر اٹھی جدھر بھی ، ہم نے اُن کو جلوہ گر دیکھا
نہ ہم کو دیکھ لے کوئی یہ اطمینان کر دیکھا
ستم جھیلے ، سمیٹے غم ، لگا دی جان کی بازی
وہی ہوں جلوہ ساماں جس طرف واعظ! نظر اٹھے
عجب سودا ہے بازارِ جہاں میں دل کا سودا بھی
ہماری وحشتِ دل کی نہ پوچھے داستاں کوئی
ہمیشہ احترامِ جلوہ میں جھکتی رہیں آنکھیں
جو کل تک دُور تھے ، وہ آج اپنے پاس بیٹھے ہیں
نصیر ! اخلاص کی باتوں کا ہم نے یہ اثر دیکھا





قسمت سے جو اُن کا رُخ تاباں نظر آئے
عارض ترے ، بالائے زخداں نظر آئے
آئینہ بہ کف ، جلوہ بہ داماں نظر آئے
ظاہر میں جو خاموش سے اِنساں نظر آئے
کچھ ایسے بھی اِس دور میں اِنساں نظر آئے
ممکن ہے توجہ بھی ، نوازش بھی ، کرم بھی
فرقت میں جو سائے کی طرح ساتھ رہے ہیں
قسمت مری برگشتہ ہے ، وحشت مری فطرت
بڑھ بڑھ کے بہاروں نے قدم چوم لیے ہیں
اللہ کرے تُو نظر آئے نہ پریشاں
وہ شوخ جب آیا تو پھر اِس شان سے آیا

کیوں وجد کے عالم میں نہ اِنساں نظر آئے
اک رُحل پہ دو دو ہمیں قرآں نظر آئے
ذرے جو قریب درِ جاناں نظر آئے
باطن میں وہی فتنہ دوراں نظر آئے
کیا کچھ تھے ، مگر بے سروساماں نظر آئے
اُن سے کوئی ملنے کا تو امکاں نظر آئے
قُربت میں وہی لمحے گریزاں نظر آئے
گلشن کو بھی دیکھوں تو بیاباں نظر آئے
جس راہ گزر میں وہ خراماں نظر آئے
آئے تو تری زُلف پریشاں نظر آئے
جو صاحبِ خانہ تھے ، وہ مہماں نظر آئے

کل تک نہ قدم گھر سے نکالا تھا جنہوں نے
دُرِ در پہ نصیر آج وہ اِنساں نظر آئے





بس اک ہم تھے کہ تیری جستجو میں دار تک پہنچے
پہنچنے والے لیکن جلوہ گاہ یار تک پہنچے
نہیں کی رمز جو سمجھے ، وہ خُوئے یار تک پہنچے
کہ ہم در تک نہ پہنچے اور وہ دربار تک پہنچے
کبھی پیار کو پوچھا ؟ کبھی پیار تک پہنچے؟
مرے تلواروں کے چھالے بڑھ کے نوکِ خار تک پہنچے
ہزاروں بار یہ توبہ سے استغفار تک پہنچے
بھکاری بن کے ہم بھی اُس دُر در بار تک پہنچے
کہاں کا نامہ بر ، کیوں کوئی میرے یار تک پہنچے
چلے ، چل کر رُکے ، رُک کر چلے ، دلدار تک پہنچے

کئی پہنچے ترے در تک ، کئی دیوار تک پہنچے
تماشا بن گئے ، سولی چڑھے ، تلوار تک پہنچے
حسینوں کے یہاں انکار ہے اقرار سے پہلے
مقدّر پر ہمیں غیروں کے اکثر رشک آتا ہے
مسیحا بن گئے ، لیکن مسیحائی بھی کی تم نے؟
اذیت آشنا ہونا پڑا یوں دشتِ ہستی میں
جنابِ شیخ نے پیمانہ رد کرنا نہیں سیکھا
منا جب یہ کہ اُن کی گفتگو موتی لٹاتی ہے
کبھی نامہ لکھا تو خود ہی لکھ کر ، چاک کر ڈالا
نرالی چال دیوانوں کی تھی راہِ تمنا میں

نصیر ! ایسا نہ ہو دشتِ وفا کی دھوپ سے ڈر کر
محبت سر چھپانے ، سایہ دیوار تک پہنچے



میں کسی کی نظر کو بھانپ گیا
ایک سانپ آیا ، ایک سانپ گیا
دل گلستان میں کانپ کانپ گیا
آ کے طوفانِ گرد ، ڈھانپ گیا
آج دُور کر مجھے وہ سانپ ”گیا“
اک نظر میں زمانہ بھانپ گیا
دیکھیے دیکھیے ، وہ سانپ گیا

ڈر گیا ، اور کانپ کانپ گیا
ہجر میں یہ نفس کی آمد و شد
غنجہ و گل کا دیکھ کر انجام
بے کفن لاش تھی مسافر کی
جس کو کل آستیں میں پالا تھا
میرے اُن کے معاملات کا رُخ
اپنے دشمن کو اب تو پہچانیں

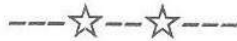
عرصہ شوق میں نصیر اکثر
اتنا دوڑا ہوں میں ، کہ ہانپ گیا





اداس گل ہیں، کوئی تازگی چمن میں نہیں
 مذاقِ شکوہ مرے عشق کے چلن میں نہیں
 مری نظر نے ترے حسن میں جو دیکھا ہے
 بکھر بکھر کے سمٹی ہے زلف اُس رخ پر
 شعورِ عشق جگر کاٹتا ہے پتھر کا
 ہمارا تذکرہ کس بزم کی نہیں رونق؟
 اسیرِ زلف! ابھی دامنِ فراق نہ چھوڑ
 جو تیری چشمِ تغافل میں پائی جاتی ہے
 غبارِ راہِ وفا بن کے اڑ گئی ہو گی
 کسی کے عشق نے یوں در بہ در کیا ہم کو
 جو وہ نہیں ہیں تو رونق ہی انجمن میں نہیں
 دہن میں رہ کے بھی، گویا زباں دہن میں نہیں
 وہ بانگین کسی مہ و ش کے بانگین میں نہیں
 ابھی ہے چاند گہن میں، ابھی گہن میں نہیں
 شعارِ تیشہ زنی دستِ کوہکن میں نہیں
 ہر انجمن میں ہمیں ہیں، کس انجمن میں نہیں
 سحر کا تار ابھی شب کے پیرہن میں نہیں
 خدا گواہ! وہ تلخی مئے گہن میں نہیں
 کہیں تو ہے، مری میت اگر کفن میں نہیں
 ہماری خاک بھی اب دامنِ وطن میں نہیں

نصیر! ڈوبتے تارے کو کس نے یاد کیا
 جو انجمن میں نہیں ہے، وہ انجمن میں نہیں





کیا عجب اک گھونٹ میں پی جائیں میخانے کو ہم
چین سے جینے کو وہ 'دُکھ' کے مرجانے کو ہم
آئے ہیں اس بزم میں آئینہ بن جانے کو ہم
رہ گئے ماضی کا ہر افسانہ دُہرانے کو ہم
شرحِ اجمالِ کرم کہتے ہیں 'شرمانے کو ہم
کیا نظر میں لائیں ایسے ویسے دیرانے کو ہم
وہ تو آئے تھے فقط اک بات سمجھانے کو ہم
بھاڑ میں ڈالیں اٹھا کر ایسے یارانے کو ہم
آئے تھے کیا آپ کی محفل میں لٹ جانے کو ہم؟
رُک نہیں سکتے 'مگر آجائیں گے آنے کو ہم
اپنے پہلو میں لیے بیٹھے ہیں دیوانے کو ہم
گھر سے نکلے تھے گلستاں کی طرف جانے کو ہم

دیر سے ترے ہوئے ہیں ایک پیانے کو ہم
کیا محبت میں سنائیں اپنے افسانے کو ہم
اپنے جلووں سے ہمیں حیراں بناتے جائے
اٹھ گئے یارانِ محفل 'مٹ گئیں دلچسپیاں
جو زباں سے بات کہنی تھی 'نگاہوں نے کہی
وحشتِ دل کے مطابق وسعتِ صحرا کہاں
تم تو کچھ سننے سے پہلے ہی خفا ہونے لگے
ہم رہا ہیں دوستی 'وہ دشمنی کرتے رہیں
دل مٹا 'ایماں گیا 'رُسا ہوئے 'باتیں سُنیں
کس ادا سے کہہ رہے ہیں وہ مرے اصرار پر
دل پھر اپنا دل ہے 'یہ دھڑکن عذابِ جاں سہی
لے اڑیں صحرا کی جانب وحشتوں کی آندھیاں

خیر سے ہم نے بھی دیکھی ہے بہت دنیا نصیر !
جانتے پہچانتے ہیں اپنے 'بیگانے کو ہم





رند مل کے گلے روئے ہیں پیمانے سے
 یک بہ یک اور بھڑک اٹھتا ہے سمجھانے سے
 ہم تو کیا پیتے پلاتے سر میخانہ، مگر
 ذکرِ اللہ سے خالی ہے ترا خانہ دل
 میں نے روکا نہیں مسجد سے تجھے اے زاہد
 پا لیا آپ کو، اقرارِ محبت نہ کریں
 باغباں! پھونک، مگر شرط یہ ہے گلشن میں
 شیخ کے ساتھ یہ رندوں پہ قیامت ٹوٹی
 ترکِ ثابت قدمی ایک قیامت ہو گی
 توبہ ٹوٹے گی ضرور آج کسی اُونچے کی
 جب مری لاش اٹھائی گئی میخانے سے
 کوئی کیا بات کرے آپ کے دیوانے سے
 دل لگی ہوتی رہی پھول سے، پیمانے سے
 کیا ملے گا تجھے اللہ کے گھر جانے سے
 روک سکتا نہیں تو بھی مجھے میخانے سے
 بن گئی بات مری آپ کے شرمانے سے
 آگ پھولوں پہ نہ برے مرے سخنانے سے
 پینے والے بھی نکالے گئے میخانے سے
 اور گھر جاؤ گے آلام میں گھبرانے سے
 یہ جھلکتا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے سے

بات سنتے جو نصیر آپ تو اک بات بھی تھی
 بات سنتے نہیں، کیا فائدہ سمجھانے سے





تجدیدِ حیات ہو گئی ہے اُن سے مری بات ہو گئی ہے
 فطرت ہوئی خود شناس جب سے آئینہ ذات ہو گئی ہے
 انساں ! تری ان سہولتوں سے دشوار حیات ہو گئی ہے
 آیا ہے شباب جب سے اُن پر کچھ اور ہی بات ہو گئی ہے
 اُلٹی ہی پڑیں جفا کی چالیں اکثر اُنہیں مات ہو گئی ہے
 دل جب سے نہیں رہا ہمارا ہر غم سے نجات ہو گئی ہے
 بڑھنے لگے گیسوؤں کے سائے لگتا ہے کہ رات ہو گئی ہے
 اب تیرِ نظر نہ آزماء ناکام یہ گھات ہو گئی ہے
 وہ لوٹ کے پھر ادھر نہ آئے شاید کوئی بات ہو گئی ہے
 رُودادِ ستم نصیر ! کب تک
 سو جاؤ کہ رات ہو گئی ہے



دیکھیں وہ آ کے میرا تماشا خدا کرے میرے مجنوں میں رنگ وہ پیدا خدا کرے
 تم پر جفا کرے ، کوئی تم سا خدا کرے کچھ اور ہو نہ ہو ، مگر ایسا خدا کرے
 لے انتقام کوئی ہمارا خدا کرے تم سے بھی ہو وفا کا تقاضا ، خدا کرے
 دل ہے مَلول ، اور نگاہیں اُداس ہیں مل جائے کاش ! تیرا سہارا خدا کرے
 میں نے کہا ، کہ مجھ پہ کبھی مہرباں تو ہوں ہنس کر کہا ، خیال ہے اچھا ”خدا کرے“
 وہ مل گئے ، نگاہِ ملی ، دل سے دل ملا اب اس کرم کے بعد کہو ، کیا خدا کرے
 دُنیا سبائی ، ہم کو بنایا ، مٹا دیا دیکھیں اب آگے اور بھی کیا کیا خدا کرے
 دل کو یقین ہے اُن کی ملاقات کا نصیر
 اب دیکھیے کرم وہ کریں ، یا خدا کرے





کبھی کچھ کہا نظر سے ، کبھی کچھ کہا زباں سے
 جو لپٹ کے رو دیے ہم ترے سنگِ آستاں سے
 انہیں اضطراب ہو گا ، مرے غم کی داستاں سے
 مجھے مل سکا نہ کچھ بھی ، مری عمرِ رائیگاں سے
 نظر آرہے ہیں اب تو ، مجھے وہ بھی بدگماں سے
 نہ چھڑائیں اب وہ دامن ، مرے دستِ ناتواں سے
 جو گرے ہیں چند تنکے ، مری شاخِ آشاں سے
 جو نہیں سے بات بگڑی ، وہ سنوار ایک ہاں سے
 تمہیں پھر پتہ چلے گا ، جو ہم اٹھ گئے جہاں سے
 جو پچھڑ گئے ہیں قصداً ، سرِ راہ کارواں سے
 میرا سینہ پھٹ رہا ہے غمِ یادِ رفتگاں سے

نہ اٹھے حجاب سارے ، مرے اُن کے درمیاں سے
 ہوئیں بارشیں کرم کی ، اُسی وقت آسماں سے
 جو بیاں ہو اُن سے قاصد ! تو ذرا سنبھل سنبھل کر
 یہ فریب ہے مثالی ، کہ ہیں دونوں ہاتھ خالی
 کسے صبر کا ہو یارا کہ اُلٹ چلی ہے قسمت
 مجھے ساتھ ساتھ رکھا اسی دن کے واسطے کیا؟
 کہیں بن نہ جائیں اک دن ، یہی تیلیاں قفس کی
 مری بات تو جو مانے ، تو یہ چھوڑ دے بہانے
 ابھی حوصلے نکالو ، ابھی اور کچھ ستا لو
 وہ نہ پاکیں گے منزل ، انہیں کچھ نہ ہو گا حاصل
 وہ حسین دورِ ماضی ، کسی طرح لوٹ آتا

اُسے جانتی ہے دنیا ، اُسے مانتا ہے عالم
 جو نصیر کو لگن ہے ، ترے سنگِ آستاں سے





چارۂ دردِ جگر سرکار رہنے دیجیے
 آنکھ پر غم، وا لبِ گفتار رہنے دیجیے
 ذہن اپنا مطلعِ انوار رہنے دیجیے
 قُرب کی یہ آخری صورت نہ مجھ سے چھینیے
 آپ مجھ سے اب نہ سُنئے گا کبھی کوئی گلہ
 جو گزرنی تھی وہ گزری، جو ستم تھا ہو چکا
 آپ کے ہر حکم کی تعمیل میرا فرض ہے
 یا مرے غم کا مداوا کیجیے بندہ نواز!
 آپ کی قسمت سکوں، میرا مقدر اضطراب
 میرے اظہارِ تمنا پر یہ کیسی برہمی
 عمر بھر اپنا مجھے پیار رہنے دیجیے
 اعتبارِ گرمی بازار رہنے دیجیے
 رات دن محوِ جمالِ یار رہنے دیجیے
 در سے اٹھوایا، پس دیوار رہنے دیجیے
 ہو گیا جو ہو گیا، اس بار رہنے دیجیے
 چھوڑیے اس بات کو، سرکار! رہنے دیجیے
 اس قدر تاکید، یہ اصرار رہنے دیجیے
 یا تباہی پر مجھے مختار رہنے دیجیے
 آپ سو جائیں، مجھے بیدار رہنے دیجیے
 بندہ پرور! چھوڑیے، سرکار! رہنے دیجیے

کیوں مٹاتے ہیں نصیر آپ اس طرح داغِ جگر
 غم کے باقی کچھ نہ کچھ آثار رہنے دیجیے





وہ سچ مچ ہم سے ناخوش ہو گئے، یا بن کے بیٹھے ہیں
کسی کو کیا غرض، مالک ہیں اپنے من کے بیٹھے ہیں
بلا کی شان سے محفل میں وہ بن ٹھن کے بیٹھے ہیں
یہ کیا معلوم تھا پہلو میں ہم دشمن کے بیٹھے ہیں
وہی اب سر جھکائے سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں
عنایت ہے کہ سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں
یہاں بلِ جَل کے کچھ ساتھی مرے بچپن کے بیٹھے ہیں
نفس میں ہیں، مگر قصے لئے گلشن کے بیٹھے ہیں
جنازہ بن کے اٹھیں گے، تمنا بن کے بیٹھے ہیں

پھرا کر اپنے رخ کو پھیر میں چلن کے بیٹھے ہیں
غضب کیا ہے جو ہم کوچے میں اُس پُرفن کے بیٹھے ہیں
الہی! خیر دل کی، جان کی، چشمِ تماشا کی
بٹھا کر پاس اُس نے دُور دل سے کر دیا ہم کو
جنہوں نے جیتے جی مجھ سے نہ میرا حال تک پوچھا
کہاں ایسا مقدر تھا کہ ہوتا یہ شرف حاصل
یہ میری بزم ہے آئینہ بندیِ عہدِ ماضی کی
ستمِ صیاد کا برحق، زباں اپنی، بیاں اپنا
حیات و موت ہیں دونوں ترے کوچے سے وابستہ

نصیر! اُن کو کوئی پہچان لے، یہ غیر ممکن ہے
کچھ ایسا رُوپ بدلا ہے، کچھ ایسے بن کے بیٹھے ہیں



اشک اک بار جو چل نکلیں، تو کم رکتے ہیں
میکدے ہی میں بس اب شیخِ حرم رکتے ہیں
اپنی بخشش سے کہیں اہلِ کرم رکتے ہیں
جانے یہ کس کی گلی ہے کہ قدم رکتے ہیں
نالے آ آ کے لبوں تک شبِ غم رکتے ہیں
اک ترا نام کہ ہیبت سے قلم رکتے ہیں
برملا کہنے سے ورنہ کہیں ہم رکتے ہیں
پھر بھی تُو روکے تو ہم تیری قسم رکتے ہیں

دیدہ تر میں کہاں پھر شبِ غم رکتے ہیں
آ کے چل دیتے ہیں، مسجد میں یہ کم رکتے ہیں
دشمنوں پر بھی وہی جُود و سخا کا عالم
جیسے پاؤں میں کوئی ڈال رہا ہو زنجیر
آ ہی جاتا ہے خیال آپ کی رسوائی کا
اک ترا ذکر کہ سرِ غم ہے عقیدت سے مرا
وہ تو ہم رُک گئے کیا سوچ کے، معلوم نہیں
گرچہ رُکنے کی نہیں اب کوئی صورت باقی

حضرتِ دل سے نصیر آج یہ کہنا ہے ہمیں
آپ اُس بزم میں جاتے ہیں، تو ہم رکتے ہیں





شوق سے اُس کی گلی میں جاؤ تو حضرت دل ! ہو گیا پتھراؤ تو
حُرمتِ مے بے پیے سمجھاؤ تو شیخ صاحب ! میکدے میں آؤ تو
دُھونڈنی ہے اپنی قسمت کی لکیر ہم بھی دیکھیں ، ہاتھ ادھر تم لاؤ تو
دو گھڑی کی بات ہے ، تکرار کیا دو گھڑی کو تم مرے گھر آؤ تو
ہو ہی جائیں گے وہ آخر مہرباں باتوں میں انہیں بہلاؤ تو
دشت کے کانٹو ! لہو پینا ، مگر کچھ دنوں تلوے مرے سہلاؤ تو
پھر چلا لینا نظر کے تیر تم دل کے بھر لینے دو پہلے گھاؤ تو
شوخیوں سے ، ناز سے ، انداز سے ہم بہک جائیں گے ، تم بہکاؤ تو
گفتگو میں پیار کے دو بول تھے پھر وہی فقرہ ذرا دہراؤ تو
چل نہ دیں دیوارِ زنداں توڑ کر وحشیوں کو بیڑیاں پہناؤ تو
میری قسمت کے نکل جائیں گے بل اپنی زلفوں کو ذرا سلجھاؤ تو
جا رہا ہے وہ جنازہ عشق کا مار ڈالا ہے جسے ، دفناؤ تو
تا بہ کے اُن سے توجہ کی طلب نامناسب ہی رہا برتاؤ تو

جا رہا ہوں میں نصیر اُن کی طرف
درمیاں میں پڑ گئے الجھاؤ تو





ہم کو ہے مطلوب ہر دم خیر خواہی آپ کی
پردہ معصومیت میں قتلِ عاشق بیدریغ
ختم ہی کر دیں گے مجھ کو آخر الامر ایک دن
آفتِ دل ، آفتِ جاں ، دشمنِ ایمان و دیں
یہ وفاداری جہاں میں کم ملے گی آپ کو
آپ نے حق میں ہمارے کی بُرائی عمر بھر
حضرتِ دل ! یہ ارادہ اور یہ حُسنِ طلب
آپ ایسے ہیں کہ اپنوں کو سمجھتے ہی نہیں
لُٹ لیتی ہے نصیر بے نوا کو عشق میں
کیا کریں شکوہ کسی کا ہم محبت میں نصیر
اپنے ہاتھوں ہم نے جب اپنی تباہی آپ کی



یہ زمانہ یہ دور کچھ بھی نہیں
اک ادا ہے بس اور کچھ بھی نہیں
اک تری آرزو سے ہے آباد
عشق ، رسم و رواج کیا جانے
وہ ہمارے ہم اُن کے ہو جائیں
جلنے والوں کو صرف جلنا ہے
چشمِ ساقی کا فیض ہے سب کچھ
دونوں عالم میں بس شہسی تم ہو
آئہ خاتہ وجود و عدم
اے نصیر ! انتظار کا عالم
اک قیامت ہے اور کچھ بھی نہیں





کہ اک تلوار، اپنے اور میرے درمیاں رکھ دی
بس اتنی بات پر ہی کاٹ کر اُس نے زباں رکھ دی
خدا جانے، کسی نے غم کی چنگاری کہاں رکھ دی
مگر ہم تھے کہ ہم نے لا کے شاخِ آشیاں رکھ دی
یہ ایسی شے نہیں تھی جو یہاں رکھ دی، وہاں رکھ دی
مشیّت نے مری قسمت میں خاکِ آستاں رکھ دی
ذرا سی ہنس کے ساقی نے بہ طورِ امتحاں رکھ دی
قفص کی تیلیوں پر ہی بنائے آشیاں رکھ دی
اٹھا کر لاشِ بلبل کی گلوں کے درمیاں رکھ دی
کہوں اب کیا کہ اُس نے تیر برسا کر کہاں رکھ دی
مری تصویر بھی دیکھی، تو ہو کر بدگماں رکھ دی
ذرا سی بات تھی، تم نے بنا کر داستاں رکھ دی
الہی! تُو نے کیا شے ان بُتوں کے درمیاں رکھ دی
کہاں کے ساتھ ہی اک اور قدرت نے کہاں رکھ دی

ستم پر شرطِ خاموشی بھی اُس نے ناگہاں رکھ دی
یہ پوچھا تھا کہ مجھ سے جنسِ دل لے کر کہاں رکھ دی
پتہ چلتا نہیں، اور آگ لگ جاتی ہے تن من میں
چڑھاوے چڑھ رہے تھے تربتِ بلبل پہ پھولوں کے
بتاؤ! کیا کیا تم نے مرا دل چھین کر مجھ سے
ادا ہوتے رہیں گے اُن کے دَر پر غم بھر سجدے
شریکِ بزم تھا واعظ تو سامانِ ضیافت میں
بہار آنے پہ گلشن تک رسائی جب ہوئی مشکل
صبا نے احترامِ جذبِ دل کا پاس یوں رکھا
مرا دل چھید کر آنکھیں جھکا لیں اُس ستمگر نے
زمانہ کیا کہے گا آپ کو، اس بدگمانی پر
مرے حرفِ تمنا پر چڑھائے حاشیے کیا کیا
جو آیا بتکدے میں، اُس نے سجدوں پر کیئے سجدے
تِنے ہیں تیر مڑگاں کے، کھنچے ہیں اُن کے دو اُبرو

نصیر اب کس سے شکوہ کیجیے، یہ شکر کی جا ہے
بہاروں کی طلب تھی، اُس نے قسمت میں خزاں رکھ دی





آج مل کر بھی اُن سے نہ کچھ بات کی
صبح کو بخش دی ' جو بچی رات کی
تیز تر کیوں نہ ہو شعلہ آرزو
اللہ اللہ مجازِ حقیقت نما
وہ جو خود دار ہے ' میں بُرا کیوں کہوں
حاصلِ زندگی ' عشق کا ماحصل
شکر کر ' اُس کا شکوہ نصیر اب نہ کر
اے نصیر ! اُن کو اپنا بنا لیں گے ہم
کوئی صورت تو نکلے ملاقات کی



مرنا جینا ایک ہے اُس بلبلِ ناشاد کا
پوچھتے ہو حال کیا اس خانماں برباد کا
انقادی بزم ہو یا اہتمامِ ذکر ہو
حشر ہے یہ حشر ' بندہ بن ' خدا کو یاد کر
اب تو اے صیاد! تیرے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی
زیر لب یہ مسکرا کر دیکھنا میری طرف
جس کو اک اک موڑ پر خطرہ رہے صیاد کا
باغباں کی مہربانی ہے ' کرمِ صیاد کا
اک طریقہ یہ بھی ہے پھڑے ہوؤں کی یاد کا
یہ دُعا کا وقت ہے ' موقع نہیں بیداد کا
برق نے پھونکا نشینِ بلبلِ ناشاد کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ' ظالم تری بیداد کا
آنسوؤں کے تار سے چاکِ گریباں تک نصیر
سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے اُن کی یاد کا





داغ ہیں دل میں ، ہار پھولوں کا آؤ ! دیکھو مزار پھولوں کا
 عارضی ہے نکھار پھولوں کا کچھ نہیں اعتبار پھولوں کا
 بڑھ گیا اعتبار پھولوں کا تم نے پہنا جو ہار پھولوں کا
 ہے چمن میں خزاں کی یہ سازش منہ نہ دیکھے بہار ، پھولوں کا
 اُن کی کانٹوں میں زندگی گزری تھا بہت جن کو پیار پھولوں کا
 وہ نہیں تو چمن ہے دیرانہ جھکنا ہو ہزار ، پھولوں کا
 ہم مقفس چھیڑتے ہیں کیوں مجھ سے تذکرہ بار بار پھولوں کا
 مسکرائے نہ تھے کہ مڑجھائے ہائے ، انجام کار پھولوں کا
 جب چمن میں خزاں کا ڈیرا ہو کیا چلے کاروبار پھولوں کا
 دیکھتے دیکھتے خزاں آئی چھن گیا اقتدار پھولوں کا
 اور کیا جلوۂ بہار چمن اک تماشا ہے چار پھولوں کا
 یوں کھلا ہے نصیر داغ جگر
 جیسے ہو تاجدار پھولوں کا





نظر کی اوٹ میں کوئی چھپا معلوم ہوتا ہے
مگر اب تم بتاؤ، تم کو کیا معلوم ہوتا ہے
دہانِ زخم اب کھلنے لگا معلوم ہوتا ہے
ہر پردہ کوئی صرفِ نوا معلوم ہوتا ہے
ستم بھی آپ کا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے
ترا جادو بڑا چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے
جسے دیکھو، وہی اک نقشِ سا معلوم ہوتا ہے
مجھے وہ اپنی قسمت کا لکھا معلوم ہوتا ہے
مرا رہزن ہی مجھ کو رہنما معلوم ہوتا ہے
وہی جو زندگی کا آسرا معلوم ہوتا ہے
یہ عالم سارے عالم سے جدا معلوم ہوتا ہے
جو سوچو تو جنوں کا سلسلا معلوم ہوتا ہے

جہانِ دیدہ و دل اب لٹا معلوم ہوتا ہے
طبیعوں کو مرا دکھ لا دوا معلوم ہوتا ہے
جگر میں درد پہلے سے ہوا معلوم ہوتا ہے
چھپا بیٹھا ہے آخر کون میرے سازِ ہستی میں
نمودِ زندگی کے روپ میں رنگِ قضا نکھرا
جمالِ یار! تو نے دل پہ قابو پا لیا آخر
جدھر نظریں اٹھاؤ ایک عالم ہے تحیر کا
ترا جو لفظ بھی منہ سے نکل جائے مرے حق میں
پھر آپہنچا ہوں اُس در پر جہاں لوٹا گیا تھا میں
اُسی کو دیکھتے ہی دم پہ بن جاتی ہے محفل میں
ترپنا، لوٹنا، رونا، مچلنا اُن کے قدموں پر
اگر دیکھو تو رشکِ صد گلستاں ہے جمالِ اُن کا

نصیر اُن کی پرستش آپ ہی تنہا نہیں کرتے
زمانہ اُن کی صورت پر فدا معلوم ہوتا ہے





بہار آئی ، بہار آنے کے دن ہیں
 کسی پر اب شباب آنے کے دن ہیں
 جوانی ، اور پھر اُن کی جوانی
 ابھی تو حُسن کا نشہ چڑھا ہے
 مرا دل بھی لئے جا ساتھ قاصد!
 گیا ساقی اُلٹ کر جام و ساغر
 ابھی مجھ سے نہیں وہ بے تکلف
 جواں تم ہو ، جواں ہم ہیں ، جواں دل
 حیا و حُسن ہیں شانہ بہ شانہ
 ابھی بھولی نہیں ہے مجھ کو وحشت
 انہیں ناز و ادا سے کون روکے
 یہی تو پھول ، پیمانے کے دن ہیں
 لجا کر دل کو تڑپانے کے دن ہیں
 نگاہوں میں سما جانے کے دن ہیں
 ابھی تو اُن کے اترانے کے دن ہیں
 یہ تحفہ اُن کو پہنچانے کے دن ہیں
 گراں رندوں پہ میخانے کے دن ہیں
 ابھی کچھ اور شرمانے کے دن ہیں
 تڑپنے اور تڑپانے کے دن ہیں
 کسی کے زلف سلجھانے کے دن ہیں
 ابھی قسمت میں ویرانے کے دن ہیں
 وہ اٹھلائیں ، کہ اٹھلانے کے دن ہیں

نصیر اب فصلِ گل آئی ، سنبھلیے
 گریباں چاک ہو جانے کے دن ہیں





اک حشر ہے اے دل! وہ ہوئے چیں بہ جیں تو
 کہنے کو تو کہہ دوں گا ملیں گے وہ کہیں تو
 گلشن میں، پیاباں میں اُسے ڈھونڈ رہا ہوں
 اب اور وہ کیا حال مرا پوچھ رہے ہیں
 میں جب بھی یہ کہتا ہوں ستم مجھ پہ ہوئے ہیں
 مانا کہ فلک درپے آزار رہا ہے
 جو بات مجھے کہنی ہے، تم ہی سے کہوں گا
 آئے ہیں تری انجمنِ ناز میں پھر ہم
 اب روک لے چلتی ہوئی تلوار کو قاتل!
 ہر چند نظر میں کوئی منزل نہیں پھر بھی
 ٹھہری نہ ترے پاؤں کے نیچے جو زمیں تو
 آیا نہ انہیں میری محبت کا یقیں تو
 مل جائے گا اک دن دلِ گم گشتہ کہیں تو
 باتیں مری تفصیل سے قاصد نے کہیں تو
 وہ صاف مکر جاتے ہیں کہتے ہیں نہیں تو
 شامل نظر آئی ترے کوچے کی زمیں، تو؟
 میرے لئے سب کچھ ہو زمانے میں نہیں تو
 ٹوٹی تھی کبھی برقی ستم ہم پہ یہیں تو
 اب کون رہا، رہ گئے بس ایک ہمیں تو
 پہنچائے گی یہ گردشِ ایام کہیں تو

در پردہ جو تڑپائے ہوئے ہے دلِ عالم
 ڈھونڈیں گے نصیر اُس کو، ملے گا وہ کہیں تو





آغوشِ جنوں میں جا رہا ہوں ہر غم سے نجات پا رہا ہوں
 وہ ناؤ مجھی کو لے کے ڈوبی جس ناؤ کا ناخدا ' رہا ہوں
 گلشن میں کھٹک رہے تھے کانٹے صحرا میں سکون پا رہا ہوں
 وہ مجھ سے کہاں چھپیں گے جا کر میں خود ہی نظر چُرا رہا ہوں
 پوچھو نہ عذابِ راہِ منزل کانٹوں سے گزر کے جا رہا ہوں
 اس درجہ تو بے رُخی نہ برتو رودادِ وفا سنا رہا ہوں
 مطلب نہیں اور کچھ وفا سے آئینہ انہیں دکھا رہا ہوں
 قدموں سے لپٹ رہے ہیں رستے اے منزلِ شوق ! آ رہا ہوں
 محفل میں تری بُرا ہوں میں ہی اچھا ہے کہ اٹھ کے جا رہا ہوں
 اک آپ ' کہ میرے ہو نہ پائے اک میں ہوں ' کہ آپ کا رہا ہوں

کیا شے تھی نصیرِ وحشتِ دل
 میں خود سے دُنوں خفا رہا ہوں





وہ اور ہوگا کوئی بیقرار ، ہم تو نہیں
مگر ستم تو ستم ہی ہوا ، کرم تو نہیں
دفا کی راہ میں لرزاں مرے قدم تو نہیں
ترے بغیر جئیں ، ہم میں اتنا دم تو نہیں
تمہارے لطف کے اُمیدوار کم تو نہیں
کرم کسی کا بہ اندازہ ستم تو نہیں
تلاش جس کی رہی ہے تجھے ، وہ ہم تو نہیں؟
محبت آپ سے ، ایسا کوئی ستم تو نہیں
کسی کی ہوگی عبارت ، مرا قلم تو نہیں
مگر حضور ستم میں کسی سے کم تو نہیں
شراب ہے ، کوئی ڈوبی ہوئی رقم تو نہیں

شعورِ غم ہے ، مگر شکوہ ستم تو نہیں
یہ اور بات ہے سب معترض ہیں ، ہم تو نہیں
زمینِ جراتِ دیوانگی پہ لرزی ہے
جدا ہوا ہے تو پھر جان کی امان نہ دے
نظر اٹھاؤ کہ ہر سو ہیں منتظر لاکھوں
یہ اور بات ، کہ ممنون ہوں ، دعا گو ہوں
تری نگاہ میں ہے جستجو کا اک انداز
فضول اپنے پرانے کو اعتراض ہوا
بلا کی نامہ اعمال پر ہے گل کاری
یہ اور بات کہ میں ہی زباں سے کچھ نہ کہوں
ہر ایک ساغرِ مے کا حساب ہے اے شیخ !

نصیر ! کس لئے آنکھیں بھر آئیں دنیا کی
ہمارے اشک ہیں یہ ، داستانِ غم تو نہیں





وہ نگاہِ شوق سے دُور ہیں، رگِ جاں سے لاکھ قریں سہی
ہمیں آپ کھینچے دار پر جو نہیں کوئی، تو ہمیں سہی
غمِ زندگی بھی ہے زندگی، جو نہیں خوشی تو نہیں سہی
وہ کبھی ملیں، وہ کہیں ملیں، وہ کبھی سہی، وہ کہیں سہی
میں اُنہی کا تھا، میں اُنہی کا ہوں، وہ میرے نہیں تو نہیں سہی
تری انجمن میں اگر نہیں، تری انجمن کے قریں سہی
کوئی سجدہ ریز نہ ہو سکے تو نہ ہو، مری ہی جہیں سہی
مجھے اُس کا غم تو نصیب ہے وہ اگر نہیں، تو نہیں سہی
جو کریں گے آپ ستم وہاں، وہ ابھی سہی، وہ یہیں سہی

مری زندگی تو فراق ہے وہ ازل سے دل میں کہیں سہی
ہمیں جان دینی ہے ایک دن وہ کسی طرح، وہ کہیں سہی
غمِ زندگی سے فرار کیا یہ سکون کیوں، یہ قرار کیا
سرِ طور ہو، سرِ حشر ہو، ہمیں انتظار قبول ہے
نہ ہو، اُن پہ جو مرا بس نہیں کہ یہ عاشقی ہے ہوس نہیں
مجھے بیٹھنے کی جگہ ملے، مری آرزو کا بھرم رہے
ترے واسطے ہے یہ وقف سر، رہے تابدار سنگِ در
مری زندگی کا نقیب ہے، نہیں دُور مجھ سے قریب ہے
جو ہو فیصلہ وہ سنائیے، اسے حشر پر نہ اٹھائیے

اُسے دیکھنے کی جو لو لگی تو نصیر دیکھ ہی لیں گے ہم
وہ ہزار آنکھ سے دُور ہو، وہ ہزار پردہ نشیں سہی





کھلی جو آنکھ ، چمن تھا ، نہ آشیانا تھا
وہ دل اڑایا جو اخلاص میں یگانا تھا
رفیق کوئی نہ تھا ، بے وفا زمانا تھا
جہاں تُو نغمہ سَرا ہے وہیں پہ اے بلبل!
یہ کیا کہ غیر کو بھی درمیان لے آئے
اڑا دیئے مرے ہوش و حواس ساقی نے
جو آج غیروں سے مل کر ہوئے ہیں بیگانے
کہا وفا ، تو کہا ، اس کی کیا ضرورت ہے
یہ دور اُن کے مرے درمیاں بھی گزرا ہے

یہ کُوئے یار ہے منزل بھی اور مقتل بھی
نصیر ! سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تھا



پھکی ہے فضا ، رنگ نیا مانگ رہے ہیں
اُس بُت سے وفاؤں کا صلا مانگ رہے ہیں
سب کوچہ جنت کے طلبگار ہیں ، لیکن
کیوں بیٹھے ہیں مُنعم ترے دروازے پہ جم کر
ہر بندہ ہے دنیا میں اسی در کا بھکاری
ہے دھوم گلستاں میں اب اُن دیدہ وروں کی
جو اُن کے پَر و بال کی پرواز بڑھا دے

ہم بھی ہیں نصیر اُن کی تجلی کے بھکاری
آئینہ ہستی پہ جلا مانگ رہے ہیں





کام اُس کا نہ کسی ڈھب سے ' نہ تیور سے چلا
 لے کے دل اُس نے اُلٹ دی ہے بساطِ اُلفت
 چشمِ ساقی نے پلائی تو کہیں باتِ بنی
 آ بھی جا ! ورنہ یہ بیمارِ شبِ ہجر نہیں
 کس لئے دل کو رہِ شوق کا ساتھی نہ کہوں
 بات تھی اُس کی کہ کلیوں کے چٹکنے کا سماں
 لکھ گیا حالِ جنوں شہر کی دیواروں پر
 قیس و فرہاد ہوں ' یا وامتق و عذرا ' اب تک
 راہِ اُلفت میں کسی بُت سے توقع ہے فُصول
 راستے مہکے ' در و بام پہ رونق آئی
 عشق کی راہ میں منزل ہے تو تسلیم و نیاز
 کوئی تھامے ہوئے دل آج ترے در سے چلا
 چال اپنی بھی چلا وہ ' تو میرے گھر سے چلا
 کام اُسے کش کا نہ شیشے سے ' نہ ساغر سے چلا
 قبر میں جا کے یہ ٹھہرے گا ' جو بستر سے چلا
 ہر قدم ساتھ دیا ' میرے برابر سے چلا
 رنگ و آہنگ کا جھونکا سا گل تر سے چلا
 اک وہ فوارہ لہو کا جو میرے سر سے چلا
 نام جس کا بھی چلا ' عشق کے دفتر سے چلا
 کھا گیا چوٹ وہ ' ٹکرا کے جو پتھر سے چلا
 موجہ بادِ سحر بن کے کوئی گھر سے چلا
 دو قدم چل نہ سکا ' چال جو دلبر سے چلا

میرے گھر پر بھی نصیر آج کوئی آیا ہے
 بات قسمت سے بنی ' کامِ مقدر سے چلا





یہ تمکنتِ حُسن کی بانی ، نہیں رُکتی
تدبیر سے ، آفت ہے جو آنی ، نہیں رُکتی
جاتے ہو تو پھر گریہِ پیہم سے نہ ٹوکو
جو نقش ہے دنیا میں وہ مائل بہ فنا ہے
اُس وقت تک اٹھیں گے یہ طوفان برابر
اب صبح کے تاروں کی کرن پھوٹ رہی ہے
کر دیتی ہے ماحول کو مجبورِ سماعت
کہہ دو کہ جنازے پہ مرے آ کے نہ روئیں
یہ آگ ہے ، بھڑکے گی نصیر اور زیادہ
اب تو یہ مری شعلہ بیانی نہیں رُکتی



حُسن کو جب جلال آتا ہے
جو بھی صاحبِ جمال آتا ہے
لطف ہو ، لاگ ہو ، لگاوت ہو
آپ کو کیا ، کوئی مرے کہ جیئے
مسکراتی ہے دیکھ کر دُنیا
تم کبھی مہربان تھے ہم پر
ہے وہ اک نغمہ قُلقلِ مینا
کج ادائی ، ادا سسی ، لیکن
دل لگاتے نصیر دنیا سے
عاقبت کا خیال آتا ہے





آہ میں یہ اثر چاہتا ہوں اُن کو پیشِ نظر چاہتا ہوں
 گفتگو مختصر چاہتا ہوں اُن سے ملنا مگر چاہتا ہوں
 ایک دو بار کیا گھر پہ آئے یہ کرمِ عمر بھر چاہتا ہوں
 جو مرے دل کو کُنڈن بنا دے ایک ایسی نظر چاہتا ہوں
 تیرے پانے کو اے میری منزل! زندگی بھر سفر چاہتا ہوں
 تُو مجھے اپنے دل میں جگہ دے سر چھپانے کو گھر چاہتا ہوں
 ایک آنسو ' مری داستاں ہو بس یہی چشمِ تر ! چاہتا ہوں
 اپنا اپنا مذاقی طلب ہے خوب سے خوب تر چاہتا ہوں
 جو خبر ہو نصیر اُس طرف کی وہ خبر معتبر چاہتا ہوں



عجب ہے شبِ غم کے ماروں کی دُنیا لرزتی ہے جن سے ستاروں کی دُنیا
 یہ بزمِ بُتاں ہے نظاروں کی دُنیا اداؤں کی بستی ' اشاروں کی دُنیا
 صبا نے کئے چاک ' پھولوں کے دامن جو دیکھی ترے دل فگاروں کی دُنیا
 ہمارے لئے ہے ' تمہارے لئے ہے خزاں کا زمانہ ' بہاروں کی دُنیا
 انہیں کس کی پروا ' انہیں کس سے مطلب الگ سب سے ہے بادہ خواروں کی دُنیا
 جگر چاک ' دل چاک ' نم ناک آنکھیں یہ ہے آپ کے بیقراروں کی دُنیا
 چُنی ہے اِس انداز سے اُس نے افشاں جہیں بن گئی چاند تاروں کی دُنیا
 جدھر سے گزرتے ہیں دیوانے تیرے قدم چومتی ہے بہاروں کی دُنیا
 ہمیں ہے فقیری میں شاہی میسر کہاں کہاں تاجداروں کی دُنیا
 نصیر ! اُس کو اللہ آباد رکھے کہاں تاجداروں کی دُنیا
 اجاڑی ہے جس نے ' ہزاروں کی دُنیا





پریشاں ہوں کیا بال و پر کے لئے
 نہیں کچھ سکونِ نظر کے لئے
 کہاں ضبطِ مستی ، کہاں ہا و ہو
 خدا کے لئے غم میں آہیں نہ بھر
 تمہارے تبسم کی ایک اک ادا
 کہاں جا رہے ہو سرِ شام تم
 سکونِ دل و جاں لٹاتا رہا
 بلا میری فطرت کو دیوانہ پن
 کہاں میری جانب توجہ تری
 محبت میں ہم تا دمِ واپس
 قفس ، دام ، صیاد ، گل چیں ، خزاں
 ہوئے قید ہم عمر بھر کے لئے
 بہت جائزے بحر و بر کے ”لئے“
 محبت نہیں شور و شر کے لئے
 تڑپتا رہے گا اثر کے لئے
 قیامت ہے اہلِ نظر کے لئے
 قدم آج اٹھے کدھر کے لئے
 فقط اک سکونِ نظر کے لئے
 ترے حُسنِ دیوانہ گر کے لئے
 ادھر کے لئے ہے ، ادھر کے لئے
 ترستے رہے چارہ گر کے لئے
 نصیر ! اتنے غم مُشت پر کے لئے؟

نصیر اُن کا غم محترم ہے مجھے
 یہ سودا ہے بس میرے سر کے لئے





جب مُسافرِ خوگرِ رنجِ سفر ہو جائے گا
 دو دلوں میں کوئی سمجھوتہ اگر ہو جائے گا
 جب مذاقِ دید بڑھ کر پختہ تر ہو جائے گا
 خود اٹھا دو پردہٴ درِ تم ' اسی میں خیر ہے
 جس گھڑی وہ مائلِ لطف و کرم ہو جائیں گے
 غم ملا، حسرت گھٹی، ارماں مٹے، ہم لٹ گئے
 اُس نظر کا ہر اشارہ تیر سے کچھ کم نہیں
 جو قدم اٹھے گا اُس کا، معتبر ہو جائے گا
 تا بہ منزل طے بہ آسانی سفر ہو جائے گا
 آنے میں رونا آئینہ گر ہو جائے گا
 ورنہ دیوانہ تمہارا پردہ در ہو جائے گا
 دل ہمارا کاسہ درِ یوزہ گر ہو جائے گا
 کیا خبر تھی، دل کا سودا دردِ سر ہو جائے گا
 تیر بھی ایسا، ادھر سے جو ادھر ہو جائے گا

سنتے رہتے ہیں وہ تیرا حالِ دل اکثر نصیر

اب یہ افسانہ یقیناً معتبر ہو جائے گا



وعدہ ہو ہزار دوستی کا
 انجام بُرا ہے دشمنی کا
 کیا حالِ مریضِ غم سنائیں
 کرتا ہوں میں اعتماد تم پر
 قاتل ہو، جفا کہ شامِ فرقت
 کیا بات تھی تیری محفلوں کی
 تُو ہے، نہ وہ تیری مہربانی
 پھر بھی ہے بھروسہ کیا کسی کا
 نیکی سے جواب دے، بدی کا
 رخصت بھی وہ ہو چکا کبھی کا
 لو! ہاتھ بڑھاؤ دوستی کا
 چرچا تو رہے گا آپ ہی کا
 وہ دور کہاں ہا ہی کا
 اب فائدہ کیا ہے زندگی کا

مارے کہ چلائے، اُس کی مرضی

بندہ تو نصیر ہے اُسی کا





سائل پہ کرم طراز ہو جا اے حُسن ! گدا نواز ہو جا
یوں گردِ رہِ نیاز ہو جا گم گشتہ شہرِ راز ہو جا
آئینہ شرحِ ناز ہو جا اے پردہ نشیں ! مجاز ہو جا
سر تا بہ قدم نیاز ہو جا محمود نہ بن ، ایاز ہو جا
یہ خواب نوازیں کہاں تک اے دیدہ ناز ! باز ہو جا
اتنی تو ابھر سیاهی غم ! عنوانِ شبِ دراز ہو جا
پردہ ہے یہ فرقِ عبد و معبود بیگانہ امتیاز ہو جا
حق گو ہے اگر ، ثبوت بھی دے جا ! دار پہ سرفراز ہو جا
دل میں بھڑکا کر آتشِ غم آہن کی طرح گداز ہو جا
نین اُن سے بلا کے دیکھ اے دل کونین سے بے نیاز ہو جا

کوچے میں نصیر اُن کے جا کر
سُلطانِ سریرِ ناز ہو جا



میں ہوں پابندِ رسمِ ادب ، کیا کہوں اپنی بربادیوں کا سبب کیا کہوں
پوچھتے ہیں وہ مجھ سے مرا حالِ دل یہ بتائے کوئی ، اُن سے اب کیا کہوں
ماجرائے وفا ہے قیامتِ نما جو کہا ، اتنا کافی ہے ، سب کیا کہوں
آپ ہی کو سنانا تھی رُودادِ غم آپ سُنتے نہیں ہیں ، تو اب کیا کہوں
ایک دو ہوں تو اُن کو رگنائے کوئی مجھ پہ ٹوٹے ہیں جو جو غضب ، کیا کہوں
اُن کو ضد ہے کہ تیری سُنیں گے نہ ہم ہائے اب کیا کروں ، ہائے اب کیا کہوں
گفتگو کی اجازت نہیں عشق میں سی گیا ہے کوئی میرے لب ، کیا کہوں
حشر میں وہ مرے سامنے آ گئے
سوچتا ہوں نصیر ! اُن سے اب کیا کہوں





دل کسی سے اٹک نہیں سکتا اب دوبارہ بھٹک نہیں سکتا
 اُن کی مرضی نہ ہو ، تو گلشن میں کوئی غنچہ چٹک نہیں سکتا
 ضعف کا حال ہے یہ زنداں میں سر بھی کوئی پٹک نہیں سکتا
 ہیں دل و جاں ، کسی سے وابستہ اب وہ دامن جھٹک نہیں سکتا
 رکھ دو سینے پہ تم جو پھول سا ہاتھ خارِ حسرت کھٹک نہیں سکتا
 اب وہ آجائیں میری بالیں پر دم زیادہ اٹک نہیں سکتا
 کوئی مڑجھائے گا ، رکھے گا کوئی غنچہ غنچہ چٹک نہیں سکتا
 مستند میرِ کارواں ہو ، اگر کوئی رہ رو بھٹک نہیں سکتا
 اُس کو عرفانِ حق کا دعویٰ ہو دار پر جو لٹک نہیں سکتا
 ہو ملاقات کیا نصیر اُن سے نصیر اُن سے
 پاس کوئی پھٹک نہیں سکتا

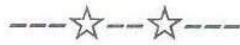


بے وفائی کا گلہ ، شکوہ بیداد نہیں بات اتنی ہے کہ اب طاقتِ فریاد نہیں
 مجھ سے مت پوچھ ، کہ کیا تو نے کیا ، کیا نہ کیا اس قدر تیرے ستم ہیں کہ مجھے یاد نہیں
 تیرے کوچے کی بڑی دھوم ہے سفاکی میں ذرہ وہ کون سا ہے ، جو ستم ایجاد نہیں
 بال و پر نوج کے آزاد کیا ہے مجھ کو یہ عنایت ہے ؟ تو ظالم مرا صیاد نہیں
 اک قیامت ہیں ، زمانے کے بدلتے تیور کل جو آباد تھا گھر ، آج وہ آباد نہیں
 حلقہ زلف کے قیدی کا خدا ہی حافظ یہ ہے وہ قید کہ جس کی کوئی میعاد نہیں
 دشمن و دوست نمایاں ہیں ، تری محفل میں کوئی پابند نہیں ہے ، کوئی آزاد نہیں
 بھولے ہم دونوں ہی افسانہ محبت کا نصیر !
 کل اُنہیں یاد نہ تھا ، آج ہمیں یاد نہیں





دو بہ دو اُن سے ، رات ہو ہی گئی شرح ذات و صفات ہو ہی گئی
 کامیاب اُن کی گھات ہو ہی گئی جو نہ ہونی تھی بات ، ہو ہی گئی
 اُن کی آمد بنی نوید سحر شبِ غم سے نجات ہو ہی گئی
 اُن کو ضد تھی کہ حالِ دل نہ کہوں باتوں باتوں میں بات ہو ہی گئی
 ہم نہ تھے غم سے ہارنے والے مات ہونی تھی ، مات ہو ہی گئی
 جو گریزاں رہے نصیر! آخر
 ایک دن ، اُن سے بات ہو ہی گئی



خدا شاہد کہ ندرت آفریں ہاتھوں سے کھینچی ہے تری تصویر جس نے اے حسیں! ہاتھوں سے کھینچی ہے
 نظر آتا ہے کیوں مسکا ہوا سا تار تار آخر کسی نے کیا تمہاری آستیں ، ہاتھوں سے کھینچی ہے؟
 کیا یہ حشر اُس ظالم نے ارمانوں کی میت کا کہیں پیروں سے روندی ہے ، کہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 کہاں ہیں اُن کی اس تصویر میں وہ ناز کے تیور مُصوّر! تُو نے یہ دل سے نہیں ، ہاتھوں سے کھینچی ہے
 ادا سجدہ ہوا بے ساختہ یوں اُن کی چوکھٹ پر کسی نے جیسے خود میری جبیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 شگفتی ہیں نگاہیں ، دل پھنکا ، لو دے اُنھیں آنکھیں تری تصویر کس نے آتشیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ ، قابو میں کیا دل کو مری دولت اداؤں سے نہیں ، ہاتھوں سے کھینچی ہے

کھڑے تھے دست بستہ ہم نصیر اُن کی حضوری میں
 شبیرِ عجز محفل میں انہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے





ماں لطف ، طبیعت کبھی ایسی تو نہ تھی آپ کو مجھ سے محبت کبھی ایسی تو نہ تھی
آج بے وقت کدھر آپ نکل آئے ہیں آپ کو میری ضرورت کبھی ایسی تو نہ تھی
حال پر میرے توجہ ، مری ہر بات پہ جی اب جو ہے مجھ پہ عنایت کبھی ایسی تو نہ تھی
اب تو ہر وقت ہی ماتھے پہ شکن رہتی ہے آئے دیکھے ! صورت کبھی ایسی تو نہ تھی
کچھ تو ہے آپ کے اندازِ ستم کا باعث آئے دن شکوہ شکایت کبھی ایسی تو نہ تھی

ہجر میں آپ نے اک عمر گزاری ہے نصیر !
بے قراری کی یہ حالت کبھی ایسی تو نہ تھی



قدم قدم پہ نظر سے ، ترے نشاں گزرے ہم اپنے ساتھ لئے ایک کارواں گزرے
ترے بغیر جو اے میرے مہرباں ! گزرے خدا گواہ ! وہ لمحے بہت گراں گزرے
عجیب سحر ہے ظالم کے رکھ رکھاؤ میں جفا کرے تو وفا کا مجھے گماں گزرے
اُنہی کے سوگ میں روتی ہے رات بھر شبنم وہ گل جو باغ سے بے نام و بے نشاں گزرے
تمہاری یاد میں اکثر جو ہم نے جھیلے ہیں تمہارے دل پہ وہ صدمے ابھی کہاں گزرے
ہمارے غم کی کسی نے جھلک نہیں دیکھی مگر وہ اشک ، جو آنکھوں سے ناگہاں گزرے

نصیر ! دار و رسن کا مطالبہ ہے یہی
جو اُن کی راہ سے گزرے ، وہ بے زباں گزرے





اُن کی محفل ہے، یہاں رنگ دکھا اور بھی کچھ
خون آنکھوں سے بہانا ہے پُرانا کرب
جب بھی دیکھوں، مجھے دُشنام دیا کرتے ہو
صرف پھولوں کی صباحت پہ نہیں میری نظر
مجھ کو تسلیم تری سحر بیانی قاصد !
آگ دب جائے، ذرا سینے میں ٹھنڈک تو پڑے
سادگی تو مرے رہزن کی یہ دیکھے کوئی
عام لوگوں کی زباں پر شرِ خواباں ہی نہیں
جب بھی ساقی نے مجھے پوچھ لیا ہنس کے نصیر
چوم کر جام وہیں، میں نے کہا ”اور بھی کچھ“



خاک وعدوں پہ ڈالتے جاؤ
میرے گھر آؤ تو سسی اک بار
پھول بھی ہیں چمن میں، کانٹے بھی
عشق کرنا، نہیں گناہ، مگر
بعض لوگوں کا ہے یہی دستور
شیخ صاحب ! کہاں چلے، ٹھہرو
ہم تمہارے ہنر سے واقف ہیں
ہو گیا خاک، چاہنے والا
کیا بھروسہ ہے زندگی کا نصیر
دل کے ارماں نکالتے جاؤ





یوں محبت میں شب و روز گزارے ہم نے نام لے لے کے ترا صدقے اُتارے ہم نے
 ہم بھلا دیں تمہیں، یہ بات بہت مشکل ہے یاد کر رکھتے ہیں، احسان تمہارے، ہم نے
 اُن پہ عائد جو ہوئے پیشِ خدا، حشر کے دن اپنے سر لے لیے الزام وہ سارے ہم نے
 لطف تو جب ہے اُسی لہر پہ بہتے جائیں عہد جو کچھ کیے دریا کے کنارے ہم نے
 ملتفت ہی نہ ہوا کوئی ہماری جانب
 گو نصیر آج کئے لاکھ اشارے ہم نے

---☆---☆---



اب ترے طالب دیدار گزارا ہی کریں تری تصویر، تصوّر میں اُتارا ہی کریں
 التجا ہے کہ یہ زحمت وہ گوارا ہی کریں بات کرنی نہیں آتی تو اشارا ہی کریں
 خود غرض لوگ، وفادار نہیں ہو سکتے ایسے ویسوں سے حضور! آپ کنارا ہی کریں
 قابلِ ذکر ہیں کچھ اور بھی دنیا کے حسین کیا ضروری ہے کہ ہم ذکر تمہارا ہی کریں
 میکدے میں جو چلے آئے تو رندی بھی سہی شیخ جی! اب یہ خرافات گوارا ہی کریں
 اُس نے شکووں سے ہمیں روک دیا یہ کہہ کر اپنی پروا نہیں، کچھ پاس ہمارا ہی کریں
 وہ تو دنیا سے گیا، لوٹ کے آنے سے رہا اب وہ پیارِ محبت کو پکارا ہی کریں

قرب ممکن نہیں محفل میں نصیر، اُن کا اگر

دور سے بیٹھ کے صورت کا نظارا ہی کریں

---☆---☆---



طیش میں دور خزاں پاؤں پکتا ہی رہا
گل کی تقدیر سے وابستہ رہی ایک خلش
دل کو حاصل نہ ہوئی منزلِ آرام و سکون
خاک بن بن کے قبا سے وہ لپٹنا میرا
ایک تم تھے کہ خدائی نے سراہا تم کو
رات میخانے سے پی کر ہی ٹلا واعظِ شر
گام دو گام سے آگے تو نہ تھی محفلِ ناز

لاکھ تدبیر نصیر اہلِ جہاں کر بیٹھے
غم کا گجرا مری گردن میں لکتا ہی رہا



لوگ دنیا میں پراسرار نظر آتے ہیں
شوخ ، طرار ، طرح دار نظر آتے ہیں
سر بہ کف اُن کے خریدار نظر آتے ہیں
اُن کو انگڑائی پہ انگڑائی چلی آتی ہے
ترک ہے محفلِ احباب میں آنا جانا
اب جگر میں نہ کوئی پھانس ، نہ دل میں ہے خلش
کوئی پوچھے ، تو یہی ایک پتہ ملتا ہے
اب تو پردے کا یہ عالم کہ الہی تو بہ
بات ہے اُن کی مری ، کام ہے کیا اوروں کا
در پہ خورشیدِ سحر بہرِ سلام آیا ہے
اللہ اللہ نصیر اُن کی جگلی کا اثر
ذرے ، آئینہ اسرار نظر آتے ہیں





کہہ گیا اُن سے اپنے دھیان میں کیا
 خون کے سحرکار چند آنسو
 اک تصوّر سے اُس کے ہے روشن
 آج کے آدمی سے ظاہر ہے
 معتبر اُن کی ہر ادا ٹھہری
 زندگی آپ سے عبارت تھی
 کیوں نہ پہنچے گا بامِ جاناں تک
 قصّہ غم وہ کیوں نہیں سنّتے
 میرا اُن کا یہ فاصلہ تو نہ تھا
 دفعتاً آپ ہو گئے برہم
 مجھ سے تم بات کیوں نہیں کرتے
 سادگی تھی مرے بیان میں کیا
 رنگ بھرتے ہیں داستان میں کیا
 ورنہ رکھا ہے آسمان میں کیا
 آدمیت ہے اِس جہان میں کیا
 منفرد ہیں وہ آن بان میں کیا
 اب دھرا ہے ہماری جان میں کیا
 مُرغِ دل پست ہے اڑان میں کیا؟
 کچھ کمی ہے مرے بیان میں کیا؟
 آ گئے لوگ درمیان میں کیا
 پھونک ماری کسی نے کان میں کیا؟
 خار پیوست ہیں زبان میں کیا؟

ہو گئیں خاکِ حُرّتیں دل کی
 اے نصیر اب ہے اِس مکان میں کیا





یہ سماں بہار تک ہے	دورِ لالہ زار تک ہے
صرف اقتدار تک ہے	گردنوں میں یہ تناؤ
یہ خدا کی مار تک ہے	کس پہ 'کس لیے' پڑے کب
حُسنِ دل شکار تک ہے	پھانس لے مجھے کہ چھوڑے
یہ مزاجِ یار تک ہے	میری مان لے 'نہ مانے
اپنے اعتبار تک ہے	اعتبارِ آدمی کا
لُطف 'انتظار تک ہے	وہ خدا کرے نہ آئیں
تیرگی 'عُبار تک ہے	میں کہاں ہوں دیکھ لو گے
حدِ کاروبار تک ہے	میل جولِ آج کل کا
کربلا سے دار تک ہے	سچ کا ہولناک رستہ
بات اعتبار تک ہے	ماجرا تو کہہ سناؤں

اے نصیر ! دوڑ اپنی
آستانِ یار تک ہے





دل کی دھڑکن کہ جاں سے آتی ہے
 حدِ ادہام سے گزر کے گھلا
 جرأتِ بندگیِ ربِّ جلیل
 ایسی طاقت کہ جو نہ ہو تسخیر
 اُن کی آواز میرے کانوں میں
 سر کو توفیقِ سجدہ کرنے کی
 آدمیت وہاں نہیں ہوتی
 وقت کیسا قیمتی ہے آج
 رات پڑتے ہی کچھ نہیں گھلتا
 آدمی میں جمالیاتی حس
 دو قدم چل کے تم نہیں آتے
 زندگی میں نصیر ! آسانی
 اُن کی خوشبو ، کہاں سے آتی ہے
 خوش یقینی ، گماں سے آتی ہے
 بُت شکن کی ازاں سے آتی ہے
 دل میں عزمِ جواں سے آتی ہے
 آ رہی ہے ، جہاں سے آتی ہے
 یار کے آستان سے آتی ہے
 کبر کی بُو جہاں سے آتی ہے
 دھوپ اب سائباں سے آتی ہے
 یادِ جاناں کہاں سے آتی ہے
 قربتِ مہ و شاں سے آتی ہے
 چاندنی آسماں سے آتی ہے
 ترکِ سُود و زیاں سے آتی ہے

یادِ فن کے اساتذہ کی نصیر
 تیرے طرزِ بیاں سے آتی ہے





اُجڑ گیا ہے چمن ، لوگ دلفگار چلے
یہ کون سیر کا ارماں لئے چمن سے گیا
یہ کیا کہ کوئی بھی رویا نہ یاد کر کے انہیں
نقاب اٹھا ! کہ پڑے اہلِ درد میں ہلچل
خوشا کہ در پہ ترے سر جھکا لیا ہم نے
کے جو حق وہ کرے کیوں مالِ حق سے گریز
اب اس کے بعد چمن جانے یا صبا جانے
پلٹ کے دیکھا نہ ایک بار کارواں نے ہمیں
جو اُن کی یاد میں چمکے کبھی سرِ مڑگاں
کسی کی یاد سے تسکینِ جاں ہے وابستہ
تمہاری بزم سے تاثیر اٹھ گئی شاید
غریبِ شر کی میت کے ساتھ روتا کون

کوئی صبا سے کہو اب نہ بار بار چلے
کہ بادِ صبح کے جھونکے بھی سوگوار چلے
وہ چند پُھول جو حُسنِ چمن نکھار چلے
نظر ملا ! کہ چھری دل کے آر پار چلے
یہ ایک قرضِ جبین تھا جسے اُتار چلے
کوئی چلے نہ چلے ہم تو سوئے دار چلے
گزارنے تھے ہمیں چار دن ، گزار چلے
گرے پڑوں کی طرح ہم پسِ غبار چلے
وہ چار اشکِ مری عاقبت سنوار چلے
کسی کا ذکر چلے اور بار بار چلے
بہ حالِ زار ہم آئے ، بہ حالِ زار چلے
مرا سلام ہو اُن پر ، جو اشکبار چلے

قفس میں روز دکھاتا ہے آشیاں صیاد
نصیر آگ لگا دوں جو اختیار چلے





کہ دو ہٹ جائیں میری راہوں سے کیا غرض مجھ کو کج کلاہوں سے
 اتفاقاً مرا دل مضطر بچ گیا آپ کی نگاہوں سے
 شیشہ و جام کی ضرورت کیا تم پلاؤ اگر نگاہوں سے
 سوئے غم نے جلا دیا دل کو جل گیا رات دن کی آہوں سے
 رحمتیں اُس کی دیکھ کر انساں باز آتا نہیں گناہوں سے
 کانپتے ہیں دل و جگر دونوں آپ سے ' آپ کی نگاہوں سے
 غم کی راہیں سفر کا حصہ ہیں کیا بچے کوئی غم کی راہوں سے
 جن سے لوٹا تھا تم نے دل میرا دیکھ لو پھر انہیں نگاہوں سے
 ہم پریشان ہیں محبت میں خیر خواہی سے ' خیر خواہوں سے
 وہ کہیں کا نہیں خدا کی قسم گر گیا جو تری نگاہوں سے
 میں سوالی ہوں اے نصیر اُن کا
 کام کیا مجھ کو بادشاہوں سے



مری نظر سے مکمل بہار گزری ہے کہ مسکراتی ہوئی شکلِ یار گزری ہے
 غم و الم کے ' اذیت کے ' کرب زاروں میں تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار گزری ہے
 نفسِ نفس پہ چُجھن تھی قدم قدم پہ خلش تمام غم سرِ نوکِ خار گزری ہے
 نفس میں حال نہ پوچھا صبا نے آ کے کبھی مرے قریب سے بیگانہ وار گزری ہے
 سکونِ دل نہ میسر ہوا زمانے میں
 نصیر! زیست بڑی بے قرار گزری ہے





اُن کے جلووں نے عجب رنگ جما رکھا ہے
نبض ساکت ہوئی، دم کھینچ کے لبوں پر آیا
شاید آ پہنچیں دم نزع وہ بالیں پہ مری
اب تو پردے سے نکل چاند سی صورت والے!
تیرے اندازِ نظر دیکھنے آ جاتا ہوں
آئینہ حُسن میں تحلیل نہ ہو جائے کہیں
تیرے قُرباں، تری اُس یاد کے لمحے پہ ثار
کیا نصیر آنکھ اٹھے ساغر و مینا کی طرف
اُن کی آنکھوں نے مجھے مست بنا رکھا ہے



ہر طرف سے جھانکتا ہے رُوئے جانانہ مجھے
اک قیامت ڈھائے گا دنیا سے اُٹھ جانا مرا
دل ملاتے بھی نہیں دامن چھڑاتے بھی نہیں
یا کمالِ قُرب ہو یا انتہائے بُعد ہو
اُنکلیاں شب زادگانِ شر کی اُٹھنے لگیں
تُو ہی بتلا اِس تعلق کو بھلا کیا نام دوں
جس کے سناٹے ہوں میری خامشی سے ہم کلام
کاش مل جائے نصیر اک ایسا ویرانہ مجھے





کسی کافر کو نہ دیں دار کو اپنا کرنا
عشق میں قرب کا ارمان بھی کیا ارماں ہے
ہمیں بھولی نہیں اب تک وہ وفا کی چالیں
کرچیاں چُھنا سدا اپنے انا پیکر کی
نازِ بے جا نہ اٹھانا کسی اہلِ زر کے
اُس کی بانہوں کے سہارے کی تمنا جیسے
تو ہی وہ یوسفِ دوراں ہے کہ آتا ہے جسے
اپنے ہو کر بھی یہ اپنے نہیں بنتے اپنے
وہ تو اک بات تھی ہم جس پہ اڑے بیٹھے ہیں
دل کے بدلے میں جو دل مانگے تو پھر بسم اللہ
پاکبازوں کا بہا لے گیا زعمِ تقویٰ
لاکھ اندھوں کی خجالت سے کہیں بہتر ہے
غمِ فرقت میں تڑپنا ہے مقدر اپنا

ایک لمحے کے لئے یار کو اپنا کرنا
سائے کو چھوڑنا دیوار کو اپنا کرنا
یاد ہے اُس بُتِ عیار کو اپنا کرنا
اپنے ٹوٹے ہوئے پندار کو اپنا کرنا
کسی مفلس کے دلِ زار کو اپنا کرنا
دھوپ میں سایہ دیوار کو اپنا کرنا
اک جھلک میں بھرے بازار کو اپنا کرنا
ہو سکے تو دلِ اغیار کو اپنا کرنا
ورنہ آتا ہے ہمیں یار کو اپنا کرنا
جنسِ اُلفت کے خریدار کو اپنا کرنا
یہ ترا مجھ سے گنگار کو اپنا کرنا
صرف ایک دیدہ بیدار کو اپنا کرنا
اپنی قسمت میں کہاں یار کو اپنا کرنا

روزمرہ کا یہ ہے کھیل نصیر اُن کے لئے
ایک دو باتوں میں دو چار کو اپنا کرنا





ہم گوہرِ وفا کی کہاں جستجو کریں
 کیوں اپنے من میں ڈوب کے پالیں نہ ہم تجھے
 بڑھ ہی نہ جائے اور کہیں حُسن کا غرور
 تم بھی تو دو وفا کا ہمیں کچھ نہ کچھ صلہ
 یکتائی کا خیال ہے ، ورنہ حضور کو
 بیدار مے کشوں میں کریں تازہ ولولہ
 الفاظ جیسے چھوڑ رہے ہوں زباں کا ساتھ
 ہوتی نہیں نماز ادا اہلِ عشق کی

تم ہی نہ دل ملاؤ تو کیا آرزو کریں
 بے سود کیوں تلاش تری چار سُو کریں
 بہتر ہے آئنے کو نہ وہ روبرو کریں
 کب تک تمہارے واسطے دل کو لہو کریں
 اپنی مجال کیا جو مخاطب بہ تُو کریں
 آؤ کہ میکدے میں ذرا ہا و ہو کریں
 دل ہی نہ مانتا ہو تو کیا گفتگو کریں
 جب تک نہ اپنے خونِ جگر سے وضو کریں

بچے ہیں وہ نصیرِ عیادت کو وقتِ مرگ
 احباب میرے مجھ کو ذرا قبلہ رُو کریں



دستِ نظر

دستِ نظر

اُردو غزلیات

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر مِلّت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر	دستِ نظر	نمبر شمار
805	اسی باعث قلم سے وصف کرتے ہیں رقم تیرا	
805	جب تک یہ سلسلہ رہے شام و پگاہ کا	
806	جو وہ ٹو نہ رہا تو وہ بات گئی جو وہ بات گئی تو مزانہ رہا	
807	جو نگہڑا تھا وہ پیارا مل گیا ہے	
808	الہی! مطمئن ہوں گے نہ اب گلشن میں ہم کب تک	
808	وقت؛ جب انقلاب مانگے گا	
809	آئندہ تیرا چمن ہو جیسے	
810	زمانے کے سب پیچ و خم جانتے ہیں	
811	نام لے کر ترّا کر کوئی	
811	ٹو اگر بے نقاب ہو جائے	
812	سکوں ملے نہ ملے یا قرار ہو کہ نہ ہو	
813	عشق بے پایاں کا حاصل اور ہے	
814	دل میں فُعلے سے اُٹھے، آہِ رسا سے پہلے	
815	رنگ پر آئے جنوں، خلق میں افسانہ بنوں	
815	عافیت دُور رہی فطرتِ انسانی سے	
816	ہمارے نام خط آیا تو ہوتا	
816	جب اچانک مجھے یاد آپ کی آ جاتی ہے	
817	غیر کو دیکھ کے غیرت سے پگل جاؤں گا	
817	بہ صد خلوص، بہ صد افتخار گزری ہے	
818	آپ اس طرح تو ہوش اڑایا نہ کیجئے	

819	مہرباں تھا جو روز و شب کوئی
820	اپنوں کے ستم، اُن کی جفا یاد کریں گے
820	سیکنڈوں بے قرار پھرتے ہیں
821	یوں وہ محفل میں بہ صد شان بنے بیٹھے ہیں
821	ہم اپنی طرف اُن کی نظر دیکھ رہے ہیں
822	ٹھان لی میں نے بھی دل میں یہیں مرجانے کی
822	مرگ اہل وفا کی بات نہ چھیڑ
823	نالہ دل سوز سے یا آہ دامن گیر سے
823	محبت بیچ غم کے بور ہی ہے
824	محفل سے اُن کے سیکنڈوں پی کر نکل گئے
825	تُو ہی سچا نظر نہیں آتا
826	اب جنوں میں مری ایسی کوئی تصویر بھی ہو
827	فلک نشان بنے، عرش گیر کہلائے
828	یہ مقدّر کا لکھا ہے، اب یہ کٹ سکتا نہیں
829	اسے اب راہ پر لانا پڑے گا
830	چھوٹ کر ہاتھ سے گرنا مرے پیانے کا
831	چین سے جینے کی کچھ تدبیر کرنی ہی پڑی
832	جنوں ہے رنج سامانی بہت ہے
833	زندگی مطمئن ہے ہماری، خلفشاروں سے اللہ سچائے
834	دل حزیں کو تری یاد سے بچا نہ سکے
834	ہمارا اور کوئی غم گسار بھی تو نہیں
835	کیا اوج پائیں اور ترے آستان سے ہم
835	پھر وہ جانے کے بعد یاد آیا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
836	جسے پہلو میں رہ کر درد حاصل ہو نہیں سکتا
837	شبیبہ گل ہوئی اس خارزار کی صورت
837	نہ دوستی سے تعلق نہ دشمنی سے غرض
838	جن کو بسنا تھا ترے شہر میں بستے ہی رہے
839	ستم کہیئے، کرم کہیئے، وفا کہیئے، جفا کہیئے
840	تنہا نہ پی شراب، ہمیں بھی پلا کے پی
840	سُہانی ہیں راتیں تو دن پیارے پیارے
841	اک قیامت بن گئی ہے آشنائی آپ کی
841	حال سے واقف ہونے لگا ہے اپنا بھی بیگانہ بھی
842	زمانے بھر کو تو صورت دکھائی جاتی ہے
842	شبِ فرقت کا اختتام نہیں
843	ہم کش مکش یہ شام و سحر دیکھتے رہے
843	ظلم ہم پر ہر آن ہوتے ہیں
844	نہ کوئی گل ہے، نہ گلشن میں خار باقی ہے
844	دیوانہ منزل جب رستے میں بھٹکتا ہے
845	اُس طرف شمشیر بُراں قبضہ قاتل میں ہے
846	یوں جمالِ رُوئے جاناں شمعِ خلوت خانہ تھا
847	میکدے کا نظام تم سے ہے
848	نہ رہی وہ بزمِ عشرت، نہ وہ عیشِ جاودانا
848	فلک پہ تیر چلانا بھی مجھ کو آتا ہے
849	یہ بات دل سے کہوں گا، فقط زباں سے نہیں
850	بڑھا مقتل میں جب خنجر کی جانب ہاتھ قاتل کا
851	شوقِ دیدار پردہِ در نہ ہوا

صفحہ نمبر	نمبر شمار
852	منزل شوق میں ایسا بھی مقام آتا ہے
852	ہو کر وہ جواں بدل گیا ہے
853	بہلتے کس جگہ جی اپنا بہلانے کہاں جاتے
854	محبت کا یہی معیار ہوگا
855	جو مجھ کو دیتے رہے دھمکیاں جلانے کی
856	اشک آنکھوں میں آئے جاتے ہیں
857	دل میں ہلچل ہے پیا جان پہ بن آئی ہے
858	جو گرا ہے پستیوں میں تو غبار تک نہ اٹھا
859	رُداِ قفس یاد نہ اندازِ فغاں یاد
860	مجھ پہ اب اُن کا التفات نہیں
861	میری زبست پر مسرت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
862	عجیب منظر بالائے بام ہوتا ہے
862	مرے ہوش یوں جو جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
863	حال دل کا جتنا کے دیکھ لیا
864	جان کے درپے مگر بن کر مسیحا بیٹھنا
865	بہار آئی تو گھل کر کام میخانے بھی آئیں گے
865	چھین لیں دل وہ مرا فکر اُدھر ہے تو یہی
866	اک اک ادا تھی قہر کے تیور لئے ہوئے
867	ابھی وہ خوش ابھی ناخوش کرم یوں بھی ہے اور یوں بھی
868	ٹُجھ سانہ تھا کوئی نہ کوئی ہے حسین کہیں
869	مجھ کو بھی سودا ہوا ہے اُس ستم ایجاد کا
870	مسکرانے کا ہنر سیکھ گئے تُم ایسا
871	جب وہ مخورام ہوتے ہیں

صفحہ نمبر	نمبر شمار
872	راستے صاف بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
873	اُن کے رُخ پر نگاہ کر بیٹھے
873	جمال یا رتاجہ نظر دیکھا نہیں جاتا
874	دل جلانے کی بات کرتے ہو
874	کوئی بھی اس میں قرینہ نہیں وفا کے لئے
875	اُن کا جلوہ جو عام ہو جائے
876	میں اُس کا وہ میرا ہو
877	پھر بہار آگئی رہتا ہے پریشاں کافی
878	آئے دن مل کے پھڑکتے ہو ادا اچھی ہے
879	وہ دن بھی ہے آنے والا
879	جن پر بھی ترے کرم رہیں گے
880	ہر ادا دشمن دل، حُسن بھی، رعنائی بھی
881	آرزو یہ تھی کہ ہم یوں اُن کا پیکر دیکھتے
882	سکون مل نہ سکا، بارِ غم اٹھانہ سکے
883	دل ایسے میں بہل جائے گا، دیوانے بہت سے ہیں
884	اگر ہنستا ہو اسیرِ چمن کو وہ نگار آئے
885	خراب گردشِ دوراں ہی رہتے اک زمانے تک
886	محبت ناز ہے، یہ ناز کب ہر دل سے اٹھتا ہے
887	آئے کچھ اس ادا سے وہ خنجر نکال کے
887	یارب سنائیں ہم کسے اب مدعاے دل
888	جواں ہو کر بدلتے جا رہے ہیں
889	آپ ٹھہریں تو کہیں رات کی رات
889	آج ہم نذرِ نگاہ ناز جاناں ہو گئے

890	اندوہ عشق ایک زمانے کی بات ہے
891	بات دیکھی یہ فقط آپ کے دیوانوں میں
891	چاہیے اُن کی نظر میری نظر کاٹنے کو
892	درحقیقت ہے وہ پناہوں میں
892	لڑاتے ہیں نظر اُن سے جو ہوتے ہیں نظر والے
893	و وعدے وفا کے اور قرینے جفا کے یوں
893	ساتے ہیں دلِ ناشاد کو پھر شاد کرتے ہیں
894	سوز بخشا، حشر ڈھا کر چل دیئے
895	اگر آلام ہجراں کم نہ ہوں گے
895	ویسے تو سب ہی کو شیطان سے ڈر لگتا ہے
896	قدم قدم پہ جو صدمے اٹھا نہیں سکتے
896	حاجت دعا کی ہے نہ ضرورت دوا کی ہے
897	محفل کا یہ انداز کہاں وہ ہیں کہاں میں
897	کہتے ہیں اُن کو بُت نہ کہوں میں خدا کہوں
898	عشق آسان بہت ہے مگر آساں بھی نہیں
898	بی تاب ہیں، ششدر ہیں، پریشان بہت ہیں
899	ہر نفس اک بھوک ہے اک پیاس ہے
899	لگی تھی دل میں بالآخر زباں تک آپنچی
900	مجھ میں انداز ہے سلطانی کا
900	ٹوسنے کا نگہاں ہو یہ امکاں ہی نہیں
901	لوگ لکھتے رہے ظلم کے فسانے کیا کیا
901	دن ڈھلا شام ہوئی چاند ستارے نکلے
902	سر کے بل آؤں مگر آپ اشار تو کریں

صفحہ نمبر	نمبر شمار
902	جسے تیری زلفوں کے خم یاد آئے
903	دھوم ہے شش جہات پھولوں کی
904	الہی! کیا محبت میں یہ شکل امتحاں رکھ دی
905	اُس ستم گر سے جس کی یاری ہے
906	پس تو بہ کوئی دیکھے کہ میخانے پہ کیا گزری
907	جس طرف بزم میں وہ آنکھ اٹھا دیتے ہیں
908	ہم سا بھی ہوگا جہاں میں کوئی ناداں جاناں
909	جب تک جہاں میں گردشِ چرخِ نکہن رہے
909	زُلف کی اوٹ سے چمکے وہ جبیں تھوڑی سی
910	تیرگی میں اک ستارا چاہیے
910	زمانہ گریہ پیہم سے ڈر ہی جاتا ہے
911	کسی کو ہجر ترپائے تمہیں کیا
912	چن سے نکلے تو صحرا میں آئے دیوانے
913	ہم بیکرِ جاناں کی دل پر تصویر اُتار کرتے ہیں
914	حقیقت اور ہی کچھ ہے مگر ہم کیا سمجھتے ہیں
915	ملنے کی خوشی تھی تو بچھڑ جانے کا غم بھی
916	اذیتِ دُردُ دکھ بولتے ہیں کانٹے
917	رنگ چڑھنے لگا ان پر بھی صنم خانوں کا
918	کیا دل مرا نہیں تھا تمہارا جواب دو!
918	اپنے سر کیوں غیر کا احسان لو
919	چپکے چپکے یہ مری گھات میں کون آتا ہے
919	تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں
920	چمکتے ہیں جو داغِ دل وہ مٹ جایا نہیں کرتے

صفحہ نمبر	نمبر شمار
921	جو دور ہو تم تو لمحہ لمحہ غصب میں ہے، اضطراب میں ہے
922	وہ تو بس وعدہ دیدار سے بہلانا تھا
923	خود فریبی ہی سہی، یوں دل کو بہلاتا ہوں میں
924	جو آستیاں سے ترے لو لگائے بیٹھے ہیں
924	آفت ہے شبِ غم کی سیاہی کا اثر بھی
925	ہر اک منظر اب تو سراپوں جیسا لگتا ہے
926	دشت میں آئے تو جیتے جی نہ دیوانے گئے
926	آئے ہیں ہم سے پہلے کچھ انسان اور بھی
927	آج میخانے میں نیت مری بھر جانے دے
927	عشق میں اُن کے طور کیا کہیے
928	گر گئے جو تری نگاہوں سے
929	سُیو اٹھا! کہ شبِ ماہتاب ہے ساقی
930	سکوں لُٹ کر پھر ستانے لگے
931	یاد اب اُن کو مری ذات رہی ہے کہ نہیں
931	شاد رکھیے، عذاب میں رکھیے
932	راہِ دشوار کو آسان بنا کر چلئے
932	ترے ستم کے لئے جس کا انتخاب نہیں
933	قلبِ مضطر کے اشارے اور ہیں
934	مانا کہ وہ با وفا نہیں ہے
935	نکلے نکلے ریزے ریزے تو شوق سے اے قاتل کر دے
936	اگر تیرا اشارہ اے نگاہِ یار ہو جائے
937	برق کی اک موج سی لہرائی تھی
938	دَم بخود ہے مرے فسانے پر

صفحہ نمبر	نمبر شمار
939	کسی کو تجھ سے بڑھ کر جلوہ سماں کون دیکھے گا
940	گزر جائے ہماری عمر بیان کے چکر میں
941	ظلم کر دے نہ تیرا مالِ فریاد مجھے
942	بس یہی سوچ کے پہروں نہ رہا ہوش مجھے
943	عہد پختہ کیا رندوں نے یہ پیانے سے
944	ہر بول اُس کا زور کے آزار چاٹ لے

غزل اُس نے چھیڑی ، مجھے ساز دینا
ذرا عُمرِ رفتہ کو آواز دینا

(صفی لکھنوی مرحوم)

اسی باعثِ قلم سے وصف کرتے ہیں رقم تیرا
یہ ماضی، حال، مستقبل فقط کہنے کو ہیں میرے
الہ العالمیں تو ہے، بشر تیرے، ملک تیرے
بجز تیرے نہیں کوئی بھی میرا دین و دنیا میں
کسی کے حُسنِ نادیدہ کی جانب اک اشارہ ہے
ترے ہونے کو ثابت کر رہا ہے جھومنا اس کا
نہایت پر خطا ہیں، نام لیں کس منہ سے ہم تیرا
ازل تیرا، ابد تیرا، یہ موجود و عدم تیرا
زمیں تیری، فلک تیرا، عرب تیرا، عجم تیرا
دو عالم میں سہارا ہے مجھے تیری قسم، تیرا
گلستاں میں یہ اک جھونکا نسیم صبح دم تیرا
زمیں پر ہے شجر کے رُوپ میں جُباںِ علم تیرا

بھلا مایوس کیوں لوٹے نصیر بے نوا یا رب!
گھلا ہے جب گدا و شاہ پر باپِ کرم تیرا



جب تک یہ سلسلہ رہے شام و پگاہ کا
آتا نہیں پسند اُسے خلد کا سماں
قلب و نظر کے فیصلے دو ٹوک ہو گئے
مجھ ذرّہ حقیر کو بخشا یہ مرتبہ
قلبِ حزیں کی اور ہو کیا قدر و منزلت
ڈوبے نہ آفتاب ترے عزّ و جاہ کا
خاکہ ہے جس نظر میں تری گردِ راہ کا
کیا پوچھنا ہے آپ کی پہلی نگاہ کا
فیضان دیکھیے مرے عاجز پناہ کا
یہ بھی ہوا شکارِ تری دامگاہ کا

یا رب نصیر کی ہے تیرے دل سے یہ دُعا
اقبالِ اوج پر ہو مرے کج گُلاہ کا



جو وہ تُو نہ رہا تو وہ بات گئی جو وہ بات گئی تو مزا نہ رہا
 وہ اُمنگ کہاں ، وہ ترنگ کہاں ، وہ مزاج وفا و جفا نہ رہا
 شب و روز کہیں بھی الگ نہ ہوا ، شب و روز کہاں وہ ملا نہ رہا
 رگِ جاں سے ہماری قریب رہا ، رگِ جاں سے ہماری جدا نہ رہا
 کسی شکل میں بھی ، کسی رنگ میں بھی ، کسی رُوپ میں بھی ، کسی ڈھنگ میں بھی
 وہ ہماری نظر سے چھپا تو مگر وہ ہماری نظر سے چھپا نہ رہا
 تھی خزاں کے لباس میں کس کی نظر کہ جھلتی گئی ہے تمام شجر
 کسی شاخ پہ تازہ کلی نہ رہی ، کوئی پتہ چمن میں ہرا نہ رہا
 ترے ظلم و ستم ہوئے مجھ پہ جو کم تو یہ حال مرا ہے قدم بہ قدم
 وہ تڑپ نہ رہی ، وہ جلن نہ رہی ، غم و درد میں اب وہ مزا نہ رہا
 بے اشک و فورِ ملال میں جب ، کھلے راز تمام ، ہوا یہ غضب
 کوئی بات کسی سے چھپی نہ رہی ، کوئی حال کسی سے چھپا نہ رہا
 دم دید ہزار حواس گئے ، رہے دُور ہی دُور کہ پاس گئے
 ہمیں دیکھنا تھا اُنہیں دیکھ لیا ، کوئی بیچ میں پردہ رہا نہ رہا
 مرے دم سے تھے نقش و نگارِ جنوں ، مرے بعد کہاں وہ بہارِ جنوں
 کسی خار کی نوک پہ کیا ہو تری ، کوئی دشت میں آبلہ پا نہ رہا
 مرے پاس جو آ بھی گیا ہے کبھی ، تو یہ ڈھنگ رہے تو یہ شکل رہی
 وہ ذرا نہ کھلا ، وہ ذرا نہ کھلا ، وہ ذرا نہ تھا ، وہ ذرا نہ رہا

کیے تیری نگاہ نے جس پہ کرم ، رہا دونوں جہان میں اُس کا بھرم
 جسے تیرے غضب نے تباہ کیا ، کہیں اُس کا بھرم بخدا نہ رہا
 جو نصیر ہم اُن سے قریب ہوئے ، تو حیات کے رنگ عجیب ہوئے
 غمِ ہجر میں اور ہی کچھ تھی خلش ، وہ خلش نہ رہی وہ مزا نہ رہا



جو بچھڑا ، تھا وہ پیارا مل گیا ہے
 اُن آنکھوں کا اشارا مل گیا ہے
 خدا ہے ناخدا بحرِ وفا میں
 ہوئی پوری مرے دل کی تمنا
 لرزتی ہے شبِ غم کی سیاہی
 سلگ اٹھا ہے کیا کیا داغِ حسرت
 چھپا تھا گیسوئے پر خُم میں اُن کے
 خدا رکھے ، دوبارا مل گیا ہے
 مرے دل کو سہارا مل گیا ہے
 سفینے کو کنارا مل گیا ہے
 مجھے بھی درِ تمہارا مل گیا ہے
 مری آنکھوں کو تارا مل گیا ہے
 مرے دل کو شرارا مل گیا ہے
 دلِ مضطر ہمارا ”مل گیا ہے“

نصیر اک روز وہ بھی آ ملیں گے
 مرا اُن کا ستارا ”مل گیا ہے“



فضائے رنگ و بو کے یہ کرشمے دم بدم کب تک
 بھروسہ کیا ہے، اس دُنیا میں، تم کب تک ہو، ہم کب تک
 یونہی پھرتے رہیں گے ان گزرگاہوں میں، ہم کب تک
 مگر اب کیا کہیں، جاری رہے رسمِ ستم کب تک
 کوئی سلجھائے گا آخر تری زلفوں کے خم کب تک
 مگر دیکھیں کہ چلتا ہے مؤرخ کا قلم کب تک
 غمِ سود و زیاں کیوں، اور فکرِ بیش و کم کب تک
 وہ کب آئیں ہمارے گھر، وہ فرمائیں کرم کب تک
 رہے گی میکدے میں داستانِ جامِ جم کب تک

الہی! مطمئن ہوں گے نہ اب گلشن میں ہم کب تک
 تمہیں کہہ دو، ہمیں رہنا ہے محرومِ کرم کب تک
 ہمیں چکرائیں گے دیر و حرم کے پیچ و خم کب تک
 محبتِ مطمئن ہے صبر کے مضبوط حلقے میں
 مالِ کار، دل کو ہے گرفتارِ بلا ہونا
 ہمارا تذکرہ بھی شاملِ تاریخ ہونا ہے
 ہوس کو چھوڑ دے، شانِ قناعت خود میں پیدا کر
 کیا ہے وعدہ آنے کا، مگر اب یہ خبر کس کو
 مرے پیانہ فکر و نظر کا ذکر ہو ساقی!

کوئی تسکینِ دل کی شکل اب نکلی، نہ جب نکلی

نصیر آخر محبت میں پریشاں ہوں گے ہم کب تک



ہر نفس کا حساب مانگے گا
 لوگ سمجھے، شراب مانگے گا
 اُن کا چہرہ نقاب مانگے گا
 کون، کس سے حساب مانگے گا
 پھر یہ خانہ خراب ”مانگے گا“
 زندگی بھر شباب مانگے گا

وقت، جب انقلاب مانگے گا
 مجھ کو پنی تھی چشمِ ساقی سے
 کیجیے اُن پہ مت ہجومِ نگاہ
 آپ اپنے ہیں وہ تماثائی
 جامِ زاہد کے پاس ہے اب تک
 آدمی وہ ہوس کا پُتلا ہے

چشمِ ساقی نصیر اُٹھے تو سہی

پارسا بھی شراب مانگے گا

آئینہ تیرا ، چمن ہو جیسے
 دورِ حاضر کا چلن ہو جیسے
 غیر سے بات کا ڈھب تو دیکھو
 رات یوں ہم کو نظر آئے تم
 بات میں لوچ ، نگاہوں میں لچک
 دل کا یہ حال ہے مایوسی میں
 ہے فلک کب سے مُسلط ہم پر
 یوں مہکتی ہے صبا گلشن میں
 ایسی درماندہ ہے دل کی دھڑکن
 اسی طرح کھینچ کے چلا آیا ہوں
 اس قدر گردشِ دوراں کا خیال
 تو ہی تُو عکسِ گلن ہو جیسے
 حیلہ سازی ترا فن ہو جیسے
 اس طرف رُوئے سخن ہو جیسے
 چاند کی پہلی کرن ہو جیسے
 ہر ادا اُن کی ، دِلن ہو جیسے
 کوئی غُربت میں مگن ہو جیسے
 سایہ پیرِ گُہن ہو جیسے
 تیری خوشبوئے بدن ہو جیسے
 تیرے لہجے کی تھکن ہو جیسے
 تم سے کچھ خاص گلن ہو جیسے
 آپ ہی کا وہ چلن ہو جیسے

آپ تو بیٹھے ہیں یوں جَم کے نصیر

اُن کا کوچہ ہی وطن ہو جیسے



نہیں جانتے تم ، جو ہم جانتے ہیں
 جو ہم پر گزرتی ہے ، ہم جانتے ہیں
 یہ سب راز شیخِ حرم جانتے ہیں
 مرا نام وہ کم سے کم جانتے ہیں
 ہمیں واعظِ محترم جانتے ہیں
 نہ تم جانتے ہو نہ ہم جانتے ہیں
 وہ سب کچھ خدا کی قسم جانتے ہیں
 بہت جان کر بھی وہ کم جانتے ہیں
 ہم اس ساز کے زیروبم جانتے ہیں
 تمہارے تقاضوں کو ہم جانتے ہیں

زمانے کے سب پیچ و خم جانتے ہیں
 تمہیں کیا خبر ، جو گزرتی ہے ہم پر
 نہ مے سے ، نہ ہیں بے خبر لطفِ مے سے
 نہ پہچاننے میں تو اک مصلحت ہے
 دمِ میکشی ، لاکھ اغماض برتیں
 آلِ محبت پہ تکرار کیسی
 انہیں میرے اچھے بُرے کی خبر ہے
 حقیقت تو یہ ہے ، ہم اہلِ وفا کو
 اک اک سانس ہے صوت و آہنگِ ہستی
 تمہارے اشارے ہیں معلوم ہم کو

وہ کتنے ہیں معصوم کتنے ہیں ظالم
 نصیر! آپ کیا جانیں ، ہم جانتے ہیں



نام لے کر ترا ، مرا کوئی
 کیا بتائے ؟ کہے تو کیا کوئی
 باتوں باتوں میں لے اڑا کوئی
 تیری آہٹ سمجھ کے دل چونکا
 اک قیامت ہے تیری انگڑائی
 تیری باتوں کے تھے ہزار جواب
 دیر سے میکدے میں بیٹھے ہو
 موت کو بھی گلے لگائیں لوگ
 غم سے بڑھ کر ہے عرضِ غم پہ سکوت

سب نہیں ہیں نصیر بیگانے
 مل ہی جائے گا آشنا کوئی



تو اگر بے نقاب ہو جائے
 عکس پڑ جائے جو ترے رخ کا
 دیکھ لے اک نظر اگر ساقی
 چھوڑ دوں میں اگر تمہارا در
 ہاتھ رکھ دو جو تم مرے دل پر
 اُن کی آنکھیں جو آئیں گردش میں

جستجو ، کامیاب ہو جائے
 آفتاب ، آفتاب ہو جائے
 سادہ پانی شراب ہو جائے
 میری مٹی خراب ہو جائے
 درد کا سدباب ہو جائے
 رونا انقلاب ہو جائے

شرحِ عشق و وفا لکھے جو نصیر
 اچھی خاصی کتاب ہو جائے



سُنکوں ملے نہ ملے یا قرار ہو کہ نہ ہو
 چمن کی خیر الہی ! بہار ہو کہ نہ ہو
 ہم اُس کے یار ہیں ، وہ اپنا یار ہو کہ نہ ہو
 ہمیں تو اُس سے ہے پیار ، اُس کو پیار ہو کہ نہ ہو
 اُٹی ہوئی ہیں تلوُن کی دُھول سے نظریں
 کھنچے کھنچے تو ہو ، دل میں غبار ہو کہ نہ ہو
 مجھے ہے تم سے محبت ، مجھے ہے تم پہ یقین
 مری قَسَم کا تمہیں اعتبار ہو کہ نہ ہو
 تجھے تو اپنی ستم رانیوں سے مطلب ہے
 تری بلا سے کسی کو قرار ہو کہ نہ ہو
 ہمارے دل کے ہو مالک تمہیں دو عالم میں
 تمہارے دل پہ ہمیں اختیار ہو کہ نہ ہو
 اب آگئے ہو ، تو کچھ دیر میرے پاس رہو
 یہ اتفاقِ حسیں بار بار ہو کہ نہ ہو
 گلوں کے حال پہ شبنم ضرور روئے گی
 وہ آنکھ میرے لیے اشکبار ہو کہ نہ ہو
 نصیر ! شمع تو جلتی رہے گی محفل میں
 بلا سے کوئی پتنگا نثار ہو کہ نہ ہو



شوقِ منزل اور ' منزل اور ہے
 روز کہتے ہیں ' کوئی دل اور ہے؟
 اُن کے دیوانے کی منزل اور ہے
 وہ نہیں ہیں ' میرا قاتل اور ہے
 یہ تو ہے منجدھار ' ساحل اور ہے
 اک بلا اب سر پہ نازل اور ہے
 میکدے میں رنگِ محفل اور ہے
 کیا کوئی مدِّ مقابل ' اور ہے؟
 آج سے اب اپنی منزل اور ہے
 غیر کا ہو گا ' مرا دل اور ہے

عشق بے پایاں کا حاصل اور ہے
 دے کے دل اُن کو یہ مشکل اور ہے
 عقل والے اپنی اپنی راہ لیں
 کیا عجب محشر میں یہ کہنا پڑے
 ناخدا! تُو نے کہاں پہنچا دیا
 ہجر سے پھوٹے تو زلفوں میں پھنسے
 حضرتِ واعظ! یہاں سے جائیے
 آئے کو دیکھ کر شرمائے کیوں
 آپ کو ضد ہے تو پھریوں ہی سہی
 تم سے پھر جائے ' یہ ممکن ہی نہیں

اگلے لوگوں کی کہاں باتیں نصیر!

اب زمانہ اور ' محفل اور ہے



دل میں شعلے سے اُٹھے آہِ رسا سے پہلے
 آتشِ عشق بھڑک اُٹھی ، ہوا سے پہلے
 غنچہٴ موج ہے ، گردابِ بلا سے پہلے
 مسکرا دیتے ہیں وہ ، مجھ پہ جفا سے پہلے
 عشق ، اور اُس بُتِ کافر کا ، الہی ! توبہ
 نام بھی اُس کا اگر لو ، تو خدا سے پہلے
 رازِ ہستی کو سمجھنا نہیں کارِ آساں
 نہ گھلا ہے نہ گھلے گا یہ قضا سے پہلے
 رُخ سے پہلے ، تری زلفوں پہ نظر جاتی ہے
 واسطہ پڑتا ہے اِس کالی بلا سے ، پہلے
 اُن کو چاہو تو ذرا سوچ سمجھ کر چاہو
 ظلم ڈھاتے ہیں وہ الطاف و عطا سے پہلے
 چارہ گر ! ہے یہ ترا حرفِ تسلیٰ تہ دار
 تُو نے جینے کی دُعا دی ہے ، دوا سے پہلے
 اُن کے اِس طرزِ عمل نے مجھے ڈالا شک میں
 دیر تک چپ وہ رہے ، عہدِ وفا سے پہلے
 حشر میں چشمِ ندامت سے بنا کام نصیر
 اشک پر اشک بے عذرِ خطا سے پہلے



رنگ پر آئے جنوں، خلق میں افسانہ بنوں
بے خودی میرا قرینہ ہو، کہ فرزانہ بنوں
غم کی رُوداد بنوں، درد کا افسانہ بنوں
بادۂ حُسن وہ چھلکائیں تو گلشن میں ذرا
مجھ کو مدّت سے یہ ارماں ہے کہ اُٹھیں وہ نقاب
سوز نے شمع کے مانند جلا رکھا ہے
تم جو دیوانہ کہو مجھ کو، تو دیوانہ بنوں
کوئی صورت ہو، مگر اُن سے نہ بیگانہ بنوں
تم بناؤ جو محبت میں تو میں کیا نہ بنوں
ہر گلِ تر کی تمنا ہے کہ پیمانہ بنوں
دولتِ حُسنِ خداداد کا نذرانہ بنوں
پر بھی مل جائیں تو میں شمع سے پروانہ بنوں

وہ تو سو رنگِ جنوں بخش گئے مجھ کو نصیر

اب یہ مجھ پر ہے کہ دیوانہ بنوں یا نہ بنوں



عافیت دُور رہی فطرتِ انسانی سے
اک سماں بندھ گیا جلووں کی فراوانی سے
کیوں نہ اے دستِ جنوں تیری بلائیں لے لوں
مسکراتا ہی رہا حرفِ تمنا سُن کر
شیخِ جی! بادۂ سرجوش کی یہ تعریفیں
اُن کا آنا ہی نظر آتا ہے دشوار مجھے
اُس کا بندہ ہوں کہ ہے دائم و باقی جو سدا
ہم نے مانا کہ ہے دُشوار تمہارا ملنا
تاجدارانِ جہاں، جھک کے ملا کرتے ہیں
علم، جاں سوزی و جاں کا ہی و جاں کاوی ہے
بچ سکا کون زمانے میں پریشانی سے
آئہ تکنے لگا مُنہ ترا، حیرانی سے
خوش ہوا کوئی، مری چاک گریبانی سے
ٹال دی اُس نے مری بات، کس آسانی سے
بات جب ہے کہ وضو بھی ہو اسی پانی سے
موت کا کیا ہے، وہ آجائے گی آسانی سے
لاکھ فانی ہوں، تعلق تو ہے لافانی سے
ہاتھ آتے نہیں ہم لوگ بھی آسانی سے
یہ شرف ہم کو ملا ہے تری درباری سے
ہاتھ آتی ہے جہالت ہی، تن آسانی سے

حُبّ دیں، عشقِ نبی، خوفِ خدا، جس میں نہ ہو

ہم تو باز آئے نصیر ایسی مُسلمانی سے

ہمیں یوں اُس نے ہلایا تو ہوتا
جو دل لینا تھا ، فرمایا تو ہوتا
کسی پر دل ترا آیا تو ہوتا
کبھی مجھ پر ستم ڈھایا تو ہوتا
کوئی اچھی خبر لایا تو ہوتا
کہیں بھی نام کو سایا تو ہوتا
اسے پھانسی پہ لٹکایا تو ہوتا
کسی نے اُن کو سمجھایا تو ہوتا

نصیر اُس انجمن میں ہم بھی جاتے
کسی نے ہم کو بلوایا تو ہوتا



دل کی دنیا میں عجب حشر اٹھا جاتی ہے
میری اُمید کے غنچوں کو کھلا جاتی ہے
آسمان تک مرے نالوں کی صدا جاتی ہے
آپ کی یاد مجھے آ کے ستا جاتی ہے
آ کے گلشن میں نئی دھوم مچا جاتی ہے

اب نہیں کوئی ضرورت کسی قاصد کی نصیر
لے کے پیغام مرا آہ رسا جاتی ہے



ہمارے نام خط آیا تو ہوتا
کبھی یہ تذکرہ آیا تو ہوتا
کچھ آدابِ وفا بھی آ ہی جاتے
مرا صبر و تحمل دیکھنے کو
سر آنکھوں پر تجھے قاصد بٹھاتے
ٹھرتے ہم کہاں دشتِ بلا میں
ثنا خواں غیر ہے کاکل کا تیری
یقیناً مریاں ہوتے وہ ہم پر

جب اچانک مجھے یاد آپ کی آ جاتی ہے
جب وہ خوشبوئے بدن لاتی ہے بادِ سحری
تھر تھرا اٹھتے ہیں سُن سُن کے شبِ غم تارے
لحہ بھر کو جو ذرا چین سے سو جاتا ہوں
فصلِ گل ہوتی ہے دو روز کی مہمان، مگر

غیر کو دیکھ کے غیرت سے پکھل جاؤں گا
وہ بلا تے ہی رہیں میں تو مچل جاؤں گا
اتنا بھولا نہیں، باتوں سے بہل جاؤں گا
آسرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ پھوٹے گی سحر
آپ کیوں اتنے پریشاں ہیں جنابِ ناصح
گلشنِ دہر کا اک برگِ خزاں دیدہ ہوں
آپ پھرتے ہیں اگر قول سے بیشک پھر جائیں
صورتِ شمع تری بزم میں جل جاؤں گا
اُن کی محفل میں نہ آج اور نہ کل جاؤں گا
وہ سمجھتے ہیں کہ ٹالیں گے تو ٹل جاؤں گا
غم کا کہنا ہے اندھیرے میں نگل جاؤں گا
ٹھوکریں کھا کے زمانے کی سنبھل جاؤں گا
خاک ہو جاؤں گا، سڑ جاؤں گا، گل جاؤں گا
میں تو ایسا نہیں جو بات بدل جاؤں گا
ہے ارادہ تو مرا کوچہِ جاناں کا نصیر
دل نہ مانا، تو کہیں اور نکل جاؤں گا



بہ صد خلوص، بہ صد افتخار گزری ہے
گلوں کا رنگ لیے شکلِ یار گزری ہے
غم و الم کے، اذیت کے، کرب زاروں میں
نفسِ نفس میں چبھن تھی، قدم قدم پہ خلش
نفس میں حال نہ پوچھا صبا نے آ کے کبھی
سکونِ دل نہ میسر ہوا زمانے میں
وہ زندگی، جو سرِ کُوءے یار گزری ہے
مری نظر سے مکمل بہار گزری ہے
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار گزری ہے
تمام عمر سرِ نوکِ خار گزری ہے
مرے قریب سے بیگانہ وار گزری ہے
ہماری زیست بڑی بے قرار گزری ہے
وہ ایک بار جدھر سے گزر گئے ہیں نصیر!
ہزار بار ادھر سے بہار گزری ہے



آپ اس طرح تو ہوش اڑایا نہ کیجیے
 یوں بن سنور کے سامنے آیا نہ کیجیے
 یا سر پہ آدمی کو بٹھایا نہ کیجیے
 یا پھر نظر سے اُس کو گرایا نہ کیجیے
 یوں مدھ بھری نگاہ اٹھایا نہ کیجیے
 پینا حرام ہے تو پلایا نہ کیجیے
 کہیے تو آپ محو ہیں کس کے خیال میں
 ہم سے تو دل کی بات چھپایا نہ کیجیے
 تیغِ ستم سے کام جو لینا تھا، لے چکے
 اہل وفا کا یوں تو صفایا نہ کیجیے
 ہم آپ کے، گھر آپ کا، آئیں ہزار بار
 لیکن کسی کی بات میں آیا نہ کیجیے
 اٹھ جائیں گے ہم آپ کی محفل سے آپ ہی
 دشمن کے روبرو تو بٹھایا نہ کیجیے
 دل دُور ہوں تو ہاتھ ملانے سے فائدہ؟
 رسماً کسی سے ہاتھ ملایا نہ کیجیے
 محروم ہوں لطافتِ فطرت سے جو نصیر
 اُن بے حسوں کو شعر سنایا نہ کیجیے



مہرباں تھا جو روز و شب ، کوئی
 چشمِ ساقی میں التفات نہیں
 ہوتی آئی ہے یہ زمانے میں
 تذکرہ اہلِ دل کا چل نکلا
 یوں ہیں خاموش عرضِ حال پہ وہ
 اُن سے مل ! بات کر ! نگاہ ملا
 ہم سے وہ چل چکے بہت چالیں
 آپ کو جب کسی کی چاہ نہیں
 میکدہ ہے ، شراب پی ، زاہد !
 اُن پہ کہنے کو لوگ مرتے ہیں
 بے وفا بھی رہے ، خفا بھی رہے
 آپ آتے ، کوئی پیام آتا
 اُس کو لے آئے کاش اب کوئی
 اب کہاں جائے تشنہ لب کوئی
 کام آیا کسی کے کب کوئی
 چھیڑتا میری بات اب کوئی
 سی کے بیٹھا ہو جیسے لب کوئی
 دل لٹانے کا ہو سب کوئی
 چال ہم بھی چلیں گے اب کوئی
 کیوں کرے آپ کی طلب کوئی
 سیکھ لے زندگی کا ڈھب کوئی
 جان دیتا ہے اپنی کب کوئی
 آپ بھی ہیں بڑے عجب کوئی
 یوں بسر ہوتی اپنی شب کوئی

جاں بلب ہے نصیر سوختہ جاں
 کاش لے آئے اُن کو اب کوئی



ہم جرمِ محبت کی سزا یاد کریں گے
ہم بھی تجھے کیا کیا نہ صبا یاد کریں گے
یہ سُن کے رُکے، اور کہا ”یاد کریں گے“
جو دل سے بھلا بیٹھے، وہ کیا یاد کریں گے
وہ چوٹ لگی ہے کہ سدا یاد کریں گے
یوں پینے پلانے کا مزا یاد کریں گے

اپنوں کے ستم، اُن کی جفا یاد کریں گے
تُو آگئی، آنا تھا جنہیں وہ نہیں آئے
میں نے دمِ رخصت جو کہا ”بھول نہ جانا“
اب حرفِ تسلی کا تکلف نہ کریں وہ
ہم بھول کے اب نام بھی لیں گے نہ وفا کا
ہم چشمِ تصور میں سجا لیں گے وہ آنکھیں

یاروں پہ نصیر آپ دل و جاں سے فدا تھے
وہ پھر گئے سب، آپ بھی کیا یاد کریں گے

طالبِ وصلِ یار پھرتے ہیں
ہر طرف بے شمار پھرتے ہیں
کر کے سولہ سنگھار پھرتے ہیں
باغ میں گلِ عذار پھرتے ہیں
ایسے ویسے ہزار پھرتے ہیں
قول سے بار بار پھرتے ہیں
رات دن، بے قرار پھرتے ہیں
پاسباں، تین چار، پھرتے ہیں
لوگ دیوانہ وار پھرتے ہیں
لوٹ کر ہر بہار پھرتے ہیں
تشنہ لب، میگسار پھرتے ہیں

سینکڑوں بے قرار پھرتے ہیں
اُن کے مشتاق، اُن کے دیوانے
دھوم بھی ہے، دُہائی بھی اُن کی
بھول کیا سر اٹھا کے بات کریں
نام سُن کر مرا وہ کہنے لگے
مجھ کو ہو خاک اعتبار اُن پر
چاند سورج ہیں اُن کے وارفتہ
اُن کے گُوچے میں ایک آدھ نہیں
جلوہِ یار کی تمنا میں
اُن کی محفل سے کوٹنے والے
یہ ہے توہینِ میکدہ، ساقی !

اے نصیر اُن کی چاہ میں لاکھوں
کھو کے صبر و قرار پھرتے ہیں

میرا دل اور مری جان بنے بیٹھے ہیں
 دیدہٴ خلق کا ارمان بنے بیٹھے ہیں
 آج اُس در پہ وہ دربان بنے بیٹھے ہیں
 کیا خبر تھی کہ وہ طوفان بنے بیٹھے ہیں
 جو گداگر ہیں، وہ سلطان بنے بیٹھے ہیں
 اور پھر مجھ سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں
 خیر سے آج وہ انسان بنے بیٹھے ہیں
 جان کر ہم سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں

اے نصیر اُن کو سر بزم ذرا دیکھو تو

اک تماشا کا وہ عنوان بنے بیٹھے ہیں



حیرت ہے کہ وہ آج ادھر دیکھ رہے ہیں
 ہم آپ کے اندازِ نظر دیکھ رہے ہیں
 کیا کہیے، جو ہم شام و سحر دیکھ رہے ہیں
 جلوے ترے تا حدِ نظر دیکھ رہے ہیں
 دُزدیدہ نظر سے وہ ادھر دیکھ رہے ہیں

وہ لوگ ! اپنے گریباں میں بھی جھانکیں

جو لوگ مرے عیب و ہنر دیکھ رہے ہیں



یوں وہ محفل میں بصدِ شان بنے بیٹھے ہیں
 اُن کی صورت نکھر آئی پسِ زینت کیا کیا
 جن کو آداب تک آتے نہیں درباری کے
 مجھ کو دیکھا تو غضبِ ناک ہوئے، ٹوٹ پڑے
 جو ہیں سلطان، وہ پھرتے ہیں گداؤں کی طرح
 محفلِ ناز میں بلوا بھی لیا ہے مجھ کو
 اہلِ دل پر نہ وہ غصہ ہے، نہ وہ قہر و ستم
 دیکھتے ہی نہیں قصداً وہ ہماری جانب

ہم اپنی طرف اُن کی نظر دیکھ رہے ہیں
 محفل میں نہیں اور کوئی شغل ہمارا
 نیرنگیِ عالم کا یہ عالم، ارے توبہ
 ہم کو نظر آتا نہیں کچھ اور کہیں بھی
 بیٹھا ہوا چپ چاپ یہ میں دیکھ رہا ہوں

کتنی دلکش ہیں فضا میں ترے میخانے کی
دل میں تصویر کھینچی رہتی ہے پیمانے کی
قابلِ رحم ہے صورت ترے دیوانے کی
اس میں بھی ایک جھلک ہے ترے شرمائے کی
دیکھ کر شکل چھلکتے ہوئے پیمانے کی
اس گھڑی آپ نہ تکلیف کریں آنے کی
یہ دُعا ہے دمِ آخر ترے دیوانے کی
ٹوٹ جائے گی چھلک دیکھ کے پیمانے کی
کس قدر مجھ پہ عنایت مرے مولانے ”کی“

ٹھان لی میں نے بھی ساقی! یہیں مرجانے کی
واہ کیا خوب نشانی ہے یہ میخانے کی
صرفِ غم، خاکِ بر، چاکِ گریباں، مضطر
چاند بدلی میں جو دیکھا تو مجھے یاد آیا
یاد آتی ہیں کسی کی وہ نشیلی آنکھیں
نزع کے وقت مبادا کوئی الزام آجائے
تو سلامت رہے، گلشن کی بہاریں دیکھے
رندِ بد مست کی توبہ بھی کوئی توبہ ہے
میں وہ ذرہ ہوں، جو ہے مہرِ علی سے روشن

آگ کا رزق ہے وہ سوختہ قسمت بھی نصیر!
شمعِ تصویر ہے جلتے ہوئے پروانے کی



اُس گلی کی ہوا کی بات نہ چھیڑ
اُن کے رنگِ حنا کی بات نہ چھیڑ
بھول کر مدعا کی بات نہ چھیڑ
دُوب جا، ناخدا کی بات نہ چھیڑ
راہزن، رہنما کی بات نہ چھیڑ
تو بتوں سے خدا کی بات نہ چھیڑ

مرگِ اہلِ وفا کی بات نہ چھیڑ
خونِ جذبات کے حوالے سے
یاد رکھ اُن کی بزم کے آداب
منتِ غیر سے تو موت بھلی
رہو عشق! راہِ لگ اپنی
خود پسندی شعار ہے اُن کا

منزلِ شوق ہے نصیر کٹھن
راہِ صبر آزما کی بات نہ چھیڑ



راہ پر لے آئے ہم اُن کو کسی تدبیر سے
چھیڑتے ہو کیوں مرے دل کو نظر کے تیر سے
اُن کا دامن ہاتھ آجائے اگر تقدیر سے
خود بخود گرنے لگیں کڑیاں مری زنجیر سے
ہم سے ہے گردش کہ ہم ہیں گردشِ تقدیر سے
عشق نے انگڑائیاں لیں حُسن کی تاثیر سے
کون اُلجھے بیڑیوں سے طوق سے زنجیر سے

نالہ دل سوز سے یا آہِ دامن گیر سے
مسکرا کر دیکھتے ہو کس لیے تم بار بار
میں یہ سمجھوں دولتِ کونین حاصل ہوگئی
ختم پابندی ہوئی جب قید بے میعاد کی
اک ذرا اہل بصیرت یہ مُعْتَمَل کریں
آپ نے چھیڑا تو جاگ اٹھا ہمارا ذوقِ دل
میں ہوں دیوانہ مگر آزادِ ان جھگڑوں سے ہوں

اے نصیر اب اس سے بڑھ کر اور کیا درکار ہو
میرے دل کو ہے تعلقِ حُسنِ عالمگیر سے



دگرگوں دل کی حالت ہو رہی ہے
ابھی تک خاک سی اڑ تو رہی ہے
تحرِ خنداں ہے، شبنم رو رہی ہے
تمناؤں کی دُنیا سو رہی ہے
ابھی تو مات مجھ کو ہو رہی ہے
کسی کی آرزو دل کو رہی ہے

محبت بچ غم کے بو رہی ہے
تباہی دل کی مجھ سے پوچھتے ہو؟
کسے معلوم پھولوں کا مقدّر
نہ چھیڑا اے زخمِ غم! سازِ دل کو
وہ جب ہاریں گے، جب ہاریں گے بازی
تصوّر میں کسی کے عمر گزری

محبت میں نصیر اُلجھن پہ اُلجھن
کبھی اُن کو، کبھی ہم کو ”رہی ہے“



محفل سے اُن کی سینکڑوں پی کر نکل گئے
 مجھ سے ملی جو آنکھ، تو تیور بدل گئے
 وہ ایسی قاتلانہ اداؤں میں ڈھل گئے
 زخمی کیا جو دل تو کلیجہ مسل گئے
 کچھ اِس طرح وہ ہم سے بھی تیور بدل گئے
 ارمان و آرزو کے جنازے نکل گئے
 قسمت پھری، تو پھر گئے احباب اِس طرح
 دیکھا مجھے، تو دُور سے رستہ بدل گئے
 کیا شمعِ انجمن پہ جلانے کا اِتمام
 جلنا ہی تھا نصیب میں، پروانے جل گئے
 دل ہم سے لے کے اُن کی نگاہیں بدل گئیں
 دھوکا دیا، فریب کیا، چال چل گئے
 تھکنے لگے جو پاؤں تو یوں راہ طے ہوئی
 اُس انجمن میں اہلِ وفا سر کے بل گئے
 اُس آستانِ ناز کا جب تذکرہ ہوا
 میری جبینِ شوق میں سجدے مچل گئے
 اُن کا جمال دیکھ کے، دیکھا جو اے نصیر!
 قلب و نگاہِ حُسن کے سانچے میں ڈھل گئے



تو ہی سچا نظر نہیں آتا
 جو ہے جیسا ، نظر نہیں آتا
 طور بھی ہے ، وہی تجلی بھی
 قطرہ جس وقت محو دریا ہو
 کوئی کیا آئے گا نظر تجھ سا
 غالباً وہ ابھی نہیں گزرے
 مہرباں مجھ پہ آپ بھی ہوں گے
 رہنماؤں کے شر جس میں ہوں
 پس پردا کی بات کرتے ہیں
 خود بُرا ہو جو فطرتاً تو اُسے
 آپ اک انجمن ہو جس کا وجود
 ورنہ کیا کیا نظر نہیں آتا
 اصل چہرہ نظر نہیں آتا
 کوئی موسیٰ نظر نہیں آتا
 اُس کو دریا نظر نہیں آتا
 کوئی مجھ سا نظر نہیں آتا
 حشر برپا نظر نہیں آتا
 مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا
 کوئی رستا نظر نہیں آتا
 سر پردا نظر نہیں آتا
 کوئی اہتما نظر نہیں آتا
 وہ اکیلا نظر نہیں آتا

کس کو بھیجوں نصیر اُن کی طرف
 کوئی جاتا نظر نہیں آتا



ہتھکڑی ہاتھ میں ہو، پاؤں میں زنجیر بھی ہو
 کاش، جو خواب ہے، اُس کی وہی تعبیر بھی ہو
 حُسنِ نیت بھی ہو، کوشش بھی ہو، تدبیر بھی ہو
 میں تو کہتا ہوں کہ تم واقفِ تقدیر بھی ہو
 دُور ہو در سے مرے، بھاگ بھی جا، تیر بھی ہو
 سامنے آپ بھی ہوں، آپ کی تصویر بھی ہو
 شوقِ تعمیر بھی ہو، قدرتِ تعمیر بھی ہو
 اُن کی محفل میں کسی کی کوئی توقیر بھی ہو
 لطف تو جب ہے کہ چلے میں کوئی تیر بھی ہو
 تم مری رُوح بھی ہو، تم مری تقدیر بھی ہو

ہم سزاوارِ جفا عشق میں ہر دم ہیں نصیر!
 یہ ضروری تو نہیں ہے، کوئی تقصیر بھی ہو



اب جنوں میں مری ایسی کوئی تصویر بھی ہو
 میں نے دیکھا ہے انہیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے
 صرف تقدیر پہ انسان بھروسہ نہ کرے
 جو کہا تم نے وہ تقدیر کا لکھا نکلا
 مجھ سے وہ کہتے ہیں اب تجھ کو نہ بیٹھے دیکھوں
 یہ جو صورت ہو، تو کچھ فرق کی باتیں نکلیں
 جب کہیں جا کے کوئی تاج محل بنتا ہے
 آنے جانے کی ہمیں ضد ہے نہ انکار، مگر
 آپ کیا صرف کماں کھینچ کے اترتے ہیں
 ایسی صورت میں نہیں ترکِ تعلق ممکن

وہ ایک آہ ، جو دل کی سفیر کھلائے
 جہاں میں صاحبِ تاج و سریر کھلائے
 انہیں وقار ملا ، جو حقیر کھلائے
 وہ تیرہ بخت ہی روشن ضمیر کھلائے
 کمال ہے کہ وہی بے نظیر کھلائے
 وہ لاکھ ظلم کرے ، اک شریر کھلائے
 جو تیری زلفِ رسا کے اسیر کھلائے
 جفا کے زعم میں اٹھے تو تیر کھلائے
 جوان بھی نہ ہوئے تھے کہ پیر کھلائے
 جو علم و فقر کے مہر منیر کھلائے

فلک نشان بنے ، عرش گیر کھلائے
 وہ خوش نصیب ، جو اُن کے فقیر کھلائے
 وہ سر بلند ہوئے ، جو جھکے ترے در پر
 سمٹ گئے جو تری زلف کی سیاہی میں
 وہ اک نظر ، جو دلوں کا سکون بن نہ سکی
 دبی زباں سے بھی شکوہ کریں تو ہم گستاخ
 وہی رہے ہیں رسوم و قیود سے آزاد
 وہ اک نگاہ ، حیا سے اگر جھکے تو کماں
 خدا کا شکر ، زمانے کی قدر دانی ہے
 ہم اُن کے نور کی ادنیٰ سی اک تجلی ہیں

وہ مُردہ دل ہیں ، جنہیں عشق میں ہے جان عزیز
 جو اپنی جان پہ کھیلے ، نصیر کھلائے



راہ سے اُن کی، ہمارا پاؤں ہٹ سکتا نہیں
 کیا ہمارا خُونِ دل پھولوں میں بٹ سکتا نہیں
 وہ سُئرا دَوْرِ ماضی کیا پلٹ سکتا نہیں؟
 اُن کے قدموں سے کوئی ذرّہ لپٹ سکتا نہیں
 اُن کے میرے درمیاں سودا یہ پٹ سکتا نہیں
 بے تکلف میری بانہوں میں سمٹ سکتا نہیں؟
 کوئی دُشمن یوں کسی کا نام رٹ سکتا نہیں
 بڑھ تو سکتا ہے یہ دل کا درد، گھٹ سکتا نہیں
 جو بکھر جائے، وہ شیرازہ سمٹ سکتا نہیں

حاسدانِ تیرہ باطن سے کوئی کہہ دے نصیر
 علم کا رُتبہ بڑھا کرتا ہے، گھٹ سکتا نہیں



یہ مقدّر کا لکھا ہے، اب یہ کٹ سکتا نہیں
 دیکھ کر رنگِ چمن آنسو بہانے چاہئیں
 کیسی کیسی محفلیں تھیں، کیسے کیسے لوگ تھے
 دم قدم کے ساتھ رہتی ہے زمانے کی ہوا
 وہ جفا جو، میں وفا پیشہ، محبت نامراد
 آئے میں بے حجابانہ سما جاتا ہے تو
 دوست ہوگا، رٹ لگی ہے جس کو تیرے نام کی
 چارہ گر! تجھ کو یہ حبطِ چارہ سازی ہے عبث
 دل کے ذرّے منتشر ہو کر ملے ہیں خاک میں

دلِ ناداں کو سمجھانا پڑے گا
 یہ وعدہ اُن کو فرمانا پڑے گا
 ہمیں رستے میں رُک جانا پڑے گا
 پہاڑوں سے بھی ٹکرا کر پڑے گا
 بہت ارزاں یہ پیمانہ پڑے گا
 دلِ مضطر کو بہلانا پڑے گا
 ابھی کچھ دیر سمجھانا پڑے گا
 مگر یہ زہر تو کھانا پڑے گا
 خبر کیا تھی کہ مر جانا پڑے گا

اسے اب راہ پر لانا پڑے گا
 ہمارے گھر اُنہیں آنا پڑے گا
 قریب کعبہ بت خانہ پڑے گا
 وفا کے معرکے یوں سر نہ ہوں گے
 اٹھا لے نقدِ ایماں دے کے زاہد!
 وہ آئیں یا نہ آئیں شامِ وعدہ
 مرا منشا ابھی سمجھے نہیں وہ
 وفا میں تلخیاں ہیں حضرتِ دل!
 مرے تھے اُن پہ جینے کے لئے ہم

نصیر اُس نے بلا بھیجا ہے تم کو
 وہاں تک اب تمہیں جانا پڑے گا



بادہ نوشوں میں ہے اک حادثہ میخانے کا
 لطف اب آئے گا اُس شمع پہ جل جانے کا
 کون کہتا ہے مجھے ہوش نہیں آنے کا
 مشغلہ اب ہے یہی آپ کے دیوانے کا
 کوئی پُرساں نہیں چٹھے ہوئے پیمانے کا
 میری ہستی بھی عجب راز ہے میخانے کا
 صبح دم شمع نے ماتم کیا پروانے کا
 ہر طرف عکس نظر آتا ہے میخانے کا
 یہ نیا ڈھنگ نکالا مرے تڑپانے کا
 دامن اُن کا جو چُھٹا، پھر نہیں ہاتھ آنے کا
 سخت دشمن ہے زمانہ ترے دیوانے کا

مُجھوٹ کر ہاتھ سے گرنا مرے پیمانے کا
 مل گیا سوز مرے قلب کو پروانے کا
 لوگ آغاز کریں تو، ترے افسانے کا
 آپ کا نام لیا اور جھکا لی گردن
 کیا لگائے کوئی قیمت مرے ٹوٹے دل کی
 بے پیے عالم مستی میں رہا کرتا ہوں
 بُجھ گئی، نور سے بے نور ہوئی محفل میں
 آج ساقی نے پلا دی ہے کچھ ایسی مجھ کو
 اُس نے دیکھا مجھے، پھر دیکھ کے تیور بدلے
 یاد رکھ اے دل پر شوق! یہ اک بات مری
 کوئی مونس نہیں، ساتھی نہیں، غمخوار نہیں

ہم بھی دیکھیں گے نصیر آپ کی توبہ ہے کہاں
 چل گیا وار جو چلتے ہوئے پیمانے کا



اُن سے وابستہ مجھے تقدیر کرنی ہی پڑی
 بندگی میں زحمتِ تقصیر کرنی ہی پڑی
 اُن پہ قرباں جان کی جاگیر کرنی ہی پڑی
 مے کدے میں شیخ کی توقیر کرنی ہی پڑی
 ہم کو ہر اجمال کی تفسیر کرنی ہی پڑی
 آپ کی خاطر مگر تاخیر کرنی ہی پڑی
 سامنے تیرے، تری تصویر کرنی ہی پڑی
 نُوح کے طوفان سے تعبیر کرنی ہی پڑی
 تم نہ سُنتے تھے، مجھے تحریر کرنی ہی پڑی

چمین سے جینے کی کچھ تدبیر کرنی ہی پڑی
 تیری رحمت کی مجھے تشہیر کرنی ہی پڑی
 دے کے دل اب اور کیا باقی تھا تحفے کے لیے
 بادہ نوشی میں بھی لازم تھا حرم کا احترام
 عشق کیا ہے؟ عاشقی کیا ہے؟ وفا کیا چیز ہے؟
 جان دینے کے لیے بیتاب تھا بیمارِ غم
 تجھ کو دعویٰ تھا کوئی مدِّ مقابل ہی نہیں
 میرے اشکوں کی روانی تھی بڑی ہنگامہ خیز
 سرگزشتِ غم میں خونِ دل کی رنگت دیکھ لی؟

بڑھ گیا جب دردِ دل حرفِ تسلی سے نصیر
 چارہ گر کو دوسری تدبیر کرنی ہی پڑی



جُنوں ہے ، رنجِ سامانی بہت ہے
 محبت میں پریشانی بہت ہے
 ستم کی مجھ پہ ارزانی بہت ہے
 مری قدر اُس نے پہچانی بہت ہے
 مری عرضِ طلب پر ہیں وہ چُپ چُپ
 یقین کم ، اور حیرانی بہت ہے
 کبھی وہ خیر سے آئیں مرے گھر
 گھڑی بھر کی بھی مہمانی بہت ہے
 جو تم پچھڑے ، اُٹد آئیں گی آنکھیں
 طبیعت میری طوفانی بہت ہے
 نہ جانے بات کیا ہے اُن میں ایسی
 خدائی اُن کی دیوانی بہت ہے
 خدا ، واعظ پہ ڈالے کوئی مشکل
 اِسے ذوقِ تن آسانی بہت ہے
 مجھے دیکھا ، تو برجستہ وہ بولے
 یہ صورت جانی پہچانی بہت ہے
 کہا اُس نے مرے اشعار سُن کر
 ترے شعروں میں جولانی بہت ہے
 نصیر
 بہت دُشوار ہے اُن تک پہنچنا
 نصیر اُن کی نگہبانی بہت ہے

زندگی مطمئن ہے ہماری ، خلفشاروں سے اللہ بچائے
 جن دیاروں میں عنقا سکوں ہو، اُن دیاروں سے اللہ بچائے
 دوست کم اور دشمن زیادہ ، گلےزاروں سے اللہ بچائے
 ویسے پرکار، ظاہر میں سادہ، ایسے پیاروں سے اللہ بچائے
 میں چلا تو ہوں اُس انجمن میں، فتنہ کاروں سے اللہ بچائے
 روکتے ٹوکتے ہیں یہ سب کو، پہرہ داروں سے اللہ بچائے
 کیا کہا جاسکے اُس نظر کو، اور پھر اُس نظر کے اثر کو
 نفع سمجھیں جو دل کے ضرر کو، اُن اشاروں سے اللہ بچائے
 ہم فقیروں کو اُن کی طلب کیا، ملنے جلنے کا آخر سبب کیا
 لطف کیا، اُن کا غیظ و غضب کیا، شہریاروں سے اللہ بچائے
 ہر صدا میں نہاں تیر و نشتر، ہر ادا ایک پوشیدہ خنجر
 وار چھپ چھپ کے کرتے ہیں اکثر، پردہ داروں سے اللہ بچائے
 وقت پر کام آتے نہیں ہیں، اپنے وعدے نبھاتے نہیں ہیں
 خود نما، خود نگر، خود غرض ہیں، مجھ کو یاروں سے اللہ بچائے
 ایک دھوکا ہے اِن کا سہارا، دُور سے کچھ بس نظارہ
 ظلمتِ ہجر میں یہ بلا ہیں، چاند تاروں سے اللہ بچائے
 فتنہ جو، فتنہ گر، فتنہ ساماں، دشمنِ جان و بدخواہِ ایماں
 رندوتے جارہے ہیں یہ میداں، شہسواروں سے اللہ بچائے
 مطمئن ہے نصیر اپنی ہستی، ہر قدم پر سفر کی ہے مستی
 دشت کیا راستہ اُس کا روکے، جس کو خاروں سے اللہ بچائے

دلِ حزیں کو تری یاد سے بچا نہ سکے
 ہزار بار بھلایا ، مگر بھلا نہ سکے
 بچھے بچھے سے رہے دل میں ، جگمگانہ سکے
 یہ داغمائے تمنا ، فروغِ پا نہ سکے
 زبانِ اشک سے حالِ دل اُن کو کہنا تھا
 ہم اُن کے سامنے آنسو مگر بہا نہ سکے
 نکل سکی نہ ملاقات کی کوئی صورت
 ہمیں بلا نہ سکے اور خود وہ آنہ سکے
 تمام عمر پھٹکے ہیں ہمارے قلب و جگر
 تمہیں نے آگ لگائی ، تمہیں بچھا نہ سکے
 چھری کو ہاتھ میں لے کر ہزار بار اُٹھے
 نصیر! دل کے وہ ٹکڑے مگر اڑا نہ سکے



ہمارا اور کوئی غم گسار بھی تو نہیں
 تری قسم کا مگر اعتبار بھی تو نہیں
 جفا پسند نہیں ، ناگوار بھی تو نہیں
 ستم تو یہ ہے کہ تو شرمسار بھی تو نہیں
 تری نگاہ کو آخر کہاں تلاش کروں
 رُکی نہ دل میں ، مگر آرا پار بھی تو نہیں
 کسی غریب پہ آنسو بہائے کون یہاں
 یہ بے کسی ہے کہ شمعِ مزار بھی تو نہیں
 ہزار بار پکارا اُسے محبت میں
 جواب اُس نے دیا ایک بار بھی تو نہیں
 وہ آئے ہیں ، نہ تنہا بلب ، نہ زلفِ بدوش
 خزاں اگر یہ نہیں ہے ، بہار بھی تو نہیں
 نہیں ہے ہجر میں تسکین کی کوئی صورت
 تلاش پھر ہے مری ، آج کیوں زمانے کو
 جدا ہوا ، تو دل و جاں میں حشر برپا ہے
 وہ ایک شخص ، جسے مجھ سے پیار بھی تو نہیں

کہاں پہ جا کے کریں گنجِ عافیت کی تلاش
 نصیر! جائے سکون گونے یار بھی تو نہیں



کیا اوج پائیں اور ترے آستان سے ہم
جو درخورِ نگاہِ عنایت بنا سکے
کیا غم اگر وہ جانِ وفا سرد مہر ہے
مل جائے ایک جامِ شرابِ جمال کا
دھونیِ رمائے ایک زمانہ گزر گیا
وہ آفتابِ حُسن ہو یوں دل پہ جلوہ ریز
آگے نکل گئے ہیں حدِ آسمان سے ہم
حرفِ طلب میں حُسن وہ لائیں کہاں سے ہم
سوزِ دُروں میں کم نہیں برقی تپاں سے ہم
کچھ اور چاہتے نہیں پیرِ مُغاں سے ہم
جائیں کہاں اب اٹھ کے ترے آستان سے ہم
اٹھ جائیں مثلِ پردہ شبِ درمیاں سے ہم

بخشے نصیرِ دل کو وہ قاتل ہزار زخم

ڈرتے نہیں جراحتِ تیغ و سناں سے ہم



پھر وہ جانے کے بعد یاد آیا
دل لگی، دردِ دل سے کم تو نہیں
اک قیامت تھا اُن کا بھولا پن
قُرب نے غم بھُلا دیا تھا مجھے
جیت جانے میں کبر کا ڈر تھا
نہ سُننا تھا حالِ دل اُن کو
شیخ صاحب کا احترام ہمیں
مات کھانے کے بعد یاد آیا
کچھ سُنانے کے بعد یاد آیا
مے پلانے کے بعد یاد آیا

شکر صد شکر، پھر نصیر اُنہیں

بھول جانے کے بعد یاد آیا



اُسے دل کون کہہ سکتا ہے، وہ دل ہو نہیں سکتا
 کبھی خاصانِ حق کی صف میں شامل ہو نہیں سکتا
 کوئی ذرہ چمک کر ماہِ کامل ہو نہیں سکتا
 یہاں جو عقل دوڑائے، وہ عاقل ہو نہیں سکتا
 کوئی جنت میں قبل از مرگ داخل ہو نہیں سکتا
 مرا سر تیرے سب کے قابل ہو نہیں سکتا
 تمہاری یاد سے دم بھر بھی غافل ہو نہیں سکتا
 مرا جذبہ، مرا ایمان، باطل ہو نہیں سکتا
 وہ قاتل بن نہیں سکتا، وہ قاتل ہو نہیں سکتا
 کسی کے کہنے سے ذی علم، جاہل ہو نہیں سکتا
 کسی کے عارضِ دلکش پہ یہ تل ہو نہیں سکتا
 وہ عاشق بن نہیں سکتا، وہ بسمل ہو نہیں سکتا
 یہ کام آسان ہو سکتا ہے، مشکل ہو نہیں سکتا
 ہمارے بعد پھر یہ رنگِ محفل ہو نہیں سکتا
 مسافر بے نیازِ راہ و منزل ہو نہیں سکتا

جسے پہلو میں رہ کر درد حاصل ہو نہیں سکتا
 وہ بندہ، جس کو عرفاں اپنا حاصل ہو نہیں سکتا
 زمین و آسمان کا فرق ہے دونوں کی فطرت میں
 محبت میں تو بس دیوانگی ہی کام آتی ہے
 پہنچتے ہیں پہنچتے والے اُس کو چپے میں مر مر کر
 نہیں جب اذنِ سجدہ ہی تو یہ تسلیم کیوں کر ہو
 مرا دل اور تم کو بھول جائے، غیر ممکن ہے
 مرا ایمان ہے اُن پر، مجھے اُن سے محبت ہے
 نزاکت کے سبب خنجر اٹھانا بار ہو جس کو
 اُڑائے دھول کوئی چاند پر کب دھول پڑتی ہے
 مرے داغِ تمنا کا ذرا سا عکس ہے شاید
 نہ ہو وارفتہ جو اُس جانِ خوبی پر دل و جاں سے
 ہمیں منظور مر جانا، اگر اُن کا اشارا ہو
 جو رونق آج ہے، وہ آج ہے، کل ہو نہیں سکتی
 مراحل کچھ بھی ہوں ہر دم سفر سے کام ہے اس کو

نصیر! اب کھیلنا ہے بحرِ غم کے تیز دھارے سے

سفینہ زیت کا ممنونِ ساحل ہو نہیں سکتا



شبِ گُل ہوئی اِس خارزار کی صورت
سماں ہے قہر کا، یا ہے یہ پیار کی صورت
جنوں، ملال، ستم، انتظار کی صورت
خزاں کا رُوپ نظر آئے گا چمن میں تمہیں
دل اپنا گیوئے جاناں میں اِس طرح اُلجھا
یہ کون سوختہ ساماں ہے خاک کا پیوند؟
بنے ہوئے ہیں سپید و سیاہ کے مالک
جو ہنس رہے ہیں مرے دل کی بیقراری پر
دُھواں دُھواں ہے نظر، یا اڑا اڑا خاکہ

وہ آئے گھر میں ہمارے بہار کی صورت
کھٹک رہی ہے تری یاد، خار کی صورت
نظر میں اب ہے انہی تین چار کی صورت
قریب سے کبھی دیکھو بہار کی صورت
نکل سکی نہ کوئی بھی فرار کی صورت
بُجھی بُجھی سی ہے شمع مزار کی صورت
وہ رُخ بدلتے ہیں لیل و نہار کی صورت
نصیب اُنہیں بھی نہیں ہے قرار کی صورت
بدل کے رہ گئی تصویرِ یار کی صورت

اُٹھاؤ پردہ، نگاہوں کے سامنے آؤ

گراں نصیر کو ہے انتظار کی صورت



نہ دوستی سے تعلق، نہ دشمنی سے غرض
ترے خیال میں کھوئے ہوئے ہیں جو خود کو
ہے ایک نورِ مجسم ہمارے پیشِ نظر
جہانِ عشق کے سیارے اور ہی کچھ ہیں

تمہارے بندۂ الفت کو کیا کسی سے غرض
نہ موت کی اُنہیں پروا، نہ زندگی سے غرض
رہی نہ آبی و خاکی، نہ آتش سے غرض
نہ ماہ و مہر، نہ مریخ و مشتری سے غرض

نصیر! وصف ہے مقصود اُس حسیں کا مجھے

نہ شعر گوئی کا دعویٰ، نہ شاعری سے غرض



جن کو بسنا تھا ترے شہر میں ، بستے ہی رہے
 دوست تو خوش ہوئے ، بدخواہ کھستے ہی رہے
 لوگ اُس کو بچے کی مٹی کو ترستے ہی رہے
 اور اک ہم تھے ، کہ مر کھپ کے بھی بستے ہی رہے
 ایک وہ ہیں کہ ہوئے جن کو سہارے حاصل
 ایک ہم ہیں کہ سہارے کو ترستے ہی رہے
 زلف ہو ، موج تبسم ہو کہ ہو چہین جہین
 مجھ کو ہر وقت شکنجوں میں وہ کتے ہی رہے
 ہم کو اپنوں سے اذیت کے سوا کچھ نہ ملا
 آستیں میں جو پلے سانپ ، وہ ڈستے ہی رہے
 قدر و قیمت کا ہماری کسے اندازہ ہوا
 ہم ہیں وہ جنس ، جو بازار میں سستے ہی رہے
 آپ وہ برق تھے ، چمکے تو کڑا کا نکلا
 ہم تھے وہ ابر ، کہ چپ چاپ برستے ہی رہے
 جن کی تقدیر نہ منزل تھی ، نہ منزل کا نشان
 ہر قدم پر ہمیں درپیش وہ رستے ہی رہے
 اُن کی محفل میں رہا ہم پہ عجب کیفِ نیاز
 وہ گرجتے ہی رہے ، اشک برستے ہی رہے
 آتشِ دل سے فراغت نہ ملی ہم کو نصیر
 غم کے شعلوں میں شب و روز جھلستے ہی رہے



ستم کہیے کرم کہیے وفا کہیے جفا کہیے
 ہوائے گوائے جاناں کو نسیم جانفزا کہیے
 جو ہے خورشید سا مکھڑا تو ہیں واللہ سی زلفیں
 کلام اپنا مؤثر ہے بیاں اپنا مؤثر ہے
 زہے قسمت کہ آبیٹھے وہ ہم سے بات کرنے کو
 تمہارے منہ سے جو نکلے ہمیں تسلیم ہے سب کچھ
 حریم ناز تک اپنی رسائی ہو نہیں سکتی
 پڑے جو کوہ پر تو وہ بھی ہوا اپنی جگہ رقصاں
 پئے مشقِ خرامِ ناز ادھر بھی وہ جو آنکلیں
 علاجِ جانِ مضطر ہے، دوائے دردِ الفت ہے
 سنیں گے حضرتِ دل! آپ کی باتیں وہ محفل میں
 کسی سے بات کوئی کہنے سننے کا مزاج ہے
 نہ اب وہ بات کرتے ہیں نہ اب وہ بات سنتے ہیں
 نصیر! اللہ کے در سے جو مانگا میں نے پایا ہے

مضامینِ ذہن میں آتے چلے جاتے ہیں برجستہ

نصیر! اشعارِ لاتعداد کہیے برملا کہیے



تہا نہ پی شراب، ہمیں بھی پلا کے پی
رحمت کا آسرا ہے تو ہر غم پہ چھا کے پی
میخانہ تیرا، جامِ ترا، رند بھی ترے
ساغر اٹھا تو ہر غم دُنیا کو بھول جا
شاید نہ کوئی اور جھکے تیرے سامنے
ساغر ہے صرف رندِ تنکِ ظرف کے لئے
پینے میں احتیاط کا پہلو بھی چاہیے
اے بادہ کش! وہ آج نظر سے پلائیں گے

اے پینے والے! ہم سے نگاہیں لڑا کے پی
بے خوف ہو کے جام اٹھا، مسکرا کے پی
ساقی! مزا تو جب ہے، کہ سب کو پلا کے پی
پینے کا وقت آئے تو کچھ گنگنا کے پی
زاہد! ذرا صُراحی کی گردن جھکا کے پی
اے نئے پرست! خمِ کبھی مُنہ سے لگا کے پی
مخلوق کو نہ اپنا تماشا دکھا کے پی
ساغر کو پھینک، آنکھوں سے آنکھیں ملا کے پی

آدابِ نئے کشی کے تقاضے سمجھ، نصیر!

ساغر اٹھا کے اور نگاہیں مجا کے پی



سُہانی ہیں راتیں، تو دن پیارے پیارے
وہ آئے تو دم بھر کو رُک کر سدھارے
سُنا ہے، وہ مہمان ہوں گے ہمارے
وفا و جفا میں برابر ہے بازی
دُکتی رہی اُن کے ماتھے پہ افشاں
ہمیں جانتے ہیں، کہ گزرے ہیں کیونکر
ادھر تذکرے ہیں، ادھر تذکرے ہیں
نہ چھیڑیں مجھے بڑھ کے دریا کی موجیں
وہ پُر نور، میں ذرّہ بے حقیقت

جیے جا رہا ہوں کسی کے سہارے
رہے دل کے ارمان دل ہی میں سارے
بس اب کیا ہے اپنے بھی وارے نیارے
نہ وہ ہم سے جیتے، نہ ہم اُن سے ہارے
انہیں دیکھتے ہی رہے چاند تارے
وہ دن تم سے جو دُور رہ کر گزارے
ہمارے تمہارے، تمہارے ہمارے
چلا جا رہا ہوں کنارے کنارے
زمین پر اُترتے نہیں چاند تارے

نہیں حشر سے کم نصیر اُن کی آمد

پھر اُس پر غضب ہیں نظر کے اشارے

اک قیامت بن گئی ہے آشنائی آپ کی
در حقیقت آپ ہیں وہ پیکرِ حُسن و جمال
دیکھتے ہی دیکھتے اُڑنے لگے حضرت کے ہوش
سیر کرنے اُن کے کوچے میں گئے تھے ایک دن
اور اِس بے چارگی کا ہو بھی سکتا کیا علاج
ضعف میں چلنا تو کیا اُٹھنا بھی تھا اپنا محال
خون کے آنسو رُللاتی ہے جدائی آپ کی
جان سے دل سے ہوئی شیدا خدائی آپ کی
ہم نے جب تصویرِ ناصح کو دکھائی آپ کی
کچھ خیراے حضرتِ دل! پھر نہ آئی آپ کی
رو دیے ہم دیکھ کر بے اعتنائی آپ کی
وہ تو بس ہم کو محبت کھینچ لائی آپ کی

فیض پاتا ہے نصیر اُس سببِ در سے اک جہاں

کیوں رہے ناکام آخر جبہ سائی آپ کی



حال سے واقف ہونے لگا ہے اپنا بھی، بیگانہ بھی
کہہ تو رہے ہو جوش میں آکر ضدی بھی، دیوانہ بھی
شاید کوئی ایسا ویسا سحر کیا ہے ساقی نے
آنے کا وعدہ تو کیا تھا شاید تم کو یاد نہیں
بزم کی باتیں کس کو سُنائیں کون سُنے گا، کیا کہیے
خیر ہو یارب! بادہ کشی سے کس نے توبہ کر لی ہے
تیری آمد فصلِ بہاراں، تیرا جانا دَورِ خزاں
قہر و غضب کی موج وہ اُٹھی، ساقی! تیری آنکھوں میں
میری توبہ رنگ یہ لائی، سارا زمانہ حیراں ہے

اب تو زباں پر آ کے رہے گا تیرا مرا افسانہ بھی
میں ہوں وہی جو تم پہ فدا تھا، تم نے مجھے پہچانا بھی؟
چکر میں ہیں ساغر و مینا، گردش میں میخانہ بھی
قول کی سچائی تو یہی ہے کہ کہنا بھی اور آنا بھی
لرزاں لرزاں شمع کی لو ہے، فُعلہ بہ جاں پروانہ بھی
نُخم حیرت میں، مینا چپ ہے، گم صُمم ہے پیمانہ بھی
دل کی ہستی بھی ہے تماشا، گلشن بھی، ویرانہ بھی
دل دُوبا تو ہاتھ سے اپنے چھوٹ گیا پیمانہ بھی
شیشہ ٹوٹا، ساغر اُلٹا، بند ہوا میخانہ بھی

وہ ہیں نصیر اِس شان سے بیٹھے ناز وادا کی مسند پر

اُن کی صورت دیکھ رہا ہے اپنا بھی، بیگانہ بھی

زمانے بھر کو تو صورت دکھائی جاتی ہے
 طبیعت اُن کی اداؤں پہ آئی جاتی ہے
 یہ مے کشی سہی، توبہ کو اس سے عار نہیں
 طلوعِ مہر کی تمہید ہے شفق کی نمود
 یہ کون زُلف بکھیرے خیال میں آیا
 وفا کی راہ میں تھک کر نہ بیٹھ جا ظالم!
 پیامِ یار تو ہوتا ہے اور کچھ، لیکن
 ابھی اسیروں میں تھا تذکرہ رہائی کا
 یہ اُن کا در ہے، یہاں بندگی میں ہے اخلاص

نصیر! اُن کی گلی سے یہ کون مر کے اٹھا

یہ کس غریب کی میت اٹھائی جاتی ہے



شبِ فرقت کا اختتام نہیں
 کس طرف رحمتِ تمام نہیں
 چشمِ ساقی کی ایک گردش ہے
 اُن کی جانب سے میرے نام اب تک
 میری تقدیرِ خام کار سہی
 تشنگی میں مری کلامِ بجا
 آستانِ تک ترے رسائی ہو
 ہے یہ رندوں کا قولِ مفتی یہ

صبحِ روشن ہمارے نام نہیں
 کوئی تخصیصِ خاص و عام نہیں
 رقص میں میکدے کی شام نہیں
 کوئی نامہ نہیں، پیام نہیں
 جذبہٴ آرزو تو خام نہیں
 فیضِ ساقی میں کچھ کلام نہیں
 اتنا اونچا مرا مقام نہیں
 دستِ ساقی سے مے حرام نہیں

جُو نصیر اک چراغِ دہلی کے
 میں کسی شخص کا غلام نہیں

ہم کش کش یہ شام و سحر دیکھتے رہے
 اہل نظر کی بزم میں ہم بیٹھ کر خموش
 کھل کر رہے گی راہِ سلام و پیام بھی
 گزری تمام رات ترے انتظار میں
 یہ دل کا وسوسہ تھا کہ آہٹ کسی کی تھی
 وہ آفتابِ حُسن رہا مرکزِ نگاہ
 لے کر ہمیں نہ ساتھ چلے اہل کارواں
 مثلِ صبا نصیر گزر بھی گیا کوئی
 اک آپ ہیں ، نہ جانے کدھر دیکھتے رہے



ظلم ہم پر ہر آن ہوتے ہیں
 آپ سے کیا کوئی توقع ہو
 حُسن کی سادگی کا کیا کہنا
 کوئی ان کو مٹا نہیں سکتا
 دیکھنے میں ہیں عشق و حُسن جدا
 ظلم سہتے ہیں ، کچھ نہیں کہتے
 دیدہ و دل کی آبرو ، آنسو
 آپ کو بے وفا کہا کس نے
 برقِ تنکے وہی جلاتی ہے
 اتنا آساں نہیں ہے عشق ، نصیر !
 اس میں سو امتحان ہوتے ہیں

نہ کوئی گل ہے نہ گلشن میں خار باقی ہے
وہ ابتدائے محبت کی صورتیں نہ رہیں
نہ کوئی گل ہے نہ گلشن میں خار باقی ہے
ابھی ہے کس لئے مجھ کو تلاشِ امن و سکون
نہ چھیڑ وعدہٴ جنت کا ذکر اے واعظ!
کوئی بھی دل کی علامت نہیں ہے پہلو میں
جُحوں میں یہ مرے دستِ جُنوں کی فیاضی
نہ آشیاں ہے، نہ بانگِ ہزار باقی ہے
فقط سلامِ سرِ رہ گزار باقی ہے
ابھی تو گردشِ لیل و نہار باقی ہے
امیدِ سایہٴ دیوارِ یار باقی ہے
مقامِ دل کا بس اک اعتبار باقی ہے
نہ جیب ہے، نہ گرمیاں کا تار باقی ہے

سوالِ وصل پہ وہ دے چکے ہیں صاف جواب
عبثِ نصیر تجھے انتظار باقی ہے



دیوانہٴ منزل جب رستے میں بھٹکتا ہے
جس وقت کوئی غنچہٴ گلشن میں چمکتا ہے
حق گو کا توشیوہ ہے حق بات پہ کٹ مرنا
ہم رند نہ آئیں گے واعظ تری باتوں میں
برسوں وہ نہیں آتے مہمان مرے بن کر
دُنیاۓ تمنا میں کیوں حشر نہ ہو برپا
صحرائے محبت میں اس دل کا خدا حافظ
اُن تیز نگاہوں کی تاثیر نہ کچھ پوچھو
تنظیمِ گلستاں ہے فطرت کے اُصولوں پر
کچھ مُنہ سے نہیں کہتا سرِ اپنا پکتا ہے
گل چیں کی نگاہوں میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
سُلی سے نہیں ڈرتا، سُلی پہ لکتا ہے
کیوں ہم سے اُلجھتا ہے، کیوں ہم سے اٹکتا ہے
روزانہ کسی کے گھر کون آ کے پھٹکتا ہے
ہم ہاتھ بڑھاتے ہیں، دامن وہ جھٹکتا ہے
تہا جو مسافر ہو، اکثر وہ بھٹکتا ہے
رہ رہ کے مرے دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے
ہر پُھول مہکتا ہے، ہر خار کھٹکتا ہے
دیکھو تو نصیرِ آخر، شاید کوئی ارماں ہو
یہ کون درِ دل پر سرِ اپنا پکتا ہے

اِس طرف قربان ہو جانے کی حسرت دل میں ہے
 کیا بتائیں، کیا کہیں، کیا کیا ہمارے دل میں ہے
 صورتِ موسیٰ عجب وارفتگی سی دل میں ہے
 یہ وہی دل جانتا ہے درد بھی جس دل میں ہے
 اُن کو آنکھوں پر بٹھالیں یہ تمنا دل میں ہے
 جس سے میں نے دل لگایا ہے وہ میرے دل میں ہے
 وہ ہمیں دل میں جگہ دیں، یہ ہمارے دل میں ہے
 دل ہی دل میں خود سمجھ لو، جو ہمارے دل میں ہے
 اک تمہاری آرزو ہے، جو ابھی تک دل میں ہے
 اُن کا خاکہ، اُن کا نقشہ، اُن کی صورت، دل میں ہے
 ایک پیکاں ہے جگر میں، ایک پیکاں دل میں ہے
 جستجو جس کی ہمیں تھی، وہ ہمارے دل میں ہے
 آپ سب کچھ جانتے ہیں، جو ہمارے دل میں ہے
 اُس کے دل سے دل ملے، جرات کہاں یہ دل میں ہے
 اک مکمل انجمن گویا ہمارے دل میں ہے
 ایک میخانے کا میخانہ ہمارے دل میں ہے

اُس طرف شمشیر بُراں قبضہ قاتل میں ہے
 اُن کی حسرت، اُن کا ارماں، اُن کی اُلفت، اُن کا غم
 آرزوئے دید بھی ہے، گفتگو کا شوق بھی
 رازِ الفت کے دلِ بیدرد پا سکتا نہیں
 وہ حریمِ ناز کا پردہ اٹھائیں تو سہی
 میرے اُس کے درمیاں حائل نہیں دیر و حرم
 اُن کی محفل میں تو ہو ہی جائے گا اک دن گزر
 دل کی باتیں پوچھنے کی ضد ہے آخر کس لیے
 اور باقی آرزوئیں مل گئیں سب خاک میں
 اُن کے جلوں سے مزین دونوں آنکھیں ہیں مری
 اُن سے آنکھیں کیا ملیں، اپنی تو شامت آگئی
 اب کہاں گنجائش وہیم دُوی باقی رہی
 آپ سے کچھ کہہ کے ہم کس واسطے ہوں منفعل
 اُس کی آنکھوں سے لڑیں اتنی کہاں آنکھوں میں تاب
 یاس و حرماں، درد و غم، حُزن و الم، رنج و محن
 یادِ ساقی نے عطا کر دیں عجب کیفیّتیں

اے نصیر اِس قافیے کی وسعتیں تو دیکھیے
 دونوں عالم کی سمائی ایک لفظ ”دل“ میں ہے



غزلِ بقیدِ یک قافیہ دل

یوں جمالِ رُوئے جاناں شمعِ خلوت خانہ تھا
اک جمالِ بے تکلیف جلوہٴ جانانہ تھا
سوز سے خالی جگر تھا، غم سے دل بیگانہ تھا
جب حقیقت سے اٹھا پردہ تو یہ عقدہ کھلا
وصل میں گنجائشِ اغیار اتنی بھی نہ تھی
لے کے ہم سے دین و دل، عقل و خرد بولا کوئی
خانہ لیلیٰ میں تھے جنت کے اسبابِ نشاط
زندگی کے ہمسفر تھے نزع میں بھی دل کے پاس
وہ بھی کیا دن تھے کہ پیرِ میکدہ کے عشق میں
دل ہمارا غرقِ آتش صورتِ پروانہ تھا
آنکھ جس جانب اٹھی، ہر ذرہ حیرت خانہ تھا
عشق میں ہم نے وہ دیکھا جو کبھی دیکھا نہ تھا
خواب تھا وہمِ دُوائی، زعمِ خودی، افسانہ تھا
چشم و گوش و ہوش ہر اپنا وہاں بیگانہ تھا
یہ تو راہ و رسمِ الفت کا فقط بیعانہ تھا
قیس کے حصے میں تاحدِ نظر ویرانہ تھا
بے کسی تھی، یاس تھی، ارمان تھے، کیا کیا نہ تھا
یہ جبینِ شوق تھی، سنگِ درِ میخانہ تھا

فیصلہ دیتے ہوئے وہ بڑھ گئے حد سے نصیر

میں سزاوارِ سزا تو تھا، مگر اتنا نہ تھا



میکدے کا نظام تم سے ہے
 شیشہ تم سے ہے، جام تم سے ہے
 صبح تم سے ہے، شام تم سے ہے
 ہر طرح کا نظام تم سے ہے
 سب کو سوز و گداز تم نے دیا
 عشق کا فیض عام تم سے ہے
 میں زمانے کے روبرو چپ ہوں
 بے تکلف کلام تم سے ہے
 خالِ مشکیں بھی، زلفِ پیچاں بھی
 دانہ تم سے ہے، دام تم سے ہے
 مہرِ انور میں ہے تمہاری ضیا
 حُسنِ ماہِ تمام تم سے ہے
 تم ہو بنیادِ دونوں عالم کی
 دو جہاں کا قیام تم سے ہے
 ہم تمہارے ہیں، تم ہمارے ہو
 ہم کو عشقِ دوام تم سے ہے
 اب کسی کو نصیر کیا جانے
 اب تو جو کچھ ہے کام تم سے ہے



تری اک نظر نے لُٹا، مری عمر کا خزانہ
 نہیں ڈھونڈنے سے ملتا، کہیں اب کوئی ٹھکانا
 نہ حریمِ لالہ و گل، نہ قفس نہ آشیانا
 ترے آستیاں پہ جانا، ترے در پہ سر جھکانا
 جسے آسرا دیا ہے، اُسے یوں نہ چھوڑ جانا
 جسے ڈھونڈتی ہیں نظریں، وہ گزر گیا زمانہ
 مرا تاجِ سروری ہے، تری خاک آستانہ
 مری اک یہی تمنا، اُسے اک یہی بہانا
 مجھے اُس نے اپنا سمجھا، مجھے اُس نے اپنا جانا

نہیں اُن کی ذات سے کچھ، مجھے اے نصیر نسبت

میں گلِ خزاں رسیدہ، وہ بہارِ جاودانا



فغاں سے حشر اٹھانا بھی مجھ کو آتا ہے
 کسی کو راہ پہ لانا بھی مجھ کو آتا ہے
 کبھی پلٹ کے نہ آنا بھی مجھ کو آتا ہے
 انہیں مڑہ پہ سجانا بھی مجھ کو آتا ہے
 نظر سے اپنی گرانا بھی مجھ کو آتا ہے
 پھر کے سامنے آنا بھی مجھ کو آتا ہے

تجلیِ رُخِ جاناں کا آئینہ ہوں نصیر

دل و نگاہ پہ چھانا بھی مجھ کو آتا ہے

نہ رہی وہ بزمِ عشرت، نہ وہ عیشِ جاودانا
 نہ کہیں کا تُو نے چھوڑا، مجھے گردشِ زمانہ
 مرے بدنِ نصیبِ دل کو، نہ ملا کہیں ٹھکانا
 یہی عینِ بندگی ہے، یہی رمزِ عارفانہ
 مرا آخری سہارا تو یہ قرب ہے تمہارا
 نہ یہ قربتیں، نہ جلوے، نہ وہ روز و شبِ میسر
 ترے سنگِ در سے مجھ کو، یہ ملی ہے سربلندی
 مرے ساتھ تو رہے گا تو زمانہ کیا کہے گا
 یہ وفاؤں کا صلہ ہے، یہ کرم کی انتہا ہے

فلک پہ تیر چلانا بھی مجھ کو آتا ہے
 خفا جو ہو تو منانا بھی مجھ کو آتا ہے
 جو بس چلے تو بھلانا بھی مجھ کو آتا ہے
 ترے فراق میں جواشک پی لیے میں نے
 الٰہی خیر، کہا اُس نے کس کے بارے میں
 نقابِ اُلٹ کے بہ صد برہمی کہا اُس نے

کوئی ملال مجھے جوڑ دوستاں سے نہیں
 زمینِ گل سے نہیں شاخِ آشیاں سے نہیں
 وہ غم زدہ ہیں مگر میری داستاں سے نہیں
 مکانِ دُور مرا آپ کے مکاں سے نہیں
 نگاہ سے تو کہی ”ہاں“ مگر زباں سے ”نہیں“
 وہاں سے بات اُٹھائی گئی، یہاں سے نہیں
 ہم ابتدا سے سُنائیں گے، درمیاں سے نہیں
 یہ ان فلک کے ستاروں سے، کہکشاں سے نہیں
 گرفتہ دل وہ مری گرمیِ فغاں سے نہیں

یہ بات دل سے کہوں گا فقط زباں سے نہیں
 قفسِ نصیب کو اب ربطِ گلستاں سے نہیں
 ملال ہے تو عُدو کی شکایتوں کا اُنہیں
 کبھی تو آئیے دو گام چل کے بندہ نواز!
 سوالِ وصل پہ مبہم سا یہ جواب ملا
 ہمارے سر پہ اب الزامِ بے رُخی کیسا
 جو سُن سکو تو مکمل ہمارا حال سنو
 ہے تیری مانگ کی افشاں سے زندگی روشن
 ملال ہے تو فقط عرضِ غم پہ ظالم کو

نصیر اپنا تعلق اُس آستاں سے ہے
 جو اپنے رُتبے میں کم ہفت آسماں سے نہیں



بڑھا مقتل میں جب خنجر کی جانب ہاتھ قاتل کا
چلا تھا شکوہ بیداد کرنے اُن کی آنکھوں سے
نظر آتے نہیں آثار تک اب خانہ دل کے
تمناؤں نے اپنی راہ لی رخصت ہوئے ارماں
ٹہنی سے آس تھی دل کو ٹہنی دل کے مخالف ہو
تمہارے دل سے مل کر اب مراد دل ہے تمہارا دل
محبت میں وہ تڑپائیں، ستم ڈھائیں، سزائیں دیں
چھپایا اُن سے ہم نے لاکھ اپنا حالِ غم لیکن

بہر مضمون، بہر بندش، بہر عالم، بہر صورت

نصیرِ دل گرفتہ نے نبھایا قافیہ دل کا



غزل بقید یک قافیہ

شوقِ دیدار پردہ در نہ ہوا
 جو نہ ہونا تھا ، عمر بھر نہ ہوا
 اہلِ دل کی وفا شعاری کا
 ہم ہوئے لاکھ سب سے بیگانے
 منزلِ عشق تھی کٹھن ایسی
 جس طرف انتظار میں ہم تھے
 خانہ دل تھا غیر سے خالی
 ہائے افسوس میری چاہت کا
 خاکِ پروانہ ہو گئی برباد
 میرے حالات سے نصیر اب تک
 با خبر ، کوئی بے خبر نہ ہوا



منزلِ شوق میں ایسا بھی مقام آتا ہے
جب تصور میں چھلکتا ہوا جام آتا ہے
ایک تم ہو کہ جو پچھڑے تو نہ لوٹے ، ورنہ
زلفِ گیتی کی اداؤں میں کشش ہے ایسی
اس کا مطلب یہ ہوا پھولوں سے اُلفت ہے انہیں
کہ جہاں صرف جنوں راہ میں کام آتا ہے
لب پہ بے ساختہ ساقی ترا نام آتا ہے
ہر کوئی لوٹ کے گھر کو سرِ شام آتا ہے
مرغِ دل ٹوٹ کے خود ہی تہِ دام آتا ہے
خطِ گلزار میں ، ہر خط مرے نام آتا ہے

بے رُخی اُن کی نصیر اب تو یہاں تک پہنچی
نہ سلام آتا ہے کوئی ، نہ پیام آتا ہے

لہ فنِ کتابت میں خطاطی کا ایک اسلوب



ہو کر وہ جواں ، بدل گیا ہے
کیا آئے گا وہ ، جو کل گیا ہے
رہزن کا عذاب ٹل گیا ہے
سائے میں جو آ گیا ہمارے
یہ کس نے کہا کہ حشر اٹھا
چھیڑی تھی وفا کی بات میں نے
تابندہ ہوا ہے داغِ دل کا
اُس پر ہیں عذابِ آخرت میں
الزام غلط ہے شمع کے سر
دنیا میں نصیر میرے دل کو
ٹھوکر وہ لگی ، سنبھل گیا ہے

بہلتے کس جگہ ، جی اپنا بہلانے کہاں جاتے
 تری چوکھٹ سے اٹھ کر تیرے دیوانے کہاں جاتے
 نہ واعظ سے کوئی رشتہ ، نہ زاہد سے شناسائی
 اگر ملتے نہ رندوں کو تو پیانے کہاں جاتے
 خدا کا شکر ، شمعِ رُخ لیے آئے وہ محفل میں
 جو پردے میں چھپے رہتے تو پروانے کہاں جاتے
 اگر ہوتی نہ شامل رسمِ دنیا میں یہ زحمت بھی
 کسی بے کس کی میتِ لوگ دفنانے کہاں جاتے
 اگر کچھ اور بھی گردش میں رہتے دیدہ ساقی
 نہیں معلوم چکڑ کھا کے میخانے کہاں جاتے
 خدا آباد رکھے سلسلہ اس تیری نسبت کا
 وگرنہ ہم بھری دنیا میں پہچانے کہاں جاتے
 نصیر اچھا ہوا درِ مل گیا اُن کا ہمیں ، ورنہ
 کہاں رکتے ، کہاں تھمتے ، خدا جانے کہاں جاتے



جو سر دے گا ، وہی سردار ہو گا
 وہ ظالم برسرِ پیکار ہو گا
 نشیمن ، شاخِ گل پر بار ہو گا
 ہمارے ہی گلے کا ہار ہو گا
 وفا کا جو علم بردار ہو گا
 تمہیں شاید کسی سے پیار ہو گا
 یقیناً وہ ترا بیمار ہو گا
 جو خود گرتی ہوئی دیوار ہو گا
 ہمارا دل گل و گلزار ہو گا
 ارے ناداں ! ستم ہر بار ہو گا

محبت کا یہی معیار ہو گا
 گلہ برحق سہی ، بے کار ہو گا
 فلک جب درپے آزار ہو گا
 کسے معلوم تھا یہ غم کا عالم
 اُسی پر تیر برسیں گے جفا کے
 تمہاری آنکھ کیوں رہتی ہے پُر غم
 سنا ہے ، چل بسا کل رات کوئی
 سہارا دے گا وہ کیوں کر کسی کو
 ذرا کھلنے تو دو داغِ تمنا
 کرم کی التجا بے کار اے دل !

نصیر اب بھی یہی میں کہہ رہا ہوں
 وہ مل جائیں ، تو بیڑا پار ہو گا



منائیں خیر وہ آج اپنے آشیانے کی
 مری نگاہ میں ہیں کروٹیں زمانے کی
 ”جھکی تو پھر نہ اٹھی شاخ آشیانے کی“
 مگر اٹھایے پہلے قسم ، نہ جانے کی
 کہ کوششیں ہیں مجھے راہ پر لگانے کی
 کہ بجلیوں کو تو عادت ہے مُسکرانے کی
 سبق پڑھائیں گی خود ٹھوکریں زمانے کی
 کہے کوئی بھی ، مگر بات ہو ٹھکانے کی
 اسے ہے مُفت میں عادت زباں چلانے کی
 نکالتے کوئی صورت انہیں بلانے کی
 کہ آہ سرد بھی ہے فرد اس گھرانے کی
 غضب ہوا کہ نظر کھا گئی زمانے کی

جو مجھ کو دیتے رہے دھمکیاں جلانے کی
 نہ پوچھ مجھ سے بُرے وقت کے نشیب و فراز
 بھلا ہو بادِ خزاں تیرے چار جھونکوں کا
 ملے گا آپ کی ہر بات کا جواب یہیں
 مدد کا وقت ہے پھر اے مذاقِ خود منشی
 سحابِ فصل ! برس اور ہم پہ کھل کے برس
 مرا کہا جو نہیں مانتے ، نہ مانو تم
 نگاہ ، قول پہ ہو مُرتکز ، نہ قائل پر
 خدا بچائے سرِ بزم آج واعظ سے
 کھڑے ہیں کس لیے احباب یوں سرِ بالیں
 نہیں ہیں غم سے یہ اطفالِ اشک ہی منسوب
 وہ دور کیا تھا کہ شیر و شکر تھے ہم تم بھی

چمن کی سوچ یہاں تک بھی آ گئی تھی نصیر!
 کہ شاخ ہی نہ رہے میرے آشیانے کی



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

اشک آنکھوں میں آئے جاتے ہیں
 چوٹ پر چوٹ کھائے جاتے ہیں
 وہ تو ساقی ہیں ، میں ہوں بادہ گسار
 یہ تمہاری گلی ہے ، یا مقتل
 سُن لیا وعظ ، حضرتِ ناصح !
 جن میں ہے کچھ رَمَق شرافت کی
 بے بُلائے کہیں نہ جائیں کبھی
 ذکرِ میرا ہے ، غیر سے ہے خطاب
 چار و ناچار دیکھنا ہوں گے

ہم یہ موتی لٹائے جاتے ہیں
 پھر بھی ہم مُسکرائے جاتے ہیں
 پی رہا ہوں ، پلائے جاتے ہیں
 روز لاشے اٹھائے جاتے ہیں
 کیوں مرے کان کھائے جاتے ہیں
 ایسے کچھ لوگ پائے جاتے ہیں
 ہم کسی کے بُلائے ، جاتے ہیں
 یوں بھی قصے سنائے جاتے ہیں
 جو تماشے دکھائے جاتے ہیں

ہو گا اک دن کرم ، نصیر پہ بھی
 ایسے آثار پائے جاتے ہیں



اک قیامت ہے کہ ظالم! تری انگڑائی ہے
 اک تری یاد ہے، میں ہوں، شبِ تنہائی ہے
 تیرا شیدائی تو بس، تیرا ہی شیدائی ہے
 مجھ کو تقدیر، یہ کس موڑ پہ لے آئی ہے؟
 تیرے جلوں میں ابھی محو، تماشا ہے
 دستِ فطرت کی یہ کیسی چمن آرائی ہے
 دل بھی ڈوبا ہے مرا، آنکھ بھی بھر آئی ہے
 ناز ہے، غمزہ ہے، انداز ہے، رعنائی ہے
 کتنا تابندہ چراغِ شبِ تنہائی ہے

دل میں ہلچل ہے پیا، جان پہ بن آئی ہے
 اب ترے ہجر میں یہ انجمن آرائی ہے
 وہ کسی اور کو دل دینے پہ تیار نہیں
 نہ کوئی حال کا پُرساں، نہ شناسا، نہ رفیق
 ہوش میں آئے، تو کچھ منہ سے کہے، کیا گزری
 شاخِ گل خار بہ کف، داغ بہ دل ہے لالہ
 عشق میں ایسے مقامات کئی بار آئے
 دل اڑانے کے سب اسباب ملے ہیں اُن کو
 داغِ دل، صورتِ خورشیدِ سحر، ہے روشن

مدّتوں بعد وہ آئے ہیں گلستاں میں نصیر!
 مدّتوں بعد گلستاں میں بہار آئی ہے



جو گرا وہ پستیوں میں ، تو غبار تک نہ اٹھا
 کوئی موجہ تبسم ، لب یار تک نہ اٹھا
 درِ یار ہے وہ منزل ، کہ ہے زندگی کا حاصل
 وہ تو ایک منچلا تھا ، کہ زباں پہ راز لایا
 کہیں شاخ سرنگوں ہے ، کہیں برگ گل ، زبوں ہے
 کوئی آرزو تو کیوں کر ، کہیں اپنا سر اٹھاتی
 وہ دبا پڑا ہے اب تک ، تہ گردِ راہِ غربت
 جو سحر ہوئی نمایاں ، تو ہزاروں درد جاگے
 مجھے خاک میں ملایا ، یہ تری ستم ظریفی

وہ اَلَم نصیب جس سے غمِ یار تک نہ اٹھا
 وہ نزاکتوں کا عالم ، کہ یہ بار تک نہ اٹھا
 وہ قدم ہی کیا اٹھا جو ، درِ یار تک نہ اٹھا
 کوئی فتنہ پھر آنا کا ، کبھی دار تک نہ اٹھا
 جو خزاں کی زد میں آیا ، وہ بہار تک نہ اٹھا
 ترے بارِ غم سے دَب کر ، دلِ زار تک نہ اٹھا
 وہی بد نصیب لاشہ ، جو مزار تک نہ اٹھا
 کوئی غم کی نیند سو کر ، شبِ تار تک نہ اٹھا
 یہ مری نیاز مندی ، کہ غبار تک نہ اٹھا

یہ بہار کا زمانہ ، یہ نصیرِ حالِ گلشن
 گلِ تر کی بات چھوڑو ، سرِ خار تک نہ اٹھا



جو بیت گئی بیت گئی اب وہ کہاں یاد
 ہر سوتری یادیں ہیں، یہاں یاد، وہاں یاد
 اس دور میں کرتا ہے کسے، کون، کہاں یاد
 کرتی ہے کسے منہ میں زباں رقص گناں یاد
 تم ایسے میں کیوں آگئے اے جانِ جہاں! یاد
 تم کو بھی تو ہو گا وہ بچھڑنے کا سماں یاد
 ہم بھول گئے خود کو وہ، آئے ہیں جہاں یاد
 شاید تمہیں آ جائے مرا نام و نشان یاد
 فیر یاد کراں کینوں بے تینوں نہ کراں یاد
 انسان کو رہتی ہے محبت کی زباں یاد
 اُمید ہے رکھیں گے مجھے اہلِ زباں یاد

رودادِ قفس یاد نہ اندازِ فغاں یاد
 ہر غنچہ و گل میں ترے جلووں کے شگوفے
 تم بھول گئے مجھ کو تو کیا اس میں تعجب
 کس نام نے رس گھول دیا کام و دہن میں
 کافی تھی تباہی کے لیے گردشِ دوراں
 بھولا نہیں اب تک مجھے وہ گریہ پیہم
 اپنے سے رقابت کا یہ عالم ہے کہ توبہ
 ماضی کے درپچے سے کبھی جھانک کے دیکھو
 اک توں ای تے ہیں میریاں آساں داسارا
 لہجے میں ہو اخلاص تو دو بول بہت ہیں
 میں نے بھی گھر ایسے چنے کانِ سخن سے

قربت میں نصیر آج یہ کیا خدشہ دُوری
 بہتر ہے نہ کر فصلِ بہاراں میں خزاں یاد



مجھ پہ اب اُن کا التفات نہیں
 آپ ہم سے بھی بات چیت کریں
 صرف چاہا تمہیں مرے دل نے
 آپ کی بات کا تو کیا کہنا
 یاد کرتے تو ایک بات بھی تھی
 خامشی میں ہزار باتیں ہیں
 اک تعلق تو ہے انہیں مجھ سے
 غمزہ ، شوخی ، جفا ، دل آزاری
 غم نہ کر میری خستہ حالی کا
 وہ جو چاہیں نواز دیں ہم کو
 دل ملائے کوئی ، تو بات بنے
 بن گئی میری جان پر ، لیکن

مجھ سے ناراض ، اور وہ ، توبہ
 اے نصیر ! ایسی کوئی بات نہیں



بقید یک قافیہ

کوئی بہتری کی صورت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 کسی اور کی یہ حالت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مرے حال پر عنایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 انہیں میری رُورعایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مجھے آپ سے شکایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مرے سر کو یہ اجازت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مجھے اس طرح کی جرات کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 کہ تجھے مری ضرورت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 تجھے دیکھنے کی ہمت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مجھے غیر سے شکایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مرے ساتھ میری قسمت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی

مری زیست پُر مُسرت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی
 مجھے حُسن نے ستایا ، مجھے عشق نے مٹایا
 وہ جو بے رُخی کبھی تھی وہی بے رُخی ہے اب تک
 وہ جو حکم دیں بجا ہے مرا ہر سخن خطا ہے
 جو ہے گردشوں نے گھیرا تو نصیب ہے یہ میرا
 ترے در سے بھی نباہے درِ غیر کو بھی چاہے
 ترا نام تک بھلا دوں تری یاد تک مٹا دوں
 میں یہ جانتے ہوئے بھی تری انجمن میں آیا
 تو اگر نظر ملائے مرا دم نکل ہی جائے
 جو گلہ کیا ہے تم سے تو سمجھ کے تم کو اپنا
 ترا حُسن ہے یگانہ ، ترے ساتھ ہے زمانہ

یہ کرم ہے دوستوں کا جو وہ کہہ رہے ہیں سب سے
 کہ نصیر پر عنایت کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی



جب آشکار وہ ماہِ تمام ہوتا ہے
مسافروں پہ گراں وقتِ شام ہوتا ہے
بس اک نگاہ میں قصہ تمام ہوتا ہے
انہیں ضرور کوئی خاص کام ہوتا ہے
کچھ اس ادا سے کوئی ہمکلام ہوتا ہے
بہ ہر قدم یہ مرا احترام ہوتا ہے
نظرِ نظر میں سلام و پیام ہوتا ہے

عجیب منظرِ بالائے بام ہوتا ہے
ہراسِ شب، اثرِ ضعف، خوفِ راہزناں
بس اک نگاہ پہ ہے دل کا فیصلہ موقوف
جب اپنے گھر پہ بلاتا ہوں میں کبھی اُن کو
جواب دے نہیں سکتی زبانِ شوق مری
رہ جنوں میں لپٹتے ہیں پاؤں سے کانٹے
نظرِ نظر پہ سرِ بزم ہے نظر اُن کی

نصیرِ اہلِ وفا کے بڑے مراتب ہیں
بہت بلند وفا کا مقام ہوتا ہے



وہ نظر سے مے پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی
وہ جو آ کے مسکراتے تو کچھ اور بات ہوتی
مجھے خود جو وہ بلاتے تو کچھ اور بات ہوتی
غمِ آرزو مٹاتے تو کچھ اور بات ہوتی
وہ جو آپ چل کے آتے تو کچھ اور بات ہوتی

مرے ہوش یوں جو جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
ہوئیں جلوہ گر بہاریں کھلے گل چمن میں، لیکن
مرا انجمن میں جانا کوئی اور رنگ لاتا
انہیں کیا یہ بات سوجھی مجھے کس لیے مٹایا
دمِ نزع لے کے پہنچا ہے پیام اُن کا قاصد

کئی بار ہاتھ مجھ سے وہ ملا چکے ہیں، لیکن
جو نصیرِ دل ملاتے تو کچھ اور بات ہوتی



خلق کو آزما کے دیکھ لیا
 آپ نے مسکرا کے دیکھ لیا؟
 ہر طرح آزما کے دیکھ لیا
 تم نے دامن چھڑا کے دیکھ لیا؟
 کیوں ہمیں مسکرا کے دیکھ لیا
 ربط اُن سے بڑھا کے دیکھ لیا
 بزمِ ہستی میں آ کے دیکھ لیا
 اہلِ دل کو ، ستا کے دیکھ لیا

حال دل کا جتا کے دیکھ لیا
 بڑھ گئی اور میری بیتابی
 کوئی اپنا نہیں زمانے میں
 خاک ہو کر لپٹ گیا کوئی
 دل وحشی رہا نہ قابو میں
 بے نتیجہ رہی یہ کوشش بھی
 کوئی شے بھی تو لازوال نہیں
 کس قدر آج خود بھی ہو بے چین

وہ نہ آئے نصیر میرے گھر
 چشمِ حسرت بچھا کے دیکھ لیا



اک قیامت بن گیا ہے اُن کا اُٹھنا بیٹھنا
 آپ کس سے سیکھ کر بیٹھے ہیں، ایسا بیٹھنا
 چل پڑے جب یہ مسافر، پھر کہاں کا بیٹھنا
 کیوں گزرتا ہے گراں میرا وہاں جا بیٹھنا
 کچھ بگولوں کا بیاباں میں یہ اُٹھنا بیٹھنا
 اُن کا وہ پہلو سے اُٹھنا اور دل کا بیٹھنا
 ہو جہاں تو ہیں رہ رہ کر، وہاں کیا بیٹھنا
 جاوے جا کہہ گزرنا، جل کے اُٹھنا بیٹھنا
 کام آتا ہے کسی دن، سب میں اُٹھنا بیٹھنا
 کوچہ جاناں میں آخر کام آیا، بیٹھنا
 دردِ دل اُٹھ کر اُٹھائے جب، تو کیسا بیٹھنا

جان کے درپے، مگر بن کر مسیحا، بیٹھنا
 بیٹھے بیٹھے ہی اُٹھا دیتے ہیں فتنے سینکڑوں
 منزلِ الفت کے راہی کو فقط چلنے سے کام
 اہلِ محفل کے لیے میں نیشِ عقرب تو نہیں
 اُن کے دیوانے کی آمد کا پتا دیتا ہے صاف
 بھول سکتا ہی نہیں کوئی یہ منظر، یہ سماں
 تلخیاں باتوں میں، لہجے میں تپش، برہم مزاج
 اُن کے اس طرزِ تلون پر ہے دُنیا دم بخود
 آدمیت کے تقاضے، رنگ لاتے ہیں ضرور
 رفتہ رفتہ اُٹھ گئے خود، جو اُٹھاتے تھے مجھے
 ہجر کی شب ایسی صورت ہو تو نیند آئے کسے

شمع سے بس اک یہی ہم نے سبق سیکھا نصیر!
 بزمِ در آغوش رہنا اور تنہا بیٹھنا



چلے گا دُور، مے چھلکے گی، پیانے بھی آئیں گے
 دلوں کا حال کہنے، اُن کے دیوانے بھی آئیں گے
 کسی دن کام یہ بے ربط افسانے بھی آئیں گے
 فقط مے ہی نہیں آئے گی، پیانے بھی آئیں گے
 سرِ محفل فقط کہنے کو دیوانے بھی آئیں گے
 کسی کی جستجو میں ایسے ویرانے بھی آئیں گے
 حریمِ حُسن کے رستے میں بُت خانے بھی آئیں گے
 بیانِ شوق میں، کچھ دل کے افسانے بھی آئیں گے
 عیادت کے لیے اپنے بھی، بیگانے بھی آئیں گے

جو گردِ شوق بن کر اُن کے دامن سے لپٹ جائیں
 نصیر اُن کی گلی میں ایسے دیوانے بھی آئیں گے



اُن کا منشاءِ نظر کوئی اگر ہے، تو یہی
 مجھ کو اُمید سرِ راہِ گزر ہے، تو یہی
 رات دن کوئی تقاضائے نظر ہے، تو یہی
 وہ کہیں رُوٹھ نہ جائیں مجھے ڈر ہے، تو یہی
 اب مرے پاس کوئی زادِ سفر ہے، تو یہی
 سرِ بُکانے کے لیے بس کوئی در ہے، تو یہی

میرے افکار کا محور ہے نصیر اُن کا جمال
 مرکزِ دائرہ فکر و نظر ہے تو یہی

چھین لیں دل وہ مرا، فکر اُدھر ہے تو یہی
 وہ ضرور آئیں گے، گزریں گے اُدھر سے اک دن
 اُن کا دیدار کہیں ہو، وہ کہیں مل جائیں
 اُن سے اظہارِ تمنا تو نہیں ہے مشکل
 تیری نسبت، ترا ارماں، تری حسرت، تری یاد
 میں ترے در سے کہیں اور نہیں جا سکتا

اک اک ادا تھی قہر کے تیور لیے ہوئے
 نکلے جو وہ حجاب سے خنجر لیے ہوئے
 ہم لے اڑے ہیں اُن کی جھلک اک نگاہ میں
 بیٹھے رہیں نقاب وہ رُخ پر لیے ہوئے
 اُن کا جما ناز ہے خنجر درآستیں
 اُن کی شمیم زلف ہے نشتر لیے ہوئے
 ڈسنے لگی ہے اب شبِ فرقت کی تیرگی
 آجاؤ صبحِ رُوئے مُنور لیے ہوئے
 ہر گام پر ہے اک نئی اُلجھن کا سامنا
 ہم آئے ہیں عجیبِ مقدر لیے ہوئے
 جس دم چہرہ میں آئے وہ بن کر عروسِ ناز
 حاضر ہوئی بہار ، گلِ تر لیے ہوئے
 دیکھے تو کوئی اُن کی یہ طفلانہ دھمکیاں
 مجھ کو ڈرا رہے ہیں وہ خنجر لیے ہوئے
 اُس کے طفیل بخش دے یا رب ! نصیر کو
 پہنچا جو کربلا میں بہتر لیے ہوئے



ابھی وہ خوش، ابھی ناخوش، کرم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 تری قربت ہو یا دوری ہو، غم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 نقابِ رخ اُلٹ دیں یا نہ اُلٹیں وہ تیرے گردوں
 کبھی ہے دام کا پھندا، کبھی زنجیر کا حلقہ
 محبت پر ہو، یا ترکِ محبت پر ہو آمادہ
 وہ اپنے ہاتھ سے مارے کہ ہم فرقت سے مرجائیں
 کبھی جاتا ہوں میں آگے، کبھی پیچھے پلٹتا ہوں
 کھلے گا جب ہمارا دفترِ اعمالِ نیک و بد
 میسر ہو نہ ہو محفل میں بادہ ہم کو ساقی سے
 تصرف اُن کا مجھ پر بیش و کم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 مرا دل تختہٴ مشقِ ستم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 مہِ کامل کی تابش اُن سے کم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 برائے مرغِ دل زلفوں کا خم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 ہمارا سرِ تیرے تیغِ الم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 ہمارے سامنے راہِ عدم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 جنوں کی راہ میں میرا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 خدا سے حشر میں کہہ دیں گے ہم، یوں بھی ہے اور یوں بھی
 ہمارے واسطے وہ محترم یوں بھی ہے اور یوں بھی
 یہ غزلیں اور یہ نعتیں نصیر، انعامِ قدرت ہے
 سرِ قرطاسِ جنبش میں قلم یوں بھی ہے اور یوں بھی



تُو بے مثال ہے ترا ثانی نہیں کہیں
 دامن کہیں ہے، جیب کہیں، آستیں کہیں
 دل ہو کہیں حضور کا، دنیا و دیں کہیں
 ورنہ کہاں جھکی ہے ہماری جبین کہیں
 ایسا نہ ہو کہ دل ہی لٹا دیں ہمیں کہیں
 وہ سامنے تو تھے ابھی میرے یہیں کہیں
 رہنا پڑے گا اب ہمیں جا کر وہیں کہیں
 موجود آس پاس ہیں وہ بالیقین کہیں
 باتیں جو میرے دل میں ہیں اب تک نہیں کہیں
 بجلی چمک رہی ہے چمن کے قریں کہیں
 اپنا سمجھ کے اُن سے جو باتیں کہیں، کہیں
 اِس ڈر سے چُپ رہا کہ نہ کہہ دوں، کہیں

تُجھ سا نہ تھا کوئی، نہ کوئی ہے حسیں کہیں
 اپنا، جنوں میں مدِّ مقابل نہیں کہیں
 زاہد کے سامنے ہو جو وہ نازنین کہیں
 اک تیرے آستان پہ جھکی ہے ہزار بار
 دل کا لگاؤ، دل کی لگی، دل لگی نہیں
 کیا کیسے کس طرف گئے جلوے بکھیر کر
 گزرے گی اب تو کوچہٗ جاناں میں زندگی
 دل سے تو ہیں قریب جو آنکھوں سے دُور ہیں
 نظروں کی اور بات ہے دل کی ہے اور بات
 اے تازہ واردانِ چمن! ہوشیار باش
 میرا ضمیر اپنی جگہ پر ہے مطمئن
 دل نے بہت کہا کہ تمہیں مہرباں کہوں

آتے ہی ہم تو کوچہٗ جاناں میں لُٹ گئے
 دل کھو گیا نصیر ہمارا یہیں کہیں



اے مذاقِ جوشِ وحشت! وقت ہے امداد کا
 درد کا، غم کا، الم کا، آہ کا، فریاد کا
 اُٹھ گیا گلشن سے بسترِ بلبلِ ناشاد کا
 ہر طرح پابند ہوں میں آپ کے ارشاد کا
 رکھ دیا قدرت نے سینے میں جگرِ فولاد کا
 شورِ زنداں میں یہ کیسا ہے، مبارک باد کا
 کوئی بھی پُرساں نہ نکلا بلبلِ ناشاد کا
 ایک پہلو یہ بھی ہے ظالم! تری بیداد کا
 ہم کو طے کرنا پڑا ہر مرحلہ بیداد کا

مجھ کو بھی سودا ہوا ہے اُس ستمِ ایجاد کا
 جمگھٹا ہے میرے غم خانے میں ہر اُفتاد کا
 اب تو اے صیاد تیرے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی
 دے چکا دل آپ کو، اب تابِ سرتابی نہیں
 حُسن والوں کو نزاکت کی ادائیں بخش کر
 کیا کسی وحشی نے رکھے ہیں قدم پہلے پہل
 جب خزاں کے ہاتھ سے ٹوٹا گیا رنگِ چمن
 مسکرا کر دیکھنا مجھ کو بہ صد حُسنِ کرم
 مل گئی دادِ وفا اُس بانی بیداد سے

اُن کا روحانی تعاون مجھ کو حاصل ہے نصیر!

نام لیوا ہوں دل و جاں سے شہِ بغداد کا



ہم نے دیکھا نہیں پھولوں میں تبسم ایسا
 کیوں کہو ہم کو بُرا ، اور سُنو تم ایسا
 رات دن تیرے تصوّر میں رہا گم ایسا
 مل گیا ہے انہیں اندازِ تکلم ایسا
 اِس سے پہلے کبھی اُٹھا نہ تلاطم ایسا
 اُن کو اللہ نے بخشا ہے تحکم ایسا
 ہو گیا اُن کی نگاہوں سے تصادم ایسا
 کوئی ساغر ، کوئی مینا ہو ، کوئی خم ایسا
 کہیں دیکھا نہ سنا ہم نے تیمم ایسا
 ہے اگر کوئی ، تو لاؤ یہ انجم ”ایسا“

مسکرانے کا ہنر سیکھ گئے تم ایسا
 ساکھ کھو دیتا ہے یاروں کی ، تصادم ایسا
 مجھ کو خود اپنی حقیقت کی خبر تک نہ ہوئی
 جیسے غنچوں کے چٹکنے کی صدا گلشن میں
 موج کس دھوم سے پھری مری کشتی کے لیے
 جان پر حکم ہے ، دل پر ہے حکومت اُن کی
 دل کا آئینہ سلامت نہ رہا محفل میں
 میں پیے جاؤں ، پیے جاؤں ، پیوں اور پیوں
 گردِ غم چہرے پہ مل لیتے ہیں اہل اُلفت
 حُسن سے اُس کے ، چکاچوند ہوئی آنکھوں میں

وہ جفا کار و ستم پیشہ سہی ، پھر بھی نصیر!

لوگ کہتے رہیں ، لیکن نہ کہو تم ایسا



جب وہ محوِ خرام ہوتے ہیں
 صبح ہوتے ہیں ، شام ہوتے ہیں
 میں زمانے کو بھول جاتا ہوں
 قیس اپنی جگہ ، ہم اپنی جگہ
 جو جھگڑتے ہیں عشق والوں سے
 پستیوں پر بھی ہو نظر جن کی
 تو سلامت رہے ، ترے ہاتھوں
 موت جس وقت آ پہنچتی ہے
 بزمِ ساقی میں اور کیا واعظ!
 قرب میں فاصلے بڑھے اتنے
 مسجدِ عشق میں نصیر ! چلو
 حُسن والے ، امام ہوتے ہیں



راستے، صاف بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اہل دل گیت یہ گاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 پھول، شبنم سے نہاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 اُن کے دیوانوں کو سوجھی ہے یہی ہوش کی بات
 رہزور میں نظر آتا ہے قیامت کا سماں
 کاش تعبیر بھی آجائے کسی روز نظر
 اُن کی آمد کی ہے اک دھوم صبا کے دم سے
 کہکشاں، راہزور، چاند ستارے، قندیل
 آج تو میری طرف مست ہوا کے جھونکے
 اُن کے جلووں سے نکھر جاتی ہے گھر کی رونق
 دل کو جلووں کی طلب، آنکھ ہے مشتاقِ جمال
 مجھ کو بہلانے کی خاطر، مری تسکیں کے لیے
 اُن کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے
 صبر کی تاب کہاں، حُسنِ جہاں تاب کہاں

لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 آنکھ رہ رہ کے اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 سرو بھی جھومتے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 شمع، محفل میں جلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 فتنے اٹھ اٹھ کے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 آئے دن خواب یہ آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 غنچے یہ شور مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 یہ خبر دُور سے لاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 میری تقدیر جگاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 دیکھیے، مجھ کو بلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 یہ خبر لوگ اڑاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 پھول شاخوں کو ہلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 لوگ اب ہوش سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

چاند تاروں میں نصیر آج بڑی ہلچل ہے

یہی آثار بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں



اُن کے رُخ پر نگاہ کر بیٹھے ہم بھی خود کو تباہ کر بیٹھے
وہ تباہی خرید لیتا ہے اُن سے جو رسم و راہ کر بیٹھے
میرا افسانہ اہلِ دل سُن کر برملا ایک آہ کر بیٹھے
اور ہے بات ہم سے اُوروں کی آپ کیوں اشتباہ کر بیٹھے
دل محبت میں کس کی سُنتا ہے ہم کسے انتباہ کر بیٹھے
ہے ستمگر وہ غیرتِ یوسف اور ہم ہیں کہ چاہ کر بیٹھے

تھا مخالف جو اے نصیر! اپنا
ہم اُسی کو گواہ کر بیٹھے



جمالِ یار تا حدِ نظر، دیکھا نہیں جاتا نظر اٹھنے کو اٹھتی ہے، مگر دیکھا نہیں جاتا
سرِ محفلِ عدو کا شور و شر دیکھا نہیں جاتا؟ ادھر کیا دیکھتے ہو ٹم، ادھر دیکھا نہیں جاتا؟
پشیمان تجھ کو اے بیدارگر! دیکھا نہیں جاتا اسی باعث تو آہوں میں اثر دیکھا نہیں جاتا
بدل دی گردشِ دُوراں نے صورت، خانہ دل کی ہوا ہے ایسا بے رونق یہ گھر، دیکھا نہیں جاتا
مرے دل میں مرے داغِ تمنا کی جھلک دیکھو چراغِ طور روشن ہے، مگر دیکھا نہیں جاتا
جو بزمِ ناز میں آیا تھا کل مجروح کرنے کو اُسی سے اب مرا زخمِ جگر دیکھا نہیں جاتا
قلم اُس نے کیا، احسان ہے اُس کا، عنایت ہے وبالِ دُش ہو جائے تو سر دیکھا نہیں جاتا
دو عالم کے علاوہ کوئی عالم اور ہے شاید اِن آئینوں میں وہ آئینہ گر، دیکھا نہیں جاتا
نظر بڑھتی ہے، لیکن اشکِ رستہ روک لیتے ہیں دمِ رخصت اُنہیں اے چشمِ تر! دیکھا نہیں جاتا

نصیر اُس شوخ کو دل میں بلا کر شوق سے دیکھو

نظارہ یوں سی، ویسے اگر دیکھا نہیں جاتا

دل جلانے کی بات کرتے ہو تم ستانے کی بات کرتے ہو
 میرے حق میں تمہیں یہ کیا سوجھی آزمانے کی بات کرتے ہو؟
 اے اسیرو! قفس کی دنیا میں آشیانے کی بات کرتے ہو
 عشق والوں کی قدر اور تمہیں کیوں بنانے کی بات کرتے ہو
 کچھ عجب سی تمہاری باتیں ہیں جی چھڑانے کی بات کرتے ہو
 غم نصیبوں سے اپنے ، تم ناحق مسکرانے کی بات کرتے ہو
 اشک روکے ہیں میرے دیدہ تر تم ، بہانے کی بات کرتے ہو
 تم ہمیشہ وفا شعاروں سے دل دکھانے کی بات کرتے ہو
 آؤ جاؤ گے تم نہ میرے گھر آنے جانے کی بات کرتے ہو
 اس زمانے میں اے نصیر وفا!
 کس زمانے کی بات کرتے ہو ؟



کوئی بھی اس میں قرینہ نہیں وفا کے لیے ہزار جائزے ہم نے تری ادا کے لیے
 حجاب کا یہ تکلف ، اک آشنا کے لیے نظر کے سامنے آجاؤ ، اب خدا کے لیے
 یہ انتخاب عجب تھا مزاجِ فطرت کا چٹا ، تو ایک مرا دل تری جفا کے لیے
 تری نگاہ کی جُبُش میں ہے مسیحائی نظر اٹھا ، کبھی بیمار کی شفا کے لیے
 سفیہ غرق نہ ہو پائے موجِ طوفاں میں مدد خدا کی ضروری ہے ، ناخدا کے لیے
 یہی ہوا ، کہ پریشان و شرمسار ہیں ہم گئے تھے بزم میں کیوں عرضِ مدعا کے لیے
 وہ مُنفعِل ہیں ستم پر ، مُعاف بھی کر دو
 نصیر ! بات بڑھاؤ نہ اب خدا کے لیے

اُن کا جلوہ جو عام ہو جائے
 حشر برپا تمام ہو جائے
 مسکرا کر جو دیکھ لیں وہ مجھے
 غم کا قصہ تمام ہو جائے
 یا تو آئیں نہ وہ خیالوں میں
 یا سلام و پیام ہو جائے
 تم جو ساغر اُچھال دو کوئی
 مے کشی ، رسم عام ہو جائے
 دیکھ لیں کاش وہ مری جانب
 کام بن جائے ، کام ہو جائے
 ذرہ ذرہ بنے اک آئینہ
 جلوہ یار عام ہو جائے
 چشمِ ساقی سے پی ! ملا کر آنکھ
 تشنہ کامی تمام ہو جائے
 کاش اس صبحِ زندگی کی نصیر!
 گونے جاناں میں شام ہو جائے



میں اُس کا ، وہ میرا ہو کاش کبھی تو ایسا ہو
 تیرے غم کا سودا ہو مہنگا ہو یا سستا ہو
 دیکھوں تو میں ، تم کیا ہو میری طرف بھی مکھڑا ہو
 اپنے پرائے ، سب اُس کے دیکھیے وہ اب کس کا ہو
 اُن کا سراپا ایسا ہے جیسے میں نے دیکھا ہو
 ایک طرف دل ہو جائے اُن کا ہو ، یا میرا ہو
 جانچ پرکھ ہے اوروں کی یہ بھی سوچا ، خود کیا ہو؟
 شبنم کیا ہے گلشن میں جیسے کوئی روتا ہو
 لطف نہیں ، بیداد سہی ایک نہ ایک تماشا ہو
 اُس کا مقدر کیا کہنا جس نے اُن کو دیکھا ہو
 رُوپ ہیں دونوں آنسو کے قطرہ ہو ، یا دریا ہو
 وہ یہ اکثر کہتے ہیں ہم سب کچھ ہیں ، تم کیا ہو
 کیسی دنیا ، کس کا غم اُس کو کیا ، جو اُن کا ہو
 مانا ہے تم کو سب نے تم داتا ، جگ داتا ہو
 جینا مرنا دو دن میں کیا جانیں کس دن ، کیا ہو
 ہم جھوٹے ، تُو سچا ہے تیرا دل کیوں میلا ہو
 کیا دیکھا اُن کو ، جس نے دیکھا دیکھی ، دیکھا ہو
 آنی جانی دنیا ہے کوئی نصیر اب کس کا ہو



پھر بہار آگئی، رہتا ہے پریشاں کافی
 روشنی کا ہے یہی ہجر میں ساماں کافی
 علم پختہ ہے، نہ اللہ کا عرفاں کافی
 گل کھلے خوب اذیت کے سرِ دشتِ جنوں
 دام و صیاد کا کھٹکا ہے قیامت، ورنہ
 اب تو ہر وقت وہ رہتے ہیں نظر میں، دل میں
 بے کسی اور اداسی کے اندھیرے نہ دھلے
 اب ہے احساس انہیں بھی مری بربادی کا
 آنکھ ہو حُسن کی خوگر، یہی بینائی ہے
 دوستو! آؤ بس اب فکر کریں ساحل کی
 میرے ہر جرمِ تمنا پہ سزا دے مجھ کو
 منتظر دیر سے ہوں، مان بھی جا، سامنے آ
 تیرے وحشی کو نہیں صحنِ گلستاں کافی
 اس اندھیرے میں ہے اشکِ سرِ مژگاں کافی
 یوں تو ہر سو نظر آتے ہیں مُسماں، کافی
 میرے تلووں میں چمکے خارِ مُغیلاں کافی
 ذوقِ پرواز کو ہے گنجِ گلستاں کافی
 ورنہ تھے پہلے پہل مجھ سے گریزاں کافی
 چاندنی روئی سرِ گورِ غریباں کافی
 سُن رہا ہوں کہ وہ خود بھی ہیں پریشاں کافی
 چشمِ یعقوب کو تھے یوسفِ کنعاں کافی
 ہو چکا تذکرہ کشتی و طوفاں کافی
 اس سے پہلے بھی ہیں مجھ پر ترے احساں کافی
 ہو چکا پردہ اب اے جلوہ جاناں! کافی

ترے ایماں کا نصیر اب تو خدا حافظ ہے
 گرد پھرتے ہیں ترے دشمنِ ایماں، کافی



چاہنا ہی جو خطا ہے، تو سزا اچھی ہے
 موت دونوں سے یقیناً، بخدا، اچھی ہے
 اُن کے کوچے میں جو آجائے قضا، اچھی ہے
 تو بھی اچھا، تری تصویر بھی کیا اچھی ہے
 نیچی نظروں سے کہا اُس نے، ”حیا اچھی ہے“
 اور اے ساقی میخانہ پلا! ”اچھی ہے“
 اُن کے در پر جو صدا ہو، وہ صدا اچھی ہے
 موسم اچھا ہے، رُت اچھی ہے، فضا اچھی ہے
 وہ یہ کہتے ہیں، کہ یہ تیز ہوا اچھی ہے
 میں نے پوچھا کہ یہ کیسی ہے، کہا ”اچھی ہے“
 زلف کہتے ہیں جسے لوگ، بلا اچھی ہے

آئے دن مل کے پھڑتے ہو، ادا اچھی ہے
 صبحِ غم اچھی نہ یہ شامِ بلا اچھی ہے
 سب دواؤں سے یہی ایک دوا اچھی ہے
 تو نہ ہو پاس تو دل اس سے بہل جائے گا
 جب کہا ہم نے کہ ہم سے یہ تکلف کیسا
 بعدِ مدت کے ترے ہاتھ سے پینے کو ملی
 اُن کے در سے جو ملے بھیک، وہ سب سے بہتر
 لے چلو آج مجھے کوچہِ جاناں کی طرف
 میں یہ کہتا ہوں، مری آہِ رسا سے ڈریے
 مسکرائے، جو نظر آئی شبیہِ یوسف
 اتنی گستاخ کہ رہتی ہے سر پہ سوار

اچھے اچھوں کی ادائیں ہیں نگاہوں میں نصیر!
 اُن کا کیا کہنا ادا جن کی سوا اچھی ہے



وہ دن بھی ہے آنے والا تڑپے گا ، تڑپانے والا
 پھر ہے کسی پر آنے والا دل ہے قیامت ڈھانے والا
 دیکھ رہا ہے غور سے اُن کو آنے والا ، جانے والا
 میں نہ ہٹوں گا در سے تیرے بہکائے ، بہکانے والا
 بزم میں اُن کی میں ہی میں ہوں چوٹ جگر پر کھانے والا
 سانس کا رشتہ ٹوٹ رہا ہے کب آئے گا آنے والا
 اُن کی بلا سے ، اُن کو کیا غم مٹ جائے مٹ جانے والا
 آنکھوں سے دل میں در آیا وہ کم گو ، شرمانے والا
 بھول کر آیا پھر نہ ادھر کو بات بنا کر جانے والا
 کاش نصیر کوئی مل جاتا
 راہ پر اُس کو لانے والا



جن پر بھی ترے کرم رہیں گے دُنیا میں وہ محتشم رہیں گے
 ہر دم ترے ہمقدم رہیں گے کوئی نہ رہے گا ، ہم رہیں گے
 منزل کے لیے سفر سلامت ہر گام پہ تازہ دم رہیں گے
 اُلجھے سے رہیں گے ہم ہمیشہ زُلفوں میں تمہاری خم رہیں گے
 اللہ سُدھارے قاصدوں کو جائیں گے جہاں بھی ، جم رہیں گے
 دو گھونٹ میں کیا مضائقہ ہے وہ شیخ ہیں ، محترم رہیں گے
 کیوں جائیں اُس آستان سے ہم لوگ نزدیک تو کم سے کم رہیں گے
 نسبت یہ نصیر ہے ازل سے
 ہم خاکِ درِ حرم رہیں گے

اور پھر اُس پہ غضب ہے تری انگڑائی بھی
 ہم تو سو جاتے، مگر نیند ہمیں آئی بھی؟
 کام آتی نہیں برسوں کی شناسائی بھی
 درد بھی، رنج بھی، آزار بھی، تنہائی بھی
 کشتِ غم ہے، یہ کسی کو کہیں راس آئی بھی؟
 چشمِ مخمور سے مجھ کو کبھی پلوائی بھی؟
 ہو جو ایسا، تو ہے منظور یہ رسوائی بھی
 کس توجہ سے ہوئی انجمن آرائی بھی
 کتنی رکھتا ہے کشش ایک تماشائی بھی
 میری رسوائی سے ہوگی تری رسوائی بھی

غیر تو غیر، جل اٹھے ترے اپنے بھی نصیر!

بن گئی ایک مصیبت تری یکتائی بھی



ہر ادا دشمنِ دل، حُسن بھی، رعنائی بھی
 اک قیامت سے نہ کم تھی شبِ تنہائی بھی
 دوستوں سے جو پڑا کام تو معلوم ہوا
 ایک دل کے لیے اُلفت میں ہیں کتنے تحفے
 ہم نے تو پھولتے پھلتے نہ کسی کو دیکھا
 کیوں نہ شک ہو مجھے ساقی تری فیاضی پر
 کھینچے دار پہ خود آپ سرِ عام مجھے
 کس تکلف سے کیا اُس نے تماشا اپنا
 اُن کے جلووں کو سرِ طور چمکنا ہی پڑا
 میں تو اٹھ جاؤں گا محفل سے، مگر یاد رہے

رُوبرو لا کر انہیں، اُن کو برابر دیکھتے
 آزماتے، جانچتے، اُن کو پرکھ کر دیکھتے
 آپ کو ہم دیکھتے یا آپ کا گھر دیکھتے؟
 اک نظر تو آئینہ تم بن سنور کر دیکھتے
 دیکھنے والے تمہارے، خاک پتھر دیکھتے
 خم، سبُو، شیشہ، صراحی، جام و ساغر دیکھتے
 تم سے جو ممکن تھا اے چارہ گرو! کر دیکھتے
 وقت گزرا اس طرح اُن کو برابر دیکھتے
 ڈمگاتا زُہد، توبہ نذرِ ساغر دیکھتے

آرزو یہ تھی کہ ہم یوں اُن کا پیکر دیکھتے
 دے دیا دل، کیا کیا ہم پہلے تیر دیکھتے
 آنکھ والے دیکھتے ہیں دیکھنے کی چیز کو
 عین ممکن تھا کہ ہو جاتا خود اپنے سے بگاڑ
 وادیِ گُہسار میں رونق تمہارے دم سے تھی
 زندگی ہم نے گزاری پیرِ میخانہ کے ساتھ
 موت برحق ہے، مگر اپنی سی کوشش چاہیے
 محفلِ اغیار تھی، وہ تھے، غضب تھا، قہر تھا
 حضرت زاہد بھی ساقی سے ملا لیتے جو آنکھ

دُور سے کیا ہو سکے گا اُن کو اندازہ نصیر
 میرا عالم وہ مرے نزدیک آ کر دیکھتے



سکونِ مل نہ سکا ، بارِ غم اٹھا نہ سکے
 تمہارے ہو رہے ، اپنا تمہیں بنا نہ سکے
 سحابِ آہ کچھ اس طرح چھایا اشکوں پر
 شبِ فراق یہ تارے بھی جگمگا نہ سکے
 بہار کیسی ، خزاں سے اگر ہراساں ہو
 کلی وہ کیا ، جو گلستاں میں مسکرا نہ سکے
 نظرِ نظر ترا جلوہ ، نفسِ نفسِ تری یاد
 تجھے بھلانا بھی چاہا تو ہم بھلا نہ سکے
 وہ حرفِ راز ، جو دلِ خون کر گیا اپنا
 کبھی وہ سُن نہ سکے ، ہم کبھی سُننا نہ سکے
 رہے گا یاد یہ طرزِ کرمِ اجباً کا
 مجھے مٹا تو دیا ، غمِ مرا مٹا نہ سکے
 نہیں یہ غم کہ نظرِ تم نے پھیر لی ہم سے
 بس اک یہ غم ہے کہ تم ، ہم کو آزما نہ سکے
 رہِ وفا میں مرے ہمسفر ہوئے ہیں نصیر
 وہ اجنبی ، جو قدم سے قدم ملا نہ سکے



دل ایسے میں بہل جائے گا دیوانے بہت سے ہیں
تمہیں کس بات کا غم ہے جو دیوانے بہت سے ہیں
سجی ہے محفلِ ساقی، لگی ہے بھیڑ رندوں کی
کھٹکتا ہے مرا ہی اک ٹھکانا چشمِ گردوں کو
غرضے سے نہیں، کچھ واسطہ ہے چشمِ ساقی سے
بہار آئی ہے، آؤ، یہ تماشا دیکھ لیں ہم بھی
ستائے، دل دکھائے، قہر ڈھائے آسمان، لیکن
کہیں عنوان ہے یوسف، کہیں عنوان ہے موسیٰ
سنجھل کر پاؤں رکھ اس وادی پر خار میں اے دل!

سرِ محشر ہمارے جانے پہچانے بہت سے ہیں
ابھی موجود اس دنیا میں ویرانے بہت سے ہیں
شمار آساں نہیں، گردش میں پیمانے بہت سے ہیں
چمن میں اور بھی تو ایسے کاشانے بہت سے ہیں
خدا کی اس زمیں پر ورنہ میخانے بہت سے ہیں
جگہ صحرا میں کم ہے، اور دیوانے بہت سے ہیں
کہیں بھی جا پڑیں گے لوگ، ویرانے بہت سے ہیں
ترے جلووں کے اس دنیا میں افسانے بہت سے ہیں
زمانے میں یگانے کم ہیں، بیگانے بہت سے ہیں

ذرا چل پھر کے دیکھو تو نصیر اُن کی جہاں گیری

وہ ایسے ہیں کہ ہر سو اُن کے دیوانے بہت سے ہیں



کھلیں کلیاں، فضا نکھرے، خزاں جائے، بہار آئے
 زباں خاموش تھی، آنکھوں میں آنسو بار بار آئے
 طلب پھولوں کی تھی، لیکن مرے دامن میں خار آئے
 نہ اس پہلو قرار آئے نہ اس پہلو قرار آئے
 مگر اتنا ہوا، اک بوجھ تھا دل پر، اُتار آئے
 نہ تم کو اعتبار آیا، نہ ہم کو اعتبار آئے
 گئے تھے مسکراتے اور واپس اشکبار آئے
 وہی انسان بنتا ہے یہاں جو بار بار آئے
 قیامت ہے طبیعت جب کہیں بے اختیار آئے

نصیر ادنیٰ اشارہ ہو جو چشمِ مستِ ساقی کا
 لُٹھے بادہ، چلیں ساغر، گھٹا اُٹھے، بہار آئے



اگر ہنتا ہوا سیرِ چمن کو وہ نگار آئے
 مرا غم اُن سے کہنے کے لیے بے اختیار آئے
 یہ کب چاہا تھا میں نے، اس طرح دورِ بہار آئے
 مزا جب ہے اُنہیں یوں یاد میری بار بار آئے
 ترے کوچے میں جا کر آخری بازی بھی ہار آئے
 ہمارا دل، تمہارا وعدہ فردا برابر ہیں
 یہ دیکھا حشر ہم نے اُس گلی میں آنے جانے کا
 جنابِ شیخ میخانے سے نکلے آدمی ہو کر
 غضب ہے، اچھی صورت دیکھ کر دل کا انک جانا

اگر قسمت نہ لے آتی تمہارے آستانے تک
 بہر صورت ہمیں جینا پڑے گا اُن کے آنے تک
 یہی ہے داستاں اپنی قفس سے آشیانے تک
 ہے تصویرِ وفا میں رنگ، حالِ دل سنانے تک
 رہے گی گردشِ چرخِ کہن میرے مٹانے تک
 بچھا تھا ہر روش پر دام میرے آشیانے تک
 چپے جاتے ہیں اہلِ دل مقدّر آزمانے تک
 چلے بھی آؤ! ورنہ بات پہنچے گی زمانے تک
 نہیں معلوم دل کا کیا بنے قاصد کے آنے تک

خرابِ گردشِ دوراں ہی رہتے اک زمانے تک
 عیادت کو چلے آئیں وہ شاید جان جانے تک
 پھنسے ہم سادگی سے دامِ ہمشکلِ نشیمن میں
 فراقِ دوست بھی طرفہ کرم ہے، گر کوئی سمجھے
 میری ہی ذات سے قائم ہے یہ ہنگامہ ہستی
 بہاروں میں بھی دل کو ایک دھڑکا سا رہا ہر دم
 یہی محرومیاں ہیں، زندگی جن سے عبارت ہے
 غنیمت ہے کہ اب تک بات ہونٹوں تک نہیں آئی
 نگاہیں درپہ، کان آہٹ پہ دھڑکن تیز لب ساکت

نصیر اُس بزم میں جب قیس کے قصے کا ذکر آیا
 وفا کے سلسلے جوڑے گئے میرے فسانے تک



محبتِ ناز ہے، یہ ناز کب ہر دل سے اٹھتا ہے
 لگی میں عشق کی، شعلہ کوئی مشکل سے اٹھتا ہے
 تری نظروں سے گر کر جب کوئی محفل سے اٹھتا ہے
 جو آ کر بیٹھتا ہے، بیٹھ کر وہ پھر نہیں اٹھتا
 مٹا کر ہی تمہیں دم لیں گے، یہ طے کر لیا ہم نے
 یہ عالم ہے ترے بیمارِ اُلفت کی نقاہت کا
 ضرورت ہے تو گردابِ بلا میں عافیت ڈھونڈو
 محبت کا سفر بے انتہا آساں سہی، لیکن
 تری محفل کسی کو جیتے جی اٹھنے نہیں دیتی
 ترا بیمار کیا آ کر سُنائے تجھ کو حال اپنا
 یہ کس دیوانہ عشق و وفا نے راہ طے کر لی
 یہ وہ سنگِ گراں ہے جو بڑی مشکل سے اٹھتا ہے
 جلن رہتی ہے، آنکھوں میں، دھواں سادل سے اٹھتا ہے
 بڑی دقت، بڑی زحمت، بڑی مشکل سے اٹھتا ہے
 جو اٹھتا ہے تو بس فتنہ تری محفل سے اٹھتا ہے
 تمہاری ناخوشی کا بوجھ کس کے دل سے اٹھتا ہے
 اشارے کے لیے اب ہاتھ بھی مشکل سے اٹھتا ہے
 کہ اب طوفانِ اکثر دامنِ ساحل سے اٹھتا ہے
 جو گر پڑتا ہے رستے میں، وہ پھر مشکل سے اٹھتا ہے
 وہ ہے زندہ جنازہ جو تری محفل سے اٹھتا ہے
 زباں مشکل سے چلتی ہے، قدم مشکل سے اٹھتا ہے
 سلامی کو بگولہ گردشِ منزل سے اٹھتا ہے
 تمنا تو نصیر اُس بزم میں جانے کی ہے، لیکن
 سنا ہے جو وہاں بیٹھے، بڑی مشکل سے اٹھتا ہے



رنگ اڑ گئے ہمارے جواب و سوال کے
چھوڑا ہے جس کو آپ نے مطلب نکال کے
انداز ہی جدا ہیں تری چال ڈھال کے
تخفے میں ہم بھی پیش کریں دل نکال کے
دنیا و دیں نثار ترے خد و خال کے
لمحات جو گزر گئے قُربِ جمال کے
کیوں جارہے ہو مجھ کو کشاکش میں ڈال کے

ہم بھی نصیرِ دامنِ رحمت میں چھان کر
پیتے ہیں نُوْبِ ساغر و مینا اُچھال کے



آئے کچھ اس ادا سے وہ خنجر نکال کے
پھر اُس ستم نصیب کے پلے میں کیا رہا
تشبیہ دیں تو کیسے خرامِ صبا سے ہم
کہتی ہے چپکے چپکے یہ اُن کی نگاہِ شوخ
قربانِ عقل و ہوش تری چشمِ ناز پر
تا وقتِ مرگ مجھ کو نہ بھولیں گے وہ کبھی
ٹھہرو کہ تم پہ جان بھی قربان ہو مری

کوئی نہیں جہاں میں حاجتِ روائے دل
دل ہے سفینہ اور وہ ہیں ناخدائے دل
لازم ہے کائنات میں صدق و صفائے دل
دل آشنائے درد ہے، درد آشنائے دل
یا رب! وہ درد چاہیے مجھ کو برائے دل
مصرفِ انتظار ہیں صبح و مسائے دل

صد ہا اٹھائیں دل کی بدولتِ صعوبتیں
دیکھو نصیر اور ابھی کیا کیا دکھائے دل



یا رب سنائیں ہم کسے اب مدعائے دل
کیا کہیے بحرِ شوق میں اب ماجرائے دل
آئینہ حیات کی تکمیل کے لیے
دل اور درد دونوں میں اک ربطِ خاص ہے
ہر ٹیس جس کی تیری طرف مُلتفت کرے
دنیا ئے دل کا حال نہ پوچھو فراق میں

وہ رعنائی میں ڈھلتے جا رہے ہیں
 وہ خود اب ہاتھ ملتے جا رہے ہیں
 وہ پھولوں کو مسلتے جا رہے ہیں
 وہ ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں
 مرے تیور بدلتے جا رہے ہیں
 کہاں بچ کر نکلتے جا رہے ہیں
 بس اتنا ہے کہ ٹلتے جا رہے ہیں
 وہی اب مجھ سے جلتے جا رہے ہیں
 جو میرے ساتھ چلتے جا رہے ہیں
 کہ اب منظر بدلتے جا رہے ہیں

جواں ہو کر بدلتے جا رہے ہیں
 مرے پیچھے پڑے جو ہاتھ دھو کر
 نہیں بس چل سکا کانٹوں پہ جن کا
 خدا ہی اب سنبھالے تو سنبھالے
 مری خاموشیوں پر ہنسنے والو !
 مری نظروں کی زد میں ہیں مخالف
 نہیں، جھوٹے نہیں ہیں تیرے وعدے
 جو کل تک تھے مری آنکھوں کی ٹھنڈک
 خدا گلزار رکھے اُن کے پاؤں
 نظر کو ہے تلاشِ عہدِ ماضی

یہ کس کا ہے نصیر زار پر ہاتھ
 کہ طوفاں سر سے ٹلتے جا رہے ہیں



کیوں کہیں اور، یہیں رات کی رات
آسماں ہے، زمیں رات کی رات
کبھی رہ جاؤ یہیں رات کی رات
تم پہنچتے ہو وہیں رات کی رات
زندگی بھر جو نہیں ”رات کی رات“
رہ کے آئے ہو کہیں، رات کی رات
شمع رہتی ہے حسیں رات کی رات
وہ مرا زہرہ جیوں رات کی رات
ہم کو رہنے دے یہیں رات کی رات

اُن کی محفل سے نہ اُٹھے گا نصیر
اب تو یہ خاک نشیں، رات کی رات



جان و دل سے اُس بتِ کافر پہ قرباں ہو گئے
جس قدر دکھ درد تھے اُن سب کے درماں ہو گئے
دیکھتے ہی سرنگوں سروِ گلستاں ہو گئے
اک گرفتاریِ دل کے کتنے ساماں ہو گئے
مورِ بے مایہ تھے ہم، رشکِ سلیمان ہو گئے
خیر سے وہ آج میرے گھر میں مہماں ہو گئے

کیا کہوں میں اپنی بے تابی کا عالم اے نصیر
جب وہ میری داستاں سُن کر پریشاں ہو گئے

آج ہم وقفِ نگاہِ نازِ جاناں ہو گئے
اپنے ہاتھوں سے جو دی بیمار کو تم نے دوا
سیر کرنے کے لیے گلشن میں آئے تو انہیں
چشمِ پُرفن، خالِ مشکیں، زلفِ پیچاں، الغرض
سایہٴ نعلین اُن کا رشکِ صد ظلّ ہما
ہو سکے مجھ سے ادا کیا اس کرم کا شکریہ

اندوہِ عشق ، ایک زمانے کی بات ہے
 یہ بات کیا کسی سے چھپانے کی بات ہے
 دل کو جلانے ، دل کو ستانے کی بات ہے
 اچھا تھی کہو ! یہ ٹھکانے کی بات ہے ؟
 ناراض ہیں جو وہ ، تو منالیں گے ہم انہیں
 بس ایک بار آنکھ ملانے کی بات ہے
 لہجے میں آنچ ، حرف میں جدت ، نفس میں سوز
 ہر بات اُن کی ، دل کو جلانے کی بات ہے
 تم بے وفا نہیں ہو ، تو اچھا ہمیں سہی
 ایسی بھی کیا یہ بات بڑھانے کی بات ہے
 وہ دل کا حال سُنتے رہے پہلے ، اور پھر
 ہنس کر کہا ، یہ گزرے زمانے کی بات ہے
 میخانے میں طلب نہیں جامِ شراب کی
 ساقی سے اب تو آنکھ ملانے کی بات ہے
 ناکامیِ وفا پہ اُڑاتے ہو تم ہنسی
 اے دوستو ! یہ رونے رُلانے کی بات ہے
 بس ایک میں ، کہ مجھ کو بھلایا گیا نصیر
 اُن کی زباں پہ ورنہ زمانے کی بات ہے



بات دیکھی یہ فقط آپ کے دیوانوں میں
 سامنے آ کے جو وہ شرم سے روپوش ہوئے
 اللہ اللہ یہ ترے حُسنِ فسوں گر کی کشش
 ہنس کے چھیڑے نہ کوئی آپ کے دیوانوں کو
 مئے گلرنگ کا اک جام ہمیں بھی ہو عطا
 منقلب ہو گئے حالات بیک چشمِ زدن
 گود پڑتے ہیں مچلتے ہوئے طوفانوں میں
 ایک ہل چل سی مچادی مرے ارمانوں میں
 بُت بھی سجدے کو ہیں بے تاب صنم خانوں میں
 یہ قیامت لیے بیٹھے ہیں گریبانوں میں
 ہم بھی ہیں ساقیِ دوراں! ترے مستانوں میں
 کل یگانے جو تھے وہ آج ہیں بیگانوں میں

مبداءِ فیض نے بخشی وہ مجھے طبعِ رسا

نام اپنا بھی نصیر اب ہے سخیانوں میں



چاہیے اُن کی نظر، میری نظر کاٹنے کو
 وقتِ دیدار، نقابِ رُخِ جاناں، ناحق
 تم مرے ساتھ نہیں ہو تو کوئی لطف نہیں
 جوشِ وحشت میں ہر اک شے ہوئی مجھ سے بیزار
 آج صیادِ گلستاں میں غضب ڈھائے گا
 کون کہتا ہے کہ موجوں نے تھپیرے مارے
 بھیس بدلے ہوئے رہبر کا وہ رہزن ہی سہی
 کوچہ یار میں سایہ جو نظر آیا ہے
 عشق وہ کوہِ گراں ہے کہ الہی! توبہ
 ہیرا درکار ہے ہیرے کا جگر کاٹنے کو
 آ پڑی سلسلہ تارِ نظر کاٹنے کو
 یوں تو کٹ جاتے ہیں یہ شام و سحر، کاٹنے کو
 دوڑتا ہے مرا اُجڑا ہوا گھر، کاٹنے کو
 قینچیاں ساتھ لیے پھرتا ہے پر کاٹنے کو
 ناؤ چکرائی تھی دریا میں بھنور کاٹنے کو
 چاہیے ساتھ کوئی راہِ سفر کاٹنے کو
 ہم بھی آ بیٹھے ہیں دوچار پتھر، کاٹنے کو
 حوصلہ چاہیے پتھر کا جگر کاٹنے کو

وہ نہیں ہیں تو یہ گلشن بھی بیاباں ہے نصیر

اپنا منہ کھولے ہے اک اک گل تر ”کاٹنے کو“

درحقیقت ہے وہ پناہوں میں
جب سے دیکھی ہے آپ کی صورت
ہر نفسِ اہلِ عشق کا گزرا
ہم سے کارِ ثواب ہو نہ سکا
اُن کے چہرے پہ آگئی زردی
خواب ہے، وہم ہے، فسانہ ہے
پائی جاتی ہے جو فقیروں میں

آگیا جو تری نگاہوں میں
کوئی چتا نہیں نگاہوں میں
درد میں، غم میں، دُکھ میں، آہوں میں
عمر ساری کٹی گناہوں میں
کچھ اثر تو ہے اپنی آہوں میں
رنگِ دنیا مری نگاہوں میں
بات کب ہے، وہ بادشاہوں میں

اے نصیر اب یہی تمنا ہے
کوئی پھرتا رہے نگاہوں میں



لڑاتے ہیں نظر اُن سے جو ہوتے ہیں نظر والے
ہمیں ذوقِ نظر نے کر دیا اس راز سے واقف
کوئی تم سا نہ دیکھا، یوں تو دیکھے ہم نے دنیا میں
تمہاری انجمن میں اور کس کو حوصلہ یہ ہے
سب اپنے اپنے زندانِ ہوس کے مستقل قیدی
ہنر مند ان اُلفت ہیں بہت کم اس زمانے میں

محبت کرتے ہیں دنیا میں دل والے، جگر والے
اشاروں میں پرکھتے ہیں زمانے کو نظر والے
بہت جادو نظر والے، بہت جادو اثر والے
وہی دل پیش کرتے ہیں جو ہوتے ہیں جگر والے
زمین والے، یہ زر والے، یہ در والے یہ گھر والے
جہاں میں یوں تو لاکھوں ہم نے دیکھے ہیں ہنر والے

نصیر اُن کی طرف سے یہ ہمیں تاکید ہوتی ہے
”سنجھ کر بیٹھے محفل میں بیٹھے ہیں نظر والے“



وعدے وفا کے اور قرینے جفا کے یوں
 پہلو میں اب پلٹ کے نہ آئے گا دل مرا
 مطلب یہ ہے کہ اور بھی حیراں ہو چشم شوق
 گیسوئے یار چھو کے گلستاں میں آئی ہے
 جیسے کہ میں غریب ، کوئی آدمی نہیں
 ہم کو بلایا ، پاس بٹھایا ، اٹھا دیا
 ہو گا نہ اب قرار میسر کبھی مجھے
 کیوں کر بدل گئے وہ نگاہیں ملا کے یوں
 انداز لے اڑے ہیں کسی دربا کے یوں
 پردے میں چھپ گیا ہے کوئی مسکرا کے یوں
 مکے ہوئے نہ تھے کبھی جھونکے صبا کے یوں
 احباب دور دور ہیں دامن بچا کے یوں
 رسوا کیا ہے آپ نے گھر پر بلا کے یوں
 اک بات کہہ گئے ہیں وہ آنکھیں ملا کے یوں
 دیکھیں گے اب نصیر قیامت کے روز ہم
 جاتے ہیں کس طرف کو وہ دامن بچا کے یوں



ستاتے ہیں دلِ ناشاد کو پھر شاد کرتے ہیں
 پسِ مردن جو ہیں آسودہ خاک اُن کے کوچے میں
 دل اُن کا ، جان اُن کی ، جو کہیں ، تیار ہیں قاصد!
 یہ خنجر آزمائی اور تم ؟ توبہ ارے توبہ
 رہی گنجائش اپنی اب نہ مسجد میں ، نہ مندر میں
 یہ مانا ہو گئی ہے مستقل دُوری ، مگر اب تک
 کرم کے روپ میں وہ آئے دن بیدار کرتے ہیں
 وہ اب کیوں اُن کی مٹی اس طرح برباد کرتے ہیں
 ذرا تم پوچھ لو اُن سے ، وہ کیا ارشاد کرتے ہیں
 چلو ، چھوڑو ، ہٹو ، یہ کام تو جلا د کرتے ہیں
 اٹھو! اپنا الگ اک میکدہ آباد کرتے ہیں
 وہ ہم کو یاد کرتے ہیں ، ہم اُن کو یاد کرتے ہیں

نصیر اچھا ہوا جو کچھ ہوا دنیائے الفت میں
 مرے احباب کیا ذکرِ دلِ ناشاد کرتے ہیں



سوز بخشا حشر ڈھا کر چل دیے
 حُسن کے شعلوں سے بعدِ مرگ وہ
 اک جھلک میں آپ نے یہ کیا کیا
 اُن کے وعدے تو بہت کچھ تھے، مگر
 میرے عرضِ مدعا پر آج وہ
 جب وہ آئے ہر قدم پر راہ میں
 اُن کے اس انداز کو اب کیا کہوں
 خرمنِ اُمید جل کر رہ گیا
 آئے جب وہ، دیکھ کر تربت مری
 آگ وہ دل میں لگا کر چل دیے
 میری میت کو جلا کر چل دیے
 مجھ کو دیوانہ بنا کر چل دیے
 خاک میں سب کو ملا کر چل دیے
 روٹھ کر، دامن بچا کر چل دیے
 سینکڑوں فتنے جگا کر چل دیے
 چاند سی صورت دکھا کر چل دیے
 دل پہ وہ بجلی گرا کر چل دیے
 ہنس دیے، ٹھوکر لگا کر چل دیے

راہ میں بیٹھے جو دیکھا اے نصیر

مجھ سے وہ دامن بچا کر چل دیے



اگر آلامِ ہجراں کم نہ ہوں گے یہی ہو گا کہ اک دن، ہم نہ ہوں گے
 جبیں گے کس طرح اہلِ محبت اگر اُن کے ستم پیہم نہ ہوں گے
 چراغاں ہو گا صحنِ گلستاں میں بہاریں ہوں گی، لیکن ہم نہ ہوں گے
 کیا ہے خُونِ دل سے جن کو روشن وہ یادوں کے دیے مدھم نہ ہوں گے
 ستائے گی ہماری یاد اُن کو مگر بزمِ جہاں، میں ہم نہ ہوں گے
 ترا قامت اٹھائے گا جو فتنے قیامت سے وہ فتنے کم نہ ہوں گے
 یہی صورت رہی تو دیکھ لینا کبھی اک دوسرے کے ہم نہ ہوں گے
 کہاں زندانیوں کا پھر ٹھکانہ اگر اُن کیسوؤں کے غم نہ ہوں گے
 نہ چھوٹے اے نصیر اب یار کا غم
 یہ غم چھوٹا تو کیا کیا غم نہ ہوں گے



ویسے تو سب ہی کو شیطان سے ڈر لگتا ہے مجھ کو اس دور کے انساں سے ڈر لگتا ہے
 جس کے ہر لفظ میں پوشیدہ ہونشتر کی چبھن ایسے ہر صاحبِ احسان سے ڈر لگتا ہے
 غم کوئین پریشاں نہیں کرتا اتنا جس قدر زلفِ پریشان سے ڈر لگتا ہے
 گل گلی سے کوئی درویش یہ کہتے گزرا کسی قیصر سے نہ سلطان سے ڈر لگتا ہے
 جن سے منسوب ہوں میں، اُن پہ نہ حرف آئے کوئی نام لیتا ہوں تو پہچان سے ڈر لگتا ہے
 جو نگاہوں سے حقیقت کو بھی کر دے اوجھل اُس دکھاوے کی ہر اک شان سے ڈر لگتا ہے

جن میں جرات ہو، اُترتے ہیں وہ میدان میں نصیر
 خاک اُتریں، جنہیں میدان سے ڈر لگتا ہے



قدم قدم پہ جو صدے اٹھا نہیں سکتے
 ہو باغباں ہی اگر معترض چمن میں تو ہم
 کیے ہیں ضبط بہ تدبیر آہ سوزاں کو
 گزر چکی ہے جو ہم پر، سنائیں کیا تم کو
 انہیں کہو کہ لحد میں وہ جا کے سو جائیں
 وہ خام کار ہیں اس کار گاہِ عالم میں
 یہ روزِ حشر ہے، انصاف کا ہے راج یہاں
 ہماری دل کو اڑا کر وہ لے گئے کیوں کر
 نصیر! ہم یہ کہانی سنا نہیں سکتے



حاجتِ دُعا کی ہے نہ ضرورتِ دوا کی ہے
 میں نے کہا کہ تم سے شکایتِ جفا کی ہے
 دل کو بچا سکے گا کوئی آپ سے کہاں
 یہ ظلم، یہ ستم، یہ تباہی، یہ ابتلا
 کیا اُس نے کچی نیند سے اٹھ کر جھڑک دیا
 لایا ہے رنگ میرا لہو اُن کے ہاتھ میں
 ہونا وہی ہے اب، جو مشیتِ خدا کی ہے
 بولے کہ صبر کر! یہی مرضیِ خدا کی ہے
 سچ دھج کمال کی ہے، تو شوخیِ بلا کی ہے
 مٹی خرابِ عشق میں اہلِ وفا کی ہے
 رفتار کیوں رُکی رُکی بادِ صبا کی ہے
 دنیا سمجھ رہی ہے کہ شوخیِ حنا کی ہے

سورج بھی ہے نظر میں مری لیکن اے نصیر
 کچھ اور بات اُن کے رُخِ پُر ضیا کی ہے



محفل کا یہ انداز، کہاں وہ ہیں، کہاں میں
چاہو تو ہم آہنگ کروں دل سے زباں میں
حالاتِ غمِ عشق، نہیں ذکر کے قابل
ذّرے کو بھی خورشید سے نسبت سہی، پھر بھی
بھولے سے بھی انگڑائی اب آتی نہیں مجھ کو
سنتا ہوں بڑی دیر سے ساقی کی بُرائی
سائے کی طرح ساتھ نظر آؤں گا، سرکار!

دنیا کو خبر ہو گی، جو کھولوں گا زباں میں
کچھ عرض کروں، جان کی پاؤں جو اماں میں
سُنتے ہیں اگر آپ، تو کرتا ہوں بیاں میں
سچ بات مگر یہ ہے، کہاں آپ، کہاں میں
اے چشمِ زمانہ کبھی ہوتا تھا جواں میں
اب کھینچوں گا واعظ! تری گدّی سے زباں میں
جانا ہے کہاں مجھ کو، جہاں آپ، وہاں میں

اب خود ہی نصیر اُٹھ کے چلا جاؤں تو اچھا
اس انجمنِ ناز میں ہوں بارِ گراں، نہیں



کہتے ہیں، اُن کو بُت نہ کہوں میں، خدا کہوں
تم سے تھی اک اُمید سو وہ بھی نہیں رہی
گردوں خلاف، بختِ مخالف، وہ بدگماں
اُمیدِ لطف ہو تو ہلاؤں زبان بھی
پہلو میں رات دن ہے قیامت سی اک پیا

پھر ضد یہ ہے کہ کھل کے کہوں، برملا کہوں
اب کس کو مہربان کہوں، با وفا کہوں
کس سے یہ دل کا حال کہوں اور کیا کہوں
گر جان کی امان ملے، مدّعا کہوں
آفت کہوں، عذاب کہوں، دل کو کیا کہوں

نسبت ہے مجھ کو مہرِ علی شاہ سے نصیر!
ذّرے کو آفتاب سے کیوں کر جُدا کہوں



عشق آسان بہت ہے، مگر آساں بھی نہیں
 نخوتِ حُسن بجا، تمکنتِ ناز دُرست
 میری توقیرِ طلب کا ہے زمانہ قائل
 جان پر کھیل رہی ہے تری خاطر دنیا
 داغِ حسرت سے منور تھا کبھی دل میرا
 زندگی دیدہ بیدار میں ہے اور ہی شے
 دستِ وحشت نے تباہی سی مچا رکھی ہے
 یہ ہے وہ درد کہ جس کا کوئی درماں بھی نہیں
 بات بے بات اُلجھنا ترے شایاں بھی نہیں
 میں وہ سائل ہوں کہ شرمندہ احساں بھی نہیں
 کھیل آساں ہے، مگر اس قدر آساں بھی نہیں
 اب تو روشن یہ چراغِ تہ داماں بھی نہیں
 خوابِ راحت بھی نہیں، خوابِ پریشاں بھی نہیں
 بات دامن پہ نہیں ختم، گریباں بھی نہیں
 جلوہ مہر کی صورت ہے نصیر اُن کا جمال
 سامنے بھی وہ ہیں دیدار کا امکاں بھی نہیں



بیتاب ہیں، ششدر ہیں، پریشان بہت ہیں
 کیوں یاد نہ رکھوں تجھے اے دشمنِ پنہاں!
 ڈھونڈو تو کوئی کام کا بندہ نہیں ملتا
 اللہ اسے پار لگائے تو لگائے
 دیکھیں تجھے، یہ ہوش، کہاں اہلِ نظر کو
 ارمانوں کی اک بھیڑ لگی رہتی ہے دن رات
 کیوں کرنے ہوں، دل ایک ہے ارمان بہت ہیں
 آخر مرے سر پر ترے احسان بہت ہیں
 کہنے کو تو اس دور میں انسان بہت ہیں
 کشتی مری کمزور ہے، طوفان بہت ہے
 تصویر تری دیکھ کے حیران بہت ہیں
 دل تنگ نہیں، خیر سے مہمان بہت ہیں

یوں ملتے ہیں، جیسے نہ کوئی جان نہ پہچان
 دانستہ نصیر آج وہ انجان بہت ہیں



ہر نفس اک بھوک ہے، اک پیاس ہے زندگی ، افلاس ہی افلاس ہے
 آگئے ہیں وہ عیادت کو مری درد و غم کا اب کسے احساس ہے
 تم خفا ہو کر نہ یوں دیکھا کرو دل کا آئینہ بہت حساس ہے
 اُن کا پانا، اُن سے ملنا، اُن کی دُھن واہمہ، ہے وہم ہے، وسواس ہے
 وہ رہیں آمادہٴ بُور و جفا ہم کو تو اُن سے کرم کی آس ہے
 کھینچتی رہتی ہے تصویرِ جمال ہر نظر میری بڑی عکاس ہے
 اے نصیرِ اہل نظر دیکھیں ذرا داغِ دل ہے، یا چراغِ یاس ہے؟



لگی تھی دل میں، بالآخر زباں تک آ پہنچی کہاں کی آگ تھی، لیکن کہاں تک آ پہنچی
 ہوائے شوق، مری خاک کو اڑا لائی پھڑ گئی تھی، مگر کارواں تک آ پہنچی
 وہ ہم سے رُوٹھ گئے اور بے سبب رُوٹھے خدا کی شان کہ نوبت یہاں تک آ پہنچی
 یقین تو نہیں مجھ کو تری جفا کا، مگر یہ اک خلش مرے وہم و گماں تک آ پہنچی
 ہم اُن سے رازِ تمنا بیان کر ہی گئے جو بات دل کی تھی آخر زباں تک آ پہنچی
 لگی ہے آگ جو گلشن میں آتشِ گل سے الہی خیر! مرے آشیاں تک آ پہنچی
 وہ خود پہنچ نہ سکا، ہاں نصیر کی مہیت ترے دیار، ترے آستاں تک آ پہنچی



مجھ میں انداز ہے سُلطانی کا یہ صلہ آپ کی درباری کا
مشکلوں سے جو نبٹنا چاہو منہ نہ دیکھو کبھی آسانی کا
زلفِ برہم سے تری ملتا ہے سلسلہ میری پریشانی کا
فرطِ غم سے ہیں بیاباں آنکھیں دُور تک نام نہیں پانی کا
ہنّتِ تہذیب برہنہ سر ہے قحط ہے غیرتِ انسانی کا
ہائے جب عشق کیا تھا تم سے اُف، وہ عالم مری نادانی کا
ہے نصیر اُن کی گدائی بہتر
میں تو قاتل نہیں سُلطانی کا



تُو سفینے کا نگہباں ہو، یہ امکاں ہی نہیں
جوشِ وحشت میں کوئی چین کا ساماں ہی نہیں
اُنگلیاں ہم پہ اُٹھاتا ہے زمانہ سارا
حُسن کی ایک جھلک دیکھ کے یہ حال ہوا
مطمئن ہو کے جیسے خاکِ محبت میں کوئی
ایسی رنجش تو نہیں ہے کہ مٹائے نہ مٹے
چشمِ بد دُور، مبارک ہو یہ احساسِ کمال
ناخدا! تجھ کو تو اندازہ طوفاں ہی نہیں
پُرزے پُرزے ہوا دامن بھی، گریباں ہی نہیں
ہم تری راہ میں سرگشتہ و حیراں ہی نہیں
سربسجدہ ہیں ملک بھی، فقط انساں ہی نہیں
جب توجہ ہی نہیں، لطف کا امکاں ہی نہیں
بات اتنی ہے کہ وہ شخص پشیمان ہی نہیں
آپ برتر ہیں فرشتوں سے، ہم انساں ہی نہیں

وہ بھی ہیں، اپنے بھی، بیگانے بھی، یہ دل بھی نصیر
مجھ سے برگشتہ فقط گردشِ دوراں ہی نہیں



لوگ لکھتے رہے ظلمت کے فسانے کیا کیا
 آج جب از سر نو ہم نے سجائی محفل
 فکرِ اسباب و وسائل میں یہ انساں گم ہے
 اب اگر کوئی نہ سمجھا تو قصور اُس کا ہے
 اِس کا دل توڑ دیا، اُس کا جگر چھید لیا
 سوچ لیتی ہے محبت بھی ہزاروں رستے
 گھل گئی ہم پہ بھی دنیا کی حقیقت آخر
 وہ بہ تاکید بلاتے ہیں، خدا خیر کرے

اک نیا سوز، نیا کیف ملا مجھ کو نصیر

سازِ دل چھیڑ گیا آج ترانے کیا کیا



دن ڈھلا، شام ہوئی، چاند ستارے نکلے
 دوست جتنے تھے وہ دشمن مرے سارے نکلے
 اور پھر اور ہیں، اوروں کا گلہ کیا کرنا
 غم و آلام کے ماروں کا بہت تھا چرچا
 تم نے وعدہ تو کیا، گھر سے نہ پیارے! نکلے
 دم بھرا میرا، طرفدار تمہارے نکلے
 ہم نے پرکھا جو تمہیں، تم نہ ہمارے نکلے
 وہ بھی کم بخت، ترے عشق کے مارے نکلے
 ہائے تقدیر کہ وہ بھی نہ ہمارے نکلے

جیتے جی ہم نہ ہلے اپنے ٹھکانے سے نصیر

اُن کے گویے سے جنازے ہی ہمارے نکلے



سُر کے بل آؤں، مگر آپ اشارا تو کریں
 دمِ آخر ہے، کوئی کام ہمارا تو کریں
 ایک طوفان جو اُٹھا ہے وہ دب جائے گا
 مجھ کو تسلیم ہے بے تابی دل کا شکوہ
 میں نے آنکھوں میں کئی خواب سجا رکھے ہیں
 سامنے سب کے ذرا میری طرف رُوئے سخن!
 اپنی محفل میں کبھی مجھ کو گوارا تو کریں
 اور کیا کرنا ہے ”اللہ کو پیارا“ تو کریں
 دوست میرے، مرے دشمن سے کنارا تو کریں
 آئینے میں کبھی آپ اپنا نظارا تو کریں
 میرے گھر آنے کی زحمت وہ گوارا تو کریں
 لوگ جیتی ہوئی بازی کبھی ہارا تو کریں

کون کہتا ہے کہ میں اڑ کے نہ پہنچوں گا نصیر
 وہ بُلائیں تو، بُلانے کا اشارا تو کریں



جسے تیری زلفوں کے خم یاد آئے
 وہیں ماہ و انجم کی تابانیاں تھیں
 بڑھی اور شامِ الم کی اداسی
 بہر حال اُن سے رہا اک تعلق
 ہو جس کی نظر میں وجود ایک منزل
 اُسے کبھی ترے دمبدم یاد آئے
 جہاں تیرے نقشِ قدم یاد آئے
 ستم یاد آئے، کرم یاد آئے
 اُسے کیسے راہِ عدم یاد آئے

نصیر! اپنی رُوداد جب ہم نے دیکھی
 گھنی زلف کے تیج و خم یاد آئے



دھوم ہے شش جہات پھولوں کی دکھیے کائنات پھولوں کی
 دور ہو جب چمن میں کانٹوں کا کون کرتا ہے بات پھولوں کی
 اپنے سائے میں خار پالتے ہیں کتنی اونچی ہے ذات پھولوں کی
 ان کی جا رُوب کش ہے بادِ بہار آسمان ہے قنات پھولوں کی
 ذکر کانٹوں کا ، آپ کی فطرت ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی
 خار کی زندگی ، اذیت ، درد رنگ ، خوشبو ، حیات پھولوں کی
 اپنی تفسیر ہے خود ان کا وجود کیا گناؤں صفات پھولوں کی
 دھوپ اُن پر ، تو شبنم ان کے لیے دن ہے کانٹوں کا ، رات پھولوں کی
 کتنی یادوں کے نقش چھوڑ گئی مختصر سی حیات پھولوں کی
 آگئی ہے عروسِ فصلِ بہار اب چلے گی برات پھولوں کی
 کھل اٹھا ہے نصیرِ دل میں چمن
 چھیڑ دی کس نے بات پھولوں کی



کسک دل میں، جلن آنکھوں میں، ہونٹوں پر فغاں رکھ دی
 فضائے آتشِ گل پر بنائے آشیاں رکھ دی
 مری دُنیا زمین و آسماں کے درمیاں رکھ دی
 اُٹھے، اُٹھ کر اُٹھائی، اور اُٹھا کر داستاں رکھ دی
 مری فطرت کے شانوں پر اساسِ دو جہاں رکھ دی
 جب اُس نے تیر پھینکے، اور جھنجھلا کر کماں رکھ دی
 صراحی کیوں اُٹھا کر طاق پر وقتِ اذال رکھ دی
 خدا نے کس لیے بتیس دانٹوں میں زباں رکھ دی
 چمن والو! ابھی سے کیوں بھلا کر داستاں رکھ دی
 کسی کی مانگ میں جیسے کہ لا کر کمکشاں رکھ دی

الہی ! کیا محبت میں یہ شکلِ امتحاں رکھ دی
 بہار آئی تو کچھ اہلِ قفس نے فرطِ حسرت سے
 سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیسا خواب ہے یارب !
 خدا جانے مرے بارے میں اُن کو کیا خیال آیا
 نہیں معلوم کیا منظور ہے خلاقِ ہستی کو
 مرے ذوقِ جراحت پر قیامت سی اک آ ٹوٹی
 خدا کا نام لے کر منہ اندھیرے اور پی واعظ !
 مذاقِ گفتگو بخشا تو پھر یہ کیسی بندش ہے
 مری بربادیوں کا کچھ دنوں تو تذکرہ رہتا
 فلک سے رمتیں نازل ہوں افشاں چلنے والوں پر

نصیر ! اُن کے اس اندازِ کرم نے مار ہی ڈالا
 سُنے اوروں کے افسانے، ہماری داستاں رکھ دی



اُس ستم گر سے جس کی یاری ہے
 بُن ہر مُو سے خون جاری ہے
 دل کو لاحق ہے غم انوکھا سا
 ہے دگرگوں مریض کا عالم
 دل ٹھہرتا نہیں گھڑی بھر کو
 دل اڑا کر وہ پھر ملے نہ مجھے
 جان مانگے تو جان بھی حاضر
 جلوے چلمن سے چھتے رہتے ہیں
 ہم بھی بیٹھیں گے تان کر سینہ
 پھر وہی دل میں ہے چُجھن پیدا
 دل پہ اُلفت میں اختیار کسے
 بعد مرنے کے لوگ ہیں آزاد
 اُس کی قسمت میں آہ و زاری ہے
 دل پہ جو زخم ہے وہ کاری ہے
 آج کی رات سخت بھاری ہے
 چارہ سازوں پہ یاس طاری ہے
 کس قیامت کی بیقراری ہے
 یہ انوکھی وفا شعاری ہے
 جان کیا جانِ جاں سے پیاری ہے؟
 واہ کیا شانِ پردہ داری ہے
 آج اُس بت کی چاند ماری ہے
 پھر وہی عزمِ شعلہ باری ہے
 یہ تو اک امرِ اضطراری ہے
 رُستگاری ہی رُستگاری ہے
 بے نقاب آ گئے نصیر جو وہ
 ساری محفل پہ وجد طاری ہے



پسِ توبہ کوئی دیکھے کہ میخانے پہ کیا گزری
 صراحی کیوں شکستہ دل ہے ، پیمانے پہ کیا گزری
 ہمیں تو ہر گھڑی وہ بزمِ رنداں یاد آتی ہے
 خدا جانے ہمارے بعد میخانے پہ کیا گزری
 بڑی محنت سے میں نے چار تنکے چُن کے رکھے تھے
 مگر اب کیا بتاؤں میرے خسانے پہ کیا گزری
 ثارِ شمع ہو جانا تو پروانے کی فطرت ہے
 کوئی کیوں شمع سے پوچھے کہ پروانے پہ کیا گزری
 سنا بھی یا نہیں اُس نے ، ذرا جلدی بتا قاصد
 ہوا کیا میرے افسانے کا ، افسانے پہ کیا گزری
 کریں گے تبصرہ کیا ہوش والے میری ہستی پر
 یہ دیوانہ سمجھتا ہے کہ دیوانے پہ کیا گزری
 نصیر! احساس کی دولت کہاں ہر اک کو ملتی ہے
 یہ کعبہ ہی سمجھ سکتا ہے ، بتخانے پہ کیا گزری



جس طرف بزم میں وہ آنکھ اٹھا دیتے ہیں
جام و مینا ہی پہ موقوف نہیں اُن کا کرم
مسک فقر کے وارث ہیں حقیقت میں وہی
کوئی بیٹھے تو سہی اہل نظر میں جا کر
حالِ دل اُس نے جو پوچھا تو بھر آئے آنسو
تُو نے دیکھا کہ ترے ہجر میں رونے والے
ایک لغزش پہ ہمیں جنتِ ارضی بخشی
خود شناسی بھی ہے تعلیم فنا کا حصہ
وجہ بربادیِ دل کوئی اگر پوچھتا ہے
دلِ عشاق میں ہلچل سی مچا دیتے ہیں
موج میں آئیں تو آنکھوں سے پلا دیتے ہیں
گالیاں سُن کے بھی جو لوگ دُعا دیتے ہیں
دل کو اک آن میں آئینہ بنا دیتے ہیں
نرم الفاظ بھی زخموں کو ہوا دیتے ہیں
ہستے ماحول میں اک آگ لگا دیتے ہیں
دیکھنا یہ ہے کہ اس بار وہ کیا دیتے ہیں
کون کہتا ہے کہ ہم درسِ انا دیتے ہیں
رونے والے تری تصویر دکھا دیتے ہیں
اب یہی شغل ہے دن رات محبت میں نصیر
اشک بیتے ہوئے لمحوں کو صدا دیتے ہیں



بے رُخی کو بھی جو سمجھے ترا احساں جاناں
یاد آتی ہے تری زلفِ پریشاں جاناں
آج بھی دل میں ہے پیوست وہ پیکاں جاناں
اے مری روح! مرے عکسِ گریزاں جاناں
کر گیا کون بیاباں کو گلستاں جاناں
کر دیے تُو نے فراموش وہ پیماں جاناں
کاش پورا ہو مرے دل کا یہ ارماں جاناں
شر سے دُور نہیں گورِ غریباں جاناں
کون رہ سکتا ہے ایسے میں مُسلماں جاناں
کون ہے تیرے سوا یوسفِ دوراں جاناں
تیری آنکھوں نے بنایا ہے غزل خواں جاناں
مجھ سا کوئی بھی نہ ہو بے سروساماں جاناں
کیا خبر تجھ کو کہ کیا ہے شپِ ہجراں جاناں
ورنہ دھر لیتی مجھے گردشِ دوراں جاناں
میں ترا خاک نشیں، تُو مرا سُلطان جاناں
میں چلوں حشر میں کہتے ہوئے جاناں جاناں

ہم سا بھی ہو گا جہاں میں کوئی ناداں جاناں
جب بھی کرتی ہے مرے دل کو پریشاں دنیا
میں تری پہلی نظر کو نہیں بھولا اب تک
ہمُخُن ہو کبھی آئینے سے باہر آ کر
دشتِ گلرنگ ہے کس آبلہ پا کے خوں سے
مجھ سے باندھے تھے بنا کر جو ستاروں کو گواہ
کبھی آتے ہوئے دیکھوں تجھے اپنے گھر میں
اک مسافر کو ترے شر میں موت آئی تھی
یہ ترا حُسن، یہ کافر سی ادائیں تیری
کیوں تجھے ٹوٹ کے چاہے نہ خدائی ساری
نغمہ و شعر مرے ذوق کا حصّہ تو نہ تھے
جاں بہ لب، خاکِ بسر، آہ بہ دل، خانہ بدوش
یہ تو پوچھ اُس سے کہ جس پر یہ بلا گزری ہے
وہ تو اک نام تمہارا تھا کہ آڑے آیا
یہ وہ نسبت ہے جو ٹوٹی ہے، نہ ٹوٹے گی کبھی
کیا تماشا ہو کہ خاموش کھڑی ہو دُنیا

در پہ حاضر ہے ترے، آج نصیرِ عاصی

تیرا مجرم، ترا شرمندہ احساں جاناں



جب تک جہاں میں گردشِ چرخِ کُنن رہے تاباں ترے جمال سے یہ انجمن رہے
 زیبا ہے سروری تمہیں خوبانِ دہر کی زیرِ نگیں تمہارے زمین و زمن رہے
 یہ ناز ' یہ ادا ' یہ کُرشے ' یہ دلبری قائم ہمیشہ تجھ میں یہی بانگین رہے
 اوجِ کمال پر ہو ترا نیزِ جمال جب تک زمیں پہ گنبدِ چرخِ کُنن رہے
 دنیا کے میکدے میں تھے پیانہ تھی محرومِ لطفِ ساقیِ پیاں شکن رہے
 گزرے نصیرِ عمرِ رواں اس ادا کے ساتھ

دریائے ذوق و شوق ترا موجزن رہے



زُلف کی اوٹ سے چمکے وہ جبیں تھوڑی سی دیکھ لوں کاش جھلک میں بھی کہیں تھوڑی سی
 میکدہ دُور ہے ' مسجد کے قریں ' تھوڑی سی میرے ساقی ہو عطا مجھ کو یہیں تھوڑی سی
 ناخوشی کم ہو ' تو ہوتا ہے خوشی کا دھوکا جھلکیاں 'ہاں' کی دکھاتی ہے 'نہیں' تھوڑی سی
 پھر مرے سامنے ' آ اور حجابات اٹھا زحمتِ جلوہ پھر اے پردہ نشیں ! تھوڑی سی
 اُن کی ہر بات پہ میرا سر تسلیم ہے خُم ہر اشارے پہ جھکاتا ہوں جبیں تھوڑی سی
 میں یہ سمجھوں کہ مجھے مل گئی جنت میں جگہ اُن کے گُوپے میں جو مل جائے زمیں تھوڑی سی
 صحنِ گلشن ہے ' گل و لالہ ہیں پیانہ بہ دست مل کے پی لیتے ہیں اب آؤ یہیں ' تھوڑی سی
 اُن کی قربت کا وہ لمحہ ہی بہت ہے مجھ کو گفتگو اُن سے ہوئی تھی جو کہیں تھوڑی سی
 ساقی بزم ! ادھر بھی ہو اُچنتی سی نظر ہے طلبِ مے کی ، زیادہ تو نہیں ' تھوڑی سی
 یوں بھی وہ ایک قیامت ہے دل و جاں کے لیے جانے کیا ہو ' جو مروت ہو کہیں تھوڑی سی

عاقبت کوچہِ جاناں سے ہے وابستہ نصیر!

یار سے ہم نے بھی مانگی ہے زمیں ' تھوڑی سی

تیرگی میں اک ستارا چاہیے مجھ کو داغِ غم تمہارا چاہیے
 چشمِ ساقی کا اشارا چاہیے بے سہارا ہوں ، سہارا چاہیے
 ناخدا ! طوفانِ جانے اور تو میری کشتی کو کنارا چاہیے
 ہم تمہارے واسطے ہیں بیقرار پاس تم کو بھی ہمارا چاہیے
 خودشاسی جن کے مسلک میں نہیں ایسے لوگوں سے کنارا چاہیے
 جان سے جانا ، نہیں مردانگی عشق میں جینے کا یارا چاہیے
 اب نصیر اٹھ کر نہ جائے گا کہیں
 بس اُسے تو در تمہارا چاہیے



زمانہ گریہ پیہم سے ڈر ہی جاتا ہے کبھی تو سر سے یہ پانی گزر ہی جاتا ہے
 وفورِ شوق میں جی سے گزر ہی جاتا ہے حسیں ہوشکل ، تو انسان مر ہی جاتا ہے
 وہ کشتگانِ محبت ہیں ہم کہ اپنا غبار جدھر وہ ہوتے ہیں ، اڑ کر ادھر ہی جاتا ہے
 مرے بدن میں لگاتا ہے آگ سی واعظ جلی کٹی یہ کوئی بات کر ہی جاتا ہے
 وہ بے وفا ہے ، مگر سنگِ دل نہیں پھر بھی مرے ملال سے چہرہ اتر ہی جاتا ہے
 رُلا گئی مجھے ترکِ تعلقات کی بات یہ مرحلہ ہو تو انسان ڈر ہی جاتا ہے
 نگاہِ ناز کی زد سے کوئی بچا ہی نہیں یہ تیر وہ ہے کہ دل میں اتر ہی جاتا ہے

گزار دیتے ہیں ہنس کر گزارنے والے

نصیر! وقت کا کیا ہے ، گزر ہی جاتا ہے



کسی کو ہجر تڑپائے تمہیں کیا
 قیامت بھی اگر آئے تمہیں کیا
 تمہاری جلوہ سامانی سلامت!
 بہ صد ناز و ادا گیسو بکھیرو
 محبت کو نہ تم سمجھو نہ جانو
 تمہارا مشغلہ مشقِ تغافل
 حریمِ ناز میں بیٹھے رہو تم
 زمانے بھر کی چھانی خاک ہم نے
 تمہیں محفلِ سجا لینے سے مطلب
 جیسے کوئی ، کہ مر جائے تمہیں کیا
 کوئی سولی پہ چڑھ جائے تمہیں کیا
 زمانے پر غضب آئے تمہیں کیا
 اندھیرا ہر طرف چھائے تمہیں کیا
 محبت ہم کو تڑپائے تمہیں کیا
 کسی کے دم پہ بن جائے تمہیں کیا
 زمانہ ٹھوکریں کھائے تمہیں کیا
 ادھر بھی ہم چلے آئے تمہیں کیا؟
 کوئی آئے کوئی جائے تمہیں کیا
 نصیر آہ و فغاں سے باز آؤ
 سمجھتے ہوں گے ہمسائے تمہیں کیا



جو ان کے دل میں ہے، یہ جانیں یا خدا جانے
 زباں گھلی، تو بنائیں گے لوگ افسانے
 مچل رہے ہیں مری چشمِ تر میں افسانے
 بڑے کہیں کے یہ آئے ہیں مجھ کو سمجھانے
 نظر میں جھومتے رہتے ہیں اب بھی میخانے
 پرانی آگ میں جلتے ہیں آ کے پروانے
 نہ یار دوست، نہ چہرے وہ جانے پہچانے
 تجلیوں سے سجائیں جو اپنے کاشانے
 ہم آئے تھے ترے کوچے میں ٹھوکریں کھانے

مقابل آ کے نگاہیں نہ اٹھ سکیں اُس کی
 نصیر! آیا تھا اک شخص تیر برسانے



چمن سے نکلے، تو صحرا میں آئے دیوانے
 گزر رہی ہے جو مجھ پر، وہ کوئی کیا جانے
 نہیں ہیں اشک، مرے دل کے ترجمان ہیں یہ
 جو خیر چاہیں پلٹ جائیں، حضرتِ ناصح
 زمانہ ہو گیا توبہ کیسے ہوئے، لیکن
 خود اپنی آگ میں جلتے، تو ایک بات بھی تھی
 تمام حشر کا میدان ہم نے چھان لیا
 نظر میں اُن کی رہے قبر کا اندھیرا بھی
 وہ اور ہیں جنہیں ملتی ہے قرب کی عزت

ہم پیکرِ جاناں کی دل پر تصویر اُتارا کرتے ہیں
 دُنیاۓ محبت میں دونوں، یوں وقت گزارا کرتے ہیں
 ہاں، اُن کی طلب میں جب بھی ملے، جو کچھ بھی ملے سر آنکھوں پر
 اُس دامِ بلا کے حلقوں میں، دل ہے کہ اُلجھتا رہتا ہے
 فرقت کا مداوا آج نہ کل، بس وعدہ فردا آئے دن
 گھنگھور گھٹاؤں کا موسم کوئل کی یہ کُو کُو پیہم
 یہ عشق و وفا کی دُنیا ہے، ہم عشق و وفا کی دُنیا میں
 دل پر ہی فقط موقوف نہیں، ہر شے پہ تَصَرَف ہے اُن کا
 جو ہم سے خفا، ہم اُن پہ فدا، یہ پیت کی دیکھی ریت نئی
 اُلفت بھی انوکھی بازی ہے، چالِ اس کی نصیر اُلٹی پُلٹی
 وہ ہار کے جیتا کرتے ہیں، ہم جیت کے ہارا کرتے ہیں



جو اپنا ہو نہیں سکتا ، اُسے اپنا سمجھتے ہیں
 بہت چھوٹے ہیں وہ ، اوروں کو جو چھوٹا سمجھتے ہیں
 جو اپنا قبلہ دل ، دولتِ دنیا سمجھتے ہیں
 ہم اُن کو کیا سمجھتے تھے ، وہ ہم کو کیا سمجھتے ہیں
 غلط فہمی ہے اُن کی ، جو مجھے تنہا سمجھتے ہیں
 جو تاجِ خسروی کو خاکِ زیرِ پا سمجھتے ہیں
 ترے حق میں اسے ہم کوششِ بے جا سمجھتے ہیں
 جو اپنی ذات کو تنقید سے بالا سمجھتے ہیں
 جو اچھے ہیں ، بُرے لوگوں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں

حقیقت اور ہی کچھ ہے ، مگر ہم کیا سمجھتے ہیں
 یہ درسِ اولیں مجھ کو ملا اپنے بزرگوں سے
 نہ جانے کیوں ہماری اُن کی اک پل بھی نہیں بنتی
 اُمیدِ التفاتِ دوستاں نے راز یہ کھولا
 بہ ہر دم ایک نادیدہ معیت سے مُشرف ہوں
 اُن اہل فقر کی اس شانِ استغنا کا کیا کہنا
 کسی کے حرفِ حق کا ہو سکے قائل تو اے واعظ!
 خدا و مصطفیٰ سے ہٹ کے وہ ہیں سخت دھوکے میں
 بُرے ، اچھوں کو بھی اچھا نہیں گردانتے ، لیکن

اسی کے دم سے رونق ہے نصیرِ اس بزمِ عالم میں
 جمالِ یار کو ہم انجمنِ آرا سمجھتے ہیں



ملنے کی خوشی تھی تو پچھڑ جانے کا غم بھی
کم ہوگی کسی دن یہ تری مشقِ ستم بھی؟
وہ لطفِ مجسم بھی، سراپائے ستم بھی
اچھا ہے مرے دل کو وہ لے جائیں اڑا کر
کہتے ہیں کہ کیا آئیں، ترا گھر ہے بہت دور
دلِ دامِ محبت میں گرفتار ہوا ہے
ساقی! تری اس وسعتِ اخلاق پہ قرباں
اب آپ کی باتوں پہ یقین آئے تو کیوں کر
ہے جامِ سفالیں ہی مرے واسطے اچھا
دُنیاۓ محبت میں کوئی چیز تھے ہم بھی
اے حُسنِ ستم کیش! کبھی مجھ پہ کرم بھی
سب روپ اُسی کے ہیں، خدا بھی ہے، صنم بھی
کم بخت کسی طور سے یہ درد ہو کم بھی
دُشوار ہیں اس راہ میں دو چار قدم بھی
ہیں حلقہٗ زنجیر تری زلف کے خم بھی
اک گوشے میں بیٹھے ہیں یہاں شیخِ حرم بھی
ہیں حرفِ غلط آپ کے وعدے بھی، قسم بھی
منظور نہیں دل کے عوضِ ساغرِ جَم بھی

کہتے ہیں نصیر اہلِ نظر دیکھ کے مجھ کو
اس گزرے زمانے میں غنیمت ہے یہ دم بھی



اذیت ، درد ، دکھ ہوتے ہیں کانٹے
 گلوں کی گود میں سوتے ہیں کانٹے
 چمن کو دیکھیے ہر زاویے سے
 کسی کی راہ میں کانٹے جو بوئیں
 گلوں کی مُسکراہٹ پر نہ جاؤ
 سجا کر نوک پر شبنم کی بوندیں
 خوشی میں جو کھلیں غنچوں کی صورت
 ہمیں کیا ”آپ جانیں غیر جانے“
 گلوں کے ذکر میں رہتے ہیں شامل
 یہی ہے ان کے افسانے کی سُرنی
 نہ جانے لوگ کیوں بوتے ہیں کانٹے
 مئے شبنم سے منہ دھوتے ہیں کانٹے
 کہیں گل ہیں ، کہیں ہوتے ہیں کانٹے
 وہ اپنی راہ میں بوتے ہیں کانٹے
 پسِ منظر مچھے ہوتے ہیں کانٹے
 دکھاوے کے لیے روتے ہیں کانٹے
 وہ غم میں سُکھ کر ہوتے ہیں کانٹے
 وہی کاٹیں گے ، جو بوتے ہیں کانٹے
 نہیں معلوم ، کیا ہوتے ہیں کانٹے
 لہو پی کر لہو روتے ہیں کانٹے

نصیر ان حاسدوں پر کیا تعجب
 جہاں گل ہو ، وہاں ہوتے ہیں کانٹے



رنگ چڑھنے لگا ان پر بھی صنم خانوں کا
 فصلِ گل آتے ہی یہ رنگ ہے دیوانوں کا
 حُسن بڑھ جائے نہ کیوں خیر سے ویرانوں کا
 کیوں نظر آتے ہیں ہر گام پہ اُلجھے اُلجھے
 جنگ ہر حال میں اک فتنہ دوراں ہی رہی
 یوں پئے مشقِ خرام آپ کہاں آ پہنچے
 جب ہوئی دیدہ ساقی کو ذرا سی گردش
 یہ ترا رنگِ حنا بھی ہے قیامت ظالم
 انجمن تک یہ کسی طور نہ جانے دیں گے
 رازِ میخانہ کبھی اس پہ نہ کھلنے پائے
 اب تو اللہ نگہاں ہے مُسلمانون کا
 ہوش باقی نہ رہا ان کو گریبانوں کا
 اب تو ڈیرا ہے یہیں آپ کے دیوانوں کا
 حال پوچھے تو کوئی اُن کے پریشانوں کا
 حُون بہتا ہی رہا مفت میں انسانوں کا
 دیکھے! دیکھے! دل شر ہے ارمانوں کا
 جَم سکا رنگ نہ چلتے ہوئے پیمانوں کا
 حُون ہے دل کا، لہو ہے مرے ارمانوں کا
 ہم نے رُخ بھانپ لیا اُن کے نگہبانوں کا
 شیخ سے بچ! کہ یہ کچا ہے بہت کانوں کا

آگ ٹھنڈک ہو، یہ اللہ کی قدرت ہے نصیر

شمع جلتی ہے تو دل بڑھتا ہے پروانوں کا



کیا دل مرا نہیں تھا تمہارا ، جواب دو
 کیا تم نہیں ہمارا سہارا ، جواب دو
 کل سے مراد صبح قیامت سہی ، مگر
 چہرہ اُداس ، اشک رواں ، دل ہے بے سکوں
 دیکھا جو شرمسار ، اُلٹ دی بساطِ شوق
 میں ہو گیا تباہ تمہارے ہی سامنے
 تم ناخدا تھے ، اور تلاطم سے آشنا
 شام آئی ، شب گزر گئی ، آخر سحر ہوئی
 برباد کیوں کیا ہے؟ خدا را جواب دو
 آنکھیں ملاؤ ، ہم کو ہمارا جواب دو
 اب تم کہاں ملو گے دوبارا ، جواب دو
 میرا قصور ہے کہ تمہارا؟ جواب دو
 یوں تم سے کوئی جیت کے ہارا؟ جواب دو
 کیوں کر لیا یہ تم نے گوارا؟ جواب دو
 کشتی کو کیوں ملا نہ کنارہ؟ جواب دو
 تم نے کہاں یہ وقت گزارا جواب دو
 لو تم کو بھی بلانے لگے ہیں نصیر وہ
 بولو ارادہ کیا ہے تمہارا ، جواب دو



اپنے سر کیوں غیر کا احسان لو
 تم پہ صدقے ، جان لو ، ایمان لو
 جانتے تو ہو ، ہمیں پہچان لو
 ہم تمہارے تھے ، تمہارے ہی رہے
 اشک اُمڈ آئے ہیں اُن کے روبرو
 ہو سکے تم سے ، تو سُن لو ایک بات
 خود پرکھ لو ، مجھ کو تم ، پہچان لو
 ہاں ، مگر ہم کو تو اپنا جان لو
 مان لو ! کہنا ہمارا مان لو
 تم کبھی اپنا ہمیں گردان لو
 آگئے بے وقت کے مہمان ”لو“
 یہ نہیں کہتا کہ ”میری مان لو“
 وہ سرِ بالیں نہ آئیں گے نصیر!
 وقت آ پہنچا ہے ، لمبی تان لو



چمکے چمکے یہ مری گھات میں کون آتا ہے
ہم نہ آئیں تو خرابات میں کون آتا ہے
یہ مری سادہ دلی ہے کہ مٹا ہوں تجھ پر
چشم دیدار طلب! جانچ، پرکھ، دیکھ، سمجھ
گنجِ وحشت میں کہاں پُرسشِ احوال کی بات
سانس کی سینے میں آمد ہے، کہ اُن کی آہٹ
مل گیا اُن کو نہ آنے کا یہ حیلہ اچھا
کون مانے گا کہ جنت تری جاگیر ہوئی
دل میں تُو، ذہن میں تُو، فکر تری، ذکر ترا
تم نہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں
یہی بس اک مقامِ عافیت ہے
تصور شرط ہے، آؤ نہ آؤ
وہی بیگانہ مجھ سے ہو رہا ہے
مآلِ دل پہ بھر آئی ہیں آنکھیں
کبھی دانستہ میں کانٹوں سے الجھا
حیاتِ جاوداں آتی ہے آڑے
خدا محفوظ رکھے ناخدا سے
تم نہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں
یہی بس اک مقامِ عافیت ہے
تصور شرط ہے، آؤ نہ آؤ
وہی بیگانہ مجھ سے ہو رہا ہے
مآلِ دل پہ بھر آئی ہیں آنکھیں
کبھی دانستہ میں کانٹوں سے الجھا
حیاتِ جاوداں آتی ہے آڑے
خدا محفوظ رکھے ناخدا سے

مٹ گیا نقشِ دُوی عکسِ تجلی سے نصیر

اب نظر آئے ذات میں کون آتا ہے

مقدّر آزمانا چاہتا ہوں
ترے دل میں ٹھکانا چاہتا ہوں
مگر میں تو بلانا چاہتا ہوں
جسے اپنا بنانا چاہتا ہوں
اگر میں مُسکرانا چاہتا ہوں
کبھی دامن بچانا چاہتا ہوں
جو میں خود کو مٹانا چاہتا ہوں
بس اب میں ڈوب جانا چاہتا ہوں

نصیر آیا ہوں جس محفل سے اٹھ کر

اُسی محفل میں جانا چاہتا ہوں

چمکتے ہیں جو داغِ دل وہ مٹ جایا نہیں کرتے
اُسی دل کش ادا سے سامنے آیا نہیں کرتے
وہ اک ہم ہیں جنہیں عرضِ وفا پر بھی حیا آئے
بہارِ جاوداں حاصل ہے میرے دل کے داغوں کو
تم اپنے چاہنے والوں کو تسکین دو، تسلی دو
ملاقاتیں نہ ہوں، اتنا تعلق تو رہے باقی
تمہارے وعدہ فردا کا مجھ کو اعتبار آیا
جی ہے محفلِ احباب، یہ گھڑیاں غنیمت ہیں
جنابِ شیخ سے ہے مختلف اپنی قدحِ نوشی

اُمنگوں کے دیئے اُلفت میں کجایا نہیں کرتے
تم اب کیوں مُسکرا کر پھول برسایا نہیں کرتے
وہ اک تم ہو جفاؤں سے بھی شرمایا نہیں کرتے
یہ وہ گل ہیں خزاں میں بھی جو مُرجھایا نہیں کرتے
کرم کرتے ہیں چاہت میں، ستم ڈھایا نہیں کرتے
کوئی پیغام ہی آئے جو خود آیا نہیں کرتے
سنا ہے تم کبھی جھوٹی قسَم کھایا نہیں کرتے
خدا شاہد یہ لمحے بار بار آیا نہیں کرتے
کہ ہم پی کر بہک جاتے ہیں، بہکایا نہیں کرتے

نصیر اس کوچہ اُلفت میں رُسوائی بھی ہوتی ہے
مصیبت آپڑے سر پر تو گھبرایا نہیں کرتے



جو دُور ہو تم تو لمحہ لمحہ، غضب میں ہے اضطراب میں ہے
 ابھی مقدر میں گردشیں ہیں، ابھی ستارا عذاب میں ہے
 لڑکپن اب ہو چکا ہے رخصت، کوئی جہانِ شباب میں ہے
 تجلیاں ہیں کہ بے محابا، ہزار چہرہ نقاب میں ہے
 نہیں ہے تیری مثال ساقی! یہ تجھ میں دیکھا کمال ساقی
 عجیب کیف و سرور و مستی، تری نظر کی شراب میں ہے
 نظر کو ہے وہ مقام حاصل کہ ہر جگہ ہے جمالِ کامل
 نہ اُن کا جلوہ نقاب میں تھا، نہ اُن کا جلوہ نقاب میں ہے
 فریب خوردہ سہی نگاہیں، گھلی ہیں، ان پر خرد کی راہیں
 خراب حالی کا دور دورہ جو تھا جہانِ خراب میں، ہے
 اُس انجمن کی فضا میں رہ کر، سکون کیوں کر رہے میسر
 ابھی تو وہ آزما رہا ہے، ابھی تو یہ دل عتاب میں ہے
 ہیں جو اشکِ فراق و حسرت، تڑپ کے رہ جائے ساری خلقت
 غضب کا طوفانِ درد پنہاں، ہماری چشم پر آب میں ہے
 تری وہ پہلی نظر کا چرکا، تعلق اُس سے ہے عمر بھر کا
 بڑے مزے کی خلش ہے دل میں، بڑا مزا اضطراب میں ہے
 وفا کی راہوں سے ہٹ گئے وہ، جفا کی جانب پلٹ گئے وہ
 نصیر اب کس شمار میں ہے، نصیر اب کس حساب میں ہے



وہ تو بس وعدہ دیدار سے بہلانا تھا
 تم نہیں آئے تو پھر اور کسے آنا تھا
 کیا ہوا دل جو مٹا، ہم کو نہ پچھتانا تھا
 لاکھ ٹھکرایا ہمیں تُو نے، مگر ہم نہ ٹلے
 جن سے نیکی کی توقع ہو وہی نام دھریں
 برہمی ترکِ تعلق کا بہانہ تو نہ ہو
 نزع کے وقت تو دشمن بھی چلے آتے ہیں
 حُسن سے عشق کی باتیں بھی ہوئی تھیں اک دن
 شکوہِ جور بھی ہے سلسلہ راز و نیاز
 بے سبب ترکِ تعلق کا بڑا رنج ہوا
 ہم کو آنا تھا یقین، اُن کو مگر جانا تھا
 میں تھا، یا شمع تھی، یا بزم میں پروانا تھا
 حُسن والوں سے بڑی دیر کا یارانا تھا
 ترے قدموں سے الگ ہو کے کہاں جانا تھا
 ایک یہ وقت بھی قسمت میں مری آنا تھا
 وہ تو نادان ابھی ہیں، اُنہیں سمجھنا تھا
 ایسے عالم میں تو ظالم تجھے آجانا تھا
 ہم نے اُس شوخ کو اُس نے ہمیں پہچانا تھا
 ہم کو ہونا تھا پشیمان، اُنہیں شرمانا تھا
 لاکھ رنجش سی، اک عمر کا یارانا تھا

عمر جب بیت چلی تو یہ کھلا راز نصیر!

حُسن ناراض نہ تھا، عشق کو تڑپانا تھا



خود فریبی ہی سہی ' یوں دل کو بہلاتا ہوں میں
 قصّہ غم کون سُنتا ہے ' کہے جاتا ہوں میں
 جب بھی تنہائی کے سناٹوں سے گھبراتا ہوں میں
 بس تمہاری بزم میں اُٹھ کر چلا آتا ہوں میں
 دولتِ کونین سے دل کو غنی پاتا ہوں میں
 اُن کا صدقہ مل رہا ہے ' جن کا کہلاتا ہوں میں
 مجھ کو تو مضبوط اک عہدِ وفا درکار ہے
 آپ سمجھے ریت کی دیوار چُنواتا ہوں میں
 باتوں باتوں میں گزر جاتی ہے غم کی رات یوں
 مجھ کو سمجھاتا ہے دل ' تو دل کو سمجھاتا ہوں میں
 فکر تو یہ ہے کہ آپ اس شوق میں رُسوا نہ ہوں
 ظلم مجھ پر آپ فرماتے ہیں ' شرماتا ہوں میں
 حضرتِ واعظ کا مجھ جیسے سے مشکل ہے نباہ
 ایسے ویسے بے ٹکے لوگوں سے کتراتا ہوں میں
 یہ تو وہ جانے کہ جس کے دل پہ بیتی ہو کبھی
 آپ برہم ہیں ' تو محفل سے چلا جاتا ہوں میں
 یہ کسی کی زلفِ شُبگوں کا تَصُرف ہے نصیر
 جب کہیں جاتا ہوں محفل میں ' تو چھاجاتا ہوں میں



خدا گواہ، وہ دنیا پہ چھائے بیٹھے ہیں
تجلیات کے سرے سجائے بیٹھے ہیں
جو دیر سے تری چوکھٹ پہ آئے بیٹھے ہیں
جو آشیانہ ہستی جلائے بیٹھے ہیں
وہ آج خیر سے محفل پہ چھائے بیٹھے ہیں
وہ ساری خلق میں طوفاں اٹھائے بیٹھے ہیں
وہ ایک ایک کو آنکھیں دکھائے بیٹھے ہیں
وہ دشمنوں کو بھی اپنا بنائے بیٹھے ہیں
یہاں ہم آج کسی کے بٹھائے بیٹھے ہیں
کہ دوستوں کو تو ہم آزمائے بیٹھے ہیں

نصیر! ہم میں تو اپنوں کی کوئی بات نہیں

کرم ہے اُن کا، جو اپنا بنائے بیٹھے ہیں



آفت ہے شبِ غم کی سیاہی کا اثر بھی
دل ہی نہیں، تصویر ہے غم کی مرا گھر بھی
ہاں، صدقِ طلب آپ ہی تمہیدِ کرم ہے
ہم بھی ہیں طلبِ گار، تری بزمِ سلامت
مانا کہ حیا آنکھ ملانے نہیں دیتی
اے دوست! کرم تو نہیں یہ وعدہ کرم کا

صورت ہی نصیر ایسی طرح دارِ ملی ہے

ہم ہی نہیں، تکتے ہیں اُنہیں شمس و قمر بھی

ہر اک منظر اب تو سراپوں جیسا لگتا ہے
 اُجڑی گلیاں، ویراں منظر، سہمے سہمے لوگ
 خوگرِ ظلم و ستم پر اُن کے لطف کی یہ برکھا
 سورج نگری، چاند بسیرا، تاروں کا مسکن
 واصلِ حق مظہر بن جاتا ہے ذاتِ حق کا
 پہلے تنہائی کی ناگن ڈستی ہے برسوں
 کوئی کہے کچھ، ہم تو برابر آئیں جائیں گے
 میری رسوائی کی عالمگیر ہے یہ تحریک
 ایک اکائی ایسی جس میں گم سارے اعداد
 سر کو جھکا کے آؤ نیچے دروازوں سے تم
 اہلِ نفاق بدل لیتے ہیں حسبِ ضرورت روپ
 قطروں کا مرہونِ منتِ دریاؤں کا شور
 اپنی مٹی سے رغبتِ فطرت ہے مسافر کی
 دل پر اپنوں نے کچھ زخم لگائے ہیں ایسے

اس صحرا کے آگے بھی اک صحرا لگتا ہے
 تم ہی بتاؤ کام یہ آخر کس کا لگتا ہے
 رُت ہی بدل جائے گی اب تو ایسا لگتا ہے
 میرا گھر اُن کے آنے پر کیا کیا لگتا ہے
 جب قطرہ دریا میں پہنچے، دریا لگتا ہے
 پھر جا کر دل کے آنگن میں میلا لگتا ہے
 اُن کی گلی میں آنا جانا اچھا لگتا ہے
 یہ منصوبہ مجھ کو سوچا سمجھا لگتا ہے
 سب میں بیٹھ کے بھی وہ ظالم تنہا لگتا ہے
 سر نہ جھکایا جائے تو دروازا لگتا ہے
 آئینہ جس کے سامنے آئے، اُس کا لگتا ہے
 قطروں ہی کے بل پر دریا، دریا لگتا ہے
 پانی ساحل کے پہلو سے جا جا لگتا ہے
 اپنا کسی کو کہنے میں اب ڈر سا لگتا ہے

کتنے ظلم کے سورج نکلے، چمکے، ڈوب گئے
 تُو تو نصیر کسی کے زیرِ سایا لگتا ہے



دشت میں آئے تو جیتے جی نہ دیوانے گئے
 شیخ جی چوری چھپے کل رات، میخانے گئے
 بے وفا پھر بھی رہے، خود سر ہی گردانے گئے
 حضرتِ ناصح کی دانائی کا چرچا تھا بہت
 ایک میں تھا جس کو بزمِ ناز میں روکا گیا
 دوستوں نے زندگی بھر جو بھی کرنا تھا، کیا
 رہرو راہِ طلب نے ٹھوکریں کھائیں بہت

بُو الہوس چلتے بنے جب بزم میں آئے نصیر
 شکر کی جا ہے، یگانے آئے، بیگانے گئے



آئے ہیں ہم سے پہلے کچھ انسان اور بھی
 شکوے کے بعد دل ہے پریشان اور بھی
 کہتے ہیں دل میں آ کے کسی کی نظر کے تیر
 تہذیبِ نو نے سحر جگائے کچھ اس طرح
 بہتر ہے گیسوؤں سے نہ ہو اُن کی چھیڑ چھاڑ
 اُن کا خیال، برقی سُنکوں سوز بن گیا
 کانٹوں سے ہی نہیں ہیں گلوں کو شکایتیں
 تم نے تو بخش دی ہے نئی زندگی مجھے

میں ہی نہیں نصیر فدا اُس کے حُسن پر
 میری طرح فدا ہیں کچھ انسان اور بھی



آج میخانے میں نیت مری بھر جانے دے
 کس کو معلوم کہ کل کون رہے گا زندہ
 دیکھ اے دل! کہ نہ آنچ آئے وفا پر کوئی
 تجھ سے بھی دست و گریباں کبھی ہوگا واعظ!
 اے مرے دستِ جنوں! بڑھ کے الٹ دے پردہ
 ایک دو جام سے کیا پیاس نبھے گی ساقی!
 بادۂ ناب کے ساقی مجھے پیمانے دے
 آج رندوں کو ذرا پی کے بہک جانے دے
 جو بھی آتی ہے مصیبت مرے سر، آنے دے
 وحشیٰ عشق کو رنگ اور ذرا لانے دے
 حُسنِ شرمانے پہ مائل ہے تو شرمانے دے
 مے پلاتا ہے تو ایسے کئی پیمانے دے

عشق ہے عشق، نصیر اُن سے شکایت کیسی

وہ جو تڑپانے پہ آمادہ ہیں، تڑپانے دے



عشق میں اُن کے طور کیا کہیے
 بزمِ ساقی کے طور کیا کہیے
 جیسے دو جامِ رقص کرتے ہوں
 اُن سے ہم بھی کہیں گے کچھ، لیکن
 ہے خلافِ اصولِ اہلِ وفا
 مختصر یہ کہ بن گئی دم پر
 عشق میں فکرِ غور ہے دل کو
 جیسے کوئی شراب کا دریا
 بن گئے وہ بھی میرے دشمنِ جاں
 لطف کہیے کہ جَوَر کیا کہیے
 جام و ساغر کا دَوَر کیا کہیے
 اُن کی آنکھوں کو اور کیا کہیے
 سوچتے ہیں بغور، کیا کہیے
 عشق میں اُن کے جَوَر کیا کہیے
 اب محبت میں اور کیا کہیے
 ہر گھڑی فکرِ غور کیا کہیے
 وہ جوانی کا دَوَر کیا کہیے
 اپنی قسمت کو اور کیا کہیے

اے نصیر اُن سے دل اٹک جانا

اک قیامت ہے اور کیا کہیے

گر گئے جو تری نگاہوں سے
 کہہ دوہٹ جائیں میری راہوں سے
 اتفاقاً مرا دل مضطر
 شیشہ و جام کی ضرورت کیا
 سوزِ غم نے جلا دیا دل کو
 حضرتِ دل نکل نہیں سکتے
 رحمتیں اُس کی دیکھ کر انساں
 کانپتے ہیں دل و جگر دونوں
 غم کی راہیں سفر کا حصہ ہیں
 جن سے لوثا تھا تم نے میرا دل
 ہم پریشان ہیں محبت میں
 وہ کہیں کا نہیں خدا کی قسم
 کام دن رات اُنہیں ہے آہوں سے
 کیا غرض مجھ کو کج کلاہوں سے
 بچ گیا آپ کی نگاہوں سے
 تم پلا دو اگر نگاہوں سے
 جل گیا، رات دن کی آہوں سے
 عشق کی پیچ دار راہوں سے
 باز آتا نہیں گناہوں سے
 آپ سے، آپ کی نگاہوں سے
 کیا بچے کوئی غم کی راہوں سے
 دیکھ لو پھر اُنہی نگاہوں سے
 خیر خواہی سے، خیر خواہوں سے
 گر گیا جو تری نگاہوں سے

میں سوالی ہوں اے نصیر اُن کا
 کام کیا مجھ کو بادشاہوں سے



سُبُو اُٹھا کہ شبِ ماہتاب ہے ساقی
 پلا شراب کہ عمدِ شباب ہے ساقی
 بچی کھچی ہی سہی ، ہم پہ بھی کرم فرما
 گدائے خاک نشیں کو جو بخش دے شاہی
 وہ جام دے کہ ہر اک شے سے بے خبر کر دے
 عطائے بادہ میں تعجیل کر کہ عمر رواں
 کرم میں دیر نہ فرما کہ یہ شبِ ہستی
 شراب جھوم کے دے ، جام پھوم کے دے
 خیال چاہیے ہم سے بھی بادہ خواروں کا
 حجاب کیسا ، تغافل ہے کیوں ، نظر تو اٹھا
 وہ جس نے پی ہو تری میکسار آنکھوں سے
 تری گلی ہے وہ اک منبعِ فروغ و ضیا
 جو زلف میں ہو تو زینت ، جو دل میں ہو تو خلش
 ہر ایک قطرہ ہے آئینہ دارِ رنگِ نشاط
 نگاہِ جم نہ سکی اس لئے مظاہر پر

اسے بھی بادہ حُبِ نبی عطا کر دے
 نصیر ، خاکِ درِ بُوتراٹ ہے ساقی



سُکوں لوٹ کر پھر ستانے لگے ہیں
گئی کم سنی ، ہوش آنے لگے ہیں
ہیں محمور آنکھوں پہ زلفوں کے سائے
ذرا صبر ، اے غنچہِ ناشگفتہ!
جنہیں زندگی بھر نہ آنے کی ضد تھی
خدا را کوئی اُن سے اتنا تو پوچھے
اُنہیں تو نہ یوں بزم سے تم اُٹھاتے
رہی عمر بھر جن کی تصویر دل میں
سنا ہے مری ضد میں کچھ نگہ ہستی
قضا نے بھی پایا نہ اُن کا ٹھکانا
نہ جانے وہ اک لمحہ قُرب کیا تھا
جو ہنستے تھے کل تک مری بے بسی پر

بہت بے سُکوں ہے نصیر آج کوئی
ترے اشک بھی رنگ لانے لگے ہیں



یاد اب اُن کو مری ذات رہی ہے کہ نہیں
بے وفائی تری، دن رات رہی ہے کہ نہیں
اب جو ممکن نہیں، وہ بات رہی ہے کہ نہیں
اُن کی محفل میں ذرا دیکھ تو جا کر اے دل!
عالم شوق میں یہ کس کو پتہ چلتا ہے
اُن سے ممکن ہو ملاقات، تو یہ بات گھلے
یاد ہے اے دل پر شوق وہ اشکوں کی جھڑی
وہ جو پہلے تھی کبھی بات، رہی ہے کہ نہیں
یہ بھی منجملہ آفات رہی ہے کہ نہیں
سال ہا سال ملاقات رہی ہے کہ نہیں؟
اب وہ پہلی سی مدارات رہی ہے کہ نہیں
دن رہا ہے کہ نہیں، رات رہی ہے کہ نہیں
ہم پہ وہ چشمِ عنایات رہی ہے کہ نہیں
رنج و آزار کی برسات رہی ہے کہ نہیں؟

بات بے بات نصیر اُن کا خفا ہو جانا
ذہن میں آپ کے یہ بات رہی ہے کہ نہیں؟



شاد رکھیے، عذاب میں رکھیے
عکسِ ساقی، شراب میں رکھیے
آپ کے جو ستم بھی ہوں باقی
اڑ نہ جائیں حواسِ دُنیا کے
کہ رہا ہے یہ زندگی کا سفر
آپ رکھیے نگاہ میں مجھ کو
مستحق ہے اسی سلوک کا وہ
مجھ کو بھی انتخاب میں رکھیے
ماہتاب، آفتاب میں رکھیے
سب وہ میرے حساب میں رکھیے
آپ جلوے نقاب میں رکھیے
پاؤں ہر دم رکاب میں رکھیے
چاہے حال خراب میں رکھیے
غیر کو زُعب داب میں رکھیے

وہ سمجھ لیں نصیر دل کی بات
ایسے فقرے خطاب میں رکھیے



راہِ دشوار کو آسان بنا کر چلے
 ہجر کی راہ میں یہ فرض ادا کر چلے
 روشنی ہو، تو چمک اُٹھتی ہے ہر راہِ سیا
 خار ہی خار زمانے میں نظر آتے ہیں
 آپ کی سُست روی آپ کو لے بیٹھے گی
 بندشیں توڑتے چلے، کہ سفر آساں ہو
 غم کے ماروں کا تو اللہ نگہاں ہے، مگر
 جادۂ شوق میں لغزش سے ہے بچنا لازم
 دشمن و دوست کی پہچان ضروری ہے نصیر
 ایسوں ویسوں سے ذرا خود کو بچا کر چلے



ترے ستم کے لئے جس کا انتخاب نہیں
 نگاہِ غور سے دیکھیں تو میکدے والے
 وہ سب کی سنتے ہیں، سب کو جواب دیتے ہیں
 خدا گواہ کہ اہلِ نظر کے مسلک میں
 اب اس مقام پہ لے آئی ہے تری الفت
 نگاہِ جم گئی اس چہرۂ کتابی پر
 کب اُن کی یاد میں بیتابیاں نہیں دل کو
 وہ امتحانِ محبت میں کامیاب نہیں
 ہمارا جام ہے گردش میں، آفتاب نہیں
 مرے سوال کا لیکن کوئی جواب نہیں
 شرابِ حُسن سے بہتر کوئی شراب نہیں
 وہ اُلجھنیں، وہ اذیت، وہ اضطراب نہیں
 اب اس کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں
 کب اُن کے ہجر میں مٹی مری خراب نہیں
 نصیر! میکدہٴ زندگی میں لطف ہی کیا
 شریکِ جام جو وہ رشکِ ماہتاب نہیں

قلبِ مضطر کے اشارے اور ہیں
 نقشِ کچھ دل پر اُتارے اور ہیں
 اہلِ دل سے موجِ غم بھرا کرے
 اُن کے دیوانوں کی باتیں، العجب!
 غم کی بازی جان دے کر جیت لی
 ہم نے جانا اور مانا ہے تمہیں
 بندہ پرور! اس طرف بھی اک نظر
 غیر کی باتوں میں اتنا ہیر پھیر
 اے مقدر! کس قدر غم رہ گئے
 وہ نہیں، جن پر گماں تم کو ہوا
 اب ارادے ہی ہمارے اور ہیں
 تم تو ہو، تم سے بھی پیارے اور ہیں
 ٹوٹنے والے کنارے اور ہیں
 اصطلاحیں، استعارے اور ہیں
 ہم کہاں ہارے ہیں، ہارے اور ہیں
 وہ بھی ہیں، جن کے سہارے اور ہیں
 بزم میں کچھ غم کے مارے اور ہیں
 تذکرہ تیرا ہے، پیارے اور ہیں
 آشنا کتنے ہمارے اور ہیں
 چاہنے والے تمہارے اور ہیں
 خیر تو ہے، کیوں نصیر آیا نہیں
 آپ کی محفل میں سارے اور ”ہیں“



مانا کہ وہ باوفا نہیں ہے
 بُت خوش ہیں، خدا خفا نہیں ہے
 تیری سی کہیں ادا نہیں ہے
 دُنیا نے سُنّا ہمارا قصّہ
 وحشت کا مذاق اُڑانے والو!
 کچھ کچھ وہ خفا خفا ہیں مجھ سے
 پوچھا، تمہیں مجھ سے ہے محبت
 فتنے کے سوا تری گلی میں
 سب کچھ ہے، ترے کرم کے صدقے
 نکلے ہیں تلاش میں کسی کی
 دَم بھرتے ہو میری دوستی کا
 پھر بھی دل کا بُرا نہیں ہے
 اب کیوں کہوں کیا ہے، کیا نہیں ہے
 جو تُو ہے وہ دُوسرا نہیں ہے
 تم بھی سُن لو، سُنّا نہیں ہے؟
 دیوانہ کوئی ملا نہیں ہے
 سمجھوتہ ابھی ہوا نہیں ہے
 شرما کے یہی کہا ”نہیں ہے“
 جو بیٹھ گیا، اُٹھا نہیں ہے
 دامن میں ہمارے کیا نہیں ہے
 اپنا بھی جنہیں پتا نہیں ہے
 اچھا! کہہ دو، بُرا نہیں ہے

کیوں جھک کے ملے نصیر اُن سے

اتنا تو گرا پڑا نہیں ہے



ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے تُو شوق سے اے قاتل کر دے
 منظور ہمیں ہے تیری خوشی، برباد ہمارا دل کر دے
 یوں راہِ جنوں طے ہو یا رب! آسان ہر اک مُشکل کر دے
 ہر سانس کو شمعِ راہ بنا، ہر ذرّے کو منزل کر دے
 اللہ کی قدرت کا سِکّہ ہر موجِ رواں پر جاری ہے
 جس کو چاہے طوفاں کر دے، جس کو چاہے ساحل کر دے
 وہ چاہے، تو مُشتِ خاک بنے، یا آئینہٴ ادراک بنے
 یہ اُس کی عنایت، اُس کا کرم، انوار کا مرکز دل کر دے
 درکار ہے عہدِ اُلفت میں افسانہٴ دل کو رنگینی
 اے دل کی لگی! ہر آنسو میں کچھ نُونِ جگر شامل کر دے
 ہنگامہٴ عالم کیا ساقی! محشر بھی مجھے چونکا نہ سکے
 ساغر نہ اٹھا، آنکھوں سے پلا، مدہوش نہ کر، غافل کر دے
 عقبیٰ کی طلب، دُنیا کی ہوس، اک طولِ اَمَل، اک حرص و ہوا
 بس ایک دُعا ہے صبح و مسا اُس در کے مجھے قابل کر دے
 تاریخِ وفا و حسرت کی تکمیل اگر ہے پیشِ نظر
 کہہ دو یہ مُورِخ سے جا کر، کچھ حال مرا شامل کر دے
 طوفاں کے تھیڑے کھاتا ہوں گردابِ بلا میں ہے کشتی
 اے بحرِ کرم! یوں موج میں آ، ہر موجِ بلا ساحل کر دے

اب حشر میں کیا منہ کھولیں ہم، کیا بات کریں، کیا بولیں ہم
 خون اُس نے کیا، حق یا ناحق یہ فیصلہ خود قاتل کر دے
 ایں واعظِ شہر از حرص و ریا دیگر نہ خروشیدے بے جا
 یک بار گرش صیادِ قضا، زنجیری دردِ دل کر دے
 ہے عشقِ نصیر اک طرفہ بلا، ہم نے تو یہی عالم دیکھا
 محفل کو بنا دے ویرانہ، ویرانے کو محفل کر دے



تو دن پھر جائیں میرے، اور بیڑا پار ہو جائے
 دوا بے سود ہو جائے، دُعا بے کار ہو جائے
 جبینِ شوق جذبِ آستانِ یار ہو جائے
 بہارِ انگڑائیاں توڑے، چمنِ بیدار ہو جائے
 کوئی مدہوش ہو جائے، کوئی ہشیار ہو جائے
 سکوں مل جائے تو جینا ہمیں دُشوار ہو جائے
 تم آنا جب، کہ جب، میتِ مری تیار ہو جائے
 کہیں ایسا نہ ہو باتیں بڑھیں، تکرار ہو جائے
 جسے اقرار ہو ٹھہرے، جسے انکار ہو ”جائے“

نصیر اب تو سفینہ ڈوبنے کو ہے کوئی دم میں
 وہ آجائیں تو شاید اپنا بیڑا پار ہو جائے



برق کی اک موج سی لہرائی تھی
 کیا قیامت آپ کی انگڑائی تھی
 چلتے چلتے میں نے ٹھوکر کھائی تھی
 یا مرے قدموں میں منزل آئی تھی
 حُسنِ یوسف ، جس کا چرچا ہے بہت
 دیدہ یعقوب کی بینائی تھی
 تھی جوانی چڑھتے دریا کی طرح
 لہر اک اٹھی تھی ، مجھ تک آئی تھی
 آپ یہ تیرِ نظر سے پوچھیے
 زخمِ دل میں کس قدر گہرائی تھی
 ہجر کی شب کا نہ پوچھو مرحلہ
 تم نہ تھے ، میں تھا ، شبِ تنہائی تھی
 تم ادھر مجھ سے بگڑ کر چلے دیے
 اور ادھر دم پر مرے بن آئی تھی
 توڑتے ہو وعدہ کس منہ سے تم آج
 تم نے تو شاید قسم بھی کھائی تھی
 میری توبہ سے ہوئی ساقی کو ضد
 ورنہ یوں اُس نے کبھی پلوئی تھی؟

میرے جیتے جی کبھی موڑا نہ مُنہ
 ہجر کی شب ، کیا کوئی ہر جائی تھی
 حلقہ گیسو میں ہم اُلجھے رہے
 آپ نے زنجیر کیوں پہنائی تھی
 یاد رکھوں گا نصیر اُس دن کو میں
 حُسن پر جس دن طبیعت آئی تھی



دَم بخود ہے مرے فسانے پر
 دل رہا حُسن کے نشانے پر
 جال ڈالیں گے وہ زمانے پر
 جاؤں میں کیوں کر اُن کی محفل میں
 غم مجھے مل گیا ، عدو کو خوشی
 سرفرازی کی آرزو ہے اگر
 ہوش کر ، بندہ ہوا و ہوس !
 اب ہے یہ عالم اسیرِ قفس
 کیوں نہ آئے ہنسی زمانے پر
 تیر آتے رہے ٹھکانے پر
 زلف لہرا رہے ہیں شانے پر
 معترض ہیں وہ آنے جانے پر
 مُر ہوتی ہے دانے دانے پر
 سر جھکا اُن کے آستانے پر
 زیست ہے موت کے دہانے پر
 گر چلے ہیں نئے پُرانے ”پر“

چل گیا ہے نصیر اُن کا فُسوں
 میں وہ چھائے ہوئے زمانے پر



تجھے دیکھے گی دنیا ، ماہِ تاباں کون دیکھے گا
 ہمارے بعد دیکھیں، رُوئے جاناں کون دیکھے گا
 تو کل جا کر بھلا گورِ غریباں کون دیکھے گا
 بھری دُنیا میں ہم سا خانہ ویراں کون دیکھے گا
 وہ بخشش پر تُلے تو فردِ عصیاں کون دیکھے گا
 بہار آئی تو پھر دیوارِ زنداں کون دیکھے گا
 مگر میری طرح تم کو مری جاں کون دیکھے گا
 پھر اس کے بعد آئینے کو حیراں کون دیکھے گا
 اگر دیکھا نہ تم نے، دل کے ارماں کون دیکھے گا
 اشارا مل گیا تو سُوئے درباں کون دیکھے گا

کسی کو تجھ سے بڑھ کر جلوہ سا ماں کون دیکھے گا
 اُسے دیکھا سرِ دار و رسن ہم نے تو سر دے کر
 مری میت کو کاندھا آج اگر وہ دے نہیں سکتے
 سُکوتِ بام و در، آثارِ وحشت، رنجِ تنہائی
 ارے واعظ! حسابِ حشر سے ایسا بھی یا ڈرنا
 سُنو زندانیو! ضبطِ جنوں عہدِ خزاں تک ہے
 جہاں میں اور بھی ہوں گے تمہارے دیکھنے والے
 رہے گا یہ تحیّر تادمِ آرائش کیسو
 تمہی کو دل دیا تم ہی سے اس دل کو اُمیدیں ہیں
 کھڑا ہوں منتظر در پر نصیر اُن کی اجازت کا

نصیر اس دور میں پھر بھی غنیمت ہے وجود اپنا
 ہمارے بعد ہم جیسا نُحْن داں کون دیکھے گا



خدا مشغول رکھے اُن کے میخانے کے چکر میں
 نہ پڑنا اُن کے دیوانے کو سمجھانے کے چکر میں
 کہ ہے تاریخ پھر سے خود کو دہرانے کے چکر میں
 سنا ہے آج کل وہ بھی ہیں میخانے کے چکر میں
 جوانی میں بھی تم ہو پیر بن جانے کے چکر میں
 یہ حضرت بھی ہیں شاید پیئے پلوانے کے چکر میں
 کہ مرغِ دیدہ در آتا نہیں دانے کے چکر میں
 کوئی آنے کے چکر میں، کوئی جانے کے چکر میں
 رہا ہر چند واعظ مجھ کو بہکانے کے چکر میں
 مری میت کو تھے احباب دفنانے کے چکر میں
 نہ کھو دینا کہیں خود کو، اسے پانے کے چکر میں
 کہ بے پیرے بھی ہیں کچھ پیر بن جانے کے چکر میں
 یہ سب برطانیہ جاتے ہیں نذرانے کے چکر میں
 رہا کم بخت مجھ کو راہ پر لانے کے چکر میں
 نہیں پڑتے کبھی وہ اپنے بیگانے کے چکر میں

گزر جائے ہماری عمر پیمانے کے چکر میں
 مبادا دھجیاں چُنتے پھرو جیب و گریباں کی
 کرشمہ کوئی دکھلا کر رہے گی گردشِ دوراں
 گوارا تھا نہ میخانے کا جن کو نام تک لینا
 ہمیں پیرانہ سالی میں بھی پیری سے تا مل ہے
 کہاں واعظ، کہاں یہ مُنہ اندھیرے قصدِ میخانہ
 اثر ہو خاک مجھ پر شیخ کی تسبیح رانی کا
 یہ دنیا آنی جانی ہے، یہاں ہر آن رہتا ہے
 زہے قسمت نہ چھوٹا مجھ سے میخانے کا دروازہ
 وہ آپنچے تو پھر کیا تھا بدن میں رُوح لوٹ آئی
 تم اس دنیا میں بس دنیا کے ہو کر ہی نہ رہ جانا
 الہی! آبرو رکھنا تم اپنے سادہ بندوں کی
 مشائخ، مولوی، حُفاظ، مفتی، نعت خواں، قاری
 سمجھ پایا نہ میری مے کشی کے راز کو واعظ
 جو سمجھیں رشتہٴ انسانیت کو آخری رشتہ

کوئی دیکھے نصیر! اپنی یہ طُولِ عمر کی خواہش
 کہ جینا چاہتے ہیں اُن پہ مرجانے کے چکر میں



اسقدر بھی نہ ستا اوستم ایجاد مجھے
 تُو نے رکھا نہ کہیں کا دلِ ناشاد مجھے
 آپ کرتے ہیں تو کر دیجیے برباد مجھے
 ایسا کھویا ہوں کہ کچھ بھی نہ رہا یاد مجھے
 لوگ کہتے ہیں ترا کُشتہ بیداد مجھے
 اتنی رخصت نہیں دیتا مرا صیاد مجھے
 شوق خود لے کے گیا جانبِ جلاَد مجھے
 یاد تیری رہے اللہ کرے یاد مجھے
 کیا کہوں، کیوں نہ کیا آپ نے ارشاد مجھے
 ابھی کیجے نہ خُم زلف سے آزاد مجھے

ظلم کر دے نہ ترا مائلِ فریاد مجھے
 رات پڑتی ہے تو آتا ہے کوئی یاد مجھے
 جو خوشی آپ کی وہ میری خوشی بسم اللہ
 پوچھتے کیا ہو مرا حالِ پریشاں مجھ سے
 رکھ سکے کون بھلا ہاتھ کسی کے منہ پر
 میں قفس ہی سے گلستان کا نظارا کر لوں
 کس لیے قتل کا الزام کسی اور کو دوں
 بھول جاؤں میں زمانے کو تری چاہت میں
 مال و زر چیز ہی کیا، جاں بھی فدا کر دیتا
 لینے دیجے ابھی اس دل کو اسیری کے مزے

اُس کی یادوں سے نصیر آج بھی دل ہے آباد
 بھول کر بھی نہ کیا جس نے کبھی یاد مجھے



کر دیا ہو نہ کہیں تُو نے فراموش مجھے
 مست رکھتا ہے ترا بادۂ سرجوش مجھے
 اور کچھ دیر میں شاید نہ رہے ہوش مجھے
 میری قسمت کہ ملا تجھ سا خطا پوش مجھے
 کر دیا کس کی صدا نے ہمہ تن گوش مجھے
 کر دیا ہے اُسی ظالم نے فراموش مجھے
 تری آنکھوں نے بنایا ہے بلا نوش مجھے
 قبر تک لے کے گئے وہ بھی سر دوش مجھے
 جملہ ذات میں رکھتا ہے وہ رُو پوش مجھے
 نام لے لے کے مرا روئیں گے مے نوش مجھے
 چومنے کو ترے مل جائیں جو پا پوش مجھے
 ماں کی آغوش لگی قبر کی آغوش مجھے
 وہ تو رکھا ہے مرے ظرف نے خاموش مجھے

بس یہی سوچ کے پہروں نہ رہا ہوش مجھے
 تیری آنکھوں کا یہ میخانہ سلامت ساقی
 ہچکیاں موت کی آنے لگیں اب تو آجا
 کب کا رسوا مرے اعمال مجھے کر دیتے
 کس کی آہٹ سے یہ سویا ہوا دل جاگ اٹھا
 یاد کرتا رہا تسبیح کے دانوں پہ جسے
 ایک دو جام سے نیت مری بھر جاتی تھی
 جیتے جی مجھ کو سمجھتے تھے جو اک بار گراں
 مجھ پہ کھلنے نہیں دیتا وہ حقیقت میری
 صحبتِ میکدہ یاد آئے گی سب کو برسوں
 بُوئے گل مانگنے آئے مرے ہونٹوں سے مہک
 زندگی کے غم و آلام کا مارا تھا میں
 دے بھی سکتا ہوں نصیر اینٹ کا پتھر سے جواب

کوئی کرتا ہے نصیر آج بھی مجبورِ فغاں
 وہ تو رکھا ہے مرے ظرف نے خاموش مجھے



خاک ہو جائیں گے نکلیں گے نہ میخانے سے
فیض پاتا ہے زمانہ ترے میخانے سے
باز آتی نہیں آنکھیں تری، پلوانے سے
قیس و فرہاد کے قصے تو ہیں افسانے سے
بات بن جائے گی اپنی، ترا کھلانے سے
آج ہُو حق کی صدا آتی ہے میخانے سے
اسے چلو سے پلا دی، اُسے پیانے سے
روز اٹھتا ہے دُھواں سا مرے کاشانے سے
جس نے پی ہو وہ نکلتا نہیں میخانے سے
ہم پکاریں گے انہیں بیٹھ کے ویرانے سے

عہد پختہ کیا رندوں نے یہ پیانے سے
میرے ساقی ہو عطا مجھ کو بھی پیانے سے
کر ہی لیتا کبھی پینے سے میں توبہ، لیکن
مجھ سے پوچھے کوئی کیا مجھ پہ جنوں میں گزری
پیر میخانہ سلامت رہے تیری نسبت
واعظِ شہر کی توبہ نہ کہیں ٹوٹی ہو
رند کے ظرف پہ ساقی کی نظر رہتی ہے
کون یہ آگ لگا دیتا ہے، معلوم نہیں
شکوہ ترکِ ملاقات بجا ہے، لیکن
اس سے بہتر نہ ملے فرشِ سکینت شاید

بے سہارا ہوں، بڑھاپے میں کہاں جاؤں نصیر
اب جنازہ ہی اُٹھے گا مرا میخانے سے



جس کی زبان خاکِ درِ یار چاٹ لے
 مشکل ہے کوئی پھول کی مہکار چاٹ لے
 پانی جو آبلے کا کوئی خار چاٹ لے
 جب تیز دھوپ سایہ اشجار چاٹ لے
 کس کی مجال، سُرخِ اخبار چاٹ لے
 جو قتل کر کے خنجر خونخوار چاٹ لے
 بالغ جب اُٹھ کے مغز خریدار چاٹ لے
 ایسا نہ ہو کہ شوخی رفتار چاٹ لے
 افعی کہیں نہ زلف کا رخسار چاٹ لے
 جب کان اُس کی کثرتِ گفتار چاٹ لے
 دیمک کہیں نہ کرسی سرکار چاٹ لے

ہر بول اُس کا رُوح کے آزار چاٹ لے
 گل چیں نہ پاسکا کبھی جوہر پہ دسترس
 ملتا ہے اور تشنگی راہرو کو چین
 رہتا ہے زلفِ یار تری چھاؤں میں یہ دل
 مٹتا نہیں کسی سے بھی رسوائیوں کا داغ
 مل پائے ایسے قاتلِ شاطر کا کیا ثبوت
 ایسے میں کیا پٹے کوئی سودا سرِ دکان
 اے خوش قدم! ذرا نظرِ بد سے ہوشیار
 اس خوف سے وہ رکھتے ہیں زلفیں لپیٹ کر
 واعظ کی بات دل میں جو اترے تو کس طرح
 اترائیے نہ شوکتِ فانی پہ اس قدر

منکر جو ہو نصیر کے فضل و کمال کا

کہہ دو اُسے، نوشتہ دیوار چاٹ لے

(نوٹ: ایک شاعر صاحب نے امتحان کے طور پر اس زمین میں ایک مصرع کہہ کر بھیجا کہ اگر نصیر صاحب اس میں پانچ شعر بھی کہہ دیں تو میں انہیں استاد مان جاؤں گا۔ میں نے بارہ اشعار کہہ کر بھیج دیے اور ساتھ لکھ بھیجا کہ آپ مجھے استاد اب بھی نہ مانیں، بلکہ اساتذہ فن کے زمرہ تلامذہ ہی میں رہنے دیں۔ غزل کہہ کر بھیج رہا ہوں۔ (نصیر)

آغوشِ حیرت

آغوشِ حیرت

(فارسی رُباعیات)

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشینِ نصیر مِلّت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

فہرست

صفحہ نمبر	آغوش حیرت	نمبر شمار
947		حمد
949		نعت
953		مناقب
959		مُتَقَرَّ قَات
1015		قطعات

حمد

بالا تر از ادراک و بیانی یا رب
پیدائی و از دیدہ نہانی یا رب
فکرِ ہمہ از نہایت حیرانت
در امکانیم و لامکانی یا رب



اے حسنِ تو بے مثل و ذاتِ عالی
موجودِ بلا قید ، ز ماہ و سالی
عالم بہ تو سرخوش و تو غائبِ زمیاں
آفاق ز تو پُراست و جایِ خالی



یا رب بہ حریمِ فضلِ خود را ہم دہ
فرمانِ پذیرائی درگاہم دہ
سرمایہٴ درد و سوزِ ارزانی کن
با گوہرِ اشکِ دولتِ آہم دہ



یا رب بود انعامِ تو جاں را شامل
مائیم بہ دھر زانچہ کردیم، نخل
ہرچند کہ جرمِ ماست طوفاں طوفاں
صد شکر کہ عفوِ تست ، ساحلِ ساحل



أَنْوَارُكَ فِي الدُّجَى دَلِيلُ الْخَيْرَاتِ
الطَّافُكَ لِلْعَبْدِ سَحَابُ الْبَرَكَاتِ
لَمْ نَذِرْ سِوَاكَ مُوَسَّاءَ فِي الْبَلَاوِ
مَنْ غَيْرُكَ فِي الْوَرَى مُجِيبُ الدَّاعَوَاتِ



آل ذاتِ مُجَبَّد و مجید و امجد
موصوف بوصفِ لم یلد، لم یولد
خواہی کہ روی بہ نورِ ایماں ز جہاں
از شرک برآ و قل ! هُوَ اللّٰهُ احد



اے خالقِ جن و انس! اے ربِّ جہاں
پیدا و نہانِ من بہ تو جملہ عیاں
از پنجہ ظالماں پدہ راہِ نجات
یا راحم و ارحم و رحیم و رحماں



اے صاحبِ اسمِ پاک! مَنْ يَنْصُرُنِي
دلِ ریشم و سینہ چاک مَنْ يَنْصُرُنِي
دستم اگر از فضل نہ گیری ربّی
مَنْ يَنْصُرُنِي سِوَاكَ ! مَنْ يَنْصُرُنِي



اے نشو و نما دہِ نبات ! ادراکنی
 اے دافعِ کلِّ مشکلات ! ادراکنی
 اے مُبدِءِ وائے مُعید وائے نافع وضرار
 اے خالقِ موت و الحیات ! ادراکنی
 ❀

اے باقیِ دائمِ البقا ! ادراکنی
 اے از حدِ ادراک و رَای ! ادراکنی
 اے قاضیِ حاجاتِ خلاق ! اُنْصُر
 اے فائقِ حَبِّ والتَّوٰی ! ادراکنی
 ❀

اے مُنجیِ خَلْق و مبتلی ! ادراکنی
 اے عُقدہ کشائے ہر ولی ! ادراکنی
 مسجودِ محمد اے خدائے حسنین
 اے خالقِ مرضیٰ علی ! ادراکنی
 ❀

نعت

اے تاجورِ سریرِ امکاں مددے
 سالارِ اُمَم ، حبیبِ یزداں مددے
 از عرصہٴ دہرِ رستخیزے پیدا است
 اے مؤنسِ جانِ دردمنداں مددے

تُو انسِ اوصاف و جلیلِ النسب
 خلقت بہ تو منسوب و توحقِ منتسب
 اے جوہرِ انوارِ کمالاتِ وجود!
 از فطرتِ سامی و سنیٰ الحسب



آں ختمِ رسلِ امیرِ ایوانِ وجود
 دارائے سریرِ حسن و سلطانِ وجود
 از بابِ کتابِ آفرینشِ پُرسی
 آں نامِ محمد است عنوانِ وجود



جانِ گل و لالہ و سمنِ آمدہ ای
 بہرِ آرائشِ چمنِ آمدہ ای
 نورِی و مشکِ بہ وجودِ بشری
 روحی و مُبدل بہ بدنِ آمدہ ای



در فطرتِ خودِ رحمت و نورِیِ بدنی
 تزئینِ بہارِ عشق ، جانِ چمنی
 حسنِ رُختِ آبروئے لولاکِ لَمّا
 اے صلِّ علیٰ رسولِ مکی مدنی



دانائے مغیباتِ وجود و عدی
 سرتا پا نوری و مبارک قدمی
 اے سید ابرار و امین اسرار
 معراج مقامی و ملائکِ خدمی



اے نورِ خدا! چہ باخدا آمدہ ای
 باشانِ جمالِ کبریا آمدہ ای
 آئینہٴ پیکرتِ صمد اظہار است
 حق جلوہ و عبدِ حق نما آمدہ ای



در گلکدہ دہر بہار از دمِ تست
 رونق بہ رخِ حیاتِ ز آب و نمِ تست
 اے راحتِ آشفته دلاں صلِّ علی
 سرمایہٴ تسکینِ دلِ ما غمِ تست



نے بر سرِ اخلاص و وفا می نازم
 چوں اہلِ دُول نہ بر ریا می نازم
 بارے دانی کہ بر چہا نازم ہست
 بر لطفِ حبیبِ کبریا می نازم



تو والیِ آلائی و مولیٰ النعمی
 بر ذُرّوۂ علیائی و اعلیٰ السعمی
 فیضِ نخلِ وجودِ را برگ و براست
 بر گلشنِ ایجادِ سحابِ کرمی



مدّاحیِ ذات! مدحِ شاہِ اُمم است
 جانِ حنات! مدحِ شاہِ اُمم است
 اے جوہرِ نطق! اکتسابِ خیرے
 توقیرِ حیات! مدحِ شاہِ اُمم است



بخشندهِ بفرّوسِ نَعیمِ الاکمل
 مَنْ لِّلْمُتَحَرِّیْنَ هَادِی السُّبُلِ
 خیرِ البشرِ آبروئے خیرِ الامم است
 طُوبٰی لِمَنْ اِقْتَدٰی اِمَامَ الرِّسْلِ



نورِ رُخِ عالم است مُنْشَق از تو
 پیداست فروغِ حُسنِ مطلق از تو
 بُواز گل و گل از گل و گل از پئے گل
 عالم ز تو و تو ز حق و حق از تو



مناقب

مخدوم صحابہ نبی بالتحقیق
انکار کننده اش لیم و زندیق
ہنش چو گہر بہ سلک ازواج رسول
بگر بگر بہ شان صدیق عتیق



تائید خدا، گواہ شان عمر است
انوار نبی در دل و جان عمر است
ابلیس جبلتاں گریزند از من
ز آدم کہ سرم بر آستان عمر است



بجود شدم از مئے ولای عثمان
مثل آبستم فدای عثمان
ارباب حیا رسند بر رمز نصیر
آب رخ دین است حیای عثمان



در مصحف حق آیت دین است علی
بر چرخ عطا مہر مبین است علی
گوید چہ نصیر از علو قدرش
در بزم ولا صدر نشین است علی



جاں وقف رہ دیں نمود است علی
 در حضرت حق سر بسجود است علی
 ابریت بہ کشت زار امت باراں
 دریائے کرم، مخزن جود است علی



فقر است ہمہ لطف و عطائے حیدر
 شاہنشاہیت زیر پائے حیدر
 مارا نبود باک ز ہول محشر
 داریم بدل نقش ولائے حیدر



گر جمع روافض است نزد تو مرید
 ہم خارجیاں را شمر از بطن پلید
 ایمان من است حب آل و اصحاب
 لعنت بہ سریزید و اتباع یزید



زینت دہ بزم ثقلین است علی
 دشمن فکن بدرو حنین است علی
 آل باب علوم نبوی صل علی
 سرمایہ حسن حسنین است علی



گلدستہ بُتانِ شبابِ حیدر
 سرچشمہ عظمتِ جنابِ حیدر
 شانِ حسنین ، نورِ چشمانِ بتول
 متابِ حیدر ، آفتابِ حیدر



آں سیدۃ النساء بہ عصمت تنها
 مخدومہ بہ کائناتِ مرد و زن ہا
 اُمِّ حسنین و بنتِ خیرالبشر است
 زہرا ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا



تکمیلِ ولایت ، ز کمالِ حیدر
 تابِ رخِ دین است جمالِ حیدر
 کونین ز جلوہ ہائے ایشان پُر نور
 گلزارِ محمد است آلِ حیدر



فیضِ شہِ انس و جاں علی ہجویریست
 سرحلقۂ عارفان علی ہجویریست
 شد مرقدش اعتکافِ گاہِ خواجہ
 مخدومِ خواجگان علی ہجویریست



نورِ نظرِ حیدر و شاہِ زَمَنی
 محبوبِ تاجدارِ مَلکی مدنی
 لختِ جگرِ فاطمہ اے حضرتِ غوث!
 سروِ چمنستانِ حُسین و حَسَنی



چوں موجِ قبولِ ازی می آید
 سالک بہ درِ غوثِ جلی می آید
 آں تاجورِ فقر و امیرِ بغداد
 از گلشنِ او بُوئے علی می آید



چوں سائلِ آستانِ عبدالقادر
 قسمتِ رسدَم ز خوانِ عبدالقادر
 گفتا قدم بہ گردنِ اقطاب است
 سُبحانَ اللہ ! شانِ عبدالقادر



در کسوتِ خسروی فقیرِ آمدہ ای
 سرخیلِ مشائخِ کبیرِ آمدہ ای
 عبدالقادر ! بہ بحقِ جدِّ الحَنین
 دستم بر گیر ! دستگیرِ آمدہ ای



ہر جلوہٴ حُسنِ او بہارِ آئینِ است
 ذاتش ہمہ فیض و شرف و تمکینِ است
 خورشیدِ جہانِ چشتیاں را پُرسی؟
 آں خواجہٴ خواجگانِ معینِ الدینِ است



آں منفردِ زماں بہ خوشِ ادراکی
 نورِ آئینہٴ بود در لباسِ خاکی
 مُسترشدِ خواجہٴ ، مُرشدِ گنجِ شکر
 قطبُ الدینِ بختیارِ اوشی کاکی



در پاکپتنِ یک آفتابِ دگر است
 کز نسلِ نجۃٴ جنابِ عمرِ است
 گر چرخ بہ تلخِ کامیمِ بستِ کمر
 غم نیست مرا کہ شیخِ گنجِ شکرِ است



درویشی و فقر و کجِ کلاہی دارد
 زیبائی و دارائی و شاہی دارد
 کم یافت کسے ز اولیائے اُمت
 آں رُتبہ کہ محبوبِ الہی دارد



با چرخ رسیدست دماغِ دہلی
پُرشد ز شرابِ او ایغِ دہلی
من بندہ حضرتِ نصیر الدنیم
افروختہ پیر من! چراغِ دہلی



اقلیمِ حقائقِ بودش زیرِ نگین
در اہلِ طلبِ کلیمِ سینائے یقین
آں مہرِ سہرِ معرفتِ پیرِ سیال
قطبُ الاقطابِ خواجہ شمس الدین



تنویرِ رسولِ انس و جانِ مہرِ علی
سرمایہٴ صاحبِ نظراں مہرِ علی
در پیکرِ عشقِ گرمی سوزِ است
عارف، درویش، نکتہ داں مہرِ علی



اے مطربِ خوش نوا بیا بسم اللہ
با سازِ طرب فزا بیا بسم اللہ
امشب در بزمِ دردمنداں جمعند
با نغمہٴ دلگشا بیا بسم اللہ



از شوقِ جمال در گدازم ، چه کنم
 گر جاں به رُخِ دوست نہ بازم ، چه کنم
 در کُلبهٔ مشّتِ خاکِ طوفانِ بہار
 یارب بہ کجا روم ، چه سازم ، چه کنم



از روزِ طرب فزا شبِ غم خوشتر
 و ز خندۂ لب دیدۂ پُرِ غم خوشتر
 ز خمیکۂ رسد بر دِلّت از ناوکِ دوست
 ز آبِ خضر و مرتبۂ جم خوشتر



متفرقات

آنکس کہ ریحِ حکمتش در جام است
 داند پسِ آلام بے آرام است
 ایں رمزِ شناختیم ز آغازِ حیات
 در عالمِ ہر خزاں بہار انجام است



آرائشِ سرو و سمن و لالہ کنم
 چوں ابر بہ گردِ گلستاں ہالہ کنم
 آنکہ کہ شوی ز لوحِ چشم غائب
 در تیرگیِ شبِ سیہ ، نالہ کنم

بر لوحِ بقا حرفِ ثباتش بینم
 پیرایہِ اسماء و صفاتش بینم
 آسودہٗ عزتم دریں غوغا ہا
 رنگِ چمن آرائیِ ذاتش بینم



بے دیدنِ حُسنِ مہ جبیناں چہ کنم
 گرجاںِ ندہم بر رُخِ ایناں چہ کنم
 از ہر نظر دیدہٗ بینا دادند
 بینم نہ اگر رُوئے حسیناں چہ کنم



پیکر ز سرشتِ آفتاب دادند
 وز پشمہٗ رنگ و نور آبت دادند
 در کتمِ عدم بہ خواب رفتی عمرے
 تا احسنِ تقویمِ خطابت دادند



تمکینِ ادب بہ ہرزہ گاماں ندہند
 ذوقِ طلبِ عشق بہ خاماں ندہند
 گر دیر گزین شوی و گر کعبہ نشین
 سرِ مستیِ عارفاں بہ عاماں ندہند



جُز حرفِ طمع کس نکند گفتارے
در ہمنفسانت نہ بُود غم خوارے
ہر چند کہ گشتیم و بدیدیم بے
بے لوث نہ دیدیم بدُنیا یارے



چوں طرزِ حیاتِ تست ناکامی ہا
با پختگیِ نیرزدت خامی ہا
چوں موجِ بخولش تا بکے پیچیدن
اے قطرہ ! نشاطِ قلمِ آشامی ہا



حَظِّ نفس است کائناتِ من و تُو
ہم سلسلہ صوم و صلواتِ من و تُو
باز آ ز اندیشہ بہشت و دوزخ
موقوف بہ فضل است نجاتِ من و تُو



خود بے خبریم و رہنمائے دگراں
خود غرقہ موج و ناخدائے دگراں
نیرنگِ آگہی تماشا دارد
بیگانہ ز خویش و آشنائے دگراں



در راہِ وفا پای نہادن مشکل
 بر جلوہٗ تو چشم گشادن مشکل
 دشواری ہا بہ مردن و زیستن است
 در عشقِ تو جاں بردن و دادن مشکل



دردیست بہ جاں کہ صبر در مانش بہ
 شوریست بہ سر، عقل نگہبانش بہ
 رمزیست مرا بہ دل کہ ضبطش اولی
 سوزیست بہ سینہ ام کہ کتمانش بہ



راہے نگذشتم کہ غبارِ تو نہداشت
 رنگی نگر فتم کہ بہارِ تو نہداشت
 جامے نکشیدم کہ بیادِ تو نبود
 شوقِ نخریدم کہ عیارِ تو نہداشت



زیں مذہبیانِ خود سرو تفرقہ خُو
 آئینِ مروت و دلِ صاف مَجُو
 گر عمرِ قلم بہ کارِ دیں گردد صرف
 زائل نہ شود سیاہی از باطنِ او



سرمایہِ راحت و قرام باشی
نقدِ طرب و نگاہدارم باشی
خواہم ز خدا تا نفسِ باز پسین
من یارِ تو باشم و تو یارم باشی



شام و سحر از ہر وفا غم خوردم
از دیدہ وارں سبقِ بدیں ساں بُردم
در مستیِ عشقِ تو بسر کر دمِ عمر
سر بر سرِ خاکِ تو نہادم ، مُردم



صد میکدہ قرباں بہ نگاہِ ساقی
گُلِ بھر است گردِ راہِ ساقی
از کاشِ روزگار ایمن باشند
رندانِ است در پناہِ ساقی



عمرے بہوئے تو کشیدم آہے
اما بہ نظارہ ات نہ بُردم راہے
ہر داغِ دل اندازِ بہاراں دارد
ایں گُلکدہ را ہیں بہ نگاہے، گاہے



غیرت دہ مہر آمدہ رُوئے یارم
 ہر لمحہ کشد عشق بہ سُوءِ یارم
 از لطفِ تُو اے موجِ نسیمِ سحری!
 سرمست کند نکستِ مُوئے یارم



فرحت ز قدومِ تو بے می آید
 وز گفتنِ تو بُوئے کسِ می آید
 اے قاصدِ فرخندہ! روانت خوش باد
 بر غمِ زدہ فریادِ رسِ می آید



گر شیخ ترا بہ حقِ شعاری بخشند
 ما را بہ جزائے شرمساری بخشند
 ایں سُبْحہ شماری تو ناید بہ شمار
 آنجا کہ بجوشِ بے شماری بخشند



لذتِ کشِ ناوک و سنانست ہنوز
 وز کاکل و چشمِ قصّہ خوانست ہنوز
 از پیری و ضعیفِ منِ میندیش و بگو
 از حُسنِ بتاں کہ دلِ جوانست ہنوز



معراج نگاہ فقر کاشانہ تست
 سرمستی جاوید بہ پیمانہ تست
 تا چند بہ قصد امتحان رُوپوشی
 اے شمع جمال! خلق پروانہ تست



نے موج و نہ قطرہ و نہ یم خواہد ماند
 نے تاج و سریر و نہ علم خواہد ماند
 آخر پس ہا و ہوئے ایں بزم وجود
 خاموشی صحرائے عدم خواہد ماند



واعظ کہ ز راہ دیں عنان تافتہ است
 و ز بے خردی دروغ ہا بافتہ است
 بارے بخلوص آدمیت گوید
 از صُنع ایزدی خبر یافتہ است



ہر صاحبِ عزم در طلبِ مردے ہست
 کاندہ رہ او چہا چہا گردے ہست
 دانی کہ چرا نہادہ ام دست بدل
 یعنی کہ مرا مرا دردے ہست



یک ربطِ نہاں بہ دردمنداں شافیت
 دُوری ز حریمِ دوست ناانصافیت
 چوں موجِ مقلدِ رم یکِ دگریم
 مائیم و حضورِ بحر ما را کافیت



آوارہ دشتِ الم و فریادم
 ہر عیش بہ ہجرانِ تو رفت از یادم
 ویرانہ ام آباد کن از جلوہ خویش
 بے رُوئے تو اے راحتِ جاں! بربادم



وارفتہ حُسنِ نظرے نیست کہ نیست
 آشفتہ رُویتِ بشرے نیست کہ نیست
 بیگانہ ز عشقت نتواں یافت دلے
 دیوانہ زلفِ تو سرے نیست کہ نیست



زاں روز کہ دل بہ کاکلت در بند است
 حقّا کہ بہ ہر جور و جفا خورسند است
 از تلخی او تنگ نہ گردد ہر گز
 دشنام از اں لعلِ لبانش قند است



صوفی کہ بہ زعمِ قلبِ آگاہ خوش است
واعظ بہ اُمیدِ اُجرت از شاہ خوش است
چوں ہر دو نیند در خورِ صحبت و فیض
رندی کن و گوشہ گیر کایں راہ خوش است



پروازِ پرِ مگس بہ بامتِ چہ رسد
بیدستگے بہ دورِ جامتِ چہ رسد
چشمِ نازت بہ شاہبازاں افتد
گنجشکِ فرومایہ بہ دامتِ چہ رسد



گر جامِ طرب نیست بدستم ، مستم
تا شیشہٴ اسبابِ شکستم ، مستم
اے خواجہ! بہ نیک و بدِ من خُردہ مگیر
در خویش نگر، من آنچہ ہستم ، مستم



پیرے دیدم نشستہ خاموش بہ راہ
در حُسنِ بتاں نہفتہ می کرد نگاہ
گفتم دل با ظواہر آویختہ ای
بر گفت کہ بگرم شئوناتِ الہ



اے پیکِ صبا چہ خوش ادا می آئی
چوں موجِ بہارِ نغمہ زامی آئی
از بُوئے تو مغزِ جاں معطر گردید
آہستہ بگو کہ از کجا می آئی



سر مستیِ عشق را جہانے دگر است
وہیں دُرِّ گراں بہا زِ کانے دگر است
جاں بر کف و دل بے خطر و سرتیغ
دیوانہ دوست را نشانے دگر است



تا دل ز قُیودِ غیر مُطَلَّق نہ شود
با پاکانِ جنابِ ملحق نہ شود
بارے شویندش از بآبِ زمزم
اطلاقِ صفا بر او مُحَقَّق نہ شود



بر گیر بہ منزلِ حقیقت را ہے
ہر کوہِ مجاز است در آنجا کا ہے
تا چند ہوس طرازیِ اہلِ جہاں
دردے، سوزے، غمے، فغانے، آہے



در فرصتِ چندروزہ بے باک شدیم
 ہم در تگ و پوئے زیست چالاک شدیم
 آخر برسیدیم بہ بویرانہ گور
 از خاک بدر آمدہ در خاک شدیم



فریاد و فغان و آہ سامانِ من است
 ویں اشکِ وفا بہارِ دامنِ من است
 از عقلِ مگو کہ ہست دامنِ تزویر
 از عشقِ مگو کہ عشقِ ایمانِ من است



خونِ رگِ فکر را بہ جولاں کردی
 شمعِ دلِ مُردہ را فروزاں کردی
 مرغِ خنم کہ بود لب بستہ ز عمر
 آں را ز تبسمے غزلخواں کردی



ہر شب ز غمت کار بہ آہے دارم
 بنگر کہ چساں حالِ تباہے دارم
 اے آنکہ بہ حسنِ توست چشمِ مہ و مہر
 از جلوہ ات اُمیدِ نگاہے دارم



بیدستگے ز گردشِ چرخِ کبود
بر صاحبِ مال عرضِ حاجات نمود
ہنگامِ سخن ولے چو سولیشِ نگر نیست
تن شعلہٴ نفرت و جبینِ پُرچیں بود



در عشقِ بے، لالہ رنے، گلبدن
فارغِ گشتم ز عیشِ ہر انجمن
با ساغر و مے کار نہ دارم کہ شدم
پیانہ کشِ نگاہِ پیاں شکنے



گر راہ سوئے دوست نہ بُردی، مُردی
ور دیدہ بہ ما سوا سہرُدی، مُردی
دل بند بہ جلوہٴ نگارِ وحدت
در کثرت اگر پائے فشردی، مُردی



ہستم ز جماعتِ مرّوت و رزاں
جاں بر کفِ جلّاد فروشم ارزاں
زیں خوف کہ از گشتنِ من دست کشد
رفتم بہ درِ نگارِ لرزاں لرزاں



توصیفِ جمالِ حق ثنائے حُسن است
زیبائیِ ہا بہ ہر ادائے حُسن است
کارم نہ فقاد با خدایانِ جہاں
نازم کہ خدائے من خدائے حُسن است



اے آنکہ بہ نقدِ سیم و زر مغروری
وز بادۂ عیش، روز و شب مخموری
ترسم کہ ز انقلابِ ایں چرخِ کبود
از پائے در افتی ار ہمہ نغفوری



بے ذوقِ خود آگہی طلب بے کار است
رمزیت کہ فاش بر اُولی الابصار است
آں نورِ ازل کہ گم شدہ است از کفِ تو
دریاب بہ دل کہ دل حریمِ یار است



در پیش و پس یقین و شک قیدے نیست
بر بودنِ ہر دو مشترک قیدے نیست
آویزشِ مرگ و زیست در اعراض است
از خاک و گرنہ تا بہ فلک قیدے نیست



مرغِ دلِ من کہ شخصِ دیدنِ ہوس است
 غمِ ریت کہ اوبہ قیدِ تن در قفس است
 بارے اگر از تصوّرِ عیشِ آسود
 افسوس کہ فرصتش ہمیں یک نفس است



اے قطرہ! ادب، حضورِ یمِ نزدیک است
 وے موج! بہ خودِ مناز، خمِ نزدیک است
 اے بے خبر از تلاطمِ آبادِ وجود
 ہشیار! کہ لطمہٗ عدمِ نزدیک است



در بزمِ جہاں کہ پُر ضیائے حُسن است
 اخلاصِ نگاہ، افضائے حُسن است
 در چشمِ تقدّس و آگہانِ معنی
 ہر چشمِ زدن، سجدہ برائے حُسن است



با بے ادباں شرحِ ادب خیرہ سریت
 در بے بصرانِ ثاثر و ہدر ذکرِ پریت
 ہر فن را در خور آمد استعدادے
 بر بے ہنراں عرضِ ہنر بے ہنریت



گفتم کہ بہ مُنتہائے حُسنی صنما
باقامت و رُخ ، بلائے حُسنی صنما
گفتا بخدا کہ بندہ ام چوں دگراں
گفتم، نئے نئے خدائے حُسنی صنما



چوں موجِ نسیمِ نغمسارم باشی
وجہِ تسکینِ جانِ زارم باشی
اے وقتِ خنک کہ من نشینم با تو
اے ساعتِ خوش کہ در کنارم باشی



اے آنکہ بہ پیرایۂ ہستی ، ہستی
دارد صد رنگِ خودپرستی ، ہستی
نورِ ہستی ز نیستی بر خیزد
از ہستی خویش گر برستی ، ہستی



بر منظرِ عام ، ز خرامے ، گامے
با زلفِ سیہِ باہتمامے ، دامے
دانی کہ چراست چشمِ مردم بہ فلک
یعنی کہ بیا بر سرِ بامے بامے



ساقی گل و سبزہ جلوہ باراں آمد
 جشنِ طرب و عیدِ نگاراں آمد
 پیماں بدست بہر استقبالش
 برخیز ، کہ ابرِ نو بہاراں آمد



ہر چند شوی انجمن افروزِ مجاز
 آہنگِ تو باشد ہمہ داؤدِ اعجاز
 پیشِ آیتِ آلِ روز کہ از وحشتِ او
 مینائے گلوئے تو نیارد آواز



اے آنکہ ز ہجر در عذابم کردی
 چشمِ بے خواب را پُر آہم کردی
 تیرِ نظرِ آنچناناں فگندی سویم
 آوارہ و مجنون و خرابم کردی



موجِ نفس است کا ضطرابے دارد
 در قلمِ جسم ، پیچ و تابے دارد
 غافلِ منشیں ز رفتن و آمدنش
 عنوانے دارد ، انتسابے دارد



در راہِ وفا تیز مپو ، دم درکش
 ناز از ورقِ سینہ بشو ، دم درکش
 در محفلِ اربابِ خرد لاف مزین
 تا آنکہ نگویند بگو ، دم درکش



فردوسِ دلش بہارِ نازِ دگر است
 آئینہٴ جلوہٴ نیازِ دگر است
 اے شاہِ گدانواز! ہنگامِ کرم
 ہشدار کہ درویش بہ نازِ دگر است



بر بندلب اے خود سرِ تلقین آغاز
 با مصدرِ فہم و ہوش ، ایں پندِ دراز
 یعنی کہ دہی بادِ صبا را اے کور!
 از کم نظریِ عقل ، درسِ پرواز



خلق است ز حق مَورِدِ الطافِ عمیم
 کیشِ عُرُفا بہ راحت و غم ، تسلیم
 اے شکوہ طرازِ بیش و کم! ہرزہ منال
 عینِ کرم است آنچہ آید ز کریم



اے بلبلِ خوش ادا کہ جانِ چمنی
سرگرمِ نوا بہ شاخِ سرو و سمنی
پروردہٴ نازی ، چہ شناسی غم را
پُرس از غُرْبا رنجِ غریبِ الوطنی



ناداری و فقرِ اُست برہانِ کرم
رنگِ زردش بہارِ دامنِ کرم
اے مُسکِ دُوں! گدائے پُرمکیں را
تہدیدِ مکن کہ ہست مہمانِ کرم



ہنگامِ طرب سرکش و مغرور مشو
وزِ راہِ ادبِ پاکش و دُور مشو
روزے بروی ہیمچو غریباں تہِ خاک
ایں دارِ فناست ، ہرزہ مسرور مشو



بر ہر کہ رہِ قناعتِ آساں باشد
فارغِ ز نیازِ میر و سلطانِ باشد
ذہنِ خود دار و طبعِ مُستغنی را
ترکِ احساں ، کمالِ احساں باشد



در گردشِ نقطہ ، داستانِ گم شد
 در راہ گزار ، کاروانِ گم شد
 صد مہر بہ جستجویِ کُنہِ ذرات
 مثلِ انجم در آسمانِ گم شد



اے جلوہ ات آئینِ بہارِ ہستی
 منت کشِ موجِ خرامت ، مستی
 دل را ، ز کفِ ربودی و با صدناز
 در سلسلہٴ کاکلِ پیچاں بستی



بے چارہ و غم خوردہ و پیرم ساقی
 در بندِ شکستگیِ اسیرم ساقی
 بے بال و پرے نہ پردِ طائرِ جاں
 یک جامِ دگر دہ کہ میرم ساقی



حرفِ گویم بہ نوجوانانِ نکو
 گر اشرافند سر نہ پہچند ازو
 پاسِ شرم است داخلِ حلقہٴ چشم
 موعے مژہ راست ابرواں، حدِ نمو



حسنت ز این و آل جدا می بینم
در رُوءِ تو آیاتِ خدا می بینم
دیدارِ تو منتہائے اہل نظر است
المنۃُ لِلّٰہِ ترا می بینم



خواہانِ وصالِ تستِ جاناں دلِ من
دائم بہ خیالِ تستِ جاناں دلِ من
گر جلوہ دہی و گر نشینی بہ حجاب
مشاقِ جمالِ تستِ جاناں دلِ من



اے موجِ نسیمِ صبحِ گاہاں مددے
وے پیکِ سبکِ خرامِ جاناں مددے
کارمِ با بختِ واژگوں افتادہ است
اے ہمتِ پیرِ فروشاں مددے



فیضِ دمِ اربابِ وفا می خواہم
واماندہ و بیکسمِ دُعا می خواہم
دلِ تنگِ شدم ز وسعتِ کون و مکاں
در دیدۂ التفاتِ جا می خواہم



رہتم بہ کنارِ آب بہرِ تسکین
دل تنگ ز جورِ دوستانِ پُرکین
اما دیدم کہ فوجِ امواجِ زِ من
می رفت گریزِ پا و ہم چیں بہ جبین



بے تاب و جگر سوخته و رنجورم
وز شومی بختِ نا رسا مجبورم
خواہم کہ جبین بہ خاکِ پاکتِ سایم
اما چہ کنم ، کز آستانِ دُورم



ہر اہلِ خرد بے خود و دیوانہ شدے
بے پردہ اگر جلوۂ جانانہ شدے
گر نشہ ے نصیبِ عامانِ بودے
ہر ہشیارے نثارِ میخانہ شدے



تا کے گلہ مندیِ بلیات و فتن
از گردشِ ایام کہ باشد ایمن
آہنگِ نواختِ کردہ آں دستِ عطا
اے سائلِ کم نگاہ ! دامنِ دامن



از رنگ و صفا رُکشِ دُرِّ عدنی
غیرت دہِ صد لالہ بہ نازک بدنی
رعنائیِ طوبیٰ بہ قدتِ گل ریز است
اے سروِ خراماں ! ز کدائیں چنی



دانی کہ چساں دل ز ترنم لرزد
چوں لفظ کہ از جوشِ تکلم لرزد
ترسد کہ رُبایدش ز جا دیدہ شوق
در جامِ لبّت موجِ تبسم لرزد



جز غم بہ دلِ خود نہ سپردم چیزے
جز خونِ دلِ خویش نہ خوردم چیزے
زیں کار گہ زیست کہ نامش دنیا ست
بسیار اندوختم نہ بُردم چیزے



بر ما رہِ وصلِ خویش مسدود مکن
سر مستِ فسونِ بود و نابود مکن
یا شانِ وجودِ بے عدم ما را دہ
یا مرگِ دوامِ بخش و موجود مکن



نازاں بہ رہِ عزمِ مصمم گزریم
 گردِ ہوس و حرص و ہوا کم گزریم
 ہمتِ نتواں گماشت بر بود و نبود
 برخیز کہ از سرِ دو عالم گزریم



از فیصلہٴ قضا پس و پیش مکن
 دل را زنجیری کم و بیش مکن
 چیزے کہ رسید نیست ناچار رسد
 در رزق ضیاعِ ہمتِ خویش مکن



دانیم بہ خار و خس بہاراں بودن
 ہمتائے نوالِ ابرو باراں بودن
 ما تاجورِ مُلکِ وفا نیم نصیر
 سلطانی ما بندہٴ یاراں بودن



از فقر قلمرو معانی یابی
 گنجینہٴ اسرارِ نہانی یابی
 گر صحبتِ عارفاں گزینی بجہاں
 لا ریبِ حیاتِ جاودانی یابی



نسلِ ابرار باشد از طبعِ سلیم
 آئینہٴ اسلاف بہ اخلاقِ عظیم
 ہر قطرہ کہ ریخت ز ابر نیساں گہریت
 اولادِ کریم باشد اولادِ کریم



جاں بر غمِ فرقتِ فدا می کردم
 وز ہر وصالِ تو دعا می کردم
 گر پردہٴ شام ہم نبودے حائل
 ایں محشرِ اشک را چہا می کردم



دی آمدہ از درم برہمن صحنے
 آشوبِ مجسم و قیامتِ ستے
 یک لمحہ نشست و بہر رفتنِ برخاست
 گفتم بہ دو چشمِ تر کہ امشب، کرے



از غنچہ لے سخن شنیدن ندہند
 کوثرِ بدنے بہا رسیدن ندہند
 آں چہرہ کہ شاہکارِ کلکِ ازل است
 فریادِ ز مفتیاں کہ دیدن ندہند



خود دار و خود آگاہ ز فیضِ نظر اند
 دامن کشِ دل ز آتشِ سیم و زر اند
 درویشاں را بہ چشمِ کم نتواں دید
 بجائے سلاطینِ مرصع کمر اند



اے ماہ و شے، لالہ رُخ، شمشادے
 رفتی و دلم در تپشِ فریادے
 گفتی کہ زیادِ تو نہ مانم غافل
 اے وعدہ فراموش! نکردی یادے



شادابی گلشنِ حیات از یم اُو
 ہر تارِ حیات، پرفشاں از دمِ اُو
 اے خالقِ انہار و سحاب و قُلزم
 سیرا بم کن ز چشمہٴ زمزمِ اُو



تا کے بفریبِ غیر چوں خیرہ سراں
 باشی بخیاںِ دوست ہر سُو نگراں
 داری اگر آرزوئے حُسنِ مطلق
 در خود نگر اے جو گمانِ دگراں



یا از سرِ آشتی بہ سویم گامے
یا از رہِ مرحمت بہ کامم جامے
ور بر سرِ کینہ ای بیا بسم اللہ
زجرے، خشمے، ملامتے، دشنامے



بر شہرِ خود آگہاں گذر باید کرد
بر طلعتِ اہلِ دل نظر باید کرد
تا آئینہٴ دل نہ شود زنگ آلود
از صحبتِ ناجنس حذر باید کرد



از سینہٴ غبارِ درد رُفتن نتوان
ایں مشکِ بنافِ دل نہفتن نتوان
آں بہ کہ پاسِ آبرویت میرم
رُودادِ غمت بہ خلقِ گُفتن نتوان



اے تڑک کہ از بزم بہ مستی رفتی
جانہا سرفتراکِ بستی رفتی
باکسِ ننشستی و نہ گفتی حرفے
دلہائے ندیماں بَشکستی، رفتی



گر مرجِ اہلِ جذب و ہمت باشی
در موقفِ عارفانِ اُمت باشی
سرگرمِ آگیتِ می باید بود
تا خلوتِ حریمِ وحدت باشی



از بے بصری ہوس پرستیم ہمہ
خود را بہ فریبِ عقل بستیم ہمہ
گر چادرِ ناموس کشد از بر ما
شرمندہ شویم زانچہ ہستیم ہمہ



روحِ چمنی ، چمنِ نواز آمدہ ای
دامانِ وجود را طراز آمدہ ای
از لطفِ گمے بہ نونیازاں پرداز
اے آنکہ بہ صد ہزار ناز آمدہ ای



آں شعلہٴ رخسارِ الٰہی توبہ
واں زرگسِ بیمارِ الٰہی توبہ
یک غمزہٴ او کاسہٴ تقوٰی شکند
از دیدہٴ مے خوارِ الٰہی توبہ



مے نوشی ، امرِ اتفاقی ساقی
خیزد ز نوائے شوق ، ساقی ساقی
دریافتم ایں نکتہ ز رندانِ الست
میخانہ و مے فانی و باقی ، ساقی



اے ماہ کہ دل ز آتشِ غم سوختہ ای
چشمِ عالم بہ حُسنِ خود دوختہ ای
نا رفته گہے بمکتبِ عشوہ و ناز
ایں دلبری آخر از کہ آموختہ ای؟



بیمارِ غمت شکستگیہا دارد
با دامنِ شوق بستگیہا دارد
از مژدہٗ وصل چارہ سازی فرما
کز دستِ فراق خستگیہا دارد



در عشقِ تو ام طائرِ زیرِ دای
گاہے ز نگاہِ تو نہ جستمِ کای
تارِ جانم گستہ از صبر و شکیب
اے ساقی میخانہ ! خدا را جامے



از کس ہوں عنایتِ نیست مرا
جز ذکرِ وفا حکایتِ نیست مرا
سرگشتہ بختِ واژگونِ خویشم
از اہل جہاں شکایتِ نیست مرا



با خلقِ خدا لطفِ فراواںِ مَردیست
باختہ دلاں زحمتِ درماںِ مَردیست
مَردی نبود بہ زیرِ دستاںِ زورے
بامور ، توجہِ سلیمانِ مَردیست



سجّادہٴ ما ، رہنِ شرابِ اُولیٰ تر
وزِ مکر و ریاستِ اجتنابِ اُولیٰ تر
واعظِ چہ زنی طعنہٴ بلا نوشاں را
رنداں در عاشقیِ خرابِ اُولیٰ تر



آں ولولہٴ حسنِ پرستیِ گم شد
واں شورِ ہوسناکی و مستیِ گم شد
ہم دورِ شبابِ آمد و لاحاصلِ رفت
فریادِ کہ سرمایہٴ ہستیِ گم شد



ہر لحظہ بہ من خاستہ جنگِ چشمت
آخر نہ نہرہیدم از خدنگِ چشمت
آں بادہ کہ دست و پائے بر ناشکند
مشکل کہ شود حریفِ رنگِ چشمت



دلدادہ رنگِ اعتبارِ خویشم
وارفتہ جلوہ بہارِ خویشم
اے میرِ چمن ز سادہ لوحی بر من
دائے مفکن کہ من شکارِ خویشم



خودیں نرسد بہ ذوقِ نظارگیم
با لالہ رُخاں خوش است بیچارگیم
اے شیخ ترا مبارک ایں گوشہ زہد
من شرہ آفاق بہ آوارگیم



از طاقِ خرد عینکِ تحقیق بیار
وز متن و شروح بابِ تطبیق بیار
بر خوان و فصولِ ہنر آموز، ولے
ما را قدحِ بادہ توفیق بیار



گر دلبر با وفاست خود می آید
 در محرم و آشناست خود می آید
 بنشین و مَر و نصیر از خانه خویش
 گر شاه و گر گداست خود می آید



بے نورِ یقین بہ وہم حیراں شدہ ایم
 در گردِ بیکسی پریشاں شدہ ایم
 کشتیم ز علّتِ العِلّ زُورگرواں
 چوں سایہ ز اصلِ خود گریزاں شدہ ایم



افرادِ ملت اند بے ربطِ وفاق
 بگرفتہ رہ کدورت و بغض و نفاق
 تنویرِ یقین ز فرقہ بندی گم شد
 دادند عروسِ شرم را ہر سہ طلاق



از روزِ طرب فزا ، شبِ غم خوشتر
 وز خندہ لب ، دیدہ پُرنم خوشتر
 زخمی کہ رسد بر دلت از ناوکِ دوست
 ز آبِ خضر و مرتبہ جم خوشتر



در گلکده دهر جوانے دیدم
 ماہے بہ سر سرورِ روانے دیدم
 دی تیر کشیدہ قدِ رعنائش بود
 امروز خمیدہ چوں کمانے دیدم



اے ہرزہ رو طریقِ انعام و عتاب
 اخلاصِ عمل، سکونِ خاطر دریاب
 ایں در بدری دلیلِ نا پختگی است
 تا بر سر گردش است، خام است کباب



با غمزدہ دهر پناہ تو بس است
 ما را در دیدہ گردِ راہ تو بس است
 ساقی ! ندہی بہ ما اگر بادہ ، مدہ
 سرمستی صہبائے نگاہ تو بس است



گامے بر جادہ وفا باید زد
 خاموشی تا جکے ، نوا باید زد
 در بحرِ وجود تا سر ساحلِ زیست
 پیوستہ چو موج دست و پا باید زد



با درد و غم آشنایم ایدل ایدل
وز عیش و طرب جدایم ایدل ایدل
در عشقِ پری رُخاں شدم خانہ بدوش
از دستِ تو در بلایم ایدل ایدل



اے آفتِ جاں بہ دیں شکست آوردی
شورے بہ مزاجِ حق پرست آوردی
با ایں ہمہ ہوش زائد منکر را
از نیم نگاہِ خویش ، مست آوردی



مطلوبِ نگاہِ من سراپا ناز است
در جلوہ فروشی از ہمہ ممتاز است
من دیدہ ز دیدش چرا سازم بند
چوں دیدہ لالہ ہم بدیدن باز است



از موعظتِ آہنگِ ربابِ اولیٰ تر
وز زہد فروشی مئے نابِ اولیٰ تر
چشمے کہ بہ شب بہرِ ریا بیدار است
آں بے بصر است، مَحْ خوابِ اولیٰ تر



ایں تاب و توانِ منِ زمن نیست، ازوست
وین لفظ و بیانِ من، زمن نیست، ازوست
اے دیدہ وراں! خُردہ مگیرید بمن
پیدا و نہانِ من، زمن نیست، ازوست



دیدم، چہ؟ بتے، کجا؟ برہ، کے؟ سرِ شام
می رفت، چساں؟ مست، چہ دردِ ستش؟ جام
بنواخت، کرا؟ مرا، بہ چند؟ از حرفے
سُودم، چہ؟ جبین، برچہ؟ بخاک از انعام



از بسکہ بہ زیرِ فلکِ وحشت سیر
آشوبِ نبردِ ہاست در کعبہ و دیر
منشائے تو یا رب ز خلاقِ مخفیست
آغازِ جہاں پذیرد انجامِ بنخیر



چوں موجِ طرب در دلِ من آمدہ ای
یا رُوح کہ در سوادِ تن آمدہ ای
رنگِ رُخ گل شکستی از گرمیِ حُسن
نظارہ گداز در چمن آمدہ ای



تا رازِ جنوں علمِ کتابے نرسد
پہنائی بحر را سرابے نرسد
از مرتبہ اے دارِ چہ داند منبر
ذرہ بہ فروغِ آفتابے نرسد



از لطف اگر دیدہ گُشائی ساقی
بخشی ز غم دھر رہائی ساقی
بزم است خراب بے تو بایں ہمہ رنگ
ما چشم بہ راہیم بیائی ساقی



افزودہ نشاطِ روح و غم کاستہ بہ
راحت کدہ ام ز نغمہ پیراستہ بہ
برہم مزن از رفتنِ خود رامش و رنگ
کایں بزمِ طرب از رخت آراستہ بہ



بے رُوح چون نقشِ گل نمی باید زیست
افسردہ و مضحک نمی باید زیست
با حُسنِ میجا نفساں در عالم
بیگانہ ز دردِ دل نمی باید زیست



در دیدۀ صاحبِ نظراں زندہ مباد
واندر صدفِ وجود تابندہ مباد
آں دل کہ زنالہ ہائے شب محروم است
آں تودہٴ گل بہ چُچ ارزندہ مباد



اے آنکہ بہ لافِ اتقا می شوری
دادند ترا زور ، بما بے زوری
ہرچند بہ چشمِ خلق صاحبِ نظری
گر پرتوِ حُسن برنتابی ، کوری



ساقی برخیز جامِ مے گردانیم
باگروشِ جامِ حرفِ مستی رانیم
چوں عاقبتِ حیاتِ پیری و غم است
ایامِ شباب را غنیمت دانیم



ہرچند کہ از دہر تعب می بینم
در حسنِ تو سامانِ طرب می بینم
اے میکدہٴ زیستِ ثارِ رُویت!
مستی بہ دوچشمِ تو عجب می بینم



با چنگ و رباب ہم نوائی خوشتر
 در سے ز کتابِ آشنائی خوشتر
 مے خوردنِ رنداں بخلوصِ نیت
 از نخوتِ زُہادِ ریائی خوشتر



اے خوردہ فریبِ رنگِ طاؤسِ خیال
 ہمدار کہ ذہنِ تست مانوسِ خیال
 تا چند بہ دامِ ہرزہ اندیشی ہا
 نیرنگی عالم است فانوسِ خیال



از کم نظری بہ من حریفانہ مخند
 گر رفعتِ افکار ترا نیست پسند
 دلدادہ ہر پست نگاہے نشوم
 معیارِ مجبتم بلند است بلند



اے راہی تیزپا و منزل آگاہ
 آہستہ بہ احترامِ اربابِ نگاہ
 ہم گوہرِ اشک بر سرِ خاکم ریز
 یادم گسترد خوش بساطے در راہ



گر مفتی قسمتِ خلاق باشی
 ور حافظِ دفترِ دقّاق باشی
 مشکل، کہ ری بہ کُمنہِ صنّاعی ذات
 گیرم ، بلقبِ ابوالحقّاق باشی



از بہرِ معاشِ حیلہ سازی تا کے
 در بزمِ جہاں ہوں طرازی تا کے
 تاچند بہ نقشِ ماسوا شیفِ تگی
 با لُعبتِ گلِ چو طفل، بازی تا کے



در گوشِ خرد نماند یارا ، خاموش
 مجلسِ دگر از وعظِ میارا ، خاموش
 از تلخیِ تلقینِ تو بیزار شدم
 اے واعظِ خود مستِ خدا را ، خاموش



تارِ نظرم ز جلوہ ات بافتہ بہ
 وز نخلِ تمنا ثمرے یافتہ بہ
 اے شبنمِ جاں! مرو بہ چندیں زودی
 خورشیدِ کرم بہ خانہ ام تافتہ بہ



بارے فطرت چناں بنازم آورد
 کز طعنہ خلق بے نیازم آورد
 پس رفتن خواستم کہ یادت ناگاہ
 دامانِ دلم کشید و بازم آورد



گیرم، بہ حرم شراب خوردن بدتر
 زان سبب تزویر شمردن بدتر
 از بہرِ دوناں، بر درِ دوناں رفتن
 از تشنگی و گرسنہ مُردن بدتر



تہایم و یارِ با وفایم کس نیست
 ہر کس بہ کسے و آشنایم کس نیست
 آہنگِ ہزار نغمہ در سازِ من است
 افسوس کہ محرمِ نوایم کس نیست

گر ایں روشِ عطا است ما شاء اللہ
 وراں صلہ و فاست ما شاء اللہ
 من بر سرِ دوستی و تُو بر سرِ قتل
 نزدت اگر ایں رواست ما شاء اللہ



ابر آمد و اہتمامِ مےِ اولیٰ تر
امروز صدائے چنگ و نئے اولیٰ تر
گرد آگر ایں مسافتِ عمرِ دو روز
باگردش جامِ شوق طے اولیٰ تر



باطل از دار و گیر حق می لرزد
چوں خستہ دلے کہ از قلق می لرزد
بر باد مدہ خدمتِ اربابِ نیاز
کز دل شکنی ہفت طبق می لرزد



از سایہٴ ما جلوہ فدایاں برمی
بہر دگراں ابر بہارِ کرمی
حوری کہ بشر، ہیچ ندانم چونی
طاؤسِ بہشتی کہ غزالِ حرمی



در بزمِ جہاں اہلِ صفا را دریاب
جمعیتِ اربابِ وفا را دریاب
دیدن نتواں خود آگے در پسِ ما
در دہر غنیمتیم ما را دریاب



با دیدہ نمناک بہ غم خورسندیم
 پیمان ترا بہ جان و دل پابندیم
 دردِ ہجرت ز راحت آید خوشتر
 مانیم کہ با رنجِ عالم می خندیم



از شوق اسیر تست جان و دلِ من
 اندوہ پذیر تست جان و دلِ من
 زین بیش حدیثِ درد را شرع نیست
 جانان! نخیر تست جان و دلِ من



ہر خیرہ سربکہ راہِ میخانہ نیافت
 جامے نزد و حضورِ پیمانہ نیافت
 زا غیبت کہ سرگرمی شہبازِ نداشت
 دیویست کہ رونقِ پریخانہ نیافت



از آتشِ دل شعلہ بہ کاشانہ بزن
 حق مست شو نعرہٗ مستانہ بزن
 بر بندلِ خود بہ تجلّی گہ دوست
 با اہلِ سخن حرفِ حریفانہ بزن



یک روز بہ آغوشِ فنا خواہی رفت
 خاموشِ بتابوتِ رضا خواہی رفت
 در عالم اگر شآنِ سکندر داری
 بے چارہ و محتاج و گدا خواہی رفت



از منتِ خویش بامرادم مکنید
 یاراں! ممنونِ برگ و زادم مکنید
 بارے دارید گر سرِ امدادم
 بر من کرم اینست کہ یادم مکنید



در ہجر بہ اُمید وصالِ تو خوشم
 در حسرتِ دیدارِ جمالِ تو خوشم
 دستم نرسد اگر ز کوتاہیِ بخت
 زلفِ تو دراز، در خیالِ تو خوشم



آفاقِ معطر است از گیسویت
 پیماں بستہ است مشک با ہر مویت
 آں لمحہٗ عیش کے بود روزیِ من
 پروانہ بہ شمع و من بگردِ رُویت



در عشق چو شمع گر گدازی ، مردی
سوزی پروانه وار و سازی ، مردی
با دلبری است دلوازی ، مردی
گر با همه ناز در نیازی ، مردی



بد نیست اثر پذیر صحبت ز نگو
این عقده توان گشود از ناخن و مو
هرچند دو جزو بدن حساسند
اما اثر حس نه پذیرند ازو



آنجا که ظهور بود بر هر قدم است
شرم قدرت مذاق اهل هم است
از چهره ابر قطره های ریزد
این طرز حیا منظر شان کرم است



گر پاره نان خشک در خانه خوری
به زانکه بخوان غیر شاهانه خوری
زنهار مبر به اغنیا حاجت رزق
تا کسب حلال خویش مردانه خوری



در دل خلشِ سوزِ نہانے دارد
وز جلوہ بے نشانِ نشانے دارد
جُز دوست نباشد اکتفایش بہ کسے
وارفتہ آں باش کہ آنے دارد



با ایں ہمہ ناز میلِ اربابِ نیاز
دیدیم درونِ دلت ایں طرفہ گداز
اے ذرّہ نواز! طورِ پشمتِ روشن
وے قامتِ ناز! عُمرِ زلفِ تو دراز



گر پاکِ دل و پاکِ نگاہی، کم خور
ور عافیتِ وجودِ خواہی، کم خور
از پُر شکمی روح و بدن در تعب است
گر طالبِ انوارِ الٰہی، کم خور



در دل ہوں ماہِ تمامے دارم
وز دستِ بختِ حسرتِ جامے دارم
زاہد اگر است مستِ صہبائے طہور
من آرزوئے آبِ حرامے دارم



اے نقدِ گراں مایہ گنجِ ہستی
از چینِ جبینِ تو شکنجِ ہستی
ذوقِ طلبِ آسودگیم بخشیدہ است
شادم بہ غمِ عشق ز رنجِ ہستی



ہر قطرہ بہ بحرِ چوں گہر کے بالہ
خاکسترِ صورتِ شرر کے بالہ
فرق است در ارتقائے ہر موجودے
موئے مژگاں چو موئے سر کے بالہ



با ہر کہ فقیرِ تست اے بندہ نواز
وز خویش اسیرِ تست اے بندہ نواز
ایں طرزِ تسلسلِ تغافل تاچند
ایں بندہ نصیرِ تست اے بندہ نواز



اظہارِ غم است ماجرائے دلِ من
گفتارِ غم است ماجرائے دلِ من
چشمِ تحقیق گر گشائی اے دوست
طومارِ غم است ماجرائے دلِ من



Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

در یوزہ گری شعار آخر تا کے
 آویزشِ روزگار آخر تا کے
 طُورے از مشّتِ خاکِ خود پیدا کُن
 ایں جلوہ مستعار آخر تا کے



ہر چند بہ زعمِ خویش چابک دستیم
 حقاً کہ بہ اعتبارِ معنی پستیم
 صد حیف بہ کم نگاہیِ ما کہ چہ موج
 غافل ز افتادِ خویش بالا جستیم



ہر فکرِ رسا شکستہ بال است اینجا
 تمہیدِ خردجنوں مال است اینجا
 اے جنبشِ لب! ادبِ بوقتِ گفتار
 ہر عیبِ خلاصہ کمال است اینجا



تاثیرِ نوائے دل جرس را ندہند
 حُسنِ گل و لالہ خار و خس را ندہند
 بر ہر موجودِ مُرِ حکمی ثبت است
 اقبالِ ہما پر مگس را ندہند



از بادہ کند رُوئے منور ساقی
دیدیم عجب مستیِ مے در ساقی
رنداں شدہ سرمست چو ناگہ برخاست
میخانہ بہ رُخ، دست بہ ساغر ساقی



تا دل مے زندگی چشاں خواہد بود
در وے ہوں زہرہ و شاں خواہد بود
تا ہست بہ اجزائے وجودم رَمَقے
عیش و طرب و عظمت و شاں خواہد بود



با مجلسیاں بادہ پرستی تا کے
ویں رندی و مے نوشی و مستی تا کے
از خوابِ گراں خیز کہ کارے بکنی
غافل بجہاں فرصتِ ہستی تا کے



سرمایہ فقر است ز شاہی خوشتر
در دہر آزارِ کس نخواہی ، خوشتر
عاریت گر از شکستِ رنگِ دلہا
زاں کج کلہیست بے کلاہی خوشتر



ہر چند بہ کارِ نیک بُردیم نہ رہ
کردیم تَلَفِ عُمَرِ گرامی بہ گنہ
ما را نہ پسندند خجل در محشر
از شرمِ حُضُورِ کرامِ بَرزہ



اخلاص و وفا و مہر، جانِ ادب است
شایانِ نگاہِ فقر، شانِ ادب است
سیرِ اقطاب در جہانِ معنی
پروازِ غبارِ آستانِ ادب است



بر خاکِ وفا جبینِ نسودم آنجا
بختِ خود را نیازموم آنجا
چوں سرِ تہ تیغِ اہلِ دل آوردند
اے دوائےِ بمن کہ من نبودم آنجا



اے جلوۂِ روئے تو دوائےِ دلِ من
خاکِ درِ تستِ مدّعائےِ دلِ من
عُمَرِ یگرِ یستمِ برائےِ دلِ تو
یک بارِ تبسمےِ برائےِ دلِ من



گر ذوقِ سلیم باشدت راہنمون
کس را کنی بہ مشربِ او مطعون
در دیرِ برہمن است و زاہد بہ حرم
کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ



دارد دل و جانِ من ہوائے کُویت
ایماں کشدم بہ حلقہٗ گیسویت
بر کشتہٗ نازِ التفاتِ پنہاں
اے دیدہٗ آفاقِ بحسنِ رُویت



ما غربتیاں کہ ہم وطن آمدہ ایم
ہمدرس ز مکتبِ سخن آمدہ ایم
گر فرقِ صلاحیتِ فطری نبود
چوں خاروسمن ز یک چمن آمدہ ایم



اے دلِ عمریت کز غمت نالانم
از وصلِ بتاں نمی کنی درمانم
ناحق چہ تسلیمِ وہی شام و سحر
اے خانہ بر انداز! ترا می دانم



اے ساقیِ مستان! چہ مبارک لقی
در غمکده دهر نویدِ طربی
رندانِ قدح پرست از چشمِ تو مست
ماراست بناز و غمزہ ات بوالعجبی



ہر چند کہ سازِ عیش را زمزمہ ہاست
جمعیتِ دل ، خاصہ اربابِ صفاست
عاریت ز رنگ و نور پروازِ غبار
صد موجِ خرام در دمِ بادِ صباست



ہر چند سزد بہ ذاتِ محتشِ تنزیہ
اما بہ خواص کردہ اند ایں تنبیہ
تنزیہ عبارت است از حیرتِ محض
ایجا پوسیدن است راہِ تشبیہ



یا رب بہ رہِ طلب صفا خواہم و بس
دل را فارغ ز ماسوا خواہم و بس
من بہر تو در گزشتہ از کون و مکاں
اے مایہ جاں! ز تو ترا خواہم و بس



از جوہرِ حُسنِ خلقِ تلقینِ چه کنم
 بر خائیِ پند و وعظِ تحسینِ چه کنم
 در خرقةِ سالوسِ چو خود را بنہفت
 واعظ بود ار لائقِ نفرینِ چه کنم



اے خاکِ تو نازِ حضرتِ انسانی
 جنباں بہ سرتِ چترِ علوِّ الشَّانی!
 یک وضعِ خمیدگی ز درہا برہاند
 نازد بر سجدہٴ درت، پیشانی



بر اوجِ طرب در غمِ پستیِ مے نوش
 داری طلبِ راحتِ ہستیِ مے نوش
 با ساقی استوار کن عہدِ وفا
 از ہوش بروں گرد و ز مستیِ مے نوش



گر مہِ نظر و مہِ نگاہی، مخروش
 ور بر شرفِ سطوت و جاہی، مخروش
 در پردہٴ پستیتِ بلندیِ پنہاں
 توقیرِ سکوتِ گر بخواہی، مخروش



یک غمزہ آں ماہ لقا ما را بس
 یک پرتو خورشیدِ ادا ما را بس
 ایں دفترِ تحقیقِ خدا را بر بند
 افسانہ آں زلفِ رسا ما را بس



گیرم، کہ بہ علم و فن کمالے دارد
 با جبہ و دستارِ جمالے دارد
 منعم کند از میکده و پیرِ مغال
 واعظ چہ قدر ہرزہ خیالے دارد



با داغِ ہزار آرزو آمدہ ام
 ہرچند کہ با زشتیِ رو آمدہ ام
 آئینہٴ رحمتی، مرا نم از پیش
 سویم بنگر کہ سوئے تو آمدہ ام



گلزار و بہار و ابر و باد است بیا
 اسبابِ طرب حسبِ مُراد است بیا
 اے نازِ حیات و مایہٴ بزمِ نشاط!
 دل سوختہٴ آتشِ یاد است، بیا



دل صاف کن آئینہ جبینی اینست
خیرے بگزیں مشربِ دینی اینست
با خلق نشستن و بحق پیوستن
در مسلکِ ما گوشه نشینی اینست



تُو شمعِی و قلبِ دہر پروانہ تست
عالم پئے یک نگاہ دیوانہ تست
درویشم و جُز دعا ندارم چیزے
گامے بر دار، خانہ ام خانہ تست



در مسجد و محرابِ فغانے داری
صد فتنہ برانگیزی و شانے داری
بر گریہ تو خَلقِ خدا می خندد
اے واعظِ مسکین! چہ بیانے داری



شمشادِ قد و لالہ رخ و سیم تنی
مانندِ نسیمِ صبح، نازکِ بدنی
القصہ کُنمِ حدیثِ حُسنِ کوتاہ
سر تا بقدمِ بہارِ گلِ پیرہنی



بر مطلعِ دل موجِ ضیا می بینم
 آنرا به صد اطوار و ادا می بینم
 فطرتِ عجب آهنگِ نگاہم بخشید
 در پردهِ تجلّیِ خدا می بینم



دلدادۀ صحبتِ مے و جامِ خوشم
 از تلخیِ دهر آتشِ آشامِ خوشم
 پشدارۀ زہدِ خشک برداشتنت
 من در میخانہ رندِ بدنامِ خوشم



از بسکہ بہ کارِ گاہِ دانش ہنچم
 ہر جدولِ حسرت است و حیرت زہکم
 در سلسلہٴ بود و نبودِ عالم
 عمریست کہ چوں زلفِ بخود می ہنچم



سرمایہٴ نقّاشِ خیالِ آمدہ ای
 با روئےِ حسیں بدرِ کمالِ آمدہ ای
 خواہم کہ ثرا مُرشدِ خواباں خوانم
 در جلوہ گریِ قطبِ جمالِ آمدہ ای



ہر آئینہ رو جلوہ غماز تو بود
 ہر پیکرِ حُسن، مصرعِ ناز تو بود
 یاراں مفتوں شدند بر نغمہ چنگ
 تحقیق چو رو نمود، آواز تو بود



سر مستِ نقشہ شرابم بگذار
 آشفۂ آوازِ ربابم بگذار
 بگذر ز من رندِ است اے واعظ!
 آوارہ و بدنام و خرابم بگذار



یا رب زِ الم چاک گریبانم من
 وز کشمکشِ زیت پریشانم من
 دانم بہ یقین مرا نوازی فردا
 امروز عنایتِ کہ حیرانم من



گیرم کہ حریفِ حشم و جاہ نیم
 ہم در خورِ جلوہ ہائے درگاہ نیم
 از بہرِ خدا دور مرا نم از خویش
 آخر ز غلامانِ تو اے شاہ نیم؟



اے جلوہ ات اہتمامِ ہر انجمن
 آنگہ کہ نباشد مجالِ سخن
 تا نذر تغافلِ نشوم وقتِ شناخت
 از طوقِ سگاں بہ گردنم کن رسنے



یا رب بہ رُخِ نشانِ زحیرتِ گردے
 تا در رہِ عشق و سوزِ باشم فردے
 ہر کس بہ دُرتِ نشستہ از بہرِ مراد
 بے چارہ نصیر بہرِ دردے، دردے



معصومِ زماں نیم کہ بخشد مرا
 دُوالِتونِ جہاں نیم کہ بخشد مرا
 بخشد اگر ز فضلِ چیزے دگر است
 شائستہ آں نیم کہ بخشد مرا



قطعات

اَلا اے زر پرستے ، ناصوابے
 نباشد سعی تو بیش از سرابے
 بہ تحریرِ زر و سمیم میازار
 کہ دارم فطرتِ عشق انتسابے



بروں آرم ز دل سوزِ نہاں را
 کہ بر گردانم اطوارِ جہاں را
 ز شورِ نعرۂ مستانہ خویش
 برقص آرم زمین و آسماں را



بوحث امتیازِ ما و تُو نیست
 بہ عینیتِ حباب و آبجو نیست
 جزائے بندگی آزادی آمد
 کہ گلِ جُز اجتماعِ رنگ و بو نیست



پریشانم ، پریشانم چه گویم
 ز وشتما پر افشانم چه گویم
 بہ اہل انجمن ذوقِ نوا نیست
 ز شعر و نغمہ حیرانم ، چه گویم



ترا فطرت اگر بخشید ذوق
 بہ گردن نہ ز سوزِ عشق طوق
 نہادی چوں قدم در راہِ الفت
 گذر از امتیازِ تحت و فوق



بدوستی ہوں آلودگی ہویدا شد
 چہ انقلاب در آئینِ عشق برپا شد
 دلے ز دودہ زنگِ غرض نماند بدھر
 رفیقِ مخلص و بے لوث، بالِ عنقا شد



چو از مستی گرایم طوفِ جاں را
 تہ پرواز دارم لامکاں را
 منم آں طائرِ لاهوت سیرے
 کہ نارد در نظرِ ہفت آسمان را



یک روز بہ آغوشِ فنا خواہی رفت
 خاموش بتابوتِ رضا خواہی رفت
 در عالم اگر شأنِ سکندر داری
 بے چارہ و محتاج و گدا خواہی رفت



بہ عبرت ہیں جہانِ بے بقا را
تپد ہر موجِ پیچاکِ فنا را
بدہ در قبضہٴ دستِ قناعت
عنانِ توسنِ حرص و ہوا را



دلِ مارا کہ از درد آشنا کرد
ز بندِ بے غمی او را رہا کرد
ز شوخیہائے چشمِ فتنہ سماں
بہ اقلیمِ دلمِ شورے پیا کرد



بہ فکرِ دائم در احتسابے
کنم در اخذِ معنی اکتسابے
نہ پیچد بر لبم موجِ تبسم
کہ دارم حسرتِ چشمِ پُر آبے



ز عقلِ گلِ چینیں کردم سوالے
کہ اے دانائے اسرارِ خدائی
چہ کارے سختِ تردیدی بہ عالم
بگفت آہستہ ، پاسِ آشنائی



ز عشق است اہتمامِ بزمِ عالم
ازو ہنگامہ ہائے صبح و شام است
کسے کو عشق را نا پختہ گوید
خمیرِ فطرتِ او ناتمام است



بگردِ حُسنِ گردیدنِ پیامور
نیاز و شوقِ ورزیدنِ پیامور
اگر آموختی دیدنِ ز فطرت
زمن جز دوستِ نادیدنِ پیامور



دوستی از قناعتِ بر شکم بہ
غنا از شیوہِ اہلِ کرم بہ
مرا پیرِ مغاں ایں نکتہِ آموخت
کہ گنجِ عافیت از ملکِ جم بہ



ز لاهوت آمد اینجا طائرِ من
بہ گلزارِ جہاں شیریں نوایم
شدم از اشکِ خوں آغشته داماں
کہ بر شاخِ وفا تنها سرایم



در جامِ دهر بادۂ صدق و صفا نماند
 رسمِ وفا بماند و دل آشنا نماند
 گم شد زبندگانِ روشِ بنده پروری
 گوئی خلوص در دلِ خلقِ خدا نماند



سراپا غرقِ دریائے شہود اند
 ازاں آرائشِ بزمِ وجود اند
 بنہ بر خاکِ پاکِ شاں جبینے
 کہ دانا یانِ رمزِ هست و بود اند



بگیر ایں نکتہ از رندِ خرابات
 اَلَا اے واعظِ منبر نشینے!
 کہ شورِ انگیزی و عظمت نماند
 بہ سوزِ نالہ دردِ آفرینے



بدستِ او سکون و حرکتِ من
 ز خود نبود اگر دانم کہ جُنم
 جز از دستِ نسیمِ اختیارش
 چو برگ و شاخ نتوانم کہ جُنم



گرفتم کز جهانِ رنگ و یویم
همہ خلوتِ نشینِ کاخِ ہویم
سرایتِ کرده در من جلوہ دوست
سراپائے بہارِ حُسنِ اویم



مکان و لا مکان و زیر و بم نیست
کہ آنجا امتیازِ بیش و کم نیست
دلے دارند مقبولانِ اُمّت
حریفِ وسعتِ او جامِ جم نیست



نباشی چوں حریصِ دولت و مال
اگر مفلس‌تریں باشی ، امیری
و گر مستی بذوقِ خدمتِ خلق
بیا گر قیصرِ وقتی ، فقیری



بہ پیشِ دوست بے برگ و نوایم
بہ چشمِ آشنا نا آشنایم
ز جورِ دشمنانِ آزردهم نیست
کہ من از دستِ خویشاں در بلایم



بروئے حُسن حجاب و حیا نمی بینم
 بہ عشق جز اثرِ ابتلا نمی بینم
 فروغِ ہیچ جبین نیست نقشِ اَللّٰہ
 دریں صنمکہ جز ماسوا نمی بینم



روشن از شعلہ صہباست چراغِ ہستی
 جز بمیخانہ نیانیم سراغِ ہستی
 از نم بادہ پُرجوش بہ بزمِ رنداں
 ہست شادابی و گل ریزی باغِ ہستی



مے عشق است در جام و سُبُوم
 بگلشن آب و تابِ رنگ و بُویم
 چہ شد اے حاسدِ برگشتہ روزے
 اگر در چشمِ تو بے آبرُویم



گرفتم ، بودِ من موجِ سراپست
 نشاطِ ہستیم رقصِ حبابست
 مثالِ ذرّہ غلطاں بہ خاکم
 ولیکن نسبتم با آفتابست



سحر بر من نمودہ است انکشاف
 فقیرے ، حق پرستے ، سینہ صاف
 کہ خوں از دیدہ انجم چکاند
 خدنگِ نالہ گردوں شگاف



چہ پُرسی از کجا و کیستم من
 بقدرِ مدِّ آہے زیستم من
 حبابِ آسا بروئے بحر خیزم
 چومی گویم کہ ہستم ، نیستم من



شرارے جستہ ام از آتشِ شوق
 بہارِ گلشنِ بے رنگ و بُویم
 بگوشِ جاں شنودنِ نالہ من
 کہ آوازِ شکستِ آرزویم



نداری گر متاعِ شورشِ دل
 برو اے خار! بیرونِ چمنِ باش
 گر آوردی بہ بزمِ ما دو اشکے
 نشیں برچشم و شمعِ انجمنِ باش



تراود مستیِ عشق از سبؤیم
چو نے صد نغمہ پیچد در گلویم
ندیدم ہیج دمسازے دریں دشت
کہ باوے شرح دردِ خویش گویم



عروجِ فکرِ انسانی کجا شد
سُرورِ ذوقِ ایمانی کجا شد
نمی بینم بدلہا گرمیِ عشق
مسلمانان ! مسلمانی کجا شد



الہی بندہ ام مولائیم بخش
گدایم ، شوکتِ دارائیم بخش
نہاں در سینہ می دارم تپش ہا
بہ شورِ انجمن ، تنہائیم بخش



بس است آگاہیِ منزلِ گواہم
نہ پنداری کہ من گم کردہ راہم
ادب! اے منکرِ اربابِ معنی
”کہ من پروردہ فیضِ نگاہم“



نہ خواہم جامِ زرّیں از شرابے
نہ دیتیے ، نہ قصرِ برقِ تابے
مرا ایں بس کہ یزدانم عطا کرد
طفیلِ روحِ پاکاں ، ذوقِ نابے

☆☆☆☆

رُباعيات
المدحية في حضرت القادريه

هو القادر

الرُّبَاعِيَّاتُ الْمَدْحِيَّةُ فِي حَضْرَةِ الْقَادِرِيَّةِ

(فارسی رُباعیات کا دوسرا مجموعہ)

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشین نصیر مکتب

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فهرست

نمبر شمار	صفحه نمبر
	1027
هو القادر	تا
الرُّبَاعِيَّاتُ المَدْحِيَّةُ فِي حَضْرَةِ الْقَادِرِيَّةِ	1079
تعداد رباعیات 211	

ترویجِ سُنن ، نظامِ عبدالقادر
 تشریحِ قرآن ، کلامِ عبدالقادر
 ہر بندہ حق رسیدہ وارفتہ او
 ہر اہل نظر ، غلامِ عبدالقادر

اے حافظِ شرع و دین ! عبدالقادر
 دے نائبِ مرسلین ! عبدالقادر
 دادی بہ قلوبِ مُردگان تازہ حیات
 بر وعظِ تو آفرین ! عبدالقادر

۱. عاشق و شیدا

از خوفِ حُسامِ شیخ عبدالقادر
 وز رعبِ کلامِ شیخ عبدالقادر
 لرزد دلِ اہلِ شرک و اہلِ بدعت
 از ہیبتِ نامِ شیخ عبدالقادر

بر منبر ، بو تراب ، عبدالقادر
 یک پیرِ رُسلِ خطاب ، عبدالقادر
 سرکوبِ ہر یزید ، مانندِ حسینؑ
 طُغیانِ راسدِ باب ، عبدالقادر

۱. تلوار

۱. رسولوں جیسے خطاب والا

۲. مچکنے والا

۳. سرکشی ، نافرمانی

چوں عبد الہ مست ، عبد القادر
 دریا بر شرک بست ، عبد القادر
 با نعرۂ توحید ، بہ ضربِ الّا
 بُت خانہ و بُت شکست ، عبد القادر

لاہوت مکان ، مکانِ عبد القادر
 توحید بیاں ، بیانِ عبد القادر
 زامیرش نفس پاک ہر منطوقش
 الہامِ زبان ، زبانِ عبد القادر

۱۔ ذات الہی کا عالم جس میں سالک کو مقامِ فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے

۲۔ منطوق ، کلام ، گفتگو

۳۔ زام کی زبردست دونوں سے درست ہے۔ البتہ ایران والے زام پر زور سے بولتے ہیں۔ جو زیادہ فصیح ہے۔

در علم و ثقی ہمالِ عبد القادر
 وندر سیر و خصالِ عبد القادر
 القصہ در اولیائے اُمت بہ جہاں
 کس دیدہ نہ شد مثالِ عبد القادر

گن گوہرِ جاں نثارِ عبد القادر
 شو خاک بہ رہ گزارِ عبد القادر
 سیراب زمینِ دل کن اے تشنہ علم!
 از ابرِ علوم بارِ عبد القادر

۱۔ : ہمال اور ہمال ، حاء کی پیش اور زبردوں طریقہ سے پڑھنا درست ہے بمعنی شریک۔

در وعظ و خطب شہیر ، عبد القادر
بر کشف عطا قدیر ، عبد القادر
ایں بانگ نہ شد بلند از بے پیر
پیراں گفتند ، پیر ، عبد القادر

۱: غطا عین کی زیر کے ساتھ معنی پردہ، حجاب۔

مُحی و مُمدِّ دین ، عبد القادر
آں نازشِ صالحین ، عبد القادر
حق منطوق و حق نطوق و حق را منطوق
حق عون و حق معین ، عبد القادر

۱: نطوق - منگو
۲: منطوق - منگو کرانے والا۔

تبلیغ رواج ، شیخ عبد القادر
بے قدح و لجاج ، شیخ عبد القادر
بیماری شرک و علّت بدعت را
مشہور علاج ، شیخ عبد القادر

۱: قدح - قاف کی زبرد اور دال ساکن۔ عیب نکالنا، الزام لگانا۔
۲: لجاج لام کے زبرد اور جیم کے زبرد کے ساتھ۔ معنی ضد سے جھڑنا۔

زین المتوڑ عین ، عبد القادر
کف المتوڑ عین ، عبد القادر
قطاع طریق را دلیل توبہ
آں ماویٰ ضالین ، عبد القادر

۱: پرہیز گاروں کی زینت ۲: اہل نسبت کی پناہ
۳: ڈاکو ۴: گمراہوں کو ہدایت دینے والا

از وعظ فصیح شیخ عبدالقادر
 در حرفِ یلح شیخ عبدالقادر
 در خلقِ خدا شد انقلابِ برپا
 از قولِ صحیح شیخ عبدالقادر

پُرسی ز علوم شیخ عبدالقادر
 وز فیضِ عموم شیخ عبدالقادر
 از عالمِ دیگر است زیں عالم نیست
 علم و معلوم شیخ عبدالقادر

حق جوهر و حق ضمیر، عبدالقادر
 حق حامی و حق ظمیر، عبدالقادر
 حق مظهر و حق مُظہر، عبدالقادر
 حق ناصر و حق نصیر، عبدالقادر

آں ناطق با دلیل، عبدالقادر
 در طائفہ بے عدیل، عبدالقادر
 عیسیٰ دم و یوسف رُخ و داؤد آواز
 صاحبِ روشنِ خلیل، عبدالقادر

۱: ظمیر۔ خدای زبر کے ساتھ معنی محافظ، مددگار۔

۲: مظہر۔ میم کی زیر اور ہاء کی زبر کے ساتھ معنی ظاہر کرنے کا آلہ۔

۳: مظہر۔ میم کی پیش اور ہاء کی زیر کے ساتھ معنی ظاہر کرنے والا۔

۱: گروہ، مراد گروہ اولیاء

۲: رفتار، طریقہ، انداز

خوگیر بہ نثر و نظم عبد القادر
 باشد کہ ری بہ عزم عبد القادر
 اے ہرزہ دودشت شکوک و شبہات!
 یک بار بیا بہ عزم عبد القادر

آں اکمل کا میلین، عبد القادر
 وال اصدق صادقین، عبد القادر
 ممتاز بہ عزم اہل صبر و تقویٰ
 سر حلقہ شاکرین، عبد القادر

۱۔ ہرزہ دو۔ ادھر ادھر بے ہودہ دوڑنے والا

منشورِ ہدای، نصاب عبد القادر
 مختار کتب، کتاب عبد القادر
 در سے ز فتوح و غنیہ بر خوان و بیگر
 محروم مزد ز باب عبد القادر

نہ گوش بہ فرمودہ عبد القادر
 عالی ست بے دودہ عبد القادر
 بہتر ز ہزار دفتر افلاطون
 حرف حکم اندودہ عبد القادر

۱۔: خاندان

۲۔: حامی کی زیر اور کاف کے زبر کے ساتھ حکمت کی جمع ہے۔

۳۔: بھرا ہوا

ہر غمزدہ را نوید ، عبدالقادر
 ولیاں را صبح عید ، عبدالقادر
 ہر نفخہ وعظ اُوست قوت جاں ما
 قفلِ دل را کلید ، عبدالقادر

گل شد از نظم و نثر عبدالقادر
 صعب است عبور جسّ عبدالقادر
 صف بستہ چو قدسیان بیت المعمور
 اقطاب بہ اگر قصر عبدالقادر

۱. بخونک
 ۲. غذا
 ۳. تالا
 ۴. چابی

۱. محل شدن (ظاہر ہونا) محل خد (ظاہر ہوا)
 ۲. مشکل
 ۳. پل

شاہِ شایان ، شیخ عبدالقادر
 قدسی دربان ، شیخ عبدالقادر
 از مرتبہٴ علومش از من پُرسی؟
 شیخِ ہمہ دان ، شیخ عبدالقادر

با علم ، ز خود پوشی عبدالقادر
 وز خوفِ دُروں جوشی عبدالقادر
 لگنت بہ زبانت بہ مہر فصحا
 از ہیبت خاموشی عبدالقادر

مُدَّتے ز حساب شیخ عبد القادر
حرفے ز کتاب شیخ عبد القادر
از باب بنی گرفت شیخ عبد القادر
دلیاں از باب شیخ عبد القادر

با وعظ و کتاب شیخ عبد القادر
ذوقے در باب شیخ عبد القادر
صد شکر کہ دارم اندریں دورِ فتن
نسبت بہ جناب شیخ عبد القادر

۱: مذہم کے پیش اور وال کی شد کے ساتھ معنی ہے ایک پیانہ جس کی مقدار اہل حجاز کے نزدیک 1/3 اور اہل عراق کے نزدیک 2 رطل ہے مراد ہے تھوڑا سا۔

دلیاں را تاج، شیخ عبد القادر
نبیاں منہاج، شیخ عبد القادر
قرآن و حدیث و حکمت و عرفاں را
نحر موآنج، شیخ عبد القادر

صد لات ز قمع شیخ عبد القادر
ظلمات ز کعب شیخ عبد القادر
بس تیرہ دروناں کہ رسیدند بہ نور
از پرتو شمع شیخ عبد القادر

۱: راستہ
۲: مہم کے زبرد اور داؤ کی شد کے ساتھ معنی زیادہ موج مارنے والا۔

۱: لگات بٹ کا نام ہے۔
۲: قمع معنی ہے مغلوب اور ذلیل کرنا یا سر کی چوٹی پر مارنا۔
۳: تیرہ دروناں۔ سیاہ دلی، اندر کے اندھیرے والے۔

بشنو سخن از دہان عبدالقادر
چیزے سخن از دکان عبدالقادر
در سخن خزیدہ ای چو موشِ اعلیٰ
اے بے خبر از جہان عبدالقادر

۱ خریدن سے امر، تو خرید
۲ سوراخ، بیل
۳ خزیدن، ٹھسنا
۴ موشِ اعلیٰ، اندھا دھوا

ایں صولتِ مُسبتین عبدالقادر
ویں کثرتِ کاتبین عبدالقادر
اوجِ بیاں بہ منبر و رفتہ ز ہوش
ہر فرد ز سامعین عبدالقادر

۱ غلبہ، زعب
۲ واضح، آشکار

ہر جا کہ شدہ ظہور عبدالقادر
رخشید ز میں، ز نور عبدالقادر
بس قریہِ مردگاں ز شرکِ مُملک
شد زندہ ز یک مُرور عبدالقادر

۱ مُرورنا، مُرور

تخمِ توحید کاشت، عبدالقادر
زیں گونہ علمِ فراشت، عبدالقادر
القصہ بہ عہدِ خویش در خوبی ما
ہمٹابہ جہان نہ داشت، عبدالقادر

۱ بچ
۲ جندا
۳ بلند کیا
۴ مثلِ نظیر

از موعظت و بیان عبدالقادر
وز نطق من اللسان عبدالقادر
ہر دم متوکلیم در جملہ امور
بر خالق و مستعان عبدالقادر

در علم ، ز یکتائی عبدالقادر
وز قدرت بالائی عبدالقادر
در مردہ دلائل حیات نو گشت پدید
ز انفس مسیحائی عبدالقادر

۱۔ جس سے مدد مانگی جائے مراد اللہ تعالیٰ

۱۔ ظاہر

۲۔ سانس

حق بندہ و حق نماست ، عبدالقادر
بر جادہ مصطفیٰ ست ، عبدالقادر
در بزم اولی الامر امیر است ہمو
سرخیل اولی النبی ست ، عبدالقادر

حق مدبرک و حق شناس ، عبدالقادر
خوش صورت و خوش لباس ، عبدالقادر
بر مسند درسگاہ و بر منبر وعظ
یک ضیغم بے ہراس ، عبدالقادر

۱۔ اچھے کام مکمل دینے والے

۲۔ ہم او کا خلف و حق

۳۔ بڑے کاموں سے روکنے والے

۱۔ سمجھنے والا

۲۔ شیر

۳۔ نذر

منشورِ ہدی ، نوشتِ عبدالقادر
اثباتِ حق ، سرشتِ عبدالقادر
تعلیمِ احادیث ، نشاطِ آبادش
درسِ قرآن ، بہشتِ عبدالقادر

مردِ حق انتساب ، عبدالقادر
شاہِ کیواں جناب ، عبدالقادر
علم و شعر و خطابت و میدان را
آلِ ابنِ ابو تراب ، عبدالقادر

۱۔ فرمان ، تحریر و قیام
۲۔ تحریر
۳۔ فطرت
۴۔ خوش منانے کا مقام

۱۔ ایک ستارے کا نام مرابندی یعنی کیواں جیسی اونچی بارگاہ والا۔ نیز ساتواں آسمان

خوگیم شوقِ مقبّس بہ اتباعِ عبدالقادر
شوقِ مقبّس از شعاعِ عبدالقادر
زیرا کہ رسد بہ مصطفیٰ و بہ خدا
منقاد و مستطاع عبدالقادر

ناموسِ شریعت است عبدالقادر
گلزارِ حقیقت است عبدالقادر
ہر سلسلہ فقرتہ فرمانش
سلطانِ طریقت است عبدالقادر

۱۔ شوقِ مقبّس ، روشنی لے

۲۔ منقاد۔ ہم کی پیش کے ساتھ معنی اطاعت گزار و فرمانبردار۔

۳۔ مستطاع۔ تابع ، فرمان بردار۔

اعلیٰ، افضل، کبیر، عبدالقادر
 سلطان، غنی، امیر، عبدالقادر
 علامہ، خطیب، شیخ، مفتی، زاہد
 درویش، فقیر، پیر، عبدالقادر

در دیں ز سخن رانی عبدالقادر
 وز گفتہ عرفانی عبدالقادر
 در حصّ شگم مباحث و خور لقمہ نور
 از لنگر روحانی عبدالقادر

لرزد دلِ یَم ز موج عبدالقادر
 فوجِ غیبی ست فوج عبدالقادر
 از فرش بجو صراحت مرتبہ آتش
 از عرش پیرس اوج عبدالقادر

اندر سخن شگرف عبدالقادر
 دفترِ ما گم بہ حرف عبدالقادر
 افتادہ چو ذرّہ و وسعتِ ارض و سما
 در گوشہ پاک ظرف عبدالقادر

۱۔ عمدہ، عجیب

فرد است و فرید، ذاتِ عبدالقادر
 از حضر برون صفاتِ عبدالقادر
 از وہم و قیاس من و تو بالا تر
 پہنائی کائناتِ عبدالقادر

ل احاطہ شمار
 ح وسعت

محمود صفات، شیخ عبدالقادر
 ہم عارف ذات، شیخ عبدالقادر
 مخدوم الاولیاء و تاج الفقرا
 سرخیلِ ہدایت، شیخ عبدالقادر

ل سربراہ
 ح ہادی کی جمع، ہدایت دینے والے

آئینہ حق نماست، عبدالقادر
 پروردہ مصطفیٰ ست، عبدالقادر
 در بار گش قدم گدایانہ بنہ
 شاہنشہ اولیاست، عبدالقادر

در صبر بہ ایوبی عبدالقادر
 در گریہ بہ یعقوبی عبدالقادر
 فائز نہ شدہ کسے ز صاحبِ نظراں
 بر منصبِ محبوبی عبدالقادر

برباب ادب مقام عبدالقادر
ہر صبح و مسامحہ امام عبدالقادر
اجلال درش میں کہ صف جن و ملک
استادہ بہ احترام عبدالقادر

پیدا بہ جہاں سطوت عبدالقادر
ہر جملہ قوی حجت عبدالقادر
در کشور فقر، شاہ اورنگ نشین
کس نیست بہ جو حضرت عبدالقادر

۱: سامنے یعنی آگے یہ غلط (بچھے) کی ضد ہے۔

۱: سطوت: جلال و غلبہ

سر کردہ ولی ست، شیخ عبدالقادر
شیخ ازلی ست، شیخ عبدالقادر
ابن حسن و سبط حسین و زہرا
فرزند علی ست، شیخ عبدالقادر

پڑی درجات شیخ عبدالقادر
خواہی ز صفات شیخ عبدالقادر
قطبیت کبری ز حسن تا مہدی
مخصوص بہ ذات شیخ عبدالقادر

۱: مراد گیارہویں امام حضرت حسن عسکری
۲: مراد حضرت امام مہدی

بوسند ہمہ ثراب عبد القادر
خم گشتہ بہ پیش باب عبد القادر
سر حلقہ ہر طریق آید بہ نیاز
ہر سلسلہ فیض یاب عبد القادر

تا ذرۂ آسمان عبد القادر
تا منزل کاروان عبد القادر
گر قطب جہاں کس است در غوثِ زمان
ہر گز نہ رسد بہ شان عبد القادر

۱۔ ذال اور ذال کی زبر اور ذال کی زیر کے ساتھ بھی معنی ہر چیز کا بلند حصہ، چوٹی۔

پڑی ز غلام شیخ عبد القادر
تشریح مقام شیخ عبد القادر
سجادہ نشینان حسین و حسن اند
آبائے کرام شیخ عبد القادر

بیل دبدبہ و وقار عبد القادر
ویں ندرت رہ گزار عبد القادر
صد مہر و دو صد ماہ و ہزاراں انجم
نثر بر زند از غبار عبد القادر

۱۔ بے مثالی

۲۔ سر پر زند، سر اٹھاتا ہے

در حُسن و جمال ، شیخ عبدالقادر
بے مثل و مثال ، شیخ عبدالقادر
در علم و مشاہدات و صحو و تمکین
بر ادب کمال ، شیخ عبدالقادر

پڑی ز نژاد شیخ عبدالقادر
وز مولد و زاد شیخ عبدالقادر
فرزند بزرگ بوالحسن ، یعنی حسن
جد الاجداد شیخ عبدالقادر

۱: مکتوب حکیم - شوقیاء کی اصطلاح میں دو مقامات - ہوش و حواس اور مکمل بیداری و برقراری۔

۱: نون اور زائے فارسی کی زمر کے ساتھ معنی اصل اور نسب
۲: مولد و زاد، جائے پیدائش اور خاندان
۳: حضرت علیؑ کی کنیت

بُوبکر صفاست ، شیخ عبدالقادر
فروقِ اداسست ، شیخ عبدالقادر
دلیند نبی و وارث علم علی
عثمان حیاست ، شیخ عبدالقادر

نامد ، شیخ عبدالقادر
ہم مرتبہ ، عدیل عبدالقادر
برہاں بہ وجود خویش آمد ذاتش
عبدالقادر دلیل

در محضر حق ، وکیل ، عبدالقادر
 اللہی بے غدیل ، عبدالقادر
 در زمرہ کملان اُمت ، اکمل
 اجمال از ہر جمیل ، عبدالقادر

سرمایہ اوّلین ، عبدالقادر
 پیرایہ واصلین ، عبدالقادر
 در مرتبہ آل شیخ شیوخ عالم
 سر تاج آخرین ، عبدالقادر

۱۔ حاضر ہونے کی جگہ
 ۲۔ گردہ جماعت
 ۳۔ اللہ والا
 ۴۔ سب سے زیادہ کامل
 ۵۔ بے مثال
 ۶۔ سب سے زیادہ حسین

۱۔ زینت نگار
 ۲۔ شیخ کی جمع

پیر روشن ضمیر ، عبدالقادر
 عبد رب قدیر ، عبدالقادر
 در جود و سخا منظرِ نعم المولیٰ
 شرح نعم النصیر ، عبدالقادر

ابن حسن و حسین ، عبدالقادر
 شہزادہ ز جانیین ، عبدالقادر
 خاصانِ خدا و اِصلانِ حق را
 محبوب چو نورِ عین ، عبدالقادر

۱۔ دونوں طرف سے یعنی حسنی و حسینی
 ۲۔ آئینہ

آگاہ ز ہر سبیل ، عبد القادر
عبد ربّ جلیل ، عبد القادر
دُرداں از صدقِ او بحق پیوستند
گمراہاں را دلیل ، عبد القادر

نورِ شہِ مشرقین ، عبد القادر
زہراً را نورِ عین ، عبد القادر
از مادر و از پدر نجیبِ الأطراف
آلِ حسن و حسین ، عبد القادر

۱۔ راہنما

۱۔ بیٹا ' فرزند
۲۔ وہ سید زادہ جو ماں باپ دونوں کی طرف سے سید ہو۔ علمائے نسب کے نزدیک اسے ایک طرف سیادت والے سید سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت شیخ چون کہاں کی طرف سے حسنی اور باپ کی طرف سے حسنی سید تھے۔ اسلئے نجیب الطرفین سید کہلائے۔ نجیب الأطراف میں نسب کے علاوہ حسب (کمالات ذاتیہ) بھی شامل ہے۔ لہذا نجیب الطرفین اور نجیب الأطراف کے معنی ایک ہی ہیں۔

با مسکنت و خشوع ، عبد القادر
در سجدہ و در رُکوع ، عبد القادر
مشکل کہ کسے رسیدہ باشد ز کبار
با جوعِ بحق رُجوع ، عبد القادر

خالی از لاف ، شیخ عبد القادر
شیخِ دل صاف ، شیخ عبد القادر
در جیٹہ تحریر نیاید و صفش
عالی اوصاف ، شیخ عبد القادر

۱۔ خوف ' مراد اللہ کا ڈر
۲۔ بخوک

۱۔ دائرہ ' احاطہ

تاجِ عزّت ، بُجُودِ عبدالقادرؒ
 معراجِ ادب ، قُعودِ عبدالقادرؒ
 دیدی بہ نماز اگر نُرُوش بہ زمیں
 تا عرشِ نگر! صُعودِ عبدالقادرؒ

خورشیدِ نمطِ ضیائے عبدالقادرؒ
 حاویِ چو فلکِ رِداۓ عبدالقادرؒ
 درِ حلقۂ عاشقانِ حُسنِ مطلق
 خالی ست نصیر جائے عبدالقادرؒ

۱۔ بیٹھ جانا
 ۲۔ اُترنا، نیچے آنا
 ۳۔ اُپر جانا، چڑھنا

۱۔ نون اور سیم کی زبر کے ساتھ معنی طریقہ، روش۔

تا اوجِ مقامِ فردِ عبدالقادرؒ
 تا سَقْفِ لاجوردِ عبدالقادرؒ
 اینست بہ پیراں سُخنی مُفتیؒ
 پیرے نہ رَسد بہ گردِ عبدالقادرؒ

آں راہِ برِ جلیل ، عبدالقادرؒ
 واں گوہرِ اَرْضِ جیلؒ، عبدالقادرؒ
 سیرانی تشنگانِ دشتِ حق را
 چوں کوثر و سلسبیلؒ، عبدالقادرؒ

۱۔ تہا، ہے مثل
 ۲۔ چمت
 ۳۔ نیلا، مراد آسمان
 ۴۔ وہ بات جس پر سب نے اتفاق کیا ہو

۱۔ جیل لفظِ گیل کا معرب ہے، ایران کے ایک مشہور صوبے کا نام جیلان و گیلان ایک ہی صوبے کے دو نام ہیں۔ اسی صوبے جیل میں واقع نصیر نامی گاؤں حضرت شیخ کی ولادت گاہ ہے۔ (نصیر)

قدسی افواج، شیخ عبد القادر
شمس ویاچ، شیخ عبد القادر
در استغنا ز ما سوی اللہ غنی
با حق محتاج، شیخ عبد القادر

در خلق و خلق عظیم، عبد القادر
مانند حسن کریم، عبد القادر
بر اہل ستم برق خدائے قہار
با غمزدگان رحیم، عبد القادر

۱: وہاں واو کی زبرد اور حاء کی شدز بر کے ساتھ زیادہ چمکنے والا، تیز بھڑکنے والا۔

یوسف رخ و مہ جبین، عبد القادر
اندر دل یا مکیں، عبد القادر
با ناز حسین، نازنین عالم
با حسن حسن، حسین، عبد القادر

ثقلین بہ بند شیخ عبد القادر
شد گرد سمند شیخ عبد القادر
جاں یا شدہ فرش راہ بہر تقدیم
دل یا بہ کند شیخ عبد القادر

۱: مراد جن و انس
۲: گھوڑا

ایں رُتبہ و جاہِ شیخ عبد القادر
 دیں فیضِ نگاہِ شیخ عبد القادر
 صد طور و دو صد ہزار خورشید بہ کف
 یک ذرّہ راہِ شیخ عبد القادر

نامد بہ جہاں شبیہ عبد القادر
 مانند دلِ بنیہ عبد القادر
 گر جلوہٗ حُسنِ ذاتِ دیدنِ خواہی
 بنگر بہ رُخِ وَجیہ عبد القادر

ل: بنیہ: خود آگاہ اور دوسروں کو آگاہی دینے والا۔

از چہرہٗ مہ پارہٗ عبد القادر
 وز زکسِ میخوارہٗ عبد القادر
 بر ما درِ فردوسِ یگو! نکشایند
 شادیم بہ نظارہٗ عبد القادر

آں عارضِ جلوہٗ بارِ عبد القادر
 واں لُحیہٗ با وقارِ عبد القادر
 قُرباں بہ شباہتِ حُسنِ جہاں
 جان و دلِ ما، نثارِ عبد القادر

ل: لام کی زیر اور یا کی زیر کے ساتھ معنی داڑھی

از عَزَّوْ عَلَیْ شَیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ
و ز مدح و ثنائِ شَیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ
آراستہ بزمِ اہلِ دل از یادش
ہر شو غوغائِ شَیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ

در رُتبہ کبیر، نصیر، عَبْدِ الْقَادِرِ
قَلَمِ تَوْقیر، نصیر، عَبْدِ الْقَادِرِ
اورنگ نشینِ فقر و اقطابِ خدام
پیراں را نصیر، نصیر، عَبْدِ الْقَادِرِ

۱۔ قَلَمِ تَوْقیر، ہمندر کے وقار والی، مراد کثرت و وقار
۲۔ اقطابِ خدام، جہان کے قُطبوں کو خدمت میں رکھنے والا

از منزلتِ عَلِیِّ عَبْدِ الْقَادِرِ
و ز حقِ رُویِ جَلِیِّ عَبْدِ الْقَادِرِ
آیاتِ جلالت و طہارت پیدا
از ناصیہ سَنِّیِّ عَبْدِ الْقَادِرِ

معمور شد از حضورِ عَبْدِ الْقَادِرِ
بس قریۃِ جاں ز نورِ عَبْدِ الْقَادِرِ
مانندِ محمدؐ است در خیلِ رُسل
در اہلِ صفا ظہورِ عَبْدِ الْقَادِرِ

۱۔ سین کی زہر اور نون کی زیر کے ساتھ معنی بلند مرتبہ۔

از رُوئے حَسَنِ نَمائے عبد القادر
 وز حُسْنِ خرد رُبائے عبد القادر
 شوریست بہ آلِ حَسَن و آلِ حُسین
 از نعرۂ مَرَجَبائے عبد القادر

مردانِ خدا، گروہِ عبد القادر
 چوں کاه بہ پیشِ کوہِ عبد القادر
 جن دنگ و انس چہ خور و چہ پری
 بینی ہمہ جا شکوہِ عبد القادر

ثابت بہ جہاں، ثبوتِ عبد القادر
 بیرون ز عددِ نَعُوْتِ عبد القادر
 دیدارِ تجلیاتِ ذاتِ صمد است
 پرسی تو اگر ز قُوْتِ عبد القادر

در چارِ جہمتِ فرُوغِ عبد القادر
 بے ریبِ دہری بُوُغِ عبد القادر
 ہر گز نہ رسد بہ زلّۂ خوارانِ درش
 طعمِ زبَدائے بہ دُوغِ عبد القادر

۱۔ صداقت، دلیل
 ۲۔ نعت کی جمع، تعریفیں
 ۳۔ غذا

۱۔ ریب دہری، خشک و شہ
 ۲۔ ذہانت، طباعی
 ۳۔ زلّہ خوار، بچا ہوا کھانا کھانے والے
 ۴۔ ذائقہ خرا

در حشر ز سبے وقارِ عبدالقادر
زیں گونہ جدا، قطارِ عبدالقادر
بیشد خزاں رسیدگانِ اعمال
در روزِ جزا، بہارِ عبدالقادر

عبدِ حق انتساب، عبدالقادر
عالی و علی جناب، عبدالقادر
نارِ صدفِ وجود، مثلش گھرے
در پیراں لا جواب، عبدالقادر

۱۔ سیپ

با وضعِ قیامِ نازِ عبدالقادر
در سجدہ بہ آلِ نیازِ عبدالقادر
مشکل کہ رسد کے بہ زہدِ صد سال
با رکعتِ یک نمازِ عبدالقادر

بہرِ قُربِ خدائے عبدالقادر
جُستند نشانِ پائے عبدالقادر
در رُتبہ رسید کس نہ از مُنتہیائیں
تا نقطۂ ابتدائے عبدالقادر

۱۔ روشِ انداز

۱۔ درجہ ولایت کی انتہا پر پہنچا ہوا گروہ اولیاء

از غیرِ کنارہ جُوست ، عبد القادر
اُمّت را آبرُوست ، عبد القادر
بر خود مکنیدش از رَہِ جہل ، قیاس
فائز بہ مقامِ ہُوست ، عبد القادر

۱۔ مراد غیر اللہ

بیں شمسِ رُخ صفائے عبد القادر
وہ شَعشَعۂ از خدائے عبد القادر
اے زایدِ خُلد ناز! چشمے بکشا
بر چہرہ دلکشائے عبد القادر

۱۔ سورج
۲۔ سورج کی کرنیں مراد روشنی

شکارِ آب و طین ، عبد القادر
صُح فُتحِ مبین ، عبد القادر
در رِزَم ، مُعینِ حق بہ پیشِ باطل
در بَزَم نصیرِ دین ، عبد القادر

۱۔ پانی اور کچڑ (مرا جلیق کا شہکار)
۲۔ میدان جنگ
۳۔ حق کا مددگار
۴۔ دین کی نصرت کرنے والا

یک ذرّہ ، ز ارمغانِ عبد القادر
یک پارہ نال ، ز خوانِ عبد القادر
بُوئے سبجی ز مُلکِ بالا دارد
یک سیر ، بہ گلستانِ عبد القادر

۱۔ ٹھہر ، سوغات

رُشدِ ازلی نصیبِ عبدالقادر
منزل در کفِ غریبِ عبدالقادر
اے سالکِ خوشِ مآلِ مردانہ بیا
گمراہ نہ شدِ عقیبِ عبدالقادر

آں شیخِ علی وقار، عبدالقادر
والِ چیدہ کردگار، عبدالقادر
یک آمدنش رُبود آثارِ خزاں
باغِ دیں را بہار، عبدالقادر

۱. ہدایت
۲. مسافر
۳. خوش مآل، لہذا انجام
۴. بہرہ، پیچھے چلنے والا

از راہِ ثقی فقیر، عبدالقادر
وزِ رومِ غنا امیر، عبدالقادر
از دستِ تصرّفش چہ گویم با تو
دلیاں را دستگیر، عبدالقادر

آں پیکِ نوید، شیخ عبدالقادر
با صبحِ جدید، شیخ عبدالقادر
از مطلعِ حق چو آفتابِ برحق
گردید پدید، شیخ عبدالقادر

۱. تاہم کی پیش کے ساتھ معنی پرہیزگاری۔

۱. قاصد

دارد نسب شریف، عبدالقادر
مانند سلف، عقیق، عبدالقادر
در بذل و عطا مثال ابر نیساں
چوں موج صبا لطیف، عبدالقادر

وارفته نام شیخ عبدالقادر
شیدائے کلام شیخ عبدالقادر
از غنیہ و از فتوح بر خواں کہ شوی
واقف ز مقام شیخ عبدالقادر

۱. پاک دامن

۲. جولائی ساتواں جو تقریباً سادان کا مہینہ بنتا ہے قدیم علمائے موسمیات کے نزدیک کھل کر برسنے کے علاوہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس کے قطرات سے صدف میں زیادہ موتی بنتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

۱: غنیۃ الطالبین، حضرت شیخ کی تالیف
۲: فتوح الغیب، حضرت شیخ کے خطبات کا مجموعہ

در علم بحق دانی عبدالقادر
در فقر چو سُلطانی عبدالقادر
دیدند و نہ بینند نصیر اہل نظر
در بزم جہاں، ثانی عبدالقادر

چوں طبع حق آمادہ عبدالقادر
تقسیم کند بادہ عبدالقادر
جز شیخ محال، تا نشیند دگر
بر مسند سجادہ عبدالقادر

محبوبِ وِزائی، حبیبِ عبدالقادر
 خرمِ ادبیا، ادیبِ عبدالقادر
 مبعود ز فضلِ حق، بعیدِ جُش
 در قُربِ خدا، قریبِ عبدالقادر

ہر قلبِ مقام آگہ عبدالقادر
 پیچید بہ خاکِ رہ عبدالقادر
 یک روز پدید گشت با جلوہٗ حق
 از مطلعِ گیلاں، مہ عبدالقادر

۱: دُور کیا ہوا

دیں یادِ و خضرِ راہ، عبدالقادر
 یزداں را جلوہ گاہ، عبدالقادر
 در مملکتِ ولایت و فقر، نصیر
 سلطانِ جہاں پناہ، عبدالقادر

در ملک و رواجِ شیخ عبدالقادر
 در بانج و خراجِ شیخ عبدالقادر
 عبدالقادر نہ بُود محتاجِ شہاں
 شاہاں محتاجِ شیخ عبدالقادر

۱: سلطنتِ بادشاہی لام کی پیش اور زبردوں طرف سے دُست ہے

۱: بانج و خراج دونوں کے معنی وہ ٹیکس جو حکومت عوام سے لیتی ہے

از فیضِ سلوکِ راہِ عبدالقادر
وز عاطفتِ نگاہِ عبدالقادر
بر آمدہ چوں عروسِ خیلِ اقطاب
از تجلّٰہِ خانقاہِ عبدالقادر

بے رغبت و بے رضائے عبدالقادر
بے بوسہ نقشِ پائے عبدالقادر
بر مسندِ اولیا محال است جلوس
بے واسطہ عطائے عبدالقادر

۱ چنا ۲ مہربانی
۳ دولہا یا دلہن ۴ جماعت
۵ دولہا یا دلہن کی چھ کرکٹ بنے سنور نے کاکرہ

۱ بیٹھنا

شاہِ اورنگِ ناز ، عبدالقادر
در جودِ ایدی دراز ، عبدالقادر
محتاج و فقیر و بے نوارا ، درماں
سلطانِ گدا نواز ، عبدالقادر

شہبازِ بلند بام ، عبدالقادر
محبوبِ ربُّ الانام ، عبدالقادر
در منزلِ قربِ ذات ، جمعِ خاصاں
شد مقتدی و امام ، عبدالقادر

۱ تحت
۲ یک جمع (ہتھ)
۳ علاج چارہ

بر بابِ خدا رسانِ عبدالقادر
بر عتبہٴ حق نشانِ عبدالقادر
خوشتر ز تملقاتِ اہلِ دنیا
یک بوسہ بر آستانِ عبدالقادر

در حفظِ خدا، دیارِ عبدالقادر
مُصوُّؤ ز عُدؤ حصارِ عبدالقادر
برتر ز غمِ جہاں، جہاں طرَبَش
بے خوفِ خزاں، بہارِ عبدالقادر

۱: عتبہ عین، تاء اور باء کی زبر کے ساتھ معنی چوکت یا سیڑھی کا زینہ۔
۲: خوشامیں

۱: بچایا ہوا، حفاظت کیا ہوا

جوئندہ دَمِ وصالِ عبدالقادر
گیرندہ بہ کف، نعالِ عبدالقادر
آرد بہ نظر نہ مُرَدَّہٴ رِضواں را
یک منتظرِ تعالٰی عبدالقادر

از حُسنِ نظر نوازِ عبدالقادر
وز فطرتِ پاکبازِ عبدالقادر
شورِ یست بہ کائناتِ خوباں برپا
از قامتِ سرو نازِ عبدالقادر

۱: وقت
۲: جوئے
۳: خوشخبری
۴: دروازہٴ جنت کا نواب (گیزہ کپڑا)
۵: بلانے کے لئے فعل امر کا مینہ، یعنی آ

ہر دل کہ شود ذبح عبد القادر
 وز حُبِ دُرُوں مدح عبد القادر
 القصہ ہر آں دیدہ کہ باشد بینا
 بیند بہ رُبِ صبح عبد القادر

۱: مدح معنی تحریف یا تعریف کرنے والا۔
 ۲: صبح معنی خوبصورت۔

سائل بہ درِ ہدائے عبد القادر
 جا رُوبِ کشِ سرائے عبد القادر
 اے خواجہ! مزن خندہ بہ دلِ گمنش
 شاہے ست بہ دل، گدائے عبد القادر

۱: جھاڑو دینے والا
 ۲: مالدار آدمی
 ۳: پرانی گدڑی

شو بندہ بارگاہِ عبد القادر
 دریاب گئے نگاہِ عبد القادر
 خواہی شہوتِ عیاں ورائے افلاک
 کن نرمرہ ز خاکِ راہِ عبد القادر

۱: حاصل کر۔
 ۲: آسمانوں کے اوپر۔

خواہد چو بحقِ صبرِ عبد القادر
 رشتے یابد ز ابرِ عبد القادر
 بینی روزے کہ از جہانِ ارواح
 فیضِ رسدش ز قبرِ عبد القادر

۱: رشتہ۔ راہ کی زبردستیں ساکن اور حاد کی زبردستی کے ساتھ معنی تھوڑا سا پانی جو کسی چیز یا جگہ کو
 ٹکرے لیکن اتنا نہ ہو کہ قطروں کی صورت میں ٹپک سکے۔

اے مُنکر و بدگمانِ عبدالقادرؒ
 بی بی تُو کجا جمالِ عبدالقادرؒ
 آگاہ نہ ای ز حالِ خود ہم، تا حالِ
 واقف چه شوی ز حالِ عبدالقادرؒ

اے مُنکر و بدگمانِ عبدالقادرؒ
 رو! پُرس ز عارفانِ عبدالقادرؒ
 پاک است ز کذب، قدس گاہِ دهنش
 ناطق بالحق، لسانِ عبدالقادرؒ

۱۔ بُرے انجام والا

ورزیؑ تا کے خلافِ عبدالقادرؒ
 پکچڑؑ نگر طوافِ عبدالقادرؒ
 اُو کو بہ طوافِ ذات در خلوتِ جاں
 صد کعبہ بہ کفِ مطافِ عبدالقادرؒ

اے حاسد و خُردہ گیرِ عبدالقادرؒ
 آری ز کجا نظیرِ عبدالقادرؒ
 خاکِ جسدش لطیف مثلِ ارواح
 وز نورِ نبیؐ، خیرِ عبدالقادرؒ

۱۔ خلاف ورزی، مخالفت کرنا

۲۔ ذرا

۳۔ پھرنا، طواف کرنا

۴۔ پھرنے/چکر لگانے کی جگہ

۱۔ خُردہ گرفتار، محب لگانا، تنقید کرنا

۲۔ مثال سے جسم

۳۔ ٹکدہ حاسوا آنا، مراد خاک و خون کی آمیزش سے رحم مادر میں تیار ہونے والے انسانی جسم کی ابتدائی حالت (نصیر)

دُرِّ صفِ کیں خدنگِ عبدالقادرؒ
بایدعت و شرکِ جنگِ عبدالقادرؒ
پیدا ز جمالِ اوستِ حُسنِ نبوی
رنگِ علوی ست رنگِ عبدالقادرؒ

۱۔ پھاڑوے، چیر ڈالے۔

اے منکرِ کج ادائے عبدالقادرؒ
از جہلِ کُنیِ اباائے عبدالقادرؒ
بس زورِ ناتواں کہ آرد بہ کنار
ملاچی یک دُعائے عبدالقادرؒ

۱۔ ابا۔ ہمزہ کی زیر کے ساتھ معنی انکار کرنا، نافرمانی کرنا۔
۲۔ زورِ ناتواں۔ زام اور رام کی زیر کے ساتھ معنی چھوٹی کشتی۔

مردودِ جہاں، مریدِ عبدالقادرؒ
مغضوبِ خدا، عنیدِ عبدالقادرؒ
حقاً کہ ز یمنِ شیخ از رحمتِ حق
مردم نہ شد مریدِ عبدالقادرؒ

۱۔ مریدِ مہم کی زندگی کے ساتھ معنی سرکش باغی، شریر اور منکر۔
۲۔ عنید کا معنی مخالفت کرنے والا اور حق سے تجاوز کرنے والا۔
۳۔ یمن۔ یام کی پیش کے ساتھ معنی برکت یا سہار کی۔

باز آ باز آ ز شینِ عبدالقادرؒ
میں گرزِ اَلِفِ بہ بینِ عبدالقادرؒ
بلعد چو عصائے موسوی منکرِ را
ہنگر بہ دہانِ عینِ عبدالقادرؒ

۱۔ عیب لگانے والی کرنا
۲۔ لوہے کی موٹی سلاخ، آلہ ضرب
۳۔ بلعدین (نکھتا) بلعدہ مفارغ (نکھتا ہے)

اے جاحِد بد ضمیر عبدالقادر
 شو زود پناہ گیر عبدالقادر
 مجروح شود ز نسل تو صد ہا پشت
 آید ز کماں چو تیر عبدالقادر

اے دشمنِ نامِ شیخ عبدالقادر
 بنگر بہ مقامِ شیخ عبدالقادر
 بہتر ز ہزار سلسیل و کوثر
 یک جرعہ ز جامِ شیخ عبدالقادر

۱. انکار کرنے والا

غافل منشیں ز رنج عبدالقادر
 از شیخ گندِ شکنج عبدالقادر
 بر درگہِ عالیشانِ فقیرانہ بیا
 تا بہرہِ بری ز گنج عبدالقادر

از عزمِ عدو شکار عبدالقادر
 وز غصہِ قہر بار عبدالقادر
 ترسند نصیرِ جملہ ابلیس رگاں
 از بریشِ ذوالفقار عبدالقادر

۱. سلوٹ ، مُراد ماتھے کی شکن

۲. حصہ

۱. کاٹ

از جلوہ یک نمود عبد القادر
ترساں، لرزاں، خسود عبد القادر
وز نور رمید و مثل خفاش خزید
در قعر ظلم جحود عبد القادر

بنی بہ رُبّ چو بدر عبد القادر
یابی خبرے ز صدر عبد القادر
اے نسل بہ نسل سفلہ و خوار و دنی
مشکل کہ کنی تو قدر عبد القادر

۱۔ ظہور، شان و شوکت
۲۔ بھاگ گیا
۳۔ زیادہ حسد کرنے والا
۴۔ چکاوڑ
۵۔ گڑھا
۶۔ زیادہ انکار کرنے والا
۷۔ کھس گیا، بھپ گیا
۸۔ خلعت کی جمع، اندیرے

۱۔: حسین کی زیر اور فاء ساکن معنی گھٹیا۔
۲۔: مکینہ

دانی! کہ منم گدائے عبد القادر
دارم در سر ہوائے عبد القادر
اے مقتدر و قدیر و اے قادرِ کل
آمرز مرا برائے عبد القادر

اتماس بدر گاہ ربّ الناس
از ٹمکدہ اکت عبد القادر
وز بادۂ چشم مست عبد القادر
تو معطی و شیخ ماست ابنِ قاسم
یارب! چیزے ز دست عبد القادر

۱۔ آرزو، اشتیاق۔
۲۔ اقتدار رکھنے والا۔
۳۔ بخش دے

۱۔: اکت روزِ شاق اللہ تعالیٰ کے سوال اور بندوں کے جواب ہندگی دینے کی
طرف اشارہ ہے۔

یارب! بہ جنابِ شیخ عبدالقادر
 وز نسبتِ بابِ شیخ عبدالقادر
 بخشی بہ حسابِ دیگران خلقے را
 مارا، بہ حسابِ شیخ عبدالقادر

در خاکِ دیارِ شیخ عبدالقادر
 نزدیکِ مزارِ شیخ عبدالقادر
 خوش تر ز حیاتِ جادوانِ خضر است
 مُردن بہ جوارِ شیخ عبدالقادر

۱۔ جوارِ جہنم کی زیر کے ساتھ معنی پڑوس یا امان و فساداری۔

موجبِ زہیم سینہ عبدالقادر
 خیراتِ ز گنجینہ عبدالقادر
 یارب بہ درتِ آمدہ با حالِ تباہ
 یک بندہ دیکھینہ عبدالقادر

یاربی
 از ہر مقام و جاہ عبدالقادر
 وز خدمتِ بارگاہ عبدالقادر
 ایں بندہ مستوجبِ عقوبتِ را
 آمرز تو اے الہ عبدالقادر

۱۔ لائقِ مستحق
 ۲۔ عذاب
 ۳۔ بخش دے

یارب بہ صفائے کونے عبد القادر
 بخشی بہ شمیم مونس عبد القادر
 گرافاش کنی حساب من روز جزا
 شرمندہ شوم بہ رونس عبد القادر

یارب! بہ فقیر شیخ عبد القادر
 بریک در گیر شیخ عبد القادر
 رستم، بہ نیازمند پیر حسنی
 لطف، بہ نصیر شیخ عبد القادر

ل: عمدہ ہوا، خوشبو۔

سوگند بہ جاہ شیخ عبد القادر
 ہستم بہ پناہ شیخ عبد القادر
 ایں کثرت سیم و زر ترا باد و مرا
 کافی ست نگاہ شیخ عبد القادر

سر خوش بہ ہوائے شیخ عبد القادر
 مرہون عطائے شیخ عبد القادر
 گفتی کہ تو کیستی چہ عنوان داری؟
 بنویس! گدائے شیخ عبد القادر

ل: قسم

یارب پیئے آل شیخ عبدالقادر
وز جاہ و جلال شیخ عبدالقادر
شائستہ آل گن کہ نشینم روزے
در صفِ نعال شیخ عبدالقادر

پردانہ صفت بہ داغ عبدالقادر
مُردن بہ سر چراغ عبدالقادر
خوشتر ز ہزار سیر و نظارۂ خلد
یک بار نظر بہ باغ عبدالقادر

۱: لائق

۲: جوتے

از بارگہ شریف عبدالقادر
وز مائدۂ لطیف عبدالقادر
نارد بہ نگاہ نعمت کون و مکان
قلع شدہ با رعیف عبدالقادر

یک جُرمۂ ز آبخوئے عبدالقادر
یک لمحہ گزر ز گوئے عبدالقادر
بہتر ز ہزار سالہ طاعاتِ ریا
یک بار نگاہ، سوئے عبدالقادر

۱: دسرخوان

۲: پاک، صاف، شعرا

۳: رونق

۱: مہونٹ

جائے زخمِ نشاطِ عبدالقادرؒ
 قرصِ نزل از بساطِ عبدالقادرؒ
 از تمکنتِ سریرِ شاہی اولیٰ
 رقصِ بہ درِ رباطِ عبدالقادرؒ

ہستم ز عاشقانِ عبدالقادرؒ
 در خانہ خوریم نانِ عبدالقادرؒ
 اے خواجہ بہ زعمِ خواجگی غرہِ مباحش
 مائیز از چاکرانِ عبدالقادرؒ

۱۔ مکا
 ۲۔ نکلیا، مراد روٹی
 ۳۔ ضیافت، دعوت
 ۴۔ دسترخوان
 ۵۔ وقار
 ۶۔ تخت
 ۷۔ سرائے

مائیم بہ جاں پیرو عبدالقادرؒ
 وز حلقہٴ قرباں شو عبدالقادرؒ
 از پیشِ بیکرِ ایں ہمہ انبارِ عطا
 گیریم نہ با یک جو عبدالقادرؒ

ہستم خد و خالِ شیخ عبدالقادرؒ
 غرق بہ جمالِ شیخ عبدالقادرؒ
 اے خواجہ! میار ذکرِ دنیا بہ میاں
 محوم بہ خیالِ شیخ عبدالقادرؒ

۱۔ پیچھے چلنے والا

ما یم به جاں فقیر عبدالقادر
سائل به در کبیر عبدالقادر
تمکین سریر اگر به شایاں دادند
ما را شرفِ جہیر عبدالقادر

اے زمرہ عاشقین عبدالقادر
وے طائفہ متین عبدالقادر
جوئید ز مستعان بر حق، عوے
زیرا کہ خدا، معین عبدالقادر

۱۔ کجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی۔

از نسبتِ اُستوار عبدالقادر
وز منزلت و وقار عبدالقادر
مارا شمرند روزِ محشر اے کاش
بے واسطہ در شمار عبدالقادر

یک جامِ خُنگ ز نیل عبدالقادر
قطیرے از نخیل عبدالقادر
اقت نظر م چہ بر کثیر دنیا
کافی ست مرا قلیل عبدالقادر

۱۔ مضبوط
۲۔ گنیں، شمار کریں
۳۔ براہِ راست

۱۔ شندا
۲۔ دریا کا نام
۳۔ کجور کی سطلی پر ایک باریک جھلکا
۴۔ کجور کا درخت 'یا مطلق درخت'

از خاطر خوش نہادِ عبدالقادر
یا رب! نہ روم ز یادِ عبدالقادر
اواز آب و اجداد مرا آقائے
من بندہ خانہ زادِ عبدالقادر

دارم سرِ حسّانی عبدالقادر
با نغمہ در بانی عبدالقادر
اے کاش بزدمند شوم روزِ جزا
از نسبتِ جیلانی عبدالقادر

۱۔ طبیعت
۲۔ فطرتِ اصل (خوش نہاد یعنی اصل)
۳۔ گھر میں پیدا ہونے والا غلام، موروثی غلام

۱۔ نفع مند

خوردیم مے ز تاکِ عبدالقادر
گشتیم فدا بہ خاکِ عبدالقادر
خیزیم ز گنجِ قبرِ ان شاء اللہ
با نعرہ نامِ پاکِ عبدالقادر

بینیم رُخِ نکوئے عبدالقادر
ماہم بُویم، بُوئے عبدالقادر
للہ بیار مُژدہ اذینِ حضور
اے پیکی صبا! ز گوئے عبدالقادر

۱۔ انجور کی تل داغ انجور کے رس سے شراب بنتی ہے
۲۔ کونہ، گوشہ

۱۔ حسین، خوبصورت
۲۔ نوچھیں (بوسیدان سے مفارغ واحد محکم میند)
۳۔ ماضی
۴۔ قاصد

خیزد ز دلم صدائے عبدالقادر
بادا سر من فدائے عبدالقادر
دادند اگر رُزا ز گنج زر و سیم
دادند مرا ولّائے عبدالقادر

مایم و بہ جاں ولّائے عبدالقادر
مایم و بہ سر ہوائے عبدالقادر
مایم و بہ دل جلالتِ غوثِ جلی
مایم و بہ لب ثنائے عبدالقادر

۱۔ محبت

۱۔ ولّا واؤ کی زیر کے ساتھ دوستی اور محبت جو مسلسل کی جائے۔

خوَسندی تو پسند عبدالقادر
آزردِ گیت گزند عبدالقادر
ایمن شو و شاد زی کہ ہر گز نرسد
خوفی بہ نیاز مند عبدالقادر

جاں دادہ بہ نقشِ پایے عبدالقادر
دل باختہ در ہوائے عبدالقادر
دارم بہ دل از ولّائے شیخِ آپچہ نصیر
داند بخدا ، خدائے عبدالقادر

۱۔ عاشق

۲۔ محبت

سو گند بہ کردگارِ عبدالقادرؒ
ہستم در انتظارِ عبدالقادرؒ
جانے کہ مرا دھند در حشرِ نصیرؒ
من باز گُرم نثارِ عبدالقادرؒ

بُرم و گُرم نہ دید ، عبدالقادرؒ
بخواخت مرا مزید ، عبدالقادرؒ
در چاہِ بلا قریب بود اُفتادن
ناگہ بہ سُرُم رسید ، عبدالقادرؒ

۱ نوازا
۲ بہر رسید سر پہنچ گئے

از مَنتِ آستانِ عبدالقادرؒ
وز مَسَلکِ بے گُمانِ عبدالقادرؒ
شادیم کہ دادہ ایم دستِ نسبت
در دستِ واصلانِ عبدالقادرؒ

در حلقۂ عاشقانِ عبدالقادرؒ
رقصیم بر آستانِ عبدالقادرؒ
کبرِ نسبِ نہ داد مارا ذوقِ
گشتیم ز دَفِ زنانِ عبدالقادرؒ

۱ یقینی

۱ بغداد شریف میں سلسلۂ قادریہ کی ایک جماعت ہر روز درگاہِ غوثیہ میں دف وغیرہ بجا کر رقص کرتی ہے۔ جسے رقصِ درویش بھی کہتے ہیں۔ یہ روایت کئی سو سال سے وہاں جاری ہے۔ ربابی میں اسی روایت کی طرف اشارہ ہے

در عشقِ ہلاکِ شیخ عبد القادر
گردِ درِ پاکِ شیخ عبد القادر
آرد نہ شانِ وقت را در خاطر
اُفتادہ بہ خاکِ شیخ عبد القادر

از بارگہِ اطر عبد القادر
وز مائدہٗ خوشتر عبد القادر
اے کُنہِ حریصِ لذتِ مطبخِ ما!
یک لقمہٗ خور از لنگرِ عبد القادر

۱۔ زیادہ پاک ۲۔ دستِ خوان ۳۔ باورچی خانہ
۴۔ یہ لفظ فارسی کا ہے اور لغت میں خافقہوں کے زائرین کی طعام گاہ کے معنی میں مستعمل ہے

شد زوئے دلم بہ شوئے عبد القادر
میرم در آرزوئے عبد القادر
بر من چہ گُشایند درِ خلدِ نصیر
مشکل کہ روم ز گوئے عبد القادر

ساغر گش و میخوارہٗ عبد القادر
در عاشقیِ آوارہٗ عبد القادر
یارب ز درتِ کجا رود کاسہ بہ دست
ایں بندہٗ بیچارہٗ عبد القادر

۱۔ بے وطن گم شدہ پریشان

یک بار بیا بہ بابِ عبدالقادر
 عالی ست بسے جنابِ عبدالقادر
 بس تیرہ زمینِ دل کہ شد بقعہ نور
 از پرتو آفتابِ عبدالقادر

۱: کلوا۔

رُو کردہ بہ شوئے رُوئے عبدالقادر
 لب بستہ در آرزوئے عبدالقادر
 بر خاک قتادہ ام بہ اُمیدِ دوگز
 اے مرگ بیا! بکوئے عبدالقادر

۱: دُفن کی جگہ قبر

از چشمِ کرم مآبِ عبدالقادر
 نوشید گے شرابِ عبدالقادر
 از کاسۂ وصل یاد آرد ہر دم
 دل ہست مگر خرابِ عبدالقادر

۱: قصیدہ غوثیہ کے مطلع کی طرف اشارہ

۲: مست

آں کس کہ زید برائے عبدالقادر
 وانکس کہ شود گدائے عبدالقادر
 بیگانہ صفت بہ خلق اُفتد نظرش
 ہر کس کہ شد آشنائے عبدالقادر

۱: زید۔ زمینِ معن مصدر سے صیغہ مضارع۔ زندگی گزارے۔

شو داخل مے کشانِ عبدالقادر
یک بار نگر! بہ شانِ عبدالقادر
تا چند بہ پیش سر کشانِ رسوائی
رو! باش ز سر خوشانِ عبدالقادر

یک نعرہ ، بیادگارِ عبدالقادر
یک نعرہ ، در انتظارِ عبدالقادر
خواہی کہ سی بہ منزلِ قربتِ ذات
یک سجدہ ، بہ رہ گزارِ عبدالقادر

۱۔ نیشکی وہ حالت جس میں ہلکا سرور ہے اور پیٹنے والا بدست نہ ہونے پائے

بخشد نثر تازہ عبدالقادر
باب گرم آوازہ عبدالقادر
تا حال کس نہ رفت و توہم نہ روی
مردم ز دروازہ عبدالقادر

گن سُرْمہ ز گردِ رخشِ عبدالقادر
لعلِ گیر از بدخشِ عبدالقادر
گرم کہ ترا نیست بہ چیزے حاجت
مردم مزد ز بخشِ عبدالقادر

۲۔ موتی

۱۔ گھوڑا

۲۔ بدخشان کا تحفہ یہاں کے موتی مشہور ہیں۔ ہندوستان و خراسان کے درمیان ایک علاقے کا نام

۳۔ حصہ، ٹکڑا، تقسیم

خطاب بہ شاہانِ دنیا
اے شاہ! نگر! جنابِ عبدالقادر
بر تاجِ پناہِ ترابِ عبدالقادر
تو شاہِ دو خط، آں شہنشاہِ دو گون
آ! مثلِ گدا بہ بابِ عبدالقادر

۱۔ دونوں جہاں

آں مُرشدِ خوش نہاد، عبدالقادر
داد آنچہ ز لطفِ داد، عبدالقادر
بند است بہ ما گردِ شاہاں، غم نیست
بر ما درِ خود کشاد، عبدالقادر

۱۔ فطرت، عادت، طریقہ

اے عاشقِ با وفائے عبدالقادر
پیرے مگزیں! سوائے عبدالقادر
چوں خضر ترا دھند گر عمرِ دراز
تا مرگِ بگو! ثنائے عبدالقادر

۱۔ اختیار نہ کر

از رحمتِ مُستعانِ عبدالقادر
وز لطفِ بے کراںِ عبدالقادر
باشیم بہ روزِ حشر ان شاء اللہ
در سایہٴ سائبانِ عبدالقادر

۱۔ جس سے مدد مانگی جائے، مراد اللہ تعالیٰ

۲۔ بے انتہا

ترس از فقرائے شیخ عبدالقادر
مستانِ ولائے شیخ عبدالقادر
حقاً کہ دلِ عرشِ بریں جُنبانہ
یک آہ گدائے شیخ عبدالقادر

رُو کردہ بہ سُوئے بابِ عبدالقادر
خالص شدہ باجنابِ عبدالقادر
گر تشنہ زند بانگ کہ نشینا اللہ
بارد بروے سحابِ عبدالقادر

۱۔ بادل

مُردیم بہ اشتیاقِ عبدالقادر
سوزِ دلِ ما، فراقِ عبدالقادر
یارِ مددے کہ فوجِ اسلام عناد
برہم نہ زندِ عراقِ عبدالقادر

داریم ثنا خوانی عبدالقادر
بینیم سلیمانی عبدالقادر
گشتیم غنی ز تیکہ و مسند ما
مستیم بہ درباری عبدالقادر

۱۔ بادشاہی

اے زائرِ بارگاہِ عبدالقادر
میں طرفِ پناہ عبدالقادر
دُزد آمد و بر رُتبہ اقطاب رسید
از جنبشِ یک نگاہ عبدالقادر

۱۔ عجیب پن
۲۔ چور

آراستہ با نیازِ عبدالقادر
محمودِ صفت ، آیازِ عبدالقادر
تُو بندہ ایں جہان و ما اُخر ویاں
تُو از دنیا و ما زِ عبدالقادر

۱۔ مراد عالمِ آخرت

مملو شدہ از نفعِ عبدالقادر
سر خوش ز مئے نفعِ عبدالقادر
صد شکر کہ داخلم ما قادریاں
در سلسلہ رفیعِ عبدالقادر

۱۔ پُر : بھرا ہوا
۲۔ نفع : محمور اور کشش سے تیار شدہ شربت یا ٹھنڈا میٹھا پانی۔
۳۔ النفع والقیۃ : فائدہ، منفعت

از حق بطلب ، دُنُو عبدالقادر
تا کل شودت ، سُمُو عبدالقادر
یہودہ سخن زنی چہ از قعرِ حنیض
اے بے خبر از غلو عبدالقادر

۱۔ دُنُو : دال اور لون کی پیش کے ساتھ معنی قرب، نزدیکی
۲۔ کل شدن : ظاہر ہونا
۳۔ سین اور سیم کی پیش کے ساتھ معنی بلند ہونا، اونچا ہونا۔ مراد بلندی
۴۔ قعر حنیض : قاف کی زب آگے حامی زب کے ساتھ معنی بہت گہرا گواں پھر اُس کی بھی غلی تہہ

پس خورده خورانِ خوانِ عبدالقادر
 دز منتظرانِ نانِ عبدالقادر
 لرزد دل شیرانِ بیر در پیشه
 از دبدبہ سگانِ عبدالقادر

از حجتِ لازائل عبدالقادر
 مردود نہ شد، قائل عبدالقادر
 از غیب کند دامنش پُر ز مراد
 خالی نہ رود سائل عبدالقادر

۱: جنگل

۱: حجتِ لازائل، ایسی دلیل جو کبھی زائل نہ ہو سکے

بر خلقتِ پاک زادِ عبدالقادر
 بر قامتِ خوش نہادِ عبدالقادر
 باشد کہ شوی مُشرف از دیدارش
 می نالِ دلا بہ یادِ عبدالقادر

چیز نہ ستد ز ننگِ عبدالقادر
 رنگِ عجب است رنگِ عبدالقادر
 قانع بہ حکیم و بادشاہ بے تاج
 در خانہ خود ملنگِ عبدالقادر

۱: پیدائش ۲: طریقہ اصل

۲: اصل ۳: می نال، روتارہ

۱: سیکڑن، لیتا، نہ سیکڑ مہاراج، نہیں لیتا

۲: شرم۔

۳: گدڑی۔

۴: یہ فارسی کا لفظ ہے معنی آزاد منش، قید رسوم سے آزاد۔

التجاء بخضر باری تعالیٰ
دارم به گلو ز نام عبد القادر
خورد شوم ز نام عبد القادر
در عفو تو و امید من دوری نیست
تو قادر و من غلام عبد القادر

از چہرہ پیمو ماہ عبد القادر
وز چشم جہاں پناہ عبد القادر
لعت بہ منی دنی کہ جاع زده ایم
از خمکہ نگاہ عبد القادر

۱۔ دور، رشی

۱۔ دنی دال کی زبر اور نون کی زیر کے ساتھ معنی خفیف، گھٹیا اور پست فطرت۔

در حفظ خدا، دیار عبد القادر
مُصَوَّن ز عدو حصار عبد القادر
برتر ز غم جہاں، جہان طربش
بے خوف خزاں، بہار عبد القادر

گویم بخدائے شیخ عبد القادر
نازم بہ ولائے شیخ عبد القادر
چوں تنگ شود زمین محشر بر من
افتم در پایے شیخ عبد القادر

۱۔ بچایا ہوا، حفاظت کیا ہوا

از نور علوم شیخ عبدالقادر
وز دفع هموم شیخ عبدالقادر
در چشم بلاد محترم شد بغداد
از فیض قدوم شیخ عبدالقادر

اے سالک دلدادہ عبدالقادر
پائے مکش از جادہ عبدالقادر
یک جرعمے نوش زکاست وصال
بنگر چه کند بادہ عبدالقادر

ل: اندیشے، پریشانی

ل: راستہ چلنے والا۔ اصطلاح صوفیاء میں وہ شخص جو قرب الہی کا طالب ہو

۲: گھونٹ

۳: کاست وصال، وصل کے پالے۔ شیخ کے مشہور قصیدہ ستانی الحب کی طرف اشارہ

شد مقتدری ہدائے عبدالقادر
دارد بہ زباں ثنائے عبدالقادر
از شیخ بہ دل کسکہ دارد جے
بخشد او را خدائے عبدالقادر

در ملک صفا، صفی ست عبدالقادر
پوڑ حسن و علی ست عبدالقادر
در راہ عمل اگر ضعیفیم چه باک
با فضل خدا قوی ست عبدالقادر

ل: پور۔ بیٹا

از یمن تضرعات عبد القادر
وز لطف تو جہات عبد القادر
باید ز نصیر گر ترا نام و نشان
بہ رباعیات عبد القادر

چوں سائل آستان عبد القادر
قسمت رسد ز خوان عبد القادر
گفتا قدم بہ گردن اقطاب است
سبحان اللہ ! شان عبد القادر

۱۔ مراد وہ رباعیات جو میں نے حضرت شیخ کی مدح میں کہی ہیں۔ (نصیر)

تلمیذ علیؑ ، دبیر عبد القادر
در گولڑہ یک سفیر عبد القادر
از بہر تحفظ شریعت در ہند
شد مرہ علیؑ ، وزیر عبد القادر

بحوالہ علم حضرت پیر مر علی شاہ گولڑی
در علم ، کلیم طور عبد القادر
تاج العلماء ، پور عبد القادر
باشد ولد نبیہ سر لا بیہ
در مرہ علیؑ ، ظہور عبد القادر

۱۔ شاعر
۲۔ منشی

۱۔ بیٹا۔
۲۔ نامور، جو عظیم صلاحیتوں کے سبب مشہور ہو۔
۳۔ مشہور مقولہ "الولد سر لا بیہ" کی طرف اشارہ کہ بیٹا باپ کا راز یعنی اسکی ذات و صفات کا مظہر ہوتا ہے۔

بحوالہ حضرت بابو جی گولڑوی
 آں نازش دودمانِ عبدالقادر
 چوں مہر علی ازانِ عبدالقادر
 بابو جی غلامِ محی الدین آمد
 در گولڑہ ترجمانِ عبدالقادر

۱: خاندان۔

۲: میں سے۔

بحوالہ حضرت گولڑوی
 در علم و عمل مظہرِ عبدالقادر
 در گولڑہ آں دلبرِ عبدالقادر
 با مہرِ بیا تو بر درِ مہر علی
 تا زود ری تا درِ عبدالقادر

۱: محبت

۲: تاکہ

۳: تک

مستیز! بہ فاقہ مستِ عبدالقادر
 بالا منیش، ز پستِ عبدالقادر
 اے خواجہ! میا بجوشِ تحویف کہ هست
 بر پشتِ نصیر، دستِ عبدالقادر

۱: متیز

۲: ڈرانا، خوف دلانا

دارفتہ و سودائیِ عبدالقادر
 شیدا و تمنائیِ عبدالقادر
 مایم ز خیلِ بندگانش اے دوست
 مستِ مے مولائیِ عبدالقادر

عرشِ ناز

عرشِ ناز

مجموعہ کلام

(فارسی، اردو، پنجابی، پوربی، سرائیکی)

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

فہرست

صفحہ نمبر	عرشِ ناز	نمبر شمار
	غزلیاتِ فارسی	
1087	بہ فطرتیکہ ادب گاہِ جوہر نسبی ست	
1087	اے دل! مدام بندہ آں شہر یار باش	
1088	پے کرم بہ زبانِ نگہ سوال کنم	
1088	ہر آں کہ اوبہ کوچہ اہلِ وفارسد	
1089	بردِ خواباں نظائے دیگر است	
1089	بیا! ز نورِ طلعتش کنیم اکسا بہا	
1090	چہ شد گر نازِ دارائی شہنشاہِ عجم دارد	
1090	کرد تاراجِ دلم فتنہ نگاہے عجبے	
1091	چو جان و دل بہ درت صرفہ نیاز کنم	
1091	اے سرو تازینے! اے ترکِ بے نیازے	
1092	گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بفرمائی	
1092	دلِ بُزد دستِ من مہِ رُوئے فسوں کارے	
1093	آں گلِ قبائے ماچو سوارِ سمن شد	
1094	بہار آمد و سازِ بہار باید و نیست	
1095	مہِ من! بیا دُر ویت زد و دیدہ خوں فشام	
1095	نشستہ ام بہ سرِ راہ و در تو را ہے نیست	
1096	سرِ شوقم اگر در پائے آں سرِ رواں بودے	
1096	عقل را بے خود ز نازِ نر گسِ مستانہ کن	
1097	دیدہ و دل بر تو قرباں ہچمنان	

صفحہ نمبر	نمبر شمار
1097	ہزاراں دل و جاں گرفتار داری
1098	دل دیوانہ را در حلقہ زلفِ دو تا کردی
1098	فتنہ پاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو
1099	باہمہ ناز و دلبری پاسِ وفا نمی کنی
1100	ساقیا در گردشِ آور جام را
1100	رُوئے یارِ خود بنگر اصلِ مدّ عاینست
1101	عجب لذّت تماشا ئے تو دارو
1101	خبرے گرت بہ مشامِ جاں ز مقامِ عشق و وفارسد
1102	چہ گویمت دوش آمد از در چہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے
1102	وارفتگی و مستی در عہدِ شبابِ اولی
1103	اے کہ نامت بر زبانِ ماغریباں ہر دے
1103	دیدہ ماہرزہ گر جلوہ گلزار نیست
1104	غنی شدیم ز جاہ و جلالِ شاہانہ
1105	اگر است در دولتِ آرزو کہ نظرِ بخوش نظرے رسد
1105	چہ سخن رسید ز شورِ دل بہ لبانِ زمزمہ سازِ من
1106	تعالی اللہ چہ زیبا بر سرِ محفلِ نشستش
1107	سرِ لوعِ مصحفِ رُخ گشا کہ بہارِ صُبحِ دمیدہ ای
1108	چہ دلے کہ مستِ طرب نشد ز دو چشمِ بادہ بجامِ تو
1108	باچہ نازاے سر و زیبا باچہ رفتارِ آدمی
1109	عاشقاں راعز و شانے دیگر است
	(دیگر منظومات)
1110	خمسہ بر غزلِ حضرتِ سعدی شیرازی
1111	خمسہ بر غزلِ مولانا ہلالی آستر آبادی

صفحہ نمبر	نمبر شمار
1112	خمسہ برغزل ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدلؒ
1113	خمسہ بریک غزل فارسی
1114	خمسہ برغزل نواب آصف الدولہ نظام حیدر آباد دکن
1115	خمسہ برغزل یکے از اہل نسبت
1116	خطاب بہ مسلم فرنگی منش
1119	برائے ذوق دانشورانِ علم و فن
1121	قلم و نعت
1122	بخواندہ کتاب باب جبریل
1123	اشعار بہ تقریب رونمائی کتاب
	(اُردو)
1125	غزل بہ عنوان یادِ ماضی
1126	بہاریہ
1129	قصیدہ رزمیہ در مدحِ عراق
1132	آزاد نظم
1134	عظمتِ عقلِ انسانی
1138	گلبدنی
	(پنجابی، سرایتی، پُوربی)
1143	مینوں تیرے فراق نے مارٹیا آجا آجا او جانِ بہار آجا!
1144	ہم کا دکھائی دیت ہے ایسی روپ کی اگیا سا جن ماں
1145	آپٹلا! باغِ بہاراں وے
	فارسی غزل
1146	خدا و خدا بہ صبا اجرِ خدمتِ پرواز

صفحہ نمبر	نمبر شمار
	(غزلیہ چوبہ گے)
1147	سورج غم مرتے آس داڈپ چلیا کر دالے جی وی نہیں سوہنیا رگلاں
1147	واہ واہ ہجر فراق دی اک ڈاڈھی دھکھن دلاں دے نال سریر وکھرے
1147	پہلے وانگ پتنگ دے ڈور دے کے فیر کٹ کے پتنگ دی کار لٹیا
1147	تیرے داغ فراق نوں دل چمسی لکھاں داغ قلب دا غدار تے سہی
1148	دونواں اکھاں نے رو رو کے رہ پائے اوہدی خبر ہوا وی نہیں آئی
1148	خ-خوشیاں تے ہاسیاں نال دستیں کریں ہار سنگھارا اللہ خوش رکھی
1148	ش-شرمناہیں جہڑی دھرت اُتے بن بے شرم او تھے فیرو سنا کیہ
1148	الف-اج میرے دلے دے شہر وچوں نواں راہی عجیب اک آلتھیا
1149	رل کے بیٹھے آں نال تقدیر جے کر کر دائے جی کر لیتے دو چار گلاں
1149	ع-عشق دی جہاں نوں چاٹ پے گئی بھنگڑا پا کے سر بازار نجدے
1149	فرق حُسن تے عشق دا کھل جاندا جے کر رنگِ طلوع و غروب تکیئے
1149	اپنے آپ نوں جوڑ کے کون تریا حُسن یوسف داماں تے ناز بھن کے
1150	بھریانی ویہڑا میرا سجاناں نال آج بھریانی ویہڑا میرا سجاناں نال آج بھریانی
	(نمریات)
1151	واعظ! مجھے جنت کا طلبگار نہ کر
1151	اُمیدِ سعادت کی کمر ٹوٹ گئی
1151	خاکِ درمیاخانہ کا ہر ذرہ ہے پاک
1151	ہے عشق کی مستی ہی میں دانشِ مستور
1152	میخانے کا ہر ذرہ ہے ٹھہرے سوغات
1152	جب محفلِ خم، جام سے خم، جاتی ہے
1152	موجیں ٹھہریں نیک کناروں کی طرح
1152	محتاج بھی خاکِ خم میں دھستے دیکھے

صفحہ نمبر	نمبر شمار
1153	نئے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو
1153	رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے
1153	چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب
1153	کیوں دیدہ عالم سے چھپا کر پی لوں

ثنائے اہل کرم جرم مدعا طلبی ست
گماں مبر کہ فغانم فغان بے سببی ست
ز کاکش بہ نگاہم ہجوم تیرہ شبی ست
بگلشن از عجمیم و بہار ما عربی ست
کہ سر بلندی موج احترام تشنہ لبی ست
کہ قطرہ مدعی ذات خود ز یم نسبی ست
کہ آل ساقی کوثر بہ درد تشنہ لبی ست
دراندستی مژگاں بجلوہ بے ادبی ست

بہ فطرتے کہ ادب گاہ جوہر نسبی ست
بہ دل غمے ز تغافل شعاریت دارم
چہ آورم خبرے از تجلی رُخ دوست
نصیب اہل ولا ہست رنگمائے نشاط
کریم، اہل طلب را معزز انگارد
چہ شد گر آمدہ بانگ انا الحق از منصور
بہ کربلا نگر انداز بے نیازی ہا
بہ مصحف رخ او چشم شوق نگشایم

بدستگاہ کمالش نصیر کس نرسد

ہر آنکہ متکلف آستان آل نبی ست



بے غم ز گردش فلک کج مدار باش
چوں کوہ در طریق رضا اُستوار باش
پروانہ وار مرد محبت شعار باش
با روزگار ہمد و با بخت یار باش
وز بند راہ و رسم جہاں رستگار باش
آسودہ از ہجوم غم روزگار باش
محنت بہ جان خویش کش و برد بار باش
خون از جگر چکان و پچشم اشکبار باش

اے دل! مدام بندہ آں شہر یار باش
ہرگز میچ گردن تسلیم ز امر دوست
بے سوز عشق، زیست بود شمع بے فروغ
لوح جبین خویش بہ خاک درش بسائے
دل را بہ دام گیسوئے جاناں اسیر کن
از عشق دوست قطع مکن رشتہ اُمید
اے دل کنوں کہ بار امانت گرفتہ ای
سر در رہش فدا کن و دل بر رخسار

تا درد نوش ساقی کوثر شدی نصیر

سرشار بادہ کرم کردگار باش

دے بہ چشمِ کرم ہیں کہ عرضِ حال کنم
 سرِ غرور بہ راہ تو پائمال کنم
 ز نیمِ ہجر فغاں در شبِ وصال کنم
 ہمیں خیال کہ خود را سگت خیال کنم
 چہ آورم بہ زبان و چہ عرضِ حال کنم
 بہ سازِ ایں ہمہ ، نظارۂ جمال کنم

نصیر دستِ طلب کے کنم بہ خلقِ دراز
 من التجا بہ خداوندِ لایزال کنم



پئے کرم بہ زبانِ نگہ سوال کنم
 نہادہ ام بہ درِ عشق تا جبینِ نیاز
 شبِ فراقِ تو بنگر چہ سہمگینم کرد
 بود کہ روزِ جزا باعثِ نجات شود
 تو خود ز صورتِ من حالِ زارِ دل دریاب
 شبِ دراز و غمِ ہجر و خونِ فشانِ چشم

حقّا بہ زیرِ سایۂ لطفِ خدا رسد
 خالی شود ز بادہ چو ساغر ، بما رسد
 روزے بود کہ شاہدِ فرخندہ پا رسد
 باشد کہ گاہ گوشۂ چشمے بما رسد
 بینم ، بہ راہِ عشقِ بتاں تا کجا رسد
 مشکل کہ نزدِ بارِ گش ہر گدا رسد

مائیم و راہِ پُر خطرِ عاشقی نصیر

یا یارِ بے وفا رسد و یا قضا رسد



ہر آنکہ او بہ کوچۂ اہلِ وفا رسد
 اغیارِ شاد کام شوند از مئے نشاط
 دل تنگ از حوادثِ عالم مشو چین
 چوں چشمِ التفات کند سُوئے دیگران
 زاہد بہ راہِ الفتِ یزداں قدم نہاد
 در آرزوئے قُرب ، سلاطین شدند خاک

بر درِ خواباں نظامے دیگر است
خاک بر سر، چاک داماں، دیدہ تر
السلام اے مفتی و قاضی و شیخ
زادہاں در کعبہ ما در میکدہ
بر رُخ روشن عجب زلفِ سیاہ
بادشاہانِ جمال و حُسن را
در حریم جلوہ گاہِ دلبراں
انتظام و اہتمامے دیگر است
در محبتِ ننگ و نامے دیگر است
مسجدِ ما را امامے دیگر است
ہر گروہے را مقامے دیگر است
ایں زمیں را صبح و شامے دیگر است
ہر زماں، ہر دم غلامے دیگر است
ہدیہ و نذر و سلامے دیگر است

ہاں شرابِ عشقِ خواباں را نصیر
شیشہ و ساقی و جامے دیگر است



بیا! ز نورِ طلعتش کنیم اکتساب ہا
مُحسِنِ یار کن نظر، ز غیر باش بے خبر
برو بدامنِ یقیں، کنارِ دلربا گزریں
ہزار نالہ میشود ز تارِ دل ہی رود
نگارِ مہ جبینِ ما، کرم بہ عاشقانِ نما
دوا ز وصل کن صنم، نمکِ مپاش بر دلم
بہ عاشقانِ خستہ دم، بہ صحنِ باغِ نہ قدم
کجا روم ز کوئے تو، منم اسیرِ موئے تو
ز او اُمید کے شود کہ گوشِ بر سخن نہد
ز چشمِ من ز فرطِ غم رود دُخانِ دمبدم
کہ ذرّہ ہا ز پرتوش حریفِ آفتاب ہا
ز ایں گزر، ز آں گزر کہ ایں و آں حجاب ہا
بر افگند ز روئے ایں حجابِ نقاب ہا
چو نالما کہ می بود ز چنگا رباب ہا
مکن ستم، مکن جفا، بدلِ نمائد تاب ہا
کہ ساخت آتشِ الم، ز سینہ ام کباب ہا
فگن ز چہرہ اے صنم حجاب ہا نقاب ہا
کہ حل شود ز روئے تو سوال ہا، جواب ہا
کہ گفتگو بر او بود چو نقشِ ہا آب ہا
چو میشود بلند ہم ز آب ہا حباب ہا

نصیرِ رو براہِ دیں، گزر ز قیدِ آن و ایں
کہ ہست جملہ ایں زمیں، چو بر زمیںِ سراب ہا

کہ شامِ ما غریباں خندہ ہا بر صبحِ جم دارد
 بہ قدرِ جرم، چشمِ رحمتش نازِ کرم دارد
 کہ در یادِ رُخ کوثر جبیناں دیدہ نم دارد
 کہ آگاہی ز منزل دیدہ نقشِ قدم دارد
 مقیمِ آستانش سر ز بارِ لطفِ خم دارد
 ضعیفاں را کسے کو وقتِ قدرت محترم دارد
 کہ عشق از دیر ربطِ یک پرستی تا حرم دارد
 کرم پرودہ چشمت ز محرومی چہ غم دارد

چہ شد گر نازِ دارائی شہنشاہِ عجم دارد
 تُو اے مزدورِ جنتِ سرِ تقصیرِ نمی دانی
 ہر آنکس می شناسد جوہرِ تخلقِ انساں را
 نشانِ دوست از ما خاکساراں پُرسی اے سالک!
 ازیں کج گردناں باور مکن لافِ حضوری را
 بہ ہنگامِ ضعیفی می رسد نصرت ز یزادش
 تماشا کن بہر منظر، چو خواہی حُسنِ مطلق را
 توئی قسامِ رحمت یا محمد چوں سرِ محشر

بیا با شوق در بزمِ نصیرِ اے تشنہٴ مستی
 کہ اودر قحطِ خوش ذوقی وجودے مُغنَّم دارد



شعلہٴ رُوئے عجی، غیرتِ ماہی عجی
 رحمتِ شافعِ حشر است پناہی عجی
 بہ شبِ تار درخشانی ماہی عجی
 گاہ گاہی سرِ راہی بہ نگاہی عجی
 ہست عشاقِ ترا رسمے و راہی عجی
 اشک بر عاشقِیم ہست گواہی عجی

کرد تاراجِ دلمِ فتنہ نگاہی عجی
 باہمہ نامہ سیاہی نہ ہراسم از حشر
 رُوئے تابانِ تُو در پردہٴ گیسوئے سیاہ
 رہزنِ حُسنِ رباید دل و دیں ہوش و خرد
 نقدِ جاں باختہ و راہِ بلا می گیرند
 خواستم رازِ دلمِ فاش نہ گردد، لیکن

ذرہٴ کوچہٴ آلِ شاہِ مدینہ بودن
 اے نصیر از پئے ماشوکت و جاہی عجی



بہ اوجِ اخترِ طالع ہزار ناز کنم
 ز خاکِ پائے تو خواہم کہ سرفراز کنم
 خوشا دے کہ بہ روئے تو دیدہ باز کنم
 تمام عمر اگر صرف در نماز کنم
 کہ من نگہ بہ قدِ یارِ دلنواز کنم
 نثارِ گوشہ آں چشمِ نیم باز کنم

چوں جان و دل بہ درت صرفہ نیاز کنم
 سرِ نیاز کہ خم از سرِ نیاز کنم
 خوشا شبے کہ در آئی بہ گلہ ام چوں ماہ
 ز بوسہ قَدَمَت در ثواب کم باشد
 نظر بہ جانبِ طوبیٰ مرا کجا افتد
 ہزار نعمتِ دُنیا اگر مرا بخشند

من از هجومِ خیالِ مسلسلِ زلفش
 نصیرِ سلسلہ شوق را دراز کنم



شورے زدی بعالم با قامتِ درازے
 پائے سگانِ کُویت با صد ہزار نازے
 دارم بر آستانِ دائمِ سرِ نیازے
 آئی اگر بہ گلشن با کُگلِ درازے
 آں شاہِ کج کلاہے، آں ماہِ دلنوازے
 بستم چو شمعِ محفلِ احرامِ سوز و سازے
 کارم تمام کردی با چشمِ نیم بازے

اے سروِ نازِ نینے اے تُرکِ بے نیازے
 دستے دہد چو ختمِ بوسم ز فرطِ شوق
 آخر چرا نرسی گاہے منِ حزیں را
 سُنبلِ سرِ ارادتِ آرد پائے نازت
 دل بُرد با نگاہے از دستِ عشقِ بازاں
 تا از گدازِ ہستی راہے بخویش یا بم
 بے حاصل است قلم با تیغ و تیر و خنجر

بارے نصیرِ خواہی گر در جہاں سعادت
 گن بیعتِ ارادت بر دستِ پاکبازے



صد بار شوم قرباں اے پیکرِ زیبائی!
 تو ہم کرے فرما با نازِ دل آرائی
 نے طاقتِ غم دارم نے تابِ شکیبائی
 باشد کہ بر آوازم از خانہ بروں آئی
 درمانِ دلم فرما ز اعجازِ مسیحائی
 دانم کہ ندیدی شامِ غمِ تنہائی
 ما خاک شدیم اے گل تو جو خود آرائی
 بگزشت ہمہ عمرم در بادیہ پیمائی

لہ نگاہے گن اے یارِ پری رُویم
 گردید نصیر تو دیوانہ و سودائی



دل سوز دل افروزے، دلدارِ دل آزارے
 اے گلکدہ خُوبی! یک چشمِ کرم، بارے
 ہر ذرہ ضیا ریزے، ہر دشت چمن زارے
 اے مہوش طنازے! اے دلبرِ عیارے
 با چشمِ سیہ مستے، با طرّہ طرارے
 بر حالِ منِ رندے، سرمستِ سیہ کارے

با ایں کہ نصیر آمد کم کوش و تہی دامن
 یارب نظرے فرما بر حالِ منِ زارے

گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بفرمائی
 بلبل بہ گل و قمری با سرو بہ بستانت
 جانم بلب آمد ہم از حسرتِ دیدارت
 مانند گدا گروم پیرامن کوئے تو
 باز آ کہ گزشت از حد آزارِ فراقِ تو
 اے ماہ چہ میدانی دردِ منِ آشفتہ
 کن صرفِ دلِ اغیار اندازِ تغافل را
 یارب بنما راہے از منزلِ پیدایم

دل بُرد ز دستِ من مہ رُوئے فسوں کارے
 در معرضِ حُسنِ تو مثلِ خس و خاشاکیم
 از پرتوِ رخسارت، وز جلوہ انوارت
 در چشمِ فسوں سازت، ہشیاری و سرشاری
 ہوش و خردم بُردی، مفتونِ خودم کردی
 تو ایزدی، ستاری یک جلوہ غفاری

شورے ز خلق رفت کہ آتش بلند شد
 دل از جنونِ عشق تو صحرا پسند شد
 صد مرغِ دل پرید و اسیرِ کند شد
 اے دوری تو باعثِ درد و گزند شد
 از پائے تو چو طارمِ اخضر بلند شد
 ہر چیز در دو دیدہ من نا پسند شد
 پندش مدہ کہ کار فرا تر ز پند شد
 ہر آنکہ خاکِ پائے تو شد، سر بلند شد
 حرفیکہ با زبانِ تو پیوست، قد شد

آں گلِ قبائے ما چو سوارِ سمند شد
 جاں گشتہ در فراقِ تو بیزار از جہاں
 کیسو بہ دوش رفت چو صیادِ ما بباغ
 عیسیٰ دمی، تو از پئے بے چارگاں بیا!
 اے مہ! جمالِ کلبہٗ تاریکِ پستِ من
 تا دیدہ ام جمالِ تو اے دلِ پسندِ من!
 ناصح فرو گزارِ دلم را و راہ گیر
 ایں بندہٗ حقیر بود یا کہ آسمان
 شیرینیِ دہانِ تو ریزد شکر بہ گوش

یارم چو شمعِ محفلِ اغیار شد، نصیر

ناگہ دلم بر آتشِ غیرت سپند شد



فغاں کہ گلبد نے در کنار باید و نیست
 ہوائے باغِ جہاں سازگار باید و نیست
 بہ کامِ دل قدحِ جلوہ بار باید و نیست
 کہ ایں گروہ، مرّوتِ شعار باید و نیست
 کنارِ کشت و لبِ جوہار باید و نیست
 بہ اشکِ چشمِ مرا اختیار باید و نیست
 بہ دوستیِ دلِ صاف از غبار باید و نیست
 بہ نخلِ زندگیم برگ و بار باید و نیست
 نوائے طوطی و بانگِ ہزار باید و نیست
 ہزار حیف کہ دل را قرار باید و نیست

بہار آمد و سازِ بہار باید و نیست
 مرا کہ غنچہٗ پژمرده ام بہ شاخِ وجود
 بجامِ بختِ مے از تیرگی نباید و ہست
 بخشنِ غالیہ بیزاں مشو فریفتہ دل
 کنوں کہ دلبرِ من آمد و بہار آمد
 حدیثِ عشق کہ شرحش دہد بہ غمازی
 بسے گزشت کہ در عالمِ خراب، مرا
 شکستہ رنگیِ ختمِ ببیں کہ وقتِ بہار
 دریں چمن کہ پُراست از خروشِ زاغ و زغن
 بسانِ پارہٗ سیماب لرزہ ہا دارد

صبا پپائے محباں رساں ز خاکِ نصیر

کہ تڑپش بہ سرِ رہ گزار باید و نیست



تُو بیا! دے بیا لیں کہ رود ز شوق جانم
 نہ بہ پستی زمینم نہ بر اوج آسمانم
 بہ اُمید یک نگاہت چو گدا بر آستانم
 کرم اے بہارِ رحمت کہ نحیف و ناتوانم
 سرِ خود نہم پاپیت کہ زخیلِ بندگانم
 مفشاں ز دامن اے جاں کہ غبارِ آستانم
 دلِ سرد شعلہ گیرد ز تجلّیِ بیانم
 کہ بہ ذوقِ بے نوائی بہ غمِ تُو شادانم

ز رہ گدا نوازی بہ نصیر زار چشمے

کہ جو آستانِ پاکت بخدا درے ندانم



فغاں، کہ بر من مسکیں تڑا نگاہے نیست
 کہ حُسنِ دوست مقیدِ بجلوہ گاہے نیست
 تڑا کہ بر درِ اربابِ شوق راہے نیست
 بخاکِ تو کہ مرا جو درت پناہے نیست
 کہ ہچ فرد ازیں قوم کم نگاہے نیست
 کہ مرغِ ہمتِ من صیدِ دامگاہے نیست
 متاعِ خانہ بے چارگاں جو آہے نیست
 بلا کشانِ وفا را دگر گناہے نیست

نشستہ ام بہ سرِ راہ و در تو راہے نیست
 اُمیدِ جلوہ ز دیر و حرم مدار اے دل
 چہ لاف می زنی از رازِ آں حریمِ وفا
 بہ جرمِ ناکسی ام ز آستانِ خویش مراں
 بہ اوجِ طالعِ رندانِ با خدا نازم
 مکن بہ خستگیمِ اشتباہِ رنگِ ہوا
 کجا نشاط و کجا خند ہائے بزمِ نشاط
 جُزا ایں کہ لب نکشایند و خونِ دل نوشند

برنگِ کج گُلماں پا منہ بہ بزمِ نصیر

کہ اُو ز حلقہ بگوشانِ کج گُلماں ہے نیست

دلِ غمدیدہ من رُوکشِ باغِ جِناں بُودے
وگر نہ ذوقِ مے نوشی نصیبِ دشمنان بُودے
اگر یک جُرعہ صہبا بہ کامِ تشنگاں بُودے
نہ تنہا بُودے، با من اگر اُو مہرباں بُودے
چو تیغِ تیز قاتل بر گلوئے کشتگاں بُودے
وگر نہ شکوہ بد قسمتی با آسماں بُودے

سرِ شوقم اگر در پائے آں سرِ رواں بُودے
زہے قسمت کہ اُو بخشید جامِ عیش در محفل
نہ کاہیدے ز بحرِ لطف و جودِ پیرِ میخانہ
یتیم از بیکسی کاندہ جہاں یارے نمی دارم
برائے جاں سپاری رفتے خود کاشکے آں دم
بحمد اللہ بہ محفلِ دورِ جامِ مے بہ من آمد

نگوں گشتے ز اوجِ بختِ اُو مہر و مہ و انجم
نصیرِ اخاکِ پائے آں شہِ عرشِ آستل بُودے



اے نگاہِ دلنشین! ما را ز ما بیگانہ کن
عالی را اے پری از عشوہ اے دیوانہ کن
صحبتِ رنداں گزین و خدمتِ میخانہ کن
ہمچو مستانِ عمد و پیالِ بائے و پیانہ کن
خویش را اوّل بسوزِ عاشقی پروانہ کن

عقل را بے خود ز نازِ نرگسِ مستانہ کن
جلوہ کن بر منظرِ دلہا بنا زِ دلبری
گر ہی خواہی کہ باشی ہمدِ پیرِ مغاں
بگزر از پرہیز و بگزار ایں ہمہ تزویر را
بعد ازاں ممکن شود نظارہ آں شمعِ ناز

جاں بیک ساغر نمی نیرزد اے نصیرِ پرست!
خویش را مستِ نگاہِ مُرشدِ میخانہ کن



اے مرا تُو آفتِ جاں ہچناں
 من بہ گردِ ناقہ گریاں ہچناں
 تیغِ ابروئے تو عریاں ہچناں
 دارمت درِ سینہ پناں ہچناں
 پیشِ آں گلچہرہ بر خواں ہچناں
 من ز دستِ خانہ ویراں ہچناں
 ہستم از آتش بجاناں ہچناں
 مردِ دانا چاک داماں ہچناں
 خونِ انسان است ارزاں ہچناں
 بُوئے عشق آید ز کنعاں ہچناں

دیدہ و دل بر تو قرباں ہچناں
 کارواں منزل بہ منزل می رود
 اے ستمگر! غرقِ خون شد عالمی
 گرچہ راندی آشکار از دل مرا
 از غمِ دل آنچہ گفتم اے صبا
 عالمی آباد و شاد از دستِ تُو
 گرچہ دادم خرمنِ ہستی بباد
 گاو و خر را جامہ از دیا و خُو
 مصرفِ دارد پر مور و مگس
 گرچہ یوسف رفت و ہم بازارِ مصر

اے نصیر از شکوہ ہا بر بند لب
 ہست بر تو لطفِ جاناں ہچناں



چہ خوش طرزِ رفتارِ اے یارِ داری
 چو محرابِ ابروئے خمدارِ داری
 بہ ابرو چہ شمشیرِ خونخوارِ داری
 بہ درگاہِ حسنش اگر بارِ داری
 چو من بندہٗ خویشِ بسیارِ داری
 چہ رفتارِ داری ، چہ رخسارِ داری

ہزاراں دل و جاں گرفتاری داری
 چو دالیلِ کاکل ، چو خورشیدِ طلعت
 بہ گیسو چہ زنجیر ، زنجیرِ محکم
 ز من گو صبا یک پیامِ محبت
 چہ افزایم قدر در بارگاہت
 یکے حشرِ سماں ، یکے گلِ بداماں

نصیرے کہ با جورِ تو خُو گرفتہ
 عجب عاشقِ ناز بردارِ داری

کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی
 بہ نچیرے غلط انداختی، تیرے خطا کردی
 کشیدی آستیں بر رخ ز مشتاقاں حیا کردی
 چرا آخر ستم با عاشقانِ خود روا کردی
 چہ احساں بر منِ مجبور اے موجِ صبا کردی
 گنہ کردم، کرم کردی، خطا کردم، عطا کردی

دلِ دیوانہ را در حلقہ زلفِ دو تا کردی
 نگاہِ نازِ خود سُوئے رقیبِ اے دلربا کردی
 نقابِ حُسن را بر دشمنان از لطفِ وا کردی
 نہ الفت را گرامی داشتی نئے اہلِ الفت را
 رسانیدی شمیمِ زلفِ او را تا مشامِ من
 نگاہِ رحمتِ آخرِ سبقِ بُرد از غضبِ یا رب

بہ درگاہِ تو یا رب چوں نصیرِ شرمسار آمد
 عیوبِش از کرمِ پوشاندی و حاجتِ روا کردی



عینِ قیامت آمدہ آں قدِ دلربائے تو
 سُرْمہٗ چشمِ عاشقانِ ذرّہٗ خاکِ پائے تو
 غرقۂ آبِ نخلتم تا چہ کنم فدائے تو
 عُمرِ تمامِ کردہ ام در ہوسِ لقائے تو
 بندہ ام و نہادہ ام، سر بہ درِ سرائے تو
 آبِ حیاتِ می چکد از لبِ خندہ زائے تو

فتنہٗ پیاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو
 برقِ نظارۂ جہاں دیدۂ سُرْمہٗ سائے تو
 جاں نہ بود خورائے تو، سر نہ سزد پچائے تو
 ہست دلے بہ پہلو ام گشتہٗ غمزہ ہائے تو
 من بہ رہت فقادہ ام، ہوشِ زدست دادہ ام
 زندگی عیاں تُوئی، راحتِ عاشقانِ تُوئی

ہر طرف کہ می روی خسرو نازنین من
 صبح اُمید عاشقان از رخ تو کند طلوع
 بہر خدا مراں مرا شاہ تُوئی و من گدا
 گرم طوافِ کوئے تو مہر منیر ذرہ وار
 خیل بُتاں چو بندگاں می رود از ققائے تو
 مطلعِ حُسنِ سرمدی طلعتِ جانفزائے تو
 از درِ تو رود گُجا بادشاہ! گدائے تو
 سر بہ خمیدن آردش عارضِ حق نمائے تو
 چشمِ عطا پئے خدا شاہِ غریب پرورم!
 ہست نصیر بے نوا بندہ بے نوائے تو



با ہمہ ناز و دلبری پاسِ وفا نمی کنی
 در رہ انتظارِ تُو چشمِ سفید کردہ ایم
 در تپشِ فراقِ تُو سوختہ دل شدیم و تُو
 اے کہ تغافلِ تُو ہست گلشنِ زیستِ راخزاں
 اے بُتِ فتنہ گر چرا خوفِ خدا نمی کنی
 یوسفِ دل نوازِ ما چشمِ بہا نمی کنی
 ہچ گئے گزر بہا مثلِ صبا نمی کنی
 خوار و زبوں شویم ما گر تُو عطا نمی کنی
 عمرِ گزشت و خویش را جلوہ نما نمی کنی
 از پئے انتظارِ تو بر سرِ رہ گزارِ تو

جاں بلب اے طبیبِ دل در غمِ ہجر شد نصیر
 دردِ فراقِ دادہ ای از چہ دوا نمی کنی



ہاں ! جوابے ، گردشِ ایام را
خوش بنہ در راہِ الفت گام را
گیسوی آں یارِ گل اندام را
بر نہ تابد عشق ، طبعِ خام را
خاص پنداریم ما ہر عام را
از رہم صیاد بر چیں دام را
گر بہ او از من بری پیغام را

آخر از لوحِ ضمیرِ خود نصیر

محو کردم حرفِ ننگ و نام را



ساقیا در گردشِ آور جام را
پائے خود مانوس کن با خار و سنگ
گشت دل دیوانہ و زنجیر کرد
مُختہ اے باید بہ راہِ عاشقی
چوں تُرا جوئیم در ہر خاص و عام
من برائے دانہ کے اُفتم بہ دام
نامہ بر ! سوزِ دلم ہمراہ گیر

از خدا طلب او را حاصلِ دعا نیست
خاکِ پائے جاناں شو رازِ کیمیا نیست
دل ز غیر خالی کن ترکِ ماسوی نیست
عیبِ دیگران پوشد بندہ خدا نیست
مردِ خوش ادا این و پیکرِ وفا نیست
نمِ جبینِ خود گرداں شیوہ رضا نیست
زیرِ دامنش بنشین ظلّ صد ہما نیست

در محبتِ جاناں اے نصیر تُو یکسر

خویش را فنا گرداں معنی بقا نیست



رُوئے یارِ خود بنگر اصلِ مدعا نیست
نسخہ ز من بشنو در رہِ محبتِ دو
در حریمِ یکتائی ماسوی نمی گنجد
در عیوبِ خود بیند چشم از جہاں بند
خوشہ وفا چنید راہِ آشنا بند
ہر چہ از خدا آید دم مزن مکن شکوہ
سلطنت اگر خواہی باش بندہ شاہے

عجب لذت تماشائے تو دارد
ز حیرت پا بہ گل ہر سرو بُتاں
عرق ریز است جامِ مے ز نخلت
معطر شد مشامِ جاں ز بوئے
خوشا آں دل کہ باشد محوِ یادِ
نباشد سہل ترکِ آرزویت
جہانِ دل تمنائے تو دارد
چہ رفعتِ قدِ زیبائے تو دارد
چہ مستیِ چشمِ شہلائے تو دارد
کہ گیسوئے دلآرائے تو دارد
خوشا آں سر کہ سودائے تو دارد
دلِ ہر دم تقاضائے تو دارد

نصیر کشتہ تیغِ فراق

بہ دلِ حسرت زلبائے تو دارد



خبرے گرت بہ مشامِ جاں ز مقامِ عشق و وفارسد
بہ چہاں ز خود منشِ رسمِ بحریم بزمِ جلالِ او
ہمہ سر بہ جیبِ تحیرم کہ شوم دوچارِ حقیقتے
اثرے گرفتہ ازیں سخن کہ من از خمیر ہمیں گلم
تو گراں محیطِ حقیقتی ز فریبِ مدحِ جہاں گزر
بہ نشیں براہِ خود آگماں بہ اُمیدِ چشمِ عنایتے
بخدا نگاہِ تو از فنا جہد و بہ مُلکِ بقا رسد
بہ ہزار حیلہ جستجو بدریکہ پیکِ صبا رسد
پے حلّ عقدہ ہستیم نظرے کجاست کہ تار رسد
چہ شود پیامِ مروّتے اگر از شے بہ گدا رسد
ز سبکِ سری غلط است اگر چو غبار سر بہ ہوا رسد
بود آنکہ آئینہ دلت ز نگاہِ شاں بہ جلا رسد

چہ کشی نصیر غمِ طلب بہ نشیں بہ زاویہ ادب

ہمہ جا اگر نہ رسیدہ ای سخنِ خوشت ہمہ جارسد



رفیق جوئے، شفیق خوئے، دقیق موئے، حسیں نگارے
 شگفتہ کائے، بخستہ نامے، کرشمہ دائے، فریب کارے
 بہ لب عقیقے بہ دل رقیقے بہ خو خلیقے، بہ رخ بہارے
 بگفت از راہ بے نیازی دریں نداریم اختیارے
 بہ لب نوائے، بہ سر ہوائے، بہ سینہ آہے، بہ دل قرارے
 بگفتمش، زحمتِ علاجے، تبسمے کرد و گفت، آرے
 الاپ در وجد گاہِ عالم نی دھانی دھا پا ماگا ماگارے

چہ گویت دوش آمد از در چہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے
 بلند ہوشے، سپند جوشے، ادا فروشے چمن بدوشے
 بجلوہ شاہے، پچرہ ماہے، جواں نگاہے، جہاں پناہے
 چو بگفتمش اے دودیدہ قرباں مگر ربودی تو راحتِ جاں
 بگفتمش ایں چہ شد کہ یکسر نماند در شورشِ حیاتم
 اگر چہ دامن کشید از من ولے فدام پپائے نازش
 اگر تو خواہی ز سازِ ہستی، رسی بہ آہنگِ نغمہ کن

شدم فلاطونِ خود پرستی کجا است آں بے خودی و مستی
 کرم کن اے پیرے فروشاں! گدائے گویت نصیر زارے



در دورِ گل و لالہ دورِ مئے نابِ اولی
 از زہدِ ریا باشد یک جُرعہ شرابِ اولی
 از موعظہ و تلقین آہنگِ ربابِ اولی
 کایں عمرِ گرانمایہ وقفِ مئے نابِ اولی
 مینا و قدح بہتر، طاؤس و ربابِ اولی
 کز دیدہ نا محرم ایں شرم و حجابِ اولی
 در چشمِ حقیقت ہیں، حرفے ز کتابِ اولی
 بے طاقتِ دانائی ناگفتہ جوابِ اولی
 محرومِ نظر خوش تر، آسودہ بخوابِ اولی

وارفتی و مستی در عہدِ شبابِ اولی
 اے زاہدِ ظاہر ہیں! بیہودہ چہ می لانی
 من رندِ سیہ مستم وعظِ تو نمی فہم
 در میکدہ ہستی رقصیم ز سر مستی
 از خرقةِ سالوسے، و ز سُبْحہِ تزویرے
 از چشمِ وفا کیشاں اے دوست چہ پوشی رُو
 ہر ذرہ براہِ او دارد خبر از منزل
 در بزمِ سخن سجاں بے علم مزین حرفے
 آں چشم کہ می بیند جز چہرہ جانانہ

از بزمِ ریاکاراں بگزشت نصیر آساں
 ایں رندِ خراباتی بدنام و خرابِ اولی

(در دہلی حضرت خواجہ حافظ شیرازی)

وے کہ یادتِ مونسِ ہر بیدلے در ہر غم
وز پریشانیِ زلفِ تو، پریشاں عالم
رشمہ ابرِ کرم، موجے نہ کاہد از یہ
در نگاہِ مستِ من شد پُچوں حزفِ جامِ جے
نامہٗ من تنگِ دامن، نامہ بر نا محرے
اے خوشا صیدیکہ از تیر تو یابد مرہے

اے کہ نامت بر زبانِ ما غریباں ہر دے
از جمالِ روئے تو جمعیتِ صد جان و دل
از خطا شرمندہ ام لطفے بفرما اے کریم!
ساقیم آں بادہ اندر کاسہٗ جاں ریختہ
خود بگو پُچوں غرضہ دارم بر تو حالِ شوقِ دل
ناوکِ تو پُچوں کہ باشد چارہٗ زخمِ جگر

جاں بلب آمد نصیر از فرقتِ دلدارِ خویش
زندگی یابد اگر بیند رُخِ آں ہمدے

(در زمینِ حضرت خواجہ حافظ شیرازی)



خود گلستانیم ما را با گلستاں کار نیست
ماسوا را در دلی وحدتِ پرستاں بار نیست
کاملاں را احتیاجِ جُبہ و دستار نیست
در نگاہِ زاغ و کرگس وقعتِ گلزار نیست
ہیچ کارے پیشِ اربابِ ہم دشوار نیست

دیدہٗ ماہ ہرزہ گردِ جلوہٗ گلزار نیست
در نگاہِ ما تلخبدِ عشوہٗ رنگِ دوئی
حُسنِ کامل بے نیاز از منتِ مشاطگیست
قدرِ گلِ بلبل بدانند، قدرِ جوہرِ جوہری
دانہ را آخر بہ ہمتِ می کشد مورِ ضعیف

در زمینِ طوطی ہند حضرت امیر خسرو



رحمت حق محض بہر مرد خوش کردار نیست
ہر نظر شائستہ دید جمال یار نیست
اہل معنی را بہ محفل حاجت گفتار نیست
ہر کہ پیاید قوافی رومی و عطار نیست
چوں بہ احمد گم شدی دید احد دشوار نیست

کافر عشقم بہ قول حضرت خسرو نصیر
”ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنا نیست“



بس است فخر غلامی پیر میخانہ
نثار نیم نگاہت ہزار میخانہ
بہ گردِ روئے تو گردم مثالِ فرزانه
اگر تو واقف رمزی مباحشِ فرزانه
حدیث شمس و قمر پیشِ رویت افسانہ
بہ صحن گلکدہ مخرام بیشِ مستانہ
بہ انتظار گہ چشم بے حجابانہ
پائے یار بنہ عقل و ہوش نذرانہ
زہے نصیب شوم خاکِ راہِ میخانہ
کہ آدم بہ در تو نیازمندانہ

نصیر فاش مگو حرفِ راز در محفل
کہ بس بلند شدی در طریقِ زندانہ

غنی شدیم ز جاہ و جلالِ شاہانہ
بہ پیشِ چشم تو ہیچ است جام و پیانہ
تو ہجو شمعِ فروزاں عذارِ افروزی
خرد حجاب و جنون است باریابِ حضور!
ز حسنِ تست نمایاں جمال و جلوہ حق
ہزار فتنہ ز موجِ خرامت انگیزی
ز چشم غیر نہاں باش و دلبرانہ در آ
جنونِ ہوش و خرد را ز مغز بیرون کن
براہِ میکدہ یاراں کنید تدفینم
مراں ز بارگہِ خویشتن مرا ہرگز

(در زمین حضرت مولانا جامی)

بحریم جلوہ خود نشیں کہ ترا ازو خبرے رسد
 بہ امید آنکہ ستارہ اے سرِ مطلعِ سحرے رسد
 مگر اہتمامِ گزندِ او بہ غبارِ مُشتِ پرے رسد
 تو بہ فہمِ خود چہ رسیدہ ای کہ بہ گنہ تو دگرے رسد
 پئے امتحاں بہ عیارِ فنِ مگر آنکہ دیدہ ورے رسد
 بدہشِ زگریہ شبِ نغمے کہ بہ نخلِ دل ثمرے رسد

مدد اے کرشمہ آرزو کہ نصیر در رہ جستجو

نفسے کشد، سخنِ زندِ قدمِ نہد، بہ درے رسد

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظرے رسد
 شبِ تار و گریہ مستقلِ منم و کشاکشِ زخمِ دل
 خبرے نیامدہ از قفسِ زماںِ طوطیِ خوشِ نفس
 مئے جستجو نہ چشیدہ ای بہ تجسسے نہ خمیدہ ای
 بہ نگاہِ پُر ہوساںِ تن چہ تمیزِ آدم و اہرمن
 چہ کشی مذلتِ مہمے بہ تلاشِ کوثر و زمزمے

(در زمینِ حضرت میرزا عبدالقادر بیدل)



کہ بہ خلقِ رفتہ قیامتے زنوائے سینہ گدازِ من
 نہ بمن رسد تگ و تازِ تو نہ بتو رسد تگ و تازِ من
 کہ بلندیِ سرِ آسماں نرسد بہ گردِ نیازِ من
 تو بزمِ عشرت و عافیتِ من و نالہ ہائے درازِ من
 کہ شرارِ برقِ حقیقتش ہمہ سوختِ طورِ مجازِ من
 بنشین کہ یک دو قدحِ زنی ز نگاہِ بادہ نوازِ من

چہ سخنِ رسید ز شورِ دل بہ لبانِ زمزمہ سازِ من
 چہ طلسمِ حیرتِ مُطلقم، چہ فسونِ عقلِ مجرّوی
 مخروشِ پیشِ من ایں قدر بہ غرورِ نعمتِ سیم و زر
 نہ من آنچناں کہ بتو رسم نہ تو آنچناں کہ بمن رسی
 شدہ ام ز جلوہ دوستِ پُرپسِ ازیں مرا ہمہ اوشمُر
 عبث است ذکرِ مئے دنی بگزار ایں ہمہ پُر فنی

(در زمینِ حضرت بیدل)



بہ قضائے مفتی رنگ و بو بہ کرشمہ ہا ہمہ کردہ خو
 نہ نہم بہ عظمتِ آسماں سرِ محتشم بہ درخساں
 بہ سرورِ دیدہ سرگیں ، نگے کرشمہ در آستین
 نہ روم بہ مسجد اگر کشاں ز جنوں سری غلطم خواں
 چہ کنم نصیر بہ ناکساں نظرِ ہوس پئے آب و ناں
 کہ ہزار مرحمت و کرم بنمودہ میرِ حجازِ من



بہ آہنگِ میرزا بیدلؒ

تو گوئی جان و ایمان و دلِ عالم بدستش
 خرد رم خوردہ جامِ رقیق چشمِ مستش
 کہ از پیوستش بس وحشت افزا تر گشتش
 بجانِ تو کہ یادِ تو متاعِ بود و ہستش
 کہ صیاد است و از ناوک زبوں صیدے بہ شستش
 میجا نیم جاں در یادِ لعلِ مے پرستش
 کہ از وے در جہانِ دل گشاد کار و بستش
 کہ مثلِ موج صد وارفتگی ہا در شکستش
 ز دامِ طرّہ پُر خم کرا یارائے جستش

تعالیٰ اللہ چہ زیبا بر سرِ محفلِ نشستش
 جنوں درکارِ خود ہشیار از فیضِ نگاہِ او
 کجا اغیار و اعدا ، خویش را بیگانہ می بینم
 ز یادِ خود مدہ آوارہ دشتِ محبتِ را
 دلِ عاشق در آشوبِ ملامتِ آنچنان ماند
 خضر در سبزہ خطّش بہارِ زندگی جوید
 ز افسوں کائی مہر و عتابش سخت حیرانم
 چہ دریا بند ایں صورتِ پرستاں ذوقِ آں رندے
 نہ وارستہ از پیکانِ چشمِ مستِ او صیدے

جہانِ اہلِ دل از جلوۂ رخسارِ او روشن نگاہِ گلِ رُخاں مخمورِ چشمِ مے پرستش
 نہ گنجِ درِ بیاں ہا رفعتِ آلِ مردِ حقِ مستے کہ شان و شوکتِ آفاقیاں در دیدہ پرستش
 بہ چشمِ کمِ میں ہرگز نصیرِ دردِ سماں را کہ شامِ زندگی روشن تر از صبحِ استش
 (بہ آہنگ میرزا عبدالقادر بیدل)



سرِ لوحِ مصحفِ رُخ کُشا کہ بہارِ صبحِ دمیدہ ای
 ہوں نیازِ ہر آستان نہ کشد بہ ہرزہ گدائیم
 پروبالِ سعیِ عبثِ مزین بہ عبورِ بامِ الوہیت
 نفسِ بمشقِ خود آگاہی نظرِ گشا و بخود نگر
 چہ بلا ربودہ غیرتی کہ بجذبِ پُر اثرِ نفس
 ستم است ایں روشِ جنون کہ زخود فریبی پُر فسوں
 نہ بچشمِ تو اثرِ غمے نہ بسینہ ات خلشِ غمے
 غمِ چشمِ و کا کلِ این و آں پئے تست جائے ندامتے
 چہ قدرِ بخواہشِ ماسوا، رمِ تُست ہرزگی آشنا
 عجب است قصۂ غفلت کہ ہرزہ شورشِ ماموں
 قدم و حدوثِ تو پُر زیاں، عدم و وجودِ تو ہمعنان

کرے کہ یوسفِ رحتی، نظرے کہ دولتِ دیدہ ای
 بہ غبارِ راہِ تو قانم تو اگر ز من بریدہ ای
 بوفائے حقِ عبودیت کہ بہ فکرِ سگِ نرسیدہ ای
 کہ امینِ جلوۂ سردی کہ بہارِ حُسنِ ندیدہ ای
 تب و تابِ جوہرِ رنگ و بوزِ دماغِ غنچہ کشیدہ ای
 نظرے بہ او نہ گشودی و نفے زخودِ نرمدہ ای
 چہ تشخصی چہ تعینی کہ بدایِ دل نہ تپیدہ ای
 تو کہ جیبِ ہستیِ خویش را بجنونِ خود ندریدہ ای
 کہ دلِ تو طورِ تجلی و تو بہ طوفِ کعبہ دودیدہ ای
 بحضورِ سمعِ قبولیتِ سخن زخود نشیدہ ای
 تو اگر بیادِ نگاہِ او قدحِ جنوں نہ کشیدہ ای

طرب اے نصیرِ ابوالبیاں چہ شویِ فسرده ز اہلماں

کہ تو در نگاہِ چمنِ دلاں ہمہ جلوہ ای، ہمہ دیدہ ای

(بہ طرزِ حضرت بیدل)

چہ قیامت است کہ سرزد ز خرامِ فتنہ بہ گامِ تو
 نرم بہ طورِ تجلیے ز درت، بہ عظمتِ نامِ تو
 خبرے کہ کرد بہ آہواں ز بہارِ موجِ خرامِ تو
 بتائے مژہ باز کن چہ جوابِ من، چہ سلامِ تو
 بہ فُسونِ عنائی ککشاں نرسد بہ گردِ خرامِ تو
 تو کجا و یادِ من از کجا دو جہاں فدائے پیامِ تو
 کرے بمن کہ رسیدہ ام بحریمِ رحمتِ عامِ تو
 من و چشم و کوائے ملائت بہ اُمیدِ جلوۂ بامِ تو
 قمرِ سپرِ تقدی، چہ رسم بہ عرشِ مقامِ تو
 بخدا کہ صبحِ طرب دم بہ دیارِ وحشی رامِ تو
 لبِ خشک و زحمتِ موجِ یم، من تیرہ بخت و پیامِ تو
 کہ زباں خورد خمِ گردشے بہ طوافِ کعبۂ نامِ تو
 دلِ عالے بچوں رسد ز تہنم لبِ بامِ تو
 چہ کنم اگر نہ بچوں کنم من پر شکستہ بہ دامِ تو

شدہ غرق زورقِ آرزو بہ ہجومِ لُجہِ جُستو

کرم اے نصیر شکستگاں! کہ نصیرِ خستہ غلامِ تو



چہ دلے کہ مستِ طرب نشد ز دو چشمِ بادہ بجامِ تو
 خمِ زلفِ تست مرا اماں، سرکوائے تست بہارِ جاں
 ز فسونِ خرائی خود جخل ہمہ غرقِ حسرتِ دیدت
 بمقامِ صلحِ رسمِ گے، تو بہ زہد و من بہوائے مے
 چہ بساطِ ذرۂ ناتواں، چو سمندِ اخضرِ آسمان
 دلِ من بہ نقشِ معنوی شدہ مستِ بادۂ سردی
 اگر از تو مہرِ بریدہ ام و گر از درتِ بر میدہ ام
 تو و مشقِ زینت و آئینہ پس پردہ باہمہ آبرو
 خم و بچہ سوبہِ سلیم چہ زخمِ دم از عمقِ آگہی
 بہ درِ خزانکہ جنوں چو بہارِ یادِ تو پا نہد
 چہ کنم جو اینکه جہیں نہم بہ غبارِ راہِ تصویرت
 چہ گلی بہ گلکہ صُور بہ جمالِ غمزۂ ناز و فر
 تب و تابِ سینہ بچوں رسد و جہاں بدامِ فُسون رسد
 لبِ تست معبدِ رنگ و بو، رخِ تست کعبۂ آبرو

رونقِ گہوارِ شکستی چوں بہ گلزارِ آمدی
 درِ گلستاں با کمندِ زلفِ خدادِ آمدی
 یک جہاں دیوانہ کردی چوں بہ بازارِ آمدی

با چہ ناز اسے سروِ زیبا با چہ رفتارِ آمدی
 صیدِ خواہی کرد صد ہا مرغِ دل اے نازنین!
 چوں تو اندر خانہ بودی خانہ بر انداختی

درِ دل شد راحتِ جاں اے بُتِ عیسیٰ نفس!
 و انمودی حُسنِ خود در جلوہ ہائے رنگ رنگ
 لالہ گشتہ پا بہ گل، گل از رُخت ماندہ نخل
 باورم آمد کہ عمرِ رفتہ ہم آید باز
 از غمِ عشقِ بُتاں آزاد بودی در جہاں
 از کرمِ چوں بر سرِ بالینِ بیمار آمدی
 گاہ بر منبرِ شدی گہ بر سرِ دارِ آمدی
 اے سرتِ گردم! بایں خوبی بہ گلزارِ آمدی
 تا تو یارِ بے وفا در خانہٗ یارِ آمدی
 اے دلِ ناداں! بولفشِ خود گرفتارِ آمدی
 کارِ مرداں روشنی و گرمی است آرے نصیر
 بزمِ یاراں گرم کردی چوں بہ گفتارِ آمدی

کارِ مرداں روشنی و گرمی است۔ یہ مصرع حضرت مولنا رومی کا ہے
 (در زمینِ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی)



عاشقان را عز و شانے دیگر است
 آنکہ کردہ صیدِ خود مرغِ دلم
 داستانِ دل ز دلِ دلبرِ مپرس
 می شویم افسردہ از کربِ فراق
 اے کہ بنی بر لبم موجِ نشاط
 نے گزر آنجا گمان و وہم را
 تو قدمِ بنہی گر از راہِ کرم
 سادہ دلہا را کند غارت ز حُسن
 شد مکانِ دل خیمِ زلفِ بُتاں
 از دکانِ جو فروشاں جو طلب
 شوکت و اجلال و آنے دیگر است
 آں کماں ابرو جوانے دیگر است
 داستانِ ، داستانے دیگر است
 گلشنِ ما را خزانے دیگر است
 در دلم آہ و فغانے دیگر است
 جو حُسنِ را جہانے دیگر است
 ایں زمیں ہم آسمانے دیگر است
 رہزنِ ایں رہ جوانے دیگر است
 ہر مکینے را مکانے دیگر است
 دُرّ معنی از دکانے دیگر است

در طریق جستجوئے بے نشان
بے نشان گشتن نشانے دیگر است
زہد و تقویٰ، حسن و خوبی، علم و عشق
میر^۱ ما را آسمانے دیگر است

بہر تفصیم کلامِ ما نصیر
نکتہ سخنچہ، نکتہ دانے دیگر است

نہر (۱) حضرت پیرسید مرعلی شاہ گولڑوی کی طرف ایک لطیف اشارہ



خمسہ بر غزلِ حضرت سعدی شیرازی

بر سفر اے ماہِ زیبا می روی
کردہ ویراں شہرِ دل را می روی
عالمے ہمراہ و تنہا می روی
سروِ سیمینا بھرا می روی
سخت بے مہری کہ بے مامے روی
پیر و برنا بستہ گیوئے تو
مست کردہ اہلِ دل را بوئے تو
قبلہٴ دل، کعبہٴ جاں کوئے تو
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا مے روی
قلبِ ناشاداں ز یک حرفِ تو شاد
تا ابد گلزارِ صُدت تازہ باد
اے کہ دیدارِ تو نیلِ ہر مُراد
گر قدمِ برچشمِ من خواہی نہاد
دیدہ بر رہ می خنم تا می روی
اے وجودت در حسیناں معتبر
چہرہٴ تو باعثِ عیدِ نظر
آئینہ گوید کہ اے رشکِ قمر
گر تماشا می کنی در خود نگر
کے بخوشتہ زین تماشا می روی

تُو کہ در خوبی ز خوباں برتری خود حجابِ حُسنِ خود را می دری
 بے نقاب از چشمِ عالمِ بگذری رُوئے پنهان دارد از مردم پری
 تو پری رُو آشکارا می روی
 جان و دل همواره خاطر خواهِ تست ویں نصیرِ خسته خاکِ راهِ تست
 بچو اُو صد بندہ درگاهِ تست دیدہ سعدی و دل همراهِ تست
 تا پنداری کہ تنها می روی



خمسہ بر غزلِ مولانا ہلالی آستر آبادیؒ

از حُسنِ تو افتادہ چہ شورے بہ زمانہ عالم ہمہ جویائے تو اے دُرِ یگانہ
 ہر کس ز تو دارد بہ لبِ خویش فسانہ اے تیر غمت را دلِ عشاقِ نشانہ
 خلقے بتو مشغول و تو غائبِ میانہ
 از دردِ تو دارم بہ دلِ خویش خزانہ فارغ شدہ از عزّت و ناموسِ شانہ
 فرہاد و شمع بہرِ تو شیرینِ زمانہ مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ
 شاید کہ بہ بنیم رُخِ لیلیٰ بہ بہانہ
 دیوانہ تو ہستم و بیگانہ ز غیرم مانند صبا بہرِ تو اے لالہ! بہ سیرم
 در ذوقِ تمنائے تو پڑاں شدہ طیرم گہ معتکفِ مسجد و گہ ساکنِ دیرم
 یعنی کہ تُو می طلبم خانہ بخانہ
 با طعنہ و تشنیعِ مرا نیست سروکار گردم پئے آں یار بہرِ کوچہ و بازار
 باشد کہ رسم در حرمِ دوست بہ یکبار حاجی بہ رہِ کعبہ و من طالبِ دیدار
 اُو خانہ ہی جوید و من صاحبِ خانہ

بگر بہ نصیر آں کہ شید کرم تست آسودگی او ز نوید کرم تست
 مایوس مگرداں کہ بعید کرم تست تقصیر ہلائی بامید کرم تست
 یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ



خمسہ بر غزل ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدلؒ

بہ طوفان ہائے دریا گوہر غلطاں شود پیدا بشام تیرگی ہا کوکب رخشاں شود پیدا
 پس از صد خار، بر شاخے گل خنداں شود پیدا کجا الوانِ نعمت زیں بساط آساں شود پیدا
 کہ آدم از بہشت آید وں تا ناں شود پیدا
 چرا در کسب آں ہر دم کنی تو سعی لا حاصل بالآخر تا کجا حرص کنی اے مرد لا یعقل
 جنیں دوش از فریب اُفر ومانی، چو خرد در گل تمیز لذت دُنیا ہم آساں نیست اے غافل
 چو طفلانِ خون خوری یک عمر تا دنداں شود پیدا
 بجز ناکامی و حسرت نیابی ہیچ در دُنیا ازیں منزل گہ حرص و ہوا بر بند محمل را
 مبادا در جہاں از الفتِ ہستی شوی رسوا اماں خواہ از گزندِ خلق در گرمِ اختلاطی ہا
 کہ عقرب بیشتر در فصلِ تابستاں شود پیدا
 سحابِ تیرہ غمما بہ گیتی آساں آرد ز بارانِ حوادثِ اہل عالم را بیا زارد
 بہ کشتِ جان و دل ابرِ مصائب پے بہ پے بارد بنائے وحشتِ ایں کمنہ منزل، عبرتے وارد
 کہ صاحبِ خانہ گر پیدا شود، مہماں شود پیدا
 نصیر از درد و غمائے زمانہ گشتہ ای بسمل ز حق رحمت طلب در گردشِ دوراں برائے دل
 براہِ منزلِ حُسنِ حقیقت شو گراں محمل ردیفِ بارِ دُنیا رنجِ عقبی ساختنِ بیدل
 ز گاو و خر نمی آید، مگر انساں شود پیدا

خمسہ بریک غزلِ فارسی

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم
گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طناز! قربانت شوم
اے سراپا ناز! قربانت شوم

حُسنِ بے انباز! بنما جلوہ اے شاہِ خوباں! باز بنما جلوہ اے
باہزاراں ناز، بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے
من بہ ہر انداز قربانت شوم

رُوئے خوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریتِ وجہِ گزندِ جان و دل
تارِ مَوئے تُست بندِ جان و دل حلقہٗ زلفتِ کمندِ جان و دل
اے کمندِ اندازِ قربانت شوم

در رہت استادہ کاہیدم، ولے بجہٗ را ہر چند سائیدم، ولے
بر کرمہائے تو نازیدم، ولے گردِ کُویت من بگردیدم، ولے
ایں چنیں من باز، قربانت شوم

من نصیرِ عاجزم، غوثِ جلی! بے نوا و ناقصم، تُو کاملی
دستِ تو دستِ نبیٰ دستِ علیؑ اے کہ پائے تو بدوشِ ہر ولی
اے پیائے ناز، قربانت شوم

خمسہ بر غزلِ نواب آصف الدولہ نظام حیدر آباد دکن

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم
 گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طناز! قربانت شوم
 اے سراپا ناز! قربانت شوم
 حُسنِ بے انباز! بنما جلوہ اے شاہِ خواباں! باز بنما جلوہ اے
 با ہزاراں ناز ' بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے
 من بہ ہر انداز قربانت شوم
 رُوئے خوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریتِ وجہِ گزندِ جان و دل
 تارِ مُوئے تُست بندِ جان و دل حلقہٗ زلفتِ کمندِ جان و دل
 اے کمندِ اندازِ قربانت شوم
 در رہت استادہ کاہیدم ' ولے جبہٗ را ہر چند سائیدم ' ولے
 بر کرمائے تو نازیدم ' ولے گردِ گویت من بگردیدم ' ولے
 ایں چینیں من باز ' قربانت شوم
 من نصیرِ عاجزم ' غوثِ جلی! بے نوا و ناقصم ' تُو کمالی
 دستِ تو دستِ نبی دستِ علی اے کہ پائے تو بدوشِ ہر ولی
 اے پائے ناز ' قربانت شوم



خمسہ بر غزل یکے از اہل نسبت

با غم و دردِ محبت سر و کارے دارم ہست صد داغ بہ دل، باغ و بہارے دارم
 عزّ شاہی برہش گرد و غبارے دارم قصرِ جنت چہ کنم کوچہ یارے دارم
 ترسِ دوزخ چہ کنم رُوئے نگارے دارم
 نقش بر لوحِ دلم شد خد و خالِ لیلی وقف شد دیدہ شوقم بجمالِ لیلی
 از خودم بے خبر و محوِ خیالِ لیلی ہچو مجنوں بہ تمنّائے وصالِ لیلی
 روز و شب چشمِ سوئے ناقہ سوارے دارم
 او نہاں در دل و من خانہ بخانہ جویم پا ز سر ساختہ و راہِ محبت پویم
 ہستیم نیست شدہ ، عکسِ جمالِ اویم ہچو منصورِ زماں فاش انا الحق گویم
 شکر صد شکر کہ سر لائقِ دارے دارم
 دیگرانِ راست بدلِ حسرت و داغِ جنت من ندارم سرِ سودا و دماغِ جنت
 نے مرا فرصتِ نار و نہ فراغِ جنت ہچو زاہد نہ کنم خواہشِ باغِ جنت
 خوشتر از باغِ جناں کوچہ یارے دارم
 اے نصیر از دلِ من محو شدہ رنج و خوشی دارم از خلقِ جہاں وحشت و بیگانہ وشی
 روز و شب من بہ تمنّائے رسولِ قرشی می روم ، نالہ کنم مثلِ بلالِ حبشی
 شوقِ پابوسی آں ناقہ سوارے دارم



خطاب بہ مُسلمِ فرنگی منش

اے مُسلم از افرنگ و ز بد مذہبیاں خیز با جذبہ حُبِ نبوی نعرہ زناں خیز
اے زندہ دل از محفلِ افسردہ دلاں خیز تا چند بہ خاکِ درِ دُونانِ جہاں خیز
گر صلح نہ ورزند بہ شمشیر و سناں خیز

در سینہ تو جلوہ یک ذات نہانت از پشیمک تو کون و مکاں لرزہ بہ جانست
از قوتِ بازوئے تو شورے بہ جہانت ہر طفلِ دبستانِ تو مردِ ہمہ دانست
در شوقِ طوافِ حرم حق نگراں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از وضعِ فرنگی چوں زناں مستِ خرامی بر شیوہ اسلاف کئی تند کلامی
اے وائے بہ بیگانہ شدی ناصر و حامی بر پشتِ نہادی روشِ رومی و جامی
با بالِ یقین از قفسِ وہم و گماں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

گفتارِ عبثِ مشغلہ روز و شبِ تُست در نقلِ سخنِ ہائے متیں بستہ لبِ تُست
مردودِ خردِ شیوہ ترکِ ادبِ تُست برگشتہ ز اسلاف طریقِ طلبِ تُست
از آتشِ آفاتِ تَرُدُد، چو دُخاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در عہدِ سلفِ مومنِ دل صاف تُو بودی بر چرخِ ستمِ نیزِ انصاف تُو بودی
آئینہٴ حقِ یمنیِ اسلاف تُو بودی القصہ کہ مجموعہٴ اوصاف تُو بودی

اکنون چہ شدت اے خلفِ زندہ دلاں! خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بر خیز! کہ بر تُو دگراں خندہ زناند ہشیار! کہ در راہِ تو اشرار نہانند
زنہار! ترا تا بہ تملق نہ نشانند بیدار! کہ در حقِ تو سرگرم زیانند

اے قافلہ سالارِ خرد! قافلہ راں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از بحرِ طلبِ گوہرِ عرفاں بہ کف آؤر اے مردِ خدا! ہمتِ مرداں بہ کف آؤر
اے بندہٴ زر! مایہٴ ایقاں بہ کف آؤر فقرِ عمر و بوزر و سلماں بہ کف آؤر

با نقدِ نظر در طلبِ حق منشاں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

میراثِ پیمرِ زر و دینارِ درم نیست اے منعمِ دیں! درخورِ تو حرصِ نعم نیست
شایانِ تو محتاجیِ اربابِ کرم نیست شائستہٴ ذاتِ تو بہ جزِ دُرِّ حکم نیست

اے بندہٴ تن! خیز پئے راحتِ جاں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بے حرمتیِ دیں ز کج اندیشیِ ذات مجروحِ دلِ ملتِ بیضا ز صفات
لرزاں بہ رہِ ذوقِ یقینِ پائے ثبات بے گور و کفنِ مُردنِ تُو بہ ز حیات

اے شیر! ز رُوباہِ مزا جانِ جہاں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

ایماں طلی ، از روشِ دہر حذر کن بر بے ہنری غرہ مشو! کسبِ ہنر کن
خاکِ رہِ اربابِ نظر کُحلِ بصر کن داماںِ نظر پُر ز تجلّائے نظر کن

اے بلبلِ لب بستہ! دے زمزمہ خواں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

دوشِ تو ز تقدیسِ امانت تہِ بارے خارِ چمنِ زوکشِ صد رنگِ بہارے
شمس و قمر از شعلہٗ تو جستہ شرارے افلاک بہ راہتِ اثرِ گرد و غبارے

با عزمِ مصمم پئے تسخیرِ جہاں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

اے کم نظر آں عفت و تطہیر کجا شد آں نورِ یقین در حقِ تقدیر کجا شد
فریادِ سحر ، نالہٗ شبگیر کجا شد آں دبدبہ و صولت و توقیر کجا شد

اے شعلہٗ سیالِ عمل ! شعلہ بہ جاں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز



برائے ذوقِ دانشورانِ علم و فن

یکے کند و دُومِ نرگس و سَومِ خنجر
 یکے بلا و دُومِ فتنہ و سَومِ محشر
 یکے قشنگ و دُومِ دلکش و سَومِ خوشتر
 یکے حیا و دُومِ عصمت و سَومِ چادر
 یکے طراز و دُومِ زینت و سَومِ زیور
 یکے جہاد و دُومِ نصرت و سَومِ کشور
 یکے حُنین و دُومِ خندق و سَومِ خیبر
 یکے حسین و دُومِ جعفر و سَومِ حیدر
 یکے شُجیع و دُومِ اشجع و سَومِ صفدر
 یکے خروج و دُومِ طاقت و سَومِ لشکر
 یکے شعور و دُومِ جرأت و سَومِ رہبر
 یکے سلاح و دُومِ مغفر و سَومِ مَعبر
 یکے خدنگ و دُومِ دشنہ و سَومِ نشتر
 یکے نگاہ و دُومِ قربت و سَومِ دلبر
 یکے شراب و دُومِ ساقی و سَومِ ساغر
 یکے عقیق و دُومِ لولوء و سَومِ گوہر
 یکے حُسن و دُومِ احسن و سَومِ بہتر
 یکے بہار و دُومِ جلوہ و سَومِ منظر

خوش است کاُکل و چشم و دو ابروئے دلبر
 بود برائے دلم
 بہ چشمِ اہلِ وفا
 چہ ہست بہرِ زناں
 بہ شریعِ مصطفوی
 برائے مرد بود
 چہ خواہد از مرداں
 طلب کند ز سپاہ
 بہ رزمِ تیرو سناں
 ز جنگ جو خواہد
 دہد بہ اہلِ وفا
 بہ غازیان باشد
 بود پچشمِ عدو
 فرو برد در دل
 بیاد می آرد
 بہ چشمِ میخواراں
 بہ حُسن می باشد
 بہ دیدہ بلبُل

یکے نظیف و دُوم انظف و سِوم اطهر	زُر وے جو ہر خویش
یکے زُلال و دُوم زمزم و سِوم کوثر	چہ ہست در تخلیق
یکے معاد و دُوم مرکز و سِوم محور	بہ نزدِ تشنہ لباب
یکے کتاب و دُوم سنت و سِوم سرور	برائے اُمّتیاں
یکے معین و دُوم شافع و سِوم یاور	نصیر! در عرصات

نوٹ: ہر شعر کا مصرع اول سابقہ شعر کے دوسرے مصرع کے الفاظ کیے دوم اور سوم چھوڑ کر باقی ماندہ الفاظ کے مرکبِ عاطفہ سے تشکیل پاتا ہے اور نظم کے آخر تک یہ تسلسل برقرار رہتا ہے (نصیر)

قلمروِ نعت

کے نامور شاعر اور میرے کرم فرما بزرگ دوست جناب حافظ مظہر الدین مظہر کی یاد میں۔

مظہر الدین ، نعت گوئے نامور	محرم رمز سخن ، عالی نظر
سینہ اش عشقِ نبی را جلوہ گاہ	آں حق آگاہ و معارف دستگاہ
کرد بالا در ادب معیارِ نعت	اشک ہائش غازہ زُخارِ نعت
داشت کیفِ نعت خوانی مُستقل	نعرہ زن با درد مندی ہائے دل
آں ہمہ سوز و ہمہ ذوق و سرور	جانِ او سرمایہ اندوزِ حضور
دامنش از اشکھا ہموارہ تر	ذکر و فکرش مدحتِ خیر البشر
در نگاہِ او جمالِ مُصطفیٰ	ذہنِ او محو خیالِ مُصطفیٰ
شادماں اندر ثنائے شاہِ دیں	بود مقصودش رضائے شاہِ دیں
دیدمش در یادِ احمدِ نعرہ زن	ہم بہ تنہائی و ہم در انجمن
منقطع بود از علائقِ رشتہ اش	گشتہ از اربابِ ثروتِ دستکش
داشت عجز و انکسارِ برملا	با غلامانِ رسولِ مجتبیٰ
چشمِ لطف از فقرِ جاہاں داشتہ	اجتناب از کجِ کلاہاں داشتہ
ربط با رومی و جامی بیش داشت	مدحتِ محبوبِ داور ، کیش داشت
بود مظہرِ بلبلِ بُستانِ عشق	ہر سہ دیوانش بہ نعتِ ایمانِ عشق
نامِ او لافانی از آثارِ نعت	چہرہ اش تابندہ از انوارِ نعت
لطفِ ختمِ المرسلین را مظہرے	لامعاتِ سینہ او خاورے

السلام اے آستانِ بوسِ رسول

السلام اے واردِ بابِ قبول

بخوانندہ کتاب بابِ جبریل

مجموعہ نعت جناب حافظ مظہر الدین مظہرؒ

از من بہ پذیر التماسے	اے نکتہ ورے ، سخن شناسے
صاحب نظری بہ فکر لغزی	کز جادۂ منصفی نہ لغزی
فکر تو کلید باب معنی	ذہن تو دقیقہ یاب معنی
کاں خاصۂ طبع ارجمند است	بس مرتبہ سخن بلند است
در اخذِ نکات باشد استاد	ہر ذہن رسا و طبع وقاد
چوں تندئی مے جگر گداز است	اندازِ سخن نوائے راز است
فرقِ سخن است و بے زبانی	در مُردہ و زندہ گر بدانی
داند نگہ ادب نوازاں	قدرِ سخن و سخن طرازاں
در راہِ ادب یگانہ مرد است	مظہر کہ بہ ذوق و شوق فرد است
درویشِ نواز ، درد مندے	آں حق نگرے و حق پسندے
با کج کلمات ، بہ ناز بیش است	پیشِ فقرا نیاز کیش است
نفرت ز قلندراں ندارد	رغبت بہ سکندراں ندارد
آہنگ ز جذبہٗ بلالی	شعرش را پایہ ایت عالی
دیدم بہ کلامِ مظہر الدین	کیفیتِ نغمہ ہائے شیریں
شرحے دہمت از انچہ بینم	در معرضِ فکر و فن امینم
دیوانہٗ جلوۂ حبیب است	آں طرفہٗ سخنور و ادیب است
سلطانِ وجود ، ہادی دین	مدحتِ گر خاتمُ البین

آں گو بہ رُسلِ امام و سرور ہم شافعِ اُمتاں بہ محشر
ممتاز بہ شانِ حق نمائی آں بندہ کہ می کند خدائی
ہم شمعِ جمالِ بزمِ امکاں ہم خلوتیِ حریمِ یزداں
سرتاجِ پیبراں ، حق آگاہ دانائے رموزِ لی مع اللہ
شاہیکہ جلیلۃ القُدم است ذاتیکہ مدینۃ العلوم است
یارب! نگرم چہ طرفہ منظر بابِ جبریل و دستِ مظهر
آں را بہ حریمِ لطف جا دہ خیرات ز خوانِ مصطفیٰ دہ
دارد بہ نصیرِ رسم و راہے

با آں ہمہ احتشام و جاہے



یہ اشعار میں نے

محترم ڈاکٹر سبط حسن رضوی کی ایک فارسی تصنیف کی تقریبِ رونمائی کے موقع پر کہے یہ تقریب راولپنڈی میں مطابق 1970ء میں منعقد ہوئی۔ اس وقت میری عمر 21 سال تھی۔ اس محفل میں دیگر دانشوروں اور اہل زبان حضرات کے علاوہ مصوٰر جذبات جناب جوش ملیح آبادی مرحوم اور ملک کے نامور نعت گو شاعر جناب حافظ مظهر الدین مرحوم بھی جلوہ افروز تھے۔ ان سب حضرات نے ان اشعار پر مجھے خوب کھل کر کے داد دی اور حقِ نغمی ادا کیا۔ (نصیر)

سہل باشد خامہ بر قرطاسِ تیاں داشتن
نوعروسِ فکر را دادن قبائے زر نگار
انتیازِ اہلِ ہمت چہست از دُوں ہمتاں
گوہِ معنی بر آوردن ز دریائے خرد
طوطی لب را بسازِ گفتگو دادن سرود
خسرو آفاقِ حکمت را نگوں آوردن است
ریختن ز انفاسِ گوہر ہائے عرفاں در کلام
مشکل است اما طبیعت را بجولاں داشتن
سلسبیلِ نطق را سر جوشِ طُوقاں داشتن
رأیت دانش بدستِ فکر جُباں داشتن
سینہ را گنجینہ دُر ہائے غلطاں داشتن
عندلیپِ مُر بر لب را غزلِ خواں داشتن
خاورِ ادراک را اندر گریباں داشتن
زیر لب مثلِ صدف لؤلؤ و مرجاں داشتن

آختن شمشیر حق در رزمگاه کفر و دیں
 از پئے سوزیدن خنخانہ باطل اساس
 اقتباس از شعلہ رویاں در ہجوم تیرگی
 رشتہ اُلفت گیسٹن یکسر از زہاد خشک
 با فغانے کائنات عقل را دادن بباد
 نرم تن بودن بہ اہل دیں ز انفاس نسیم
 اکتساب فیض گویائی ز پیران سخن
 امتحان فکر کردن بر عیار مصطفیٰ
 اوّل از قعر زمیں برخاستن با عزم نو
 صحبت اہل حرم ورزیدن ، اما گاہ گاہ
 با علی دل بستن و رفتن بہ منہاج حسین
 سوئے ارباب وفا دیدن بہ آداب نیاز
 در حضورِ داویر گیتی بوقت التجا
 در ہجوم ملحدان عصر و زندیقان وقت
 لازم آمد ہر تخلیق مضامین بلند
 دُکتر سبط حسن رضوی کہ دمسازِ من است
 شہسوارِ عرصہ فکر ، آل ادیب نامور
 جملہ اوصافِ نکوئی در نہادش مستتر
 مظہر الدّینم بہ رضوی شد تعارف را سبب
 ہست اعجازِ نگاہِ حیدرِ گردوں جناب

وقت حق گوئی زباں را تیغِ عریاں داشتن
 تابش برق و نگاہ شعلہ ساماں داشتن
 توبہ ژولیدہ را بر طاقِ نسیاں داشتن
 بائے وساقی و مطربِ عمد و پیاں داشتن
 آتشِ عشقِ بتاں در سینہ پناہاں داشتن
 در نبرد کفر صد محشر بداماں داشتن
 ارتباطِ علم با خیلِ جواناں داشتن
 عقل را پابند ارشاداتِ قراں داشتن
 باز گامے بر سر پرچیں و کیواں داشتن
 از وسیع المشرقی چشمے بہ رنداں داشتن
 در رگِ جاں گرمی خونِ شہیداں داشتن
 حلقہ اہل محبت را فروزاں داشتن
 قلب سوزاں ، جسم لرزاں چشم گریاں داشتن
 با خدا بودن ، نظر بر دین و ایماں داشتن
 طبع نیکاں ، عقلِ خاصاں ، اصلِ پاکاں داشتن
 خوش بود ذکرِ کتابش را بعنوان داشتن
 چون انیس او را روا باشد بچشماں داشتن
 می سزد او را قدم بر طورِ عرفاں داشتن
 باشد اینجا ذکرِ او حرزِ دل و جاں داشتن
 ایر دانش را ز کلکِ فکر باراں داشتن

نہستی از حلقہ اربابِ دانش اے نصیر

بر تو واجب خویش را چوں عقل پناہاں داشتن

غزل بہ عنوانِ یادِ ماضی

اب اہلِ ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے
 فضا خموش ، سُئو چپ ، اُداس پیمانے
 یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے
 مری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے
 قدم اٹھائے بہ اندازِ موج ، دریا نے
 بسائے اس لئے اہلِ جنوں نے ویرانے
 نہ اب وہ حُسن کے تیور ، نہ اب وہ دیوانے
 نہ کر بلا ، نہ وہ کٹکتے سروں کے نذرانے
 نہ اب وہ سوز ، نہ آہیں ، نہ ہاؤ ہو خانے
 نہ سلسلے نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے
 فضائے شہر سے بہتر ہیں اب تو ویرانے
 نہ وہ شراب ، نہ ساقی ، نہ اب وہ میخانے
 انا کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں فرزانے
 اُلجھ رہے ہیں غمِ زندگی سے دیوانے
 کوئی تو ہو ، جو میرے دل کا درد پہچانے
 کہ ہو گئے ہیں پھر آباد آج میخانے
 وہی نشہ ، وہی مستی ، وہی طرب خانے

نکل چکے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے
 بساطِ بزم اُلٹ کر کہاں گیا ساقی
 یہ کس کے غم نے دلوں کا قرار لُٹ لیا
 بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا
 ہے کون بر لبِ ساحل ، کہ پیشوائی کو
 تمام شہر میں اک درد آشنا نہ ملا
 نہ اب وہ جلوۂ یوسف نہ مصر کا بازار
 نہ حرفِ حق ، نہ وہ منصور کی زباں ، نہ وہ دار
 نہ بایزید ، نہ شبلی ، نہ اب جنید کوئی
 خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی
 نہ قدرداں ، نہ کوئی ہم زباں ، نہ انساں دوست
 بدل گئے ہیں تقاضے مزاجِ وقت کے ساتھ
 تمام بند جنوں توڑ بھی گیا ، لیکن
 یہ انقلاب کہاں آسماں نے دیکھا تھا
 ہر ایک اپنے ہی سود و زیاں کی فکر میں ہے
 ترا وجودِ غنیمت ہے پھر بھی اے ساقی !
 وہی ہجوم ، وہی رونقیں ، وہی میکش

یہ جانے اور ترا سنگِ آستاں جانے
یہ طے کئے ہوئے بیٹھے ہیں آج دیوانے
کہ جس کی لو پہ لپکتے رہیں گے پروانے
لگی ہیں پھر سرِ میخانہ بدلیاں چھانے
تُو دیکھتا ہے تو کرتے ہیں رقصِ پیانے
تری نگاہ سے پیتے ہیں تیرے دیوانے

جبیں کو در پہ ترے رکھ دیا یہی کہہ کر
اٹھیں گے پی کے تری مے نواز آنکھوں سے
ہے تیری ذات وہ اک شمعِ انجمنِ افروز
کوئی نشاط کا ساماں، کوئی طرب کی سبیل
تُو بولتا ہے تو چلتی ہے نبضِ میخانہ
یہ مستیاں نہیں جام و سُبُو کے حصے میں

نصیر! اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لیے
گزر رہی ہے جو دل پر وہ کوئی کیا جانے



بہارِ یہ

فضا فضا ادا ادا طلسمِ زر نگار ہے
زہے جمالِ معتبرِ شباب ہے، نکھار ہے
نفس نفس ہے دل فدا نظرِ نظرِ ثار ہے
نشاطِ کیفِ رنگ و بو، سکون ہے قرار ہے
کہ دیکھ دیکھ کر جنہیں سحر بھی شرمسار ہے
شجرِ شجر ہے زر بکف کلی کلی بہار ہے
ہر ایک نورِ پیرہنِ غریب دل شکار ہے

حسیں، جمیل و شرمیںِ جبینِ لالہ زار ہے
طلسمِ زر نگار پر جمی ہوئی ہے ہر نظر
جمال ہے فسوں ادا شبابِ سحر بر ملا
نظرِ نظر کی جستجو، قدم قدم پہ سُرخرو
سکونِ دل قرارِ جاں میں رنگ ہیں عجب عجب
روشِ روش پہ صف بہ صف کھلے ہیں پھول ہر طرف
یہ چاندنی وہ نسترن یہ روشنی وہ بانکپن

ہرے ہرے لباس میں جہانِ سبزہ زار ہے
 مزے اڑاؤں کیوں نہ میں رواں ہر آبشار ہے
 یہ خوش سماں یہ زمزمے نظامِ کردگار ہے
 نہ کوہ گن یہاں کوئی نہ کوئی کوہسار ہے
 نہ گرد شاملِ قدم نہ راہ پُر غبار ہے
 زہے مزاجِ مشتعل شررِ فشاں چنار ہے
 شعاعِ مہر خندہ زنِ قطار در قطار ہے
 یہ رونقیں یہ نوبتیں سحابِ مشک بار ہے
 بہارِ دستِ قدرتِ خدا کا شاہکار ہے
 بیا بیا کہ ساقیا ترا ہی انتظار ہے
 صدارِ باب و چنگ میں سکوں سے ہمکنار ہے
 بہ قدرِ شوق و آرزو نوا بلب ہزار ہے
 عیاں نہاں ادھر ادھر تمام نور و نار ہے
 ترے ہی دم سے چار سو بہار ہے وقار ہے
 دلوں کا مدعا تھی، تجھے ہر اختیار ہے
 زمانے بھر میں روز و شب تھی تو جلوہ کار ہے
 اگر ہو بے نقاب تو، تو برق ہے شرار ہے
 فرازِ طور ریزہ ریزہ ہو کے پُر وقار ہے
 شرابِ ناب کچھ نہیں، کسے یہ سازگار ہے
 جمالِ مے غلط غلط، جمالِ مے، خمار ہے
 وہ روحِ بادہ چاہئے جو روحِ حُسن یار ہے
 نہیں کی بے حصول ضد، نہیں کا لفظ خار ہے

نہ ہوش ہے اکاس میں نہ سرو ہیں حواس میں
 نہال صورتِ عروس ہیں شریکِ سرخوشی
 یہ قمریوں کے ولولے یہ چہچہے یہ قہقہے
 جگہ جگہ خود آپ ہی رواں ہے جوئے شیر بھی
 فنا فنا ملال و غم، کدورتوں کے سر قلم
 زہے مذاقِ سوزِ دل، زہے کمالِ آب و گل
 چنار میں یہ سوزِ تن یہ آتشِ آفریں لگن
 بڑھی ہوئی ہیں فرحتیں، مٹی ہوئی ہیں گلفتیں
 خزاں پہ اوس پڑ گئی، لٹی مٹی، اُجڑ گئی
 ہے جوئے گلِ طرب فزا ہے جوشِ مل کی انتہا
 ترنگ ہے اُمنگ میں اُمنگ ہے ترنگ میں
 یہ مطربانِ خوش گلو، یہ دلنواز آب جو
 تہِ فلکِ زمین پر سجدی ہے بزمِ طرفہ تر
 اس انجمن کی روح تو تجھی سے اس کی آبرو
 چراغ کی ضیا تھی ضیا کی ہر ادا تھی
 تجھے ہیں اختیار سب دلوں میں ہے تری طلب
 شعور تو شباب تو سُورِ تو شراب تو
 یہ برق یہ شرار کیا عطا تری، کرم ترا
 قدح میں آب کچھ نہیں، سبو کا خواب کچھ نہیں
 سوالِ مے غلط غلط، خیالِ مے غلط غلط
 نہ کم زیادہ چاہیے نہ سادہ سادہ چاہئے
 نہیں نہیں کا طول ضد، نہیں کی ہے فضول ضد

مجھے پلا، مجھے پلا کہ دل کو اضطراب ہے
 بہت زیادہ مضحل، مشامِ جانِ زار ہے
 یہی ہیں میرے روز و شب، یہی مری پکار ہے
 پلائے جا، پلائے جا، بہار ہے، بہار ہے
 نہ یہ الم نہ وہ قلق، نہ کوئی خلفشار ہے
 پیوں گا میں جیوں گا میں یہی مرا شعار ہے
 غرض نہیں فرار سے کہاں رہ فرار ہے
 عجب جنوں ہے دلنشین عجیب دھن سوار ہے
 رہائی پاؤں کس طرح کہ عشق اک حصار ہے
 یہ نازکی، یہ تازگی، نشاطِ روزگار ہے
 برس رہی ہیں نکلتیں پھوار ہی پھوار ہے
 سرورِ گل نشاطِ گل نفس نفس کا تار ہے
 گواہ ہے کلی کلی بہار پائدار ہے
 کمالِ فنِ باغباں نظامِ شاخسار ہے
 ہر ایک موجِ فصلِ گل، ادائے ذوالفقار ہے
 یہ صبح و شامِ انجمن، خوشی کا اشتہار ہے
 گنے گا کیا بھلا کوئی عبث غم شمار ہے
 ہر ایک سمت رونقیں ہیں رنگ ہے، نکھار ہے
 مرے لیے یہ زندگی حسین و خوشگوار ہے
 کسی کو ہو نہ ہو مگر، مجھے تو اعتبار ہے

نظر ملا، ملا نظر کہ روح کو سکوں ملے
 بسا بھی دے مکانِ دل، عطا ہو لطفِ مستقل
 نظر ملے نظر سے جب، تو میں کہوں بصداد
 دل و نظر پہ چھائے جا، لندھائے جا، لندھائے جا
 ورق ورق ورق، ورق یہی ہے اب مرا سبق
 مدام یوں پیوں گا میں، یہ چاکِ دل سیوں گا میں
 سحر کا سحر بھی مجھے اسیرِ دام کیوں کرے
 گرفتِ فطرتِ حسیں کوئی مذاق تو نہیں
 قدم اٹھاؤں کس طرح نکل کے جاؤں کس طرح
 یہ مہ و شمس، یہ چاندنی، یہ سادگی، یہ دلبری
 یہ شبنم اور تابشیں یہ تابشوں سے رونقیں
 سرورِ جاں ہے بونے گل نشاطِ دل ہے رنگِ مل
 نفس نفس کے تار کی ہے دم بہ دم صدا یہی
 ادھر ادھر یہاں وہاں نئے ہیں ڈھب نیا سماں
 خزاں کی فتنہ جو ہوا چلے تو باغ میں ذرا
 یہ اہتمامِ انجمن، یہ انصرامِ انجمن
 نمائشوں کی دل کشی نہ کائناتِ گن سکی
 زمانہ دیکھ دیکھ کر ہوا ہے محوِ بام و در
 ہے میرے ذوق و شوق کی تمام زندگی یہی
 یہ جتنے رخ ہیں جلوہ گردِ دوامِ انہیں ہے سر بہ سر

گمماں کے غم سے کوئی شکوک میں رہے کوئی
 نصیر کچھ کہے کوئی بہار، پھر بہار ہے

قصیدہ رزمیہ در مدحِ عراق

ہوسکتا ہے بعض لوگوں کو صدرِ صدام سے کسی قسم کا اختلاف ہو، مگر میں نے یہ اشعار صرف اس لئے کہے تھے کہ اُس وقت صدرِ صدام نے امریکہ کے مقابلے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ اُن کی اس جرأت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بغداد شریف، کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں مدفون ہستیوں کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی کیونکہ سرزمینِ عراق ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بھی ہے۔ صدرِ صدام کے لئے صدرِ صدام کے لئے تحسینی کلمات و جذبات محض سرزمینِ عراق سے اُن کی نسبت کا نتیجہ ہیں

مگر ہے بار نگاہوں پہ صبح کا اخبار
سیاہ پوش ہر اک سطر مثلِ ماتم دار
ہر ایک حرفِ کشیدہ بنا لہو کی پھوار
یہ دائرے ہیں کہ حلقے بہ دیدہ بیمار
کوئی تو بولے کہ کیا مجھ کو ہو گیا یکبار
جو رزم گمہ سے چلی آرہی ہے چیخ، پکار
خدا بنے ہوئے بیٹھے ہیں آج دنیا دار
کہ سر اٹھاتا ہے تنکوں کے سر پہ شعلہ نار
خدا کی شان کہ یکجا ہیں آج لیل و نہار
بنے ہوئے ہیں وہی آج بیکسی کا مزار
وہ کربلا ہو کہ بغداد یا نجف کا دیار
بہوں کی زد میں پسِ زیست بھی ہیں ان کے مزار

طلوعِ مہر سے دامانِ شب ہوا زر تار
ورق ورق پہ جمی سُرخیاں لہو کی ہیں
جھلک ہے گرتے ہوئے آنسوؤں کی لفظوں میں
اجل گرفتہ کی گردن میں جیسے طوقِ رسن
کوئی بتاؤ سحرِ اس قدر اداس ہے کیوں
صدا یہ آئی کہ شاید سُنی نہیں تو نے
چمک رہی ہے غریبوں کے سر پہ برقی ستم
بنے امیرِ ضعیفوں کو لوٹ کر ظالم
بہم گلے سے ملے ہیں یہود و آلِ سعود
وہ شر جن کی ہوائیں تھیں کل حیات افزا
حُسن ہوں کہ وہ پیرانِ پیر ہوں کہ علی
حیات میں بھی رہے موردِ غم و آلام

عراق! اے چمنستانِ اولیائے کبار
تری زمین کے ذرے ہیں رُکشِ اقطار

کہ تیری کوکھ نے پیدا کیے بڑے شہکار
تری نگاہ سے گزر رہے ہیں سینکڑوں ادوار
کہ تُو ہے مولدِ اقطاب و مدفنِ اخیار
ضیا نواز رہی جن کی ذات 'سلسلہ وار'
جو یادِ حق میں رہے پالِ عشی و الابکار
عوارف و صلحاء و عوابد و ابرار
ابو حنیفہ و حلّاج و یوسف و قصار
شہاب و شبلی و پیرانِ پیر قطبِ مدار
مٹا سکے گا نہ دستِ ستم ترے آثار
خدا کرے کبھی سونے نہ ہوں ترے بازار
سدا حسین رہے تیرے گردِ مثلِ حصار
نصیب ہو تجھے بچوں کا یہ بھرا گھر بار
بہوں کی زد میں نہ آئیں ترے در و دیوار
جی رہے تری محفل 'سجا رہے دربار'
نہ کار گر ترے دشمن کا تجھ پہ ہو کوئی وار

سلام تجھ پہ ہو اے مادرِ زمینِ فرات
ہیں تیری خاک میں مدفنِ کتنی تہذیبیں
میں اس لیے تری عظمت کو بھیجتا ہوں سلام
وہ آفتاب تری گود میں ہیں خوابیدہ
ہوئی حیاتِ بسر جن کی علم و عرفاں میں
ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء
حسین و کاظم و عباس و حیدر و مسلم
جنید و سقّی و معروف و ادھم و احمد
لکھے ہیں کلکِ بقا نے ترے نقوشِ جلی
خدا کرے کہ نہ اُجڑیں تری بھری گلیاں
نہ چھو سکے ترا دامن کسی یزید کا ہاتھ
کسی شگفتہ کلی کو بُری نظر نہ لگے
خدا کرے کہ سلامت رہے ترا ہر شہر
سکھی رہیں ترے اپنے 'دُکھی رہیں دشمن'
خود اپنی آگ میں جل کر ہی راکھ ہو جائے

وہ مردِ حق، وہ جری، نام جس کا ہے صدام

وہ آسمانِ شجاعت کا مہرِ پُر انوار

ہمیشہ رہتی ہیں تنہائیاں انہیں کا شعار
کہ ہے وہ اپنے ہجومِ وجود سے دو چار
نہیں یہ امر کسی کی نظر میں باعثِ عار
قوی ہیں نصرتِ حق سے ترے ہمین و یسار

جو آفتاب کی صورت طلوع ہوتے ہیں
ہجومِ غیر سے سورج کو اس لئے نہیں ربط
جو تُو زمیں پہ، تو سورجِ فلک پہ ہے تنہا
تُو رہ گیا ہے اکیلا اگر، تو غم کیا ہے

یہ مصلحت ہے کہ ہے امتحانِ فطرتِ گل
عظیم لوگوں کے ہوتے ہیں امتحاں بھی عظیم
ہزار کانٹوں پہ بھاری ہے ایک ریشہ گل
زباں درازی اعداء سے مضحل مت ہو
حسد، دلیل ہے محسود کے مدارج کی
نہ ہوں صفات تو ممکن نہیں حسد کا عمل
دعائیں تیرے لیے کر رہاں ہوں مدت سے
ہوئے ہیں ذہن متور ترے تصور سے
ترا وجود غنیمت ہے دوستوں کے لئے
ہوئے ہیں آج صف آرا جہل کے حق کے خلاف
ترے جلال سے خائف ہوا ترا دشمن
خدا کے قہر کی تصویر ہے غضب تیرا
نہ ہو ملول مصائب کے گھپ اندھیرے میں
جگا رہی ہے مسلمان کی خفتہ غیرت کو
تمیز امرِ ضروری ہے حق و باطل میں
رہا نہ دین تو کیوں کر رہیں گے دنیا میں
ہے اہل دیں سے تعاون، علامتِ ایماں
دلیل سورہ توبہ کی روشن آیت ہے
کٹھن نہیں کسی دشمن سے دوستی کرنا
جو کام آئے اڑے وقت میں، وہ ہے ساتھی

کہ اس کے پہلو میں رکھا گیا ہے لشکرِ خار
صلاحیت کے مطابق دیے گئے کردار
نہیں ہے فتح کا کثرت پہ صرف دار و مدار
کہ چوٹ کھاتے ہیں پتھر کی باثر اشجار
عیان نمودِ خزاں سے ہوا وجودِ بہار
گھلا حسد سے کہ ہیں خفیہ معترف، اغیار
میں روز پڑھ کے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ سَوَّار
ترے خیال نے دل کر دیے گل و گلزار
ترا وجود ہے دشمن کے سر پر اک تلوار
فرنگیوں پہ خدا کا غضب، خدا کی مار
لرز اٹھا تری تدبیر سے دلِ اشرار
ہوئے ہیں ایک تری ضرب سے کئی فی النار
سحر کرے گا شبِ غم کی خالق الاسرار
تری نوا، تری لشکر کشی، تری للکار
یہی مقامِ تدبیر ہے یا اُولی الابصار
یہ سُبْح اور مُصَلِّی، یہ مسجدیں، یہ مزار
نہیں ہے کفر سے کچھ کم، حمایتِ کفار
کہا خدا نے نبی سے کہ جَاهِدِ الْکُفَّار
علاج کیا ہو، جو بن جائیں دوست ہی غدار
ثبوت ہے مرے دعویٰ کا اِذْ هُمْ اَفِی الْغَار

وہ مرد ہیں کہ جو کہتے ہیں حرفِ حق سردار
وہ خود فروش، جو ہیں ابنِ درہم و دینار
معاف کر نہیں سکتا انہیں صحیفہ نگار
نکال دی ہے دماغوں سے بادِ استکبار
اُتر رہا ہے خدائی کا اُن کے سر سے خمار
کہ آرہا ہے تری سمت کاروانِ بہار
کہ اک طرف ہیں مسلمان تو اک طرف فُجّار
خدا کرے کہ بڑھے اور تیرا عزّ و وقار
دُعا یہی ہے کہ ہو خاتمہ مع الأبرار
طفیلِ سید کونین والہ الا الطہار

وہ کم نظر ہیں جو طاقت کا ساتھ دیتے ہیں
خبر ہو خاک انہیں حرفِ حق کے اعلا کی
بنامِ امن جو خلقِ خدا کے قاتل ہیں
یہ بات سچ ہے کہ تیری نبرد کاری نے
بہ زعمِ خویش سمجھتے تھے جو خدا خود کو
نہ ہو اُداس فلسطین کی اے فُسرده زمیں!
خدا ہی ہے کہ جو دے فتح حق کو، باطل پر
حسد کی آگ میں جلتے رہیں یونہی حاسد
نفسِ نفس میں رہے حُبِ مصطفیٰ کی مہک
خدا کرے تری قسمت میں ہو نویدِ ظفر

ترے سخن سے بھی صدامیت جھلکتی ہے
نصیر! تجھکو مبارک! یہ جراتِ اظہار

(25 رجب 1411ھ مطابق 11 فروری 1991ء)



آزاد نظم

یاد ہے اب تک مجھے وہ زندگی کی سرد شام
ادھ جلے پیڑوں کے پیچھے چاند گمنا یا ہوا
سرد بریلی ہوا
پیڑ، جیسے تھر تھراتے جسم
اور ہر جھونکے پہ اکھڑی اکھڑی سانسوں کا گماں
اک قیامت کا سماں!

اِس فضا پر چھا گیا!
 اور پھر اک بار وہ سرما کا سورج
 تیز کرنوں کو جلو میں لے کے نکلا شرق سے
 لمحہ لمحہ سرخ لاوے کی طرح
 پھیلتا، بڑھتا ہوا!
 کوئلیں پھوٹیں تو دِلہن کی طرح تجھے لگا ہر شاخسار
 ہر روشِ پراک بہار
 کاروانِ شوق اک منزل پر آ کر رُک گیا!
 چپکے چپکے پھر وہی برفیلی راتوں کے قدم
 وادیوں نے کوہساروں نے سُنی اُن کی دھمک
 یُورشِ دورِ خزاں کو باد و باران کی گمک
 اور پھر آنکھوں نے دیکھا
 پتہ پتہ ٹوٹ کر بکھرا ہوا ہے خاک پر
 پھول مڑ جھانے لگے
 ننگی شاخوں نے فضا کو اور ویراں کر دیا
 سردراتیں اور اُس کے بعد چمکیلی سحر
 موسمِ گل اور پھر فصلِ خزاں
 زندگی کے رازِ سر بستہ کی ہیں مُملک خبر!

(واضح ہو کہ یہ نظم بعض احباب کے اصرار پر کہی گئی ورنہ مع
 مانہودیم بدیں مرتبہ راضی غالب)

(نصیر)



عظمتِ عقلِ انسانی

اے خرد! صبحِ ادب، فخرِ سخن، نازِ قلم غازہ چہرہ قرطاس و نگارِ عالم
 فخرِ اسکندر و دارا و کے و خسرو و جم ناقد و نکته ور و مدرکِ اسرارِ قدم
 شوق کو رنگ دیا، ذوق نکھارا تُو نے
 گیسوئے لیلیٰ فطرت کو سنوارا تُو نے
 تیرے دم سے ہے گلستانِ تخیل میں بہار تیرے جلوے سے ہوئے دشت و بیاباں گلزار
 تجھ سے ہے زمزمہ و نغمہ و گلبانگِ ہزار تُو نہ ہو جلوہ فروزاں تو ہے انساں بیکار
 کون ایسا ہے کہ جس پر ترا احسان نہیں
 تجھ سے پھر جائے جو انسان، وہ انسان نہیں
 علم دیں، علم یقین، علمِ فلک، علمِ کتاب موجِ گل، موجِ صبا، موجِ طرب، موجِ شراب
 ذوقِ دل، ذوقِ نظر، ذوقِ طلب، ذوقِ شباب حسنِ ظن، حسنِ گماں، حسنِ بیاں، حسنِ خطاب
 ان کے اسرار بتائے تو بتائے تُو نے
 یہ حجابات اٹھائے تو اٹھائے تُو نے
 تیرا ظاہر ترے باطن کی طرح ہے بے داغ جستجو سے تری ملتا ہے حقیقت کا سراغ
 تو جلاتی ہے جہالت کے اندھیروں میں چراغ تیرا ممنونِ عنایات ہے انساں کا دماغ
 رازِ سربستہ بہ صد ناز و ادا کھول دئے
 تُو نے انسان پہ درہائے بقا کھول دئے

بزمِ غم، بزمِ طرب، بزمِ فنا، بزمِ بقا
صدقِ دل، صدقِ طلب، صدقِ نظر، صدقِ دعا
رنگِ گلِ رنگِ چمن، رنگِ وفا، رنگِ جفا
تیرے ہی دم سے ان الفاظ کو مفہوم ملا

حضرتِ حق میں بہ جز تیرے نیازیں بے سود

تُو نہ یاد رہو تو مومن کی نمازیں بے سود

شاعر و فلسفی و شاہ و حکیم و قاضی
مطرب و ساقی و سلطان و گدا و صوفی
حافظ و محتسب میر و خطیب و قاری
مفتی و حاکم و استاد و ادیب و ہادی

سب ترے لطف و عنایات سے فرزانے ہیں

تو اگر ان سے بچھڑ جائے یہ دیوانے ہیں

یہ ترنم، یہ تکلم، یہ تبسم، یہ سُردور
یہ تجسس، یہ تفحص، یہ تفکر، یہ شعور
یہ فلک بوس عمارات، یہ ایوان، یہ قصور
یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ قوافی، یہ بُخور

بابِ ادراک ہر انسان پہ وا کرتی ہے

قلب کو دولتِ احساس عطا کرتی ہے

جھولیاں گوہرِ اسرار سے بھر دیتی ہے
ظاہرِ فکر کو الفاظ کے پر دیتی ہے
ذہن کو راستہ، دیوار کو در دیتی ہے
تُو غنی بندہ محتاج کو کر دیتی ہے

تُو تفکر ہے، تدبّر ہے، ذہانت تُو ہے

ہم کو خالق سے ملی ہے جو امانت، تُو ہے

تُو زماں اور مکاں، گردشِ دوراں تُو ہے
زیورِ نازِ بتاں زینتِ خواباں تُو ہے
دیدہ مہرِ ضیا بار میں رخشاں تُو ہے
جامِ لبریز میں رقصندہ و رقصاں تُو ہے

چرخِ درباں ہے، ترے در پہ زمیں جھکتی ہے

تیری سرکار میں شاہوں کی جبین جھکتی ہے

تجھ سے ہی اہل تدبیر کی فراست کا بھرم تیرے ہی دم سے ہے دارائی اربابِ قلم
 صفحہ دہر پہ ہیں تیری عنایاتِ رقم عالمِ غیب کا جنباں ہے ترے سر پہ علم
 بات بنتی ہے ترے فیض سے انسانوں کی سانس رکتی ہے ترے نام سے طوفانوں کی
 تجھ سے ملتی ہے اساطیر سے انساں کو نجات تُو عطا کرتی ہے گنجینہٴ اسرار و نکات
 پردہٴ غیب تو ہے اک ترے خیمے کی قنات تجھ سے کھلتا ہے درِ بارگہٴ ذات و صفات
 کوئی مشکل ہو تُو آسان بنا دیتی ہے حد یہ ہے، کفر کو ایمان بنا دیتی ہے
 غالب و مومن و فردوسی و میر و سعدی حافظ و رومی و عطار و جنید و شبلی
 خسرو و جامی و خیام و انیس و عرفی آدم و یونس و یحییٰ و نبی اور ولی
 ان کی گفتار کی پرواز کی سرحد تُو ہے غایتِ جمہش لبِ ہائے محمد تُو ہے
 تُو یقین اصل و ذکا محور و ادراک اساس حافظِ مصحفِ حق، سنت و اجماع و قیاس
 نکتہ داں، نکتہ ور و نکتہ رس و نکتہ شناس تجھ سے انسان کو ہے شادی و غم کا احساس
 ملکِ انصاف و صداقت میں ہے شاہی تیری ہر عدالت میں ہے مقبول گواہی تیری
 سردی و گرمی و شیرینی و تلخی و عسل گلشن و وادی و صحرا و تل و دشت و جبل
 تُو ہے تہذیب و تمدن میں ترقی کا عمل مشتری، زہرہ و ناہید و ثریا و زحل
 اُٹھ گیا پردہٴ تاریک شب آسا تجھ سے ذہنِ انساں پہ ہوا نور کا تڑکا تجھ سے

ہیں ترے تابعِ فرماں، حرکات و سکنات تیرے ہی دم سے شعورِ حسنت و برکات
 تجھ سے مضبوطِ اساسِ در و دیوارِ حیات منحصر تیری بلندی پہ عروجِ درجات
 تیری قوت کی ادا اہلِ نظر جان گئے
 تیرا لوہا ملک و ارض و سما مان گئے
 ہے عباراتِ پریشاں کی تجھی سے تطبیق تیری عفت سے مزین ہے کلامِ صدیق
 تجھ سے بے بہرہ اگر ہو تو ہے انساںِ زندیق قصرِ اخلاق ہے تُو اور بنائے تخلیق
 تجھ سے ساغرِ مئے افکار کے ہم بھرتے ہیں
 عرشِ والے ترے اجلال کا دم بھرتے ہیں
 تیری تحریک کے محتاج ہیں عرفان و شعور تیرے پردوں میں ہے سازِ طربِ جمِ مستور
 تیری شادابیِ افکار سے انساںِ مسرور تیری ٹھوکر میں ہے جامِ جم و تاجِ فغفور
 کس کی آہٹ تھی جو یہ دشت و جبلِ کانپ گئے
 کس کی تکبیر سے لات اور ہبلِ کانپ گئے
 دشنہ و ناوک و تیر و تیغ و قلم نیزہ و خنجر و گرز و طبل و جاہ و حشم
 منجیق و زرہ و جوشن و شمشیر و علم ترکش و خود و خدنگ و سپر و ماتم و غم
 ان سے تُو نے صفِ پیکار میں جب کام لیا
 ضرب وہ آئی کہ دشمن نے جگر تھام لیا
 برق نے پائی ہے تھوڑی سی روانی تیری قمریوں میں روشِ زمزمہ خوانی تیری
 معتبر تا بہ فلکِ سحرِ بیانی تیری ہم تو کیا، بات فرشتوں نے بھی مانی تیری
 ساری دنیا میں جہالت کا بسیرا ہو جائے
 تُو جو اٹھ جائے تو عالم میں اندھیرا ہو جائے

نورِ مہتاب ہے، دریا کی روانی تو ہے
عزت و عظمتِ انساں کی نشانی تو ہے
شوق کا حُسن ہے، جذبوں کی جوانی تو ہے
سچ ہے، تعمیر و ترقی کی کہانی تو ہے
عقل پلے ہو یہی ایک ہے بس کام کی بات
یہی ایماں کا خلاصہ، یہی اسلام کی بات



بہ سلسلہ گُلبدنی

قارئین! آپ میری اس نظم کو بہ اعتبارِ موضوع اور اُسلوبِ بیاں میرے عام رنگِ سخن سے قطعی مختلف پائیں گے اس امر کی وضاحت ضروری ہے۔ ہوا یوں کہ جنابِ جوش ملیح آبادی کی نظم ”گُلبدنی“ کی بڑی دھوم تھی ایک دن دورانِ ملاقات یہ نظم سننے کا اتفاق ہوا دیگر احباب بھی موجود تھے۔ جنابِ جوش کا اندازِ بیاں، لکھنوی زبان کا رکھ رکھاؤ اور پھر اُن کے پڑھنے کا انداز، بڑا ہی لطف آیا۔ یہ غالباً 1971ء یا 72ء کی بات ہے۔ احباب نے فرمائش کی کہ میں بھی اسی انداز میں کچھ کہوں۔ ہر چند یہ میرا مذاق نہ تھا مگر

عصرِ اصرارِ اجنا ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

چنانچہ اپنی اس نظم کو جوش صاحب کی گُلبدنی کا ہم مزاج بنانے کے لئے مجبوراً مجھے خود کو اُس بے باکانہ اور رندانہ لب و لہجے سے آشنا کرنا پڑا، جو جنابِ جوش کی نظم کی خصوصیت ہے، نظم لکھنے کا مقصد احباب کی تکمیل فرمائش تھی، نہ کہ جنابِ جوش کی قدرتِ کلام اور زبانِ دانی کا مقابلہ، اُمید ہے کہ پڑھنے والے اس نظم گُلبدنی کو انہی معروضات کی روشنی میں دیکھیں گے۔

نصیر

کیا حُسن کا شہکار وہ اللہ غنی ہے
سرتا بہ قدمِ موجہ شیریں سخی ہے
قامت میں دل آویزی سروِ چمنی ہے
دو شیزہ کسار و غزالِ خُشتی ہے
دانتوں کی چمک رُوکشِ دُرِّ عدنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

شانوں پہ ہیں گیسو کہ گھٹائیں ہیں مُعبر
 لبِ کیفِ تکلم سے کھٹکتے ہوئے ساغر
 پیشانیِ ضوِ بار کہ ہے ماہِ منور
 ابرو ہیں کماں رنگ، مژہ ناوکِ خود سر
 مکھڑے پہ ہے جو خال، عقیقِ یمنی ہے
 کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے
 آنفاس کی خوشبو ہے کہ مہکا ہوا گلشن
 زلفوں کی گھنی چھاؤں کہ اُٹا ہوا ساون
 جھکتی سی نگاہیں ہیں اُبھرتا ہوا جو بن
 بجتے ہوئے پنڈے کے وہ ہر تار کی جھن جھن
 چہرہ جو گلابی تو قبا نارونی ہے
 کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے
 قامت کا خم و چم ہے کہ دجلے کی روانی
 نقشِ کفِ پا، رُوکشِ صد تاجِ کیانی
 زلفوں کے سیہ ابر کی وہ عطر فشانی
 جو بوند ہے ماتھے پہ وہ ہیرے کی گنی ہے
 کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے
 انداز ہیں اعجاز، کرشمہ ہیں ادائیں
 سلجھائے جو گیسو تو اُلجھتی ہیں گھٹائیں
 کلیوں کی چٹک، لیتی ہے لہجے کی بلائیں
 مل جائے جو ہم کو تو کلیجے سے لگائیں
 دل میں ہے یہی بات جو مدت سے ٹھنی ہے
 کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے
 غمزے ہیں کہ آفت ہیں اشارے ہیں کہ طوفاں
 باتیں ہیں کہ گھاتیں ہیں، تبسم کہ گلستاں
 شوخی ہے کہ بجلی ہے، خموشی ہے کہ پریکاں
 چہرے پہ تجلّی ہے کہ ہے ماہِ زمستاں
 سانسوں میں وہ لپٹیں ہیں کہ جانوں پہ نئی ہے
 کیا گُل بدنی، گُل بدنی، گُل بدنی ہے

تور ہیں کہ تلوار، ادائیں ہیں کہ خنجر
پلکیں ہیں کہ شبِ خوں پہ کمر بستہ ہے لشکر
عشوے ہیں کہ نیزے ہیں، نگاہیں ہیں کہ نشتر
یہ چینِ جبین ہے کہ عقوقِ گہ محشر

قامت ہے کہ نیزہ ہے، نظر ہے کہ آنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

ماٹھے پہ پھین، پھول سے ہونٹوں پہ تبسم
افکار میں ندرت ہے تو لفظوں میں ترنم
رخسار کے دریا میں ہے جلووں کا تلاطم
لجے میں تھمٹل ہے تو باتوں میں تحکم

مہکائے ہوئے بزم کو عنبرِ دہنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

یہ مانگ میں افشاں ہے کہ رخشندہ ستارے
تابندہ خد و خال کے رقصندہ شرارے
اٹھتا ہوا جو بن ہے کہ مڑتے ہوئے دھارے
جُعبیدہ لٹیں ہیں کہ چکاروں کے طرارے

ساون کی سیہ رات ہے یا زلفِ گھنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

چلتی ہے تو مل جاتی ہیں راہوں کو زبائیں
آتی ہے جماہی تو درکتی ہیں چٹائیں
چھٹکاتی ہے جب زلفِ برس پڑتی ہیں تائیں
انگڑائی جو لیتی ہے، کڑکتی ہیں کمائیں

ابرو میں لیے جذبہِ ناوکِ فگنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

وہ قہر سے دیکھے تو سمندر کو سُکھا دے
شونہی پہ جو اترے تو دو عالم کو نچا دے
چاہے تو اداؤں سے پہاڑوں کو ہلا دے
کیوں خانہٴ عشاق کو پل بھر میں نہ ڈھا دے

کعبے میں جسے حوصلہٴ نقبِ زنی ہے
کیا گلِ بدنی، گلِ بدنی، گلِ بدنی ہے

ہر بول میں ہے بادۂ گل گوں کی روانی
خون ریز اشارے ہیں تو قاتل ہے جوانی
ہر موجۂ انفاس میں ہے زمزمہ خوانی
ہے جھیل سی آنکھوں میں چمکتا ہوا پانی

وہ شعلہ ہے جلوت میں تو خلوت میں بنی ہے

کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

شونٰی میں بھرے دولتِ دیرینہ، قُطَبین
اُلٹے ہوئے گھونگٹ تو اُتارے ہوئے نُعلین
چوٹی میں لپیٹے شبِ رعنائی دارین
وہ ہنّتِ قمر آگئی، لے داورِ کوئین!

یہ دینِ مقدّس ہے یہ دنیائے دنی ہے

کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

غُنجے کا دکھاتی ہے سماں تنگ دہانی
اندازِ تخطُّب میں غرورِ ہمہ دانی
نطق ایسا کہ پھرے ہوئے دریا کی روانی
الفاظ میں ہیں گوہرِ صد رنگِ معانی

ان کا جو نہ قاتل ہو وہ گردن زدنی ہے

کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

اُٹھتا نہیں گھونگٹ کی طرف دستِ حنائی
نظروں کی گرانی سے مُڑکتی ہے کلائی
ہر انگ لجاتا ہے دمِ چہرہ کُشائی
حاصل ہے جسے اس درِ دولت کی گدائی

وہ خسروِ آفاق کے مانند غمتی ہے

کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

سن ہے جو تروتازہ تو رخسار ہیں شاداب
پلکوں کے جھپکنے میں ہے آمادگیِ خواب
جلد اتنی ملائم کہ نخلِ قائم و سنجاب
نظروں میں جولہیں ہیں تو آنکھوں میں ہے گرداب

شبِ نیم کی دُلائی سی شبستاں میں تہی ہے

کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

سرشار مناظر ہیں، جنوں خیز ہوائیں قاتل ہے تبسم تو قیامت ہیں ادائیں
پہلو میں ہے وہ شوخ، معطر ہیں فضا میں اس وقت کہ گھرتی چلی آتی ہیں گھٹائیں

ساغر کو پتک دوں تو یہ ایماں شکنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

دیکھو اُسے ہنگامِ برا فگندہ نقابی اک مصحفِ تابندہ ہے یا رُوئے کتابی
نغمہ ہے نظر، آنکھ کے ڈورے ہیں ربابی کلیوں کی مہک جسم میں، مکھڑا ہے گلابی

یہ شکل و شباہت نہ بنے گی، نہ بنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

آہنگِ جوانی پہ سماوات ہیں رقصاں آواز ہے اک نغمہ، تو لہجہ گلِ خنداں
بنیادِ دو عالم ہے اشارات سے لرزاں مسقطِ دلِ عشاق کا ہے چاہِ زخداں

وہ موجہ تابندگی سیم تتی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

تھم جائے وہیں، دیکھے اگر گردشِ دوراں ہو واعظِ بے چارہ بھی انگشتِ بدنداں
الحاد کے زانو پہ ہے سویا ہوا ایماں اعلانِ خدائی ہے لبِ کفر پہ غلطاں

اب آئے جسے ولولہ بُت شکنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے

کچھ غم نہیں اُلفت میں جو دن رات کراہیں چبھتی رہیں سینے میں وہ بے باک نگاہیں
دُھن ہے کہ گلے میں رہیں وہ پھول سی باہیں کیونکر نہ نصیر اُس بتِ نو خیز کو چاہیں

رگ رگ میں رچی عاشقی و برہمنی ہے
کیا گل بدنی، گل بدنی، گل بدنی ہے



پنجابی غزل

مینوں تیرے فراق نے مار سٹیا آجا آجا او جان بہار آجا
 اینہاں ساہواں دا نہیں اتار کوئی تینوں وٹخ تے لاں اک وار آجا
 مالا تیرے پریم دی گل پاکے تیرے رہ وچ سیس نوا بیٹھی
 تیرے اون دی خوشی وچ ابے توڑی بیٹھی کرنی آں ہار سنگار آجا
 تینوں لکھ لکھ چھیاں پاوئی آں دل چیر کے پئی دکھاوئی آں
 چٹا! ڈوریاں نوں ہن تے دور کر کے ساری عمر دے لئی اگو وار آجا
 تیری دید نوں اکھیاں ترس گیاں لکھاں بدلیاں غم دیاں برس گیاں
 تینوں قسم ہے اپنیاں غفلتاں دی میرے کول مرے غم خوار آجا
 آتش ہجر دی بدن پئی ساڑدی اے میریاں وسدیاں جھوکاں اجاڑدی اے
 دو تن ہچکیاں رہ گیاں موت وچوں ہُن تے جین دے نئیں آثار آجا
 آکے کدی تے پچھ دل اوسدے توں جیہدی آس دی دنیا توں لٹ لئی اے
 کتنی لکئی اے رات جدائیاں دی مرے مہربان دلدار آجا
 سدا حسن دے بدل گجے نئیں سدا ظلم دے واجے وجدے نئیں
 میریا جگ توں سوہنیا محبوبا ہے نصیر ڈاہڈا بے قرار آجا



غزل پنجابی بہ زبانِ پوربی

ہم کا دکھائی، دیت ہے ایسی روپ کی اگیا ساجن ماں
 جھونس رہا ہے تن من ہمارا بیر بھر آئے آنکھیں ماں
 دُور بھئے ہیں جب سے ساجن آگ لگی ہے تن من ماں
 پورب پچھم اُتر دکھن ڈھونڈ پھری میں بن بن ماں
 یاد ستاوے پردیسی کی دل لوٹ انگاروں پر
 ساتھ پیا ہمارا جب ناہیں اگیا بارو گلشن ماں
 درشن کی پیاسی ہے نجریا ترسن اکھاں دیکھن کا
 ہم سے روٹھے منھ کو چھپائے بیٹھے ہو کیوں چلمن ماں
 ایک ہماری آس پہ ساجن سگے بندھن توڑے ہیں
 اپنا کر کے راکھیو موہے آن پڑی ہوں چرنن ماں
 مچھٹ جائیں یہ غم کے اندھیرے گھٹ جائیں یہ درد گھنے
 چاند سا مکھڑا لے کر تم جو آنکلو مورے آنگن ماں
 جیون آگ بگولا ہردے آس نہ اپنے پاس کوئی
 تیری پریت کی مایہ ہے کچھ، اور نہیں مجھ زردھن ماں
 ڈال گلے میں پیت کی مالا خود ہے نصیر اب متوالا
 چتون میں جاؤ کا جتن ہے رس کے بھرے تورے نینن ماں

آپنلا باغ بہاراں وے

بزبانِ سرائیکی

آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے
 رِمْ جھم ، رِمْ جھم بُو نداں برن
 دِید تری نوں اکھیاں ترن
 مِیں روواں تے آہیں ماراں وے
 آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے
 اوہ پُر کیف ترانے بُھل گئے
 عے خانے ، مِہمانے بُھل گئے
 سب وِسریم مینگھ ملہاراں وے
 آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے
 تیرے باجھ بہار نہ کوئی
 غم بہتے غم خوار نہ کوئی
 ہتھ جوڑ مِیں عرض گزاراں وے
 آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے
 گلشن ، باغ ، ویرانے مِینوں
 اپنے وی بیگانے مِینوں
 دِن تیرے مِیں کس کاراں وے
 آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے
 دِلڑی غرق غماں وِچ ہوئی
 راہ نصیر نوں دَس جا کوئی
 ہک جندڑی تے درد ہزاراں وے
 آ پُنلا باغ بہاراں وے
 مِیں گھول گھتی لکھ واراں وے



غزل در زمین خواجہ حافظ شیرازی

کہ آورد خبر از درہائے مُلکِ حجاز
کہ باد تا بہ ابد عُمر زلفِ یارِ دراز
بیا بیا کہ درِ چشمِ شوق دارم باز
ہزار شکر منم بندہ و تو بندہ نواز
ز بانگِ واعظِ خام و ز شیخِ شُعبہ باز
کہ ہست دلبرم از جملہ دلبراں ممتاز
بہ طاقِ ابروئے جاناں ادا کنند نماز
گجے گُذر بہ سر کُشتہ گانِ غمزہ و ناز
تُو خَلق را چہ فریبی بسجودہ ہائے دراز
نہ ہمدے نہ رفیقے نہ مونس و دم ساز
میں ز شرک نگاہی بخشنِ بے انباز
گذشت ہر کہ نہ از پلِ صراطِ عشقِ مجاز
فُغاں کہ چچ نیابم ز رفتگاں آواز
کنارہ گیر ز حلوا خورانِ مطبخِ آرز
پدہ بہ قاسیہ قلباں ز کوۃ سوز و گداز
تُو شمع وار در آتش بسوز و سرمفراز
کہ مفلسیم و نداریم جُز متاعِ نیاز
مراں نصیرِ حزین را ز آستانہ ناز

خدا دہد بہ صبا اجرِ خدمتِ پرواز
دعا کنند اسیرانِ سُنبلِ جَعدش
مرو مرو پس مرگم تُو از سرِ بالیں
زہے نصیب تُو سلطان و من گدائے درت
زیارتِ رُخِ ساقی بمیکدہ خوشتر
مکن مقابلہٗ حُسنِ اُو بخشنِ کسے
سلامِ من بہ گروہے کہ بے زمان و مکاں
سر از لُحدِ بدر آرند بہرِ پا بوسی
خُصورِ دل طلبی، با شکستگی تُو کن
سپندوارِ تپم روز و شب بہ آتشِ ہجر
میارِ جنسِ دُوی بر دکانِ یکتائی
بہ بامِ حُسنِ حقیقت کجا رسد نظرش
بزیرِ خاک، برنگِ عروسِ خوابیدند
بیا بہ دُردی پیرِ مَغاں قناعت کن
بہ شکرِ آنکہ شدی کاملِ التّصابِ چو بدر
طریقِ اہلِ ادب نیست سرکشی کردن
قبول کن ز رہِ لطفِ آنچہ آوردیم
رسید بر درِ تُو با ہزار حسرتِ دل

غرض تتبع طرز است در غزل، ورنہ

گجا نصیر و گجا شعرِ حافظِ شیراز

پنجابی دے غزلیہ چو بر گے

سُورج عمر تے آس دا دُب چلیا کردا اجے وی نہیں سوہنا یار گلاں
لوک بولیاں مار دے ہر ویلے ، کٹن چھاتی نوں وانگ تلوارا ، گلاں
لیکھاں والیاں نال کیہ ریس ساڈی ، کرے اوہناں دے نال دلدار گلاں
آ جا ساہواں دا نہیں وساہ کوئی بوہے مار پیہے ، کرے چار گلاں

واہ واہ ہجر فراق دی اگ ڈاڈھی دھکھن دلاں دے نال سریر وکھرے
ڈاروں وچھڑے پنچھی جیوں ہون زخمی ، بھکھے تے تے اُتوں اسیر وکھرے
شام پیندیاں ای دُب دُب آس جاوے ، لگن روح تے سوچ نوں تیر وکھرے
ہوندا رہوے جہان وچ ہور سب گنج ، شالا ہون نہ ویراں تو ویر وکھرے

پہلے وانگ پتنگ دے ڈور دے کے فیرکٹ کے پتنگ دی کار لُٹیا
دے کے مفت دلاسرے یاریاں دے اِکو وارتے کیہ لکھاں وار لُٹیا
ایسا کرن دی نہیں سی اُمید جس تے اُسے آپ بن کے پیرے دار لُٹیا
کرے شکوہ نصیر خزاں دا کیہ ساڈے باغ نوں آپ بہار لُٹیا

تیرے داغ فراق نوں دل چُجھی لکھاں داغ قلبِ داغدار تے سہی
جاواں تیریاں اداواں دے میں صدقے وگڑی زلف نوں ذرا سنوار تے سہی
تینوں رب نے جے بادِ بہار کیتا ایہو کرم اِس مُشتِ غبار تے سہی
تیری تانگ اڈیک نے مار سُٹیا کدے آویں ہا بھاویں مزار تے سہی

دونواں اکھاں نے رو رو کے رہ پائے اوہدی خبر ہوا وی نہیں آئی
ایسا دل دا شر خموش ہویا کوئی کُوک صدا وی نہیں آئی
رب نے ساہواں دی ڈور وی نہیں کھچّی مینوں لین قضا وی نہیں آئی
اُتوں قسمت نے ہور ہنیر کیتا مُڑ کے بادِ صبا وی نہ آئی

خ خوشیاں تے ہاسیاں نال وّسّیں کریں ہار سنگھار ، اللہ خوش رکھّی
کھڑیا رہویں ہمیش گلاب وانگوں ، سدا دیکھیں بہار ، اللہ خوش رکھّی
تکّیں سُکھ تے کدی نہ دکھ ہووی ، رہوی بخت بیدار ، اللہ خوش رکھّی
ساڈے نال جو کیتی آ اوہ جانے ساڈا کیہ اے یار! اللہ خوش رکھّی

شین شرم ناہیں جھڑی دھرت اُتے بن بے شرم اوٹھے فیر وناں کیہ
جینوں چار نکلیاں اُتے مان اٹاں واجاں مار اوہدے چُکھے نساں کیہ
گل کرے جیڑا مٹھے وٹ پا کے اُونہوں یار بنا بہتا ہناں کیہ
جیڑا نہیں تگدا اُنہوں کیہ تگدا ، جیڑا نہیں چُکھدا اوہنوں دناں کیہ

الف اج میرے دل دے شر وچوں نواں راہی عجیب اک آ لنگھیا
نہیں سی جان پہچان پر کیہ دساں کیہ دس کے ناز ، ادا لنگھیا
اوہدے طرزِ خرام دی شان نہ چُکھ پیر دب کے وانگ صبا لنگھیا
پتہ لگ نہیں سکيا نصیر اج تک بندہ لنگھیا کہ آپ خدا لنگھیا

رل کے بیٹھے آں نال تقدیر جے کر ، کردائے جی کر لیتے دو چار گلاں
 گلاں سن کے خفا نہ توں ہوویں کر دے رہندے نے یاراں نال یار گلاں
 سچ بول ہمیشہ تے حسد نہ کر جھوٹے دعوے چھڈ ایویں نہ مار گلاں
 جھڑے حق توں چپ نہیں وٹ سکدے کردے وانگ منصور سر دار گلاں

عین عشق دی جہاں نوں چاٹ پے گئی بھنگڑا پا کے سر بازار نچدے
 گا کے راگ ملہار بہار سنڈھڑا جھمڑ پاوندے تے پیر مار نچدے
 تیک دھن تا تھیّا تیک دھن تا تھیّا پیلاں پا پا دم دیدار نچدے
 جھڑے جھوٹھیاں شاناں دے نہیں بھکھے چھڈ کے خودی اگے در یار نچدے

فرق حُسن تے عشق دا کھل جاندا ، جے کر رنگِ طلوع و غروب تیکے
 عاشق رگھے نیاز دے نال متھا ، بیٹھا لا سوہنا محبوب ”تیکے“
 دینا ہووے جے حُسن تے عشق نوں حق چہرہ یوسف دا وانگ یعقوب تیکے
 خوبصورتی جھڑی بنائی رب نے اوہنوں خوب سراہیے تے خوب تیکے

اپنے آپ نوں جوڑ کے کون ٹُریا حُسنِ یوسف دا مان تے ناز بھن کے
 عقل ہوش اڈے ، پے گئی بھاج ایسی ، زاہد نسیا مستیوں نماز بھن کے
 اوہدے ول نصیر میں کیہ دیکھاں رسمِ ادب چھڈ ، حدِ نیاز بھن کے
 جس دے مُصنّف رُخ دی حدود اندر گوڈے بندی اے زلفِ دراز بھن کے



بھریانی ویڑا میرا سجاں نال ' اَج بھریا نی
 ماہی مرا میرے ویڑے وڑیا ' اودیکھوچن چڑھیا نی
 پائے پیر سجن گھر میرے ' تک تک کے من ٹھریانی
 دیکھ لوں تینوں ہنڑتے آجا ' دم اکھیاں وچ اڑیانی
 مُڑ مُڑ کسندا کھوہ دا بوکا ' جو دُہیا اوہ تریانی
 دیکھ ذرا توں مکھ ماہی دا ' روپ جناہوں چڑھیا نی
 چنگے چنگے اوتھے پنچے نہ ' جھٹے میرا مقدر لڑیانی
 وانگ حسین دے زندہ ہو جا ' جو ڈریا اوہ مریانی
 عبدالقادر پیر دے صدقے ' ڈبدی کا ہتھ پھڑیا نی
 لوہا لکڑی نال بے لگیا ' تریاں دے سنگ تریانی
 بن دسے گھر آیا ساجن ' ایہہ چن کدھروں چڑھیا نی
 یار مینوں اَج گل نال لایا ' دشمن دا دل سڑیانی
 مکدی گل نصیر مکاواں ' اوہ جتیا میں ہریانی



خمریات

واعظ! مجھے جنت کا طلب گار نہ کر
جو بس میں نہیں تیرے، وہ اقرار نہ کر
گو رندی و مستی نہیں تیرا مسلک
ساقی کے تہرک سے تو انکار نہ کر



امیدِ سعادت کی کمر ٹوٹ گئی
نبضِ وقتِ شگفتگی پھوٹ گئی
ساقی نے کہا، ذرا توقف اے رندا!
اتنے میں جو دیکھا تو کرن پھوٹ گئی



خاکِ درِ میخانہ کا ہر ذرہ ہے پاک
اس خطے پہ قرباں ہے فضائے افلاک
تخلیق کی نس نس میں ہے صہبا کی نمی
ہر ریشہ زیت میں ہے خونِ رگ تاک



ہے عشق کی مستی ہی میں دانش مستور
دُورِ تہ یک جام ہیں ادراک و شعور
چھینے ہیں شراب کے نجوم و مہ و مہر
فیضان ہے ساقی کا یہ سب نور و نور

Click on links and Join Our Community

Facebook Page:

Paigam_E_Naseer

<https://www.facebook.com/SyedNaseeruddinGillani/>

Facebook Group:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.facebook.com/groups/229314207455606>

Youtube Channel:

Taleemat E Naseer_E_Millat R.A

<https://www.youtube.com/channel/UCmVxyGRUYSJzpIQ7k76JyKQ>

Admin:

Muhammad Shawal

Faran Nizami

Contact No: 0301-5999492

میخانے کا ہر ذرہ ہے ٹھہرے سوغات
رندوں و سیہ مستی ہے اصلِ حُسنات
ہر شیشہ ہے نورِ نظر کا ہکشاں
ہر بوند ہے لختِ جگر آبِ حیات



جب محفلِ نجم، جام سے نجم جاتی ہے
گردشِ سحر و شام کی تھم جاتی ہے
جب جھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں
تا عرشِ دُعا قدم قدم جاتی ہے



موجیں ٹھہریں خُشک کناروں کی طرح
قطروں کی اڑان ہو غباروں کی طرح
ساقی کا نشانِ پا جو دَکے سرِ راہ
ذراتِ نکھر جائیں ستاروں کی طرح



مُحتاط بھی خاکِ خُم میں دھنستے دیکھے
مغموم بھی میخانے میں ہنستے دیکھے
رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام
زُباد بھی اِس دام میں پھنستے دیکھے



مے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو
ہے شہِ رگِ ہستی میں رواں خم کا لُہو
ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشان
مٹتا ہے جامِ مے سے فرقِ من و تو



رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے
اک گھونٹ ہی میں راہِ حرم کھل جائے
تل جائے پلانے پہ جو چشمِ ساقی
ہر صوفی و زاہد کا بھرم کھل جائے



چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب
پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قلوب
ہے صاف ضمیری کا نشان حق گوئی
آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عیوب



کیوں دیدہ عالم سے چھپا کر پی لوں
کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں
ساقی! ترے قربان، اجازت ہو اگر
میخانے کو میں سر پہ اٹھا کر پی لوں



پنجابی کلام
(در رنگ ابیات حضرت باهو)

پنجابی کلام

در رنگِ ابیاتِ
حضرت سلطان باهو

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام
جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-II اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمار
1157 تا 1170	در رنگِ ابیاتِ حضرت سلطان باہو پنجابی کلام

التجابد رگاہِ قاضی الحاجات

رب سچیا تینوں دم دم سوراں کردے دُور بلائیں ھُو
میں کمینہ عیاں بھریا در توں نہ ٹھکرائیں ھُو
کھولیں بُوہا رحمت والا ، خیر جنابوں پائیں ھُو
رورو عرض نصیر گزارے بیڑا بنے لائیں ھُو



رحمت کے فیصلے

رب دی مثل نہ کوئی داتا جو دیوے بے منگے ھُو
دخل نصیر نہ دیون دیوے جس نوں جس رنگ رنگے ھُو
جے پچھ بہوے عملاں تائیں کمبئن چنگے چنگے ھُو
جے اوہ آجاوے فضلاں تے کج دیوے لکھ ننگے ھُو



توحید

وحدت دا دریا جلالی ہر کوئی جس تھیں ڈریا ھُو
سک بھرنے دی ہر دل وچ پردلیاں بھانڈا بھریا ھُو
جس وی غوطہ اس وچ لایا اوہ نصیر نہ مریا ھُو
اس دریا دیاں پٹھیاں چالاں جو ڈبیا سو تریا ھُو

دینے والا اللہ ھے

میں لیون توں دیون والا منگاں جھولیاں اڈ کے ھُو
آ بیٹھا میں در تیرے تے دل توں غیر نوں کڈ کے ھُو
کتھے نصیر پسارے دامن بوہا تیرا چھڈ کے ھُو
در تیرے دے مانگت رہا اُس دے سارے وڈ کے ھُو

معاملات کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے

توحید

وحدت دریا ٹھاٹھاں مارے چنگے چنگے جتوں پر کے ہو
اٹھن موجاں جیویں فوجاں پیر نہ پنیدا ڈر کے ہو
سوہنی جیہا نصیر نہ عاشق مکھ تکیا جس مر کے ہو
کئی ڈب کے جا لگے کنارے نہیں اپڑے کئی تر کے ہو



رحمت کا بلاوا

میرا رازق غنی جہانوں میں بُت حرص ہوں دا ہو
وازاں مارے دیون تائیں میں ہر یو ہے نس دا ہو
جے اوہ فضل دامینہہ وساوے روڑیاں تے جاوں دا ہو
اُس دے باجھ نصیر نہ کوئی میں عاجز بے کس دا ہو

التجا بحضورِ سیدالوریؑ

ہک دن میں پیادل وچ روواں، ہتھوں جرم خطائیں ھو
 آکھاں کملی والیا سائیاں عرضی نہ ٹھکرائیں ھو
 میں ڈبیا دریا گناہاں پیراں توں سر تائیں ھو
 بخشش جوگا مول نہ ریہا حدوں ودھ خطائیں ھو
 ساہواں دے مگنڑ تھیں پہلاں آدیدار کرائیں ھو
 پہلی رات قبر وچ میری مکھ دا نور وسائیں ھو
 کوثر پیالا پاکاں والا مینوں گھٹ پلائیں ھو
 جد اعمال ترکڑی تلسن جہات کرم دی پائیں ھو
 میں ڈرساں مرے کول کھلوویں چھڈ کے دُور نہ جائیں ھو
 عمل کچے پنڈے لبے ڈگدی نوں گل لائیں ھو
 رحمت والا ہتھ لمیاریں پل صراط ٹپائیں ھو
 حضرت بولے عاصی بندیا روگ نہ دل نوں لائیں ھو
 ہتھ میرا تری کنڈتے رہسی حشر دھاڑے تائیں ھو
 ہو سکی تے سال دا پھیرا شہر مدینے پائیں ھو
 بُوہا میرا نہ چھوڑیں، مرے بوہے تے آئیں جائیں ھو
 پلسن ہوٹھ شفاعت میرے تھیں رد بلائیں ھو
 توں کیوں روویں توں کیوں چکیں میں ہاں تیرے تائیں ھو

میں جانڑاں مرا مالک جانڑیں اینویں نہ گھبرائیں ہو
ہنڑ کی خوف نصیر مینوں میرا جیوے سر دا سائیں ہو



التجا بحضورِ رسولِ مجتبیٰ ﷺ

آ وڑیا ترے شہر مدینے اک غمگین سوالی ہو
کملی والیا لج پالا کریں نال اُسدے لج پالی ہو
رو رو عرض گزارے شاہا پکڑ سُنہری جالی ہو
ایہہ مانگت نہیں ٹلن والا کاسے پا خوش حالی ہو
واسطہ پاوے زہرا دا کریں لگیاں دی رکھوالی ہو
حسنِ حسینؑ دا سر صدقہ آج بھر دے بھانڈا خالی ہو
فقر ابوذرؓ والا بخشیں ، دیویں سوز بلالی ہو
تیری شان خدایوں اُچی ، تیرا حُسن مثالی ہو
سر تے تاج شفاعت والا ، موہڈے کملی کالی ہو
کیوں نصیر نہ میں کھٹکانواں اُس دا بابِ عالی ہو
جس نوں سب توفیقاں رتوں ، جو اُمت دا والی ہو
جھولیاں بھر بھر لوکی جاندے میں کیوں جانواں خالی ہو

بحضورِ شہیدِ کربلا

دس محرم چڑھیا سورج دیندا سیک فنا دا ھو
کی دساں میں حال نصیر اُس کربل دے آقا دا ھو
چھپ گئے دکھ توں چن تے تارے بدلیا رنگ فضا دا ھو
خاک تے ڈگیا گھوڑے اتوں جس دم چن زھر دا ھو



حسینؑ ابنِ علیؑ کے حضور

خطیبِ منبر سے خطاب

توں وی نت منبر تے بہویں چھیڑ جہاد کہاڑیں ھو
نہ کوئی گل تے ایویں پھیریں پانڑیاں وچ مدھانڑیں ھو
علیؑ دے لال دی ریاں نہ کر، گل کر کوئی سیاڑیں ھو
جے شبیرؑ جیہا کوئی لٹھی شکل تکاون آنڑیں ھو
میں قربان نصیر اُس توں جیہیدی زینبؑ قدر پچھاڑیں ھو
سینچیا جس اسلام دا بوٹا دے کے خون دا پانڑیں ھو

در مدح پیران پیر

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ

غوث پاکؒ توحید دا سورج چمکیا گل جہانے ھو
 مکی رات تے مچیاں دھماں وچ زمین اسمانے ھو
 اکھ والا کوئی ویکھے اس نوں نابینا کی جانے ھو
 مونہوں ناں مٹڑ والے وی من گئے اندر خانے ھو
 لکھیا حسب نسب وچ اچّا ہر لکھیار سیانے ھو
 لال علیؒ دا چن زہراؒ دا جمیا پاک گھرانے ھو
 شکل شبابت حسنؒ حسیؒ تک تک لوک دوانے ھو
 سیرت دے وچ جھلک رسولی بولے حق زبانی ھو
 وچ بغداد وسیرے کیتے ونڈے علم خزانے ھو
 وصل دے کاسے بھرنے تائیں کھول دتے میخانے ھو
 لا الہ الا اللہ دے جد چلے پیمانے ھو
 چھڈ گئے ہوش غزالیاں ور گے، بھل گئے نفل دو گانے ھو
 تاب ہوئے شرک دے پاپی لگی عقل ٹھکانے ھو
 کر کر صفت نہ اج تک ربّ اپنے تے بیگانے ھو
 وعظ فتوح الغیب دے پڑھ کے نیا پیر، زمانے ھو
 سودا اوہ نصیر اس دا جیہڑا ملے نہ کسی دکانے ھو



شانِ حضرت پیرانِ پیرؒ

اوہ پیراں دا پیر جہدا سر مشرکاں سوٹا کھڑ کے ھو
 بہتیاں اکھیاں وچ اوہ وسدا کجھ اکھیاں وچ اڑ کے ھو
 گھٹیا رتبہ نصیر نہ اُس دا سے مر گئے سڑ سڑ کے ھو
 عبدالقادر پیر مرا جیہڑا تار دیوے ہتھ پھڑ کے ھو



دردِ پیرانِ پیرؒ

نہ بلیار تے نہ میں فاضل گوئی اتے گُلّی ھو
 غوثِ پاک دے میں صدقے جہدے ٹکڑے کھا کھا پئی ھو
 اس لئی میں کوچھی بد شکلی سوہنڑیاں دے سنگ رلی ھو
 کل نصیر متاں ھو جاوے اگلی راہ سُکھلی ھو

درشانِ پیرانِ پیرؒ

ہک بڈ ہڑی بغداد نگر وچ روندی بیٹھ کنارے ھو
 تڑفے تے فریاداں پاوے ہتھ مٹیاں تے مارے ھو
 دُب گیا میرا سہریاں والا نال براتی سارے ھو
 دجلہ دریا ٹھاٹھاں مارے کردی موت اشارے ھو
 اچن چیتی میرا آئے کردے سیر نظارے ھو
 بڈھی وچ قدماں دے ڈگ کے رووے تے عرض گزارے ھو
 کون ہووے جیہڑا موڑے میرے دُبے چن تے تارے ھو
 پیر ہووے تے میرا جیہڑا جیہڑا لاوے نہ جھوٹے لارے ھو
 عبدالقادر ہتھ اٹھائے اگے رب پیارے ھو
 دُبی کشتی رب دے فضلوں لگی آن کنارے ھو
 واہ نصیر پُتر زہرا جس دُبے بیڑے تارے ھو



آج کی یاری

یاراں دی گل چھیڑ نہ یارا آج دے یار لُٹیرے ھو
 اُڈن توں پر تو لدے رہندے پنچھی جیوں بنیرے ھو
 جے لہے تے پچھے پچھے نہ لہے تے اگیرے ھو
 جانی یار نصیر نہ ملدے نانی یار بتیرے ھو



سچے یار

جگ جگ جیون یار سچیرے ویکھاں سدا اُچیرے ھو
 وسن گلیاں، کھلن بُو ہے، کدی نہ مُگن پھیرے ھو
 رونق میلے، گلاں باتاں، درشن شام سویرے ھو
 یاراں نال نصیر بہاراں یاراں باہجھ ہنیرے ھو

شبِ ہجراں

کالی رات جدائی والی غم دے گھپ ہنیرے ھو
 شالا مکے رات ہجر دی بولے کاگ بنیرے ھو
 اڈیاں چا چا رستے ویکھاں روواں شام سویرے ھو
 سر قربان نصیر کراں جے یار آوے گھر میرے ھو



شکوہ بے قدری

بے قدراں کچھ قدر نہ جانتی کیتی خوب تسلی ھو
 دنیا دار پجاری زور دے کتیاں دے گل ٹلی ھو
 بک بک اتھرو رسن اکھیاں دیکھ حویلی کئی ھو
 کوچ نصیر اساں جد کیتا پے جاسی تھرتھلی ھو



عیدِ جدائی

عید آئی پر یار نہ آیا خوشیاں غم نہیں کھڑیا ھو
 دسو مینوں دارو کوئی ناگ ہجر دا لڑیا ھو
 سک نصیر نہ یاردی مکے ساہ اکھیاں وچ اڑیا ھو
 چن اسمانی کی ویکھاں آجے چن میرا نہیں چڑھیا ھو

آمدِ یار

ساری عمر جدائی کئی دگھاں وچ دل سڑیا ھو
 جاگ لگن دا ویلا آیا آساں دا ددھ کڑیا ھو
 لکھ لکھ اج نصیر مبارک رانجھا ویہڑے وڑیا ھو
 میں مسکین دی قسمت جاگی اوہ دیکھو چن چڑھیا ھو

آنکھ کی حرص

چھوڑ زمانہ پچھلا ، تینوں گل سناواں اج دی ھو
انسانی اکھ حرص دی باندی ہر پا سے پئی بھجی ھو
چھوڑ ہوس تے پائے کن وچ گل نصیر ایہہ چج دی ھو
بھٹکا ڈھڈتے رج دی جاوے بھٹکھی اکھ نہ رج دی ھو



قسمت کے فیصلے

واہ قسمت جہدے سرتے تنوں یکتائی دا تڑیا ھو
اوہدے جیڈ مقداراں والا مانواں نے گھٹ جنڑیا ھو
ریس نصیر کی اُسدی جیہڑا ریوں بنڑیاں ٹھنڑیا ھو
گیاراں پُت یعقوب نبی دے، یوسف بکّو بنڑیا ھو



نسب پہ اترانے والے کمالات سے محروم
اساں اسیل بتیرے ڈٹھے پھردے شہراں گلیاں ھو
کہندے ساڈے جیہانہ کوئی جے اسی گھر ولیاں ھو
چج دی گل نصیر نہ کائی مارن ایویں گُللیاں ھو
جلوے جسی نسبیاں والے عادت وانگ مُسلیاں ھو

فراقِ یار

جھٹکی وا وچھوڑے والی ککھ چھڈیُس نہ پلے ھو
شالا کسے دایار نہ وچھڑے، یار نہ تھیون کَلّے ھو
اساں سہیڑے وچ جدایاں صدمے اُتے تھلے ھو
یار نصیر کی رُس کے ٹُریا اُجڑے شہر محلّے ھو

آرزوئے دریا

تس ملے جے چھٹی جیہی پریم دے دریا تیراں ھو
اک پھیرا ترے دردا مینوں لکھ بہشتی سیراں ھو
مکدی گل نصیر ایہہ آکھے پے پے تیریاں پیراں ھو
رگھیں کول تے درتے ماریں نہ پاویں وس غیراں ھو



اپنا بنا کر رکھنے کی التماس

حُسن تے ناز دیا شہکارا رب دیاں تینوں رکھاں ھو
مُونہوں بولیں موتی رو لیں دل کھس لے گیاں اکھاں ھو
جے نصیر نوں تیں چھڈیا رُل جاسی وانگوں لکھاں ھو
اُس نوں تیرے جیہا نہ کوئی اُس جے تینوں لکھاں ھو



نمازِ حُضوری

کی واجب کی فرض ترے جے توں پریم نماز نہ نیتی ھو
جہاں دے دل وچ یارو سے اُنہاں کدی قضا نہ کیتی ھو
وضو ترے دا کی فیدا جد اندر لکھ پلیتی ھو
دَسے بھید نہ مستی دا جس بے پیمانے پیتی ھو
جہاں نصیر حُضوری پائی نہیں محتاج مسیتی ھو

یار دی مرضی

بے پروا سنگ لا کے یاری ہو گئے اسی نماڑیں ھو
کوئی تے بن کے غم دا بلی خبر یار دی آنڑیں ھو
اسی نصیر لکھاں تھیں ہولے بھاویں یار دے بھاڑیں ھو
اساں تے اُس نوں سچ کر جانتا اوہ جانڑیں نہ جانڑیں ھو

فراقِ یار

چنگی بھلی بیٹھی ہو گیا مینوں اج ، کے ہو
 کیڑا وچھڑیا یاد آیا جے میں روپی اکھیاں کج کے ہو
 ویڑا متاں مرا وں پیوے ہر اوندہ تکدی بھج کے ہو
 یارنوں کون نصیر لے آوے نہیں تکیا میں رج کے ہو



نا کردہ کردہ جیسا نہیں ہو سکتا

تاریا اکاں نوں تقوے اک پھسے چکڑ پلیتی ہو
 اک میخانے دھت شرابوں اک دن رات مسیتی ہو
 جس نہیں پیتی اُس نہیں پیتی جس پیتی اُس پیتی ہو
 اک جی کدی نصیر نہ ہوندی کیتی تے اُن کیتی ہو



راہِ طلب دشوار ہے

اُجڑ اُجاڑ طلب دا صحرا خبر نہ کوئی آنڑیں ہو
 اس دے حالوں راہی واقف اُن راہی نہ جانڑیں ہو
 گھروں مڑے جیہڑے بھر بھر گتھیاں ادھوچ مک گئے دانڑیں ہو
 عشق نصیر او منزل جتھے بھل گئے لکھاں سیاںڑیں ہو

یاراں نال بہاراں

جے نہ آوے یار نظر کی کرناں جی کے اساں ہو
 نال اُسی دے ہاسے کھیڈے خوشیاں مڑے تے چستاں ہو
 یار نہ آیا پیون شالا جلد مڑن دیاں دساں ہو
 بن دیدار نصیر نہ مکن دل تے دیاں تساں ہو

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مدینے دے نظارے بھال دا اے مرا دل وی مرے ای نال دا اے
 میں پتلا پھڑ لیا اے اُس سخی دا جیہڑا درتوں نہ خالی ٹال دا اے
 جے نہیں زندہ ولی قبریں دے اندر زمانہ ایویں دیوے بال دا اے؟
 کھلو جاناں واں طوفاناں دے اگے مینوں تکیہ مرے لُج پال دا اے
 اوہ حاضر وی اَتے ناظر وی ساڈا نبیؐ جانڑوں اساڈے حال دا اے
 مُکا دیندی اے گستاخی نبیؐ دی اے زنگ اندر ہی اندر گال دا اے
 جو الکاسب حبیبُ اللہ ہے پڑھ دا اوہ آپے سیکدا تے بال دا اے

نصیر اوہ چت نہیں شاہاں تے دھردا
 جیہڑا سائل نبیؐ دی آل دا اے



بھریانی ویہڑا میرا سبھاں نال، اُج بھریانی

بھریانی ویہڑا میرا سبھاں نال، اُج بھریانی ماہی مرا میرے ویہڑے وڑیا، اوہ دیکھو چن چڑھیا
 پائے پیرجن گھر میرے، تک کے من ٹھریانی دیکھ لو اوتنوں ہنڑتے آجا، دم اکھیاں وچ اڑیا
 مُڑ مُڑ کھندا کھوہ دا بوکا، جو دُبیا اوہ تریانی دیکھ ذراتوں مکھ ماہی دا، رُوپ جنابوں چڑھیا
 چنگے چنگے اوتھے پہنچ ناہیں سکے، جتھے میرا مقدّر لڑیا وانگ حسینؑ دے زندہ ہو جا، جو ڈریا اور مریا
 عبدالقادرؒ پیر دے صدقے، ڈبدی دا ہتھ پھڑیا لوہا لکڑی نال جے لکيا، تریاں دے سنگ تریا
 دین دے گھر آیا ساجن، ایہہ چن کدھروں چڑھیا یار مینوں اُج گل نال لایا، دشمن دا دل سڑیا

مکدی گل نصیر مُکاواں، او چیتا میں ہریانی
 ویہڑا میرا سبھاں نال اُج بھریانی

متاعِ زیست

متاعِ زیست

متفرق کلام

(حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشینِ نصیر مِلّت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمار
	متاعِ زیست
1173	حمد
1174	نعت
1185	مناقب
1195	غزلیات
1204	خریات

رُبَاعِیَاتِ حَمْدِیہ از نصیر

مومن ہے تو کر لے یہ عقیدہ ازبر
مُشکل میں ہے بس وہی نصیر و یاور
اللہ کے ساتھ مت پکار اوروں کو
لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

اے عاشقِ عارفانِ عالی گوھر
رکھ شیوہِ اولیائے کامل پہ نظر
فوقِ الاسباب ہو کہ تحتِ الاسباب
لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

رکھ صرف اعانتِ الہی پہ نظر
اللہ سے ہٹ کے استعانتِ مت کر
مُشکل میں پڑے تو صرف خالق کو پکار
لَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اُوست
بحر و بر در گوشہ دامنِ اُوست

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی نام و نشان ہمارا
اقبال

نعت

اک میں ہی نہیں اُس پر قربانِ زمانہ ہے
 جو ربِّ دوعالم کا محبوبِ یگانہ ہے
 کل جس نے ہمیں پُل سے خود پار لگانا ہے
 زہرہ کا وہ بابا ہے سبطین کا نانا ہے
 اُس ہاشمی دُلہا پر کونین کو میں واروں
 جو حُسن و شائل میں یکتائے زمانہ ہے
 عزّت سے نہ مر جائیں کیوں نامِ محمد پر
 ہم نے کسی دن یوں بھی دُنیا سے تو جانا ہے
 آؤ درِ زہرہ پر پھیلانے ہوئے دامن
 ہے نسلِ کریموں کی لچال گھرانہ ہے
 ہوں شاہِ مدینہ کی میں پشتِ پناہی میں
 کیا اس کی مجھے پروا دشمن جو زمانہ ہے
 یہ کہہ کے درِ حق سے لی موت میں کچھ مہلت
 میلاد کی آمد ہے محفل کو سجانا ہے
 قربان اُس آقا پر کل حشر کے دن جس نے
 اِس اُمتِ عاصی کو کملی میں چھپانا ہے
 سو بار اگر توبہ ٹوٹی بھی تو حیرت کیا
 بخشش کی روایت میں توبہ تو بہانہ ہے
 ہر وقت وہ ہیں میری دُنیا ئے تصوّر میں
 اے شوق کہیں اب تو آنا ہے نہ جانا ہے

پُر نور سی راہیں ہیں گنبد پہ نگاہیں ہیں
 جلوے بھی انوکھے ہیں منظر بھی سُہانا ہے
 ہم کیوں نہ کہیں اُن سے رُو دادِ الم اپنی
 جب اُن کا کہا خود بھی اللہ نے مانا ہے
 محرومِ کرم اس کو رکھیے نہ سرِ محشر
 جیسا ہے نصیرِ آخرِ سائل تو پُرانا ہے



ماہِ مدینہ ، وہ شاہِ والا	ہے جس کے دم سے جگ میں اُجالا
سب کا مُعلِّم ایسا اک اُمّی	اُستاد جس کا خود حق تعالیٰ
اُمت میں جس کی ٹھہرا برابر	ادنیٰ سے ادنیٰ ، اعلیٰ سے اعلیٰ
ضرب سے توحید کی جس نے توڑا	شرکِ جلی کا مضبوط تالا
روتے ہووے کو جس نے ہنسایا	گرتے ہووے کو جس نے سنبھالا
جس کو عُمرؓ نے بس دے دیا دل	جانچا نہ پرکھا دیکھا نہ بھالا
پیوستہ باہم محرابِ ابرو	وہ گردِ عارض زلفوں کا ہالا
ہر لمحہ جس کا اُولیٰ سے اُولیٰ	ہر آن میں جو بالا سے بالا
دیکھا نہ اب تک چشمِ فلک نے	ایسا انوکھا ، ایسا نرالا
قربان میں اُس ہادی کے جس نے	بھٹکے ہووے کو رستے پہ ڈالا
ایمان و تقویٰ معیارِ عزّت	وجہِ فضیلت گورا نہ کالا
جاں ہا ثارت، دل ہا فدایت	صاحبِ کمالا ، شیریں مقالا
پُر کن ز نعمت کشکولِ سائل	مسکین نوازا ، دریا نوالا
اُس شاہ کا میں ادنیٰ گدا ہوں	عالم میں جس کا ، ہے بول بالا

گنجِ لحد ہو پل ہو کہ میزاں ہر جا چلے گا تیرا حوالا
جس کو ڈبویا موجِ الم نے ٹھوکر سے تُو نے اُس کو اُچھالا
تیرا بُلایا ، مقبولِ داوَر مردودِ یزداں ، تیرا نکالا
شوِ محوِ مدحِ زہرا و آتش لبِ را بہ ذکرِ فاسقِ میالا
پانی کے ہوتے پانی کو ترسا دلبندِ زہرا نازوں کا پالا
درباں جو اُلجھا بابِ نبی پر اُس نے کہا فَمِ! میں نے کہا! لا

تجھ کو نصیر اب کیا خوفِ دوزخ
پل پر کھڑا ہے خود کملی والا



کہتے ہیں یہ زائر سے ایوانِ مدینے کے سلطانوں کے سُلطاں ہیں، سلطانِ مدینے کے
تہذیبِ نرالی ہے تہذیبِ مدینے کی انسان انوکھے ہیں، انسانِ مدینے کے
اس ارضِ مقدس پر اِترا کے نہ چل اتنا آدابِ ارے کچھ تو پہچانِ مدینے کے
احرامِ زیارت کا تُو باندھ تو لے پہلے ہو جائیں گے خود رستے آسانِ مدینے کے
آجاؤں کسی صورتِ نسبت کے تسلسل میں درباں ہی مجھے رکھ لیں، دربانِ مدینے کے
اب لوٹ کے کیا جائیں شہِ ربّیٰ سے اس فکر میں بیٹھے ہیں مہمانِ مدینے کے
یا رب میں کسی حیلے پہنچوں درِ رحمت پر لے کر ہی نہ مر جاؤں ارمانِ مدینے کے
دل میں ہو بندگی جیسے اک آسِ شفاعت کی ہیں اُمتِ عاصی پر احسانِ مدینے کے
ہر حکمِ نبی سمجھو تا شامِ ابد نافذ تنبیخ سے بالا ہیں فرمانِ مدینے کے
کچھ پاس نہ ہو جس کو آدابِ رسالت کا اُس شخص سے افضل ہیں حیوانِ مدینے کے

حاضر ہے نصیر آقا! کچھ بھیکِ عنایت ہو
صدقے ترے گنبد پر ، قربانِ مدینے کے

ہو جاتے ہیں خود رستے ہموار مدینے کے
بلواتے ہیں جب شاہِ ابرار مدینے کے

کیوں کر نہ فلک کو بھی اس شر پہ رشک آئے
بستے ہیں مدینے میں مختار مدینے کے

آنکھوں کو عطا ہو گا سرمایہٴ بینائی
بخشیں گے چلا دل کو انوار مدینے کے

برسوں کی عبادت کا حاصل ہے ہر اک لمحہ
سو سال پہ بھاری ہیں دن چار مدینے کے

اس دورِ مقدّس کی یادوں کے تصور میں
دیکھیں گے ذرا چل کر بازار مدینے کے

اے بختِ رسا خوش ہو! بخشش کی گھڑی آئی
وہ دیکھ! نظر آئے مینار مدینے کے

بہتر ہے کسی گل سے کانٹا رو طیبہ کا
جنت سے حسیں تر ہیں گلزار مدینے کے

اپنوں کا مقدر ہے عرفان کی یہ دولت
غیروں پہ نہیں کھلتے اسرار مدینے کے

تم لاکھ مٹا ڈالو دھرتی سے انہیں، لیکن
محفوظ ہیں ذہنوں میں آثار مدینے کے

آقا کی ثناؤں میں کٹ جائے سفر اچھا
 مل جائیں اگر ساتھی دو چار مدینے کے
 اے دیو ہوس! مجھ پر کیا زور چلے تیرا
 رہتے ہیں مرے دل میں دلدار مدینے کے
 پھر اُس کو نہیں رہتی حسرت کسی منظر کی
 ہو جائیں جسے حاصل دیدار مدینے کے
 ہے طرفہ مزاج اِن کا، دیدار علاج اِن کا
 عیسیٰ سے نہ اچھے ہوں، بیمار مدینے کے
 یہ آبِ نجس اٹھوا، یہ جام و سُبُو لے جا
 پیتے ہیں مدینے کی، میخوار مدینے کے
 اِس آس پہ بیٹھا ہوں مدت سے نصیراب تک
 شاید کبھی بُلوا لیں سرکار مدینے کے



دیکھیں شہِ بطحیٰ جو عنایت کی نظر سے
 کیا کیا نہ ٹلیں آئی بلائیں مرے سر سے
 صدقے تری اِس شانِ کریمی کے میں آقا
 محروم نہ لوٹا کوئی سائل ترے در سے
 ہے علم ترا بعدِ خدا خلق پہ حاوی
 بچ کر کوئی جائے گا کہاں تیری نظر سے
 اصحاب پہ روشن تھی تری شرک سے نفرت
 سجدہ نہ کیا تجھ کو کسی نے اِسی ڈر سے

اک وہ کہ رہا جن کو ترا دورِ میسر
 اک ہم کہ ترے لمحہ دیدار کو ترے
 خوشبو میں بسی رہتی تھیں پہروں وہ فضا میں
 اک بار گزرتے تھے وہ جس راہ گزرے
 جس درد کا ہوں پہنے ہوئے میں طوقِ غلامی
 اُٹھے تو جنازہ بھی الہی اُسی در سے
 بغداد و نجف کربل و مشهد ہو کہ اجمیر
 کیا سلسلہ فیض چلا ہے ترے گھر سے
 کیا عرضِ تمنا کروں ہنگامِ حضوری
 مخفی نہیں کچھ بھی شہِ والا کی نظر سے
 جو بات زباں پر نہیں لائی گئی اب تک
 ہو جائے نہ کیوں آج یہاں دیدہ ترے
 محشر میں نصیر آئے ہیں وہ بہرِ شفاعت
 ممکن نہیں اب ابرِ عطا کھل کے نہ برے



کون ہو مسندِ نشیں خاکِ مدینہ چھوڑ کر
 خلد دیکھے کون، کُوئے شاہِ بطحی چھوڑ کر
 دل کی بستی اور ارمانوں کی دنیا چھوڑ کر
 ہائے کیوں لوٹے تھے ہم شہرِ مدینہ چھوڑ کر
 گھر سے پہنچے اُن کے روضے پر تو ہم کو یوں لگا

جیسے آنکے کوئی گلشن میں، صحرا چھوڑ کر
 کون نظروں پر چڑھے حُسنِ حقیقت کے سوا
 کس کا منہ دیکھیں ہم اُن کا رُوئے زیبا چھوڑ کر
 اللہ اللہ آمدِ سلطانِ اِس وجاں کی شان
 اک طرف قُدری بھی ہو جاتے تھے، رستہ چھوڑ کر
 مُصطفیٰ جنت میں جائیں گے نہ اُمت کے بغیر
 جا نہیں سکتا کبھی تنکوں کو دریا چھوڑ کر
 تھی نہ چاہت دل میں زہرا کے دلاروں کی اگر
 کیوں اُترتے تھے نبی، منبر سے خطبہ چھوڑ کر
 رہروانِ راہِ حق تھے اور بھی لاکھوں، مگر
 کوئی منزل پر نہ پہنچا، ابنِ زہرا ”چھوڑ کر“
 اُن صحابہ کے اِس اندازِ قناعت پر سلام
 اُن کی چوکھٹ پر جو آ بیٹھے تھے، کیا کیا چھوڑ کر
 وہ ازل سے میرے آقا، میں غلام ابنِ غلام
 کیوں کسی کے درپہ جاؤں، اُن کا صدقہ چھوڑ کر
 خوانِ شاہی کی ہوس رکھتے نہیں اُن کے گدا
 کیوں اُدھر لپکیں، وہ ان ٹکڑوں کا چسکا چھوڑ کر

وہ سلامت اور اُن کا در سلامت تا ابد
 کیوں پھریں در در، ہم اُس کوچے کا پھیرا چھوڑ کر
 میں کہاں گھوموں، کہاں ٹھہروں، کسے دیکھا کروں
 اُن کی گلیاں، اُن کی جالی، اُن کا روضہ چھوڑ کر
 اتفاقاً گر چلے جاتے وہ ساحل پر کبھی
 مچھلیاں آتیں قدم لینے کو، دریا چھوڑ کر
 ذہن، میں رکھیے وہ ارشادِ نبی وقتِ وصال
 جا رہا ہوں سنت و قرآن کو یکجا چھوڑ کر
 اے مسلمان! ہے یہی حکمِ خدا و مصطفیٰ
 فکرِ عقبی کر ہمیشہ، فکرِ دنیا چھوڑ کر
 پوچھنے پھر کون آئے گا نصیر اُن کے سوا
 جب لحد میں تجھ کو سب لوٹیں گے تنہا چھوڑ کر



کرتے نہیں ہیں وہ کبھی اہلِ عطا کا رُخ	عیدِ نظر ہو جن کے لئے مصطفیٰ کا رُخ
رگھیں نگاہ میں وہ ذرا کربلا کا رُخ	جو لوگ دیکھتے ہیں ہمیشہ ہوا کا رُخ
دو دائرے ہیں ایک خطِ مستقیم کے	کعبے کی سمت اور شہِ انما کا رُخ
پیشِ نگاہِ خلق ہے اللہ کی رضا	اللہ دیکھتا ہے نبی کی رضا کا رُخ

ہیں سرنگوں ادب سے فراعینِ وقت بھی کتنا ہے پُر جلالِ رسولِ خدا کا رُخ
 تھا خواب میں بھی ساتھ ہجومِ تجلیات دیکھا نہ جا سکا شہِ بدر الدُّجی کا رُخ
 اُڑنے لگے جو خاکِ بدن میری بعدِ مرگ شہرِ نبیٰ کی سمت ہو یارب ہوا کا رُخ
 انساں ، یزیدیت سے نبرد آزما رہے اک یہ بھی ہے موَدتِ آلِ عبا کا رُخ
 تحویلِ قبلہ ہو گئی فوراً اُسی طرف دیکھا خدا نے جس طرف اُن کی رضا کا رُخ
 سمجھو کہ اُس کا نجمِ مقدّر چمک اُٹھا ہو جائے اُن کے در کی طرف جس گدا کا رُخ
 چشمِ صحابہؓ وقفِ جمالِ نبیٰ رہی دیکھا پلٹ کے بھی نہ کسی مہ لقا کا رُخ

میں مانگتا ہوں اُن کے وسیلے سے اے نصیر
 اُن کی طرف ہے اِس لئے دستِ دُعا کا رُخ



اے خسروِ خواباں! شانِ من قُربانِ نگاہت ، جانِ من
 انوارِ جمالت ، رزقِ نظر دیدارِ رُخت ، ایمانِ من
 شہکارِ خدا ، مختارِ عطا اے تاجورِ ذی شانِ من

بر جلوہ تو کونین فدا اے جانِ من و جانِ من
 اے ناقہ سوارِ راہِ قبا یک روز بیا مہمانِ من
 از یک قدمت آباد شود ایں غمکدہ ویرانِ من
 پیدائے من است بہ تو ظاہر اے واقفِ ہر پنهانِ من
 اے راحتِ قلبِ نصیرِ حزیں
 من بندہ و تو سلطانِ من



اُسی کے آستیاں کو عاصیوں کا مُستقر رکھا
 نہیں ہے اُن پہ کچھ مخفی خدا کے فصلِ پیہم سے
 تصوّر میں مرے شام و سحر رہتی ہے وہ صورت
 محمد نام پوتے کا کیا تجویزِ دادا نے
 زہے عزّت جب اُمّت شاہ کی پہنچی سرِ محشر
 خدا نے تجھ کو علمِ اولین و آخرین دے کر
 جگہ چھوڑی جو اپنے بیت میں اک سمتِ عیسیٰ کی
 ازل ہی میں یہ منصب کر دیے تقسیمِ قدرت نے
 ستاروں کی ضیا بخشی ترے اصحاب کو حق نے
 خدائے پاک نے تاجِ شفاعت جس کے سر رکھا
 اسی نکلتے نے مجھ کو بے نیازِ نامہ بر رکھا
 جسے خود خالقِ صورت نے بھی پیشِ نظر رکھا
 لقبِ خیرِ الائم نے آپ کا خیرِ البشر رکھا
 تو جبرائیل نے پل پر بچھا کر اپنا پر رکھا
 نہ تجھ سے رابطہ توڑا، نہ تجھ کو بے خبر رکھا
 تو اک گوشہ پئے تدفینِ صدیق و عمر رکھا
 ہمیں دیوانہ ٹھہرایا تجھے دیوانہ گر رکھا
 تجھے اصحاب کے جُھومت میں مانندِ قمر رکھا

غلامِ پنج تن تھا میں، نصیر اللہ نے دیکھو

مری جھولی کو بھرنے سپدہ زہرا کا در رکھا



بجلوت اند و کمندے بہ مهر و مہ چچند
 بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند
 اقبال

مناقب

بحضورِ مولیٰ علیؑ

لکھا ہے لوحِ دل پہ بخطِ جلی، علیؑ
 علمِ نبیؐ کے باب، خدا کے ولی، علیؑ
 مشکل گشا کا نام ہے مشکل گشا نصیر
 مشکل جب آ پڑے تو پکارو علیؑ علیؑ

بحضورِ حضرت امام حسنؑ

عاقل کے دل میں قدر مرے اس سخن کی ہے
 دُنیا میں سب سے شانِ جدا پنج تن کی ہے
 ٹھکرایا جس نے سلطنتِ شام کو نصیر
 وہ ذاتِ پاک صرف امامِ حسنؑ کی ہے

بحضورِ امام حسینؑ

نبیؐ کی آنکھ کے تارے، دلوں کے چین کا ذکر
 علیؑ کے لاڈلے، زہراؑ کے نورِ عین کا ذکر
 مری زبانِ حق میں مچل رہی ہے نصیر
 کہ پیشِ اہلِ موذت کرے حسینؑ کا ذکر

وہ جس کے نام پہ نبضِ حیات چلتی ہے
 زمیں کا ذکر ہی کیا، کائنات چلتی ہے
 یہ بات ذہن میں رکھیے کہ جبر کے آگے
 حسینؑ بات چلائے تو بات چلتی ہے

تری گلی میں

جس دن سے پائے نسبت رکھا تری گلی میں
جب بھی کیا ہے میں نے سجدہ تری گلی میں
آتا نہیں ہے تب تک دل کو قرار میرے
تیری گلی کو پا کر جیسے تجھی کو پایا
تقویٰ، ادب، قناعت، خوفِ خدا، اطاعت
قائل نہ تھے جو کل تک افسونِ دلبری کے
اوروں کو ہوں مبارک رنگیناں جہاں کی
تُو اور تیرا جلوہ، میں اور میری حیرت
تسکینِ دل کی خاطر کیا کیا نہ میں بھکتا
شاہ و گدا نے پائی خیرات در سے تیرے
تیرا کرم صدائیں دیتا ہے عاصیوں کو
قسمت ہے اپنی اپنی پاتے ہیں پانے والے
گھوڑے پھرے جہاں میں درد کی خاک چھانی
جانے یہ کس نے ہر سو آئینے رکھ دیئے ہیں
خود اُس کے منہ کی رنگت کہتی ہے رازِ نیت
وہ کس کا ہو سکا ہے وہ کس کا ہو سکے گا
اب صرف تو رہے گا اپنی گلی کی رونق
بیٹھا ہوا ہوں اب تک لیکر ترا سہارا
پوچھ اُس کے دل سے جا کر کیا اُس کے دل پہ گزری
دل ہیں کہ لٹ رہے ہیں سر ہیں کے جھک رہے ہیں
قائم ہے آج تک بھی وہ رنگِ درس تیرا
ہو جائے چشمِ رحمت اب تو نصیر پر بھی
کب سے پڑا ہوا ہے آقا تری گلی میں

30 ستمبر 1995



در مدح پیرانِ پیر حضرت محبوبِ سبحانی الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی

تری شان سب سے جدا غوثِ اعظمؒ نہ پہنچے تجھے اولیا غوثِ اعظمؒ
جمالِ رسولِ خدا غوثِ اعظمؒ جلالِ علیٰ مرتضیٰ غوثِ اعظمؒ
مزارِ حسینؑ ابنِ زہرؑ کے وارث شمیمِ حسنؑ مجتبیٰ غوثِ اعظمؒ
اجابتِ بڑھے پیشوائی کو آگے اٹھائیں جو دستِ دعا غوثِ اعظمؒ
نہ کیوں حل ہوں مشکل سے مشکل مسائل کہ ہیں ابنِ مشکل کشا غوثِ اعظمؒ
رسولوں کے اندازِ نبیوں کے تیور ودیعت ہوئے تجھ کو یا غوثِ اعظمؒ
زمانے کا ہر پیر زیرِ قدم ہے ہیں ایسے جگت پیشوا غوثِ اعظمؒ
پہنچتی ہے پھر کیسے نصرتِ خدا کی ذرا کہہ کے تو دیکھ یا غوثِ اعظمؒ
نہیں ہے کوئی اور سارے جہاں میں مرا پیر تیرے سوا غوثِ اعظمؒ
ذرا جلوۂ مصطفیٰؐ میں بھی دیکھوں ذرا صورتِ اپنی دکھا غوثِ اعظمؒ
ترا دورِ افسوس پایا نہ میں نے کبھی خواب ہی میں تو آ غوثِ اعظمؒ
نہ اُٹھے ہیں خالی نہ اُٹھیں گے خالی ترے در سے تیرے گدا غوثِ اعظمؒ
عنایت سے بھر دیجیے میری جھولی کرم کیجیے آج یا غوثِ اعظمؒ
مصائب کے طوفاں سے ٹکرا رہا ہوں میں لے کر ترا آسرا غوثِ اعظمؒ
ہوا ہے نہ ہوگا نہ ہے اس جہاں میں کوئی اور تیرے سوا ”غوثِ اعظمؒ“
کجا یک گدا و کجا شاہِ جیلاں کجا یک فقیر و کجا غوثِ اعظمؒ
سناؤں نہ کیوں ان کو افسانہٴ دل کہ ہیں میرے درد آشنا غوثِ اعظمؒ
اگر ان سے لو درسِ توحیدِ تم بھی تو کر دیں تمہیں کیا سے کیا غوثِ اعظمؒ
دُستیِ عقائد کی کر لو یہاں پر کہ ہیں قبلہٴ حق نما غوثِ اعظمؒ

نصیر آج آیا ہے بن کر سوالی

اسے بھی ملے بھیک یا غوثِ اعظمؒ

بحضورِ خواجہ اجمیریؒ

امیرِ کشورِ ہندوستانِ غریبِ نوازؒ فروغِ انجمنِ چشتیاںِ غریبِ نوازؒ
 لیے فلک نے کڑے امتحاںِ غریبِ نوازؒ ہوں آج اس لئے مجھِ فغاںِ غریبِ نوازؒ
 بہار آگئی گلزارِ فقر میں تجھ سے تُو اہلِ چشت کی روحِ رواںِ غریبِ نوازؒ
 جو غوثِ پاکؒ ہیں بغداد میں نقیبِ رسول نبیؐ کے ہند میں ہیں ترجمانِ غریبِ نوازؒ
 بڑے بڑوں سے یہی سنتے آئے ہیں کہ نہیں ترے علاوہ کوئی بھی یہاںِ غریبِ نوازؒ
 جو مس ہوئے ترے نعلینِ پاک سے ذرے چمک اٹھے صفتِ کھکشاںِ غریبِ نوازؒ
 دمِ سوال لپٹ جاؤں تیرے دامن سے سب اہلِ حشر یہ دیکھیں سماںِ غریبِ نوازؒ
 پہنچ کے منزلِ مقصود ہی پہ دم لے گا نہ رُک سکے گا ترا کارواںِ غریبِ نوازؒ
 تُو بختیارؒ و فریدؒ و نظامؒ کا آقا ترے غلام ہیں فخرِ جہاںؒ، غریبِ نوازؒ
 کسی نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو میں بولا دلی، امیر، سخی، مہرباں، غریبِ نوازؒ
 رہا وہ گردشِ دوراں سے عمر بھر محفوظ ملا جسے ترا دارُ الاماںِ غریبِ نوازؒ
 کیا ہے سب نے تری عظمتوں کو جھک کے سلام ہے مُعترف ترا سارا جہاںِ غریبِ نوازؒ
 میں گولڑہ میں ہوں تنہا ہجومِ درد لیے نہ ہمنفس نہ کوئی ہمزباںِ غریبِ نوازؒ
 غمِ حیات کے مارے نہ جائیں کیوں اجمیر دکھوں کی دھوپ میں ہیں سائبانِ غریبِ نوازؒ
 یہی تو در ہے اُمیدوں کی آخری منزل یہاں نہ آئیں تو جائیں کہاںِ غریبِ نوازؒ
 بہت حقیر ہوں، کم ہے بہت مری اوقات بہت بڑا ہے ترا آستانِ غریبِ نوازؒ
 حیات یوں بھرے ماحول میں کٹی میری دہن میں جیسے ہو تنہا زُباںِ غریبِ نوازؒ
 تری ثنا میں ہیں لفظوں کی جھولیاں خالی قبول ہو مرا عجزِ بیاںِ غریبِ نوازؒ

یہ کم ہے کیا کہ وہ پہنچا ہے اُن کی چوکھٹ تک

کہاں نصیر سا عاصی، کہاں غریبِ نوازؒ



اشعارِ تہنیت بر بازیابی سجادگی دیوان مودود مسعود
پاکپتن شریف

مرکز دعوت و ارشاد مبارک بادا

ورثہ مسند اجداد مبارک بادا

مونس گشت نگاہِ کرمِ قطب و معین

التفاتِ شہ بغداد مبارک بادا

للہ الحمد کہ آلِ عرصہ بیداد گزشت

عدلیہ داد تڑا داد، مبارک بادا

نہ رسید آفتِ ایام بہ شہبازِ فرید

رستن از حیلہ صیاد مبارک بادا

تاجِ سجادگی گنجِ شکر تا بہ ابد

بر سر والد و اولاد مبارک بادا

چشتیاں خوش کہ بہ مودود سپردند نظام

از خدا نصرت و امداد مبارک بادا

تہنیت گفت جہانے بہ ادب گاہِ فرید

از نصیر ہمہ دل شاد مبارک بادا



تیری چادر محمد مصطفیٰؐ کے در سے آئی ہے

تری چادر محمد مصطفیٰؐ کے در سے آئی ہے یہ چادر حضرت صدیقؑ نے سر پر اٹھائی ہے
 عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، شیر خداسب نے محبت سے یہ چادر اپنی آنکھوں سے لگائی ہے
 جناب حضرت حسنینؓ وزہرائے اسے اوڑھا یہ وہ چادر ہے جو ناموس آلِ مصطفائیؐ ہے
 یہ قطب الدینؒ، فرید الدینؒ، نظام الدینؒ نے چادر مزارِ خواجہ مہر علی شاہؒ پر چڑھائی ہے
 یہ وہ چادر ہے اس کی شان و شوکت کیا بتاؤں میں عیاں اس سے معین الدینؒ کی شانِ دلربائی ہے
 تُو وہ سلطانِ اعلیٰ شان ہے اے سید والا کہ بڑھ کر سلطنت سے آپ کے در کی گدائی ہے

نصیر اس کو فرشتے دیکھ کر حیرت سے کہتے ہیں
 کہ یہ چادر مبارک دستِ قدرت نے بنائی ہے



مردِ خدا حق ہیں کی چادر باوا فضل الدینؒ کی چادر
 سہرا حضرت محی الدینؒ کا خواجہ معین الدینؒ کی چادر
 ڈھانچے گی محشر میں سب کو طہ اور یسینؒ کی چادر
 آئے ہیں سلطانِ مدینہ لیکر خلدِ بریں کی چادر
 پیرِ طریقت مہر علیؒ شہ والی ملک یقینؒ کی چادر
 کر لو قبولِ نِگاہِ کرم سے
 اپنے نصیرِ الدینؒ کی چادر

نبی کے لال علیؑ کے پسر کی چادر ہے

اٹھاؤ سر پہ کہ اک تاجور کی چادر ہے
کرم سے جس نے بہائے ہیں چار سو دریا
محمدؐ عربی کی ہے پاک آل کا عرس
خدا کرے کہ رہے اس کا سایہ سر پہ مرے
نرالی شان کے دولہا ہیں باوا فضل الدینؒ
اٹھا رہے ہیں ملائک بہ احترام و ادب
زمانے بھر کے قلندر ہیں رقص و وجد میں آج
گنہگار اگر ہوں تو غم نہیں اس کا
نبی کے لال علیؑ کے پسر کی چادر ہے
یہ ایسے سید عالی گھر کی چادر ہے
حسن، حسینؑ کے لختِ جگر کی چادر ہے
مرے لیے تو یہی عمر بھر کی چادر ہے
کہ ان کے دوش پہ ولیوں کے سر کی چادر ہے
ردائے فضل ہے خیر البشرؐ کی چادر ہے
کہ اُن کے شیخ وسیع النظرؒ کی چادر ہے
کہ میرے عیبوں پہ اُن کی نظر کی چادر ہے

نصیر عرس ہے غوثِ جلیؒ کی آل کا آج

نظر جھکاؤ کہ زہراؑ کے گھر کی چادر ہے



ہے مہر علیؒ مہر انور کی چادر

حقیقت نما نورِ پیکر کی چادر
 ہے مہر علیؒ مہر انور کی چادر
 یہ چادر ہے محبوبِ داور کی چادر
 ہے نورِ نگاہِ پیمر کی چادر
 بُجھا لو چلو تشنگی آج پیاسو
 ہے قسامِ تسنیم و کوثر کی چادر
 بنایا ہے خود دستِ قدرت نے اس کو
 ہے غوثِ جلیؒ عبدِ قادر کی چادر
 حقیقت، طریقت سبھی جس میں گم ہیں
 ہے اُس معرفت کے سمندر کی چادر
 زمانے سے شانیں زالی ہیں اس کی
 یہ چادر ہے آلِ پیمر کی چادر
 اسی سے ہیں وابستہ سب کی اُمیدیں
 چھپائے گی ہم سب کو حیدر کی چادر
 نصیر اُن سے رکھتا ہے اُمید اتنی
 سُنیں گے وہ اپنے سُخن وَر کی چادر



کلیاتِ شمس تبریزی سے مولانا جلال الدین
رومی کی ایک غزل کے دو شعروں پر تضمین از نصیر

دلِ من چناں ربودہ قدو قامتِ جوانے
سرِ بسترِ فراغِ چو مریضِ نیم جانے
نہ نوائے ہمنشینے نہ صدائے مہربانے
چو نمازِ شام ہر کس بہند چراغ و خوانے
منم و خیالِ یارے غم و نوحہ و فغانے

چو صبا اگرچہ رتم بہ تلاشِ کاروانے
دمِ جستجو ندیدم ز گزشتگانِ نشانے
نرسیدہ ام دریغا بہ لقائے آں جوانے
چو نمازِ شام ہر کس بہند چراغ و خوانے
منم و خیالِ یارے غم و نوحہ و فغانے

بہ کہ محوِ گفتگویم ز مئے کہ در خُمارم
چو غلامِ دستِ بستہ بہ دریکہ در قطارم
بہ سجد در چہ شوقم بہ قیام در چہ کارم
چو نمازِ می گزارم بخدا خبر ندارم
کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے



ایں آہِ جگر سوزے در خلوتِ صحرا بہ
لیکن چہ گُرم کارے با انجمنے دارم

غزلیات

کاش حاصل مجھے یہ رنگِ تماشا ہوتا
 روز و شب سامنے تیرا رُخِ زیبا ہوتا
 رونقیں آتیں، خوشی ہوتی، نکلتے ارماں
 تم قدم رکھتے مرے گھر میں تو کیا کیا ہوتا
 پھر مجھے عشق میں معذور سمجھتا ناصح
 میری آنکھوں سے جو اُس نے تجھے دیکھا ہوتا
 میہماں ہے کوئی دم کا یہ تمہارا بیمار
 تم بھی آ جاتے جو بالیں پہ تو اچھا ہوتا
 یوں نہ ٹھکراؤ اگر دے ہی دیا دل تم کو
 دل تمہارا جو نہ ہوتا تو یہ کس کا ہوتا
 بادِ نخوت سے شینک ظرف رہا، ورنہ حباب
 جھانکتا اپنے گریباں میں تو دریا ہوتا
 جگمگاتیں مرا آنگن وہ روپہلی کرنیں
 کاش وہ چاند مرے گھر میں بھی اُترا ہوتا
 ہر گھڑی اُس کی معیت کا تصور ہے نصیر
 یہ بھی ہوتا نہ مرے ساتھ تو تنہا ہوتا



کھو گئے دنیا میں تم کیا فکرِ عقبی چھوڑ کر
 قہقہے مارو نہ دولت جمع کر کے اس قدر
 دیدہ ور کچھ پیشِ روا لیے بھی ہیں تاریخ میں
 یہ تو کہتے ہو کہ اب کیا نہیں ہے میرے پاس
 اب کو کس کے لئے جاؤ گے کیا کیا چھوڑ کر
 اقربا بیزار، دشمن تاک میں، تم لاؤ گے
 کچھ حریص ایسے، جو کہہ دیں صاف عزرائیل سے
 ہو گیا تھا حادثے کی نذر کل کیا اک غریب
 اہلِ زر منہ پھیر کر گزرے، تڑپتا چھوڑ کر
 مجھ پہ یہ ارشادِ بقی وَجْہُ رَبِّک سے کھلا
 گل جہاں غلتا ہے، اُس کا رُوئے زیبا چھوڑ کر
 مسندِ پیری پہ یوں جم کے نہ بیٹھو تم نصیر
 کل کو اٹھ جاؤ گے یہ سارا تماشا چھوڑ کر

منزلی دل چھوڑ کر، شہرِ تمنا چھوڑ کر
 تیرا در جائے کہاں اب تیرا شیدا چھوڑ کر
 تم نے جیسے مجھ کو اپنا کہہ کے چھوڑا دفعتاً
 یوں نہیں جاتا کسی کو کوئی اپنا چھوڑ کر
 اس جہاں سے اُس جہاں جانے میں ہے کس کو کلام
 جائے، لیکن کوئی اچھا حوالہ چھوڑ کر
 تم مرے سر پر رہو، کیا جانے موت آجائے کب
 اپنے بیماروں کو جائے کیوں مسیحا چھوڑ کر
 کیا مری میت پہ آیا وہ مرا یوسف جمال
 ٹوٹ کر خلقِ خدا دوڑی، جنازہ چھوڑ کر
 ایک اک کر کے مرے احباب نے چھوڑا مجھے
 تم تو یوں جاؤ نہ اے جانِ تمنا چھوڑ کر
 چاہئے بامِ بقا تک گر رسائی اے نصیر
 نیستی عادت بنا، ہستی کا دعویٰ چھوڑ کر



نہ تُم آئے شبِ وعدہ، پریشاں رات بھر رکھا دیا اُمید کا میں نے جلّائے تا سحر رکھا
 وہی دل چھوڑ کر مجھ کو کسی کا ہو گیا آخر جسے نازوں سے پالا، جس کو ارمانوں سے گھر رکھا
 جیں کو مل گئی منزل، مذاقِ بندگی ابھرا جنوں میں ڈوب کر جس دم تری چوکھٹ پہ سر رکھا
 کہاں ہر ایک تیرے درد کی خیرات کے لائق کرم تیرا کہ تو نے مجھ کو بربادِ نظر رکھا
 غمِ دنیا و ما فیہا کو رخصت کر دیا میں نے ترا غم تھا جسے دل سے لگائے عمر بھر رکھا
 سنا ہے کھل گئے تھے اُن کے گیسو سیرگلشن میں صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا
 یہ اُس کے فیصلے ہیں جس کے حق میں جو بھی کر ڈالے کسی کو در دیا اپنا، کسی کو در بدر رکھا
 کبھی گزریں تو شاید دیکھ لوں میں اک جھلک اُن کی اسی اُمید پر مدفن قریب راہ گزر رکھا
 بھری محفل میں ناحق راہِ اُلفت کر دیا افشا محبت کا بھرم تو نے نہ کچھ اے چشم تر رکھا
 جو خط اوروں کے آئے، اُس نے دیکھے دیر تک لیکن مرا خط ہاتھ میں لے کر ادھر دیکھا ادھر رکھا
 کوئی اُس طائرِ مجبور کی بے چارگی دیکھے قفس میں بھی جسے صیاد نے بے بال و پر رکھا
 یہ ممکن تھا ہم آجاتے خرد مندوں کی باتوں میں خوش قسمت کہ فطرت نے ہمیں آشفہ سر رکھا
 سر آنکھوں پر جسے اپنے بٹھایا عمر بھر ہم نے اسی ظالم نے نظروں سے گرا کر عمر بھر رکھا
 کہاں جا کر بھلا یوں در بدر کی ٹھوکریں کھاتے نصیر اچھا کیا تم نے ہمیشہ ایک در رکھا

عنایت ہے یہ تجھ پر اے نصیر استادِ فطرت کی

کہ جو بھی لفظ رکھا شعر میں، مثلِ گُہر رکھا



سرو کا جھومنا ، غنچوں کا غزل خواں ہونا
 تجھ سے مخصوص رہا خسروِ خواباں ہونا
 سامنے تیرے مرا خاک میں پنہاں ہونا
 جلوہ فرما بسرِ گورِ غریباں ہونا
 آج محسوس ہوا بے سرو ساماں ہونا
 میرے رونے پہ کہیں تُم نہ پریشاں ہونا
 ہے ساگن کی بھری گود کا ویراں ہونا
 میری قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا
 اپنے ہی گھر میں ہو جیسے مرا مہماں ہونا
 اک ترے دوش پہ زلفوں کا پریشاں ہونا
 کام پروانوں کا ہے شمع پہ قرباں ہونا
 آج دیکھو کسی قطرے کا بھی طوفاں ہونا
 کارِ ہر سنگ نہیں لعلِ بدخشاں ہونا
 اتنا مشکل نہیں کافر کا مسلمان ہونا
 کچھ بڑی بات نہیں صاحبِ دیواں ہونا
 اس سے بہتر ہے گدائے شہِ جیلاں ہونا
 سوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
 خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں ، لیکن
 زندگی بھر کی تمناؤں کا ٹھہرا حاصل
 جب لحد میں مجھے رکھیں تو خُدارا تُم بھی
 گھر میں وہ آئے نہیں پاس کچھ اشکوں کے سوا
 یہ تو اندر کا مرے درد ہے، دکھ ہے، غم ہے
 یوں مری آنکھ سے اُس چاند کا ہونا اوجھل
 واعظِ شر کی تقدیر میں یارب! جنت
 خاک سے ہو کے، مرا خاک میں جانا مر کر
 دل ہزاروں کے پریشان کیے دیتا ہے
 سامنے پا کے تجھے کیوں نہ مریں ہم تجھ پر
 تُم نے دریا ہی کو دیکھا ہے اٹھاتے طوفاں
 مُنتخب جس کو وہ فرمائے، یہ اُس کی مرضی
 جتنا مشکل ہے کسی اور کو کرنا تسلیم
 شعر میں شرط ہے معیارِ تغزل ورنہ
 دے جو شاہی تجھے آواز، تو مت بھول نصیر
 فقر کا تاج جو رکھے ہوئے ہوں سر پہ نصیر
 بچ ہے اُن کے لئے وقت کا سلطان ہونا



لوٹے ہے دل والوں کو رنگِ تُرکانہ تیرا
 پیتے ہیں قسمت والے ساقیِ پیانہ تیرا
 گلشن کا پتہ پتہ جھوٹے آمد پر تیری
 دونوں عالم بھی کم ہیں تیری وسعت کے آگے
 تُو ہے وہ برّ مستی، تُو ہے وہ رازِ ہستی
 قائم ہے میرا تجھ سے پُولی دامن کا رشتہ
 دنیا دیوانی تیری ، عالمِ دیوانہ تیرا
 رندوں کی جائے سجدہ ، بابِ میخانہ تیرا
 موجوں میں ڈالے ہلچل ساحل پر جانا تیرا
 حیرت میں ہوں یہ سُن کر دل ہے کاشانہ تیرا
 آساں ہے کھونا خود کو، مشکل ہے پانا تیرا
 تُو ہے جو شمعِ محفل ، میں ہوں پروانہ تیرا

تُو ہے وہ جانِ عالم، شاہِ خوبانِ عالم خلقتِ متوالی تیری، عالمِ مستانہ تیرا
 تیرے قدموں کا بوسہ لینے کو اٹھ بیٹھوں گا مجھ کو کر دے گا زندہ، مرقد پر آنا تیرا
 جلوہ دکھلا دے اب تو اپنے نصیر کو تُو
 بیٹھا ہے در پر تیرے کب سے دیوانہ تیرا



رند پیتے رہیں، چلتا رہے پیانہ ترا۔ یونہی روزانہ ترا
 پیرِ میخانہ! سلامت رہے میخانہ ترا۔ جام و پیانہ ترا
 میری گھٹی میں پڑی ہے تری چاہت ساقی۔ رہے یا رب باقی
 میں ہوں عاشق ترا، مجنوں ترا، دیوانہ ترا۔ یعنی مستانہ ترا
 حُسنِ اعمال سے خالی سہی میرا دامن۔ کوئی خوبی ہے نہ فن
 میری بخشش کے لیے کم نہیں کھانا ترا۔ مجھ کو اپنانا ترا
 ہم غریبوں پہ بھی پڑ جائے اگر ایک نظر۔ گو سرِ راہ گزر
 کیا بگڑ جائے گا اے مُرشدِ میخانہ ترا۔ دل ہے شاہانہ ترا
 وہ چلنا ترے در پر ترے متوالوں کا۔ تیرے بد حالوں کا
 دیکھ لینا وہ بہ اندازِ کریمانہ ترا۔ گاہ گاہانہ ترا
 کعبہ و دیر میں محدود تجھے کیوں جانوں۔ منحصر کیوں مانوں
 کوئی ٹوٹا ہوا دل بھی تو ہے کاشانہ ترا۔ ہے یہ فرمانا ترا
 چھین کر لے گیا زاہد کا غرورِ تقویٰ۔ اور شعورِ تقویٰ
 مجھ سے اک رندِ خرابات کو اپنانا ترا۔ در پہ بلوانا ترا
 اُس کا معیارِ جنوں، صرف تری شمعِ جمال۔ اے مرے ماہِ کمال
 یعنی ہر شمع پہ مرتا نہیں پردانہ ترا۔ ہو کے دیوانہ ترا
 کیا عجب دور تھا آغازِ محبت کا وہ دور۔ صبر میرا ترا جو
 اک تماشا تھا تڑپنا مرا، تڑپانا ترا۔ اُس پہ اترانا ترا

آ بنا دے مرے دل کو بھی تجلی خانہ - اپنا ہی کاشانہ
 منتظر کب سے ہوں اے جلوہ جانانہ ترا - مُستندانہ ترا
 دیدنی تھی ترے شیدا کی وہ مرگِ حسرت - وقتِ آخر حالت
 چل بسا دنیا سے کہتے ہوئے افسانہ ترا - حرفِ و داعانہ ترا

کُفر و ایمان کے چکر میں پڑے کیوں یہ نصیر - یہ ترے در کا فقیر
 دونوں گھر تیرے ہیں، کعبہ ترا، بُت خانہ ترا - اپنا بیگانہ ترا



کم ہوا اُن کا غصہ کچھ خیر سے اُترا دریا کچھ
 اپنوں نے آنکھیں پھیریں اب دنیا کو سمجھا کچھ
 یہ معمولی بات نہیں سب کچھ ہو کے نہ ہونا کچھ
 خواہ مخواہ کی تُو تُو میں لینا اور نہ دینا کچھ
 ہم تو آپ کے اپنے ہیں ہم سے نہ رکھے پردا کچھ
 سب کو چُپ لگ جائے گی میں بھی اگر بول اُٹھا کچھ
 آپ کو اپنی فکر تو ہے میرے لیے بھی سوچا کچھ؟
 مل جُل کر شاید کچھ ہو ہو نہ سکے گا تنہا کچھ
 بزم پہ سحر سا طاری ہے پڑھ دیا اُس نے ایسا کچھ
 مے، وہ بھی ہاتھوں سے ترے ساقی! اور ابھی لا کچھ
 یہ اجمال تو وہ تفصیل قطرہ کچھ ہے دریا کچھ
 ایک حقیقت کے ہوتے ذرہ کچھ ہے صحرا کچھ
 اب کیا مانگ رہے ہو تم مل تو گیا ہے اتنا کچھ
 تم جانو یا جانے غیر اس میں نہیں ہے میرا کچھ
 حرص کا یہ عالم توبہ اُس نے دیا ہے تھوڑا کچھ
 اے زردار! مزا تب تھا دُنیا سے لے جاتا کچھ
 جس نے اُن کو دیکھ لیا اُس نے اور نہ دیکھا کچھ
 اُن کی چاہت میری دُھن نکلے خواہ نتیجہ کچھ

کرنے سے کچھ ہوتا ہے خود سے نہیں ہو جاتا کچھ
اُن پہ نصیر نہ مرتے ہم
اس میں ہاتھ ہے دل کا کچھ



کھا گئے ہم بھی دھوکہ کچھ سمجھ کچھ تھے ، نکلا کچھ
لوگوں کا مت پوچھو حال محفل میں کچھ ، تنہا کچھ
یہ بھی کیا دستور ہوا کہنا کچھ تو کر نا کچھ
گردشِ وقت نے پس دیا ہم بھی تھے ورنہ کیا کیا کچھ
آپ ہی آپ نظر آئے اور نہ ہم نے دیکھا کچھ
وہ تو میں نے صبر کیا مجھ پہ ہوا ہے تھوڑا کچھ؟
وقت کے سلطان! ہاتھ بڑھا در سے فقیر کے لے جا کچھ
ورنہ کل پچھتائے گا دُنیا ہی میں کر جا کچھ
گزری خیر ، تم آ نکلے ورنہ مجھے ہو جاتا کچھ
اُس کا درد وہی جانے جو لگتا ہو جس کا کچھ
وہ بھی وہ ہیں میں بھی میں ہوگا آج تماشا کچھ
اور سُنو گے مجھ سے کیا کہہ تو دیا ہے اتنا کچھ
یہ تو وقت بتائے گا ہم میں کون ہے کتنا کچھ
کر لیے لاکھ جتن سب نے پھر بھی نہ میرا بگڑا کچھ
سب کچھ اوپر والے کا میرا اور نہ تیرا کچھ
قاصد! بات ہو دو لفظی وہ نہ سمجھ لیں کچھ کا کچھ
علم و بالِ جاں نکلا کاش نہ آتا جاتا کچھ
میں اُن کا وہ میرے ہیں مجھ کو نہیں اب پروا کچھ
میں کیا جانوں واعظ کو میرا نہیں وہ لگتا کچھ
اُن کا نصیر ہوں دیوانہ
کہتی پھرے اب دُنیا کچھ

دورہ بھارت کے دوران لکھنؤ میں 16 مئی 2008 کو کہی گئی دوغزلیں

غزل

کاش حاصل مجھے یہ رنگِ تماشا ہوتا روز و شب سامنے تیرا رخِ زیبا ہوتا
 رونقیں آتیں، خوشی ہوتی، نکلتے ارماں تم قدم رکھتے مرے گھر میں تو کیا کیا ہوتا
 پھر مجھے عشق میں معذور سمجھتا ناصح میری آنکھوں سے جو اُس نے تجھے دیکھا ہوتا
 میماں ہے کوئی دم کا یہ تمہارا بیمار تم بھی آ جاتے جو بالیں پہ تو اچھا ہوتا
 یوں نہ ٹھکراؤ اگر دے ہی دیا دل تم کو دل تمہارا جو نہ ہوتا تو یہ کس کا ہوتا
 بادِ نخوت سے تینکِ ظرف رہا، ورنہ حباب جھانکتا اپنے گریباں میں تو دریا ہوتا
 جگمگاتیں مرا آنگن وہ روپہلی کرنیں کاش وہ چاند مرے گھر میں بھی اُترا ہوتا
 ہر گھڑی اُس کی معیت کا تصوّر ہے نصیر یہ بھی ہوتا نہ مرے ساتھ تو تنہا ہوتا



خمریات

نورِ باری سے چار سُوروشن

ہستی ہے ترے کرم سے یارب! ہستی
معمور تجھی سے ہے بلندی پستی
تیرے ہی نور سے ہے روشن روشن
نگری نگری ، ہر ایک بستی بستی

وحدت و کثرت

ڈھونڈا ہے اُسے خانہ بہ خانہ ہم نے
وحدت کو تو کثرت ہی سے مانا ہم نے
خُورشید کو ظُلمت نے کیا ہے ممتاز
تزیہ کو تشبیہ سے جانا ہم نے

شہ طیبہ کا مقام

کونین ہیں اُس ذاتِ گرامی کے لیے
جھکتے ہیں مہ و مہر سلامی کے لیے
اللہ اللہ ! شہ طیبہ کا مقام
مامور ہیں جبریل غلامی کے لیے

چمن میں آمدِ یار

اشجار ہیں وجد میں، ہلے جاتے ہیں
شاخوں کے سرے گلے ملے جاتے ہیں
کیا ساتھ لیے اُن کو بہار آ پہنچی
خنداں ہے چمن، پھول کھلے جاتے ہیں

آمدِ ابر بہار

اب دیکھئے کب تک وہ نگار آتا ہے
اُٹھی ہے گھٹا ایسی کہ پیار آتا ہے
یہ جام، یہ مینا، یہ سُبُو بادہ بہ لب
میخانہ لیے ابر بہار آتا ہے

رند کا قبلہ شوق

ہر رند یہاں محوِ دعا ہوتا ہے
طاعت کا جو حق ہے، وہ ادا ہوتا ہے
میخانے میں رند کے لیے قبلہ شوق
ساقی کا نشانِ کفِ پا ہوتا ہے

اُجڑے گلزار میں بہار

اُمید کے غنچوں پہ نکھار آ جائے
 بیتاب تمنا کو قرار آ جائے
 آ جائے جو ہنستے ہوئے وہ شوخ ادا
 اُجڑے گلزار میں بہار آ جائے

فضائے ہستی کی بے کیفی

کیا خاک جے دہر میں پائے ہستی
 سیلاب کی زد میں ہے بنائے ہستی
 گل، چاک جگر ہیں، دم بخود ہیں، غنچے
 بے کیف ہے کس درجہ فضاے ہستی

میرے گھر میں اُجالا

اربابِ وفا کا بول بالا ہو گا
 جینے کا اب انداز نرالا ہو گا
 سنتا ہوں وہ آرہے ہیں میری جانب
 اب تو مرے گھر میں بھی اُجالا ہوگا

مقام گدائے درِ ساقی

تو زمزمہ سازِ بقا ہے ساقی
 جو تیرا ہوا، اُس کا خدا ہے ساقی
 سلطانِ جہانگیر جسے کہتے ہیں
 وہ شخص ترے در کا گدا ہے ساقی

مست نگاہی ساقی

بادہ نہیں ، رنگینی ہستی بھر دے
میرے لیے مہنگی ہو کہ سستی بھر دے
کافی ہے مجھے مست نگاہی ساقی
پیمانے میں مُسکرا کے مستی بھر دے

صبحِ وطن یاد آئی

تَزَیْنِ گُل و سَرُو و سَمَن یاد آئی
کُھسار پہ سُوْرَج کی کرن یاد آئی
شامِ غرِبت نے جب ستایا دل کو
تا بندگی صبحِ وطن یاد آئی

خندہ گل نے رُلا یا

تَقْدِیر نے کانٹے ہی فقط بوئے ہیں
ہم رات بھر آرام سے کب سوئے ہیں
پھولوں کو جو گلزار میں ہنستے دیکھا
شبنم کی طرح پھوٹ کے ہم روئے ہیں

تابِ نظارہ کہاں

اِس راہ میں عُشّاق کے سر جاتے ہیں
اُلُفّت میں تری جی سے گزر جاتے ہیں
دِیدار کی تاب تو انہیں کیا ہوتی؟
پر چھائیں تری دیکھ کے مر جاتے ہیں

گل چیں کی ستم شکاری

ہرگز نہ چلن اپنا بدنا سیکھا
ہر گام نئے قبر میں ڈھلنا سیکھا
گلچیں نے کب آدابِ گلستاں سیکھے
سیکھا بھی تو پھولوں کو مٹلنا سیکھا

جام کی کرامات

میخانے میں تقدیر بدل جاتی ہے
ساعتِ غم و آلام کی ٹل جاتی ہے
تاروں کی چمک، گل کی مہک، چاند کی ضو
مے بن کے مرے جام میں ڈھل جاتی ہے

شرابِ کہن

جو یاد رہے ایسی نشانی دیدے
اک گھونٹ شرابِ ارغوانی دیدے
در سے ترے ٹلنے کا نہیں میں ساقی!
ہوں رندِ کہن، مجھ کو پرانی دیدے

ہمارا بادہ گلگوں

توبہ کی تو جان پر بنی ہوتی ہے
جو بوند ہے ہیرے کی گئی ہوتی ہے
پیتے ہیں جو ہم بادہ گلگوں زاہد!
پرویزِ رحمت کی چھنی ہوتی ہے

ارے واعظ! تم بھی پی لو

چاکِ دلِ صد پارہ کو سی لو، سی لو
کچھ دیر تو آرام سے جی لو جی لو
اک جام پہ سو بار تائل واعظ!
میخانے کی سوغات ہے پی لو، پی لو

اُس شوخ کی آمد

وہ شوخ، مزاج آب و گل کا اعجاز
پازیب میں ہے نغمہ گُن کی آواز
دستِ زہاد میں نہ ٹھہری تسبیح
جب آیا وہ با سلسلہ زلفِ دراز

واعظ کو خبر کیا؟

ساقی ہمیں سوگند ہے میخانے کی
دُھن رہتی ہے ہر آن یہاں آنے کی
لٹ جاتے ہیں گردش پہ بصیرت والے
واعظ کو خبر کیا؟ ترے پیمانے کی

شعلوں کو ہوا دے دو

پی کر کوئی رند کب نہ بہکا ساقی
وہ پھول کہاں ہے جو نہ مہکا ساقی
ساغر میں ذرا آنکھ کی مستی بھی ملا
یہ آگ ہے اس آگ کو دہکا ساقی

جامِ چشمِ ساقی

سجدہ درِ ساقی پہ کیا کرتے ہیں
رحمت کے بھروسے پہ جیا کرتے ہیں
دیتا ہے وہ آنکھڑیوں سے چھلکا کے شراب
آنکھوں آنکھوں میں ہم پیا کرتے ہیں

شیرازہ رنج و غم

دنیا کو سراسر غلط اندازہ ہے
خاموش ہیں لب، زخمِ جگر تازہ ہے
میرے لیے جمعیتِ خاطر کیسی
ہستی رنج و الم کا شیرازہ ہے

طلسمِ ہستی

اسبابِ طرب، دید کے لائق کم ہیں
فائق نہ سمجھئے انہیں، فائق کم ہیں
اک طرفہ تماشا ہے طلسمِ ہستی
دھوکوں کے ہیں انبار، حقائق کم ہیں

تیری برقِ نگاہی

فردوس سے جا ملی ہیں راہیں تیری
سرمایہ زندگی ہیں بانہیں تیری
چلتی ہوئی تلوار ہے تیری شوخی
گرتی ہوئی بجلی ہیں نگاہیں تیری

تم آئے جانِ من!

میخانے میں ساقی کا چلن، کیا کہنا!
ماٹھے پہ وہ زلفوں کی شکن، کیا کہنا!
محفل میں سٹ آئی تھی دنیا کی بہار
ایسے میں تم آئے جانِ من! کیا کہنا

آبِ حیات

میخانے کا ہر ذرہ ہے تحفہ، سوغات
رندی و سیہ مستی ہے اصلِ حسنت
ہر شیشہ ہے نورِ نظر کا بکشاں
ہر بوند ہے لختِ جگرِ آبِ حیات

عطائے ساقی کی شہرت

رندی کو سزاوار بنا جاتا ہے
ساغر کا طلب گار بنا جاتا ہے
پھیلی ہے شہرتِ عطائے ساقی
جو ہے وہی میخوار بنا جاتا ہے

ساقی کا اندازِ عطا

ساغر سے مری آنکھ ملی جاتی ہے
ہر آن کلی دل کی کھلی جاتی ہے
لہرا کے پلا رہا ہے ساقی مجھ کو
تقدیس کی بنیاد ملی جاتی ہے

چشمِ ساقی کی فسوں کاری

ہر رند کے سر سے موت ٹل جاتی ہے
 ہر پھانس کلیجے کی نکل جاتی ہے
 جادو ہے تری آنکھ کی گردشِ ساقی
 اک دور میں دُنیا ہی بدل جاتی ہے

بیگانہ احباب

میں نذرِ تب و تاب ہوا جاتا ہوں
 پابستہ اسباب ہوا جاتا ہوں
 فرصت نہیں کاروبار ہستی سے مجھے
 بیگانہ احباب ہوا جاتا ہوں

جامِ توبہ شکن

ساقی کی ادا میں بانگپن ہوتا ہے
 میخانہ ہی رندوں کا وطن ہوتا ہے
 زاہد! یہاں ٹوٹے ہوئے دل جڑتے ہیں
 ہر جامِ یہاں توبہ شکن ہوتا ہے

آئینہ حق نما

پاکیزہ نگاہ و دلِ بے کینہ بن
 پھر عالمِ آسرار کا گنجینہ بن
 عرفانِ محبت کی جلا چاہے اگر
 حق جس میں ہو جلوہ گر، وہ آئینہ بن

اک رسمِ فنا لافانی ہے

جو شے بھی ہے اس دہر میں بس آئی ہے
جو چیز یہاں آئی ہے، وہ جانی ہے
ہر پیکر ہستی ہے یہاں نقشِ بر آب
اک رسمِ فنا دہر میں لافانی ہے

نفی فرقِ من و تو

مے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمود
ہے شہِ رگِ ہستی میں رواں خُم کا لہو
ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشان
مُتا ہے جامِ مے سے فرقِ من و تو

رشتہٴ اُمید

ایامِ طرب اک شرِ جتہ ہیں
جو اہلِ زمانہ ہیں، جگر خستہ ہیں
وہ دل کہ جو ہو گئے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
بس رشتہٴ اُمید سے وابستہ ہیں

فیضانِ ساقی

ہے عشق کی مستی ہی میں دانشِ مستور
دُرِ تہِ یک جام ہیں ادراک و شعور
چھینٹے ہیں شراب کے نُجوم و مہ و مہر
فیضان ہے ساقی کا یہ سب نور و ظہور

خونِ رگِ تاس

خاکِ درِ میخانہ کا ہر ذرہ ہے پاک
اس خطے پہ قرباں ہے فضائے افلاک
تخلیق کی نس نس میں ہے صبا کی نمی
ہر ریشہ زیت میں ہے خونِ رگِ تاک

پھول کی ادائے مست

تسکیں کا سبب بادِ صبا ہوتی ہے
ہر موج کی پُر کیف فضا ہوتی ہے
ہر غنچے سے آتی ہے جوانی کی مہک
ہر پھول میں مستی کی ادا ہوتی ہے

گوئے جاناں کی ہوا

زُہاد کو جنت کی فضا راسِ آئی
رندوں کو مئے ہوش رُبا راسِ آئی
جنت سے غرض نہ میکدے سے مطلب
ہم کو ترے کوچے کی ہوا راسِ آئی

جوانی کی انگڑائیاں

نیرنگِ تگ و تاز، جوانی لائی
آہنگِ فسوں ساز، جوانی لائی
اک سوئے ہوئے دل کو جگانے کے لیے
صدِ عشوہ و انداز، جوانی لائی

تمنائے حسیناں

پابندِ جفا ، وفا سے عاری دیکھے
فرمانِ عجبِ حُسن کے جاری دیکھے
سرمایہٴ انداز و ادا لاکھ سہی
دنیا کے حسیں دل کے بھکاری دیکھے

بے خطر کود پڑا.....

وارفتہ جو اُس شوخ پہ دنیا دیکھی
ہم نے بھی نظرِ حُسن پہ ٹھہرا دیکھی
انجامِ محبت کا نہ سوچا صد حیف
بس گود پڑے آگ میں دیکھا دیکھی

حال نہ پوچھو چہرہ دیکھو

ماحول پہ چھائی ہوئی آفت دیکھو
پامانی گلزارِ محبت دیکھو
پوچھو نہ مرے دل کی حقیقت مجھ سے
مُر جھائے ہوئے پھول کی صورت دیکھو

سرکارِ محبت کا فیصلہ

ہر مسئلہٴ حیات حل ہوتا ہے
ہر آنِ مشیت پہ عمل ہوتا ہے
سب سے بڑی سرکارِ محبت ہے نصیر
اُس کا ہر فیصلہ اٹل ہوتا ہے

انوکھی ترغیب

دنیا میں جو انمول ہے وہ گوہر لے
دل کی آسودگی کا سماں کر لے
رندوں میں جو آیا ہے تو اے واعظِ شہر!
اللہ کی نعمتوں سے جھولی بھر لے

دورِ پامالی

بے برگ و خزاں دیدہ ہے جو ڈالی ہے
چھائی ہوئی بیرنگی و بدحالی ہے
ہے وضعِ چمنِ روشِ روش سے ظاہر
ہر غنچہ و گل پہ دورِ پامالی ہے

گداؤں کی دُعا لیتا جا

بُوئے آنفاسِ اولیاء لیتا جا
سرمستیِ خاصانِ خدا لیتا جا
دم بھر کے لیے ٹھہر تو میخانے میں
اے شاہ! گداؤں کی دعا لیتا جا

ہیرا پھیری

کب اہلِ جہاں سنتے ہیں میری تیری
بے کس نظر آئے تو دکھائیں شیری
اس دور کی چال کو ذرا غور سے دیکھ
چلتی ہے ہر اک بات میں ہیرا پھیری

رفعتِ میخانہ

ساتی کا جو رندوں پہ کرم ہوتا ہے
ہر ذرہ خرابات کا ' جم ہوتا ہے
میخانے کی رفعت پہ نظر کر زاہد!
اس در پہ سر آسماں کا خم ہوتا ہے

صاف ضمیری کا نشان

چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب
پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قلوب
ہے صاف ضمیری کا نشان حق گوئی
آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عُیوب

حاصلِ عمر

احساسِ بلند و پست ہستی، دیدے
کچھ اور نہ دے، خدا پرستی دیدے
وہ نشہ عطا کر کہ رہے تا دمِ زیست
جو حاصلِ عمر ہو، وہ مستی دیدے

رندی و سلطانی

ہے چشم و چراغِ حرم و دیر، شراب
ہر قطرہ ہے خونِ رگ مہر و متاب
ہر رند ہے سُلطانیِ عالم کا امین
ہر مغِ بچہ، جم و جاہ و مُعلیٰ القاب

ارمان و تمنا کی ساعی رائگاں

ماؤں مذاقِ دل شیدا نہ ہوئے
آثارِ مسرت کبھی پیدا نہ ہوئے
ارمان و تمنا نے بہت کاوش کی
حالاتِ سکون پھر بھی ہویدا نہ ہوئے

فسوں کاری جام و مینا

جب بزم میں ساغر سے چھلک جاتی ہے
قطرے کی چمک تا بہ فلک جاتی ہے
جب دور میں آجاتے ہیں جام و مینا
یہ گردشِ ایام بہک جاتی ہے

طرفہ تماشا ہم ہیں

رنگینی و عشرت کا سراپا ہم ہیں
افسردگی و یاس کی دنیا ہم ہیں
اللہ نے کیا چیز بنایا ہم کو
انسان نہیں، طرفہ تماشا ہم ہیں

آزارِ عشق

خود کو غم و حرماں میں نہ ڈھالے کوئی
اندوہ کے قَلْزُوم نہ کھنگالے کوئی
سو بار جہنم میں بلا سے گودے
پر عشق کا آزار نہ پالے کوئی

دنیا کے عجیب کرشمے

غُنچوں کو حریفِ گل و سون دیکھا
دہقان کو غارت گرِ خرمن دیکھا
یارتِ تری دنیا کے کرشمے ہیں عجیب
انسان کو انسان کا دشمن دیکھا

توقیرِ بارگہ ساقی

میخانے پہ مولیٰ کا کرم رہتا ہے
ساقی ہے پاس، دُور غم رہتا ہے
کیا کہنا ہے! اُس بارگہ عزت کا
جس پر سرِ افلاک بھی خُم رہتا ہے

ساغر میں قیامت

چاہا تھا سکون، مے مجھے دی تو نے
مینا سے ذرا سی آگ لے دی تو نے
میخانے میں جب قرار مانگا ساقی!
ساغر میں قیامت مجھے دے دی تو نے

مرگِ مریضِ غم

دم بھر کو جو دیدار نہ حاصل ہوگا
آزردہ و افسردہ مرا دل ہوگا
بالیں پہ اگر تو دمِ آخر نہ ہوا
مرنا بھی مریضِ غم کو مشکل ہوگا

وہ چلے جھٹک کے دامن

سینے میں تمنائے مل و نغم نہ رہی
دل کو ہوسِ لحن و ترنم نہ رہی
اوجھل جو ہوا چاند سا مکھڑا اُن کا
ہونٹوں پہ مرے موجِ تبسم نہ رہی

جینے کا مزا آجائے

تو کاش بہ صد ناز و ادا آجائے
مجھ تک ترے دامن کی ہوا آجائے
تسکین و تسلی ہو میسر دل کو
جینے کا محبت میں مزا آجائے

خسارۂ توقف

دل میرا گھٹا ، آس مری ٹوٹ گئی
غم نے لوٹا ، شگفتگی چھوٹ گئی
ساقی نے کہا ذرا توقُّف اے رند!
اتنے میں جو دیکھا تو کرن پھوٹ گئی

عذابِ ہاجر

ہر شام شفقِ لہو میں نہلاتی ہے
ہر رات مجھے چاندنی تڑپاتی ہے
تاروں کی دمک ہجر میں ہے ایک عذاب
برجھی سی مرے دل میں اُتر جاتی ہے

گردشِ جام

کب گردشِ دُوراں میں خلل پڑتا ہے
ہاں چشمِ سرخوشی اُبل پڑتا ہے
جب رکتا ہے اپنا کاروبارِ ہستی
ساقی اٹھتا ہے، جام چل پڑتا ہے

میری طبیعت

پہچان سکا کب کوئی فطرتِ میری
احباب نے سمجھی نہ حقیقتِ میری
ہر موج ہے تاب و تبِ پیہم کا پیام
بڑھتا ہوا طوفاں ہے طبیعتِ میری

الہر محبوب سے واسطہ

ہر وقت غم و الم کے جھکڑ تو بہ
زاہد ہے اُجد تو شیخ اکھر تو بہ
کس طورِ جلاؤں عشقِ خُوباں کے چراغ
میں سادہ مزاج اور وہ آلہر تو بہ

فرخندگی و آزر دگی

کُمرے میں دبی صُبح پر افشاں ہم ہیں
مہتابِ شبِ فصلِ زمستاں ہم ہیں
آسودہ و فرخندہ و خنداں ہو تم
آزر دہ و حیران و پریشاں ہم ہیں

نگاہوں کی ضرب کاری

ظالم ہو بڑے، ظلم کیا ہے تم نے
ہم کو ہنس ہنس کے جُل دیا ہے تم نے
بے ساختہ آنکھوں سے لڑا کر آنکھیں
اک وار میں دل چھین لیا ہے تم نے

ساقی سے التجائے مکر

اُڑنے ہی کو ہے شبِ مُعطر ساقی
آنے ہی کو ہے صبح کا لشکر ساقی
ہاں دیر نہ کر کرم میں، ہاں دیر نہ کر
ساغر ساغر اک اور ساغر ساقی

نگاہوں سے قسمت بدل دینے والے

اُفتاد غم و درد کی ٹل جائے گی
جو دل میں چُھن ہے، وہ نکل جائے گی
دیکھو گے جو تم چشمِ کرم سے مجھ کو
سچ مچ مری تقدیر بدل جائے گی

اجازت ہوا گر

کیوں دیدہ عالم سے چُھپا کر پی لوں
کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں
ساقی ترے قربان، اجازت ہو اگر
میخانے کو میں سر پہ اُٹھا کر پی لوں

خوش نصیب میخوار

ہر اک کو یہ انعام کہاں ملتا ہے
یہ چین، یہ آرام کہاں ملتا ہے
پیتے ہیں ترے ساتھ مُقَدَّر والے
ہاتھوں سے ترے جام کہاں ملتا ہے

احبابِ فراموش گار

تُو بھی ہے اُنہیں میں سے نہ یہ مانیں گے
شائستہٴ محفل نہ تجھے جانیں گے
یہ رنج و مصائب میں تجھے یاد رہے
احباب نہ بھولے سے بھی پہچانیں گے

یادِ شباب

تھی موج کے مانند روانی میری
اِن لالہ رُخوں نے بات مانی میری
جس پر قربان تھیں ہزاروں پریاں
اللہ! کہاں ہے وہ جوانی میری

بتائیں کس کو؟

اب حُسن کی بیداد بتائیں کس کو
ہے داد نہ فریاد، بتائیں کس کو
آباد کیا غیر کا گھر اُس بُت نے
ہم ہو گئے برباد بتائیں کس کو

جو بیت گئی سو بیت گئی

دن رات جو تھا حال ہمارا نہ سُنو
کیوں کر ہوا اُلفت میں گزارا نہ سُنو
سُنتے ہی اُلٹ جائے گی دل کی دنیا
جو بیت گئی ہم پہ خدا را نہ سُنو

گردشِ جام کے کرشمے

محتاط بھی خاکِ خُم میں دھنستے دیکھے
مغموم بھی میخانے میں ہنستے دیکھے
رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام
زُہاد بھی اِس دام میں پھنستے دیکھے

سادگیِ عشاق

مایوسیٰ تقدیر لیے پھرتے ہیں
جذبات کی زنجیر لیے پھرتے ہیں
فریاد! کہ برباد کیا ہے جس نے
اُس شوخ کی تصویر لیے پھرتے ہیں

مے کا مزا

مسلک ہی وہاں فقر و غنا ہوتا ہے
میخانے میں شاہ ، ہر گدا ہوتا ہے
رہتی نہیں میخوار کو دنیا کی ہوس
مے ہوتی ہے یا مے کا مزا ہوتا ہے

نظرِ ساقی کی سحر کاری

رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے
اک گھونٹ ہی میں راہِ حرم کھل جائے
تُل جائے پلانے پہ جو ساقی کی نظر
ہر صوفی و زاہد کا بھرم کھل جائے

جب وقت پڑا

انجامِ طرب غم ہے، نہ یہ جان سکے
سمجھے بھی مگر پھر بھی نہ ہم مان سکے
غیروں کے تغافل کی شکایت بے سود
جب وقت پڑا دوست نہ پہچان سکے

فریبِ امید

طوفان ہی وہ نہیں جو ٹل جاتا ہے
ماتم کا وہ دن نہیں جو ڈھل جاتا ہے
تسکین کی شکل ہے فریبِ اُمید
یوں بھی دلِ ناکام بہل جاتا ہے

درِ ساقی پہ تقدیر بدلتی ہے

سینے سے خلشِ غم کی نکلتی دیکھی
بدلی غم و آلام کی ٹلتی دیکھی
انسان کی نیت ہی نہ بدلی ساقی
تقدیر ترے در پہ بدلتی دیکھی

اک زلفِ پریشاں مار گئی

دل لوٹ لیا ، حُسنِ ادا نے مارا
شوخی نے کبھی ، کبھی حیا نے مارا
تھم تھم کے ہوئی بارشِ تیرِ مڑگاں
بکھری ہوئی زلفوں کی گھٹا نے مارا

اُس کو پایا تو میں خود گم ہو گیا

بیگانہ روزگار ہو جاؤں گا
سر رکھ کے درِ ناز پہ سو جاؤں گا
دیدار کی صورت تو نکل آنے دو
میں آپ کو پا لوں گا تو کھو جاؤں گا

وفا مشکل ہے

غم سہنا بشر کو بخدا مشکل ہے
دشمن کے لیے حرفِ دُعا مشکل ہے
آسان ہے کہنے کو محبت ، لیکن
پابندیِ آدابِ وفا مشکل ہے

درِ ساقی پہ عقدہ کشائی

میخانے کی توہین نہ کر یوں دن رات
ملتی ہے یہیں پہ آکے انساں کو نجات
کچھ ہوش ٹھکانے ہیں ترے اے واعظ!
کھلتا ہے یہیں پہ عقدہ ذات و صفات

ہر شے میں اُسی کا جلوہ ہے

اربابِ نظر کے لیے ہر سنگ ہے طور
ہر شے میں اُسی کا نور ہے اُس کا ظہور
میخانہ و مسجد ہیں اُسی کے منظر
بخشنے اللہ تجھ کو تھوڑا سا شعور

بیٹے دنوں کی یادیں

توبہ کے جو طور تھے پرانے نہ رہے
وہ گوشہ نشینی کے زمانے نہ رہے
میخانے میں جب جھوم کے ساقی آیا
زاہد کے بھی اوسان ٹھکانے نہ رہے

قرارِ دل و جاں ساقی

اک جام سے سب کا ہشِ غم جاتی ہے
بارشِ غم و اندوہ کی تھم جاتی ہے
ساقی! تری ہستی ہے دل و جاں کا قرار
محفل ترے آجانے سے جم جاتی ہے

مے کی شفا بخشی

زاہد کی تو نیت ہی بدل جاتی ہے
توبہ رکتی نہیں ، مچل جاتی ہے
مے سے کچھ اور فائدہ ہو کہ نہ ہو
سینوں سے کدورت تو نکل جاتی ہے

کشفِ رموزِ ہستی

عُشّاق کے مسلک میں ہے اَلْعِلْمُ حِجَاب
عشق ایک حقیقت ہے مگر عقل ہے خواب
میخانے میں کُھلتے ہیں رموزِ ہستی
اربابِ مدارس ہیں فقط اہلِ کتاب

روٹھا دلبر

اُس بارگہِ ناز میں جاؤں کیوں کر
آتا ہی نہیں راہ پہ لاؤں کیوں کر
دل پیش کروں کہ جاں کا نذرانہ دوں
رُٹھے ہوئے دلبر کو مناؤں کیوں کر

مجھے پینے سے نہ روک

مُنبر سے جو تفرقے کا اظہار نہ ہو
میخانہ و مسجد کی یہ پیکار نہ ہو
خود پی کہ نہ پی مجھ کو تو پینے سے نہ روک
اللہ سے کر خوف گنہگار نہ ہو

جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

ظلمات میں انوار کہاں سے لاؤں
اب مصر کے بازار کہاں سے لاؤں
حیراں ہو کہ اے یوسفِ کنعانِ سخن!
میں تیرا خریدار کہاں سے لاؤں

ایک مکالمہ

پوچھا ، کوئی تعزیر خطا باقی ہے
غارت گری حسن و ادا باقی ہے
بولے! تجھے برباد کیا ، دل توڑا
بس ختم ہوا ظلم ، جفا باقی ہے

ساقی! نظر ملا کے پلا

مانا کہ عجیب چیز مے ہوتی ہے
پُرکِیف صدائے صدف و نئے ہوتی ہے
میخانے کی رونقیں مُسلم ، لیکن
ساقی کی نظر اور ہی شے ہوتی ہے

حسن یار رشکِ صد گلزار

ہر عِشْوہ ، ہر اندازِ عجب ہوتا ہے
عُشّاق کی جانوں پہ غضب ہوتا ہے
ظالم! گلشن میں تیرا ہنستا چہرہ
شرمندگی گل کا سبب ہوتا ہے

نگاہِ سرمست کی تباہ کاریاں

حُسن اور تری برق نگاہی توبہ
ایمان کی برملا تباہی توبہ
جس پر بھی پڑی تیری نگاہِ سرمست
دل تھام کے رہ گیا ، الٰہی توبہ

تبرکِ ساقی

زاہد مجھے جنت کا طلب گار نہ کر
جو بس میں نہیں اُس کا تُو اقرار نہ کر
مانا کہ نہیں ہے ترا مسلک، رندی
ساقی کے تبرک سے تو انکار نہ کر

تاثرِ میخانہ

میخانے میں دنیا ہی بدل جاتی ہے
آفتِ غمِ ایام کی ٹل جاتی ہے
اے شیخ! تری لغزشِ مستانہ سے
کچھ دیرِ طبیعت تو سنبھل جاتی ہے

گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں

جب محفلِ جمِ جام سے جم جاتی ہے
گردشِ سحر و شام کی تھم جاتی ہے
جب جھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں
تاعرشِ دعا قدم قدم جاتی ہے

ان حسینوں سے اللہ بچائے

اُس شوخ کی رفتار، عیاذُ باللہ
یہ حشر کے آثار، عیاذُ باللہ
آفاق کے سینے میں بپا ہے ہلچل
پازیب کی جھنکار، عیاذُ باللہ

زُلفِ دراز

تیرے قربان اے مرے پیکرِ ناز
روحِ عَشَّاق و جانِ اربابِ نیاز
کوتاہیِ بخت سے جُلِ ہو زاہد
تو آئے جو بکھرائے ہوئے زلفِ دراز

سنگِ ملامت

ہے دورِ طرب، سایہ ابر گزراں
ہر خندہ ہے تاب و شرِ برق، یہاں
ہر سانس کو تو سنگِ ملامت ہی سمجھ
ہستی ہے تری کارِ گہ شیشہ گراں

گلشنِ کافسانہ

مجموعہ افکارِ زمانہ دل ہے
اجڑے ہوئے گلشنِ کافسانہ دل ہے
دل پر ہیں قیامت کی بلائیں نازل
پیکانِ حوادث کا نشانہ دل ہے

جینے کا حوصلہ

اس دہر میں کیا لطف ملا، کچھ بھی نہیں
صدیوں بھی اگر کوئی جیا، کچھ بھی نہیں
ہر حال میں ہے حوصلہ مندی لازم
بے حوصلہ جینے کا مزا کچھ بھی نہیں

انقلابِ زمانہ

در جتنے ہیں، دیوار بنے جاتے ہیں
جو سرو ہیں، وہ دار بنے جاتے ہیں
فریاد کہ گلشن کے مہکتے ہوئے پھول
آنکھوں میں مری خار بنے جاتے ہیں

نگاہِ فکر و فن کا اعجاز

ذرے کو حریفِ مہرِ انور کر دوں
صحرا کو بہشتِ رُوح پرور کر دوں
اعجازِ نگاہِ فکر و فن سے اپنی
قطرے کو وہ چمکاؤں کہ گوہر کر دوں

تاثیرِ اشعار

مسحور دل و نظر نہ کر دوں تو سہی
ادراک کو خود نگر نہ کر دوں تو سہی
محفل کو سنا کے شعر ہائے پُر کیف
کونین سے بے خبر نہ کر دوں تو سہی

منعم کو نصیحت

یوں دیدہ حق نگر کو خیرہ نہ کرو
حرص اور حسد اپنا وطیرہ نہ کرو
منعم ہو تو مفلس کی ضرورت سمجھو
سیم و زر و مال کو ذخیرہ نہ کرو

ہم صدیوں کی کہانی ہیں

ماضی کی نوائے نکتہ دانی ہم ہیں
 بیتی ہوئی صدیوں کی کہانی ہم ہیں
 اے وقت رواں! گراںہ یوں نظروں سے
 گزرے ہوئے دور کی نشانی ہم ہیں

چمن کودیکھئے ہر زاویے سے

حُسنِ سَمَن و لالہ پہ جو مرتے ہیں
 گلِ چیں کی جفاؤں سے کہاں ڈرتے ہیں
 ہر پھول کے پہلو میں چھپے ہیں کانٹے
 گلزار میں ظالم بھی بسر کرتے ہیں

دستِ ساقی سے پیوں

راس آئے، نگینے کا مزا تو جب ہے
 دل خوش رہے، جینے کا مزا تو جب ہے
 میں ڈٹ کے پیوں اور پلائے ساقی
 میخانے میں پینے کا مزا تو جب ہے

فسانہ خواں فسانہ بن گیا

ہر چند کہ دیکھا ہے زمانہ ہم نے
 سمجھا نہ زمانے کا ترانہ ہم نے
 آئے تھے سنانے ہم فسانہ دل کا
 خود ہی کو بنا دیا فسانہ ہم نے

منظر جمالِ احد

زلفوں کے ثار، خال و خد کے قرباں
زیبائی و رعنائی قد کے قرباں
جلوہ ہے ترا نورِ ازل کا پرتو
صنعت گری ذاتِ احد کے قرباں

بادۂ تطہیر

غُنچہ دلِ مضطر کا کھلا دے ساقی
اس حسن سراپا سے ملا دے ساقی
مل جائے مری ساقی کوثر سے نظر
وہ بادۂ تطہیر پلا دے ساقی

ناصحِ ناداں

سرشتِ حرفِ آرزو توڑ دیا
پیانہٗ ذوقِ جستجو توڑ دیا
مے کی بوند بھی میسر نہ ہوئی
صد حیف کہ ناصح نے سُبُو توڑ دیا

بدلی میری تقدیر ہے

بجلی سی دلِ زُہد پہ لہراتی ہے
توبہ پہ بہرِ گامِ بلا آتی ہے
لے ڈوبی مجھے تیری توجہ ساقی!
رندی مری تقدیر بنی جاتی ہے

متفرق کلام

سہرے

رثائیہ اشعار بر لوحِ مزار

اور متفرق اشعار

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

با اہتمام

جانشین نصیر ملت

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-II اسلام آباد (پاکستان)

فہرست

صفحہ نمبر	نمبر شمار
	متفرق کلام
1241	سہرے
1256	رثائیہ اشعار برلوح مزار
1266	متفرق اشعار

سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی عزیزم سید امیر حیدر شاہ نور نظر سید ذوالفقار علی شاہ صاحب مرحوم
1981ء بمقام خان پور شریف ملتان

حسین جوان کو دُلہا بنا گیا سہرا
دل و نگاہ کی دُنیا پہ چھا گیا سہرا
کہ رنگ و نور کے دریا بہا گیا سہرا
کہ نور بن کے نظر میں سما گیا سہرا
کھلی ہے دل کی کلی، کھل کھلا گیا سہرا
جہانِ مہر و وفا جگمگا گیا سہرا
کہ اُن کے نورِ نظر کا کہا گیا سہرا
ہر ایک دل میں ستارے سجا گیا سہرا
نمود و نامِ اب و جد بڑھا گیا سہرا
توجہاتِ خصوصی جو پا گیا سہرا
وہ حرفِ راز جو مجھ کو بتا گیا سہرا
نظر میں بس کے، دلوں میں سما گیا سہرا
تو اہلِ دل نے کہا، لو یہ آ گیا سہرا
ہماری بزم کی رونق بڑھا گیا سہرا
بہوش باش! کہ در کھٹکٹا گیا سہرا
خدا کا شکر کہ ہر وقت آ گیا سہرا

کرشمہ اپنے کرم کا دکھا گیا سہرا
چمک دمک سے فضا جگمگا گیا سہرا
یہ فیضِ پختنِ پاک ہے خدا شاہد
کرم ہے خاصِ مرے غوثِ پاک کا دیکھو
جو سہرا باندھ کے بیٹھے امیر حیدر شاہ
اثر تو دیکھیے مہرِ علی کی نسبت کا
ہے ذوالفقار علی شہ کی روح کتنی خوش
یہ خاندان کے ماتھے پہ ایک لکھ نور
فروغِ عزتِ اسلاف ہر لڑی سے عیاں
ہجومِ گل سے یہ نوشہ کے سر کا تاج بنا
عیاں ہوا وہ سرِ بزمِ خندہ گل سے
یہ رنگ و نور کا اک پیکرِ حسین و جمیل
صدا اُٹھی کہ دکھاؤ خلوص کی تعبیر
لبوں پہ نورِ تبسم دلوں میں عکسِ جمال
ہر اک لڑی تری غیرت پہ تازیانہ ہے
وہ اپنے جامے سے باہر کبھی کے ہو جاتے

خدا کرے کہ نصیر آئے میرے شہ کو پسند
بڑھے خلوص کی رو میں کہا گیا سہرا

سہرا

بتقریب شادی خانہ آبادی برادر عزیز سید غلام جلال الدین گیلانی طالعمرہ
نورِ نظر حضرت سید غلام معین الدین شاہ صاحب (بڑے لالہ جی) بتاریخ: 8 اپریل 1984ء

سر پہ جلال الدین کے بندھ کر سج دھج سے چمکا سہرا
سب نے مل کر خوش ہو ہو کر محفل میں گایا سہرا
دیکھ ذرا دولہا کی جانب، کیا دولہا ہے کیا سہرا
بیچ تنی جلووں کی پیہم بارش سے نکھرا سہرا
دیکھت ہیں شفقت کی نظر سے فاطمہ الزہرا سہرا
جاوت ہیں انکھیاں بلہاری دیکھت ہے دنیا سہرا
آلِ نبی کی شان کو اس عالم میں بڑھائے گا سہرا
اس بنرے پہ واری جاؤں سر پہ سجا ہے کیا سہرا
جھوم رہا ہے نور کے جھومر کی صورت کیسا سہرا
قبلہ معین الدین بھی شاداں بیٹے نے باندھا سہرا
شاد حسام الدین بہت ہیں دیکھ کے بھائی کا سہرا

جگمگ جگمگ گولڑہ نگری باندھے ہے بنرا سہرا
لایا ہے نوشاہ کی خاطر مژدہ راحت زا سہرا
چاند سا مکھڑا اور اس پر سورج کی کرنوں کا سہرا
اللہ اللہ دیکھنے والوں نے کب دیکھا ہے پہلے
خُلد کی سب حوریں جھومت ہیں، سرے کو سب چومت ہیں
غوثِ پیا کا نور بھرا ہے چشت کے جلوے چھائے ہیں
حضرت خواجہ اجمیری کے لطف و کرم کا مظہر ہے
میرِ علی کی نگرانی ہے کیا برکھا نورانی ہے
کاش وہ ہوتے اور یہ کہتے محی الدین بابو جی بھی
عبدالحق شہ فرطِ مسرت سے دیکھت ہیں سرے کو
خوش ہیں معین الحق بھی بے حد اور ہیں قطب الحق فرحاں

بزم میں سن کر سب یہ پکارے خوب مضامیں ہیں تیکھے
واہ نصیر الدین نظم نے کس خوبی سے لکھا سہرا

سہرا

برشادی خانہ آبادی برادر م سید غلام حسام الدین گیلانی

باندھتا ہے بہ سر سید جیلاں سہرا
 گردِ نعلین محمدؐ کے ستارے چُن کر
 پرتوِ حُسن ہے کیا پنجتنِ پاک کی وضو
 دل میں حسرت ہے یہی تیرے نمک خواروں کی
 چشتیوِ ثَم کو مبارک ہو یہ اعزاز کہ آج
 دیکھ کر مہر علی شاہ سے نسبت اس کی
 اس کے ہر تار میں انوار ہیں بابو جیؒ کے
 گلشنِ احمدِ عطاس کے گلِ سہل و حسن
 نظر آتا ہے کچھ ایسے کہ حُسام الدین کو
 اُس پہ یعقوب نگاہاں نہ فدا ہوں کیوں کر

آج ہے بخت کی معراج پہ نازاں سہرا
 بن گیا حیرتِ صد مہر درخشاں سہرا
 آل و اصحاب کے جلووں سے فروزاں سہرا
 تیرے سائے میں رہے یا شہِ جیلاں سہرا
 دیکھنے آئے ہیں اجمیر کے سلطان سہرا
 آج دُولہا کے مقدر پہ ہے قرباں سہرا
 ہے بزرگوں کی عنایات کا عنوان سہرا
 جن کی آمد سے ہے گلزار بہ داماں سہرا
 آج دیتا ہے سلامی کا دل و جاں سہرا
 سر پہ باندھے جو کوئی یوسفِ دوراں سہرا

اُس پہ ہے دستِ تصرفِ شہِ بطحا کا نصیر

کون کہتا ہے کہ ہے بے سرو ساماں سہرا



سرا

برشادی پیرسید برکت حسین گیلانی ابن پیرسید الطاف حسین شاہ گیلانی بتاریخ 18 اپریل 1994ء

مطابق 29 ذی قعدہ 1414ھ بروز جمعرات بمقام گولڑہ شریف

ماموں الطاف جی کا یہ نُورِ العین سرا
چکا بہ فیضِ شاہِ قابِ قوسین سرا
کتنا دل کش ہے پا کر رنگِ حنین سرا
دیکھے نہ حیرت سے کیوں بزمِ کوئین سرا
پیرانِ پیر یعنی غوثِ الثقلین ”سرا“
پائے گا اِنْ شاء اللہ عَزَّ وَارِین سرا
لے کر شاہِ بطحی کی گردِ نعلین ”سرا“
نانا ولایت شہ کی آنکھوں کا چین سرا
بیٹھا ہے سر پر باندھے برکتِ حسین سرا
وجہِ خوشنوی ٹھہرا اِنْ کے مابین سرا
تکتے نواسے کا یہ بازیب و زین سرا

باندھے ہے سر پہ دیکھو برکت حسین سرا
مہکا بہ فضلِ یزداں سر پر نوشہ کے آکر
اس کی لڑیوں میں خوشبو بچ تنی باغ کی ہے
شاہِ کونین کی ہے جب کہ توجہ اس پر
اپنی مقبول دعا سے رکھیں گے دُور بلا سے
اس پر ہے سایہ افکن دستِ اجمیری خواجہ
جلووں کا ایک جہاں ہے رشکِ صد کا ہکشاں ہے
نذرالدیں پیر کے ہیں آنگن میں آج خوشیاں
میر علی بھی شاداں بابو جی بھی ہیں فرحاں
سید حسن بھی خوش ہیں روحِ محمود شہ بھی
میرے مشتاق ماموں ہوتے گر آج زندہ

دُلہا دُلہن کو خوشیاں شادی کی ہوں مبارک

ہووے نصیر فرحت بخش زوجین سرا



سہرا

برشادی خانہ آبادی

خلیل الحق نورِ نظر جمیل الحق ابنِ حاجی مظہر الحق مرحوم و مغفور آف گوجران

بتاریخ 7 فروری بروز پیر 2005ء مطابق 20 ذی الحجہ 1425ھ

(حالِ مقیم بریڈ فورڈ، برطانیہ، یو کے)

محمد کی عطا سے مظہرِ لطفِ خدا سہرا
 دعائے مستجاب مظہر الحق ہے حقیقت میں
 ترے عمِ مکرم شمسِ حق، طارقِ شکیل الحق
 عطائے شاہِ جیلاں پر یہ کیا کیا ناز کرتا ہے
 نظر آئیں نہ کیوں چشتی نظامی رنگیں اس میں
 اسے مر علی شہ پیر کے جلووں سے نسبت ہے
 مبارک کیوں نہ دے ہر با وفا انسان دولہا کو
 دلِ اہلِ نظر کو کیوں نہ یہ شادایاں بخشے
 نہ خلدِ گوش و فردوسِ نظر ہو کس لیے محفل
 ہوئی نوشاہ کی جب رونمائی بر سرِ مجلس
 خلیل الحق کے سر پر سج رہا ہے واہ کیا سہرا
 جمیل الحق کے نورِ عین کا رنگیں اداسہرا
 نہیں پھولے سماتے، دیکھتے ہیں جب تر اسہرا
 مرے نوشاہ! ترا جھلملاتا، خوش نما سہرا
 فیوضِ خواجگانِ چشت کا مظہر بنا سہرا
 ہے اپنے طالعِ بیدار پر نازاں بجا سہرا
 سجا ہے با وفا دولہا کے سر پر با وفا سہرا
 ہے رنگ و نور کی برسات میں بھیگا ہوا سہرا
 سکینتِ زامرے اشعار ہیں، بہجتِ فزا سہرا
 پکارا اٹھے سبھی یہ کہہ کے، کیا دولہا ہے، کیا سہرا

سرِ محفلِ نصیر اس وقت جلوہ گر ہیں بابو جی

گواہی دے رہا ہے لہلماتا، جھومتا سہرا



سہرا

برشادی خانہ آبادی عزیزم پیر سید ضیاء الحسن ضیاء گیلانی نور چشم گرامی قدر جناب پیر سید الطاف حسین شاہ گیلانی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ 29 اپریل 2006ء بمطابق 30 ربیع الاول 1427ھ بروز ہفتہ

سبحان اللہ ماشاء اللہ کیا دولہا ہے کیا سہرا
پیر الطاف کے نورِ نظر نے باندھا ہے ایسا سہرا
دیکھ رہی ہیں فرطِ کرم سے فاطمۃ الزہرا سہرا
نانا مشتاق آج ہیں فرحاں دیکھ نواسے کا سہرا
ہر سُوکِیف کا عالم طاری باندھے ہے بنرا سہرا
جادت ہیں اکھیاں بلہاری کیا مکھڑا ہے کیا سہرا
پیٹھت ہے بن ٹھن کر بنرا، دیکھت ہے دنیا سہرا

زیبِ جبینِ پیر ضیا ہے بن کر نور و ضیا سہرا
مہرِ علی، محمود و ولایت تینوں بھائی شاداں ہیں
حسنِ حسینی خوشبو نے اک دھومِ مچادی محفل میں
دل کے ہوئے ہیں پورے ارماں شاد بہن ہے خوش ہے ماں
پھول، گلستاں، بادِ بہاری ہر شے مجھ سرشاری
رنگ و نور کا جشن پیا ہے پیر الطاف کے آنگن میں
چاند سا چہرہ نین غزالی، صورت ہے بھولی بھالی

اس کی یاد رہے گی تازہ اپنوں کے دل میں برسوں

واہ نصیر کہا ہے کیا معرکہٴ الآرا سہرا



سہرا بر شادی خانہ آبادی میاں محمد اعظم ولد میاں محمد اقبال (مرحوم)

9 اگست 2007ء بروز بدھ

زمانہ آئے، دیکھے پُر ضیاء اعظم کا سہرا ہے
 محبت ہی محبت، خوشنما اعظم کا سہرا ہے
 الگ ہے ہر گلِ ترکی ادا سہرے کی لڑیوں میں
 نشاطِ روح بن کر ہر لڑی کیا کیا چمک اٹھی
 بہت مسرور ہیں سب دیکھ کر دولہا کو سہرے میں
 فلک پر چاند سورج دیکھ کر شرمائے جاتے ہیں
 کرم ہیں غوثِ اعظم کے فضائے بزمِ شادی پر
 بیک چشمِ کرم مہر علی نے نور وہ بخشا

خدا شاہد، حسین بے انتہا اعظم کا سہرا ہے
 مسرت ہی مسرت، برملا اعظم کا سہرا ہے
 زمانے بھر کے سہروں سے جدا اعظم کا سہرا ہے
 بہارِ خلد کا جلوا ہے یا اعظم کا سہرا ہے
 عزیزوں کے دلوں کا مدعا اعظم کا سہرا ہے
 جمالِ پنجتن ہے وہ عطا اعظم کا سہرا ہے
 حقیقت میں حقیقت آشنا اعظم کا سہرا ہے
 جوابِ آفتاب پر ضیا اعظم کا سہرا ہے

نصیر اسبابِ شادی کی تجلی مرحبا، لیکن
 نگاہِ فکر میں روشن ادا اعظم کا سہرا ہے



سہرا

برتقریب شادی خانہ آبادی عزیزم محمد حسن بن محمد سعید وزیر آبادی حال مقیم راجپڈیل (یو کے)
بتاریخ 23 مارچ 2008ء مطابق 14 ربیع الاول 1429ھ بروز اتوار بمقام مانچسٹر

ہوا کس شان سے نوشاہ کے زیب جیں سہرا
کھلیں کلیاں مسرت کی ہمیشہ اس کے گلشن میں
علی، غوث جلی، مہر علی کی نسبتیں اس میں
سعید و طارق و جاوید و حارث اور پھر احسن
ہوئی بزمِ عروسی سب کی سب مشغولِ نظارہ
جوابِ ماہ و خور، رشکِ چمن، صبحِ نشاط افزا
ذرا نظریں جما کر دیکھیے چشمِ محبت سے
نہ ٹوٹے گا مودّت کا یہ محکم باہمی رشتہ
اگر آداب کا پہلو نہیں موجود لڑیوں میں
حسن کا چاند سا مکھڑا کوئی دیکھے تو محفل میں
حسن باندھے ہوئے ہے آج سر پہ کیا حسین سہرا
سدا آباد ہو یارب طفیلِ شاہ دیں سہرا
کہیں دیکھا نہ ایسا خوش نصیب و خوش تریں سہرا
بہت خوش ہیں کہ باندھا ہے حسن نے دلنشین سہرا
بنا مرکز نگاہوں کا، کہیں دولہا، کہیں سہرا
بھبن میں دلکشی میں، حُسن میں، کیا کیا نہیں سہرا
سرِ نوشاہ پر چکا ہے کیا مثلِ نگیں سہرا
کہ ہے زوجین کے مابین اک جبلِ متین سہرا
جھکا جاتا ہے پھر کیوں جانپ فرشِ زمیں سہرا
جو تن پر خوش نما جوڑا تو سر پر عنبریں سہرا
مبارک ہو بہر لمحہ نصیر اہلِ قرابت کو
حسین محفل، حسین شادی، حسین دولہا حسین سہرا



سہرا

برشادی خانہ آبادی پیر سید جلال الدین

ابن پیر سید صدر الدین (مرحوم)

ہے جلوہ گر سرِ نوشہ یہ آج کیا سہرا
خوشا نصیب کہ دولہا بنے جلال الدین
خوشی سے دیکھتی ہے رُوح پیر صدر الدین
مہک رہا ہے حسینؑ و حسنؑ کی خوشبو سے
ہے ضوِ فلکِ شہ جیلان و خواجہ اجمیر
ہے سر پہ سایہ الطافِ پیر فضل الدینؒ
امین پیر نہ محفل میں ہیں رفیع الدین
ہے رُوح والدہ ماجدہ بھی کتنی خوش
دلا رہا ہے یہ مٹان و پیر امین کی یاد
ہر ایک دل میں ہے موجود یادِ پیرِ فدا
نہ خوش ہوں کس لئے حُتانِ پیر و پیرِ عطا
خوشی سے پھولے سماتے نہیں ہیں پیر اسحاق

نبیؐ کی دین ہے اللہ کی عطا سہرا
جبیں پہ باندھ کے بیٹھے ہیں پُر ادا سہرا
کہ اُن کے بیٹے کے سر پر ہے خوش نما سہرا
جنابِ فاطمہ زہراؑ کی آل کا سہرا
دوگونہ اوج کا حامل ہے برملا سہرا
ہے خواجہ مہر علیؒ شاہ کی دُعا سہرا
کہ اپنے بھائی کے سر دیکھتے بندھا سہرا
سجائے سر پہ ہے آج اُن کا لاڈلا سہرا
سُنا رہا ہے شہیدوں کا ماجرا سہرا
ہے جن کی حسرت و ارماں کا مدعا سہرا
کہ ایک اُجڑے ہوئے گھر کی ہے ضیاء سہرا
کہ اُن کے ماموں کے بیٹے کو ہے سجا سہرا

صد آفریں کی صدا ہے نصیر ہر لب پر

یہ آج تُو نے خوشی میں کہا ہے کیا سہرا



سہرا

بتقریب شادی خانہ آبادی سید مسعود الحسن شاہ صاحب سرگودھا

وقارِ انجمن شادی بہارِ صد چمن سہرا
مبارک ہو تمہیں اے شاہ مسعود الحسن سہرا
رُخِ نو شاہ پر لڑیاں چمکتی ہیں مہکتی ہیں
نہایت خوبصورت ہے بفیضِ پنچتن سہرا
نوازشِ غوثِ اعظم کی کرمِ مر علی کا ہے
دعائیں بابو جی کی جلوہ گر ہیں بزمِ شادی میں
فضائے خلد میں صدیقِ شہ مرحوم شاداں ہیں
خدا کے فضل سے دونوں تگے ہیں چشمِ عالم میں
بزرگوں کی عزیزوں کی دعائیں کارفرما ہیں
کسی سے ہو سکے کیا تبصرہ سرے کی لڑیوں پر
اڑا لایا ہے گلزارِ جاناں کا باکپن سہرا

محبت سے نصیر اس شان کا سہرا لکھا تم نے
پڑھے گی شاد ہو ہو کر، خوشی کی انجمن، سہرا



سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی

برخوردارم سید غلام نجم الدین شاہ گیلانی طول عمرہ

مظہر نورِ خدا ' سہرا ہے نجم الدین کا سرورِ دیں کی عطا ' سہرا ہے نجم الدین کا
نازنین و دلربا ' سہرا ہے نجم الدین کا واہ! کیا رنگیں آدا ' سہرا ہے نجم الدین کا
"النکاح سننتی" کے معنی و مفہوم میں سنتِ خیر الوری ' سہرا ہے نجم الدین کا
غوثِ اعظم کے کرم، مہرِ علی کے فیض سے لطفِ حق کی انتہا ' سہرا ہے نجم الدین کا
دیکھ کر اُطفِ نگاہِ بابو جی و لالہ جی لہلہاتا، جھومتا ' سہرا ہے نجم الدین کا
جامی و رومی، جلال الدین، حسام الدین کے دیدہ و دل کی ضیا ' سہرا ہے نجم الدین کا
خوش ہیں شمس الدین، فواد الدین و حماد الدین معین ان کی خوشیوں کی پنا، سہرا ہے نجم الدین کا
دیکھنے سے اس کے ہر ناشاد دل، دل شاد ہے راحت و بہجت فزا سہرا ہے نجم الدین کا
اس کی لڑیوں سے لڑی ہے آنکھ اہل شوق کی جاں فزا و دل گشا سہرا ہے نجم الدین کا

مادرِ مشفق کی مرقد سے نصیر آئی صدا

واہ کیا شانِ خدا سہرا ہے نجم الدین کا



سہرا

بہ تقریب سعید شادی خانہ آبادی

برخوردارم سید غلام مہر محی الدین رومی گیلانی طول عمرہ

حق نے کیا سر پہ ہے رومی کے سجایا سہرا
خوش ہو رومی کہ ترے سر پہ سجانے کے لیے
پڑ سکے اس پہ نہ ہرگز کسی بدیں کی نظر
خوش ہوئیں عالم ارواح میں دادی امان
کیا سہانا ہے سماں گھر میں جلال الدین کے
زمزمہ سنج ہوئے صحن گلستاں میں بطور
نذرِ نوشاہ کی خاطر یہ سہانا موسم
شکر صد شکر کہ دنیا میں مرے مالک نے
جس کے ہر شعر نے محفل میں سماں باندھ دیا
دل میں اُترا ہے تو آنکھوں میں سمایا سہرا
درگہ والی بغداد سے آیا سہرا
سایہ مہر علیٰ میں ہو خدایا! سہرا
بوسہ دیتے ہوئے آنکھوں سے لگایا سہرا
سارے آنگن میں خوشی بن کے ہے چھایا سہرا
خُلد میں خور و ملائک نے بھی گایا سہرا
گوندھ کر عنبر و کافور میں لایا سہرا
مجھ کو اس میرے بھتیجے کا دکھایا سہرا
میری جاں! آج وہ لایا ترا تیا سہرا

مُلتمس ہے ترے در پر یہ نصیر عاصی

شاد و آباد رہے بارِ خدایا سہرا



سہرا

برشادی خانہ آبادی پیر سید عطاء الحسن
ابن پیر سید فدا حسین شاہ (مرحوم)

حق تعالیٰ کی عطا ہے یہ عطا کا سہرا اللہ اللہ پیر پیر فدا کا سہرا
رنگ لائی ہے دُعا حضرت فضل الدّٰی کی سرِ نوشہ پہ سجا فضلِ خدا کا سہرا
جلوہ گر بزم میں ہیں غوثِ جلیّ، مہر علیّ چشمِ بد دور ! ہے کیا آلِ عبا کا سہرا
صدر الدّٰی پیر کی ہے رُوح بہت ہی مسرور ہے سعادت کا نشان پیر عطا کا سہرا
مرحبا سامنے بیٹھا ہے سنور کر دُلہا دیکھئے لختِ دلِ غوثِ وریٰ کا سہرا
کس قدر خُرم و شاداں ہیں جلال و خُنان دیکھ کر بھائی کے سرِ بختِ رسا کا سہرا
شاملِ حال ہے اجداد کا فیضِ باطن اسے کہتے ہیں بزرگوں کی دُعا کا سہرا
دیدنی ہے رُخِ نوشاہ پہ جلوؤں کی بہار ہم نے دیکھا نہیں اس طرزِ ادا کا سہرا

تیرے شعروں سے نصیر آتی ہے خوشبوئے وفا
تو نے لکھا ہے یہ کس جانِ وفا کا سہرا



سہرا

کیا چاند سی صورت دُلہا ہے کیا پیارا پیارا سہرا ہے
 کیا سوہنی سی اک مورت ہے اور آنکھ کا تارا سہرا ہے
 فردوس سے بن کر آیا ہے اور حوریں اس کو لائی ہیں
 دو پیار بھرے دل ملتے ہیں اُلفت کا سہارا سہرا ہے
 یہ لال ہے اپنے والد کا اور پیارا ہے یہ پیاروں کا
 یہ ہار ہے رشتہ داروں کا اور ہار کا تارا سہرا ہے
 مُشتاقِ نظارہ نظریں ہیں اور دید کے طالب سارے ہیں
 سب دیکھ رہے ہیں سہرے کو اور وقفِ نظارہ سہرا ہے
 ہیں محو تماشا غلماں بھی اور محو حسرتِ رضواں بھی
 یہ چاند سا نوشہ نوشہ ہے یہ پھول کا سہرا سہرا ہے
 امی کو سلامت ہو یہ خوشی بہنوں کو مبارک ہو یہ خوشی
 دُلہن کو مبارک دُلہا ہو دو دل کا سہارا سہرا ہے
 اُلفت کے نشے میں چور ہیں دل شاد ہیں مسرور ہیں
 یہ بات نصیراب میں نے سنی، کرتا یہ اشارہ سہرا ہے



سہرا

برشادی خانہ آبادی عزیزم حسین محی الدین

نورِ نظرِ محبِ مخلصِ محترم جناب ڈاکٹر طاہر القادری زید مجدہ

عنایتِ خاصِ بختن کی، نوازشِ دستگیر سہرا
تمام دُلوہوں کا شاہ دُلوہا تمام سہروں کا پیر سہرا
اُسی سے ہے ضوؤ پذیرِ محفل، اُسی سے ہے جلوہ گیر سہرا
مسرتوں کی نقیبِ شادی، محبتوں کا سفیر سہرا
چمک رہا ہے جبینِ نوشہ پہ، مثلِ بدرِ منیر سہرا
نتیجہٗ لطفِ اولیاء ہے دُعائے پیرانِ پیر سہرا
تجھے مبارک کہ ہو گا ثابت تیرے لئے دستگیر سہرا
ہے غوثِ اعظم کے خاکِ بوسوں کی آنکھ میں بے نظیر سہرا
نہیں ہے نوشہ کے رُوئے روشن کا پھر بھی عشرِ عشر سہرا
جو اپنے جدِ کریم کے اک مُرید کا لکھے پیر سہرا
بہ بیتِ نعم الوکیل شادی، بفضلِ نعمِ النصیر سہرا
بچشمِ اُستاد دیکھ لیتے اگر انیس و دبیر سہرا

عطائے سرکارِ دو جہاں ہے، تو فضلِ ربِّ قدیر سہرا
وہ آمدِ نو عروسِ بطحا، وہ عرشِ پر تہنیت کے نغمے
جو قلبِ طاہر میں، ذاتِ ختمِ الرُّسل کی ہے شمعِ عشقِ روشن
دُعائے سب کی سنو لے، ہمیشہ بن کر رہیں جہل میں
نگاہِ بد سے خدا بچائے، نظرِ زمانے کی لگ نہ جائے
جو شاہِ اجمیر مہرباں ہیں، تو مُلتَفَتْ گنجِ بخش داتا
ہے آج بھی سر پہ سایہ گسترِ تصرفِ ستِ شاہِ جیلاں
ملی ہے جس دن سے اس کی لڑیوں کو قادری سلسلے کی نسبت
ہے گر چہ مرکزِ ہر اک، نظر کا، چمک دمک اور بانگین میں
ہزار کوئی لکھے، مگر اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے
وکیلِ فائق جو طاہر القادری تو شاعرِ نصیرِ خوش گو
مجھے تلمذ میں اپنے لیتے، ہر ایک مصرع پہ داد دیتے

جنابِ طاہر وصول کیجئے کہ آلِ زہرا کی بارگاہ سے
حسین محی دیں کی شادی پہ لکھ کے لایا نصیر سہرا



رثائیہ اشعار

بر

لویح مزار

فضل خان مٹھیا لوی خادمِ دربارِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

(تاریخِ وفات 31 مارچ 1987)

تیر نسبت از کمانِ دیگر است
بندۂ حق را نشانِ دیگر است

فضل خان مٹھیا لوی نیکو سرشت
باد از یزدان نصیب او بہشت

خاک بوسِ آستانِ گولڑہ
آبروے خادمانِ گولڑہ

ربطِ خاصے داشت باغوثِ جلی
آ مریدِ حضرتِ مہرِ علی

برہم آید نصیرِ ایں بار بار
از کرمِ آمرزدش آمرز گار



اشعار بروفاتِ سید عبدالقادر شاہ ابنِ سید پیر محمود شاہ برادرِ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی

برس رہا ہے یہ کیوں ابرِ دیدہ ناشاد
یہ کون آنکھ سے اوجھل ہوا کہ ہے اب تک
وہ اک وجود جو تھا گھر پہ سایہ رحمت
نہ کیوں بہاؤں میں اُن کے فراق میں آنسو
تھی لفظ لفظ میں جن کے دوا پئے ہر زخم
نصیر! رشتے میں ہوتے ہیں وہ مرے ماموں
دعا یہ ہے کہ اُنہیں قربِ حق میسر ہو

ستا رہی ہے مرے دل کو آج کس کی یاد
مری حیات کے لمحات کا سکوں برباد
وہ اک نظر کہ جو تھی باعثِ حصولِ مراد
کہ اُن کے دم سے تھی دنیائے آرزو آباد
تھا جن کا حُسنِ تکلمِ علاجِ ہر بیداد
وہ ایک حافظِ قراں وہ اک نجمتہ نژاد
طفیلِ سید کونین و آلہ الامجاد



اشعار بروفاتِ خادمِ درگاہِ مہرِ یہ حافظِ خدا دوست مرحوم

نہیں دنیا سدا رہنے کی جا ، دوست
یہ صدمہ موت سے کچھ کم نہیں ہے
ادا کرتے ہیں وہ حق دوستی کا
لحد کی خاک سے ہو خاک امید
فقط اُن کی شفاعت ہے مسلم
بھرم رہ جائے کل اپنا بھی شاید

فنا ہے سب کو ، وہ دشمن ہو یا دوست
کسی سے ہو نہ دنیا میں جدا ، دوست
پسِ مُردن جو دیتے ہیں دعا ، دوست
کہ یہ از روئے فطرت ہے ہوا دوست
ہے جن کی ذاتِ عالی کبریا دوست
کہ ہیں مہر علی شیخ وفا دوست

خدا لگتی کہوں گا اے نصیر اب
عجب اک دوست تھے، حافظِ خدا دوست

اشعار بروفاتِ عالی گوہر سیدِ سخی شاہ نوگلی ایبٹ آباد

6 رجب 1408ھ

چلا ہے لکھنے کو کس حق نگر کی لوحِ مزار
ضرور ہیں یہ کسی مردِ با خدا کے مرید
صدایہ آئی کہ ہیں ان کے پیر مہر علی
سخی تھے دل کے، سخی شاہ نام تھا اُن کا
دل و نظر میں سمائی وہ گولڑے کی زمیں
ملا تھا غوثیہ لنگر میں منصبِ اطعام
ملی حیات میں شہ جی کو رفعتِ نسبت
ہیں ان صفات کے آئینہ مصطفیٰ شہ بھی
نصیر! عفوِ معاصی نہیں بعید، اگر

زباں پہ ہو وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

کسار: ایبٹ آباد کے قریب ایک پہاڑی پر مرحوم کی قبر ہے



برلوحِ مزار مولانا غلام نبی المعروف مولوی اتواری

عالم با عمل غلام نبی	عبد جت محل غلام نبی	ایکدن جب کرم میں جوش آیا
یعنی اتواری مولوی جلی	ایں لقب از جنابِ مہر علی	پیر مہر علی نے فرمایا
تو کہ انساں تھا واقعی انساں	عشق ذاتِ رسول میں غلطاں	مولوی ہو مگر ہو اتواری
اے مرید حضورِ مہر علی	تجھ پہ رحمتِ خدائے رحمت کی	کیوں نہ پھر مُشتہر ہو اتواری
دل میں تھی گولڑا شریف کی چاہ	تجھ پہ تھی خاص بابو جی کی نگاہ	جب کوئی اہل علم مرتا ہے
معرفت گاہِ گولڑہ اکثر	روزِ اتوار اے وفا پیکر	یاد تجھ کو نصیر کرتا ہے
آیا کرتا تھا حاضری کے لیے	اپنے مُرشد سے برکتیں لینے

راقم الحروف کے اُستاد مشفق حضرت علامہ فتح محمد علیہ الرحمۃ

چہ گویم در اوصافِ آں نکتہ رس
 خوش اخلاق و حق گو و بے لوث مرد
 بہر علم علامہ دہر بود
 عقیدت ہی داشت با ہر ولی
 چو دید آں رخ مہرِ حُسنِ آفریں
 بر اوجِ مقامِ یقین جائے وہ
 نہ دیدم چو او در جہاں پہنچ کس
 کہ کارے خلافِ شریعت نہ کرد
 بہ جملہ علوم و فنون بحر بود
 خصوصاً بہ درگاہِ غوثِ جلی
 بہ مہرِ علی دادِ دستِ یقین
 خدایا بخلدش بریں جائے وہ
 نصیرا نہ رفت از یادِ ما
 کہ او بود بے مثلِ اُستادِ ما



حاجی محمد امین مائی سرور مرحومہ کے بھائی

بیا سود در خاکِ اہلِ یقین
 بہ جاں آستاں بوسِ غوثِ جلی
 ز دل منتسب شد بہ اربابِ راز
 بود روحِ او تا ابد اے نصیر
 پس از مرگ حاجی محمد امین
 غبارِ درِ پیرِ مہرِ علی
 زہے طالعِ ایں سراپا نیاز
 ز الطافِ ربِّ العلی لطفِ گیر



اُس کے دشمن مریں وہ زندہ ہے

غزالی دوراں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر چند رثائیہ اشعار

آنکھ ہے اشکبار ، دل بے تاب	غم وہ ہے جس کی کوئی حد نہ حساب
لطف کیا رہ گیا ہے جینے میں	ایک ماتم پنا ہے سینے میں
سانس چلتی ہوئی کٹاری ہے	آمد و شد میں ضرب کاری ہے
دل ہے ویران اور آنکھ اجاڑ	ہم پہ ٹوٹا ہے رنج و غم کا پہاڑ
ایک تارا چمک کے ٹوٹ گیا	کون تھا وہ جو ہم سے چھوٹ گیا
علم کا تاجدار تھا وہ شخص	نازش روزگار تھا وہ شخص
اُس کے دم سے تھا علم و فن کو قرار	رازی وقت و صاحب کردار
ایک مجموعہ صفات انساں	پیکر عظمت و ثبات انساں
کیا بتائیں وہ کیا تھا ، کیا تھا	سارے اوصاف کا خلاصہ تھا
جو طریقت میں پیر قادری تھا	ہاں وہ احمد سعید کاظمی تھا

برق کی طرح حق رسندہ ہے
اُس کے دشمن مریں ، وہ زندہ ہے

برلوح مزار سید امام شاہ بخاری مہر آباد شریف

عالم و فاضل و محقق دیں زاہد و متقی و گوشہ نشین
عاملِ سنتِ رسولِ خدا پیروِ اولیاءِ اہلِ صفا
در دلش بود حُبِ مہر علی آئینہ دارِ عشقِ غوثِ جلی
بود مردِ کنارہ کش ز جہاں عاشقِ ذاتِ حضرتِ یزداں
ہست نامش امام شاہ نصیر
صوفی و عابد و فقیہ و فقیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطعہ تاریخ وصال میاں نور احمد چشتی صاحب غفرلہ المعروف بآسیکل موضع انب چشتیاں نزد میاں چنوں

29 نومبر 1976ء بمطابق 7 ذوالحجہ 1396ھ

وفات درمیانی شب اتوار، سوموار بوقت رات 2 بجے رات

نور احمد وہ چشتی حق ہیں	آل تنج شکر فرید الدین
عاشق خاندان غوث جلی	تھا مرید جناب میر علی
فقر میں صاحب مقام رہا	غوث اعظم کا وہ غلام رہا
کلر دنیا اُسے نہ زر کی ہوس	عشق تھا گولڑہ شریف سے بس
بابو جی سے نیاز رکھتا تھا	اُن کی نسبت سے ناز رکھتا تھا
بابو جی کا کرم تھا اُس پر خاص	جس سے ہے آشنا دلِ ہر خاص
بابو جی کو جو اُس طرف پایا	اُس نے بھی بآسیکل دوڑایا
ہانپتے سامنے گیا جس دم	بابو جی نے کہا ز راہ کرم
کو کیا حال ہے اے بائی سکل	پڑ گئی اب تو تیری جان میں گل
کیا بعد اس کے اُس نے کام یہی	رکھ لیا فوراً اپنا نام، یہی
سر پھرے معترض ہی رہتے ہیں	پیر سے نسبت اس کو کہتے ہیں
زندگی میں وہ کہہ گیا تھا مجھے	اس کے کہنے پہ میں نے شعر کہے
اھک غم میرا خامہ رو ہی گیا	آج ایفائے عہد ہو ہی گیا

یہ دعا ہے نصیر کی ہر دم
دید ہو اُس کو پیر کی ہر دم



خان محمد اقبال خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ

پولیس درگاہ گولڑہ شریف میں دفن ہوئے۔

محبت فاطمہ و احمد و حسین و حسن

قتیل خیر مہر علی و غوث وری

طفیل خواجہ اجمیر و جملہ مقبولاں

سرش بہ زروہ اقبال و بخت و عز و علی

وفا سرشت کہ اقبال خان نامش بود

نصیر باد مقامش بخت اعلیٰ



برلوح مزار پر شمیم اختر صاحب (ایس پی ملتان)

مٹی میں سو رہا ہے لختِ جگر کسی کا	برباد ہو نہ یا رب آباد گھر کسی کا
کیوں کر گیا، کہاں ہے کیسا ہے اب جہاں ہے	تو ہی پتہ بتا دے بادِ سحر کسی کا
اُٹھتی تری جوانی، پھر مرگِ نا گہانی	دستِ قضا نہ چھینے اُٹھتا پر کسی کا
گھر سے نکل گیا تھا لے کر بہار میری	میں منتظر ہوں اب تک با چشمِ تر کسی کا
بے شک شہید ہے تو لیکن شمیم اختر	بے نور کر گیا ہے پُر نور گھر کسی کا
وہ بھی شریکِ غم ہے، غم ہے نصیر کو بھی	شاید نہ جائے دل سے غم عمر بھر کسی کا

بے نظیر بھٹو صاحبہ مرحومہ کی المناک موت پر خالصتا انسانی ہمدردی کے تحت کہے گئے چند اشعار

یہ تختِ فاخرہ پر تاجدار بیٹھے ہیں کہ تیر وقت کی زد میں شکار بیٹھے ہیں
قبائے صبر کیے تار تار بیٹھے ہیں یہ کس کی یاد میں سب، سوگوار بیٹھے ہیں
اُجڑ گیا ہے یہ کس بدنصیب کا گلشن یہ کس کے سوگ میں لوگ اشکبار بیٹھے ہیں
وہ آصفہ ہو بلاول ہو یا کہ بختاور نڈھال غم سے بہ گردِ مزار بیٹھے ہیں
ترے جیلے تری رہ میں بے نظیر اب بھی لیے ہوئے دلِ اُمید وار بیٹھے ہیں
نہ بھول پائیں گے تا زندگی، خدا شاہد وہ تیرے ساتھ جو لمحے گزار بیٹھے ہیں
تُو آج اپنے جیالوں کو دیکھ تو آکر سہے ہوئے ستم روزگار بیٹھے ہیں
وہ توڑ سکتے نہیں اب کسی بھی صورت میں جو عہدِ تجھ سے کیے اُستوار، بیٹھے ہیں
یہ کم ہے کیا کہ ترے بعد بھی یہ دیوانے لیے سروں میں وفا کا خمار بیٹھے ہیں
تسلیاں انہیں دینے کو آئے گا اب کون ترے غریب سرِ رہگار بیٹھے ہیں
جنہیں گماں تھا کہ دے تجھ کو موت شاید مات وہ بازی جیت کے بھی آج ہار بیٹھے ہیں
تو مر گئی، مگر اب بھی دلوں میں زندہ ہے کیے ہوئے پہ، عدو شرمسار بیٹھے ہیں
یہ غم کوئی ترے بچوں سے پوچھے، جو تجھ کو خود اپنے ہاتھوں لحد میں اتار بیٹھے ہیں
یہ کہہ رہے ہیں ترے نونہال رو رو کر لٹا کے آج ہم اپنی بہار بیٹھے ہیں
دراز عمر بلاول کی ہو مرے مولا! جو اپنے نانا کی اک یادگار بیٹھے ہیں

ہے خانوادہ کھٹو کو تیرے عزم پہ ناز جو لٹ چکے ہیں مگر باوقار بیٹھے ہیں
 ہوا کی شہ پہ جو اونچا اڑے ترے دشمن تھی ہوا تو وہ مثلِ غبار بیٹھے ہیں
 وہ تیرا زورِ خطابت وہ تیرا حُسنِ بیاں ترے کمال کے حاسد ہزار بیٹھے ہیں
 تمام شہر ہے خاموش، بند ہیں بازار اداس تیرے عقیدت گزار بیٹھے ہیں
 نکل کے ان کو دکھا دے ذرا جھلک اپنی تری لُحہ پہ ترے جاں نثار بیٹھے ہیں
 ترے سوا انھیں آکر اٹھائے کون کہ جو لگائے دل سے غم روزگار بیٹھے ہیں
 نجات کون دلائے گا تیرے بعد ان سے جو سر پہ قوم کے ہو کر سوار بیٹھے ہیں
 تو وہ خطیبِ خطابت کو ناز ہے جس پر تری ہی یاد میں سب دل فگار بیٹھے ہیں
 تو اپنی ذات میں کیا بے نظیر بن کے اٹھی کہ تیرے رعب سے فتنے ہزار بیٹھے ہیں
 تو ایک چاند جو ہو تیرگی کے حلقے میں تو ایک گل کہ ترے گرد خار بیٹھے ہیں
 تری نوا تری شہرت سے ڈر گئے دشمن گلے میں ڈالے خجالت کا ہار بیٹھے ہیں
 بلاول، آصفہ، بخٹاور اور زرداری لیے ہوئے علمِ ذوالفقار بیٹھے ہیں
 ہے آرزو کہ تری مغفرت ہو اور انھیں عطا ہو صبر، جو غم سے دوچار بیٹھے ہیں
 ملے گی تجھ کو شفاعت شفیعِ محشر کی پئے دعا صلحائے کبار بیٹھے ہیں

نصیر ان سا زیاں کار کوئی کیا ہوگا
 جو آپ اپنے مسیحا کو مار بیٹھے ہیں



متفرق اشعار

ایک فارسی شعر

سر بہ سر قصہ زہدم ہمہ کردی کوتاہ
چشم بد دور، چہ باریش دراز آمدہ ای

صدیق شاہ منگوالیؒ کے پوتے غلام محمد شاہ مرحوم بہت زندہ دل انسان تھے۔ وجہ یہ چہرا، گھنی دراز داڑھی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی اصغر علی شاہ کے ساتھ جب عرس پر گولڑہ تشریف لائے۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی میں نے یہ شعر فی البدیہہ کہہ دیا جسے اصغر علی شاہ صاحب نے محفوظ رکھا اور کلیات کی اشاعت پر مجھے طباعت کے لیے دیا۔ (1993ء)



رائے خاکسار کی منگنی کے موقع پر درج ذیل رباعی کہی

با جوشِ طرب نامہ یارے آمد در گلشنِ اُمید ، بہارے آمد
اے عجز و فروتنی ! بیا رقصِ کنیم ہنگامِ نشاطِ خاکسارے آمد



در تصور ہستم امشب باریابِ خاکسار
اللہ اللہ مستی چشمِ خرابِ خاکسار
می رسد اندر مشامِ جاں شمیمِ یادِ او
نُسخہ سیر بہار از پرتوش دریافتم
در ہجومِ خلقِ تنہایم ، ندارم مونسے
رفتہ رفتہ گرہی خواہی کہ تا منزلِ ری
مارِ ظلمت می گزد بے رُوئے تو ہر شب مرا
اے خوشا طالع ، رسیدم در جنابِ خاکسار
کرد یکسر بے خودم کیفِ شرابِ خاکسار
می چکد بر سر زمینِ دل ، سحابِ خاکسار
حبذا اے جلوہ زیرِ نقابِ خاکسار
یا علی ! افتح علیّ الآن بابِ خاکسار
ہجو گردِ راہ گن طوفِ رکابِ خاکسار
یک تبسم بر نصیر اے آفتابِ خاکسار



قطعه نسبت

حاجی مظہر الحق مرحوم بمقام گوجر خان، مُرید حضرت قبلہ بابو جی قدس سرہ

اشعار حسب فرمائش جمیل الحق بن مظہر الحق کہے گئے

مظہرِ اطافِ حق ہے، قُرب کی جنت میں ہے

کیوں نہ ہو وہ بابو جی کے حلقہ بیعت میں ہے

جھانکتا ہوں جب میں یادوں کے دریچے سے اُسے

وہ اُسی عالم، اُسی محفل، اُسی صحبت میں ہے

مظہر الحق عالمِ برزخ میں، جیسے آج بھی

خواجہ مہر علی کے ہالہ شفقت میں ہے

سرزمینِ گولڑہ کی نسبتیں لے کر نصیر

عاشقِ آلِ نبی مدفونِ اسِ ثُربت میں ہے

سن وفات: 6 ربیع الثانی 1463ھ مطابق 18 جون 2004ء بروز منگل



رُسوانہ ہونے پائے قیامت میں اب نصیر

گھر میں رہے یہ بات کہ یہ بات گھر کی ہے



مسجدیں شکستہ تو چار دن میں بن جائیں

عمر بیت جاتی ہے دل کو دل بنانے میں



بحوالہ خطوط چند فارسی اشعار کا تذکرہ

رائے محمد افضل خاکسار (فیصل آباد) میرے دادا حضرت بابو جی کے مرید اور ایک نغز گو شاعر بھی ہیں، ایک زمانے میں جب فون کا سلسلہ اتنا عام نہ تھا، بذریعہ خطوط رابطہ رہتا تھا۔ موصوف چونکہ خاکسار تخلص کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے بعض خطوط میں فارسی کا کوئی شعر کہہ کر انہیں ارسال کر دیتا، جس کے مضمون کا تعلق لفظ خاکسار یا تواضع سے ہوتا، اور میرے یہ اشعار فی البدیہہ ہوتے تھے۔ کلیات کی طباعت کے وقت میں نے کوشش کی کہ اپنا تمام کلام زیادہ سے زیادہ محفوظ کر سکوں، اس لئے اکثر احباب نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ خاکسار صاحب نے بروقت یاد دلایا میرے پاس بھی تمہارے وہ اشعار محفوظ ہیں جو تم نے وقتاً فوقتاً میرے خطوط کے جواب میں ارسال کیے تھے، چنانچہ موصوف نے تاریخ اور سن بھی ساتھ تحریر کر کے وہ میرے کئے ہوئے اشعار شامل کلیات کرنے کے لئے ارسال کیے۔ جو باذوق قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔ (نصیر)

23 مارچ 1978ء	بادِ اَلطافِ نگاہِ تُو بہ سُومِ نہ وزید	خاکسار نہ بہ بزمِ تُو شستم، اَمّا
12 فروری 1980ء	چشمِ بددور، اے نصیر بہ دام	افضلِ خاکسار! بر تُو سلام
یکم فروری 1981ء	کہ قطرہ قطرہ خونم بہ بُو خراب رسد	نصیر! زان بہ دلمِ قدرِ خاکسار انت
10 ستمبر 1981ء	رُوئے عروجِ گرد بود جانپ فلک	انجامِ خاکساری انسان ازیں شناس
14 دسمبر 1981ء	مالِ کارِ بشر هست خاکساری ہا	نظرِ ز رُوئے حقارت بہ خاکسار مکن
15 فروری 1982ء	سلامِ دُور نشیناں بہ آں نگار رساں	صبا پیامِ محبت بہ خاکسار رساں
	نامہٗ خاکسار چاک رسید	بادِ یارب بہ خیرِ حالِ دلش
25 فروری 1982ء	خاکساریم و بہ گُوئے تُو وطنِ ساختہ ایم	نظرِ لطفِ مکن اے ہجو صبا محوِ خرام
	”دیں ہمہ دوست“ می دہم، تحفہ بہ خاکسارِ خویش	تا نگریم بہ چشمِ اُد، طرقلی بہارِ خویش

رباعی

عُزلتِ کدہ، حُبِ مدعی یافتہ ایم
تا در دلِ خاکسار جایافتہ ایم

قربِ آں یارِ بادِ یافتہ ایم
مکشتیم عُبَّارِ کوچہٗ خود شکنی



ابتدائی دور کے دو قطعات

الہی دولتِ سوزِ جگر دے نوائے بلبلی آہفتہ سر دے
تری نیرنگیوں کو جذب کر لیں مری آنکھوں کو وہ ذوقِ نظر دے

مرے مرغِ تخیل کو وہ پر دے کہ اٹھ جائیں رُخِ منزل سے پردے
فغاں کیا، نالہ کیا، آہ و بکا کیا تری ہر شے مجھے منظور، پر، دے

عزیزم خواجہ انیس بن خواجہ یونس ملتانی کے نام
ایک خط تحریر کیا، درج ذیل قطعہ فی البدیہہ ہو گیا

کثیف ذہن ہیں خواجے، نفیس کوئی نہیں جو وجہ اُنس ہو، ایسا جلیس کوئی نہیں
نصیر کر لیا دل نے یہ فیصلہ آخر انیس میرا بغیر انیس کوئی نہیں



تقریباً 31 قبل کی بات ہے کہ خواجہ مہربخش بن خواجہ منظور حسین ملتانی مرحوم نے مجھے ملتان سے آم بھیجے اور زینہ اولاد کی دعا کے لئے بھی لکھا۔ فارسی میں آم کو انبہ کہتے ہیں۔ میں نے ذرا تامل کیا اور درج ذیل دعائیہ شعر بحوالہ آیت قرآنیہ تحریر کر بھیجا۔ اللہ نے یہ دعا قبول بھی فرمائی اور بیٹی کے بعد پہلا بیٹا عطا کیا جس کا نام محمد شہزاد (عُرف موجو) رکھا گیا

مہربخش انبہ فرستاد بمن اَنْبَةً، اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا



1990ء میں میرے ایک مخلص سید امتیاز حسین نقوی (سکنہ دہوریہ کھاریاں) نے انگلینڈ سے مجھے دعوت آمدی، والد مرحوم اُس وقت میرے اس سفر کے بارے میں بوجہ فکر مند تھے ادھر امتیاز شاہ صاحب کمال بے تابی سے ہر روز فیکس میں تحریر کرتے کہ جملہ اہالیانِ برہنگم کو میری آمد کا شدت سے انتظار ہے ایک مرتبہ شاہ صاحب نے بذریعہ فیکس درج ذیل اشعار مجھے ارسال کیے۔

تیرے بغیر رہتے ہیں اے جان مضطرب	ہر وقت بیقرار ہیں، ہر آن مضطرب
عیسیٰ حیات دیتے تھے تُم کہہ کے جس طرح	یوں تیری بات کے ہیں مرے کان مضطرب
بیٹھے ہوئے ہیں عُصّے میں شاید وہ اپنے گھر	باہر کھڑے ہیں درپہ جو دربان مضطرب

ماہ رمضان تھا جب مندرجہ بالا اشعار پر مشتمل فیکس موصول ہوا تو میں سحری کھا کر پان کھانے کی تیاری میں تھا۔ پان منہ میں ڈالنے سے قبل درج ذیل اشعار مختصر وقت میں کہہ کر امتیاز شاہ صاحب کو فیکس کر دیے جو ہدیہ قارئین ہیں۔

اتنی سی بات پر نہ ہو انسان مضطرب	کیوں ہو گئے ہیں سید ذی شان مضطرب
چلتا ہے جب بھی دورہ برطانیہ کا ذکر	ہو جاتے ہیں ہمارے بزرگان مضطرب
نقوی! سحر کا وقت ہے اب، بعد اکل و شرب	لب تک مرے پہنچنے کو ہے پان مضطرب

والسلام

ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی

کیا بیاں ہوں صفات پھولوں کی دھوم ہے شش جہات پھولوں کی
 دور ہو جب چمن میں کانٹوں کا کون سنتا ہے بات پھولوں کی
 اپنے دامن میں خار پالتے ہیں کتنی اُونچی ہے ذات پھولوں کی
 خار کی زندگی اذیت ، درد رنگ، خوشبو حیات پھولوں کی
 آ گئی ہے عروسِ فصلِ بہار اب چلے گی برات پھولوں کی
 دل میں گل چیں کے خار چھنے لگے چھیڑ دی کس نے بات پھولوں کی
 ذکر کانٹوں سے ہو تو کانٹوں کا اور پھولوں سے بات پھولوں کی
 دھوپ اُن پر تو شبِ نیمِ ان کے لیے دن ہے کانٹوں کا رات پھولوں کی
 ذکر کانٹوں کا مشغلہ تیرا ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی
 رنگِ خوشبو بکھیر دیتی ہے مختصر سی حیات پھولوں کی
 عمداً منہ لگیں نہ کانٹوں کے ہے اسی میں نجات پھولوں کی
 کیا خزاں نے چمن میں پاؤں دھرا لٹ گئی کائنات پھولوں کی



سن 1983ء کی بات ہے کہ ہم ریل گاڑی سے کراچی جا رہے تھے۔ جہلم سٹیشن پر حکیم خواجہ محمود کے ایک ساتھی بسکل صحرائی مرحوم ڈبے میں ملاقات کو آئے تو انہوں نے میرے لیے کہا ہوا ایک شعر سنایا۔

آج جہلم کی ہواؤں میں رچی ہے خوشبو
آج جہلم کی فضاؤں میں نصیر آتے ہیں

میں نے جواب میں فی البدیہہ یہ شعر کہہ کر سنایا۔

یہ تو بس آپ کی ہے ذات جنابِ بسکل
ورنہ کب یاد امیروں کو فقیر آتے ہیں

ایک مرتبہ موٹر پر لاہور جاتے ہوئے جہلم سے گزر کر سرائے عالم گیر پہنچے تو نام کی مناسبت سے میرے ذہن میں شہنشاہِ ہند عالم گیر کا خیال آ گیا۔ ذرا فکر کے بعد موٹر میں بیٹھے ساتھیوں کو درج ذیل شعر کہہ کر سنایا تو سب محظوظ ہوئے۔

مسافروں کی یہی ہے دُعا ئے عالمگیر
خدا کرے کہ نہ اُجڑے سرائے عالمگیر

یہ بات تقریباً سن 1990 یا 1991ء کی ہے۔

بابا شیر محمد کموکا

سکنہ فقیر والی ہارون آباد

وچ فقیر والی دے وسدا اک فقیر چروکا ھو
 جیہڑا دیوے بابو جی تے مہر علی دا ھوکا ھو
 گولڑے پھیرے پا نہ تھکدا جیویں کھوہ دا بوکا ھو
 جھوک دے متھے دا اوہ جھومر پنڈے دے نک دا کوکا ھو
 دل وچ وے نصیر اساڈے بابا شیر کموکا ھو



در دست نہ تیر است نہ بر دوش کمان است
 ایں سادگی ہست کہ بسمل دو جہان است

ترجمہ منظوم

نئے ہاتھ میں ہے تیر، نہ شانے پہ کماں ہے
 کیا سادہ ادائی ہے کہ بسمل دو جہاں ہے

از نصیر 2007ء

ایک مصرعہ
تم بھی آؤ چاہنے والوں کے ساتھ



سُنّتے تھے کروڑ میں اک اُونچا دربار
مدفون ہے جس میں ایک عالی سرکار
محسوس ہوئی نصیر، شانِ درویش
دیکھا جو کروڑ لعل عیسٰی کا مزار

حضور نصیر ملت جب 1995ء میں پہلی بار بندہ عاجز کے پاس کروڑ لعل عیسٰی ضلع
لیہ تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت مخدوم لعل عیسٰی کے مزار شریف پر حاضری
کے بعد فی البدیہہ یہ اشعار موزوں فرمائے اور دستِ مبارک سے لکھ کر بندہ کے سپرد فرمائے۔

نیاز مند حافظ محمد اشفاق سعیدی غفرلہ

.....

تمنائے نوشتِ غزل

کیوں موت پہ دشمن کی تم آج ہوا تنے خوش

کل گنجِ لحد میں خود تم نے بھی تو جانا ہے نصیر الدین نصیر

16 اکتوبر 2007ء

بروز منگل، دن دو بجے

یہ شعر ابھی تھا ہے اس پر ان شاء اللہ غزل کہنا ہے۔ احتیاطاً بیاض میں

لکھ دیا، تاکہ تلف نہ ہو جائے۔ شاید کسی کو بروقت پڑھنے کا موقع مل جائے۔

نامکمل مسدّس

اے مظہرِ جلالِ احد، یا علیؑ مدد اے تاجدارِ علم و خرد، یا علیؑ مدد
اے جائے نازشِ اب و جد، یا علیؑ مدد اے غمگسارِ گنجِ لحد، یا علیؑ مدد

لا ریب تُو علی ہے، علی الصفات ہے
ذّرے کو آفتاب بنا دے تو بات ہے



نائبِ شاہِ سلیمان تیری ذات تجھ سے ہے آباد دل کی کائنات
اے درخشاں نیرِ بُرجِ کمال خواجہ شمس العارفین پر سیال
تیرا ہر شیدا بلند اقبال ہے تیرے قرباں، تُو بڑا لُج پال ہے



(اباجی) آخری مرتبہ بابا صاحبؒ حاضری کے موقع پر

چوشوی نشانہ تیر غم بہ پناہ اہلِ نظربیا

چونظام و صابرِ کلیریؑ بحضورِ گنجِ شکر بیا

(2009)

آنکھیں کہاں ہیں چہرے پہ تیرے فقیر کے
دو ٹھیکرے ہیں بھیک کے دیدار کے لیے



کوئی بھی دیکھنے والوں میں ہوشیار نہیں
نظر تو ایک ہے جلووں کا کچھ شمار نہیں
کبھی خیال کی حد میں تھا یار کا جلوا
اور اب ہے جلوہ ہی جلوہ خیالِ یار نہیں



ٹانگرفین کے نام سے حکیم خواجہ محمود صاحب آف مشین محلہ جہلم نے کسی زمانے
میں ننکھے بنوانا شروع کیے۔ موصوف چوں کہ میرے خاص تعلق والوں میں سے
ہیں۔ دکھانے کو ایک پنکھالائے اور اُس کے لیے شعر کہنے کی فرمائش کی۔ میں
نے فی البدیہہ شعر کہہ کر انہیں دے دیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

ٹانگرفین میں اک برق ادا ہے بے چین
آپ تک جلد پہنچنے کو ہوا ہے بے چین



ہر سہ مصرعہ از نصیر

گشتم پچشم دوستاں ارزاں ز خاک اے نازنین
چوں غنچہ از فرط جنوں کردیم چاک اے نازنین
دلہائے مابے چارگاں کردی بخاک اے نازنین



مصرعہ

بندگی باید پیمبر زادگی در کار نیست



از قتل من مترس کہ دیوانیانِ حشر

مجرم کنند بہر تو صد بے گناہ را



جب تک ملے نہ دستِ کرم سے کرم کی بھیک

دروازہ کریم سے جانا نہ چاہئے

قطرہ

لوگ آگئے آخر رہنما کی چالوں میں
خوف تھا اندھیروں کا لٹ گئے اُجالوں میں
لوگ ہندو اور مسلم بن گئے ہیں لمحوں میں
آدمی نہ بن پائے ہم ہزار سالوں میں



تہِ نجوم ہے جب تک یہ بزمِ دین آباد
خدا کرے کہ رہے گلشنِ معین، آباد



ابیات و قطعات از نصیر

متعلق بہ سگانِ نمک حرام

سکھائے کون گئے کو کسے بھونکے، کہاں بھونکے
یہ اُس کی اپنی مرضی ہے جسے بھونکے، جہاں بھونکے



رباعی

معلوم مقام ہو گیا ہے شاید یا قصہ تمام ہو گیا ہے شاید
خاموش، اُداس آج کل پھرتے ہیں کتوں کو زکام ہو گیا ہے شاید



فرد

کیوں اُسے بھونکتا ہے او گئے
چاند نے کیا ترابگاڑا ہے



پائی سبقت اس لئے قطمیر نے کنعان سے

با وفا کُتّا ہے بہتر بے وفا انسان سے

شاید کوئی صدا پہ چونکے

اندھا کُتّا ہوا پہ بھونکے

آدمی کرتے نہیں اُن سے خطاب

صرف خاموشی ہے کُتّوں کا جواب

کُتے ہیں، بھونکتے ہیں اگر بھونکتے رہیں

کیا ان کے ڈر سے چاند نکلا بھی چھوڑ دے

سماعت کا نصیر اللہ حافظ

کہ اب کُتّوں سے پالا پڑ گیا ہے

قطعہ

آج رُوپوش نظر آتے ہیں

صاحبِ ہوش نظر آتے ہیں

چاند نکلا نہیں اب تک شاید

کُتے خاموش نظر آتے ہیں

کُتّوں کی بھونک ہوتی ہے اُس دم شباب پر

جب چاندنی عروج پہ ہو ماہتاب پر

چاند اگر بے نور ہو جائے تو جھگڑا کچھ نہیں

اس سے یہ ثابت ہوا دشمن ہے کُتّا نور کا

کُتّا کسی کو کاٹ لے گرا اضطراب میں

انسان کا کُتّا نہیں اُس کو جواب میں

کُتّوں کی قوم بے شک اُونچی اڑان پر ہے

خود تو زمین پر ہے بھونک آسمان پر ہے

کُتے کا بیر چاند سے ہے نور کے سبب

اوصاف کے حوالے سے دشمن ہے ذات کا

یہ شرط باندھ کے کُتّوں کا بھونکنا شب بھر

دلیل ہے کہ ہلال اب کمال کو پہنچا

وہی بداصل کُتّا کاٹتا ہے اپنے مالک کو

جو پاگل بن چکا ہو یا کہ پاگل ہونے والا ہو

کسی سے کم نہیں اپنے گمان میں گئے
 بہت بلند ہیں اپنی اُٹھان میں گئے
 دراصل چاند کی آمد سے باخبر کرنے
 بگل بجاتے ہیں اپنی زبان میں گئے

بات یہ سن کر ہم بھی چونکے
 ذات کا کُتّا اور نہ بھونکے؟

ہڈیاں توڑ کے کھانے والا
 توڑ دے عہد تو حیرت کیسی

شکل و صورت بھولی بھالی دیکھنے میں نیک ہیں
 بھونکنے کا وقت آجائے تو سارے ایک ہیں



انعامِ جُحون مل رہا ہے
 شیطان سے خون مل رہا ہے
 مت روکئے بھونکنے سے ان کو
 کُتوں کو سکون مل رہا ہے

رائگاں یوں حیات کرتا ہے
 یاسُک اپنی ذات کرتا ہے
 یہ تو ہے میرا حوصلہ، ورنہ
 کون کُتوں سے بات کرتا ہے

کون کر سکتا ہے اپنا منہ خراب
 کون کر سکتا ہے کُتوں سے خطاب
 توڑ ہے ہم جنس ہی ہم جنس کا
 کُتا دے سکتا ہے کُتے کو جواب

اُس کو بھی نڈھال کر دیا ہے
 جس نے اُسے پال کر دیا ہے
 کاٹا بھی اُسے کہ جس نے پالا
 کُتے نے کمال کر دیا ہے

بھونکنے پر چار غم کُتوں کو اُکساتے رہے
 چاند، روشن، اور پھر اتنا حسیں اتنا بلند

وللہ عاقبة الامور

رہنا ہے اسی کو ماسوا ہالک ہے
یہ راز عیاں ہے اس پہ جو سالک ہے
آغاز تھا میرے بس میں سو میں نے کیا
انجام کا غم نہیں خدا مالک ہے



نذرانہ عقیدت بخضورِ امام محمدؐ

آن محمّد فقه را زیبا امام	تا قیامت مُقتلای خاص و عام
أَفَقَهُ الْفُقَهَاءُ وَ شَيْخٍ دِيدَهُ وَر	آبروی اُمتِ خیر البشر
دَر تَفَقُّهُ حَبَلًا مَعْرَاجٍ أَوْ	ہم عرب مثلِ عجم محتاجِ او
إِجْتِهَادُشْ بَہْرِ اُمت سازگار	مَزْرِعِ اسلام را ابر بہار
نَزْدِ عَاقِلٍ مُنْكَرٍ فِقْہِشْ ذَلِيل	گفتہ اش محراب و منبر را دلیل
خامہ اش قِرطاس را تاجِ وقار	مفتیان بر خوانِ فِقْہِشْ زَلّہ خوار
دَر علومِ وَحِي رَبِّ الْعَالَمِينَ	جانشینِ انبیاء و مُرسَلین
ذہنِ اُستادان بہ إدراکش مُقِر	در سگاہِ بُوحَیْفَہٗ مُفْتَحِر
بے نیاز از حرصِ دُنْیائے لَوین	ابتداء و انتہایش علم دین

اے نصیر او هست آقا و امام
صد ہزاراں معجومَن ' او را غلام



دورِ حاضر کی

خانقاہوں کے رازِ سر بستہ

خانقہ منزلِ ابرار و مقامِ اخیار
جن کی ہر شے ہے بحرِ قلب کے تقویٰ آثار
رحمتِ حق کی ضمانت ہیں یہاں نذر و فتوح
ان کی جیبوں پہ اترتے ہیں خدا کے انوار
نغمہ ساز سے مشتق ہے یہاں نعرہ حق
ان کی تکبیر کا مأخذ ہے روپوں کی جھنکار
حاصلِ کشتِ عبادت ہے یہاں سکۂ سیم
ان کی جاگیر ہے تسبیح و مصلیٰ و مزار
ان کے روحانی کمالات میں شانِ معبود
کفر ہے سجدۂ تعظیم سے ان کے انکار
شافعِ روزِ جزا، نائبِ قسامِ ازل
کار سازِ دو جہاں خلدِ بریں کے شجّار
علمِ غیبِ اسجدِ تعلیمِ سلوک ان کے یہاں
ان کے بچوں کو ہیں معلومِ ازل کے اسرار
ان کے تعویذ سے تقدیر بدل جاتی ہے
ان کی منشا پہ ہے اللہ کی مرضی کا مدار

خوانِ رزاقی خلاق ہیں لنگرِ ان کے

زرِ مریدوں کا ہے اور بخششِ پیرانِ کبار

فیضِ باطن سے یہ اولاد عطا کرتے ہیں

دوشِ تخلیق پہ ہے ان کی عنایات کا بار

ان کے ارشاد سے تحریفِ شریعت جائز

شارحِ علمِ الاسماء ہے ان کی گفتار

ناسخِ دینِ براہیم ہے ان کی خواہش

ان کے اندازِ ولایت پہ نبوت ہے نثار

بے نقاب آتی ہیں خلوت میں زمینی حوریں

ان کا ویرانہ ہے غیرتِ دہِ دامانِ بہار

پاک کر دیتے ہیں آلائشِ زر سے جیبیں

کہ مریدین کا اربابِ صفا میں ہو شمار

جس کی نذریں ہوں زیادہ اُسے ملتا ہے خدا

یہاں نیلام پہ چڑھ جاتا ہے ربُّ الاعصار

ایک ہے ان کی نگاہوں میں حلال اور حرام

مئے وحدت سے یہ اللہ کے بندے سرشار

کارِ دنیا کے لیے ان کا وسیلہ لازم

مغفرت کے لیے ہے ان کی شفاعت درکار

اب بھی پیشانیِ اسلام پہ ہے قشقہ کفر
اب بھی جاری ہے رگِ سُبھ میں خونِ زُتار
حرمِ زُہد کی یہ پردہ دری واہ نصیر
قابلِ داد ہے بے باکی رنگِ میخوار

.....

مشائخ و علماء کنونشن (6 ستمبر 1998ء)

یہ اُس کی دین ہے وہ جس کو انتخاب کرے
کرم پہ آئے تو ذرے کو آفتاب کرے
اُسی کی ذات سے رکھنا اُمید وابستہ
غبارِ راہ کو جو آسماں جناب کرے
مرا نبی تری ہمت کو حوصلے بخشے
مرا خدا ترے دشمن کا زہرہ آب کرے
زامِ سلطنتِ پاک حق نے دی تجھ کو
کہ تیرے ہاتھ سے باطل کا سد باب کرے
شریعتِ نبوی کا نفاذ ہو جلدی
ترے قلم کو خداوند مستطاب کرے
نصیر گوشہ نشین کی یہی دُعا ہے نواز
خدا تجھے ترے مقصد میں کامیاب کرے

.....

ان کی منڈی میں خدا اور نبی بکتے ہیں
گرم قرآن کی تجارت سے ہے ان کا بازار
ترکِ دنیاۓ دنی پاک تریں وجہِ معاش
طلبِ شاہدِ زرِ نعرہ حق کی تکرار
یہ جسے چاہیں اُسے دولتِ کونین ملے
چلتا ہے ان کے اشاروں پہ خدائے قہار
جُبہ و سُبھ و سجادہ و ریش یک مشت
بچنے پاتا نہیں اس دام سے مرغِ ہشیار
ان کو قسمت سے ملی مسندِ مردانِ خدا
یعنی رُوباہوں کے قبضہ میں ہے شیروں کی کچھار
اُن کا مسلک تھا خدا دانی و خود آگاہی
خود نمائی و خود آرائی بنا ان کا شعار
وہ ہمہ گیر و ہمہ دان و ہم آہنگِ رسول
کھلتے ہیں یہ ہمہ اوست کے پردے میں شکار
تھا ہر اک شے میں عیاں اُن کے لیے جلوہ حق
ان کا ستار ہے در پردہ طنبور و ستار
اُن کے انوارِ یقین سے تھی منور دُنیا
ان کا سرمایہ ایمان ہے ریش و دستار

برنگم میں ایک موقع پر لالہ عبدالرحمن کے بارے میں کہی گئی رباعی

بے شک ہے وہ ایک مردِ عالی اقبال
دنیاۓ عقیدت میں نہیں جس کی مثال
ہے دل سے فقیرِ کوچہ مہرِ علی
لالہ رحمن شیرِ خیر و رتیل

مہر خان محمد سرخوش نے بتایا کہ ہم پیر صاحب کے ہمراہ جھنگ سے لاہور جا رہے تھے اور میں نے سید ظفر ترمذی جھنگوی کا ایک شعر سنایا تو قبلہ پیر صاحب نے فرمایا مہر صاحب قلم کا غزتیار رکھیں میں جو بولتا ہوں لکھتے جاؤ اور پیر صاحب نے فی البدیہ پوری غزل لکھوا دی ۔

{ ان کی معصوم نگاہی کے تبسم پہ نہ جا
گل کھلائیں گے یہی پھول ثمر ہونے تک }

اشعار پیر صاحب

صورتِ گردِ سرِ راہ پڑھے ہیں اُن کے
ہم نہ اڑ جائیں کہیں اُن کا گزر ہونے تک
جھلملاتے یہی گردوں پہ ستارے شب بھر
میرے حالات پہ روتے ہیں سحر ہونے تک
موج کیا جانے کہ ہے اُس کو حقیقت سے گریز
ایک قطرے پہ جو گزری ہے گہر ہونے تک
آسماں سے کوئی پوچھے کہ کوئی ٹنک تاب ہلال
کن مراحل سے گزرتا ہے قمر ہونے تک
تم خدا کے لئے رہنا سرِ مرقد موجود
دفن کے بعد میرے خاک بسر ہونے تک
آج ممکن نہیں ملنا تو قیامت کو سہی
زہر پی لوں گا تیرے شیرِ و شکر ہونے تک
اُن کو ڈھالا گیا جب پیکرِ خاکی میں نصیر
نور ہوتا رہا قربان بشر ہونے تک

پیر صاحب نے درج ذیل قطعہ مہر خان محمد ہرنوٹا سرخوش بھروانہ چشتی فریدی گولڑوی جھنگوی پر لکھا

ہر دم ہے طلبگار میرا خان محمد
ہے ہیکرِ ایثار میرا خان محمد
کیوں پاس نہ ہو مجھ کو نصیر اس کی وفا کا
ہے جھنگ میں اک یار میرا خان محمد



درج ذیل اشعار پیر صاحب کی ذاتی ڈائری سے لیے گئے

گردید مسخرش جہان نصرت
پالیش بوسید آستان نصرت
بر داد نصیر چشم یعقوبی کن
یوسف آمد بہ کاروان نصرت

27-10-1983

ہو گئیں آبادیاں حاصل دلِ برباد کو
خواب میں دیکھا ہے جب سے حضرت مشاد کو

7-11-1984

ایسا لگتا ہے کہ لائن کا ہے کچھ خون خراب
جب ریسور کو اٹھایا تو ملا فون خراب

27-12-1984

موج گل موج صبا موج سحر لگتی ہے
سر سے پا تک وہ سماں ہے کہ نظر لگتی ہے

9-3-1983

جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے لچک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

9-3-1983

میرے خیال میں تھا خانیوال کا حلوہ
چھکا جو میں نے تو نکلا کمال کا حلوہ
کیا تھا آپ نے وعدہ بڑی محبت سے
عطا نصیر کو ہو جائے دال کا حلوہ

28-1-1983

خالد شاہ کے لئے رباعی

در پلہ میزاں اگرچہ کاہم
لیکن زمزاجِ فضلِ حق آگاہم

دادندزِ خالدین فیہا مرثوہ
شاید کہ بہ التفاتِ خالد شاہم

رائل فری ہسپتال 10 مئی 1992ء، بوقت صبح 11 بجے

نصیر الدین نصیر گیلانیؒ



تصانیف قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہ العزیز

- 1 تحقیق الحق فی کلمۃ الحق
یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے جو اباب علم و ذوق کے لئے خضر راہ ہے، کتاب کے آخر میں صوفیائے وجودیہ کے طریقہ سلوک و توجہ کو عمدہ انداز میں بیان فرما کر سرکار دو عالم آنحضرت ﷺ کی مختصر سیرت طنبیہ کا بھی بیان فرمایا ہے۔
- 2 شمس الہدایہ
یہ کتاب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ آسمان پر تشریف لیجانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائی گئی ہے اور اس میں ختم نبوت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ کے متعلق تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کی مدلل تردید تحریر ہے۔
- 3 سیف جشتیانی
ہر طبقہ کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کے موضوع پر اس سے بہتر اور مستند کتاب کبھی نہیں لکھی گئی، علم دوست اصحاب میں بچہ مقبول ہے۔
- 4 اعلام کلمۃ اللہ
یہ کتاب و ماہل بغیر اللہ کی تفسیر ہے جس میں قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی نے مسائل نذر و نیاز، سماع موتی، استدلال اولیاء کرام کو نہایت شستہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔
- 5 الفتوحات الصمدیہ
اس کتاب میں مخالفین کی طرف سے قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی پر کئے گئے ان دس مشکل سوالات کے جوابات دیئے گئے جن پر مخالفین کو بہت ناز تھا، کتاب کے آخر میں قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کی طرف سے پوچھے گئے بارہ سوالات بھی درج ہیں جن کے جوابات مخالفین آج تک نہ دے سکے۔
- 6 تصفیہ مابین سنی و شیعہ
اپنی اس تصنیف لطیف میں قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی نے خلافت راشدہ کی حقانیت کے ساتھ ساتھ اہل بیت کرام کے فضائل کو از روئے کتاب و سنت انتہائی متوازن انداز میں ثابت فرمایا ہے، یہ کتاب توازن و استدلال مسلک کا شاہکار ہے۔
- 7 ہدیۃ الرسول ﷺ
فارسی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کی طرف سے مرزا ایت کی مکمل تردید پر مشتمل ہے۔
- 8 مرآۃ العرفان
قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کا عارفانہ اور روحانی کیفیات سے بھرپور منظوم کلام
- 9 فتاویٰ مہریہ
یہ کتاب قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔
- 10 سیرت نبویہ از افادات مہریہ
آنحضرت ﷺ کی مختصر سوانح حیات مبارکہ مع احادیث و ارشادات جو قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی کی مشہور کتاب تحقیق الحق کے آخر میں ہے اور عام قارئین کے لئے اسے علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔

تصنیف حضرت پیر سید غلام معین الدین گیلانی قدس سرہ العزیز

- 1 اسرار المصالح
منظوم کلام (حمد و نعت، مناقب، غزلیات)
مطبوعہ

تصانیف حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی قدس سرہ العزیز

1	نام و نسب	(سیادت غوث پاکؒ کے تحقیقی ثبوت، نکاح سیدہ کی شرعی حیثیت اور شیعوہ خوارج کے عقائد کا تفصیلی جائزہ)	مطبوعہ
2	راہ و رسم منزل با	(تصوف اور عصری مسائل پر سیر حاصل بحث)	مطبوعہ
3	امام ابوحنیفہؒ اور ان کا طرز استدلال	(امام الائمہ، سراج الائمہ کے علمی و فقہی مقام و مرتبہ کا بیان)	مطبوعہ زیر طبع
4	اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت	(اثبات توحید و رد شرک کے لئے دلائل قاطعہ)	مطبوعہ
5	لحمۃ الغیب علی ازالہ الزیغ	(حضرت پیران پیرؒ کے گستاخوں کے منہ پر غشی طمانچہ)	مطبوعہ
6	رنگ نظام	(قرآن وحدیث کی روشنی میں اردو مجموعہ رباعیات)	مطبوعہ
7	دیں ہمہ آوست	(عربی، فارسی، اردو اور پنجابی نعتیں)	مطبوعہ
8	فیض نسبت	(عربی، فارسی، اردو اور پنجابی مناقب)	مطبوعہ
9	آغوش حیرت	(فارسی رباعیات)	مطبوعہ
10	پیمان شب	(اردو غزلیات کا پہلا مجموعہ)	مطبوعہ
11	دست نظر	(اردو غزلیات کا دوسرا مجموعہ)	مطبوعہ
12	عرش ناز	(فارسی، اردو، پوربی، پنجابی اور سرائیکی میں متفرق کلام)	مطبوعہ
13	الرباعیات المدحیۃ فی حضرة القادرۃ	(فارسی رباعیات در شان حضرت پیران پیرؒ)	مطبوعہ
14	طریق الفلاح فی مسئلۃ الکھول والنکاح	(نکاح سیدہ باغیر سید کی شرعی حیثیت)	مطبوعہ
15	متاع زیست	آخری متفرق کلام (حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)	مطبوعہ
16	لفظ اللہ کی تحقیق	(متلاشیانِ راہ حق کے لئے سامان تحقیق)	مطبوعہ
17	قرآن مجید کے آداب تلاوت	(قرآن مجید کی رفعت وعظمت، قلوب و اذہان میں جاگزین کرنیوالا رسالہ)	مطبوعہ
18	آئینہ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت	(فلسفہ بیعت پر مبنی ایک دلچسپ مقالہ)	مطبوعہ
19	پیران پیرؒ کی شخصیت، سیرت اور تعلیمات	(ایک ایمان افراز اور شرک سوز مقالہ)	مطبوعہ
20	الجواہر التوہیدیۃ فی تعلیمات الغوثیہ	(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں عقیدہ توحید پر سیر حاصل بحث)	مطبوعہ
21	موازنہ علم و کرامت	(مقام علم گھٹانے والوں کیلئے تازیانہ عبرت)	مطبوعہ
22	کیا ابلیس عالم تھا؟	(ارباب علم و اصحاب تحقیق کے لئے پیغام مباحثات)	مطبوعہ
23	اسلام میں شاعری کی حیثیت	(ایک انوکھا اور اچھوتا تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
24	مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب	(اسباب اور تجاویز)	مطبوعہ
25	پاکستان میں زلزلے کی تباہ کاریاں	(طالباں تحقیق کے افادہ کیلئے ایک تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
26	فتویٰ نویسی کے آداب	(در رنگ ابیات حضرت سلطان باہوؒ)	مطبوعہ
27	پنجابی کلام	(ختم نبوت کے موضوع پر ایک منفرد تحقیقی مقالہ)	مطبوعہ
28	عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت	(مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ منظوم کلام کا مجموعہ)	مطبوعہ
29	کلیات نصیر گیلانیؒ	(مرزا عبدالقادر بیدل کے اشعار کا ترجمہ و تشریح)	مطبوعہ زیر طبع
30	محیط ادب		

تصانیف پیر سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

1	جان آرزو	مجموعہ غزلیات	3	عرفان آرزو	اُردو غزلیات (غیر مطبوعہ)
2	عنوان آرزو	مجموعہ رباعیات	4	داستان وفا	ایک سگ باوفا کی منظوم داستان

درگاہی کتب درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

1	مکتوبات طہیات	یہ کتاب قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے احباب اور متعلقین کی طرف تحریر فرمائے۔ ان میں سے مسائل شریعت و طریقت کا حل موجود ہے۔
2	ملفوظات مہریہ	قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کے علمی ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ
3	عجالہ برد و سالہ	احناف کے عقائد و فقہ کے متعلق ہرزہ سرائیوں کی مدلل تردید
4	مہر منیر (اُردو)	آنجناب قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کی شہرہ آفاق سوانح عمری، آپ کے مصدقہ حالات زندگی علمی و روحانی مجاہدات و کمالات کا تفصیلی تذکرہ، تصنیفات کا مختصر خلاصہ، قادیانیت کے خلاف آپ کے معرکہ کی داستان۔
5	مہر منیر (انگلش)	قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کی سوانح عمری مہر منیر کا انگریزی ترجمہ
6	ضیائے مہر	سوانح حیات حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانیؒ المعروف بابو جی
7	مسافر چند روزہ	حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانیؒ کے منتخب مکتوبات، مختصر تشریحات کیساتھ
8	وظائف چشتیہ	مجموعہ اوراد و وظائف مع ترجمہ و اسناد
9	ایضاح الدلالات فی سماع الآلات	سازوں کے ساتھ قوالی سننے کا مسئلہ
10	دلائل الخیرات	مجموعہ اوراد و وظائف
11	صحیح مسلک	قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کی کتب اور دیگر محدثین و محققین کی کتب سے اہلسنت و جماعت کا صحیح معتدل مسلک پیش کرنے کی کوشش پر مبنی تصنیف
12	سماع کے جواز میں دلائل	سماع سے متعلق مختلف مسائل کا جائزہ
13	نقوش مہر	قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کے روضہ مبارک کی دیواروں پر لکھی گئی آیات، احادیث اقوال اور اشعار کا ترجمہ
14	شجرہ نسب اور سلاسل فقر	قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ کا شجرہ نسب اور سلاسل فقر
15	سلسلہ چشتیہ نظامیہ بطور فریاد	منظوم فریاد بحضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانیؒ
16	مہر نما	منظوم قصیدہ
17	فریاد صدیقی	در بار غوثیاں مع مجمعہ غزلیات
18	خطبات نصیر گیلانی	حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ قدس سرہ العزیز کی تقاریر در جامع مسجد درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کا مجموعہ
19	آئین و دستور بابت انتقام و انصرام درگاہ لنگر غوثیہ گولڑہ شریف	آئین و دستور بابت انتقام و انصرام درگاہ لنگر غوثیہ گولڑہ شریف

گولڑہ شریف میں انعقاد پذیر سالانہ تقاریب کی تواریخ

18,17 صفر المظفر

عرس مبارک حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی قدس سرہ العزیز

30,29 صفر المظفر

عرس مبارک قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہ العزیز

12 ربیع الاول

عید میلاد النبی ﷺ

11,10,9 ربیع الثانی بڑی گیارہویں شریف

28 ربیع الثانی تحفہ ناموس رسالت و ختم نبوت سیمینار

2,1 جمادی الثانی

عرس مبارک حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی قدس سرہ العزیز المعروف بابو جی

3,2 ذیقعد

عرس مبارک حضرت پیر سید غلام معین الدین گیلانی قدس سرہ العزیز المعروف لالہ جی

شجرہ مہر یہ معینہ

